مِرآۃُ المناجیح

شرح

مِشکوٰۃُ المصابیح

7

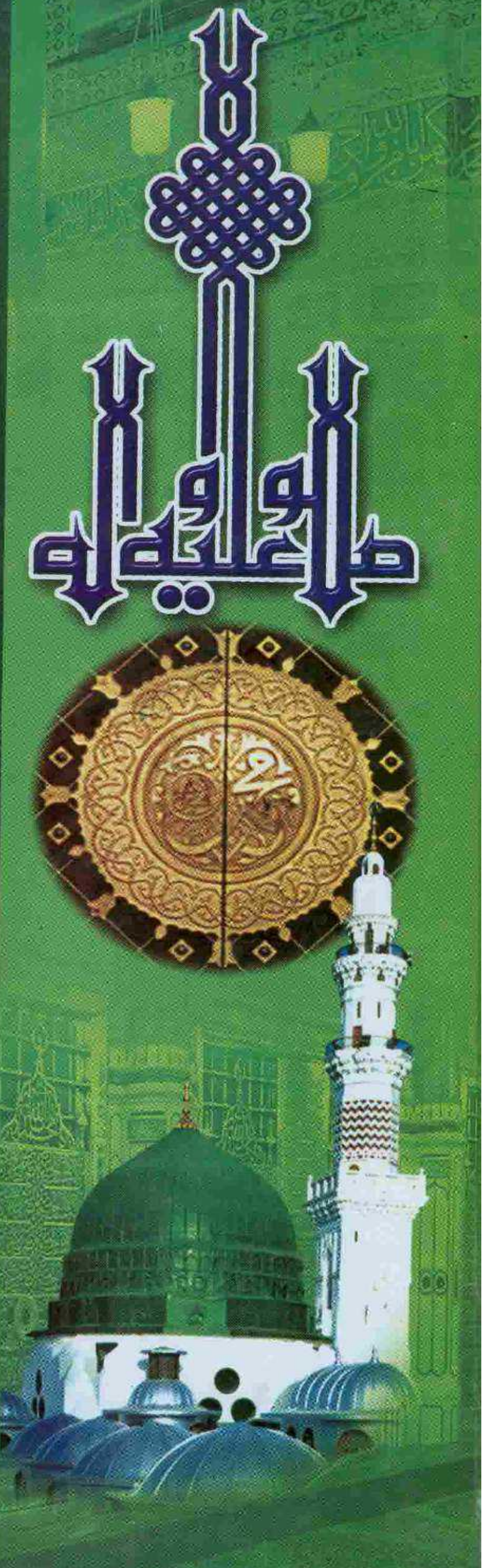

ترتیب و تدوین

علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم و شارح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

قادری پبلشرز

اردو بازار۔لاہور

مرآۃ المناجیح

شرح

مشکوٰۃ المصابیح

جلد ہفتم

ترتیب و تدوین

علامہ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم و شارح

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

قادری پبلشرز

اردو بازار۔ لاہور

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ---------- مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (جلد 7)

ترتیب وتدوین ---------- امام شیخ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب العمری التبریزی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح ---------- حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

کمپوزنگ ---------- ورڈز میکر

مطبع ---------- اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

https://archive.org/details/@madni_library

بسم الله الرحمن الرحيم

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ

صلوا علیہ وآلہٖ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کلام شیخ سعدیؒ

کتبہ گوہر قلم

https://archive.org/details/@madni_library

فہرست مرأت المناجیح

(جلد ہفتم)

مضمون	صفحہ
کتاب الرقاق	۱۳
پہلی فصل: رقاق کی تشریح	"
نرمی دل اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے	"
غنا کیا ہے	۲۱
دوسری فصل	"
تقویٰ کے تین درجے ہیں	۲۳
پختہ مکان کی ممانعت کی حکمت	۲۵
ہنگامی حالات کا حکم	"
کون سی پختہ عمارت بنانا عبادت ہے اور کون سی گناہ	۲۶
کون سی برائی بیان کرنا غیبت نہیں	۲۷
ہر سلام کا جواب دینا فرض نہیں	۲۸
نبی کریم کی خوشنودی سب سے بڑی عبادت ہے	"
کون سی عمارت وبال ہے	"
شخصی اور قومی زندگی کا فرق	۲۹
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے بے تعلق نہیں	۳۱
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل ہیں مگر آپ نے غریبی پسند فرمائی	۳۲
تابعی اور صحابی کی مرسل حدیث معتبر ہے	"
تھوڑا کھانے سے کتنے فائدے ہوتے ہیں	۳۳
زیادہ مال کی خرابیاں	۳۴
تیسری فصل	۳۶
تقویٰ کے چار درجے ہیں	"
کس کے لئے بھیک اور نذرانے حرام ہیں	۳۹
مال جمع کرنا جائز ہے	۴۰
عبادت اور عبودیت کا بیان	۴۱
کون سا مال جمع کرنا حرام اور کون سا جائز	۴۲
حضرت حکیم الامت کی پاکستان کے لیے بہترین دعا	"
منحوس لوگوں کی پہچان	"
عورت پر مرد کی فضیلت کا بیان	۴۴
زیادہ اور تھوڑے مال اور علم کا فرق	۴۶
نبی کریم کائنات میں سب سے زیادہ فصیح البیان ہیں	۴۹
وداع کرنے کا سنت طریقہ	۵۲
نبی کریم کا علم غیب	"
نبی پاک ہر متقی کے قریب ہیں	۵۳
لفظ اولیٰ کے معنی قریب ہیں	"
باب فقیری کی فضیلت کے بیان اور نبی کریم کی زندگی شریف کے بیان میں	۵۴
پہلی فصل	"
فقر امیر اور صابر شاکر میں فرق	"
اللہ اپنے بندوں کی ہر آرزو پوری کرتا ہے	۵۵
اولیاء اللہ سے دنیا قائم ہے وسیلہ کا ثبوت	"
دین فقیروں میں دنیا امیروں میں	۵۶
دینی مدرسے دین ہیں اسکول کالج دنیا ہیں	"
حضور کی فقیری اختیاری تھی	۵۸
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت، ہر مضر صحت چیز شریعت حرام ہے	۵۹
دینی طلباء کا پہلا مدرسہ اصحاب صفہ کی تعداد اور مدرسہ نبوی کے ناظم اعلیٰ	۶۰
دنیا میں نیچوں کو اور دین میں اونچوں کو دیکھو	۶۱

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مضمون	صفحہ
دوسری فصل	۶۱
نبی پاک کا حاضر ناظر ہونا	۶۳
شاہ عبدالعزیز کا واقعہ	"
آخرت میں نبی پاک کہاں ملیں گے اور دنیا میں کہاں؟	"
نبی پاک سے محبت بڑی نعمت ہے	۶۶
بڑے عہدے والے کو دکھ بھی زیادہ	۶۷
حضرت ابوطالب اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات	"
میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سیّد الصابرین ہیں	"
تیسری فصل	۶۹
مانگنے کے تین طریقے	۷۰
امیر معاویہ کی خدمت اہل بیت	"
نبی کریم کے دروازے کے سب بھکاری ہیں	۷۲
سادہ زندگی عین ایمان ہے	۷۳
دنیا میں حقیقی صاحب کمال کون ہے؟	۷۴
حرص و امل میں فرق	۷۵
نبی کریم اور دوسروں کے علم میں فرق	"
نبی کریم اور صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما اور مصنف شرح ہذا کی عمریں	۸۱
تیسری فصل	"
یقین چار قسم کا ہے	"
بخل اور لمبی امیدوں کا فساد	"
باب استحباب المال والعمر للطاعۃ	۸۲
پہلی فصل	"
مال اور عمر کا ترجمہ	"
کون سی چیز مومن کو غنی بناتی ہے	۸۳
کس کے لئے خلوت بہتر ہے کس کے لئے جلوت	"
سب سے زیادہ بدنصیب کون ہے؟	۸۴
صدیق کا درجہ شہید سے زیادہ	"
اللہ رسول جھوٹ سے پاک ہیں	۸۵
تیسری فصل	۸۸

مضمون	صفحہ
باب توکل والصبر	۹۲
پہلی فصل	"
توکل اور صبر کی بحث	"
کوئی نبی اور امتی میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں	۹۳
تبلیغ میں نبی سے غلطی نہیں ہوسکتی	"
دیگر اندازوں میں غلطی ہوسکتی ہے	"
حضرت عکاشہ اور نبی کریم کا عجیب معجزہ	۹۴
شکر اور صبر کی قسمیں	"
کون سا حریص اچھا ہے کون سا برا	۹۵
دوسری فصل	۹۶
صحیح اور حق توکل کیا ہے؟	"
افراط وتفریط کیا ہے؟	۹۷
کون سی پیری فقیری شیطانی ہے	"
مال برباد کرنے کی صورتیں	"
تقدیر کی قسمیں	۹۹
چار بندے چار چیزوں سے محروم نہیں ہوتے	"
تیسری فصل	"
عرب کے صوبے اور نجد کے معنی، نبی کریم کا اخلاق اور توکل	۱۰۰
علم دین سیکھنا بہت بڑی عبادت ہے	۱۰۲
طالب علم کا درجہ	۱۰۳
توکل کرنے والے صحابی کی کرامت	۱۰۴
باب الریاء والسمعۃ	۱۰۵
پہلی فصل ریا کے معنی	"
ریا اور غرور میں فرق	"
نبی کریم کی رضا کے لیے عبادت کرنا	"
عبادت کا کمال ہے ریا نہیں	۰۷
دوسری فصل	۱۰۸
نفلی عبادت گھر میں زیادہ بہتر ہے	۱۱۰
کامل مومن کون ہے؟	"

https://archive.org/details/@madni_library

مضمون	صفحہ
فریب کاری کے لیے اسلام اور قرآن کو استعمال نہ کرو	۱۱۰
بھیڑیا اور شیر میں فرق	۱۱۰
اچھا عمل وہ جو ہمیشہ ہو	۱۱۱
تیسری فصل	۱۱۲
نبوت کی تبلیغ ضروری، ولایت کو چھپانا ضروری ہے، علماء کے لیے اپنے کو ظاہر کرنا ضروری ہے	۱۱۴
حق دین کون سا ہے جس میں اولیاء اللہ نہ ہوں وہ جماعت جہنم کے لائق ہے	"
شرک کی قسمیں	۱۱۵
ضرورت شرعی کی وجہ سے نفلی روزہ توڑنا جائز ہے	۱۱۷
قضا واجب ہے	"
اخلاص والی عبادت کا فائدہ	۱۱۹
مولانا محمد یار صاحب کا وعظ	"
باب البکاء والخوف	۱۲۰
پہلی فصل	"
رونے کی قسمیں	"
نبی کریم سارے جہان سے طاقت والے ہیں	"
درایت وعلم کا فرق درایت کی نفی سے علم کی نفی نہیں ہوتی	۱۲۱
عرب میں بت پرستی کس نے ایجاد کی	۱۲۲
ریشم اور باجے قوالی کا حکم	۱۲۳
کون کس حال میں قبر سے اُٹھے گا	۱۲۵
دوسری فصل	"
راجفہ اور رادفہ سے مراد	۱۲۸
شہید کے خون سے عالم کی سیاہی بہتر ہے	۱۲۹
کافر اور مومن کی موت میں فرق	"
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے بال سفید تھے	۱۳۰
تیسری فصل	۱۳۱
اللہ تعالیٰ کس وقت اپنے بندے کی رضا چاہتا ہے	۱۳۲

مضمون	صفحہ
صدیق وفاروق کا مرتبہ	۱۳۳
امید اور خوف میں کون افضل ہے اور خوف وخشیت تقویٰ میں فرق	"
عرف اور معروف میں فرق	۱۳۴
بہتا خون اور بہتے آنسو کا فرق	"
باب لوگوں میں تبدیلی کا بیان	"
پہلی فصل	"
سب سے بڑی عبادت معاملات کی صفائی ہے	۱۳۵
دوسری فصل	۱۳۶
سب سے پہلے مدینہ منورہ میں کون پہنچا؟	۱۳۷
ایک دسترخوان پر چند کھانے اور دیواروں چھتوں پر پردے لٹکانا بدعت حسنہ ہے	۱۳۸
فقیر اور امیر میں کون افضل ہے؟	"
موت کی دعا کب جائز ہے؟	۱۳۹
مسلمان کی ہیبت کافر کے دل سے کب ختم ہوتی ہے	۱۴۰
امانت دار قوی دل اور خائن بزدل ہوتا ہے	"
کثرت زنا سے علم اُٹھ جاتا ہے جنگ وقتال زیادہ ہوتا ہے	"
تیسری فصل	"
حلال میں برکت ہے حرام میں بے برکتی	۱۴۱
باب ڈرانے اور بچانے کا بیان، پہلی فصل	"
ہر چیز اصل میں حلال ہے	۱۴۲
ووجدک عائلا فاغنی کی بہترین تفسیر	۱۴۳
نبی کریم کی پہلی تبلیغ	۱۴۴
قبیلہ بطن فخذ کا فرق	"
وہابی کفار مکہ سے بدتر ہیں	"
ابی لہب کا نام اور وجہ تسمیہ	"
نبی کریم نے پہلی تبلیغ پہاڑ صفا پر کیوں کی؟	"
جہاد کب فرض ہوتا ہے	"
دوسری فصل	"

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مضمون	صفحہ
اکثر کے لیے کل کا حکم ہوتا ہے' اصولِ فقہ کا قانون	۱۴۸
موجودہ کچہری عدالت نہیں	"
تیسری فصل	"
کتاب الفتن	۱۵۱
پہلی فصل	"
فتنے کے چودہ معنی	"
اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو ذرّے ذرّے کا علم عطا کیا	"
سکھانے اور بتانے کا فرق	"
رافضی' خارجی' وہابی' نجدی سب عرب میں پیدا ہوئے	۱۵۵
آجکل کے بے دین پیروں سے بچنا لازم ہے	۱۵۶
امام حسین نے یزید کی بغاوت نہ کی تھی	"
امام حسین کو باغی کہنے والا بے دین ہے	"
کافر کے معنی ناشکرا بھی ہے	"
جو نبی کریم کے نزدیک ہوگیا وہ بھی غیب دان ہوگیا	۱۵۹
گناہ اور اس کا ارادہ دونوں گناہ ہیں	۱۶۰
دوسری فصل	۱۶۱
قائد اور سائق میں فرق	"
نبی کریم نے قیامت تک فتنہ گروں کا نام و پتہ بھی بتا دیا	۱۶۲
ظالم سے گمراہ گر عالم زیادہ برا ہے	"
بیعت کی قسمیں	"
خلافت و امامت کا زمانہ	۱۶۳
اسلام میں کون پہلا خلیفہ اور کون پہلا سلطان ہوا؟	۱۶۴
کفن چور کا ہاتھ نہیں کٹے گا	۱۶۶
یزید مردود ہے	"
حرہ کا واقعہ	"
تمام صحابہ عادل ہیں	۱۶۷
گاؤں یا جنگل میں جمعہ یا عید فرض نہیں	۱۶۹
امیر معاویہ کا درجہ	"
ویل کے معنی	۱۷۱
پیر کے فوٹو کو چومنا بھی بت پرستی ہے	۱۷۳
تیس جھوٹے نبی	"
خاتم کے معنی آخری	"
تیسری فصل اسلامی سلطنت کے ستر سال	۱۷۴
بنی اُمیہ کا کلی دورِ حکومت' انگریز کی نقل کریں گے غیبی خبر تیسرا	
فتنہ کون ہے؟	۱۷۵
لڑائیوں کا بیان	"
پہلی فصل	"
غلام احمد قادیانی بھی دجال ہے	۱۷۷
دین کا علم کس طرح اُٹھے گا	"
انسانی ولادت کب بند ہوگی	"
ترکوں کو ترک کیوں کہتے ہیں؟	۱۷۸
یاجوج ماجوج کون ہیں؟	"
یاجوج ماجوج کی شکل اور خروج کی جگہ	"
سلطنت یہود کی غیبی پیشین گوئی	۱۷۹
دنیا کے آخری بادشاہ کا نام	۱۸۰
کتنے بادشاہوں کی ساری دنیا پر بادشاہت رہی	"
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں اُتریں گے؟	"
دجال کہاں قتل ہوگا؟	۱۸۱
قسطنطنیہ کا نام اس کی وجہ	۱۸۳
دوسری فصل	۱۸۸
مصر قریہ مدینہ بلد کا فرق	۱۹۲
دنیا میں چار شہر زمین کی جنت ہیں	۱۹۴
ختم اور فاتحہ شریف کا بہترین ثبوت	"
تیسری فصل	"
باب علاماتِ قیامت	۱۹۶
پہلی فصل	"

https://archive.org/details/@madni_library

مضمون	صفحہ
اثرات اور قیامت کے نام	۱۹۶
قریب قیامت سولہ قسم کے عیبوں سے پانچ قسم کے عذاب آئیں گے	۲۰۳
امام مہدی کا نام ولقب قسط اور عدل کا فرق	۲۰۵
عترب کے معنی	"
(انا من الحسن کے معنی)	"
امیر معاویہ کی سچی پیشین گوئی	۲۰۶
ابدال بننے کی دعا	۲۰۷
شیعوں کے نزدیک امام مہدی کون ہے؟	"
اولیاء کے درجے اور تعداد	"
قطب عالم اور غوث اعظم، اوتاد کی جگہ رہائش	"
فقہی مسائل کشف سے ثابت نہیں ہو سکتے	۲۰۸
تیسری فصل	۲۰۹
سیاہ لباس ماتمی نہیں اور جائز ہے	۲۱۰
ٹڈی کا خاتمہ قریب قیامت ہوگا	۲۱۱
ٹڈی برکت والا جانور ہے	"
اصولی فرعی اُمتوں کی تعداد	"
قیامت کے سامنے والی علامات اور دجال کا باب	۲۱۲
پہلی فصل	"
دجال کا ترجمہ اور دجال کی قسمیں	"
سورج کا سجدہ اور اس کا چکر	۲۱۵
جھوٹے خدا اور جھوٹے نبی میں فرق	۲۱۶
کانا آدمی شرارتی ہوتا ہے	"
سب سے پہلے دجال سے نوح علیہ السلام نے ڈرایا	۲۱۷
نبی کریم اگلے پچھلوں کو ہر وقت دیکھ سکتے ہیں	۲۲۰
جس دن ایک سال برابر دن ہوگا تو نمازیں کیسے پڑھی جائیں گی؟	۲۲۲
یاجوج ماجوج کا ذکر	۲۲۳
زلقہ اور زلفہ کا قرب	۲۲۵
مقابلے اور غیر مقابلے کے وقت معجزے اور کرامت کا فرق	۲۲۷

مضمون	صفحہ
نبی کا عمل غیر نبی کے عمل سے زیادہ درجہ رکھتا ہے	۲۲۷
دجال کا مذہب اور دجال کے پہلے ساتھی	"
کفار کی مشابہت کب جائز ہے کب منع؟	"
دجال کی لاش کتے کھائیں گے گلیوں میں پڑی ہوگی	۲۲۹
عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ نے دجال کو ایک جزیرے میں بندھا ہوا دیکھا	۲۳۲
دجال کے منہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف	۲۳۳
مسیح اور دجال کے معنی	۲۳۴
حضرت عیسیٰ کبھی کبھی اب بھی زمین پر آتے ہیں	۲۳۵
دوسری فصل	۲۳۶
دجال کا حلیہ	"
بعض لوگ اعمال میں صحابہ سے بڑھ سکتے ہیں لیکن درجے میں نہیں	۲۳۸
بدمذہب کے پاس مت جاؤ	"
سب سے پہلے امیر اور فیشن پرست لوگ دجال کو مانیں گے	۲۳۹
جنات ہر شکل میں آسکتے ہیں	۲۴۱
دجال کو علم غیب دیا گیا	"
تیسری فصل	"
کافر اور بے دینوں سے ڈرنا خوف خدا کی نشانی ہے	"
باب قصہ ابن صیاد	۲۴۳
پہلی فصل	"
ابن صیاد کا نام اور لقب اور مذہب	"
فساد اور برائی کو روکنے کے لیے جاسوسی کرنا جائز ہے	۲۴۶
دوسری فصل	۲۴۹
جنگ حرہ کس نے کی؟	۲۵۰
دجال اور اس کے ماں باپ کے حالات	"
کن عورتوں کو غیر مرد کا دیکھنا جائز ہے	۲۵۲
باب عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری	"
پہلی فصل	"
مرزا غلام احمد قادیانی مسیح نہیں ہو سکتا	۲۵۳

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مضمون	صفحہ
تیسری فصل	۲۵۵
قیامت کے معنی اور اس کی قسمیں	"
باب قیامت کا قریب ہونا	"
پہلی فصل	"
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطا فرمایا گیا	۲۵۶
دوسری فصل	۲۵۸
نبی پاک کو قیامت کا پورا علم ہے	"
دنیا کی مدت اور نبی کریم و آدم علیہ السلام کی مدت کا فاصلہ	۲۵۹
تیسری فصل	"
قیامت قائم نہ ہوگی مگر بدترین لوگوں پر	۲۶۰
پہلی فصل	"
لات اور عزی کے معنی	۲۶۱
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس کے ہم شکل ہوں گے؟	۲۶۳
باب صور پھونکنے کا بیان	۲۶۵
پہلی فصل	"
صور اور اس کی آواز	"
انسان کے اصل اجزاء	"
محشر و تناسخ میں فرق	۲۶۶
تبدیلی کی قسمیں	۲۶۸
دوسری فصل	۲۶۹
نبی پاک حضرت اسرافیل کو دیکھ رہے ہیں	"
ہر مصیبت میں کام آنے والے کلمات	"
صور کتنا بڑا ہے	۲۷۰
تیسری فصل	"
راجفہ اور رادفہ کا فرق	"
صور پھونکنے کے وقت	"
حضرت جبریل و میکائیل کہاں ہوں گے؟	"
حشر کا بیان	۲۷۱
پہلی فصل	۲۷۱
صحابی کی تعریف	۲۷۴
حشر کے دن کون سے لوگ باپردہ اُٹھیں گے؟	"
باپ اور والد میں فرق	۲۷۶
آزر حضرت ابراہیم کا باپ ہوسکتا ہے والد نہیں	"
حضرت نوح نے اپنے بیٹے کی شفاعت نہ کی نہ اس کی زندگی میں اس کے متعلق بات کی بلکہ ایک مسئلہ پوچھا تھا	۲۷۷
دوسری فصل	۲۸۱
مومن کس طرح جنت میں جائیں گے؟	۲۸۲
کافر کس طرح محشر میں جائیں گے؟	"
علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین	۲۸۳
تیسری فصل	"
حشر تین قسم کا ہے	"
باب حساب بدلہ اور ترازو کا بیان	۲۸۴
پہلی فصل	"
کنف کے معنی	۲۸۶
نبی پاک اپنی اُمت کے پردہ پوش ہیں	"
ہر مومن بخشا جائے گا	"
ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا مگر کافر مومن کے دیدار میں فرق	۲۹۰
رب تعالیٰ کے دیدار کی تشبیہ	"
دوسری فصل	۲۹۱
بعض لوگ حساب محشر سے بری ہیں	۲۹۲
اچھوں کے طفیل بدوں کی بخشش	"
قیامت میں کوئی شخص اندھا کانا جاہل ان پڑھ نہ ہوگا	۲۹۳
کلمہ طیبہ کے لئے اخلاص شرط ہے	۲۹۴
نبی کریم کے اعمال تولنے کے لیے کوئی ترازو نہ بنی	"
تیسری فصل	۲۹۵
قیامت میں نبی کریم کو کہاں تلاش کیا جائے؟	"

https://archive.org/details/@madni_library

مضمون	صفحہ
سزا اور جرم کی حدود مقرر ہیں	۲۹۶
سزا دینے کا طریقہ اور کتنی سزا دینی چاہیے	"
ہر مومن بخشا جائے گا	۲۹۸
ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا	"
باب حوض اور شفاعت کا بیان	۲۹۹
نبی کریم اور دیگر انبیاء کے حوض کا بیان	"
شفاعت کا ترجمہ اور قسمیں	"
آیت اور درود شریف پڑھنے کا مقصد	۳۰۵
حضرت نوح نے اپنے بیٹے کنعان کی شفاعت نہ کی	۳۰۶
نبی کریم کی محشر میں کتنے عرصہ تک تلاش ہوگی	۳۰۷
نبی کریم کی سجدہ محشر کی شان	"
نبی کریم کا اسم پاک احمد کیوں ہے؟	۳۱۰
آپ کا نام محمد کیوں ہے؟	"
نبی کریم اپنی اُمت کی خاطر ہر جگہ پر تشریف لے آتے ہیں	"
نبی کریم دستگیر دو جہان ہیں	۳۱۱
ابو طالب عند اللہ مومن ہیں' شرعاً کافر	"
نبی کریم کی شفاعت سے کوئی بے نیاز نہیں	۳۱۲
میدانِ محشر کا پسینہ کتنا ہوگا	"
نبی پاک کا رونا اُمت کے لئے نجات ہے	۳۱۵
قرآن مجید میں جیسی آیت ہو ویسی ہی دعا مانگے' دعا کے وقت	
آنسو نکلنا قبولیت کی نشانی ہے	
مومن قبر و حشر میں اللہ رسول کو کس طرح پہچانیں گے؟	۳۱۸
کافر منافق اور گنہگار کا جہنم میں جانے کا طریقہ' نہر حیات کہاں ہے؟	"
پل صراط ابھی نہیں بنا بعد حساب کتاب بنے گا	۳۲۳
(ویل کے معنی)	۳۲۴
والدین کو خرچہ نہ دینے والے کی سزا	۳۲۷
کون سی بے ادبی معاف ہے	۳۲۸
امید سب سے بڑی عبادت ہے	۳۳۲
دوسری فصل	۳۳۴
حضرت ابراہیم کی عظمت دیگر انبیاء پر قوی ہے	۳۳۸
کون کتنی شفاعت کرے گا؟	۳۴۰
نیکوں کو دیکھنا بھی فائدہ مند ہے	۳۴۲
صدر کے معنی	۳۴۴
تیسری فصل	"
خلیل اور حبیب کا فرق	۳۴۶
جنتی کتنی قسم کے ہیں اور جنت کے معنی	۳۴۸
شجر طوبیٰ کیا چیز ہے؟	۳۵۰
ایک جنتی کو کتنے باغ ملیں گے اور کس چیز کے ہوں گے	۳۵۱
جنتی گھروں کی منزلیں اور ان کا فاصلہ	"
شمالی ہوا کی برکت جنتی ہوا کو شمالی ہوا کہتے ہیں	۳۵۲
نبی کریم جنت میں بھی سراجاً منیر ہیں	۳۵۳
تصدیق کی قسمیں	۳۵۶
فارسی اور عربی زبان کا فرق	۳۵۷
بندے کی اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ کی بندے سے رضا کی علامت	"
تمنا اور امید میں فرق	۳۵۸
دوسری فصل	۳۵۹
ہر جنتی کی جنت میں کتنی بیویاں ہوں گی	۳۶۱
مردوں میں کتنی طاقت ہے	۳۶۲
سدرۃ المنتہیٰ کو منتہیٰ کیوں کہتے ہیں؟	۳۶۳
جنت میں کتنے جانور جائیں گے؟	۳۶۵
روع کے معنی	۳۷۰
نور کے اولاد ہو سکتی ہے	۳۷۱
تیسری فصل	۳۷۳
باب اللہ تعالیٰ کا دیدار	۳۷۵
پہلی فصل	"
سب سے اچھی عبادت تلاوت ہے	"
اگرچہ بے سمجھے ہو بشرطیکہ تلفظ صحیح ہو	"
دوسری فصل	۳۷۷

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مضمون	صفحہ
تمثیل اور تشبیہ کا فرق	۳۷۸
تیسری فصل	"
نبی کریم نے رب تعالیٰ کو بار بار دیکھا	۳۷۹
نبی کریم نے ربّ کو کس طرح دیکھا؟	"
رفرف کے معنی	۳۸۴
باب آگ اور آگ والوں کا بیان	۳۸۵
پہلی فصل	"
اہل نار کون ہیں؟	"
دوزخ ابھی کسی اور جگہ ہے بعد قیامت دوسری جگہ ہمیشہ کے لیے رکھی جائے گی	۳۸۶
حضرت ابوطالب کا ایمان کیسا ہے؟	"
ارادہ اور امر میں فرق اور کفر کی تعریف کیا ہے	۳۸۸
اُحد کے معنی اور کافروں کی دوزخی شکل	۳۸۹
دوسری فصل	۳۹۰
ہبہب کا معنی	۳۹۸
تیسری فصل	"
باب جنت و دوزخ کی پیدائش	۴۰۰
پہلی فصل	"
ظلم کے دو معنی	۴۰۲
دوزخ اور جنت کی وجہ	"
وہ کون سے انسان ہیں جو اولاد آدم نہیں؟	"
دوسری فصل	"
جنت دوزخ کا راستہ	۴۰۳
تیسری فصل	۴۰۴
باب پیدائش کی ابتداء اور ذکر انبیاء کرام	"
پہلی فصل	"
صحابہ کا عقیدہ نبی کریم کے علم کے بارے میں	۴۰۶
سب سے پہلا کون سا پہاڑ بنا	"
غضب اور رحمت کی قسمیں	۴۰۷

مضمون	صفحہ
حضرت آدم کا پتلا کیسے اور کہاں بنا؟	۴۰۸
ختنہ کب سے شروع ہوا؟	۴۰۹
توریہ جائز ہے	۴۱۰
لونڈی غلام کس طرح بنتے ہیں	۴۱۱
شرم وحیا سنت انبیاء ہے، بے شرمی بے پردگی طریقہ کافر ہے	۴۱۳
درایت اور علم میں فرق	۴۱۶
حضرت خضر علیہ السلام کا بیان	۴۱۷
ولی بننے کا طریقہ	۴۱۸
خضر علیہ السلام کے نبی ہونے کی دلیل	"
نبی کی طاقت فرشتے سے زیادہ ہے	۴۱۹
حضرت عزرائیل کو آنکھ نکلنے اور چپت کا درد نہ ہوا	"
بلانا تین قسم کا ہے/حضرت موسیٰ نے کیوں مارا	۴۲۰
نور آگ سے نہیں جلتا	"
نبی ہر وقت ہر چیز سے خبردار ہوتے ہیں	۴۲۳
قرآن کریم پڑھنے میں حضرت علی کی کرامت	۴۲۴
وحی اور اجتہادی فیصلہ میں فرق	۴۲۵
چھوٹے عالم کے فیصلے سے بڑے عالم کا فیصلہ رد ہوسکتا ہے	"
مذہب اور دین کا فرق	۴۲۷
دوسری فصل	۴۲۹
بطحا کے معنی	۴۳۰
بادل کے تین نام	"
نبی کریم سے مانگنا عین عبادت اللہ ہے اور اصل ایمان ہے	۴۳۱
شفیع اور حاکم کے درجوں میں فرق	۴۳۲
تیسری فصل: کون سا فرشتہ کس انسان سے افضل ہے	۴۳۴
جمعہ کی شام کو دعا کیوں قبول ہوتی ہے	۴۳۶
نبی سے کوئی زمانہ خالی نہیں	۴۳۹
نبی رسول مرسل میں فرق اور ان کی تعداد	"
صحابہ کرام کی تعداد اور ساری مخلوق میں بعد الانبیاء افضل کون	۴۴۰
خاتمہ	"

https://archive.org/details/@madni_library

کِتَابُ الرِّقَاقِ
دل کونرم کردینے والی باتوں کا بیان
اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

رقاق جمع ہے رقیق کی بمعنی نرم و پتلی چیز جیسے صغیر کی جمع صغار اور کریم کی جمع کرام' اور رقیقہ کی جمع رقائق آتی ہے' جیسے دقیقہ اور حقیقۃ کی جمع دقائق اور حقائق' اس کا مقابل ہے غلیظ' یہاں رقاق سے مراد حضور کے وہ کلمات طیبہ جو تا قیامت مسلمانوں کے دل نرم کردیں' جیسے لوہا نرم ہوکر اوزار' اور سونا نرم ہوکر زیور' اور مٹی نرم ہوکر کھیت یا باغ' آٹا نرم ہوکر روٹی وغیرہ بنتے ہیں' ایسے ہی انسان دل کا نرم ہوکر ولی' صوفی' عارف وغیرہ بنتا ہے' دل کی نرمی اللہ کی بڑی نعمت ہے' یہ نرمی دل بزرگوں کی صحبت اور ان کے پاک کلمات سے نصیب ہوتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ . (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۹۲۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نعمتیں ہیں جن میں بہت لوگ گھاٹے میں ہیں' تندرستی اور فراغت[۱] (بخاری)

(۴۹۲۲) [۱] یعنی تندرستی اور عبادت کیلئے موقع مل جانا اللہ کی نعمتیں ہیں' مگر تھوڑے لوگ ہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں' اکثر لوگ انہیں دنیا کمانے میں صرف کرتے ہیں' حالانکہ دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ محنت سے جوڑنا مشقت سے اس کی حفاظت کرنا' حسرت سے چھوڑنا' خیال رہے کہ فراغت اور بیکاری میں فرق ہے فراغت اچھی چیز ہے' بیکاری بری چیز۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنتی لوگ کسی چیز پر حسرت نہ کریں گے' سوائے ان ساعتوں کے جو انہوں نے دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر صرف کردیں۔ (مرقاۃ)

وَعَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ اَحَدُكُمْ اِصْبَعَهٗ فِي الْيَمِّ فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۹۲۳) روایت ہے حضرت مستورد ابن شداد سے[۱] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا' کہ اللہ کی قسم' نہیں ہے دنیا آخرت کے مقابل مگر ایسی جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے' پھر دیکھے کہ انگلی کتنا پانی لے کر لوٹتی ہے[۲] (مسلم)

(۴۹۲۳) [۱] آپ بہت کم سن صحابی ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بالکل نوعمر تھے' مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام شریف یاد رکھا۔ روایت کیا۔ مصر میں قیام رہا' (اکمال' اشعہ) [۲] یہ بھی فقط سمجھانے کیلئے ہے' ورنہ فانی اور متناہی کو باقی غیر فانی غیر متناہی سے وجہ نسبت بھی نہیں' جو بھیگی انگلی کی تری کو سمندر سے ہے' خیال رہے کہ دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کردے' عاقل عارف کی دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے' اس کی دنیا بہت ہی عظیم ہے' غافل کی نماز بھی دنیا ہے' جو وہ نام ونمود کے لئے کرتا ہے' عاقل کا کھانا' پینا' سونا جاگنا بلکہ جینا مرنا بھی دین ہے' کہ حضور کی سنت ہے' مسلمان اس لئے کھائے پئے جاگے' کہ یہ حضور کی سنتیں ہیں۔ حیاۃ فی الدنیا اور چیز ہے' حیوۃ الدنیا کچھ اور' یعنی دنیا کی زندگی' دنیا میں زندگی' دنیا کے لئے زندگی' جو زندگی دنیا میں ہو' مگر آخرت کے لئے ہو' دنیا کے لئے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نہ ہو وہ مبارک ہے۔مولانا فرماتے ہیں۔شعر:

آب در کشتی ہلاک کشتی است آب اندر زیر کشتی پشتی است

کشتی دریا میں رہے تو نجات ہے' اور اگر دریا کشتی میں آجاوے تو ہلاک ہے' مومن کا دل مال واولاد میں رہنا چاہئے مگر دل میں اللہ و رسول کے سوا کچھ نہ رہنا ضروری ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى بِجَدْيٍ اَسَكَّ مَيِّتٍ قَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنَّ هٰذَا لَهٗ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوْا مَانُحِبُّ اَنَّهٗ لَنَا بِشَيْءٍ قَالَ فَوَ اللّٰهِ لَلدُّنْيَا اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ هٰذَا عَلَيْكُمْ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۹۲۴) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بھیڑ کے مرے بچے پر گزرے' تو فرمایا کہ تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ یہ اسے ایک درہم کے عوض ملے؟۱ اصحابہ نے عرض کیا' ہم نہیں چاہتے کہ یہ ہمیں کسی بھی چیز کے عوض ملے' تو فرمایا کہ اللہ کی قسم! دنیا اللہ کو اس سے زیادہ ذلیل ہے' جیسی یہ تمہارے نزدیک'۲ (مسلم)

(۴۹۲۴) ۱یعنی بکری کا مردار بچہ کوئی چار آنے میں بھی نہیں خریدتا' کہ اس کی کھال بیکار اور گوشت وغیرہ حرام ہے' اسے کون خریدے ۲ دنیا کے معنی ابھی عرض کردیئے گئے' وہ یاد رکھے جائیں' صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیا دار کو تمام جہان کے مرشد ہدایت نہیں دے سکتے' تارک الدنیا دیندار کو سارے شیاطین مل کر گمراہ نہیں کرسکتے' دنیا دار دینی کام بھی کرتا ہے تو دنیا کے لئے' اور دیندار دنیاوی کام بھی کرتا ہے تو دین کے لئے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۹۲۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے' اور کافر کی جنت ۱ (مسلم)

(۴۹۲۵) ۱یعنی مومن دنیا میں کتنا ہی آرام میں ہو' مگر اس کے لئے آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا جیل خانہ ہے' جس میں وہ دل نہیں لگاتا۔جیل اگرچہ اے کلاس ہو' پھر بھی جیل ہے' اور کافر خواہ کتنی ہی تکالیف میں ہوں' مگر آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں اس کیلئے دنیا باغ اور جنت ہے' وہ یہاں دل لگا کر رہتا ہے' لہٰذا حدیث شریف پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض مومن دنیا میں آرام سے رہتے ہیں' اور بعض کافر تکلیف میں۔ایک روایت میں ہے' کہ حضور انور نے فرمایا' اے ابوذر دنیا مومن کی جیل ہے اور قبر اس کے چھٹکارے کی جگہ جنت اس کے رہنے کا مقام ہے' اور دنیا کافر کیلئے جنت ہے' موت اس کی پکڑ کا دن اور دوزخ اس کا ٹھکانا' (مرقات)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا اَفْضٰى اِلَى الْاٰخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا

(۴۹۲۶) روایت ہے حضرت انس سے' فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی کسی مومن پر کسی نیکی میں ظلم نہیں کرتا ہے' اس کا عوض دنیا میں دیا جاتا ہے' اور اس کے عوض آخرت میں جزا دیا جائے گا' رہا کافر تو وہ دنیا میں اپنی نیکیوں کے عوض جو وہ کرے کھلا دیا جاتا ہے' حتی کہ جب آخرت تک پہنچتا ہے

https://archive.org/details/@madni_library

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

تو اس کے پاس نیکی نہیں ہوتی‘ جس کی جزا اسے دی جائے۔۲ (مسلم)

(۴۹۲۶) ۱؎ یعنی مومن کو اس کی نیکیوں کا فائدہ دنیا میں بھی ملتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (۶۵‘۲‘۳) جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ (کنزالایمان) تقویٰ کی برکت سے ہر آفت سے نجات‘ رزق میں فراخی عزت وعظمت سب کو ملتی ہے‘ مگر یہاں کی چیزوں سے اس کی آخرت میں جزا کم نہیں ہوتی‘ جیسے سرکاری ملازم کا بھتہ تنخواہ میں نہیں کٹتا‘ اور کافر کی دنیاوی تکالیف آخرت کے عذاب کو کم نہیں کرتیں‘ جیسے ملزم کی حوالات کا زمانہ جیل کی مدت میں نہیں کٹتا‘ ۲؎ یعنی کافر جو دنیا میں ہوا‘ دھوپ‘ غذا‘ پانی وغیرہ کھاپی لیتا ہے وہ اس کی نیکیوں کے حساب میں آجاتا ہے‘ جب آخرت میں پہنچے گا تو اس کا حساب صاف ہو چکا ہوگا‘ وہاں کچھ نہ پائے گا‘ مومن دنیا میں قانون سے کھاتا پیتا ہے‘ آخرت میں محبت سے اجر پائیگا‘ قانون میں حساب ہے‘ محبت میں بے حسابی‘ ہوٹل میں کھانا حساب سے ملتا ہے‘ دعوت میں بغیر حساب کے کہ ہوٹل قانون کی جگہ‘ دعوت محبت کا ظہور يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (۴۰‘۴۰) وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔ (کنزالایمان) مومن کی دنیاوی تکالیف اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں‘ حتی کہ بیماریاں‘ فکریں‘ رزق کی تنگی‘ سب کفارات ہیں‘ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (۴‘۱۲۳) جو برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا۔ (کنزالایمان) کا یہ ہی مطلب ہے (مرقات)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) اِلَّا عِنْدَ مُسْلِمٍ حُفَّتْ بَدَلَ حُجِبَتْ

(۴۹۲۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے‘ فرماتے ہیں‘ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے‘ کہ آگ خواہشات سے گھیر دی گئی ہے‘ اور جنت تکالیف سے ۱؎ گھیر دی گئی ہے ۲؎ (مسلم بخاری) مگر مسلم کے نزدیک بجائے حجبت کے حفت ہے۔

(۴۹۲۷) ۱؎ یعنی دوزخ خود خطرناک ہے مگر اس کے راستہ میں بہت سے بناوٹی پھول وباغات ہیں‘ دنیا کے گناہ‘ بدکاریاں جو بظاہر بڑی خوشنما ہیں‘ یہ دوزخ کا راستہ ہی تو ہیں۔ ۲؎ یعنی جنت بڑا باردار باغ ہے مگر اس کا راستہ خاردار ہے‘ جسے طے کرنا نفس پر گراں ہے‘ نماز‘ روزہ‘ حج‘ زکوٰۃ‘ جہاد‘ شہادت‘ جنت کا راستہ ہی تو ہیں‘ طاعات پر ہیشگی‘ شہوات سے علیحدگی واقعی مشقت کی چیزیں ہیں‘ خیال رہے کہ یہاں شہوات سے مراد حرام خواہشیں ہیں‘ جیسے شراب‘ زنا‘ سرود‘ حرام کھیل‘ تماشے۔ اس میں جائز شہوات داخل نہیں‘ اور مکارہ سے مراد عبادات کی اطاعات کی مشقتیں ہیں‘ لہذا اس میں خودکشی ومال برباد کرنا داخل نہیں‘ (مرقاۃ)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَّمْ تُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتُقِشَ طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَشْعَثَ رَأْسُهٗ مُغْبَرَّةً قَدَمَاهُ اِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَاِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ اِنِ اسْتَاْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهٗ وَاِنْ شَفَعَ لَمْ

(۴۹۲۸) روایت ہے انہیں سے‘ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہلاک ہو جائے دنیا کا بندہ‘ روپے پیسے کا بندہ‘ اور اعلیٰ کپڑوں کا بندہ ۱؎ کہ اگر اسے دیا جائے تو راضی رہے‘ اور اگر نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائے‘ ۲؎ وہ ہلاک ہو جائے‘ برباد ہو جائے اور جب کانٹا لگے تو نہ نکلے ۳؎ خوشخبری ہو اس بندے کو جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے ہو‘ اس کے بال پراگندہ ہوں‘ اس کے قدم گرد آلود اگر پہرے میں رہے اور اگر لشکر کے پیچھے ہو تو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

یُشَفَّعْ . (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

پیچھے رہے۴ اگر اجازت مانگے تو اجازت نہ دی جائے اور اگر سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے۵ (بخاری)

(۴۹۲۸)۱روپیہ پیسہ سے مراد عام مال ہے چونکہ نقد سکہ عموماً پیارا ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے ہر قسم کا مال حاصل کیا جاتا ہے اس لئے دینار و درہم کا ذکر فرمایا خمیصہ یا تو نقشیں چادر ہے یا فاخرہ لباس یعنی جو ان چیزوں کی محبت میں گرفتار ہو کہ اس کی نظر ان میں ایسی لگی ہو کہ اسے کبھی آخرت یاد نہ آئے۲ یعنی اگر اسے اللہ تعالٰی دنیا دیدے تو خوش رہے اگر کبھی اس پر تنگی آجائے تو رب سے ناراض ہوجائے کفریات بکنے لگے یا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا سلطان اسلام یا کوئی بھی اسے دنیا دیدے تو ان سے راضی رہے ورنہ ان سے ناراض ہو جائے اس بندہ نفس کا کوئی اعتبار نہیں اسے جو چاہے دنیا کی عوض خرید لے اس کی تائید اس آیت سے ہے فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ یُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ یَسْخَطُوْنَ (۹:۵۸) تو اگر ان میں سے کچھ ملے تو راضی ہوجائیں اور نہ ملے تو جبھی وہ ناراض ہیں۔ (کنزالایمان) ۳یہ کلمات بددعا کے ہیں کہ ایسا بندہ خدا کرے ہلاک نگوں سار ذلیل وخوار ہوجائے اور جب کسی مصیبت میں پھنسے تو کوئی اسے نکالنے والا نہ ہو پھنسا ہی رہے (اشعہ) ممکن ہے کہ یہ جملہ خبریہ ہو یعنی ایسا آدمی ذلیل وخوار رہتا ہے مصیبت میں اس کا کوئی غمخوار نہیں ہوتا ۴یعنی ایسا غازی فی سبیل اللہ بے نفس ہمیشہ خوش وخرم رہے کہ اس کا حاکم اسے جہاں ڈیوٹی دیدے بخوشی منظور کرے کبھی عذر نہ کرے اس کے دل میں دنیاوی عزت وجاہ کی طلب نہ ہو خیال رہے کہ اس جملہ میں شرط وجزا بظاہر یکساں معلوم ہوتی ہیں مگر ہماری اس جرح سے معلوم ہوگیا کہ دونوں میں فرق موجود ہے لہذا اس پر اعتراض نہیں ہے۵ یعنی اس بے نفس غازی مجاہد کے پاس نہ مال کی فراوانی ہو نہ عزت وجاہ دنیاوی کی لوگ اس کی غربت کی وجہ سے اسے اپنے گھر نہیں بلاتے بلکہ نہیں آنے دیتے۔ اس کی سادہ معمولی زندگی کی وجہ سے اس کی سفارش نہیں قبول کرتے۔ اس کے پاس بجز دل کے اخلاص واطاعت الٰہی کے جذبے کے اور کچھ نہیں وہ گدڑی میں لعل ہے (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِیْ مَا یُفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِّنْ زَهْرَةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَوَیَاْتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ فَسَکَتَ حَتّٰی ظَنَنَّا اَنَّهٗ یُنْزَلُ عَلَیْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ اَیْنَ السَّائِلُ وَکَاَنَّهٗ حَمِدَهٗ فَقَالَ اِنَّهٗ لَایَاْتِی الْخَیْرُ بِالشَّرِّ وَاِنَّ مِمَّا یُنْبِتُ الرَّبِیْعُ مَا یَقْتُلُ حَبَطًا اَوْ یُلِمُّ اِلَّا اٰکِلَةَ الْخَضِرِ اَکَلَتْ حَتّٰی امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَیْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَاَکَلَتْ وَاِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ اَخَذَهٗ بِحَقِّهٖ وَوَضَعَهٗ فِیْ حَقِّهٖ فَنِعْمَ الْمَعُوْنَةُ هُوَ وَمَنْ اَخَذَهٗ بِغَیْرِ حَقِّهٖ کَانَ

(۴۹۲۹) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بعد جن چیزوں سے تم پر خوف کرتا ہوں وہ دنیا کی تروتازگی دنیا کی زینت ہے جو تم پر کھول دی جائے گی۱ تو ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ کیا خیر بھی شر لاتی ہے ۲ تو حضور خاموش رہے حتی کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔۳ فرماتے ہیں پھر حضور نے اپنے چہرے سے پسینا پونچھا اور فرمایا سائل کہاں ہے؟ غالبًا حضور نے اس کی تعریف فرمائی پھر فرمایا کہ خیر شر کو نہیں لاتی ہے۴ جسے بہار اگاتی ہے اس میں سے بعض وہ ہے جو پیٹ پھلا کر ہلاک کردیتی ہے یا بیمار کردیتی ہے۔۵ سوائے اس جانور کے جو سبزی کھائے حتی کہ اس کی کوکھیں تن جائیں ٦ تو دھوپ میں آجائے تو لوٹے پوٹے پیشاب کرے پھر لوٹ جائے اور کھائے ۷ اور یقینًا یہ مال ہرا بھرا میٹھا ہے ۸ تو جو اسے اس کے حق

https://archive.org/details/@madni_library

كَالَّذِیْ یَاْكُلُ وَلَا یَشْبَعُ وَیَكُوْنُ شَهِیْدًا عَلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ . (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

سے لے اور اس کے حق میں خرچ کرے۹ تو وہ اچھا مددگار ہے۱۰ اور جو ناحق لے۱۱ وہ اس کی طرح ہوگا جو کھالے اور سیر نہ ہو۱۲ یہ مال اس کے خلاف قیامت کے دن گواہ ہوگا۱۳ (مسلم بخاری)

(۴۹۲۹)۱ یعنی میری وفات کے بعد تم پر دنیا کی دولت، فتوحات، عزت وجاہ کے دروازے کھل جائیں گے، ان کا مجھے خطرہ ہے کہ کبھی تم ان میں پھنس کر اللہ تعالٰی سے غافل نہ ہو جاؤ، غریبی میں خدا یاد رہتا ہے اور امیری میں بھول جاتا ہے۔ شعر:-

بادہ نوشیدن وہش زشستن سہل است گر بدولت رسی ہشیار نشینی مردی

۲ یہ سوال بہت ہی گہرا ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ مال و دولت، جاہ وحشمت شر ہوگی، یا خیر، اگر شر ہوگی تو ربّ تعالٰی آپ کی امت کو کیوں دے گا، آپ کی امت تو مرحومہ ہے، اور اگر خیر ہوگی، تو اس سے یہ شر کیسے پیدا ہوگی، خیر تو خیر ہی کا ذریعہ ہوتی ہے، نہ کہ شر کا، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اندیشہ کیوں فرماتے ہیں۳ اس سائل کا سوال اتنا عمدہ تھا کہ اس کا جواب ربّ تعالٰی نے دیا، حضور پر وحی فرمائی، سوال بھی اعلٰی، سوال کرنے والا بھی شاندار۴ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ غنیمتیں دولت وعزت وغیرہ خیر ہی ہوں گی، مگر اندیشہ یہ ہے کہ تم اس خیر کو غلط استعمال کرکے اپنے لئے وبال بنالو، خیر ہمیشہ خیر ہی لاتی ہے، مگر اس کا غلط استعمال شر کا باعث ہوجاتا ہے، جب حضور انور پر وحی آتی تھی، تو پسینہ آجاتا تھا، اگرچہ سردی کا موسم ہوتا۵ یہ نہایت نفیس مثال ہے کہ جنگل کا سبزہ اللہ کی نعمت ہے، مگر جو گائے اسے ہوس کے ساتھ کھائے جائے بس ہی نہ کرے تو بیمار پڑ جاتی ہے، اسے اس سبزہ نے بیمار نہ کیا بلکہ اس کی ہوس نے اسے مصیبت میں ڈال دیا۔ یوں ہی جو شخص دنیا سے کبھی سیر نہ ہو، حرام وحلال میں تمیز نہ کرے، جو ملے قبضہ کرلے، اللہ کی عبادت کے لئے فارغ نہ ہو، ہر وقت دنیا طلبی میں سرگرداں رہے، ظاہر ہے کہ وہ ہلاک ہوگا۶ پیٹ کی دو کروٹوں کا تن جانا پیٹ بھر جانے کی علامت ہوتی ہے، مطلب یہ ہے کہ جب اس کا پیٹ خوب بھر گیا۷ یعنی جب پہلا چارہ ہضم ہو جائے تب دوبارہ کھائے یوں ہی مسلمان کو چاہئے کہ حلال روزی حاصل کرے وہ بھی صبر وقناعت کے ساتھ کہ کچھ وقت روزی کمانے کے لئے رکھے کچھ وقت اللہ کی عبادت کے لئے کمایا ہوا مال کچھ خود کھائے کچھ غرباء فقراء کو کھلائے اسی لئے اسلام میں روزانہ پانچ نمازیں فرض فرمائیں اور مال میں زکوٰۃ، فطرہ، قربانی وغیرہ کا حکم دیا۔ نیز جو مسلمان گناہ کرے تو فوراً عنایت الٰہی کی دھوپ میں آئے توبہ کرے، معافی چاہے، آئندہ زندگی احتیاط سے گزارے، یہ مثال بہت پہلو رکھتی ہے۸ کہ دیکھنے میں بھی اچھا لگتا ہے۔ برتنے میں بھی آرام دہ ہوتا ہے۔ اس لئے لوگ اس میں جلد پھنس جاتے ہیں تم احتیاط رکھو۹ یعنی مال اچھے راستہ سے آئے اچھے راستہ سے جائے، اگر چھت کا پانی نالے سے نہ نکالا جائے تو چھت پھاڑ کر گھر گرادیتا ہے۱۰ یعنی ایسی دنیا دین کی مددگار ہے، جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عثمان غنی کی دولت، کہ اس سے ان بزرگوں نے جنت خرید لی، ایسی دولت اللہ کی رحمت ہے۱۱ اس طرح کہ حرام ذریعہ سے کمائے، جوا، سود، رشوت چوری وغیرہ سے، اور حرام طرح سے جمع رکھے کہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے، نہ کھائے نہ کھانے دے، نہ کسی کو کھلائے، جمع کرکے چھوڑ جائے یہ جمع حرام ہے۔ مشہور ہے کہ کنجوس کا مال اس کے مرنے کے بعد صندوق سے نکلتا ہے۱۲ یعنی اس کا یہ مال اس کیلئے وبال ہوگا، اس کی حرص وہوس کی گواہی دے گا، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ دولت سانپ ہے، اور دین اس کا تریاق، جس کے پاس دین ہو اس کیلئے دولت مفید ہے، بے دین کی دولت ہلاکت کا سبب ہے۔

۱۳ اس حدیث سے اشارۃً معلوم ہورہا ہے کہ متقی مومن کا مال قیامت میں اس کے ایمان تقوٰی اور سخاوت کا گواہ ہوگا۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ عُمَرِو بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ لَاالْفَقْرَ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ وَلٰكِنْ اَخْشٰى عَلَيْكُمْ اَنْ تُبْسَطَ عَلَيْكُمُ الدُّنْيَا كَمَا بُسِطَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ فَتَنَافَسُوْهَا كَمَا تَنَافَسُوْهَا وَتُهْلِكَكُمْ كَمَا اَهْلَكَتْهُمْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۹۳۰) روایت ہے حضرت عمرو ابن عوف سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' خدا کی قسم! میں تم پر فقیری سے خوف نہیں کرتا' لیکن میں تم پر اس سے خوف کرتا ہوں کہ تم پر دنیا پھیلادی جائے' جیسے تم سے پہلے والوں پر پھیلادی گئی تھی[۲] تو تم اس سے رغبت کرجاؤ' جیسے وہ لوگ رغبت کرگئے' اور تمہیں ویسے ہی ہلاک کردے' جیسے انہیں ہلاک کردیا[۳] (مسلم' بخاری)

(۴۹۳۰) [۱] آپ انصاری صحابی ہیں' بدر میں شریک ہوئے' مدینہ منورہ میں قیام رہا۔[۲] یہ فرمان ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے' جو حضور انور نے صحابہ کرام کی مسکینیت دیکھ کر ارشاد فرمائی' یعنی تمہاری یہ فقیری عارضی ہے' عنقریب تم بہت غنی ہوجاؤ گے مگر فقیری خطرناک نہیں' امیری سے خطرہ ہے کہ اس میں فتنے بہت ہیں۔[۳] حضور انور کا یہ فرمان حضرات صحابہ کو ڈرانے اور احتیاط برتنے کے لئے ہے' اللہ تعالٰی نے حضور کے صحابہ کو دنیاوی ناجائز رغبت اور ہلاکت یعنی کفر وطغیان سے محفوظ رکھا' وہ حضرات بادشاہ وامیر ہوکر بھی دنیا میں پھنسے نہیں' حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک ہی کرتہ تھا' جسے دھو دھوکر پہنتے تھے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کفن کے لئے گھر میں کپڑا نہ تھا' پہنے ہوئے کپڑے دھوکر انہی میں آپ کو کفن دیا گیا۔حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں فرمایا کہ میں اپنی تلوار فروخت کرنا چاہتا ہوں' کہ آج گھر کا خرچ چلاسکوں' وہ حضرات امیری میں فقیری کرگئے۔رہیں ان کی آپس کی جنگیں' وہ زمانہ کے لئے نہ تھیں' دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ پر ایک نظر' لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حضرات بہک گئے ہوں۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا وَفِىْ رِوَايَةٍ كَفَافًا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۹۳۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' الٰہی محمد کے گھر والوں کی روزی بقدر ضرورت مقرر فرما[۱] ایک روایت میں ہے کہ بقدر کفایت' (مسلم' بخاری)

(۴۹۳۱) [۱] یہاں آل محمد سے مراد حضور کے خاص امتی ہیں جو قیامت تک ہوتے رہیں گے' لہذا حضور کی دعا ان کے حق میں قبول ہوئی' یہ نہیں کہا جاسکتا بہت سید بڑے امیر ہوتے ہیں' جمیع آل محمد نہیں فرمایا' دیکھو مرقاۃ میں شرح اس حدیث کی' کفاف بنا ہے کف سے بمعنی روکنا' اس سے مراد وہ مال ہے جو انسان کو سوال کرنے سے بچائے' بھیک سے روک لے' یعنی بقدر ضرورت مال پر قناعت کریں' زیادتی کی ہوس میں ذلیل وخوار نہ ہوں (اشعہ)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا اٰتَاهُ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۸۳۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ کامیاب ہوگیا جو مسلمان ہوا' اور بقدر کفایت رزق دیا گیا' اور اللہ نے اسے دیئے ہوئے پر قناعت دی[۱] (مسلم)

(۴۹۳۲) [۱] یعنی جسے ایمان وتقویٰ بقدر ضرورت مال اور تھوڑے مال پر صبر' یہ چار نعمتیں مل گئیں' اس پر اللہ کا بڑا ہی کرم وفضل ہوگیا' وہ کامیاب رہا' اور دنیا سے کامیاب گیا۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْعَبْدُ مَالِیْ مَالِیْ وَاِنَّ مَالَهٗ مِنْ مَّالِهٖ ثَلٰثٌ مَا اَکَلَ فَاَفْنٰی اَوْ لَبِسَ فَاَبْلٰی اَوْ اَعْطٰی فَاقْتَنٰی وَمَا سِوٰی ذٰلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ وَّتَارِکُهٗ لِلنَّاسِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۹۳۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال ۱؎ حالانکہ اس کے مال صرف تین ہیں ۲؎ جو کھا کر ختم کردے یا پہن کر گلا دے یا دے تو جمع کردے ۳؎ جو ان کے علاوہ ہے وہ تو جانے والا ہے اور وہ اسے لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے ۴؎ (مسلم)

(۴۹۳۳) ۱؎ یعنی فخر و تکبر کے انداز میں لوگوں سے کہتا رہتا ہے کہ یہ میرا مکان ہے یہ میری جائیداد ہے یہ میرا کنواں ہے یہ میرا فلاں مال ہے یہ بڑا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ یقین رکھے کہ میں اور میرا مال سب اللہ تعالیٰ کی ملک ہے میرے پاس چند روزہ ہے عارضی ہے خیال رہے کہ جسے انسان اپنا مال کہے اس کا مآل یعنی انجام نرا وبال ہے اور جو مال ذریعہ عبادت ہے وہ ذریعہ آمال ہے۔ جس سے بہت امیدیں وابستہ ہیں۔ ۲؎ یعنی جو مال انسان کے کام آئیں وہ صرف تین ہیں ان کے علاوہ سب دوسروں کے کام آتے ہیں خیال رہے کہ **ان مالہ** میں ما موصولہ ہے اور لہ اس کا صلہ اور من مالہ میں من بعضیت کا ہے یعنی اس کے مال میں سے وہ جو اسے مفید ہو صرف تین ہیں ۳؎ اللہ تعالیٰ کے بنک ہیں جہاں جمع کرنے سے بے شمار نفع ملتا ہے۔ سبحان اللہ کیسی نفیس تعلیم ہے۔ دینے سے مراد راہ خدا میں دینا ہے خواہ بال بچوں کو دے یا عزیزوں یا غریبوں کو بشرطیکہ یہ دینا ناموری کے لئے نہ ہو اللہ رسول کی خوشنودی کے لئے ہو ۴؎ **ھو ذاھب** میں **ھو** ضمیر بندے کی طرف لوٹتی ہے۔ ذاہب سے مراد مرنے والا یعنی ان تین مالوں کے سوا اور مالوں کا یہ حال ہے کہ بندہ مرجاتا ہے اور وہ مال دوسروں کیلئے رہ جاتا ہے۔ جیسے زمین، باغات، مکانات، نقدی، بنک بیلنس وغیرہ۔ اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ مال میں سے اللہ رسول کا حصہ ضرور نکالتا رہے یہ مقصد نہیں کہ مکان جائیداد بنائے ہی نہیں۔ اپنے بچوں کو فقیر کرکے چھوڑے یا یہ مقصد ہے کہ مال کی محبت دل میں نہ ہو دل خاص اللہ رسول کے لئے ہو۔ شعر:-

دل میں ہو یاد تری گوشۂ تنہائی ہو | پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو
سارا عالم ہو مگر دیدۂ دل دیکھے تمہیں | انجمن گرم ہو اور لذتِ تنہائی ہو

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَتْبَعُ الْمَیِّتَ ثَلٰثَةٌ فَیَرْجِعُ اِثْنَانِ وَیَبْقٰی مَعَهٗ وَاحِدٌ یَّتْبَعُهٗ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَعَمَلُهٗ فَیَرْجِعُ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ وَیَبْقٰی عَمَلُهٗ . (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۹۳۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں ۱؎ دو تو لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہ جاتی ہے اس کے ساتھ اس کے گھر والے اس کا مال اس کے اعمال جاتے ہیں ۲؎ تو اس کے گھر والے اور مال لوٹ جاتے ہیں اور اس کے عمل ساتھ رہ جاتے ہیں ۳؎ (مسلم بخاری)

(۴۹۳۴) ۱؎ یعنی بعد مرے قبر تک تین چیزیں جاتی ہیں دو بے وفا جو مردے کو چھوڑ کر لوٹ آتی ہے۔ ایک وفادار جو ساتھ رہتی ہے۔ ۲؎ گھر والوں سے مراد بال بچے، عزیز واقارب، دوست آشنا دفن ونماز میں شرکت کرنے جاتے ہیں مال سے مراد اس کے غلام باندیاں ہیں۔ اعمال سے مراد سارے اچھے برے عمل ہیں جو میت نے اپنی زندگی میں کیئے۔ اعمال کے ساتھ جانے سے مراد ان کا میت

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کے ساتھ تعلق ہے۔ جو مرے بعد قائم رہتا ہے۔ لہذا حدیث شریف واضح ہے۔۳؎ نیک اعمال جو قبول ہو گئے ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ برے اعمال شفاعت' بخشش یا سزا بھگتنے تک چمٹے رہتے ہیں۔ ان چیزوں کے بعد پیچھا چھوڑتے ہیں۔ جس پر مولیٰ رحم کرے' حضور جسے سنبھال لیں اس کا بیڑہ پار ہے۔ قبر اعمال کا صندوق ہے یا دوزخ کی بھٹی ہے یا جنت کی کیاری۔ اس لئے بزرگوں کی قبر کو روضہ کہتے ہیں یعنی جنت کا باغ۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهٖ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَّالِهٖ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَامِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُهٗ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ مَّالِ وَارِثِهٖ قَالَ فَاِنَّ مَالَهٗ مَاقَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِهٖ مَا اَخَّرَ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۴۹۳۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کون ہے' جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہو۱؎ صحابہ نے عرض کیا' یارسول اللہ ہم میں سے کوئی نہیں مگر اسے اپنا مال ہی زیادہ پیارا ہے' اپنے وارث کے مال سے' فرمایا تو اس کا مال وہ ہے جو آگے بھیج دے اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو چھوڑ جائے۲؎ (بخاری)

(۴۹۳۵) ۱؎ یعنی کون چاہتا ہے کہ میرے پاس مال نہ ہو میرے عزیزوں کے پاس مال ہو وہ سب امیر ہوں میں فقیر کنگال ہوں۔ اس فرمان کا یہ مقصد ہے (اشعہ) لہذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض لوگوں کو دوسروں کا مال بڑا پسند ہوتا ہے یا یہ مقصد ہے کہ ایسا کون ہے جو دوسروں کے مال ان کے لئے سنبھال کر رکھے اپنا مال برباد کردے یا برباد ہونے دے۔۲؎ خلاصہ یہ ہے کہ مال دوسروں کا ہے اعمال اپنے ہیں جو مال خیرات کردیا جائے وہ اعمال بن گیا اور جو مال جمع کرکے چھوڑ گیا وہ نرا مال رہا اور جس مال کی زکوٰۃ نہ دی وہ اپنے لئے وبال وارثوں کے لئے مال ہوا' خیال رہے کہ مال سے صدقات وخیرات کرتے رہنا پھر اللہ ورسول کی رضا کے لئے وارثوں کو غنی کرنے کے لئے مال چھوڑنا یہ بھی عبادت ہے۔

وَعَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَأُ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ قَالَ يَقُوْلُ ابْنُ اٰدَمَ مَالِیْ مَالِیْ قَالَ وَهَلْ لَّكَ يَابْنَ اٰدَمَ اِلَّا مَا اَكَلْتَ فَاَفْنَيْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَيْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَيْتَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۹۳۶) روایت ہے حضرت مطرف سے۱؎ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا' حضور صلی اللہ وسلم الھکم التکاثر تلاوت کررہے تھے۲؎ فرمایا کہ انسان کہتا ہے' میرا مال میرا مال' فرمایا اے انسان تیرا مال نہیں ہے' مگر جو تو کھا کر ختم کردے' یا پہن کر گلا دے۳؎ یا خیرات کرکے آگے بڑھا دے۴؎ (مسلم)

(۴۹۳۶) ۱؎ آپ کا نام مطرف ابن عبداللہ ابن شخیر ہے۔ آپ تابعی ہیں آپ کے والد صحابی اہل بصرہ سے ہیں۔ بڑے متقی عالم فقیہ تھے۲؎ نماز کے علاوہ تلاوت تھی۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگوں کو مال بڑھانے کی ہوس نے غافل کردیا۔ اسی فکر میں زندگی گزاری کہ ایک کے دو ہوں اور دو کے چار۳؎ اس طرح کہ کھانا کھا کر ہضم کرے کپڑا پہن کر اسے گلا دے اگر بہت سے جوڑے بنا کر رکھے اور مرے بعد چھوڑ گیا تو کپڑے بھی تیرے نہیں۔ دوسروں کے ہیں اس لئے جب اللہ نیا کپڑا اور نیا جوتا دے تو فوراً استعمال شروع کردے ختم ہوجانے پر اللہ اور دے گا۴؎ تصدقت فرما کر اشارۃً ارشاد ہوا کہ اپنی زندگی تندرستی میں اپنے ہاتھ سے خیرات کر جائے یہ برا

https://archive.org/details/@madni_library

ہے کہ زندگی میں کنجوس رہے مرتے وقت وصیت کرے یا امید کرے کہ میرے وارث میری طرف سے صدقہ وخیرات کیا کریں گے۔ یہ شیطانی دھوکہ ہے۔شعر:-

توشہ اعمال اپنا ساتھ لے جاؤ جی — کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی
بعد مرنے کے تمہیں اپنا پرایا بھول جائے — فاتحہ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے

....

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کرلے — اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے
(اعلیٰ حضرت)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰكِنَّ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۴۹۳۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امیری زیادہ مال واسباب سے نہیں، لیکن امیری دل کی غنا سے ہے[۱] (مسلم بخاری)

(۴۹۳۷)[۱] دل کی غنا سے مراد قناعت وصبر رضا برقضا ہے۔حریص مالدار فقیر ہے قناعت والا غریب امیر ہے۔شعر:-

توانگری نہ بمال است نزد اہل کمال — کہ مال تالب گوراست بعد ازاں اعمال

ہوسکتا ہے کہ غنیٰ نفس سے مراد کمالات روحانیہ ہوں کہ اس کی برکت سے دولت منداس کے دروازہ کی خاک چاٹتے ہیں دیکھ لو داتا گنج بخش اور خواجہ اجمیری کے آستانے رضی اللہ عنہما۔مطلب یہ ہے کہ غنی وہ ہے جس کونفس غنا نفس کا کمال حاصل ہو۔حضرت علی فرماتے ہیں۔شعر:-

رضینا قسمة الجبار فینا — لنا علم وللجهال مال
فان المال یفنی عنقریب — وان علم باق لایزال

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّاْخُذُ عَنِّیْ هٰٓؤُلَاۤءِ الْكَلِمٰتِ فَیَعْمَلُ بِهِنَّ اَوْیُعَلِّمُ مَنْ یَّعْمَلُ بِهِنَّ قُلْتُ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ اَغْنَى النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰى جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرِ الضَّحْكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضَّحْكِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ ۔

(۴۹۳۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون ہے جو مجھ سے یہ چند باتیں لے لے، پھر ان پرعمل کرے، یا اسے سکھادے جو ان پرعمل کرے[۱] میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں ہوں، تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا، پھر پانچ چیزیں گنیں[۲] فرمایا حرام چیزوں سے بچو تمام لوگوں میں بڑے عابد ہوجاؤ گے[۳] اور اللہ نے جو تمہاری قسمت کردیا اس پر راضی رہو، لوگوں سے غنی ہوجاؤ گے[۴] اور اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرو، کہ مومن ہوجاؤ گے[۵] اور لوگوں کے لئے وہ ہی چاہو، جو اپنے لئے چاہتے ہو، مسلمان ہوجاؤ گے[۶] اور زیادہ ہنسو نہیں، کیونکہ ہنسی دل کو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ) مردہ کردیتی ہے۔ ۷ (احمد، ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ ۸

(۴۹۳۸) ۱ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ علم دین بہرحال اعلیٰ نعمت ہے اگر عمل بھی نصیب ہوجائے تو سبحان اللہ بغیر عمل بھی علم نعمت ضرور ہے نیز بے عمل عالم پر تبلیغ ضروری ہے اور اسے تبلیغ کا ثواب ضرور ملے گا۔ کیونکہ فرمایا گیا کہ ان باتوں پر یا عمل کرلے یا عاملین کو پہنچائے (اشعہ) ہوسکتا ہے کہ او بمعنی بل ہو یعنی خود عمل کرے بلکہ عمل کرنے والوں کو پہنچا بھی دے (مرقات) ۲ یا میری انگلیاں شمار فرمائیں یا انگلیوں پر یہ باتیں شمار فرمائیں، چونکہ یہ پانچوں باتیں ترتیب وار ہیں کہ بعض بعض سے پہلے ہیں۔ اس لئے ترتیب وار انگلیوں پر گنائیں۔ ۳ حرام چیزوں حرام کاموں سے بچنا تقویٰ کا پہلا درجہ ہے۔ اس لئے حضور انور نے اسے پہلے بیان فرمایا۔ آج کل لوگ بہت ورد وظیفے نوافل کو ہی تقویٰ سمجھتے ہیں۔ ان پر عامل ہوتے ہیں مگر جھوٹ، غیبت، دوسروں کا حق دبانے سے پرہیز نہیں کرتے۔ سخت غلطی کرتے ہیں پہلے جسم و کپڑے ناپاکیوں سے پاک کرو پھر نماز پڑھو۔ برائیوں سے بچنا بڑی عبادت ہے۔ ۴ اس فرمان عالی کا مطلب یہ نہیں کہ ترقی کی کوشش نہ کرو ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہو بلکہ مقصد یہ ہے نہ تو دوسروں پر حسد کرو نہ دنیاوی عروج نہ ملنے پر کف افسوس ملا کرو نہ ربّ تعالیٰ کی شکایت کرو کہ فلاں کو اتنا دیا ہم کو کم حضور غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں تیری بھاگ دوڑ سے مقسوم سے زیادہ نہ ملے گا اور تیری قناعت کی وجہ سے کم نہ ملے گا۔ اس لئے راضی بہ رضا رہ۔ (مرقات) امام ابوالحسن شاذلی فرماتے ہیں کہ دو چیزوں سے مایوس ہوجاؤ آرام سے رہو گے ایک یہ کہ تم کو دوسروں کے نصیب کی چیز مل جائے گی، دوسرے یہ کہ تمہیں تمہارے نصیب سے زیادہ مل جائے گا۔ (مرقات) ۵ یعنی اگر تمہارا پڑوسی تم سے برائی بھی کرے مگر تم اس سے بھلائی کرو تو مومن کامل ہوجاؤ گے۔ حضور فرماتے ہیں: کہ انسان اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کی شرارت و فتنوں سے محفوظ نہ ہوجائے اسے امان نہ ہوجائے۔ ۶ یہاں اسلام علاوہ ایمان کے اور صفت ہے یعنی تم جیسے اپنا بھلا چاہتے ہو ویسے ہی دوسروں کا بھلا چاہو اور جیسے برتاوا اپنے ساتھ چاہتے ہو ویسا ہی برتاوا تم دوسروں کے ساتھ کرو جو بات اپنے لئے ناپسند کرتے ہو وہ دوسروں کے ساتھ نہ کرو تو تم مسلم یعنی سلامتی والے مسلمان بن جاؤ گے۔ ۷ یہاں ہنسنے سے مراد ٹھٹھہ مار کر ہنسنا ہے اور دل کی موت سے مراد غفلت ہے یعنی زیادہ وقت ہنسی قہقہہ میں گزارنا دل میں غفلت پیدا کرتا ہے۔ خیال رہے کہ مسکرانا اچھی چیز ہے قہقہہ بری چیز تبسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی جب کسی سے ملو مسکرا کر ملو۔ شعر:-

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں ۔۔۔ اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

۸ اس کی اسناد عن حسن عن ابی ہریرہ ہے اور خواجہ حسن نے حضرت ابوہریرہ کو پایا نہیں مگر ایک اسناد عن مکحول عن واثلہ ابن اسقع ہے وہ اسناد متصل قوی نیز یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے لہذا یہ حدیث حسن ہے اور اگر ضعیف بھی ہو تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قبول ہے (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ ابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ اَمْلَاْ صَدْرَكَ غِنًى وَاَسُدَّ فَقْرَكَ وَاِنْ لَا تَفْعَلْ مَلَاْتُ يَدَكَ شُغْلًا وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۹۳۹) روایت ہے انہیں سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے انسان تو میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا، میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا۔ اور تیری غریبی دور کردوں گا ۱ اور اگر تو یہ نہ کرے گا ۲ تو تیرا ہاتھ کام کاج سے بھر دوں گا اور تیری فقیری بند نہ کروں گا ۳ (احمد، ابن ماجہ)

https://archive.org/details/@madni_library

(۴۹۳۹)۱؎ یعنی تو اپنا دل میری عبادت واطاعت کے لئے خالی رکھ دست بکار دل بیار پر عمل کر فراغت دل کے یہ ہی معنی ہیں یہ مطلب نہیں کہ دنیا کا کاروبار نہ کر خود بھی بھوکے مرو بچوں کو بھی مارو۔ دل کی دنیا دوسری ہے اگر اس پر عمل نصیب ہوگا تو انشاء اللہ کمائی بں برکت دل میں فراغت حاصل ہوگی۲؎ اس طرح کہ اپنا دل دنیا میں لگا دے گا کبھی آخرت کی طرف مائل نہ ہوگا تو اس کا انجام وہ ہے جو حضور فرمارہے ہیں۳؎ یعنی اگر تو نے اپنے کو دنیا کی فکروں میں ہی لگا دیا تیرے دل میں دنیا اتر گئی تو تو کام کرے گا زیادہ۔فکر کرے گا زیادہ۔ ملے گا وہ ہی جو تیرے مقدر میں ہے تو مالدار ہوکر بھی فقیر ہی رہے گا۔دل کا چین اللہ کی بڑی نعمت ہے یہ اس کے ذکر سے نصیب ہوتا ہے۔حضرت ابن عباس سے مرفوعًا روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر ملک، مال، علم پیش فرمائے گئے تو آپ نے علم اختیار فرمایا۔ربّ نے علم کی برکت سے انہیں ملک و دولت بھی عطا فرمائے (مرقات) اللہ سے آخرت مانگو دنیا خود بخود مل جائے گی۔کسان دانہ کیلئے کاشت کرتا ہے بھوسا خود ہی مل جاتا ہے۔بندہ مومن کو روزی بے گمان ملتی ہے

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ ذُكِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَةٍ وَّاجْتِهَادٍ وَّذُكِرَ اٰخَرُ بِرِعَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَعْدِلُ بِالرِّعَةِ يَعْنِی الْوَرَعَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۹۴۰) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی کی عبادت ومشقت کا ذکر ہوا، اور دوسرے کے تقویٰ کا۱؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبادت تقویٰ کے برابر نہیں ہوسکتی، یعنی پرہیزگاری کے۲؎ (ترمذی)

(۴۹۴۰)۱؎ تقویٰ سے مراد گناہوں سے بچنا ہے، یعنی عرض کیا گیا کہ فلاں شخص نفلی عبادات بہت کرتا ہے مگر گناہوں میں احتیاط کم کرتا ہے اور دوسرا آدمی نوافل کم کرتا ہے مگر گناہوں سے بہت بچتا ہے حتیٰ کہ شبہات سے بھی بھاگتا ہے ان میں افضل کون ہے۔۲؎ لاتعدل یا تو نہی مخاطب ہے یا نفی مونث غائب یعنی نوافل کو تقویٰ کے برابر نہ کرو یا نوافل تقویٰ کے برابر نہیں ہوسکتے خیال رہے کہ تقویٰ کے تین درجے ہیں تقویٰ عوام کا محرمات شرعیہ سے بچنا تقویٰ خواص کا یعنی شبہات سے بچنا اور تقویٰ خاص الخاص کا بقدر ضرورت حلال چیزیں رکھنا زیادہ سے بچنا یہ آخری تقویٰ حضرات انبیاء شہداء صالحین کا ہے (مرقات)

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الْاَوْدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ وَّهُوَ يَعِظُهُ اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيٰوتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۹۴۱) روایت ہے حضرت عمرو ابن میمون اودی سے۱؎ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے نصیحت کرتے ہوئے پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو، بڑھاپے سے پہلے جوانی کو، بیماری سے پہلے تندرستی کو، فقیری سے پہلے غنا کو، اور مشغولیت سے پہلے فرصت کو اور اپنی موت سے پہلے زندگی کو۲؎ (ترمذی)

(۴۹۴۱)۱؎ اود ایک قبیلہ ہے جو اود ابن صعب کی طرف منسوب ہے عمرو ابن میمون کو بعض لوگوں نے صحابی کہا ہے مگر قوی یہ ہے کہ آپ حضور کے زمانہ میں اسلام لائے مگر زیارت نہ کرسکے۔جلیل القدر تابعی ہیں۔لہذا حدیث مرسل ہے (اشعہ)۲؎ اغتنام کے معنی ہیں غنیمت حاصل کرلینا یعنی ان پانچ چیزوں سے کچھ کمائی کرلو بار بار یہ موقع نہیں ملتے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا یَنْتَظِرُ اَحَدُكُمْ اِلَّاغِنًى مُطْغِيًا اَوْ فَقْرًا مُنْسِيًا اَوْ مَرَضًا مُفْسِدًا اَوْ هَرَمًا مُفْنِدًا اَوْ مَوْتًا مُجْهِزًا اَوِ الدَّجَّالَ فَالدَّجَّالُ شَرٌّ غَائِبٌ يُنْتَظَرُ اَوِ السَّاعَةَ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ)

(۴۹۴۲) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ سے راوی فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک نہیں انتظار کرتا مگر سرکشی کرنے والی غنا کا یا بھلا دینے والی فقیری کا[۱] یا بگاڑ دینے والی بیماری کا یا بے عقل کردینے والے بڑھاپے کا یا اچانک موت کا[۲] یا دجال کا تو دجال مصیبت ہے جس کا انتظار ہے یا قیامت کا اور قیامت بہت ڈراونی اور بہت کڑوی ہے[۳] (ترمذی، نسائی)

(۴۹۴۲) [۱] لہذا صحت، جوانی، مالداری، فراغت اور زندگی کو رائیگاں نہ جانے دو اس میں نیک اعمال کرلو کہ یہی نعمتیں بار بار نہیں ملتیں۔ میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ شعر:۔

سدا نہ باغیں بلبل بولے سدا نہ باغ بہاراں
سدا نہ ماپے حسن جوانی سدا نہ صحبت یاراں

باغ میں بہار اور بہار میں بلبل کی شور وپکار ہمیشہ نہیں رہتے۔ کبھی آتے ہیں اسے غنیمت جانو[۲] یعنی اگر تمہیں نیکیوں کا موقع ملا ہے اور تم کرتے نہیں کہتے ہو کہ آئندہ کرلیں گے تو کس چیز کا انتظار کر رہے ہو یا ایسی امیری کا جو سرکش بنادے یا ایسی فقیری کا جب تمہیں کچھ نہ بن پڑے لوگ تمہیں بھول جائیں ہم نے دیکھا کہ بعض لوگوں کو حج کا موقع ملتا ہے مگر نہیں کرتے یہ ہی کہتے رہتے ہیں کہ اچھا آئندہ دیکھا جائے گا۔ وہ آئندہ آئندہ کرتے دنیا سے ہی کوچ کرجاتے ہیں[۳] یعنی جوانی کھیل کود سے گما کر بڑھاپے میں جبکہ ہاتھ پاؤں قابو میں نہ رہیں۔ عبادت کرنے کی خواہش کرنا بے وقوفی ہے جو کرنا ہے جوانی میں کرو جوان صالح کا بہت بڑا درجہ ہے[۴] یعنی اگر ابھی اعمال نہیں کرتے تو کیا دجال کی آمد یا قیامت آنے کے منتظر ہو اس وقت تم نیکیوں کی تمنا کروگے مگر نہ کرسکو گے۔ یہ فرمان اظہار عتاب کے لئے ہے مقصد یہ ہے کہ نیک اعمال میں جلدی کرے۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَّمَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ وَمَا وَالَاهُ وَعَالِمٌ اَوْ مُتَعَلِّمٌ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۹۴۳) روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوشیار رہو دنیا لعنتی چیز ہے اور جو دنیا میں ہے وہ لعنتی ہے[۱] سوائے اللہ تعالٰی کے ذکر کے اور اس کے جو رب کے قریب کردے اور عالم کے اور طالب علم کے[۲] (ترمذی، ابن ماجہ)

(۴۹۴۳) [۱] ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جو چیز اللہ و رسول سے غافل کردے یا جو اللہ و رسول کی ناراضی کا سبب ہو وہ دنیا ہے، بال بچوں کی پرورش، غذا لباس گھر وغیرہ حاصل کرنا سنت انبیاء کرام ہے یہ دنیا نہیں اس معنی سے واقعی دنیا اور دنیا والی چیزیں لعنتی ہیں[۲] یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ چیزیں دنیا نہیں ہیں، اللہ کے ذکر سے مراد ساری عبادات ہیں، والا بنا ہے ولیٌ سے بمعنی قریب یا محبت یا تابع ہونا یا سبب لہذا اس جملے کے چار معنی ہیں وہ حضرات انبیاء واولیاء جو اللہ سے قریب کردیں یا اللہ تعالٰی ان سے محبت کرتا ہے یا جو ذکر الٰہی سے قریب کردے یا جو ذکر اللہ کے تابع ہے یا جو ذکر اللہ کا سبب ہے (اشعہ) یعنی اللہ کا ذکر اللہ کے محبوب بندے علماء طلباء اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں ہیں یہ تو اللہ کے محبوب ہیں حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کا ذکر ہر عبادت ہر سعادت کا سر ہے جیسے بدن کے لئے جان ضروری ہے ایسے ہی مومن کے لئے ذکر اللہ لازمی ہے ذکر اللہ سے دنیا کی بقاء آسمان و زمین کا قیام ہے (مرقات) جب ذاکرین فنا ہو

https://archive.org/details/@madni_library

جائیں گے' تو قیامت آجائے گی۔

وَعَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَتِ الدُّنْیَا تَعْدِلُ عِنْدَ اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ مَا سَقٰی کَافِرًا مِّنْھَا شَرْبَۃً ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ)

(۴۹۴۴) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی' تو اس میں سے کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ نہ پلاتا۱؎ (احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

(۴۹۴۴)۱؎ یعنی اگر دنیا کی قدر ومنزلت مچھر کے پر برابر بھی ہوتی' تو کافر کو نہ دی جاتی' کیونکہ کفار اللہ کے دشمن ہیں اور دشمن کو پیاری چیز نہیں دی جاتی' دنیا کے معنی ہم بارہا عرض کرچکے ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَتَّخِذُوا الضَّیْعَۃَ فَتَرْغَبُوْا فِی الدُّنْیَا ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ والبیھقی فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۴۹۴۵) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے' فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ باغات وکھیت نہ اختیار کرو۱؎ ورنہ تم دنیا میں راغب ہوجاؤ گے۲؎ (ترمذی' بیہقی' شعب الایمان)

(۴۹۴۵)۱؎ ضیعہ لفظ مشترک ہے' اس کے بہت معانی ہیں' تجارات وکسب مال' باغات واراضی' دنیاوی مشاغل یہاں بمعنی باغات واراضی ہیں۔ (اشعہ) ۲؎ یعنی یہ زمانہ جہاد اور سپاہیانہ زندگی کا ہے' اس زمانہ میں باغات وکاشت میں مشغول نہ ہو' ورنہ کفار تم کو ہلاک کردیں گے۔ یہ فرمان عالی ہنگامی حالات کے ہیں' جبکہ مسلمانان مدینہ ہر چہار طرف سے کفار میں گھرے تھے' اس وقت عیش وآرام کی زندگی' پختہ مکانات بنانے' دنیاوی کاروبار میں مصروف ہونے سے منع فرمادیا گیا تھا۔ جیسا کہ زمانہ جنگ میں رات کو روشنی کرنے کی اجازت نہیں ہوتی' بمباری کے خوف سے۔ لیکن جب حالات بدل گئے یہ احکام بھی نہ رہے۔ چنانچہ خلافت عثمانیہ میں مسلمانوں نے اپنے گھر پختہ' مسجد نبوی شریف شاندار بنائی' اور باغات وکھیتی باڑیاں خوب کیں۔ خیال رہے کہ اس زمانہ میں جیسے مکانات پختہ کرنا ممنوع تھے ویسے ہی قبور پر عمارات سے منع کردیا گیا تھا۔ جب سکون کا زمانہ آیا تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے مکانات بھی پختہ بنائے اور بزرگوں کے مزارات پر عمارات بھی بنائیں تاکہ زائرین کو زیارت اور تلاوت وعبادت وغیرہ میں سہولت ہو۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب جاءالحق میں دیکھو یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو باغات' کھیتی باڑی میں ایسا مشغول ہو کہ دین کو بھول جائے' اس صورت میں یہ حکم دائمی ہے' کھیتی باڑی ہی کیا جو چیز ربّ سے غافل کرے' وہ ممنوع ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَہٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۴۹۴۶) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' کہ جو دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچالیتا ہے اور جو اپنی آخرت سے محبت رکھتا ہے' وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچالیتا ہے' تو باقی کو فنا ہونے والی پر اختیار کرو۱؎ (احمد' بیہقی' شعب الایمان)

(۴۹۴۶)۱؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا' کہ دنیا وآخرت دونوں کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتی' دنیا آخرت کی ضد ہے ہاں دنیا سے محبت کرنا آخرت اور رضائے الٰہی کے لئے بہت ہی بہتر ہے' مال سے محبت' بچوں کی پرورش' عزیزوں کے حقوق ادا کرنے' حج

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وقربانی اور زکوٰۃ ادا کرنے کیلئے بہر حال اچھا ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ علم، عقل وایمان کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان جان لے کہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری کرے، دنیا میں منہمک نہ ہو جائے۔ (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لُعِنَ عَبْدُ الدُّنْیَا وَلُعِنَ عَبْدُالدِّرْهَمِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۹۴۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرماتے ہیں لعنتی ہے دنیا کا بندہ، اور لعنتی ہے درہم دینار کا بندہ[۱] (ترمذی)

(۴۹۴۷) [۱] دنیا یا درہم و دینار روپیہ پیسہ کا پجاری وہ ہے جو ہر کام ان چیزوں کیلئے کرے۔ حتیٰ کہ نماز بھی پڑھے تو دنیا کے لئے۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ اُرْسِلَا فِیْ غَنَمٍ بِاَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرَفِ لِدِیْنِهٖ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۴۹۴۸) روایت ہے حضرت کعب ابن مالک سے، وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں وہ ان بکریوں کو اس سے زیادہ خراب نہیں کرتے جتنے انسان کی حرص کرنے سے مال وعزت پر اس کے دین کو[۱] (ترمذی، دارمی)

(۴۹۴۸) [۱] نہایت نفیس تشبیہ ہے مقصد یہ ہے کہ مومن کا دین گویا بکری ہے، اور اس کی حرص مال حرص عزت گویا دو بھوکے بھیڑیئے ہیں۔ مگر یہ دونوں بھیڑیئے مومن کے دین کو اس سے زیادہ برباد کرتے ہیں جیسے ظاہری بھوکے بھیڑیئے بکریوں کو تباہ کرتے ہیں کہ انسان مال کی حرص میں حرام وحلال کی تمیز نہیں کرتا اپنے عزیز اوقات کو مال حاصل کرنے میں ہی خرچ کرتا ہے پھر عزت حاصل کرنے کے لئے ایسے جتن کرتے ہیں جو بالکل خلاف اسلام ہیں جیسا آج ممبری وزارت چاہنے والوں کو دیکھا جارہا ہے۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ریا کار مرے بعد بھی ریا نہیں چھوڑتا۔ کسی نے پوچھا وہ کیسے فرمایا وہ چاہتا ہے کہ میرے جنازہ میں بہت لوگ ہوں تاکہ میری عزت ہو ریا مرے بعد پیچھا نہیں چھوڑتی (مرقات)

وَعَنْ خَبَّابٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَنْفَقَ مُؤْمِنٌ مِّنْ نَّفَقَةٍ اِلَّا اُجِرَ فِیْهَا اِلَّا نَفَقَتَهٗ فِیْ هٰذَا التُّرَابِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۹۴۹) روایت ہے حضرت خباب سے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرماتے ہیں، مسلمان کوئی خرچ نہیں کرتا مگر اس میں اسے ثواب دیا جاتا ہے سوائے اس کے خرچ کے، اس مٹی میں[۱] (ترمذی، ابن ماجہ)

(۴۹۴۹) [۱] یعنی کھانے پینے لباس وغیرہ پر خرچ کرنے میں ثواب ملتا ہے کہ یہ چیزیں عبادات کا ذریعہ ہیں مگر بلاضرورت مکانات بنانے میں کوئی ثواب نہیں۔ لہٰذا عمارات سازی کا شوق نہ کرو۔ اس میں وقت اور مال دونوں کی بربادی ہے۔ خیال رہے کہ یہاں دنیاوی عمارتیں وہ بھی بلاضرورت بنانا مراد ہیں۔ مسجد مدرسہ خانقاہ مسافر خانے بنانے تو عبادت ہیں کہ یہ تو صدقات جاریہ ہیں۔ یوں ہی بقدر ضرورت مکان بنانا بھی ثواب ہے۔ کہ اس میں سکون سے رہ کر اللہ کی عبادت کرے گا بعض لوگ دیکھے گئے وہ ہمیشہ مکان کی توڑ پھوڑ ہر سال نئے نمونے کے مکانات بنانے ہی میں مشغول رہتے ہیں۔ یہاں یہ ہی مراد ہے (مرقات، اشعہ)

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّفَقَۃُ کُلُّھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِلَّا الْبِنَاۤءَ فَلَا خَیْرَ فِیْہِ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

(۴۹۵۰) روایت ہے حضرت انس سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سارے خرچ اللہ کی راہ میں ہیں، سوائے عمارات کی تعمیر کے کہ ان میں بھلائی نہیں ۱ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے

(۴۹۵۰) ۱ اس کی تفسیر ابھی گزر چکی کہ یہاں بنانے سے مراد دنیاوی غیر ضروری عمارتیں ہیں۔ مسجدیں وغیرہ یوں ہی دنیاوی ضروری عمارتیں اس سے خارج ہیں بلکہ دنیاوی غیر ضروری عمارتیں بناتے رہنا اسراف ہے یعنی فضول خرچی اسراف گناہ ہے۔

وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ یَوْمًا وَنَحْنُ مَعَہٗ فَرَاٰی قُبَّۃً مُشْرِفَۃً فَقَالَ مَا ھٰذِہٖ قَالَ اَصْحَابُہٗ ھٰذِہٖ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَسَکَتَ وَحَمَلَھَا فِیْ نَفْسِہٖ حَتّٰی لَمَّا جَاۤءَ صَاحِبُھَا فَسَلَّمَ عَلَیْہِ فِی النَّاسِ فَاَعْرَضَ عَنْہُ صَنَعَ ذٰلِکَ مِرَارًا حَتّٰی عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِیْہِ وَالْاِعْرَاضَ عَنْہُ فَشَکَا ذٰلِکَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ وَقَالَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَا نُکِرُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا خَرَجَ فَرَاٰی قُبَّتَکَ فَرَجَعَ الرَّجُلُ اِلٰی قُبَّتِہٖ فَھَدَمَھَا حَتّٰی سَوَّاھَا بِالْاَرْضِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَلَمْ یَرَھَا قَالَ مَا فَعَلَتِ الْقُبَّۃُ قَالُوْا شَکٰی اِلَیْنَا صَاحِبُھَا اِعْرَاضَکَ فَاَخْبَرْنَاہُ فَھَدَمَھَا فَقَالَ اَمَا اِنَّ کُلَّ بِنَاۤءٍ وَّبَالٌ عَلٰی صَاحِبِہٖ اِلَّا مَالَا یَعْنِیْ اِلَّا مَالَا بُدَّ مِنْہُ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۴۹۵۱) روایت ہے انہی سے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لے گئے ۱ ہم حضور کے ساتھ تھے، تو حضور نے بلند عمارت دیکھی، تو فرمایا یہ کیا ہے؟ حضور کے صحابہ نے عرض کیا، کہ یہ فلاں انصاری صاحب کا ہے ۲ تو حضور خاموش ہو گئے اور یہ بات دل شریف میں رکھ لی ۳ حتیٰ کہ جب اس عمارت کا مالک حاضر ہوا تو آپ کو بھرے مجمع میں سلام کہا تو حضور نے منہ پھیر لیا ۵ انہوں نے یہ کئی بار کیا، حتیٰ کہ ان صاحب نے حضور انور میں اپنے سے غصہ محسوس کر لیا ۶ تو حضور کے صحابہ سے اس کی شکایت کی ۷ اور کہا کہ خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ کو غیر پاتا ہوں، لوگوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے، تو تمہاری عمارت دیکھی تھی، تو وہ شخص عمارت کی طرف گیا اور اسے ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا ۸ ایک بار پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو وہ عمارت نہ دیکھی۔ ۹ فرمایا اس گنبد کا کیا ہوا ۱۰ لوگوں نے عرض کیا، کہ اس کے مالک نے آپ کی بے توجہی کی شکایت کی، ہم نے اسے خبر دی تو اس نے وہ ڈھا دیا، تو فرمایا کہ ہر تعمیر اس کے بانی پر وبال ہے ۱۱ سوائے اس کے، یعنی سوائے اس کے جس کی اسے ضرورت ہو ۱۲ (ابوداؤد)

(۴۹۵۱) ۱ حضور انور یا تو مدینہ منورہ سے باہر بستی میں تشریف لے گئے تھے یا اپنے دولت خانہ سے مدینہ پاک کے کسی محلہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں یہ واقعہ پیش آیا دوسرا احتمال قوی ہے ۲ یہ سوال اظہار ناراضی کے لئے ہے یعنی یہ کیا حرکت ہے۔ حضرات صحابہ نے جو جواب دیا وہ اس سوال کا جواب نہیں بلکہ اس کے متعلقات میں سے یعنی یہ حرکت فلاں شخص کی ہے ۳ یہ عرض کرنا غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے معلوم ہوا کہ مرید کی شکایت شیخ سے کرنا یا شاگرد کی شکایت استاد سے کرنا اصلاح کیلئے بالکل درست ہے غیبت نہیں۔ ۴ حضور ناراض ہوئے مگر ناراضی کا اظہار نہ فرمایا بلکہ دل میں رکھ لی ۵ ان کے سلام کا جواب یا تو حضور نے دیا ہی نہیں یا دیا مگر دل میں جس کی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

انہیں خبر نہ ہوئی۔معلوم ہوا اظہار غضب اور اصلاح کے لئے سلام کا جواب نہ دینا جائز ہر سلام کا جواب دینا فرض نہیں ہوتا۔بعض صورتوں میں جواب دینا ممنوع بھی ہوتا ہے۔لہذا اس عمل شریف پر یہ اعتراض نہیں کہ بہ حکم قرآن سلام کا جواب دینا فرض ہے۔تو حضور نے فرض کیوں ترک کیا یہ نکتہ یادرکھا جائے۔۶ ان صاحب نے پہلے تو سمجھا کہ حضور انور نے اتفاقاً جواب نہ دیا یا حضور کسی فکر میں ہیں میرا سلام سنا نہیں مگر جب بار بار سلام کہا اور جواب نہ پایا تو وہ سمجھے کہ مجھ پر ناراضی ہے' ظاہر یہ ہے کہ حاضرین میں سے بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ جس سلام کو حضور رد فرمادیں اسے قبول کون کرے۔حضرت کعب ابن مالک کا جب بائیکاٹ ہوا ہے تو پچاس دن تک ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ حضور کی شکایت نہیں کی بلکہ اپنی محرومی کی شکایت مع حکایت کی کہ لوگو میں تو لٹ گیا۔آج حضور مجھ سے ناراض ہو گئے ۸ یعنی ہمارا اندازہ یہ ہے کہ حضور انور نے اس بلند عمارت کو ناپسند فرمایا یہ ہی وجہ ہے تم سے بے توجہی فرمانے کی اور تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔۹ یہ ہے حضرت صحابہ کا عشق رسول کہ حضور انور نے انہیں نہ تو ڈھانے کا حکم دیا نہ یہ فرمایا کہ عمارتیں بنانا جائز نہیں۔ان حضرت کو صرف اندازہ ہی ہوا ہے کہ شاید حضور اس عمارت کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہوگئے' تو سوچا کہ یہ عمارے میرے اور محبوب کے درمیان آڑ بن گئی ڈھادی اس ڈھانے میں مال کر برباد کرنا نہیں اور فضول خرچی نہیں بلکہ یار کو منایا ہے اگر عمارت ڈھانے سے حضور راضی ہو جائیں تو انشاء اللہ سودا سستا ہے۔ جناب خلیل رضاء الٰہی کیلئے فرزند کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہوگئے یہاں ظاہری فتوے نہیں چلتے۔ یہ دل جلوں کے معاملے ہیں۔شعر:-

عقل می گوید کہ خود راپیش کن   عشق می گوید کہ ترک خویش کن

ان حضرت نے اس عمارت کا بالائی حصہ نہ گرایا بلکہ جڑ بنیاد سے مٹادیا تاکہ اس حجاب کی پوری طرح بیخ کنی ہو جائے ۱۰ یعنی وہ گنبد بالکل ہی غائب ہوگیا یہ کیسے ہوا حضور انور کا یہ سوال اگلے مضمون کی تمہید کیلئے ہے ورنہ حضور ہر ایک کے عمل دل حال سے خبردار ہیں ۱۱ اگر وبال سے مراد گناہ ہے' تو عمارات سے مراد وہ عمارتیں جو بلاضرورت فخر وتکبر کیلئے بنائی جائیں کہ یہ عمل ناجائز ہے فخر وتکبر کا ہر کام حرام ہے اور اگر وبال سے مراد آخرت کا بوجھ ہے تب بلاضرورت کی ہر عمارت اس میں داخل ہے۔خواہ فخریہ ہو یا نہیں حتیٰ کہ بلاضرورت مسجد بنانا ثواب نہیں بلکہ کبھی گناہ ہے۔غیرآباد جگہ کوئی نماز واذان ادا کرنے والا نہ ہو مسجد بنادینا محض بیکار ہے۔ایک مسجد کے قریب دوسری مسجد بنادینا کہ نہ وہ آباد رہے نہ یہ آباد ہو گناہ ہے۔ بہرحال یہ فرمان عالی وسیع ہے۔عمارت کے وبال ہونے کی بہت صورتیں ہیں۔۱۲ ضرورت خواہ دینی ہو یا دنیاوی مگر دنیاوی ضرورت کیلئے عمارت بنانا مباح ہے جیسے اپنے مکان دوکانیں اور دینی ضرورت کیلئے بنانا ثواب جیسے مسجدیں' مدرسے' خانقاہیں یا بزرگان دین کے مزارات پر قبے جب کہ وہاں زائرین کا ہجوم رہتا ہو ان کی آسائش تلاوت قرآن مجید وغیرہ کیلئے وہاں عمارت بنانا ثواب ہے۔اس الا مالا بدمنہ...... میں بھی بڑی گنجائش ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ عَهِدَ اِلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا یَكْفِیْكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَّمَرْكَبٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَفِیْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِیْحِ عَنْ اَبِیْ هَاشِمِ بْنِ عُتَیْدٍ بِالدَّالِ

(۴۹۵۲) روایت ہے حضرت ابوہاشم ابن عتبہ سے ۱ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا' فرمایا کہ تمہیں مال جمع کرنے کیلئے ایک خادم اور اللہ کی راہ میں ایک سواری کافی ہے ۲ (احمد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ) اور مصابیح کے بعض نسخوں میں بجائے ت کے ہاشم ابن عتبد دال سے ہے'

https://archive.org/details/@madni_library

بَدَلَ التَّاءِ وَھُوَ تَصْحِیْفٌ .) اور یہ غلط ہے۔۳؎

(۴۹۵۲)۱؎ آپ کا نام شیبہ ابن عتبہ ہے کنیت ابو ہاشم ہند بنت عتبہ کے بھائی حضرت امیر معاویہ کے ماموں ہیں کیونکہ ہند امیر معاویہ کی والدہ ہیں آپ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ شام میں قیام رہا۔ خلافت عثمانی میں آپ کی وفات ہوئی۔ بڑے عالم فقیہ وصالح تھے۔ آپ سے حضرت ابوہریرہ وغیرہ صحابہ نے احادیث کی روایات لیں۔ (مرقات وغیرہ) ۲؎ یعنی یہ غلام اور گھوڑا بھی اللہ کیلئے ہوں محض خواہش نفسانی کیلئے نہ ہوں۔ ان سے دینی کام جہاد یا تبلیغ حج یا طلب علم مقصود بالذات ہو دنیاوی کام مقصود بالتبع لہٰذا اگر بادشاہ اور امراء ایسے غلام یا گھوڑے رکھیں اس نیت سے کہ ضرورت پڑنے پر یہ مجاہدین غازیوں میں تقسیم کرکے ان سے جہاد کرایا جائے گا تو بالکل درست ہے۔ نیت خیر ہے اس فرمان عالی کا مقصد یہ نہیں کہ ان دونوں چیزوں کے سواء اور کچھ پاس رکھو ہی نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ بلاضرورت چیزیں نہ رکھو۔ آج بھی حکومتیں زور دیتی ہیں کہ بلاضرورت سامان نہ خریدو ۳؎ یہ غلطی مشکوٰۃ شریف کے نسخوں میں بھی ہے اور بعض حواشی میں بھی کہ عتبہ کو عتبد لکھا ہے بجائے ہ کے دال۔

وَعَنْ عُثْمَانَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ لِابْنِ اٰدَمَ حَقٌّ فِیْ سِوٰی هٰذِهِ الْخِصَالِ بَیْتٌ یَّسْکُنُهٗ وَثَوْبٌ یُّوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتَهٗ وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَآءِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۹۵۳) روایت ہے حضرت عثمان سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا سوائے ان اشیاء کے اور چیز میں حق نہیں ہے ۱؎ وہ گھر جس میں رہتا ہو اور وہ کپڑا جو اس کا ستر چھپائے اور روٹی کا ٹکڑا اور پانی ۲؎ (ترمذی)

(۴۹۵۳)۱؎ یعنی ان تین چیزوں کے سواء اور کسی چیز کی ضرورت نہیں قیامت میں ان تین کا حساب نہ ہوگا ان کے سواء اور چیزوں کا حساب دینا ہوگا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (۱۰۲،۸) وہاں نعیم سے مراد عیش وعشرت کی چیزیں ہیں۔ خیال رہے کہ شخصی زندگی فانی ہے۔ قومی اور دینی زندگی باقی ہے۔ لہٰذا مسلمان اپنی شخصی زندگی کیلئے معمولی سامان اختیار کرے قومی و دینی زندگی کیلئے قیامت تک کا انتظام کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اور قوم کیلئے ممالک فتح کیے مگر اپنی ذات کیلئے آرام دہ مکان بھی نہ بنایا۔ یہاں شخصی زندگی اور شخصی حاجتوں کا ذکر ہے ۲؎ گھر میں بقدر ضرورت گھر کا سامان داخل ہے۔ روٹی میں سالن شامل ہے۔ پانی میں دودھ لسی وغیرہ داخل ہیں جن کی کبھی ضرورت پڑتی ہے۔ حضور انور نے دودھ لسی وغیرہ ملاحظہ فرمائی ہیں۔ حضرت ابراہیم ابن ادھم فرماتے ہیں۔ شعر:-

وما ھی الا جوعة قد سدوتھا ۔۔۔ وکل طعام بین جنبی واحد

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنِیْ عَلٰی عَمَلٍ اِذَا اَنَا عَمِلْتُهٗ اَحَبَّنِیَ اللّٰهُ وَاَحَبَّنِیَ النَّاسُ قَالَ ازْهَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبَّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِیْمَا عِنْدَ النَّاسِ یُحِبَّكَ النَّاسُ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۹۵۴) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص آیا تو بولا یارسول اللہ! مجھے ایسے کام پر رہبری کریں، کہ جب میں وہ کروں تو مجھ سے اللہ بھی محبت کرے اور لوگ بھی محبت کریں ۱؎ فرمایا دنیا میں بے رغبت رہو، تم سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا ۲؎ اور لوگوں کے پاس کی چیزوں سے بے رغبت رہو، تم سے لوگ محبت کریں گے ۳؎ (ترمذی، ابن ماجہ) ۴؎

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۴۹۵۴) ۱؎ معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کی محبت جو قدرتی طور سے ہو اللہ کی رحمت ہے۔ محبت خلق محبت خالق کی علامت ہے۔ انتم شھداء اللہ فی الارض لہٰذا لوگوں کی محبت حاصل کرنا ممنوع نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ مولیٰ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ (۲۶'۸۴) اور میری سچی ناموری رکھ پچھلوں میں (کنزالایمان) لہٰذا ان صاحب کا یہ سوال بالکل برحق ہے۔ ۲؎ دنیا سے بے رغبتی کے رکن تین ہیں۔ محبت دنیا سے علیحدگی، زائد دنیا سے پرہیز، آخرت کی تیاری ایسے شخص سے اللہ تعالٰی محبت اس لئے کرتا ہے کہ وہ اللہ کے دشمن سے محبت نہیں کرتا دشمن کا دشمن بھی دوست ہوتا ہے (مرقات) صوفیاء فرماتے ہیں کہ آگ کے ڈر سے دنیا میں رہتے ہوئے اس سے الگ رہنا زہد ہے۔ کسی صوفی نے کیا خوب کہا۔ شعر:-

وما الزھد فی انقطاع الخلائق　　وما الحق الا فی وجود الحقائق
وما الحب الاحب من کان قلبه　　عن الخلق مشغولا برب الخلائق

نیز جو دنیا سے بے رغبت ہوگا وہ گناہ کم کرے گا۔ نیکیاں زیادہ اور ایسا بندہ ضرور اللہ تعالٰی کا پیارا ہے ۳؎ دنیا کا دستور ہے کہ جو اس کی طرف دوڑتا ہے تو وہ اس سے بھاگتی ہے اور جو اس سے بے نیاز ہوتا ہے تو وہ اس کی طرف آتی ہے جو شخص لوگوں سے تمنا رکھے گا تو خواہ مخواہ ان کی خوشامد کرے گا اور لوگ اس سے نفرت کریں گے اور جو لوگوں سے بے نیاز ہوگا تو لوگ خواہ مخواہ اس کی طرف آئیں گے۔ شعر:-

آس بگذار بادشاہی کن　　گردن بے طمع بلند بود

۴؎ یہاں صاحب مشکوۃ سے یا کاتب سے غلطی ہوئی کہ ترمذی کا ذکر بھی کردیا۔ یہ حدیث صرف ابن ماجہ میں مذکور ہے۔ ترمذی میں نہیں اور زہد فی الدنیا سے آخر تک ابن ماجہ، طبرانی، حاکم، بیہقی نے بروایت سہل ابن سعد روایت کی۔ (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ عَلٰى حَصِيْرٍ فَقَامَ وَقَدْ اَثَّرَ فِیْ جَسَدِهٖ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَّبْسُطَ لَكَ وَنَعْمَلَ فَقَالَ مَالِیْ وَلِلدُّنْيَا وَمَا اَنَا وَالدُّنْيَا اِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۹۵۵) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے، پھر اٹھے اس حالت میں، کہ چٹائی نے آپ کے جسم اطہر میں اثر کیا ہوا تھا ۱؎ تب ابن مسعود نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو آپ اجازت دیدیتے کہ ہم حضور کیلئے بستر بچھادیا کرتے، اور سب انتظامات کردیتے ۲؎ تو فرمایا، مجھے دنیا سے کیا تعلق، میں اور دنیا نہیں ہیں مگر اس سوار کی طرح جو ایک درخت کے نیچے سایہ لے پھر چلا جائے، اور درخت کو چھوڑ جائے ۳؎ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۴۹۵۵) ۱؎ اس وقت جسم اطہر پر قمیص بھی نہ تھی، صرف تہبند مبارک زیب تن فرمائے ننگی چٹائی پر آرام فرمایا تھا۔ شعر:-

بوریا ممنون خواب راحتش　　تاج کسریٰ زیر پائے امتش

۲؎ یہاں لَو شرط کیلئے نہیں، بلکہ تمنا اور آرزو کیلئے ہے یعنی کاش کہ حضور ہم غلاموں کو اجازت دے دیتے، تو ہم ہر قسم کے آرام کا انتظام حضور کیلئے کردیتے، اعلیٰ لباس، بہترین نرم بستر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سادگی ہم غلاموں سے دیکھی نہیں جاتی۔ ۳؎ یعنی جیسے یہ سوار اتنی دیر آرام کیلئے اپنا بستر وغیرہ نہیں کھولتا، بلکہ زمین پر ہی لیٹ کر دھوپ ڈھل جانے پر چل دیتا ہے ایسے ہی ہمارا حال ہے، کہ ہم

https://archive.org/details/@madni_library

کونین کے مالک ہیں، مگر اپنے لئے کچھ نہیں رکھتے۔ لہٰذا حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمانے کے بعد دنیا کو اور اپنی امت کو چھوڑ دیا، ان سب سے بے تعلق ہو گئے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو چھوڑ دیں تو ہم ہلاک ہو جائیں۔ سورج، دنیا کو چھوڑ دے تو دنیا اندھیری ہو جائے، روح بدن کو چھوڑ دے تو بدن مر جائے، جڑ درخت کو چھوڑ دے تو درخت سوکھ جائے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو چھوڑ دیں تو کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَغْبَطُ اَوْلِيَآئِیْ عِنْدِیْ لَمُؤْمِنٌ خَفِيْفُ الْحَاذِ ذُوْ حَظٍّ مِّنَ الصَّلٰوةِ اَحْسَنَ عِبَادَةَ رَبِّهٖ وَاَطَاعَهٗ فِی السِّرِّ وَكَانَ غَامِضًا فِی النَّاسِ لَا يُشَارُ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ وَكَانَ رِزْقُهٗ كَفَافًا فَصَبَرَ عَلٰی ذٰلِكَ ثُمَّ نَقَدَ بِيَدِهٖ فَقَالَ عُجِّلَتْ مَنِيَّتُهٗ قَلَّتْ بَوَاكِيْهِ قَلَّ تُرَاثُهٗ.
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۹۵۶) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی، فرمایا میرے دوستوں میں زیادہ قابل رشک میرے نزدیک وہ مسلمان ہے جو کم سامان والا، نماز کے بڑے حصہ والا ہو اپنے رب کی عباد ت خوب اچھی طرح کرے اور خفیہ اس کی اطاعت کرے، اور لوگوں میں چھپا ہوا رہے، کہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارے نہ کئے جائیں۲ اس کا رزق بقدر ضرورت ہو، اس پر صبر کرے۳ پھر حضور نے اپنے ہاتھ سے چٹکی بجائی، فرمایا اس کی موت جلد آ جائے۴ اس پر رونے والیاں کم ہوں، اس کی میراث تھوڑی، کم ہو۵ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

(۴۹۵۶) ۱ یعنی اس کے پاس اپنی ذات کیلئے سامان دنیا کم ہو عبادات زیادہ ہوں۔ لہٰذا حضرت عثمان اور دوسرے امیر صحابہ اس میں داخل نہیں کہ ان کے پاس مال دین کیلئے تھے۔ اپنی ذات کیلئے نہ تھے۔ عمر فاروق اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک کرتہ دھو دھو کر پہنتے تھے۔ رضی اللہ عنہم ۲ یعنی وہ خود اپنی شہرت وعزت کی کوشش نہ کرے، اگر رب تعالٰی اسے قدرتی طور پر شہرت دے دے تو اس کی مہربانی لہٰذا اس حدیث میں مشہور اولیاء اللہ وعلماء دین جن کی چوکھٹوں کو دنیا اب بھی چومتی ہے ضرور داخل ہیں۔ کہ یہ شہرت انہوں نے خود نہ چاہی۔ رب نے انہیں مشہور کر دیا۔ یہ بشارت عاجلہ کہلاتی ہے۔ ۳ مقصد یہ ہے کہ اگر اسے تونگری نہ ملے تو بے صبری نہ کرے راضی بہ رضا رہے ۴ یعنی بہت آسانی سے اس کی جان نکل جائے۔ جس کے دل میں دنیا کی محبت بہت ہو اس کی جان بڑی مصیبت سے نکلتی ہے۔ اسے نزع کی تکلیف کے ساتھ دنیا چھوٹنے کا غم بھی ہوتا ہے، مومن کو موت کے وقت حضور سے ملنے کی ایسی خوشی نصیب ہوتی ہے کہ وہ شدت نزع کو محسوس نہیں کرتا۔ وہ سمجھتا ہے کہ زندگی میں مجھے مدینہ منورہ کی حاضری مشکل تھی۔ اب میری قبر مدینہ بن جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کی عمر کم ہو (مرقات) لہٰذا یہ فرمان اس حدیث کے خلاف نہیں کہ مومن کی دراز عمر اللہ کی رحمت ہے ۵ یہ کمی یا اس لئے ہو کہ وہ غریب اور غیر مشہور تھا۔ یا اس لئے کہ اس نے رونے پیٹنے سے زندگی میں ہی منع کر دیا تھا اور مال اللہ کی راہ میں زندگی میں بہت کچھ خرچ کر دیا تھا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَضَ عَلَیَّ رَبِّیْ لِيَجْعَلَ لِیْ بَطْحَآءَ مَكَّةَ ذَهَبًا فَقُلْتُ لَا يَا رَبِّ وَلٰكِنْ اَشْبَعُ يَوْمًا وَّاَجُوْعُ يَوْمًا

(۴۹۵۷) روایت ہے انہیں سے، فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ پر میرے رب نے پیش فرمایا کہ میرے لئے مکہ کی زمین کو سونا بنا دے۱ تو میں نے عرض کیا، یا رب

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

فَاِذَا جُعۡتُ تَضَرَّعۡتُ اِلَیۡکَ وَذَکَرۡتُکَ وَاِذَ شَبِعۡتُ حَمِدۡتُّکَ وَشَکَرۡتُکَ ۔ (رَوَاهُ اَحۡمَدُ وَالتِّرۡمِذِیُّ)

نہیں، ۲؎ لیکن میں ایک دن سیر ہوا کروں، اور ایک دن بھوکا رہوں تو تیری طرف عاجزی کروں، تجھے یاد کروں، اور جب سیر ہوؤں تو تیری حمد کروں، اور تیرا شکر کروں ۳؎ (احمد، ترمذی)

(۴۹۵۷) ۱؎ یعنی رب تعالٰی نے مجھ پر دو چیزیں پیش فرمائیں ایک یہ کہ مکہ معظمہ کے پہاڑ وہاں کے پتھروں، کنکروں کو سونے کا بنادیا جائے دوسرے یہ کہ سارا سونا میری اکیلے کی واحد ملکیت رہے۔ کسی اور کا اس پر قبضہ نہ ہو بطحاء کہتے ہیں اس میدان کو جس میں کنکر پتھر پہاڑ ہوں یعنی پتھریلی زمین ۲؎ خیال رہے کہ اس کے متعلق حضور سے مشورہ فرمایا تھا، آپ کو اختیار دیا تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم اس سب کو سونا کردیں مشورہ میں اختلاف کرنے کا حق ہوتا ہے۔ اس کا ماننا لازم نہیں ہوتا اس لئے عرض کیا کہ نہیں۔ یہ نہیں بھی بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئی اس نہیں پر ہزار ہاہاں قربان ہوں۔ معنوی طور پر اللہ تعالٰی نے وہاں سونا ہی بنادیا۔ اب زمین حجاز میں سونا نکل رہا ہے خود حضور سونے کی کان ہیں۔ کہ ان کے دم سے لاکھوں حجاج وہاں پہنچتے ہیں۔ اور کروڑوں روپیہ اہل مکہ کو دے آتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر حضور چاہتے تو مکہ کے پہاڑ سونا بن جاتے مگر چاہا نہیں لہذا وہ آیت کریمہ اَوۡ یَکُوۡنَ لَکَ بَیۡتٌ مِّنۡ زُخۡرُفٍ اَوۡ تَرۡقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنۡ نُّؤۡمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیۡنَا کِتٰبًا نَّقۡرَؤُهٗ قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّیۡ هَلۡ کُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا (۱۷،۹۳) یا تمہارے لئے طلائی گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اُتارو جو ہم پڑھیں تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔ (کنزالایمان) حضور کا عاجز ہونا بیان نہیں کرتی ورنہ یہ حدیث اس کے خلاف ہوگی۔ ۳؎ یعنی اگر میں اتنے سونے کا مالک ہو جاؤں تو صرف بندہ شاکر بنوں گا مگر مسکینیت میں صابر بھی ہوں گا اور شاکر بھی لہذا میں امیری پر فقیری کو ترجیح دیتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ حضور کی فقیری غریبی اختیاری ہے۔ ہماری طرح بے اختیاری نہیں۔ حضرات انبیاء کرام کی موت بھی اختیاری ہوتی ہے کہ وفات کے قریب انہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہیں دنیا میں رہیں یا رب کی بارگاہ میں حاضر ہوجائیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا تھا کہ بیل کی کھال پر ہاتھ پھیرو جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں فی بال ایک سال عمر بڑھ جائے گی ہمارے حضور کو اختیار دیا گیا، جب حضور نے عرض کیا۔ اَللّٰهُمَّ بِالرَّفِیۡقِ الۡاَعۡلٰی تب وفات دی گئی۔

وَعَنۡ عُبَیۡدِ اللّٰهِ بۡنِ مِحۡصَنٍ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ مَنۡ اَصۡبَحَ مِنۡکُمۡ اٰمِنًا فِیۡ سَرۡبِهٖ مُعَافًا فِیۡ جَسَدِهٖ عِنۡدَهٗ قُوۡتُ یَوۡمِهٖ فَکَاَنَّمَا حِیۡزَتۡ لَهُ الدُّنۡیَا بِحَذَافِیۡرِهَا ۔ (رَوَاهُ التِّرۡمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیۡثٌ غَرِیۡبٌ)

(۴۹۵۸) روایت ہے حضرت عبید اللہ ابن محصن سے ۱؎ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص تم میں سے صبح پائے کہ اس دل میں امن وامان ہو ۲؎ اپنے جسم میں تندرستی، اس کے پاس اس دن کا کھانا ہو تو گویا اس کے لئے دنیا پوری کی پوری جمع کردی گئی ۳؎ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے

(۴۹۵۸) ۱؎ آپ صحابی ہیں مگر حضور سے کوئی حدیث سنی نہیں لہذا آپ کی احادیث مرسل ہیں اور صحابی کا ارسال بالاتفاق مقبول ہے۔ آپ قبیلہ بنی خطم سے ہیں۔ اہل مدینہ میں شمار ہیں۔ بعض لوگوں نے آپ کو تابعی مانا ہے اور تابعی کی مرسل معتبر ہے جمہور کے نزدیک ۲؎ سرب سین کے فتحہ یا کسرہ سے، ر کے سکون سے بمعنی راستہ، چہرہ، سینہ، دل نفس یہاں بمعنی دل ہے، یعنی اس کو نہ دشمن کا خوف ہو، نہ عذاب الٰہی کا خطرہ، کیونکہ اس کا دشمن کوئی نہ ہو، اور اس نے کفر یا گناہ نہ کیا ہو، اہل عرب کہتے ہیں لیس العید لمن لبس الجدید انما

https://archive.org/details/@madni_library

العید لمن امن الوعید یعنی عید اس کی نہیں جو نئے کپڑے پہن لے بلکہ عید اس کی ہے جو عذاب سے امن میں ہو۔ ۳؎ حذافیر جمع ہے حذفورہ کی بمعنی کنارہ۔ جیسے عصفور کی جمع عصافیر' جمہور کی جمع جماہیر' لہٰذا حذافیر کے معنی ہوئے کنارے' یعنی جس کو نفسانی امن و عافیت' دل کا چین' بدن کی صحت۔ کچھ تھوڑا سا آج کے گزارہ کا مال میسر ہو' تو وہ بادشاہ ہے' اللہ تعالیٰ نے اسے ہر قسم کی نعمت دی ہوئی ہے۔

وَعَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِيْكَرِبَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَامَلَاَ اٰدَمِيٌّ وِعَآءً شَرًّا مِّنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ اٰدَمَ اُكُلَاتٌ يُّقِمْنَ صُلْبَهٗ فَاِنْ كَانَ لَا مُحَالَةَ فَثُلُثٌ طَعَامٌ وَّثُلُثٌ شَرَابٌ وَّثُلُثٌ لِنَفْسِهٖ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۹۵۹) روایت ہے حضرت مقدام ابن معدیکرب سے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا' کہ کسی آدمی نے بمقابلہ پیٹ کے بدترین برتن کوئی نہ بھرا انسان کیلئے چند لقمے ہی کافی ہیں' جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں ۲؎ پھر اگر زیادہ کی ضرورت ہی ہو' ۳؎ تو تہائی پیٹ کھانا' اور تہائی پیٹ پانی' اور تہائی پیٹ اپنی سانس کیلئے ۴؎ (ترمذی' ابن ماجہ)

(۴۹۵۹) ۱؎ زیادہ پیٹ بھرنے سے مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں' نوے فیصدی بیماریاں پیٹ سے ہوتی ہیں' پھر اس سے سخت غفلت پیدا ہوتی ہے' دل میں نور نہیں آتا' ۲؎ کیونکہ کھانا اس لئے ہوتا ہے' کہ اس سے عبادات' ریاضات کی قوت پیدا ہو' یہ قوت بقدر ضرورت لقموں سے حاصل ہو جاتی ہے۔ شعر:-

خوردن برائے زیستن وذکر کردن است تو معتقد کہ زیستن از بہر خوردن است

۳؎ یعنی اگر تم چند لقموں پر صبر نہ کرسکو' زیادہ کھانے کی رغبت ہو' تو پیٹ کے تین حصے کرلو۔ ۴؎ ایک حصہ کھانے کیلئے ایک حصہ پانی کیلئے ایک حصہ سانس آنے جانے کیلئے انشاء اللہ بہت کم بیمار ہو گے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ قدرے بھوکا رہنے میں دس فائدے ہیں۔ جسمانی صحت' دل کی صفائی' طبیعت کی ہشاشی بشاشی' یعنی چستی' دل کی نرمی طبیعت میں انکسار و عجز' تکبر وغرور کا ٹوٹنا' گناہوں کی کمی' درمیانی درجہ کی نیند' عبادات کا شوق' ذکر الٰہی میں لذت وذوق وغیرہ (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَّتَجَشَّأُ فَقَالَ اَقْصِرْ مِنْ جُشَآءِكَ فَاِنَّ اَطْوَلَ النَّاسِ جُوْعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَطْوَلُهُمْ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا ۔

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ نَحْوَهٗ)

(۴۹۶۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ڈکاریں لیتے سنا ۱؎ تو فرمایا کہ اپنی ڈکاریں کم لیں ۲؎ کیونکہ قیامت کے دن لوگوں میں بڑا بھوکا وہ ہوگا' جو دنیا میں بہت زیادہ شکم سیر ہونیوالا ہو ۳؎ (شرح سنہ) اور ترمذی نے اس کی مثل روایت کی۔

(۴۹۶۰) ۱؎ یہ صاحب حضرت وہب ابن عبداللہ یا وہب ابن ابوجحیفہ سوائی تھے۔ بہت لمبی لمبی ڈکاریں لے رہے تھے کھانے سے سیر ہو کر آئے تھے ۲؎ یعنی تھوڑا کھایا کرو تا کہ ڈکاریں تھوڑی اور چھوٹی آئیں۔ اس کے بعد انہوں نے پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا ۳؎ یعنی دنیا میں بہت کھانے والے قیامت میں بہت کم اعمال لے کر آئیں گے۔ کیونکہ ان کے وقت کا زیادہ حصہ تو کھانا کھانے ہضم کرنے ہضم نہ ہونے کی صورت میں علاج معالجہ میں گزرا اعمال کب کرتے شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر:-

اندروں از طعام خالی دار تا درو نور معرفت بینی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

حریص دنیا کے اوقات دو کاموں میں خرچ ہوتے ہیں' دنیا کمانا' اور کمائی دنیا کی حفاظت کرتے رہنا' اسے رب کی طرف دھیان کرنے کا وقت بہت کم ملتا ہے۔

وَعَنْ كَعْبِ بْنِ عِيَاضٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ فِتْنَةً وَّفِتْنَةُ اُمَّتِي الْمَالُ .(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۴۹۶۱) روایت ہے حضرت کعب ابن عیاض سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا' کہ ہر امت کا کوئی فتنہ ہے' اور میری امت کا فتنہ مال ہے[1] (ترمذی)

(۴۹۶۱) [1] یعنی گزشتہ امتوں کی آزمائشیں مختلف چیزوں سے ہوئیں' میری امت کی سخت آزمائش مال سے ہوگی' رب تعالیٰ مال دے کر آزمائے گا' کہ یہ لوگ اب میرے رہتے ہیں' یا نہیں' اکثر لوگ اس امتحان میں ناکام ہوں گے' کہ مال پاکر غافل ہو جائیں گے' اس کا تجربہ برابر ہو رہا ہے' اکثر قتل' غارت' غفلت' مال کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ستر فیصدی گناہ مال کی بنا پر ہوتے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُجَآءُ بِابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَاَنَّهٗ بَذَجٌ فَيُوْقَفُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَعْطَيْتُكَ وَخَوَّلْتُكَ وَاَنْعَمْتُ عَلَيْكَ فَمَا صَنَعْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَكْتُهٗ اَكْثَرَ مَا كَانَ فَارْجِعْنِيْ اٰتِكَ بِهٖ كُلِّهٖ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَرِنِيْ مَا قَدَّمْتَ فَاِذَا عَبْدٌ لَّمْ يُقَدِّمْ خَيْرًا فَيُمْضٰى بِهٖ اِلَى النَّارِ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَضَعَّفَهٗ)

(۴۹۶۲) روایت ہے حضرت انس سے' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی' فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن انسان بھیڑ کے بچے کی طرح لایا جائے گا تو اسے بارگاہ الٰہی میں کھڑا کیا جائے گا[1] تب رب تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ میں نے تجھے عطائیں دیں' تجھے لونڈی غلام بخشے' اور تجھ پر بہت انعام کیے[2] تو تو نے کیا کیا[3] تو وہ عرض کرے گا' یارب میں نے وہ جمع کیں' اور انہیں بڑھایا' اور جتنا تھا' اسے زیادہ کرکے چھوڑ آیا[4] مجھے لوٹا دے' کہ میں تیری بارگاہ میں وہ سارا لے آؤں[5] اس سے رب تعالیٰ فرمائے گا کہ مجھے دکھا تو نے آگے کیا بھیجا؟ وہ ایسا بندہ ہوگا جس نے کوئی بھلائی آگے نہ بھیجی ہوگی[6] تو اسے آگ کی طرف لے جایا جائے گا۔ (ترمذی) اور اسے ضعیف فرمایا۔

(۴۹۶۲) [1] یہاں انسان سے مراد غافل مالدار آدمی ہے' جیسے کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے' لائے جانے سے مراد حساب و کتاب کیلئے بارگاہ الٰہی میں پیش کیا جانا ہے' اللہ کے مقبول بندے بڑی عزت و احترام سے لائے جائیں گے' رب تعالیٰ فرماتا ہے: يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا (۸۶،۸۵:۱۹) جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکیں گے پیاسے۔ (کنزالایمان) لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں [2] اعطیت' خولت' انعمت قریباً ہم معنی ہیں' یہاں فرق یوں ہے کہ میں نے تجھے دنیا کا مال و متاع دیا' تجھے لونڈی غلام بخشے' اور تجھ پر کتاب و انبیاء کرام بھیجے' (مرقات) اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ انعام سے مراد دنیاوی نعمتیں ہیں' [3] یعنی تو نے ان نعمتوں کا شکریہ کیا ادا کیا؟ خیال رہے کہ ہر نعمت کا شکریہ علیحدہ ہے' اس کی تفصیل ہماری تفسیر نعیمی دوسرے پارے وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (۱۵۲:۲) اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔ (کنزالایمان) کے ماتحت دیکھو۔ اعضاء کا شکریہ بدنی عبادات ہیں۔ مال کا شکریہ صدقات و خیرات قرآن مجید وغیرہ ایمانیات کا شکریہ ان پر عمل کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کرم نوازیوں کا شکر حضور کی سنتوں پر عمل' آپ سے عشق و محبت' کثرت

https://archive.org/details/@madni_library

سے درود شریف پڑھنا ہے' محسن کو دعائیں دینا بھی شکریہ ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' شعر:-

چونکہ ذاتش ہست محتاج الیہ زاں سبب فرمود حق صلوا علیہ

۴؎ یہ ہے غافل کی سوانح عمری' محنت سے جوڑنا' مشقت سے حفاظت کرنا' حسرت سے چھوڑنا' یہ گفتگو اس سے ہے جس نے دنیا میں مال وزکوۃ' فطرانہ' قربانی ادا نہ کی۔ سب کا سب جمع ہی کیا' حقوق اللہ اور حقوق الناس کا خیال نہ کیا۔ اب کہے گا کہ مجھے موقع دے کہ وہ سارا مال تیری بارگاہ میں حاضر کردوں تو قبول فرمالے حالانکہ اب عمل کا وقت نہیں رہا۔ ۵؎ یعنی دنیا میں تو نے صدقہ وخیرات کتنی کی؟ جو کہ تجھے آج کے دن کام آجاتی' یہ جگہ عمل کی نہیں' نہ یہ وقت عمل کا ہے اب تو کئے ہوئے کا حساب دو۔ ۶؎ اس جملہ نے گزشتہ پوری حدیث کی شرح لکھ دی' کہ یہاں اس شخص کا ذکر ہے جو فاسق وفاجر تھا' زکوۃ وخیرات وحقوق ادا نہ کرتا تھا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَا یُسْاَلُ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنَ النَّعِیْمِ اَنْ یُّقَالَ لَهٗ اَلَمْ نُصِحَّ جِسْمَكَ وَنُرْوِكَ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۴۹۶۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت میں نعمتوں کے متعلق بندے سے پہلا سوال جو ہوگا وہ یہ ہے کہ اس سے کہا جائے گا ۱؎ کہ کیا ہم نے تیرے جسم کو صحت نہیں بخشی' اور کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیر نہیں کیا ۲؎ (ترمذی)

(۴۹۶۳) ۱؎ یعنی دوسری نعمتوں کے مقابلہ میں ان نعمتوں کا حساب پہلے ہوگا' لہٰذا ان احادیث کے خلاف نہیں' کہ پہلے نماز کا حساب ہوگا' یا پہلے ناحق خون کا حساب ہوگا' اولیت بہت قسم کی ہے۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ دنیاوی نعمتوں میں سب سے اعلیٰ نعمت تندرستی ہے' کہ تمام نعمتیں اس کے ذریعہ استعمال ہوتی ہیں' پھر ٹھنڈا پانی اس کی قدر موسم گرما کے روزوں میں معلوم ہوتی ہے۔ پانی خود نعمت ہے۔ ٹھنڈا پانی نعمت پر نعمت ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یُسْاَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِیْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِیْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَیْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِیْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِیْمَا عَلِمَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

(۴۹۶۴) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی' فرمایا قیامت کے دن انسان کے قدم نہ ہٹیں گے' حتی کہ اس سے پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا ۱؎ اس کی عمر کے بارے میں کہ کس چیز میں خرچ کی' اور اس کی جوانی کے متعلق کہ کاہے میں گزاری ۲؎ اس کے مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا ۳؎ اور اس میں عمل کیا کیا جو جانا ۴؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۴۹۶۴) ۱؎ یعنی قیامت کے دن پانچ چیزوں کا حساب دیئے بغیر انسان بارگاہ الٰہی سے نہیں ہٹ سکتا۔ ان پانچوں میں اگر رہ گیا تو سزا کا مستحق ہوا' اگر ان سے نکل گیا' تو جنت میں پہنچے گا۔ ۲؎ اگرچہ عمر میں جوانی بھی آگئی تھی' مگر چونکہ جوانی میں نیک وبد اعمال زیادہ کئے جاسکتے ہیں' کہ اس وقت ساری قوتیں اپنے کمال پر ہوتی ہیں' اس لئے جوانی کے متعلق خاص سوال ہوگا' اسی لئے حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ جو جوانی میں عبادت کرے ... عرش الٰہی ... ہوگا' ... کہ ... میدان ... گرمی ... پہنچے گا' جوانی کی عبادت بڑی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

قدر کی چیز ہے۔شعر:-

کر جوانی میں عبادت، کاہلی اچھی نہیں ہے بڑھاپا بھی غنیمت، جب جوانی جاچکی

جب بڑھاپا آگیا کچھ بات بن پڑتی نہیں یہ بڑھاپا بھی نہ ہوگا، موت جس دم آگئی

۳؎ یعنی مال کے متعلق دو سوال ہوں گے، ایک یہ کہ کہاں سے حاصل کیا، حلال ذریعہ سے یا حرام سے کس مقام پر خرچ کیا، طاعت میں یا معصیت میں مبارک ہے وہ مال جو اچھی راہ سے آئے اور اچھی راہ پر خرچ ہوجائے، اگر بارش کا پانی پرنالہ سے نہ نکالا جائے تو چھت توڑ دیتا ہے، ۴؎ ابن عساکر نے حضرت ابوالدرداء سے روایت کی، کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے قیامت میں سوال ہوگا، کہ تم عالم تھے یا نرے جاہل؟ اگر تم نے کہا کہ میں عالم تھا تو حکم ہوگا، کہ اپنے علم پر عمل کیا کیا؟ اور اگر تم نے کہا کہ جاہل تھا، تو فرمایا جائے گا، کہ تم جاہل کیوں رہے؟ تمہیں کیا عذر تھا۔علم سے مراد علم دین ہے لہٰذا انسان کو چاہیے کہ علم دین سیکھے، اور نیک عمل کرے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَہٗ اِنَّکَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِّنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَہٗ بِتَقْوٰی ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

(۴۹۶۵) روایت ہے حضرت ابوذر سے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم کسی سرخ یا کالے سے بہتر نہیں ۱؎ مگر یہ کہ تم اس سے تقویٰ میں بڑھ جاؤ ۲؎ (احمد)

(۴۹۶۵) ۱؎ سرخ سے مراد عربی ہے، کالے سے مراد عجمی، یا سرخ مولیٰ ہے، کالا غلام، یا سرخ رومی ہے، کالا حبشی، یا امیر سرخ، غریب کالا، یعنی تم ملک، مال وغیرہ کی وجہ سے دوسروں پر افضل نہیں ہوسکتے، افضلیت کسی اور ہی چیز سے ہے ۲؎ سیاہ فام مومن ہزار سرخ سفید کافروں سے افضل ہے، سیاہ فام متقی ہزار ہا سفید بدکاروں سے افضل ہے۔شعر:-

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد

رام نام کشٹے بھلے کہ ٹپ ٹپ ٹپکے جام وادروں کنجن دیھہ کو کم جس مکھ ناہیں رام

یہ کہا جاچکا ہے کہ تقویٰ کے چار درجے ہیں۔تقویٰ عامہ یعنی ایمان، تقویٰ خاصہ حرام چیزوں سے بچنا تقویٰ خاص الخاص مشکوک چیزوں سے بچنا۔تقویٰ خاص الخواص غفلت سے بچنا۔ہر تقویٰ کو اس پر بزرگی ہے جو اس سے خالی ہو لہٰذا کافر سے مومن افضل فاسق سے متقی افضل۔غافل سے بیدار افضل یہ فرمان عالی بہت ہی وسیع ہے۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا زَاھَدَ عَبْدٌ فِی الدُّنْیَا اِلَّا اَنْبَتَ اللّٰہُ الْحِکْمَۃَ فِیْ قَلْبِہٖ وَاَنْطَقَ بِھَا لِسَانَہٗ وَبَصَّرَہٗ عَیْبَ الدُّنْیَا وَدَآءَ ھَا وَدَوَآءَ ھَا وَاَخْرَجَہٗ مِنْھَا سَالِمًا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ ۔ (رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۴۹۵۶) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں بے رغبتی کرتا کوئی بندہ دنیا میں ۱؎ مگر اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت اگا دیتا ہے، اور اس سے اس کی زبان میں گویائی دیتا ہے ۲؎ اور اس دنیا کے عیب اس کی بیماریاں اور ان کا علاج دکھا دیتا ہے ۳؎ اور اسے دنیا سے جنت کی طرف سلامت نکالے گا ۴؎ (بیہقی، شعب الایمان)

https://archive.org/details/@madni_library

(۴۹۶۶)؎ یہاں زُہد سے مراد دنیا میں دل نہ لگانا ہے۔اگرچہ لاکھوں کا مالک ہومگر دل یار سے لگا ہوتو وہ زہد ہی ہے۔بعض شارحین نے فرمایا کہ حاجت سے زیادہ مال سے بے رغبت ہونا زہد ہے۔مرقات نے اسی کو اختیار کیا ؎۲ یعنی ایسے شخص کو اللہ تعالٰی چند نعمتیں عطا فرماتا ہے: ایک یہ کہ اس کے دل میں علم ومعرفت کے چشمے پھوٹیں گے دوسرے یہ کہ اس کی زبان پُر تاثیر ہوگی۔اس سے ہمیشہ حق بات نکلے گی اور اس میں تاثیر ہوگی ؎۳ یعنی قدرتی طور پر اسے دنیا کے عیوب معلوم ہوا کریں گے اور ان عیوب سے بچنے کا طریقہ بھی وہ قدرتی طور پر معلوم کرلیا کرے گا۔وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ لو۔یہ فرمان ایسے ہی لوگوں کیلئے ہے ؎۴ یعنی انشاء اللہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور اسے داخلہ جنت کا نصیب ہوگا۔اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ جو دنیا میں راغب ہوگا اس کا حال اس کے برعکس ہوگا ؎۵ اس طرح کہ دوسرے اعضاء کو دنیا میں بھی صرف کیا مگر دل میں اللہ رسول کے سواء کوئی چیز نہ رکھی۔مکان کے دوسرے کمرے سامان کیلئے ہوتے ہیں مگر مالک کا آرام کمرہ صرف مالک کی خلوت گاہ ہوتا ہے۔وہاں کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہوتی‘ ہمارا دل ربّ کی خاص جلوہ گاہ ہے۔جنت ہمارا گھر ہے جہاں سے ربّ نے ہمارے دشمن کو نکال دیا۔ہمارے دل ربّ تعالٰی کا گھر ہیں افسوس ہے کہ ہم اس میں شیطان کو بسائیں۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَخْلَصَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ لِلْاِيْمَانِ وَجَعَلَ قَلْبَهٗ سَلِيْمًا وَلِسَانَهٗ صَادِقًا وَنَفْسَهٗ مُطْمَئِنَّةً وَّخَلِيْقَتَهٗ مُسْتَقِيْمَةً وَّجَعَلَ اُذُنَهٗ مُسْتَمِعَةً وَّعَيْنَهٗ نَاظِرَةً فَاَمَّا الْاُذُنُ فَقَمِعٌ وَّاَمَّا الْعَيْنُ فَمُقِرَّةٌ لِمَا يُوْعِي الْقَلْبُ وَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ جَعَلَ قَلْبَهٗ وَاعِيًا ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۹۶۷) روایت ہے انہی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کامیاب ہوگیا وہ جس نے اپنے دل کو ایمان کے لئے اللہ سے خالص کیا ہے اور اپنے دل کو سلامت رکھا ؎۱ اور اپنی زبان کو سچا‘ اپنے دل کو مطمئن ؎۲ اور اپنی طبیعت کو سیدھا رکھا اور اپنے کان کو سننے والا‘ اپنی آنکھ کو دیکھنے والا بنایا ؎۳ لیکن کان تو وہ چین کی خبر ہے ؎۴ اور لیکن آنکھ تو وہ اس چیز کو قائم کرنے والی ہے‘ جسے دل حفاظت کرتا ہے‘ ؎۵ کامیاب ہوگیا وہ جس نے اپنے دل کو حفاظت کرنے والا بنایا ؎۶ (احمد‘ بیہقی‘ شعب الایمان)

(۴۹۶۷)؎ یعنی دل کو دل کی بیماریوں حسد‘ کینہ‘ بغض‘ بدعقیدگیوں اور غفلت کی چیزوں سے سلامت رکھا۔ربّ فرماتا ہے: اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (۲۶‘۸۹) (کنزالایمان) صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ سلیم کے معنی ہیں سانپ کا ڈسا ہوا‘ دل وہ ہی پیارا ہے جسے عشق مولٰی کے سانپ نے ڈس کر دنیا سے مردہ کردیا ؎۲ نفس مطمئنہ وہ ہے جو اللہ کی محبت اس کی اطاعت سے سرشار ہو۔طبیعت سیدھی وہ ہے جو تکلیف وآرام کسی حال میں یار کے دروازے سے نہ ہٹے۔دنیا کی کوئی ہوا اسے جنبش نہ دے سکے ؎۳ یعنی اپنے کان سے یار کی بات سنے آنکھ سے قدرت کے نظارے کرے۔شعر:-

تجھی کو دیکھنا تیری ہی سننا تجھ میں گم ہونا
حقیقت معرفت اہل طریقت اس کو کہتے ہیں

؎۴ قمع قاف کے فتحہ میم کے کسرہ سے برتن کے ڈھکنے میں رکھی ہوئی چیز یا برتن کا منہ کہ برتن میں جو چیز جاتی ہے اس کے منہ سے جاتی ہے۔جو نکلتی ہے اس کے منہ سے نکلتی ہے یعنی کان دل کا راستہ ہے۔اس راستہ سے اچھی باتیں دل تک پہنچتی ہیں ؎۵ یعنی آنکھ دل کا دوسرا راستہ ہے کہ اس کے ذریعہ دل تک چیزیں پہنچتی ہیں۔محبوب کو آنکھ دیکھتی ہے تو دل محبت کرتا ہے۔کسی نے کیا ہے۔شعر:-

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

دیکھا جو حسن یار طبیعت مچل گئی
آنکھوں کا تھا قصور چھری دل پہ چل گئی

مطلب یہ ہے کہ جسے دل محفوظ رکھتا ہے اسے آنکھ ہی تو دل میں ثابت کرتی ہے۔ وہاں تک پہنچاتی ہے۔ لہٰذا اپنے کان، اور آنکھ کو صاف و پاک رکھو تاکہ ان راستوں سے دل تک اچھی چیزیں ہی پہنچا کریں ۶؎ القلب یا تو پیش سے ہے یعنی جس کے دل کو اللہ کی طرف سے محافظ بنایا گیا یا فتحہ سے ہے یعنی جس نے اپنے دل کو محفوظ بنایا کہ دل میں اللہ اور رسول اللہ کی محبت اس کی اطاعت کا جذبہ محفوظ رکھا نیز بزرگوں کی وعظ و نصیحت یاد رکھی۔ ایسے قلب کو یقین سے ترقی ہو کر عین الیقین بلکہ حق الیقین عطا ہوتا ہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ (۱۵؍۹۹) اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔ (کنزالایمان) مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں یقین سے مراد موت ہے کہ وہ یقینی چیز ہے نیز موت سے ہر کافر کو اسلام کی حقانیت کا یقین ہو جاتا ہے۔

وَعَنۡ عُقۡبَةَ بۡنِ عَامِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيۡتَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُعۡطِى الۡعَبۡدَ مِنَ الدُّنۡيَا عَلٰى مَعَاصِيۡهِ مَا يُحِبُّ فَاِنَّمَا هُوَ اسۡتِدۡرَاجٌ ثُمَّ تَلَا رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ اَبۡوَابَ كُلِّ شَىۡءٍ حَتّٰى اِذَا فَرِحُوۡا بِمَا اُوۡتُوۡا اَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً فَاِذَا هُمۡ مُّبۡلِسُوۡنَ ۔ (رَوَاهُ اَحۡمَدُ)

(۴۹۶۸) روایت ہے حضرت عقبہ ابن عامر سے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی' فرمایا جب تم دیکھو کہ اللہ تعالٰی کسی بندے کو اس کے گناہوں کے باوجود دنیا دے رہا ہے' جو بھی وہ بندہ چاہتا ہے' تو یہ ڈھیل ہے ۱؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی کہ جب وہ بھول گئے جن کی انہیں نصیحت کی گئی تھی' تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے' حتی کہ جب وہ لوگ دیئے ہوئے پر خوش ہو گئے تو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا' تو وہ مایوس ہو گئے ۲؎ (احمد)

(۴۹۶۸) ۱؎ یعنی اگر کوئی بندہ گناہ کرتا رہے مگر حق تعالٰی کی طرف سے بجائے پکڑ کے نعمتیں ملتی رہیں تو یہ نعمتیں نہیں بلکہ عذاب ہیں کہ اگر پہلی بار ہی اس کی پکڑ ہو جاتی تو یہ توبہ کر لیتا مگر یہ سمجھا کہ میرے اس گناہ سے رب راضی ہے پھر اور زیادہ گناہ کرتا ہے۔ حتی کہ گناہوں میں حد سے بڑھ کر کافر ہو جاتا ہے۔ پھر پکڑا جاتا ہے۔ جیسے فرعون کا حال ہوا۔ استدراج کے معنی ہیں سیڑھی پر چڑھانا' درجہ سیڑھی کے ڈنڈے کو کہتے ہیں۔ چونکہ مہلت سے بندہ گناہوں میں ایسی ترقی کرتا ہے جیسے آدمی سیڑھی پر چڑھتا ہے۔ اس لئے مہلت کو استدراج کہا جاتا ہے۔ ربّ فرماتا ہے: سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَيۡثُ لَا يَعۡلَمُوۡنَ (۷؍۱۸۲) جلد ہم انہیں آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی۔ (کنزالایمان) ۲؎ اس آیت میں گزشتہ کافر قوموں کا ذکر ہے۔ جیسے قوم فرعون وغیرہ۔

وَعَنۡ اَبِىۡ اُمَامَةَ اَنَّ رَجُلًا مِّنۡ اَهۡلِ الصُّفَّةِ تُوُفِّىَ وَتَرَكَ دِيۡنَارًا فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ كَيَّةٌ قَالَ ثُمَّ تُوُفِّىَ اٰخَرُ فَتَرَكَ دِيۡنَارَيۡنِ فَقَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ كَيَّتَانِ ۔ (رَوَاهُ اَحۡمَدُ وَالۡبَيۡهَقِىُّ فِىۡ شُعَبِ الۡاِيۡمَانِ)

(۴۹۶۹) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے کہ صفہ والوں میں سے ۱؎ ایک شخص نے وفات پائی اور ایک دینار چھوڑا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک داغ ۲؎ فرماتے ہیں کہ پھر دوسرے شخص نے وفات پائی تو اس نے دو دینار چھوڑے' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو داغ ۳؎ (احمد' بیہقی' شعب الایمان)

(۴۹۶۹) ۱؎ صفہ جنے ہوئے چبوترہ کو کہتے ہیں۔ جب قبلہ بیت المقدس تھا تو یہی جگہ مسجد تھی۔ تبدیلی قبلہ پر یہ جگہ ویسی ہی چھوڑ

https://archive.org/details/@madni_library

دی گئی اور مسجد کی توسیع کردی گئی۔اب اس جگہ علم دین سیکھنے والے تارک الدنیا صحابہ رہنے لگے جن کے گھر بار اولاد مال وغیرہ کچھ نہ تھا یہ حضرات اکثر ساٹھ ستر کے درمیان رہتے تھے۔کبھی اس سے کم وبیش انہوں نے اپنے کو علم دین سیکھنے حضور انور کی صحبت شریف میں رہنے کیلئے وقف کیا ہوا تھا۔انہیں میں حضرت ابوہریرہ بھی تھے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خرچ وغیرہ کے کفیل تھے۔ایک پیالہ دودھ وغیرہ کے معجزات انہیں حضرات پر ظاہر ہوئے تھے۔شعر:

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

حضور انور کو حکم الٰہی تھا کہ ان کے ساتھ رہا کرو(قرآن مجید)حضور ان سے فرماتے تھے کہ میں بھی تم میں سے ہوں اور آخرت میں تم میرے ساتھ ہوگے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ صوفی اس صفہ سے بنا ہے یعنی چبوترے پر رہنے والے(اشعہ) یہاں اہل صفہ فرمایا اصحاب رسول اللہ نہ فرمایا کہ صفہ والے تارک الدنیا تھے۔یعنی ایک دینار ان اہل صفہ کے نام پر ایک دھبہ ہے کہ اہل صفہ تارک الدنیا ہونے چاہئیں تھے پھر انہوں نے یہ دینار بھی کیوں رکھا۔لہذا حدیث واضح ہے اس سے نہ تو مالدار صحابہ پر اعتراض ہوسکتا ہے نہ خود ان وفات یافتہ حضرات پر۳ یعنی اس شخص نے دو دینار چھوڑ کر اپنے نام اہل صفہ پر دو دھبے لگائے کہ دعوی ہے ترک دنیا کا اور عمل یہ ہے کہ دو دینار پاس ہیں خیال رہے کہ بعض لوگوں کے لیے مالداری اچھی ہوتی ہے کہ اس سے وہ شاکر بن جاتے ہیں اور بعض کے لئے غریبی بہتر کہ اس سے وہ صابر رہتے ہیں۔اہل صفہ اس دوسری جماعت سے تھے لہذا یہ فرمان نہایت ہی موزوں ہے جیسے بعض کیلئے جلوت افضل ہے اور بعض کیلئے خلوت بہتر۔یہاں(مرقات) نے فرمایا کہ ان حضرات کا صفہ میں رہنا گویا اپنے کو فقیر ظاہر کرنا تھا۔لوگ انہیں فقیر سمجھ کر خیرات وصدقات دیتے تھے۔تو یہ لوگ قال سے نہیں بلکہ حال سے سوالی تھے۔اور جس کے پاس ایک یا دو دینار ہوں اسے سوال حرام ہے بلکہ سوال سے حاصل کیا ہوا مال بھی اسے درست نہیں جو مالدار فقیروں کا سا لباس رکھے یا جو جاہل عالموں کی سی وضع بنائے جو غیر صوفی صوفیانہ رنگ میں رہے۔پھر لوگ اسے فقیر یا عالم یا صوفی سمجھ کر نذرانے دیں۔وہ نذرانے اس کیلئے حرام ہیں(مرقات) مگر فقیر کے نزدیک پہلی توجیہ جو اشعۃ اللمعات نے بیان فرمائی بہت ہی قوی ہے کیونکہ حضرات صحابہ سارے ہی عادل ہیں۔کوئی فاسق نہیں اور حرام کام یا حرام خوری کا مرتکب فاسق ہوتا ہے۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى خَالِهٖ اَبِىْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ يَعُوْدُهٗ فَبَكٰى اَبُوْهَاشِمٍ فَقَالَ مَايُبْكِيْكَ يَاخَالِ اَوَجَعٌ يُشْئِزُكَ اَمْ حِرْصٌ عَلَى الدُّنْيَا قَالَ كَلَّا وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَيْنَا عَهْدًا لَّمْ اٰخُذْبِهٖ قَالَ وَمَا ذٰلِكَ قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اِنَّمَا يَكْفِيْكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَّمَرْكَبٌ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاِنِّىْ اُرَانِىْ قَدْ جَمَعْتُ .

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِىُّ وَالنَّسَائِىُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۴۹۷۰) روایت ہے حضرت معاویہ سے کہ وہ اپنے ماموں سے کہ وہ اپنے ماموں ابی ہاشم کے پاس ان کی بیمار پرسی کیلئے گئے تو ابوہاشم رونے لگے۱ انہوں نے کہا کہ اے ماموں کیا تکلیف تمہیں پریشان کررہی ہے یا دنیا کی حرص۲ وہ بولے ہرگز نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک عہد لیا تھا میں نے وہ اختیار نہ کیا۳ پوچھا وہ عہد کیا ہے؟ فرمایا میں نے حضور کو فرماتے سنا کہ تمہیں مال جمع کرنے میں ایک خادم اور ایک سواری وہ بھی اللہ کی راہ کیلئے ہو کافی ہے۴ اور میں اپنے کو دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جمع کیا ہے(احمد ترمذی نسائی اور ابن ماجہ)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۴۹۷۰) ا؎ آپ کے حالات ابھی کچھ پہلے عرض کئے گئے آپ عتبہ کے بیٹے ہیں۔ ہندہ بنت عتبہ آپ کی بہن ہیں اور امیر معاویہ کی والدہ تو آپ امیر معاویہ کے ماموں ہوئے آپ کی یہ مرض مرض وفات تھی۔ غالبًا آپ امیر معاویہ کو دیکھ کر رو پڑے تھے پہلے سے نہیں رو رہے تھے۔ ۲؎ یشئز بنا ہے شاذ سے بمعنی قلق اور دل کی بے چینی' بیقراری' یعنی آپ کا یہ رونا مجھے بے قراری کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے' اگر بے قراری مرض کی تکلیف سے ہے تو طبیب کو بلاتے ہیں' اور اگر اپنی غریبی سے ہے تو جتنا مال چاہیے ہم حاضر کردیتے ہیں۔ امیر معاویہ کی سخاوت تو مشہور ہے' اس کے متعلق ہماری کتاب ''امیر معاویہ پر ایک نظر'' کا مطالعہ کرو۔ ۳؎ یہ فرمان حضرات صحابہ کی انتہائی انکساری کا ہوتا تھا' ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانوں پر جیسا عمل حضرات صحابہ نے کیا اس کی مثال گزشتہ انبیاء کرام کے اصحاب میں نہیں ملتی ۴؎ حضور انور کا یہ عہد ساری امت سے ہے' اور اس میں ترک دنیا کی رغبت ہے' یعنی اگر تمہارے پاس اس کے سوا اور کوئی مال نہ ہو' تو غم نہ کرو' کہ اتنا مال کافی ہے' لہٰذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسلمان کیلئے مال رکھنا ہی حرام ہے' ورنہ پھر زکوۃ' فطرانہ' قربانی' حج' عمرہ وغیرہ عبادات کیسے ادا ہوں گی۔ ۵؎ یعنی میرے پاس ان چیزوں سے زیادہ مال ہے' آپ کا یہ رونا' اس پر افسوس کرنا بھی عبادت ہے' کہ یہ گریہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں ہے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا ہر قول پیارا معلوم ہوتا ہے' جب وہ یاد آتے ہیں' تو آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔

وَعَنْ اُمِّ الدَّرْدَآءِ قَالَتْ لِاَبِیْ الدَّرْدَآءِ مَالَكَ لَا تَطْلُبُ كَمَا يَطْلُبُ فُلَانٌ فَقَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَمَامَكُمْ عَقَبَةً كَئُوْدًا لَا يَجُوْزُهَا الْمُثْقِلُوْنَ فَاُحِبُّ اَنْ اَتَخَفَّفَ لِتِلْكَ الْعَقَبَةِ ۔

(۴۹۷۱) روایت ہے حضرت ام درداء سے فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت ابوالدرداء سے کہا کہ آپ کا کیا حال ہے کہ آپ کمائی نہیں کرتے جیسی فلاں کرتا ہے ا؎ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تمہارے لئے سخت پہاڑ ہیں ۲؎ جنہیں بوجھل لوگ طے نہ کرسکیں گے' ۳؎ میں چاہتا ہوں کہ ان پہاڑوں کیلئے ہلکا ہوں ۴؎

(۴۹۷۱) ا؎ فلاں سے مراد دوسرے حضرات ہیں' مال والے یعنی آپ طلب مال کیلئے دوسروں کی طرح کوشش کرکے مالدار کیوں نہیں بن جاتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ دوسروں کی طرح حضور انور سے تم مال کیوں نہیں مانگتے۔ حضور تو ایک ہاتھ اٹھا کر غنی کردیتے ہیں۔ شعر:-

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کردیا   موج بحر سخاوت پہ لاکھوں سلام

۲؎ یہاں پہاڑ سے مراد موت' قبر' حشر کی مشکلات ہیں جن سے گزرنا بہت ہی مشکل ہے مگر اس پر آسان ہے جس پر اللہ کرم کرے ۳؎ یعنی مال' حال' عزت و جاہ کے طالبین ان پہاڑوں کو بہ آسانی طے نہ کرسکیں گے۔ سفر میں جتنا بوجھ زیادہ اتنی ہی تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ دنیا میں پھنسے ہوئے آدمی کو مرتے وقت نزع کی تکلیف کے علاوہ دنیا چھوٹنے کا غم ہوتا ہے۔ جو بہت تکلیف کا باعث ہے ۴؎ یعنی میں چاہتا ہوں کہ میرے پاس مال کم ہو تا کہ میرا حساب بھی کم ہو۔ اسی لئے فقراء بمقابلہ امیروں کے جنت میں پہلے جائیں گے۔ وہ تو عرض کریں گے ایک سوٹا ایک لنگوٹا۔ شعر:-

دیا جو تو نے کھایا پیا چلے آئے   گدا سے کیسا حساب و کتاب ہوتا ہے

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مِنْ اَحَدٍ يَّمْشِيْ عَلَى الْمَآءِ اِلَّا ابْتَلَّتْ قَدَمَاهُ قَالُوْا لَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ كَذٰلِكَ صَاحِبُ الدُّنْيَا لَايَسْلَمُ مِنَ الذُّنُوْبِ ۔ (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۹۷۲) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا کوئی ایسا ہے جو پانی پر چلے' اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں' ا لوگوں نے عرض کیا نہیں' یارسول اللہ' فرمایا یوں ہی دنیا دار گناہوں سے محفوظ نہیں رہتا' ۲ ان دونوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا۔

(۴۹۷۲) ا نہایت نفیس تشبیہ ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ انسان پانی میں چلے اور اس کے پاؤں نہ بھیگیں' پاؤں تو ضرور بھیگیں گے' ۲ یہاں دنیا دار سے مراد دل میں دنیا کی محبت رکھنے والا ہے۔محبت دنیا تمام گناہوں کی جڑ ہے یا دنیا سے مراد وہ دنیا ہے جو انسان کو اللہ تعالٰی سے غافل کردے دنیا صفر ہے۔آخرت عدد۔اگر صفر اکیلا ہو بغیر عدد کے تو خالی ہے۔اگر عدد سے مل جائے تو اسے دس گنا کردیتا ہے۔ابوجہل کی دنیا گناہوں کی جڑ تھی اور آخرت سے الگ۔حضرت سلیمان وعثمان غنی کی دنیا دین کے ساتھ تھی لہذا نیکیوں کی جڑ تھی۔ اللہ تعالٰی ابوجہل وقارون کی دولت سے ہر مسلمان کو بچائے حضرت عثمان کے خزانہ سے عطیہ دے۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ اَجْمَعَ الْمَالَ وَاَكُوْنَ مِنَ التَّاجِرِيْنَ وَلٰكِنْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِيْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ اَبِيْ مُسْلِمٍ)

(۴۹۷۳) روایت ہے حضرت جبیر ابن نفیر سے' ارسالاً ا فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے یہ وحی نہیں کی گئی کہ مال جمع کروں' اور تاجروں میں سے ہو رہوں ۲ لیکن مجھے یہ وحی کی گئی ہے کہ اپنے رب کی تسبیح بولوں اور سجدہ کرنے والوں میں ہوؤں' اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو' حتٰی کہ تم کو موت آجائے۔(شرح سنہ' ابونعیم حلیہ بروایت ابی مسلم) ۳

(۴۹۷۳) ا آپ قبیلہ بنی حضرم سے ہیں۔آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر خلافت صدیقی میں ایمان لائے۔۷۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی لہذا یہ حدیث مرسل ہے کہ اس میں صحابی کا ذکر نہیں۔حضرت جبیر سے جو کہ تابعی ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۲ یعنی میری زندگی کا مقصد تجارت اور مال جمع کرنا نہیں۔میری زندگی کا مقصد تبلیغ نبوت اور اللہ کی اطاعت ہے اپنے پاس بقدر ضرورت کبھی مال رکھنا تجارت کرنا اسی کے تابع ہے۔لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح خیبر کے بعد ازواج پاک کو سال بھر کا خرچ عطا فرمادیتے تھے یا یہ کہ حضور انور نے تجارت' بکریاں چرانے کا کام کیا ہے' ظہور نبوت کے بعد حضور نے چیزیں خریدی ہیں فروخت بھی کی ہیں' مگر وہ سب عارضی چیزیں تھیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پاک کا مقصد وہ تھا جو آگے ارشاد ہورہا ہے۔لہذا حضرت عثمان غنی اور دوسرے صحابہ کرام کا تجارتیں کرنا' مال جمع کرنا ممنوع نہیں تھا۔اگر مال جمع نہ کیا جائے تو زکوۃ وحج وعمرہ وغیرہ عبادتیں کیسے کی جاسکتی ہیں۔کام کرنا اور ہے کام میں مشغول ہوجانا کچھ اور۔ ۳ اس آیت کریمہ میں موت آنے تک تسبیح' نماز اور ہر ممکن عبادات کرنے کا حکم ہے۔یقین سے مراد یقینی چیز یعنی موت ہے خدا کرے مرتے وقت تک کوئی نماز' اللہ کا ذکر' مسجد کی حاضری' تکبیر اولٰی' نوافل' کوئی چیز نہ چھوٹے۔حضرات صوفیاء کے نزدیک یقین سے مراد عین الیقین ہے۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ تسبیح ونماز تو عبادات ہیں' اور واعبد ربك میں عبودیت کا حکم ہے۔عبادات اور عبودیت میں بڑا فرق ہے۔عبادت

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

آسان ہے۔ عبودیت مشکل ہے۔ اللہ نصیب کرے۔ ۳؎ ابومسلم خولانی بڑے زاہد عابد و عالم تھے، اور تابعین میں سے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق سے ملاقات کی ہے ۶۲ باسٹھ ہجری میں وفات پائی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَسَعْیًا عَلٰی اَهْلِهٖ وَتَعَطُّفًا عَلٰی جَارِهٖ لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَوَجْهُهٗ مِثْلُ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا مُکَاثِرًا مُفَاخِرًا مُرَائِیًا لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَاَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ)

(۴۹۷۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو حلال روزی تلاش کرے بھیک سے بچنے کیلئے اور اپنے گھر والوں پر کوشش کرے، اپنے پڑوسی پر مہربانی کرنے کیلئے ۱؎ وہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی سے ایسے ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا ۲؎ اور جو حلال دنیا طلب کرے، مال بڑھانے، فخر و تکبر کرنے، دکھلاوے کیلئے، تو وہ اللہ سے ملے گا، حالانکہ وہ اس پر ناراض ہوگا ۳؎ (بیہقی، شعب الایمان، اور ابونعیم، حلیہ)

(۴۹۷۴) ۱؎ یعنی مال کمانا تین مقصدوں کیلئے ہونا چاہیے، اپنی ذات، اپنے بال بچوں اور پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے کیلئے، اور یہ تمام کام اللہ و رسول کی رضا کیلئے ہوں، پہلی دو چیزیں واجب ہیں یعنی خود بھیک سے بچنا، اور بال بچوں کے حقوق ادا کرنا۔ تیسری چیز یعنی پڑوسیوں سے مالی سلوک کرنا یہ مستحب ہے واجب نہیں، مگر ثواب اس پر یقینی ہے ۲؎ یعنی اللہ کی رحمت اور دل کی خوشی کی وجہ سے اس کا چہرہ چمکیلا ہوگا۔ اس حدیث نے گزشتہ احادیث کی شرح کردی کہ وہاں دنیا جمع کرنے اور دنیا کمانے سے ممانعت جو فرمائی گئی ہے وہاں وہ دنیا مراد تھی جو جائز نیت سے نہ ہو، نیت خیر سے دنیا کمانا عبادت ہے کیونکہ یہ بہت سی عبادات کا ذریعہ ہے۔ ۳؎ معلوم ہوا کہ فخر و تکبر کیلئے حلال مال بھی جمع کرنا برا ہے، تو حرام مال اس نیت سے جمع کرنا بدرجہا برا ہے، کہ وہاں مال بھی حرام ہے، نیت بھی حرام۔ بہرحال مال میں تین چیزیں ہوں گی تو مال اچھی چیز ہے، کمائی حلال، خرچ حلال، اور نیت حلال۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْخَیْرَ خَزَآئِنُ لِتِلْكَ الْخَزَآئِنِ مَفَاتِیْحُ فَطُوْبٰی لِعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِّلْخَیْرِ مِغْلَاقًا لِّلشَّرِّ وَوَیْلٌ لِّعَبْدٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ مِفْتَاحًا لِّلشَّرِّ مِغْلَاقًا لِّلْخَیْرِ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۴۹۷۵) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ یہ خیر خزانے ہیں، اور ان خزانوں کی کنجیاں ہیں ۱؎ تو خوشخبری ہو اس بندے کیلئے جسے اللہ تعالٰی نے خیر کی کنجی، اور شر کا بند قفل بنایا ۲؎ اور خرابی ہے اس بندے کی، جسے اللہ تعالٰی نے شر کی کنجی، اور خیر کا بند قفل بنایا ۳؎ (ابن ماجہ)

(۴۹۷۵) ۱؎ یعنی اچھے کام اور اچھی چیزیں بہت سی خوبیوں کے خزانے ہیں، اور بعض انسان خزانوں کی چابیاں ہیں، کہ وہ اچھے ہوجائیں تو دوسرے بھی اچھے ہوجائیں، اگر بادشاہ حکام، علماء، مشائخ متقی ہوجائیں، تو رعایا، شاگرد، مریدین خودبخود متقی بن جائیں، اللہ تعالٰی ہمارے پاکستان کو متقی، پرہیزگار، مومن حکام نصیب کرے، خودبخود دوسرے لوگ متقی بن جائیں گے۔ **الناس علی دین ملوکھم** ۲؎ یعنی وہ شخص خوش نصیب ہے کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو بھلائیاں نصیب ہوں، اور ظلم و ستم بند ہوجائیں، مال، علم بعض کیلئے قرب الٰہی کا ذریعہ ہے، بعض کیلئے دوری کا باعث، قریبًا ہر چیز کا یہی حال ہے، قرب الٰہی کا ذریعہ ہو، تو خیر ہے ورنہ شر ۳؎ یعنی بعض لوگ ایسے شریر ہوتے ہیں کہ ان کے شر سے [illegible] محفوظ نہیں رہتے، وہ لوگ منحوس [illegible] دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگوں [illegible] اار میں برکت ہوجاتی

https://archive.org/details/@madni_library

ہے' ملک آباد' لوگ خوشحال ہوجاتے ہیں' بعض کے برسراقتدار آتے ہی برکتیں ختم ہوجاتی ہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يُبَارَكْ لِلْعَبْدِ فِيْ مَالِهٖ فَجَعَلَهٗ فِي الْمَآءِ وَالطِّيْنِ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

(۴۹۷۶) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندے کے مال میں بے برکتی دی جاتی ہے' تو وہ مال کو پانی اور مٹی میں لگا دیتا ہے[۱] (بیہقی)

(۴۹۷۶) [۱] ان جیسی احادیث کی شرح پہلے ہوچکی' کہ ان میں بلاضرورت عمارتیں بنانا' ان کے گارے چونے میں پیسہ خرچ کرنا مراد ہے' مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے مال میں بے برکتی ڈالنا چاہتا ہے' تو اسے مکان گرانے بنانے کا شوق دیدیتا ہے' اسے اللہ ورسول کی راہ میں خرچ کرنے' حق والوں کے حق ادا کرنے کا خیال ہی نہیں آتا' وہ اس میں لگا رہتا ہے کہ یہ بگاڑو' یہ بناؤ' ضروری عمارات جیسے مسجد' ضرورت کے مکان ودکانیں اس حکم سے خارج ہیں' حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ لاکھوں روپے کے خرچ سے بنائی' حضرت عثمان غنی نے مسجد نبوی پر بہت روپیہ خرچ کیا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا الْحَرَامَ فِي الْبُنْيَانِ فَإِنَّهٗ اَسَاسُ الْخَرَابِ. (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

(۴۹۷۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمارات میں حرام سے بچو[۱] کیونکہ وہ ویرانی کی جڑ ہے[۲] انہیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت فرمایا۔

(۴۹۷۷) [۱] اس فرمان عالی کے دو مطلب ہوسکتے ہیں' ایک یہ کہ عمارت پر خرچ کرنے کیلئے حرام مال جمع نہ کرو' ورنہ اس میں حرام کام ہی ہوا کریں گے' اچھی کمائی کی عمارت میں انشاء اللہ اچھے کام ہی ہوتے ہیں' خراب میں خراب کام' دوسرے یہ کہ حرام عمارتیں نہ بنائے' جیسے ناچ گھر' سنیما گھر' زنا گھر' شراب خانے' بت خانے وغیرہ۔[۲] اس جملہ کے بھی دو مطلب ہوسکتے ہیں' ایک یہ کہ مکانات' عمارات عنقریب ویران ہوجائیں گے' پھر ان کیلئے حرام مال جمع کرکے اپنی آخرت کیوں برباد کرتے ہو؟ دوسرے یہ کہ حرام عمارتیں دین کی خرابی کی جڑیں ہیں' کہ وہاں شرابیں' جوئے' بدمعاشیاں دن رات ہوا کریں گی۔ تم ایسی عمارتیں بنا کر مرجاؤ گے' مگر وہاں یہ گناہ ہوتے رہیں گے' اور تم کو قبروں میں سزا ملتی رہے گی۔

وَعَنْ عَائِشَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدُّنْيَا دَارُ مَنْ لَّا دَارَ لَهٗ وَمَالُ مَنْ لَّا مَالَ لَهٗ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهٗ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

(۴۹۷۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے' وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی' فرمایا دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو[۱] اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہ ہو[۲] اور اس کیلئے وہ جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو[۳] (احمد' بیہقی' شعب الایمان)

(۴۹۷۸) [۱] یہاں دار سے مراد عیش وعشرت کا گھر ہے' یعنی دنیا کو عیش کی جگہ وہ ہی سمجھتا ہے جس کے مقدر میں آخرت کا عیش نہ ہو' ورنہ مومن دنیا کو عمل کی جگہ اور رہنے کی منزل سمجھتا ہے کہ جتنی زندگی ہے اس میں کچھ کرلو' یہ پھر نہ ملے گی' (مرقات) [۲] مال سے مراد حرام ذریعہ سے کمایا ہوا' اور حرام جگہ خرچ کیا ہوا مال ہے' یہ مال حقیقت میں مال نہیں' نرا وبال ہے' یعنی دنیاوی حرام کو وہ مال سمجھتا ہے جس کے نصیب میں حلال مال نہیں۔ تم ایسے نہ بنو' مومن اس مال کو راہ خدا میں خرچ کرکے آخرت سنبھالتا ہے۔[۳] یعنی غافل آدمی دنیاوی عیش وآرام کیلئے مال جمع کرتا ہے اور مومن آخرت کیلئے جمع کرتا ہے' غافل بے وقوف ہے اور مومن عاقل ہے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ خُطْبَتِهٖ اَلْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ وَالنِّسَآءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَانِ وَحُبُّ الدُّنْيَا رَاْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ قَالَ وَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ اَخِّرُوا النِّسَآءَ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ ۔
(رَوَاهُ رَزِيْنٌ وَّرَوَى الْبَيْهَقِيُّ مِنْهُ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلاً حُبُّ الدُّنْيَا رَاْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ)

(۴۹۷۹) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خطبہ میں فرماتے سنا' کہ شراب گناہوں کی جامع ہے۱ اور عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں۲ اور دنیا کی محبت ہر گناہ کا سرا ہے۳ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عورتوں کو پیچھے رکھو۴ کیونکہ اللہ تعالٰی نے انہیں پیچھے رکھا۵ (رزین) اور بیہقی نے شعب الایمان میں انہیں سے بروایت حسن بطور ارسال روایت کی کہ دنیا کی محبت ہر گناہ کا سر ہے۶

(۴۹۷۹) ۱یعنی شراب تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ کہ گناہوں سے عقل روکتی ہے۔ جب شراب سے عقل ہی جاتی رہی ہے تو اب گناہوں سے کون روکے شراب میں انسان قتل اور ماں بہن سے زنا کرلیتا ہے۔ (مرقات) ۲چنانچہ شیطان عورتوں کے ذریعہ بڑے بڑے متقیوں کو شکار کرتا ہے۔ بلعم ابن باعور جیسا متقی انسان مارا گیا تو عورت کی وجہ سے' دنیا کا پہلا قتل یعنی ہابیل کا قتل ہوا تو عورت کی وجہ سے۔ ۳اس حدیث کی شرح اور محبت دنیا کے معنی اور یہ کہ محبت حرام دنیا کا سر کیوں ہے۔ سب کچھ پہلے بیان ہو چکا۔ محبت دنیا یہ ہے کہ انسان ہر ذریعہ سے دنیا حاصل کرتا ہے۔ ضرورت پڑے تو دین دنیا پر قربان کردے ظاہر ہے کہ ایسا آدمی حصول دنیا میں ہر گناہ کرلیتا ہے۔ فرعون' شداد' نمرود' یزید جیسے لوگ محبت دنیا کی وجہ سے ...... بدترین گناہ کر گئے۔ ۴ذکر میں' حکم میں' درجہ میں عورتوں کو مردوں سے پیچھے رکھو انہیں امام نہ بناؤ کہ انہیں جماعت کی اگلی صفوں میں کھڑا نہ کرو۔ انہیں بادشاہ یا حاکم نہ بناؤ انہیں پیر یا مرشد بنا کر ان کی بیعت نہ کرو مرد بادشاہ ہیں عورتیں وزیر خیال رہے کہ جس درجہ کی عورت ہوگی اسی درجہ کا مرد بھی لیا جائے گا۔ لہٰذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہم جیسے گنہگار حضرت عائشہ صدیقہ فاطمہ زہرا سے افضل ہیں عائشہ صدیقہ سے حضور افضل ہیں۔ فاطمہ زہرا سے علی مرتضٰی افضل ہیں۔ ۵چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (۳۴'۴) مرد افسر ہیں عورتوں پر۔ (کنزالایمان) نیز قرآن کریم میں عورتوں کا ذکر مردوں کے بعد ہے۔ المومنون والمومنات۔ بلکہ اکثر جگہ مردوں کے ضمن میں عورتوں کا ذکر ہے۔ جیسے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (۴۳'۲) اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو۔ (کنزالایمان) وغیرہ وغیرہ خیال رہے کہ ملکہ بلقیس یمن کی بادشاہ تھی مگر کب مسلمان ہونے سے پہلے جب حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لائی اور آپ کے نکاح میں آئی یمن کی بادشاہ نہ رہی۔ آپ کے ماتحت ہوئی لہٰذا اس سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کسی دین میں عورتوں کی امامت سلطنت جائز نہ تھی۔ از آدم علیہ السلام تا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کے دین میں عورتوں کو یہ عہدے نہ دیئے گئے۔ ۶یہ کلام حب الدنیا راس کل خطیئة حضرت نبی کریم علیہ السلام کا فرمان ہے' یا راوی نے جناب کا کلام نقل فرمایا ہے' یا حضور اقدس کا اپنا فرمان عالی ہے' یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے حسن ہے' (مرقات)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِي الْهَوٰى وَطُوْلُ الْاَمَلِ فَاَمَّا الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَاَمَّا

(۴۹۸۰) روایت ہے حضرت جابر سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جن چیزوں سے میں اپنی امت پر خوف کرتا ہوں' ان میں زیادہ خوفناک نفسانی خواہش ہے' اور لمبی

https://archive.org/details/@madni_library

طُوْلُ الْعَمَلِ فَيُنْسِي الْاٰخِرَةَ وَهٰذِهِ الدُّنْيَا مُرْتَحِلَةٌ ذَاهِبَةٌ وَّهٰذِهِ الْاٰخِرَةُ مُرْتَحِلَةٌ قَادِمَةٌ وَّلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تَكُوْنُوْا مِنْ بَنِي الدُّنْيَا فَافْعَلُوْا فَاِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِيْ دَارِ الْعَمَلِ وَلَا حِسَابَ وَاَنْتُمْ غَدًا فِيْ دَارِ الْاٰخِرَةِ وَلَا عَمَلَ۔ (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

امید۱ لیکن نفسانی خواہش تو وہ حق سے روک دیتی ہے۲ اور رہی دراز امید' تو وہ آخرت کو بھلا دیتی ہے۳ اور یہ دنیا کوچ کرکے جارہی ہے' اور یہ آخرت کوچ کرکے آرہی ہے۴ ان دونوں میں سے' ہر ایک کے بچے ہیں۵ اگر تم یہ کرسکو کہ دنیا کے بچے نہ بنو' تو ایسا کرو' کیونکہ تم آج عمل کی جگہ میں ہو' جہاں حساب نہیں' اور تم کل آخرت کے گھر میں ہوگے' جہاں عمل نہ ہوگا۶ (بیہقی شعب الایمان)

(۴۹۸۰) ۱ یعنی جو دل چاہے وہ کرے' قانون شرعی کا لحاظ نہ کرے۔ اور یہ خیال کرنا کہ ابھی میری عمر بہت ہے' جب مرنے لگوں گا تو نیک کام کرلوں گا۔ یہ دونوں دھوکے ایسے ہیں جن میں عام لوگ گرفتار ہیں' نفس وشیطان گناہ جلدی کراتے ہیں' نیکیوں میں دیر لگواتے ہیں' کہ ابھی عمر بہت ہے' پھر کرلینا۔ ۲ نفسانی خواہش سے وہ خواہشات مراد ہیں' جو خلاف اسلام ہوں' جو ان کی پیروی کرے گا ظاہر ہے کہ وہ اللہ ورسول کی اطاعت نہ کرے گا۔ ۳ آخرت یاد آتی ہے جبکہ اپنی موت سامنے ہو' انسان موت کو قریب سمجھ کر آخرت کی تیاری کرتا ہے۔ جب یہ خیال دل میں بیٹھ جائے کہ ابھی سو دو سو سال مجھے موت آنی ہی نہیں' تو وہ آخرت کی تیاری کیوں کرے۔ گا' لہٰذا یہ فرمان عالی بالکل برحق ہے۔ ۴ جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں' تب سے دنیا جارہی ہے اور آخرت آرہی ہے' ہر سانس آخرت کی طرف ایک قدم ہے۔ شعر:۔

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
خالق نے تری عمر کی ایک سانس گھٹا دی

ہمیں خبر نہیں کہ دنیا کب ساتھ چھوڑ دے' اور آخرت کب آجائے۔ ۵ یہاں بچوں سے مراد تابع' محکوم' زیر فرمان لوگ ہیں' راکب وراغب یعنی بعض لوگ دنیا کے طالب اس میں راغب ہیں' بعض آخرت کے طالب اس میں راغب ہیں' انسان دونوں کا طالب نہیں ہو سکتا' کہ دونوں ضدیں ہیں۶ یعنی دنیا میں اللہ تمہارا حساب نہیں فرماتا' جو بھی چاہو' عمل کرلو' بعد مرنے کے عمل کا وقت نہ ہوگا' حساب ہی حساب ہوگا' لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آج تم اپنا حساب خود کرتے رہو۔ خیال رہے' کہ حضرات انبیاء اور بعض اولیاء اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں' تلاوت قرآن کرتے ہیں مگر ان اعمال پر ثواب نہیں لہٰذا یہ حدیث برحق ہے کہ ثواب والا عمل صرف زندگی میں ہو چکتا ہے' ہاں اس کا ثواب مرے بعد بھی پہنچتا رہتا ہے۔ لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ ارْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً وَّارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَةُ مُقْبِلَةً وَّلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ فَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَّلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَّلَا عَمَلَ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِيْ تَرْجُمَةِ بَابٍ)

(۴۹۸۱) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں' کہ دنیا کوچ کرکے پیٹھ پھیر رہی ہے' اور آخرت کوچ کرکے سامنے آرہی ہے۱ ان دونوں میں سے ہر ایک کی اولاد ہے' تو تم آخرت کی اولاد بنو' اور دنیا کی اولاد نہ بنو۲ کیونکہ آج عمل ہے' حساب نہیں' اور کل حساب ہوگا' عمل نہ ہوگا۳ (بخاری ایک باب کا عنوان)

(۴۹۸۱) ۱ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا قول ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی کے بالکل مطابق ہے اسے کہتے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہیں توارد۔یعنی دنیا اور آخرت دونوں ہی حرکت میں ہیں مگر دنیا جارہی ہے آخرت آرہی ہے دنیا جا کرنہ آئے گی آخرت آکر نہ جائے گی۔۲؎ اس کے معنی اور مطلب ابھی پہلے عرض کئے گئے تم دنیا کے نہ بنو بلکہ دنیا تمہاری بنے جو اللہ کا ہو جاتا ہے دنیا اس کی ہو جاتی ہے۔۳؎ اس کے معنی ابھی عرض کئے گئے کہ دنیا میں رب تعالٰی نہ تو ایمان کا حساب لیتا ہے نہ اعمال کا بعد موت کوئی شخص جزا والا عمل نہیں کر سکے گا اگرچہ بعض مقبول بندے قبر میں تلاوت کرتے ہیں مگر اس پر جزا نہیں اسی لئے زندہ انہیں ثواب بخشتے ہیں کہ زندگی کے اعمال کا ثواب ہے۔اب وہ ثواب خواہ عامل ہی رکھے یا کسی کو بخش دے اسے اختیار ہے۔

وَعَنْ عَمْرٍو اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ يَوْمًا فَقَالَ فِيْ خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَاْكُلُ مِنْهُ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ اَلَا وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ اَجَلٌ صَادِقٌ وَيَقْضِيْ فِيْهَا مَلِكٌ قَادِرٌ اَلَا وَاِنَّ الْخَيْرَ كُلَّهٗ بِحَذَا فِيْرِهٖ فِي الْجَنَّةِ اَلَا وَاِنَّ الشَّرَّ كُلَّهٗ بِحَذَا فِيْرِهٖ فِي النَّارِ اَلَا فَاعْمَلُوْا وَاَنْتُمْ مِنَ اللّٰهِ عَلٰى حَذَرٍ وَّاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مُّعْرَضُوْنَ عَلٰى اَعْمَالِكُمْ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۔ (رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ)

(۴۹۷۲) روایت ہے حضرت عمرو سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ ارشاد فرمایا تو آپ نے خطبہ میں فرمایا آگاہ رہو کہ دنیا موجودہ سامان ۱؎ ہے جس سے نیک و بد سب کھاتے ہیں آگاہ رہو کہ آخرت سچی میعاد ہے جس میں قدرت والا بادشاہ فیصلہ فرمائے گا۲؎ خبردار کہ ساری خوبیاں اپنے کناروں سمیت جنت میں ہیں آگاہ رہو کہ پوری مصیبت کناروں سمیت آگ میں ہے۳؎ خبردار کہ تم اللہ سے ڈرتے ہوئے عمل کیا کرو۴؎ اور جان رکھو کہ تم اپنے اعمال پر پیش کئے جاؤ گے۵؎ تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ بھی اسے دیکھ لے گا۶؎ (شافعی)

(۴۹۷۲) ۱؎ عرض فانی سامان کو کہتے ہیں دنیا کا مال رب تعالٰی کی رضا کی علامت نہیں یہ مردودوں کو بھی مل جاتا ہے ہاں دنیا میں توفیق خیر مل جانا رضا الٰہی کی دلیل ہے۔۲؎ آخرت یعنی موت وقیامت کا وقت مقرر ہے قیامت میں حاکم صرف اللہ تعالٰی ہی ہوگا۔تمام بادشاہوں اور حکام کی حکومتیں ختم ہوچکی ہوں گی۔۳؎ یعنی دنیا کی راحتیں تکالیف سے محفوظ ہیں اور یہاں کی تکالیف میں بھی کچھ راحتوں کی آمیزش ہے آخرت کی راحتیں تو خالص ہیں اور وہاں کی مصیبتیں ہیں تو وہ بھی خالص۔۴؎ یعنی نیک اعمال کرتے رہو اور ساتھ ہی رب تعالٰی سے ڈرتے رہو کہ نہ معلوم یہ عمل قبول ہوں یا نہ ہوں مومن کا کام ہے کہ عمل کرنا اور ڈرنا۔غافل منافق کا کام ہے نہ کرنا اور اکڑنا۵؎ اس عبارت میں قلب ہے مقصد یہ ہے کہ تم پر تمہارے اعمال پیش ہوں گے مگر فرمایا کہ تم اعمال پر پیش ہوگے جیسے کہا جاتا ہے عرضت الحوض علی الناقۃ میں نے حوض کو اونٹنی پر پیش کیا۔حالانکہ اونٹنی حوض کے سامنے کی جاتی ہے اردو میں کہا جاتا ہے کہ گجرات آگیا حالانکہ گجرات تو اپنی جگہ پر رہا ہم گجرات آگئے ایسے ہی یہ ہے۔۶؎ ذرہ سے مراد یا تو ریت کا ذرہ ہے یا چھوٹی چیونٹی اس آیت کریمہ کی تحقیق یہ ہے کہ من سے مراد یا تو صرف مسلمان ہیں اور خیر سے مراد وہ نیکی ہے جو ضبط نہ ہوچکی ہو اور شر سے مراد وہ گناہ ہے جو معاف نہ ہوچکا ہو۔اور دیکھنے سے مراد اس کی سزا وجزا بھگتنا۔یعنی اے مسلمان تجھ کو ذرہ بھر نیکی کی جزاء اور ذرہ بھر گناہ کی سزا ملے گی۔بشرطیکہ نیکی ضبط نہ ہوئی ہو گناہ معاف نہ ہوا ہو یا من سے مراد ہر انسان ہے مومن ہو یا کافر اور دیکھنے سے مراد ہے اپنے اعمال کو آنکھ سے دیکھ لینا سزا جزا ہو یا نہ ہو یعنی ہر انسان اپنے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھے گا کہ مومن کو اس کے گناہ دکھا کر معاف کئے جائیں گے۔

https://archive.org/details/@madni_library

کافر کو اس کی نیکیاں دکھا کر ضبط کی جائیں گی۔ لہذا یہ آیت نہ معافی کی آیات واحادیث کے خلاف ہے' نہ ضبطی اعمال کی آیت کے خلاف۔

وَعَنْ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ يَاْكُلُ مِنْهَا الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ وَعْدٌ صَادِقٌ يَحْكُمُ فِيْهَا مَلِكٌ عَادِلٌ قَادِرٌ يُحِقُّ فِيْهَا الْحَقَّ وَيُبْطِلُ الْبَاطِلَ كُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الدُّنْيَا فَاِنَّ كُلَّ اُمٍّ يَتْبَعُهَا وَلَدُهَا۔

(۴۹۸۳) روایت ہے حضرت شداد سے' فرماتے ہیں' میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا' کہ اے لوگو! دنیا موجودہ سامان ہے[۱] جس سے نیک وبدلوگ کھاتے ہیں[۲] اور آخرت سچا وعدہ ہے' جس میں انصاف والا' قدرت والا بادشاہ فیصلہ کرے گا' اس دن سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کردکھائے گا[۳] تم آخرت کی اولاد بنو' اور دنیا کی اولاد میں سے نہ بنو' کیونکہ ہر بچہ اپنی ماں کے پیچھے ہوگا۔[۴]

(۴۹۸۳) [۱] قرآن مجید میں دنیا کو متاع فرمایا گیا ہے' حدیث شریف میں عرض' لیکن دونوں کے معنی ہیں سامان' چونکہ دنیا کو چھوڑ کر انسان چلا جاتا ہے' دوسرے آکر اسے برتتے ہیں اس لئے اسے متاع یا عرض کہتے ہیں' زمین نے سب کو کھالیا' زمین کو کسی نے نہ کھایا' حاضر' بمعنی نقد' یعنی ادھار کا مقابل دنیاوی کام کرو' تو زندگی میں اس کا نفع نقصان مل جاتا ہے' مگر آخرت کے کام کی جزاء سزا بعد قیامت' یہ بڑا ہی ادھار ہے جو برزخ وقیامت گزار کر وصول ہوتا ہے[۲] یعنی دنیا کے آرام وتکالیف اعمال کی سزاوجزا نہیں' اگر کبھی کسی نیکی سے دنیا مل جائے' تو وہ اس کی جزا نہیں ہے۔[۳] دنیاوی حکام کی سزاؤں' جزاؤں سے انسان بچ سکتا ہے' رب کے فیصلہ سے کوئی نہ بچ سکے گا' کیونکہ نہ تو وہ ظالم ہے نہ بے علم' نہ مجبور' وہاں بچنا صرف اس کے رحم وکرم سے ہے۔[۴] یہاں مال اور اولاد سے مراد وہ ہی ہے جو ابھی بیان کیا گیا۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ اِلَّا وَبِجَنْبَتَيْهَا مَلَكَانِ يُنَادِيَانِ يُسْمِعَانِ الْخَلَائِقَ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ يَآ يُّهَا النَّاسُ هَلُمُّوْا اِلٰى رَبِّكُمْ مَاقَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ وَاَلْهٰى۔

(رَوَاهُمَا اَبُوْنُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ)

(۴۹۸۴) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں طلوع ہوتا سورج مگر اس کے دونوں طرف دو فرشتے ہوتے ہیں[۱] پکارتے ہیں' سوائے جن وانس کے ساری مخلوق کو سناتے ہیں[۲] کہ اے لوگو اپنے رب کی طرف آؤ[۳] جو تھوڑا ہو' اور کافی ہو وہ اس سے اچھا ہے جو زیادہ ہو' اور غافل کردے[۴] ان دونوں حدیثوں کو ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا۔

(۴۹۸۴) [۱] اس طرح کہ وہ فرشتے بھی سورج کے ساتھ ہی گردش کرتے ہیں' اور ہر جگہ طلوع کے وقت سورج کے ساتھ ہوتے ہیں لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں' کہ سورج تو ہر وقت کہیں نہ کہیں طلوع کرتا ہی رہتا ہے' جب یہاں دوپہر ہوتی ہے تو کسی اور جگہ صبح سویرا' چونکہ دن نکلنے پر لوگ اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں' اس لئے صبح کے وقت ہی یہ اعلان مناسب ہوتا ہے[۲] یعنی جن وانس کے سوا باقی ساری مخلوق یہ آواز سنتی ہے' ان دونوں کو فرشتوں کا یہ کلام حضور کے ذریعے سنایا جارہا ہے' جیسے رب تعالٰی نے اپنا کلام بندوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سنایا' تاکہ ان دونوں کا ایمان بالغیب رہے' کہ ایمان بالغیب پر ہی سزا وجزا کا دارومدار ہے ان ہی دونوں گروہوں پر ایمان بالغیب واجب ہے۔[۳] یعنی کام کاج میں مشغول ہو' مگر رب تعالٰی سے غافل نہ ہوجاؤ' ہاتھ کار میں ہو' دل یار کے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ساتھ' ہر وقت اس کے دروازہ پر رہو' رب تعالیٰ فرماتا ہے: ففروا الی اللہ گنہگار ہو تو اس کے دروازے پر آؤ' نیک کار ہو تو آؤ کہ اس کے سوا اور کوئی دروازہ نہیں۔ ۷؎ یعنی جو رزق مقدار میں تھوڑا ہو' اور انسان کی حاجات پوری کردے' اسے پا کر انسان رب تعالیٰ سے غافل نہ ہو جائے' وہ اس رزق سے بہتر ہے جو مقدار میں زیادہ ہو' اور رب تعالیٰ سے غافل کردے' کہ وہ تھوڑا مال اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے' اور یہ زیادہ مال اللہ کا عذاب ہے' علم کا بھی یہ ہی حال ہے کہ بقدر ضرورت علم جو خدارسی کا ذریعہ ہو' اس زیادہ علم سے بہتر ہے' جو خدا تعالیٰ سے غافل کردے' عالم کو متکبر بنادے' خیال رہے کہ فرشتے یہ بات درحقیقت جن وانس کو سناتے ہیں' مگر ہمارے حضور کی معرفت سے ان تک پہنچاتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَبْلُغُ بِهٖ قَالَ اِذَا مَاتَ الْمَیِّتُ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ مَاقَدَّمَ وَقَالَ بَنُوْٓا اٰدَمَ مَا خَلَّفَ ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۴۹۸۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے وہ اسے مرفوع کرتے ہیں' فرمایا جب مردہ مرجاتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں' کہ کیا آگے بھیجا؟ اور انسان کہتے ہیں کہ کیا پیچھے چھوڑ گیا؟ (بیہقی شعب الایمان)

(۴۹۸۵) ۱؎ میت سے مراد وہ ہے جو مرنے لگے' یعنی مرتے وقت اس کے وارثین تو چھوڑے ہوئے مال کی فکر میں ہوتے ہیں کہ کیا چھوڑے جارہا ہے' اور جو ملائکہ اس کی قبض روح وغیرہ کیلئے آتے ہیں وہ اس کے اعمال وعقائد کا حساب لگاتے ہیں' کہ جیسے اس کے عمل ہوں ویسے ہی فرشتے' ایسے ہی نیک اعمال والے کو رحمت کے فرشتے لیتے ہیں' بدکار کو عذاب کے فرشتے۔

وَعَنْ مَالِكٍ اَنَّ لُقْمٰنَ قَالَ لِاَبْنِهٖ یَابُنَیَّ اِنَّ النَّاسَ قَدْ تَطَاوَلَ عَلَیْهِمْ مَا یُوْعَدُوْنَ وَهُمْ اِلَی الْاٰخِرَةِ سِرَاعًا یَذْهَبُوْنَ وَاِنَّكَ قَدِاسْتَدْبَرْتَ الدُّنْیَا مُنْذُ کُنْتَ وَاسْتَقْبَلْتَ الْاٰخِرَةَ وَاِنَّ دَارًا تَسِیْرُ اِلَیْهَا اَقْرَبُ اِلَیْكَ مِنْ دَارٍ تَخْرُجُ مِنْهَا ۔ (رَوَاهُ رَزِیْنٌ)

(۴۹۸۶) روایت ہے حضرت مالک سے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا' اے میرے بچے' لوگوں پر وہ دراز ہوگیا۔ جس سے وہ ڈرتے جاتے ہیں ۱؎ اور وہ آخرت کی طرف دوڑے جارہے ہیں ۲؎ اور تم جب سے پیدا ہوئے تب سے دنیا کو چھوڑ رہے ہو' اور آخرت کی طرف جارہے ہو' اور وہ گھر جس کی طرف تم جارہے ہو' اس سے زیادہ قریب ہے جس سے تم نکل رہے ہو ۳؎ (رزین)

(۴۹۸۶) ۱؎ دراز ہونے سے مراد ہے دور ہونا' یعنی اعمال کی سزا وجزا دور ہے کہ بعد قیامت ملے گی۔ اس دوری سے یہ دھوکا کھا جاتے ہیں کہ ابھی موت وقیامت بہت دور ہے' نیکیاں کرلیں گے ابھی خوب مزے اڑالو ۲؎ یعنی جسے یہ دور سمجھتے ہیں وہ بہت تیزی سے دوڑی آرہی ہے' کیونکہ لوگ اس کی طرف ہر سانس میں بڑھ رہے ہیں۔ ۳؎ جب سے بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی عمر شروع ہو جاتی ہے عمر گزرتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ عمر بڑھ رہی ہے' مگر حقیقت میں گھٹ رہی ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔ شعر:-

یسر المرء ما ذهب اللیالی   وکان ذهابهن له ذهابا

۴؎ خیال رہے کہ ہر آنے والی چیز قریب ہے اگرچہ دور معلوم ہو' اور ہر جانے والی چیز دور ہے اگرچہ قریب معلوم ہو' لہٰذا قبر اور آخرت قریب ہے دنیا دور ہے' کہ وہ چیزیں دوڑی آرہی ہیں اور دنیا دوڑی جارہی ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمْرٍو قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ کُلُّ

(۴۹۸۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ لوگوں میں

https://archive.org/details/@madni_library

مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ صَدُوْقُ اللِّسَانِ قَالُوْا صَدُوْقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُهُ فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ قَالَ هُوَ النَّقِيُّ التَّقِيُّ لَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَلَا بَغْيَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

سے کون افضل ہے؟ فرمایا ہر سلامت دل والا سچی زبان والا لوگوں نے عرض کیا' کہ سچی زبان والے کو تو ہم جانتے ہیں' تو سلامت دل والا کیا ہے؟۲ فرمایا وہ ایسا ستھرا ہے جس پر نہ گناہ ہو نہ بغاوت' نہ کینہ اور نہ حسد۳ (ابن ماجہ' بیہقی' شعب الایمان)

(۴۹۸۷) ۱ مخموم بنا ہے خمٌّ سے خم کے معنی گھر میں جھاڑو دینا۔کہا جاتا ہے خمت البیت دل گویا گھر ہے' اسے برائیوں سے بچانا' گویا اس میں جھاڑو دینا ہے۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے فصیح اللسان ہیں' کہ حضور کے کلام سمجھنے کے لیے لغت کی تلاش کرنی پڑتی ہے' یہ پوچھنے والے حضرات عرب تھے' صاحب زبان تھے' مگر مخموم کا ترجمہ پوچھ رہے ہیں۳ ہر چیز کا کوڑا کچرا مختلف ہوتا ہے' دل کا کوڑا یہ چیزیں ہیں' جن سے دل میلا ہوتا ہے' پھر جیسے ناپاک بدن مسجد میں آنے کے قابل نہیں' ایسے ہی ناپاک دل مسجد قرب الٰہی کے قابل نہیں۔رب تعالٰی فرماتا ہے: اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (۲۶:۸۹) مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوئے سلامت دل لے کر (کنز الایمان)

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَرْبَعٌ اِذَا كُنَّ فِيْكَ فَلَا عَلَيْكَ مَا فَاتَكَ الدُّنْيَا حِفْظُ اَمَانَةٍ وَّصِدْقُ حَدِيْثٍ وَحُسْنُ خَلِيْقَةٍ وَعِفَّةٌ فِيْ طُعْمَةٍ ۔ (اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۹۸۸) روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' جب تجھ میں چار خوبیاں ہوں' تو تجھ پر حرج نہیں' کہ دنیا تجھ سے الگ رہے۱ امانت کی حفاظت' بات کی سچائی' اچھی عادت' کھانے میں پاک دامنی۲ (احمد' بیہقی شعب الایمان)

(۴۹۸۸) ۱ یعنی اگر یہ چار نعمتیں تجھے خدا عطا فرمادے' مگر دنیا تیرے پاس زیادہ نہ ہو' تو تو پروانہ کر' کہ وہ نعمتیں دنیا ومافیہا سے افضل ہیں' بلکہ دنیا کی زیادتی کبھی ان نعمتوں کو نقصان بھی دیتی ہے' لہٰذا اس صورت میں دنیا کی کمی ہی اچھی ہے'۲ جسے یہ توفیق مل جائے' انشاءاللہ تعالٰی وہ دنیا میں کسی کا محتاج نہیں رہتا' اچھی عادت والا انشاءاللہ بہت عزت پاتا ہے۔جو اپنے حلق کو حرام کمائی سے' اور زبان کو حرام بات سے محفوظ رکھے' انشاءاللہ تعالٰی وہ بندہ مقبول الدعاء ہوتا ہے' جو رب تعالٰی سے مانگتا ہے' پالیتا ہے' تجربہ ہے' اللہ تعالٰی نصیب کرے' صدق مقال' اکل حلال' عبادات کی اصل ہے۔

وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِيْ اَنَّهُ قِيْلَ لِلُقْمَانَ الْحَكِيْمِ مَا بَلَغَ بِكَ مَا نَرٰى يَعْنِي الْفَضْلَ قَالَ صِدْقُ الْحَدِيْثِ وَاَدَاءُ الْاَمَانَةِ وَتَرْكُ مَالَا يَعْنِيْنِيْ ۔ (رَوَاهُ فِي الْمُؤَطَّا)

(۴۹۸۹) روایت ہے حضرت مالک سے فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے' کہ لقمان حکیم سے پوچھا گیا۱ کہ اس بزرگی تک آپ کو کس چیز نے پہنچایا جو ہم دیکھ رہے ہیں' فرمایا بات کی سچائی' اور امانت کی ادائیگی' اور بیکار باتوں کو چھوڑ دینے سے'۲ (موطا)

(۴۹۸۹) ۱ یعنی دینی اور دنیاوی فضائل تمہیں کن اچھے اعمال کی بدولت نصیب ہوئے' اللہ تعالٰی کو آپ کی کون سی ادا پسند آگئی' جس سے آپ کو یہ رتبے مل گئے' خیال رہے کہ نبوت تو خاص عطاء ربانی ہے' یہ کسی عمل کا نتیجہ نہیں' مگر ولایت قرب الٰہی کبھی بھی ہوتی ہے' کہ کبھی اپنے اعمال سے ملتی ہے' کبھی محض وہبی عطاء ربانی' اگر حضرت لقمان نبی ہیں' تو یہ سوال نبوت کے متعلق نہیں' دیگر مراتب کے متعلق ہے' اور اگر آپ نبی نہیں' تب تو کوئی سوال ہی نہیں۲ جو چیز ہم کو دین یا دنیا میں نفع نہ دے' اس کے پیچھے نہ پڑو' اس کی تحقیقات نہ کرو' یہ بہت سی آفتوں بہت سے گناہوں سے انسان کو بچالیتا ہے' بہترین عمل ہے' مثل مشہور ہے کہ جس گاؤں جانا نہ ہو' اس کے راستہ کی تحقیق

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کرنا بے کار ہے۔

وَعَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَجِیْءُ الْاَعْمَالُ فَتَجِیْءُ الصَّلٰوةُ فَتَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصَّلٰوةُ فَیَقُوْلُ اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ فَتَجِیْءُ الصَّدَقَةُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصَّدَقَةُ فَیَقُوْلُ اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ یَجِیْءُ الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ یَجِیْءُ الْاَعْمَالُ عَلٰی ذٰلِكَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ یَجِیْءُ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنْتَ السَّلَامُ وَاَنَا الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّكَ عَلٰی خَیْرٍ بِكَ الْیَوْمَ اٰخُذُ بِكَ اُعْطِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ كِتَابِهٖ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ ۔

(۴۹۹۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال آئیں گے۱؎ تو نماز آئے گی' کہے گی' یارب میں نماز ہوں' فرمائے گا تو خیر پر ہے' پھر صدقہ آئے گا' کہے گا یارب میں صدقہ ہوں' فرمائے گا' تو بھی خیر پر ہے' پھر روزے آئیں گے' عرض کریں گے' یارب ہم روزے ہیں۲؎ تو فرمائے گا' تم خیر پر ہو' پھر باقی نیک اعمال بھی اسی طرح آئیں گے۳؎ رب تعالیٰ فرمائے گا' کہ تم خیر پر ہو۴؎ پھر اسلام آئے گا۵؎ تو عرض کرے گا' یارب تو سلام ہے۶؎ اور میں اسلام ہوں۷؎ تو رب تعالیٰ فرمائے گا کہ تو بھلائی پر ہے' آج تیری وجہ سے پکڑوں گا' اور تیرے ذریعہ سے دوں گا۸؎ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا' کہ جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دین تلاش کرے گا' اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا' اور وہ آخرت میں نقصان والوں سے ہیں۹؎

(۴۹۹۰) ۱؎ یعنی قیامت کے دن انسان کے نیک و بد اعمال اس کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں گے' نیک اعمال تو شفاعت کرنے کیلئے اور برے اعمال شکایت کرنے' اور اس کے خلاف گواہی دینے کیلئے' وہاں اعمال کا جسم بھی ہوگا اور شکل بھی' یہ بات کریں گے بھی' اور سنیں گے بھی۔ ۲؎ ان اعمال کا یہ عرض کرنا' اپنے عاملین کی شفاعت کی تمہید ہے' عرض کریں گے خدایا تو نے قرآن مجید میں تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں ہمارے بڑے فضائل بیان فرمائے ہیں' فلاں فلاں بندہ ہمارا پابند تھا' اسے بخش دے ۳؎ حج' عمرہ' جہاد' طلب علم' اچھے اخلاق وغیرہ سب ہی بارگاہ الٰہی میں پیش ہوں گے' اور یہ ہی عرض کریں گے' اسی ترتیب پر آگے پیچھے' ۴؎ یعنی اے نیک عملو' تم بھی خیر ہو تمہارے عاملین بھی خیر' ۵؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں اسلام سے مراد دین محمدی ہے' یعنی اصطلاحی اسلام ممکن ہے کہ سارے ہی سچے عقیدے مراد ہوں' تب تمام انبیاء کرام کے دین اس میں داخل ہیں' ۶؎ اسلام پہلے حمد الٰہی کرے گا شفاعت کی تمہید کیلئے جیسے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کیلئے اولاً سجدہ میں حمد الٰہی کریں گے' سلام کے معنی سلامت رکھنے والا' یعنی مولا تو اپنے بندوں کو سلامتی و امن بخشنے والا ہے ۷؎ یعنی میرا کام ہے تیرے بندوں کو تیرے حضور سجدہ کرا دینا' تیرا مطیع بنادینا' اسلام کے معنی سربسجود ہونا' مطیع و فرمانبردار بننا' رب تعالیٰ فرماتا ہے: فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ (۳۷،۱۰۳) تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا (کنزالایمان) مطلب یہ ہے کہ تیرا کام ہے بندوں کو امان دینا' میرا کام ہے تیرے بندوں کو تیری امان میں لانا' سبحان اللہ کیسی پاکیزہ سفارش و شفاعت ہے' خیر الکلام ماقل و دل' اچھا کلام وہ ہے جو مختصر ہو' مگر جامع ہو ۸؎ یہ ہے رب تعالیٰ کی طرف سے قبول شفاعت' یعنی میری پکڑ اور میری معافی صرف تیرے ذریعہ سے ہے' جو تیرا ہے' وہ میرا ہے' جو تیرا نہیں' وہ میرا نہیں' مدار نجات صرف تو ہے' تیرے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں' اس آیت کریمہ میں اشارۃً فرمایا گیا کہ جو اسلام پر فوت ہوا' اگرچہ کیسا ہی گنہگار ہو

https://archive.org/details/@madni_library

مگر وہ خسارہ والوں سے نہیں' اس کی بخشش یقینی ہے' خواہ اول سے معافی ہو کر یا کچھ سزا پا کر ہو' دائمی دوزخ صرف کفار کیلئے ہے (مرقات) لہٰذا انسان کوشش بھی کرے' اور دعا بھی' کہ موت اسلام پر آئے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ لَنَا سِتْرٌ فِيهِ تَمَاثِيلُ طَيْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَآئِشَةُ حَوِّلِيْهِ فَإِنِّيْ إِذَا رَأَيْتُهُ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۴۹۹۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ہمارا ایک پردہ تھا' جس میں چڑیوں کی تصویریں تھیں[۱] تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اے عائشہ ہٹادو اسے[۲] کہ جب میں اسے دیکھتا ہوں' تو مجھے دنیا یاد آتی ہے'[۳] (احمد)

(۴۹۹۱) [۱] یا تو اس وقت تک تصویر حرام نہ ہوئی تھی' یا وہ تصویریں بہت چھوٹی تھیں' جو دور سے نظر نہ آتی تھیں' اس لئے' ہٹائی نہ گئیں لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جاندار کی تصویر رکھنا تو حرام ہے' پھر حضرت عائشہ صدیقہ کے پردہ میں کیوں تھیں' [۲] یعنی اس جگہ سے منتقل کردو' ہمارے سامنے نہ رکھو' اور جگہ رکھو' ہٹادو یہ نہ فرمایا مٹادو' اس وجہ سے جو ابھی عرض کی گئی' کہ یا تو اس وقت تصویریں حرام نہ ہوئی تھیں' یا بہت چھوٹی تھیں' ایسی چھوٹی تصویریں اب بھی جائز ہیں' (لمعات) [۳] یعنی ایسے نقشین پردے امیروں کے ہاں ہوتے ہیں' جس پر ان کی امیری ظاہر ہوتی ہے' یہ پردہ دیکھ کر ہم کو دولت مندی یاد آتی ہے' اس لئے یہ میرے سامنے سے ہٹادیا جائے' ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (۱۵٬۸۸) اپنی آنکھ اُٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی۔ (کنزالایمان) یہ فرمان عالی اس آیت کریمہ پر عمل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے گھر میں تکلف' شان کی چیزیں نہ رہیں۔

وَعَنْ أَبِيْ أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عِظْنِيْ وَأَوْجِزْ فَقَالَ إِذَا قُمْتَ فِيْ صَلٰوتِكَ فَصَلِّ صَلٰوةَ مُوَدِّعٍ وَّلَا تَكَلَّمْ بِكَلَامٍ تَعْذِرُ مِنْهُ غَدًا وَاَجْمِعِ الْإِيَاسَ مِمَّا فِيْ أَيْدِي النَّاسِ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۴۹۹۲) روایت ہے حضرت ابوایوب انصاری سے' فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' عرض کیا کہ مجھے نصیحت فرمائیں اور مختصر فرمائیں[۱] تو فرمایا کہ جب تم اپنی نماز میں کھڑے ہو' تو رخصت ہونے والے کی سی پڑھو[۲] اور کوئی ایسی بات نہ کرو' جس سے کل معافی چاہو[۳] اور لوگوں کے قبضے کی چیزوں سے پورے مایوس ہو جاؤ[۴] (احمد)

(۴۹۹۲) [۱] مقصد یہ ہے کہ بہت سی باتیں نہ تو مجھے یاد رہیں گی' نہ میں ان سب پر عمل کرسکوں گا' اس لئے ایک دو باتیں ایسی بتائیں جن سے میرے دونوں جہاں درست ہو جائیں' [۲] یعنی ہر نماز یہ سمجھ کر پڑھو' کہ شاید یہ میری آخری نماز ہو' اگلی نماز کا وقت آنے سے پہلے مجھے موت آجائے' ظاہر ہے کہ ایسی نماز اچھی طرح دل لگا کر ہی پڑھی جائے گی' اس میں جواز اور قبول کی شرطیں خوب جمع ہوں گی' یا اس کا مطلب یہ ہے کہ ماسوی اللہ کو چھوڑ کر اور سب سے وداع ہو کر صرف اللہ کی طرف دل لگا کر نماز پڑھو[۳] بہت ہی جامع نصیحت ہے' یعنی اکثر خاموش رہو' اگر بات کرنی پڑے' تو اچھی بات کرو کسی کا دل دکھانے والی بات نہ کرو' کہ پھر اس سے معافی مانگنی پڑے' خاموش رہنا صدہا گناہوں سے بچالیتا ہے' یا یہ مطلب ہے کہ گناہ کی بات نہ بولو' جس سے توبہ کرنی پڑے' (اشعۃ) [۴] یعنی کسی کے مال کی امید و لالچ نہ رکھو' تمہارا دل غنی رہے گا' تمہیں کسی کی خوشامد نہ کرنی پڑے گی۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ لَمَّا بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْصِيْهِ وَمُعَاذٌ رَّاكِبٌ وَّرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَتِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ يَا مُعَاذُ إِنَّكَ عَسٰى أَنْ لَّا تَلْقَانِيْ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا وَلَعَلَّكَ أَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِيْ هٰذَا وَقَبْرِيْ فَبَكٰى مُعَاذٌ جَشَعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ الْتَفَتَ فَأَقْبَلَ بِوَجْهِهِ نَحْوَ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيَ الْمُتَّقُوْنَ مَنْ كَانُوْا وَحَيْثُ كَانُوْا.

(رَوَى الْأَحَادِيْثَ الْأَرْبَعَةَ أَحْمَدُ)

(۴۹۹۳) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے، جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ تشریف لے گئے[۱] آپ انہیں وصیت فرمارہے تھے، اور جناب معاذ سوار تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے[۲] ان کے کجاوہ کے نیچے، تو جب فارغ ہوئے تو فرمایا اے معاذ! ممکن ہے کہ تم اس سال کے بعد مجھے نہ ملو، غالباً[۳] تم اب میری مسجد اور میری قبر پر گزرو[۴] تو جناب معاذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی سے گھبرا کر بہت روئے[۵] پھر حضور واپس ہوئے، تو اپنا چہرہ پاک مدینہ کی طرف کیا[۶] پھر فرمایا، کہ لوگوں میں مجھ سے قریب تر لوگ پرہیز گار ہیں جہاں بھی ہوں[۷]

ان چاروں حدیثوں کو احمد نے روایت کیا۔

(۴۹۹۳)[۱] حضرت معاذ کو یمن کا حاکم اعلیٰ بنا کر بھیجا، تو حسب معمول انہیں پہنچانے کیلئے ثنیۃ الوداع تک تشریف لے گئے۔ اس طرح کہ حضرت معاذ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سوار تھے، اور حضور انور پیدل تھے[۲] سنت یہ ہی ہے، کہ جس کو وداع کرو اسے کچھ دور پہنچانے کیلئے ساتھ پیدل جاؤ میں نے اس جگہ کی زیارت کی ہے جہاں تک حضور پہنچایا کرتے تھے، اس عمل شریف میں اپنے مقرر کردہ حکام کا احترام فرمایا ہے۔[۳] یہاں لعل شک کیلئے نہیں، بلکہ یقین کیلئے ہے، جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا (۶۵،۱) شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم بھیجے۔ (کنزالایمان) یا فرماتا ہے: لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۳،۱۳۰) اس اُمید پر کہ تمہیں فلاح ملے۔ (کنزالایمان) [۴] وقبری میں واؤ بمعنی مع ہے، یعنی میری قبر پر آؤ گے، جو اسی مسجد میں ہوگی، (مرقاۃ) اس فرمان عالی میں پانچ غیبی خبریں ہیں، ایک یہ کہ ہم عنقریب وفات پاجائیں گے، دوسرے یہ کہ ہماری وفات مدینہ منورہ میں ہوگی، تیسرے یہ کہ ہماری قبر انور مسجد نبوی شریف میں ہوگی، چوتھے یہ کہ حضرت معاذ ہماری زندگی میں وفات نہ پائیں گے، بلکہ ہمارے بعد، پانچویں یہ کہ جناب معاذ ہماری قبر پر زیارت کرنے آئیں گے، یہ پانچوں باتیں علوم خمسہ سے ہیں، یہ ہے ہمارے نبی کا علم[۵] یہ خیال کرکے روئے، کہ میں حضور انور سے اب ہمیشہ کیلئے الوداع ہورہا ہوں، آج مدینہ منورہ سے چلتے وقت جو حالت حجاج کی ہوتی ہے وہ بیان نہیں ہوسکتی۔ شعر:-

روضہ اچھا، زائر اچھے، اچھی راتیں اچھے دن
سب کچھ اچھا لیکن رخصت کی گھڑی اچھی نہیں

حضرت معاذ تو آج مدینہ والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ کیلئے الوداع ہورہے ہیں[۶] یعنی میں آگے روانہ ہوا، حضور انور واپس مدینہ پاک کی طرف پھرے، تو بلند آواز سے یہ فرمایا جو میں نے اپنے کانوں سے سن لیا، کیونکہ حضور نے ان ہی کی تسلی کیلئے تو یہ فرمایا تھا[۷] اس فرمان عالی کے چند مقصد ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ اے معاذ تم اس ظاہری فراق سے غم نہ کرو۔ تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرو، تو جہاں بھی ہوگے میرے پاس مجھ سے قریب ہی رہو گے، دوسرے یہ کہ تاقیامت مسلمان تقویٰ پرہیز گاری کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوسکیں گے، زبان، وطن، قومیت ہم سے قریب کرنے کیلئے کافی نہیں، قرآن کے پاس اطاعت کے قدم سے آؤ، اور حضور کے پاس

https://archive.org/details/@madni_library

ارادت کے قدم سے پہنچو۔ ہم صرف مدینہ میں ہی نہیں رہتے ہم تو عاشقوں کے سینہ میں رہتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ میرے متصل جو خلیفہ بنیں گے حضرت ابوبکر صدیق مجھ سے بہت ہی قریب ہوں گے تم ان کو دیکھ لیا کرنا، ان کے رخسار میں میرا جمال دیکھو گے (اشعہ ومرقات) بعض حضور کے قرابت دار مکہ میں رہ کر حضور سے دور رہے جیسے ابولہب، بعض دور رہ کر حضور سے قریب رہے جیسے حضرت اویس قرنی، خیال رہے کہ تقوی بہت قسم کا ہے جیسا تقوی ویسا حضور انور سے قرب۔ تقوی کے درجات اس کے اقسام وعلامات ہماری تفسیر نعیمی میں هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (۲،۲) ہدایت ہے ڈر والوں کو (کنزالایمان) کی تفسیر میں دیکھو۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُّعْرَفُ بِهٖ قَالَ نَعَمِ التَّجَافِيْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

(۴۹۹۴) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی، کہ اللہ تعالٰی جس کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کیلئے کھول دیتا ہے ۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ نور جب سینہ میں داخل ہوتا ہے، تو سینہ کھل جاتا ہے ۲؎ تو عرض کیا گیا، یارسول اللہ! کیا اس کی کوئی نشانی ہے جس سے یہ نور پہچانا جائے، فرمایا ہاں، دھوکہ کی جگہ سے دور رہنا، دائمی گھر کی طرف رجوع کرنا ۳؎ اور موت آنے سے پہلے اس کی تیاری کرنا ۴؎ (بیہقی)

(۴۹۹۴) ۱؎ اس آیت کریمہ میں ہدایت سے مراد ہدایت خاص ہے جس کے ساتھ توفیق خاص مل جاتی ہے۔ ہدایت عام تو رب تعالٰی نے ساری مخلوق کو فرمائی۔ اس ہدایت عامہ کیلئے نبی سارے انسانوں کیلئے بھیجے ۲؎ اور جب مومن کا سینہ کھل جاتا ہے، تو عرش وکرسی لوح وقلم زمین وآسمان تمام سے زیادہ وسیع ہوجاتا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ میں نہ زمین میں سماتا ہوں نہ آسمان میں، میں تو مومن کے سینہ میں سماتا ہوں یہ اسی نورانی مومن کا سینہ ہے ۳؎ یعنی اس نور قلبی کی تین علامتیں ہیں۔ ایک تو دنیا سے دل نہ لگانا، دوسرے آخرت سے دل لگانا، دنیا کو دارالغرور اسلئے فرمایا کہ اس کا دکھلاوا بہت ہے حقیقت کچھ نہیں۔ دنیا سے بادشاہوں، وزیروں، امیروں نے دھوکہ کھایا بہت کچھ جمع کیا۔ بہت محنت بڑی مشقت سے جمع کیا مگر ایک سانس الٹی آگئی آن کی آن میں سب کچھ چھوڑا، اور خالی ہاتھ چلے گئے۔ یہ ہے دنیا کا دھوکا۔ خیال رہے کہ حضرت سلیمان وغیرہ کی دنیا انہیں دھوکا نہ دے سکی کہ ان کی دنیا آخرت کی کھیتی تھی۔ اس سے انہوں نے رب کو راضی کرلیا، ان کیلئے دارالغرور نہیں بلکہ دارالسرور تھی کہ وہ شاد شاد آئے اور شاد شاد رہے شاد شاد چلے گئے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَاَبِيْ خَلَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطٰى زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ يُلَقَّى الْحِكْمَةَ. (رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۴۹۹۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ اور ابوخلاد سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسے دنیا سے بے رغبتی اور کم بولنے کی نعمتیں دی گئی ہیں ۲؎ تو اس سے قرب حاصل کرو، کیونکہ اسے حکمت دی جاتی ہے ۳؎ (بیہقی شعب الایمان)

(۴۹۹۵) ۱؎ ابوخلاد کے نام میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ ان کا نام عبدالرحمن ہے (الاصابہ)۔ حق بات یہ ہے کہ ابوخلاد صحابی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہیں۔ ۲؎ یعنی موت بلکہ علامات موت سے پہلے گناہوں سے توبہ نیک اعمال کا توشہ جمع کر لیتے ہیں۔ ریل آنے سے پہلے سامان تیار رکھتے ہیں موت یار کے پاس لے جانے والی ریل ہے اس کی آمد سے پہلے سامان تیار کرلو آنے پر کچھ نہ ہو سکے گا۔ ۳؎ یعنی وہ دنیاوی باتیں کم کرتا ہے ذکر اللہ درود شریف وغیرہ اس میں داخل نہیں کہ خدا کرے ان سے زبان ہر وقت تر رہے۔

بَابُ فَضْلِ الْفُقَرَآءِ. وَمَا کَانَ مِنْ عَیْشِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

فقیروں کی بزرگی کا بیان اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی شریف کیسی تھی

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

حکمت سے مراد علم باعمل ہے بعض نے فرمایا شریعت وطریقت کا اجتماع حکمت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص اختیار کرے تو اس کی زبان سے حکمت کے چشمے جاری ہوتے ہیں ان کی صحبت اکسیر ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (۱۱۹،۹) اور سچوں کے ساتھ ہو۔ (کنز الایمان) حقیقت میں ایسا مسلمان نائب پیغمبر وارث رسول ہے (مرقات) فقر کے معنی ہیں خالی ہونا فقیر وہ جو مال سے خالی ہو، شریعت میں فقیر وہ ہے جس کے پاس مال کم ہو طریقت میں فقیر وہ ہے جس کا دل تکبر غرور سے خالی ہو اس میں تواضع انکسار مساکین سے محبت ہو فقیر مع ہے صبر اللہ کی رحمت ہے اس کی بہت تعریفیں آئی ہیں اور فقر مع ضجر یعنی بے صبری والا فقر اللہ کا عذاب ہے۔ اس کے متعلق ارشاد ہوا کہ کبھی فقر کفر بن جاتا ہے اس باب میں پہلی قسم کے فقرا کی تعریفیں ہوں گی جو مع صبر ہو۔ سبحان اللہ ان دونوں مضمونوں کا اجتماع بڑا ہی پیارا ہے فقر محمدی مسلمان کا طرۂ امتیاز ہے۔ شعر:-

سروری در دین ما خدمت گری است عدل فاروقی وفقر حیدری است

حق یہ ہے کہ فقیر صابر افضل ہے امیر شاکر سے، قرآن کریم نے فرمایا کہ اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیں گے اور صبر کے متعلق فرمایا اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ کسی نے حضور غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی سے پوچھا کہ فقیر صابر افضل ہے یا امیر شاکر فرمایا ان دونوں سے فقیر شاکر افضل ہے یعنی فقیری بلا نہیں تاکہ اس پر صبر کرو بلکہ اللہ تعالٰی کی نعمت ہے اس پر شکر کرو۔ احناف کے نزدیک فقیر وہ ہے جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو اور مسکین وہ جس کے پاس بالکل مال نہ ہو شوافع کے ہاں اس کے برعکس ہے (اشعہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا اگر آپ چاہتے تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ رہتے۔ (حدیث شریف)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۴۹۹۶) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے پراگندہ بال دروازوں سے نکالے ہوئے ۱؎ اگر اللہ پر قسم کھالیں، تو اللہ انہیں بری کرے ۲؎ (مسلم)

(۴۹۸۶) ۱؎ اس فرمان عالی کا مطلب یہ نہیں کہ وہ دنیا داروں کے دروازوں پر جاتے ہیں وہاں سے نکالے جاتے ہیں، وہ تو رب کے دروازے کے سوا کسی کے دروازے پر نہیں جاتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کی حقیقت سے دنیا غافل ہے اگر وہ کسی کے پاس جاتے تو

https://archive.org/details/@madni_library

وہ ان سے ملنا گوارہ نہ کرتا۔ربّ نے انہیں دنیا والوں سے ایسا چھپایا ہوا ہے جیسے لعل پہاڑ میں یا موتی سمندر میں تاکہ لوگ ان کا وقت ضائع نہ کریں۔۲؎ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں کہ ایک یہ کہ وہ بندہ اگر اللہ تعالٰی کو قسم دے کر کوئی چیز مانگے کہ خدایا تجھے قسم ہے اپنی عزت وجلال کی یہ کردے تو ربّ تعالٰی ضرور کردے۔یہ ہے بندہ کی ضد اپنے ربّ پر دوسرے یہ کہ اگر وہ بندہ خدا کے کام پر قسم کھا کر لوگوں کو خبر دے دے تو ربّ تعالٰی ضرور اس کی قسم پوری کردے گا مثلاً وہ کہہ دے کہ خدا کی قسم تیرے بیٹا ہوگا یا ربّ کی قسم آج بارش ہوگی تو ربّ تعالٰی ان کی زبان سچی کرنے کیلئے یہ کردے۔بعض لوگ بزرگوں کی زبان سے کچھ کہلواتے ہیں۔حضور کہہ دو کہ تیرے ہاں بیٹا ہوگا کہہ دو کہ تو مقدمہ میں کامیاب ہوگا اس عمل کا ماخذ یہ حدیث ہے (اشعۃ اللمعات) حضرت غوث بہاؤ الحق ملتانی اور بوڑھی عورت کا واقعہ اس کا ثبوت ہے کہ عورت نے کہا بہاء الحق واپس آجاؤ اللہ کی قسم آج بارش ہوجائے گی میں بارش کرادوں گی۔حضرت یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی سیف زبانی تو قرآن کریم میں مذکور ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب فہرست القرآن میں دیکھو۔

وَعَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَاٰى سَعْدٌ اَنَّ لَهٗ فَضْلًا عَلٰى مَنْ دُوْنَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَآئِكُمْ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۴۹۹۷) روایت ہے حضرت مصعب ابن سعد سے۱؎ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد نے سمجھا کہ انہیں اپنے نیچوں پر بزرگی ہے۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے کمزوروں کی برکت سے ہی مدد کیئے جاتے ہو اور روزی دیئے جاتے ہو۳؎ (بخاری)

(۴۹۹۷)۱؎ آپ مصعب ابن سعد ابن ابی وقاص ہیں تابعی ہیں اپنے والد اور حضرت علی ابن عمر طلحہ سے ملاقات ہے رضی اللہ عنہم ۱۰۳ ہجری میں وفات ہوئی (اشعہ، مرقات) ۲؎ حضرت سعد ابن ابی وقاص مالدار بھی تھے، اور بڑے سخی بہادر بھی ایک بار ان کے دل میں خیال آیا کہ میں فلاں فقیر مہاجر سے افضل ہوں آپ نے منہ سے کچھ نہ کہا تھا تب حضور انور نے یہ فرمایا اللہ تعالٰی نے حضور کو دلوں کے خطرات پر مطلع فرمایا ہے۔آپ کا یہ خیال بطور شکر ہوگا نہ کہ بطور فخر مگر چونکہ یہ تصور کہ میں بہادری اور سخاوت میں فلاں سے افضل ہوں آپ کی شان کے لائق نہ تھا اس لئے یہ ارشاد ہوا ۳؎ یعنی اے سعد تمہاری سخاوت تو دولت سے ہے اور شجاعت طاقت وقوت سے مگر دولت، قوت، فتح فقراء کی برکت سے، وہ تم حضرات کیلئے وسیلہ عظمٰی ہیں اس سے توسل ثابت ہوا یہاں مرقات میں فرمایا کہ فقراء مسلمین بندوں کیلئے قطب اور اوتاد ہیں جیسے خیمہ میخوں اور قطب چوب سے قائم ہے ایسے ہی دنیا ان لوگوں سے قائم ہے۔فقراء کی برکت سے بندوں کو رزق ملتا ہے۔ان کے طفیل بارشیں ہوتی ہیں غرضکہ اللہ تعالٰی کی نعمتیں ملنے کا ذریعہ یہ لوگ ہیں۔(مرقات)

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُمْتُ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَكَانَ عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاكِيْنُ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَيْرَ اَنَّ اَصْحَابَ النَّارِ قَدْ اُمِرَبِهِمْ اِلَى النَّارِ وَقُمْتُ عَلٰى بَابِ النَّارِ فَاِذَا عَامَّةُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَآءُ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۹۹۸) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ہم جنت کے دروازے پر کھڑے ہوئے۱؎ تو وہاں داخل ہونے والے عموماً مسکین لوگ تھے اور مالدار روکے ہوئے تھے، سوائے اس کے کہ آگ والوں کو آگ کی طرف جانے کا حکم دیدیا گیا تھا۲؎ اور میں آگ کے دروازے پر کھڑا ہوا، تو وہاں عام داخل ہونے والی عورتیں تھیں۳؎ (مسلم بخاری)

(۴۹۹۸)۱؎ حضور کا یہ قیام یا تو جسمانی معراج کی رات تھا یا خواب کی معراج میں یا کشف والہام میں (مرقات) ۲؎ خلاصہ یہ ہے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کہ مالدار لوگ دو قسم کے ہیں ایک جنتی دوسرے دوزخی جو مالدار دوزخی ہیں وہ تو دوزخ میں ٹھہرائے گئے' جیسے قارون' فرعون' ابوجہل وغیرہ جو جنتی ہیں وہ حساب کے لئے روکے ہوئے ہیں رہے فقراء مسلمان وہ جنت میں بھیج دیئے گئے خیال رہے کہ مالدار جنتیوں سے مراد وہ مالدار ہیں جن کا حساب ہوتا ہے جن کا حساب ہی نہیں لیا جاتا وہ جنت میں فوراً بھیج دیئے گئے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یہ بھی خیال رہے کہ یہ چالیس سال مالداروں سے حساب میں صرف نہ ہوں گے رب تعالٰی سارے جہان کا حساب بہت تھوڑی دیر میں لے لے گا پھر ایک مالدار کے حساب میں چالیس سال کیسے خرچ ہوں گے بلکہ ان مالداروں کو حساب کے انتظار میں رکا رہنا پڑے گا جیسے مقدمہ کی تاریخ پر فریقین شام تک انتظار کرتے ہیں کہ کب بلاوا ہو۔۳؎ کیونکہ عورتیں زیادہ تر دنیا کی طرف مائل ہوتی ہیں۔اور اپنے خاوندوں بلکہ گھر بھر کو نیکیوں سے روک دیتی ہیں خیال رہے کہ یہ واقعات بعد قیامت ہوں گے۔مگر حضور انور کی نظر انہیں اس وقت دیکھ رہی ہے کیونکہ پیغمبر کی نظر غائب چیز کو دیکھ لیتی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَآءَ وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَآءَ .(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۴۹۹۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے جنت میں جھانکا۱؎ تو وہاں کے عام باشندے فقیر لوگ دیکھے۲؎ اور میں نے دوزخ میں جھانکا' تو وہاں کے اکثر باشندے عورتیں دیکھیں۳؎ (مسلم' بخاری)

(۴۹۹۹)۱؎ یہ واقعہ جسمانی معراج کا نہیں کہ اس شب تو حضور انور جنت میں تشریف لے گئے تھے وہاں کی سیر فرمائی تھی یہ خواب کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۲؎ کیونکہ حضرات انبیاء کرام کی اطاعت کرنے والے اکثر فقراء ہی رہے آج بھی دیکھ لو کہ علماء حفاظ وقت پڑنے پر غازی شہید اکثر غریب لوگ ہی ہوتے ہیں اب بھی مسجدیں دینی مدرسے غریبوں کے دم سے آباد ہیں۔امیروں کیلئے کالج' سنیما کھیل تماشے ہیں۔فرمان پاک بالکل درست ہے۔۳؎ اس کی وجہ ابھی بیان کر دی گئی ہے کہ عورتیں ناشکری' بے صبری زیادہ ہیں۔عورت بگڑ کر سارے گھر کو بگاڑ دیتی ہے اور سنبھل کر سارے گھر کو سنبھال لیتی ہے۔بچہ کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے۔جنت دوزخ کا یہ داخلہ بعد قیامت ہوگا مگر حضور کی نگاہ شریف نے اسے ملاحظہ فرمالیا ہمارے خواب وخیال سے بھی زیادہ تیز حضور کی نگاہ شریف ہے ہم خواب وخیال سے اگلی آئندہ چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِيْنَ يُسْبِقُوْنَ الْاَغْنِيَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَى الْجَنَّةِ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا .(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۰۰۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے' فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فقراء مہاجرین۱؎ قیامت کے دن مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۲؎ (مسلم)

(۵۰۰۰)۱؎ چونکہ سارے مہاجرین فقراء بغیر حساب وعذاب جنتی ہیں۔اس لئے یہاں مہاجرین کی قید ارشاد ہوئی یہاں مہاجرین سے مراد صحابہ مہاجرین ہیں رہے دوسرے فقراء تا قیامت ان میں کوئی دوزخی ہے کوئی جنتی اور جنتی بھی بعض اول سے جنت میں جاویں گے بعض سزا پاکر جیسے مجرم وگنہگار فقیر۔۲؎ اگر مالداروں سے مراد مالدار صحابہ ہیں تو اس کا مطلب بھی بیان کر دیا گیا کہ جن مالداروں کا حساب ہوگا ان سے پہلے فقیر جائیں گے جن کا حساب نہیں ہوگا وہ اس میں داخل نہیں اور اگر عام مالدار مراد ہیں تو حدیث بالکل واضح

https://archive.org/details/@madni_library

ہے خیال رہے کہ یہ فقراء بعض امیروں سے چالیس سال پہلے اور بعض امیروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے لہذا یہ حدیث پانچ سو برس والی حدیث کے خلاف نہیں۔خریف موسم خزاں کو کہتے ہیں جیسے ربیع موسم بہار کو کہا جاتا ہے خریف بول کر پورا سال مراد لیا جاتا ہے۔جیسے گردن بول کر پورا جسم مراد لیتے ہیں یعنی جز کے لفظ سے نام سے کل کو تعبیر کرتے ہیں۔

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ جَالِسٌ مَا رَأْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا وَاللّٰهُ حُرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُّنْكِحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ يُّشَفَّعَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأْيُكَ فِيْ هٰذَا فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ هٰذَا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَّا يُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا يُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا يُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۰۰۱) روایت ہے حضرت سہل بن سعد سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرا تو حضور نے اس شخص سے پوچھا جو حضور کے پاس بیٹھا تھا کہ اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ بولا یہ شخص شریف لوگوں میں سے ہے۲ اللہ کی قسم اس لائق ہے کہ اگر پیغام دے تو نکاح کر دیا جاوے اور اگر سفارش کرے تو قبول کر لی جائے۳ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۴ پھر دوسرا آدمی گزرا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟۵ وہ بولا یارسول اللہ! یہ فقیروں مسلمانوں سے ہے اس لائق ہے کہ اگر پیغام دے تو اس کا نکاح نہ کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر بات کرے تو سنی نہ جائے۶ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس جیسے زمین بھر کے آدمیوں سے بہتر ہے۷ (مسلم،بخاری)

(۵۰۰۱)۱ یہ گزرنے والا بھی امیر تھا اور جس سے یہ سوال ہوا وہ بھی امیر ہی تھا یا امیر پرست دنیا دار غالب یہ ہے کہ دونوں کافر یا منافق تھے ورنہ ایک صحابی سارے جہان کے غیر صحابی مسلمانوں سے افضل ہیں تمام اولیاء اللہ ایک صحابی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتے۲ شریف سے مراد مالدار ہے دنیا والے لوگ مال کو شرافت سمجھتے ہیں اور مالدار کو شریف جانتے ہیں خواہ وہ کیسا ہی بدتر ہو۔۳ یعنی یہ شخص اپنی امیری کی وجہ سے لوگوں کی نگاہ میں عزت والا ہے کوئی اس کی بات ٹالے گا نہیں اگر رشتہ مانگے تو مل جائے گا اگر کسی کی سفارش کرے تو قبول کرلی جائے۔عوام اہل عرب اس کا بڑا احترام کرتے ہیں یہاں عوام کا ذکر ہے نہ کہ حضرات صحابہ کا۔حضرات صحابہ کے ہاں تقویٰ و پرہیزگاری سے عزت تھی۔رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (۴۹،۱۳) بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔(کنزالایمان)۴ حضور انور کی یہ خاموشی ناراضی کی تھی جیسا کہ کلام کی روشنی سے معلوم ہو رہا ہے۔۵ یہ گزرنے والے کوئی مسکین فقیر صحابی تھے،جیسے حضرت بلال،صہیب،عمار بن یاسر وغیرہم رضی اللہ عنہم۶ کیونکہ یہ شخص غریب مسکین ہے،غریب و مسکین کی بات دنیا دار نہیں سنتے،نہ سننے سے مراد یہ ہی ہے کہ دنیا دار اس کی بات نہ سنیں،اس کی فقیری کی وجہ سے ورنہ حضرات صحابہ کی بات تو اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت تک کے سارے مسلمان سنتے ہیں،ان کی بتائی ہوئی باتوں پر ایمان کی بنیاد ہے،اسلام وقرآن سب ان ہی حضرات سے پھیلا۔۷ یعنی جس کو تو نے تعریف کی اگر ایسے آدمیوں سے روئے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

زمین بھر جائے تو ان سب سے یہ آخری اکیلا آدمی افضل واعلیٰ واشرف ہے کہ یہ مومن متقی' صحابی ہے' اس فرمان عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ پہلا آدمی کوئی امیر کافر تھا یا منافق تھا۔ مومن صحابی نہ تھا۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتّٰى قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۰۰۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضور کی آل مسلسل دو دن جو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے۱؎ حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ کی وفات ہوگئی۲؎ (مسلم' بخاری)

(۵۰۰۲)۱؎ بلکہ ایک دن روٹی ایک دن صرف کھجوریں' پانی یا فاقہ ہوتا تھا۔ حضور کا یہ فقر وفاقہ اختیاری تھا اگر چاہتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کے پہاڑ ہوتے' جیسا کہ حدیث شریف میں ہے' اس فقر وفاقہ کو اختیار فرمانے میں تاقیامت فقراء کو تسلی دینا مقصود تھی۔۲؎ خیال رہے کہ فتح خیبر کے بعد حضور انور ہر زوجہ پاک کو ایک سال کی کھجوریں عطا فرمادیتے تھے کیونکہ خیبر میں باغات کثرت سے ہیں وہاں سے حضور کے حصے کی کھجوریں آتی تھیں یہاں مسلسل دو دن تک روٹی سے سیر ہونے کی نفی ہے لہذا یہ حدیث اس واقعہ کے خلاف نہیں کہ وہاں کھجوروں کی عطا ثابت ہے۔ نیز حضور کے گھر والے ایک دن خود کھاتے تھے دوسرے دن کا کھانا فقراء مسکین کو دیتے تھے بہر حال یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں حضور انور پر آخر زمانہ میں دولت کی بارش ہوگئی تھی مگر سب لوگوں پر تقسیم فرمادیتے تھے ان فتوحات سے پہلے طریقہ مبارکہ یہ تھا۔ شعر:-

اور کبھی تھوڑی کھجوریں کھانا پانی پی کر پھر رہ جانا
دو دو مہینے یوں ہی گزارا صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ سَعِيْدِ نِ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ فَدَعَوْهُ فَاَبٰى اَنْ يَّاْكُلَ وَقَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيْرِ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۰۰۳) روایت ہے حضرت سعید مقبری سے۱؎ وہ حضرت ابوہریرہ سے راوی' کہ وہ ایک قوم پر گزرے' جن کے سامنے بھنی بکری تھی' انہوں نے آپ کو بلایا' تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا۲؎ اور فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے حالانکہ جو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے۳؎ (بخاری)

(۵۰۰۳)۱؎ آپ کا نام سعید ہے آپ کے والد کا نام کیسان ہے کنیت ابوسعید یہ دونوں باپ بیٹے تابعی ہیں چونکہ ان کا گھر قبرستان کے کنارہ تھا اس لئے انہیں مقبری کہتے ہیں سعید کی ملاقات حضرت ابوہریرہ سے ہے آخر عمر ان کی عقل میں فتور آ گیا تھا اس لئے آپ کے بڑھاپے کی روایات معتبر نہیں ہیں۔ پہلے کی روایات مقبول ہیں (از اشعہ' مرقات)۲؎ انکار کی وجہ آگے آرہی ہے اس وقت کچھ حضور کے ان حالات کا دھیان آ گیا تو دل بے قرار ہوگیا بھنی بکری کھانے کی طرف مائل نہ ہوئے اس لئے نہ کھانا کھایا۔ دوسرے اوقات میں حضرت ابوہریرہ نے اچھے کھانے بھی کھائے ہیں اچھے کپڑے بھی پہنے ہیں دل کے حالات مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ ہر شخص کو تجربہ ہے۔ ۳؎ یعنی مجھے اس وقت خیال یہ آ گیا ہے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تو زندگی شریف میں جو کی روٹی سے مسلسل سیر نہ ہوئے اور میں بھنی بکری کھاؤں دل نہیں چاہتا ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ فتح خیبر سے پہلے تو آمدنی کم ہونے کی وجہ سے یہ حالت تھی اور فتح خیبر کے بعد ترک دنیا' بہت سخاوت کی وجہ سے یہ حالت رہی لہذا حدیث واضح ہے خیال رہے کہ یہاں مسلسل نہ کھانے کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضور نے بھنا مرغ بھی کھایا ہے مگر کبھی شاذ ونادر۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ مَشٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيْرٍ وَّاِهَالَةٍ سَنِخَةٍ وَّلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعًا لَّهٗ بِالْمَدِيْنَةِ عِنْدَ يَهُوْدِيٍّ وَاَخَذَ مِنْهُ شَعِيْرًا لِّاَهْلِهٖ وَلَقَدْ سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ مَا اَمْسٰى عِنْدَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَاعُ بُرٍّ وَّلَا صَاعُ حَبٍّ وَاِنَّ عِنْدَهٗ لَتِسْعُ نِسْوَةٍ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۰۰۴) روایت ہے حضرت انس سے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو کی روٹی اور پگھلی ہوئی چربی لے کر آئے۱ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ایک زرہ اپنی یہودی کے پاس گروی رکھی' اور اس سے اپنے گھر والوں کیلئے جو لئے۲ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ حضور محمد مصطفیٰ کے گھر والوں کے پاس ایک صاع گندم نہ ایک صاع دانہ نے شام کی' حالانکہ آپ کے پاس نو بیویاں تھیں۳ (بخاری)

(۵۰۰۴)۱اہالہ پگھلائی چربی' اور سخہ پرانی چربی' جس میں پرانی ہونے کی وجہ سے بو پیدا ہوگئی ہو' معلوم ہوا کہ ایسی چربی حلال ہے کہ یہ مضر صحت نہیں ہوتی' مگر سڑا بھنا کھانا صحت کیلئے بہت مضر ہے' اس لئے اس کا کھانا جائز نہیں' ۲حتیٰ کہ جب حضور انور کی وفات ہوئی' تو زرہ یہودی کے ہاں گروی رکھی ہوئی حضرت ابوبکر صدیق نے چھڑائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفار سے تجارتی لین دین' مالی معاملات جائز ہیں' اگر چہ ان کی آمدنی حرام وحلال سے مخلوط ہو' یہود کی حرام خوری پر قرآن مجید گواہ ہے: لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (۹،۳۴) لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں۔ (کنزالایمان) ۔مگر حضور انور نے ان سے قرض لیا' کفار کے ہدیئے قبول فرمائے۳ آل محمد سے مراد حضور کی ازواج پاک ہیں' اور یہ واقعہ فتح خیبر سے پہلے کا ہے' فتح خیبر کے بعد حضور انور ہر بیوی صاحبہ کو سال بھر کا خرچ دے دیتے تھے' (لمعات واشعۃ)

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلٰى رِمَالِ حَصِيْرٍ لَّيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ فِرَاشٌ قَدْ اَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهٖ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ اَدَمٍ حَشْوُهَا لِيْفٌ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ادْعُ اللّٰهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلٰى اُمَّتِكَ فَاِنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ فَقَالَ اَوَفِيْ هٰذَا اَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ اُولٰٓئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِيْ رِوَايَةٍ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةُ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۰۰۵) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ تنکوں والی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے۱ آپ کے اور اس چٹائی کے درمیان کوئی بستر نہ تھا' اور تنکے آپ کی کروٹ میں اثر کر گئے تھے' چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے جس کا بھراؤ کھجور کی چھال سے تھا'۲ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب سے دعا فرمایئے کہ وہ آپ کی امت پر وسعت فرمادے۳ کیونکہ فارس' روم پر بڑی وسعت کی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۴ فرمایا اے ابن خطاب تم اس خیال میں ہو۵ یہ وہ قوم ہے جن کیلئے دنیاوی زندگی میں ان کی نعمتیں دیدی گئیں۶ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کیا تم اس سے راضی نہیں کہ دنیا ان کیلئے ہو اور آخرت ہمارے لئے ہے۷ (مسلم' بخاری)

(۵۰۰۵)۱حصیر چٹائی رمال کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی' ان پتوں کو اردو میں پنکے کہتے ہیں۲ یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی' تکیہ شریف کا غلاف چمڑے کا تھا جس میں بجائے روئی کے کھجور کی نرم چھال یعنی درخت کھجور کا نرم گودا تھا۔۳ اس عرض ومعروض

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

میں یا تو امت کا ذکر زائد ہے مطلب یہ ہے کہ آپ پر وسعت فرمادے مگر بے ادبی کے خوف سے امت کا نام لیا یا مطلب یہ ہے کہ حضور آپ کی امت اس فقر وفاقہ میں آپ کی پیروی نہ کرسکے گی دعا فرمائیں کہ ان پر اللہ تعالٰی دنیا وسیع کرے۔انہیں دنیا میں عیش وعشرت نصیب ہو مگر پہلا احتمال زیادہ قوی ہے جیسا کہ جواب عالی سے معلوم ہورہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر حضور کے صدقہ سے دنیا بہت ہی فراخ ہوئی تمام دنیا کے بادشاہ مسلمان بنادیئے گئے جیسا کہ تواریخ جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں۔شعر:۔

بوریا ممنون خواب راحتش　　　　تاج کسریٰ زیر پائے امتش

۴؎ یعنی روم وفارس کے بادشاہ کافر ہیں مگر انہیں دنیا بہت دی گئی ہے وہ عیش وآرام میں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے محبوب ہیں حضور کا عیش وآرام ان سے زیادہ چاہیے ۵؎ یعنی تمہاری رائے تو ایسی شاندار ہوتی ہے اس کے موافق قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں تم جیسا پختہ اور درست رائے والا کوئی ہی ہوگا تم بھی یہاں دھوکہ کھاگئے اور کسریٰ وقیصر کی عیش وعشرت والی زندگی کی آرزو رائے ہمارے واسطے کرنے لگے اس لئے یہاں ابن خطاب سے یاد فرمایا نام شریف نہ لیا۔ابن خطاب فرمانے میں بھی عجیب ناز وانداز ہے۔ ۶؎ یعنی ان کفار کو دنیاوی عیش وآرام عطا فرمانا اللہ کی رحمت نہیں بلکہ عذاب ہے کہ اس کی وجہ سے وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم ہوگئے کفر وفسق کے باوجود نعمتیں ملنا ان پر اللہ کا عذاب ہے۔ ۷؎ یعنی کفار کیلئے صرف دنیا ہو ہمارے لئے آخرت بھی ہو صوفیاء کے نزدیک دنیا وہ ہے جو اللہ سے غافل کردے جو مال ودولت آخرت کا توشہ بن جائے وہ دین ہے لہذا اسی حدیث کی بناء پر دولت عثمانی پر اعتراض نہیں ہوسکتا وہ تو عین دین تھی نیز اللہ تعالٰی نے بعد میں حضور انور کو بہت دولت عطا فرمائی جو حضور نے اپنے ہاتھوں سے بانٹی اب بھی ہم سب حضور کے آستانہ سے پل رہے ہیں بہرحال یہ حدیث بالکل واضح ہے مومن کی دنیا اور ہے کافر کی دنیا اور شعر:۔

دونوں کی ہے پرواز اسی ایک فضا میں　　　　کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ لَقَدْ رَاَیْتُ سَبْعِیْنَ مِنْ اَصْحَابِ الصُّفَّةِ مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ عَلَیْهِ رِدَآءٌ اِمَّا اِزَارٌ وَّاِمَّا کِسَآءٌ قَدْ رَبَطُوْا فِیْ اَعْنَاقِهِمْ فَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ نِصْفَ السَّاقَیْنِ وَمِنْهَا مَا یَبْلُغُ الْکَعْبَیْنِ فَیَجْمَعُهٗ بِیَدِهٖ کَرَاهِیَةَ اَنْ تُرٰی عَوْرَتُهٗ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۰۰۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے ستر صفہ والے صحابہ کو دیکھا کہ ان میں سے کسی پر چادر نہ تھی۱؎ یا صرف تہبند تھا یا کمبل جسے وہ اپنی گردنوں میں باندھے تھے۲؎ جن میں سے بعض جو آدھی پنڈلی تک پہنچتی تھیں بعض وہ جو ٹخنوں تک پہنچتی تھیں وہ اسے اپنے ہاتھ سے سمیٹے رہتا اس خوف سے کہ اس کا ۳؎ ستر دیکھ لیا جائے۔(بخاری)

(۵۰۰۶) ۱؎ صفہ کہتے ہیں چبوترے کو(تھڑہ) مسجد نبوی شریف سے متصل طلباء کیلئے ایک چبوترہ مقرر کیا گیا تھا۔جہاں یہ علم سیکھنے والے حضرات رہتے تھے انہیں اصحاب صفہ کہتے تھے ان کی تعداد کل چار سو ہے ان کے منتظم حضرت ابوہریرہ تھے یہ خود بھی انہیں میں سے تھے۔ان حضرات نے اپنے کو دین کیلئے وقف کردیا تھا۔مدینہ پاک میں رہتے تو علم سیکھتے تھے ورنہ جہاد میں جاتے تھے۔اہل مدینہ ان کو اپنے صدقات وخیرات دیتے تھے۔آج کل بھی دینی مدارس میں یہی ہوتا ہے آج کل کے دینی مدارس کیلئے یہ حدیث اصل ہے۔(مرقات) ۲؎ یعنی قمیص تو کسی کے پاس تھی ہی نہیں صرف تہبند تھا وہ بھی اتنا چھوٹا کہ یہ حضرات اس ایک کپڑے میں پورا جسم ڈھانپنے کی کوشش کرتے تھے۔ ۳؎ یعنی لوگ سجدہ ورکوع،اٹھتے بیٹھتے اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیتے تھے کیونکہ ان کپڑوں کی چوڑائی بہت کم تھی اگر

https://archive.org/details/@madni_library

ہاتھ سے نہ پکڑتے تو کھل جاتا ان ہاتھوں میں اسلام پروان چڑھا ہے وہ لوگ ناشکرے ہیں کہ بہت نعمتوں کے مالک ہیں پھر اپنے کو غریب ہی کہتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَظَرَ اَحَدُكُمْ اِلٰى مَنْ فُضِّلَ عَلَيْهِ فِى الْمَالِ وَالْخَلْقِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْهُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِىْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَهُوَ اَحْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۔

(۵۰۰۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اسے دیکھے جسے اس پر مال واعضاء میں بڑائی دی گئی ہے تو اسے بھی دیکھ لے جو اس سے نیچے ہے۱؎ (مسلم، بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے فرمایا تم اپنے سے نیچے کو دیکھو اپنے سے اوپر کو نہ دیکھو یہ عمل اس کا باعث ہے کہ تم اللہ کی نعمت کی ناقدری نہ کرو۲؎

(۵۰۰۷) ۱؎ یعنی اگر تم کبھی ایسے شخص کو جو صحت یا دولت میں تم سے زیادہ ہو اور تم کو اس پر رنج ہو تو فوراً ایسے کو بھی دیکھو جو صحت، دولت میں تم سے کم ہے اور خدا کا شکر کرو حضرت سعدی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے پاس جوتا نہ تھا میں لوگوں کو جوتا پہنے دیکھ کر رو رہا تھا اچانک میں نے اسے دیکھا جس کے پاؤں نہ تھے وہ چوتڑوں سے گھسٹ رہا تھا میں سجدہ میں گر کے شکر کرنے لگا۔ یہ ہے اس حدیث پر عمل اس سے دل کو بہت تسکین ہوتی ہے۔۲؎ دنیاوی چیزوں میں اپنے سے نیچے کو دیکھو تاکہ تم شکر کرو اور دین کی چیزوں میں اپنے سے اوپر کو دیکھو تاکہ تم اپنی عبادت پر تکبر نہ کرو اگر تم پنجگانہ نماز پڑھتے ہو تو انہیں دیکھو جو تہجد اور اشراق بھی پڑھتے ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْفُقَرَآءُ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَآءِ بِخَمْسِ مِائَةِ عَامٍ نِصْفِ يَوْمٍ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ)

(۵۰۰۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں فقیر لوگ امیروں سے پانچ سو سال۱؎ یعنی آدھے دن پہلے جائیں گے۲؎ (ترمذی)

(۵۰۰۸) ۱؎ اس فرمان عالی کا مطلب ابھی کچھ پہلے عرض کیا گیا کہ جن امیروں کا قیامت میں حساب ہوگا ان امیروں سے پانچ سو سال پہلے فقیر لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے لہذا ان امیروں میں حضرت سلیمان علیہ السلام یا حضرت عثمان غنی داخل نہیں کہ ان کا حساب ہی نہیں پھر پیچھے ہونے کا کیا معنی۔ خیال رہے کہ گزشتہ حدیث میں چالیس سال پہلے کا ذکر تھا اور یہاں پانچ سو سال کا ذکر ہے، کیونکہ فقراء بعضے امیروں سے چالیس سال پہلے جائیں گے بعض سے پانچ سو سال پہلے جیسا امیر ویسا اس کا حساب۔ اتنی ہی اس کیلئے دیر۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ دیر حساب کی وجہ سے نہ ہوگی رب تعالٰی سارے عالم کا حساب بہت جلد لے گا یہ ان فقراء کی شان دکھانے کیلئے ہوگی کہ امیروں کو حساب کے نام پر روک لیا گیا اور فقیروں کو جنت کی طرف چلتا کردیا گیا۲؎ یعنی قیامت کا دن ایک ہزار برس کا ہے رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (۲۲:۴۷) بے شک تمہارے رب کے یہاں ایک دن ایسا ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس۔ (کنزالایمان) ہاں بعض کو پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا۔ ان کے متعلق رب فرماتا ہے: فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (۷۰:۴) وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔ (کنزالایمان) اور بعض مومنین کو گھڑی بھر کا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

محسوس ہوگا۔رب تعالٰی فرماتا ہے:فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ ○ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ (۷۴-۹) تو وہ دن کڑا (سخت) دن ہے کافروں پر آسان نہیں۔ (کنزالایمان) (مرقات) لہٰذا آیات میں تعارض نہیں اور ہوسکتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہومگر بعض کوایک ہزار سال کامحسوس ہو۔بعض کواس سے بھی کم حتی کہ ابرار کوایک ساعت کامحسوس ہوگا جیسے ایک ہی رات آرام والے کو چھوٹی محسوس ہوتی ہے۔تکلیف والے کو بڑی۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْكِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْكِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاكِیْنِ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ لِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّھُمْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ قَبْلَ اَغْنِیَآئِھِمْ بِاَرْبَعِیْنَ خَرِیْفًا یَا عَآئِشَۃُ لَاتَرُدِّی الْمِسْكِیْنَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ یَا عَائِشَۃُ اَحِبِّی الْمَسَاكِیْنَ وَقَرِّبِیْھِمْ فَاِنَّ اللّٰہَ یُقَرِّبُكِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔
(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اِلٰی قَوْلِہٖ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاكِیْنِ)

(۵۰۰۹) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا الٰہی مجھے مسکین زندہ رکھ۱ مسکین ہی وفات دے۲ اور مسکینوں کے ٹولہ میں حشر نصیب کر۳ تو جناب عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیوں۴ فرمایا کہ مسکین لوگ جنت میں غنیوں سے چالیس برس پہلے جائیں گے۵ اے عائشہ مسکین کو خالی نہ پھیرو اگرچہ کھجور کی قاش ہی ہو دے دو۶ اے عائشہ مسکینوں سے محبت کرو انہیں قریب رکھو تاکہ اللہ تعالٰی قیامت میں تمہیں قریب کردے۔۷ (ترمذی، بیہقی، شعب الایمان) اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری سے فی زمرۃ المساکین تک روایت کی۔

(۵۰۰۹)۱یہاں مسکین سے مراد دل کے مساکین ہیں جن کے دلوں میں تکبر نہ ہونرمی اور تواضع ہومتواضع بادشاہ بھی مسکین ہے اور متکبر فقیر مسکین نہیں۔مسکین یا بنا ہے مسکنت سے بمعنی انتہائی متواضع یا سکون یا سکینہ سے بمعنی وقار،قرار،اطمینان رضا یا بالقضاء یہ انسان کی اعلیٰ صفتیں ہیں یہود کے متعلق جومسکنت آیا ہے اس سے مرادخواری رسوائی ہے رب تعالٰی فرماتا ہے:وَضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ وَالْمَسْكَنَۃُ (۲-۶۱) اوران پر مقرر کردی گئی خواری اور ناداری (کنزالایمان) لہٰذا حضرت عثمان اگرچہ مال سے غنی ہیں مگر دل سے مسکین و متواضع ہیں جب حضور انور کے پاس بہت دولت آئی تب بھی حضور دل کے متواضع رہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی۔۲یعنی میرا یہ انکسار وتواضع عارضی نہ ہودائمی ہووصال تک قائم رہے کہ میں اپنی نظر میں متواضع ہوؤں اور دوسروں کی نظر میں عظیم الشان۔۳یہ ہے مساکین کی انتہائی عظمت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا کہ مساکین کو میرے زمرہ میرے گروہ میں اٹھا بلکہ فرمایا کہ مجھے مساکین کے زمرہ میں اٹھا۔ایک باشاہ فقراء ومساکین صالحین پر گزرا انہوں نے بادشاہ کی طرف کوئی توجہ نہ کی بادشاہ غضب ناک ہوکر بولا تم کون لوگ ہو وہ بولے ہم وہ لوگ ہیں کہ ترک دنیا ہماری محبت ہے اور آخرت چھوڑنا ہم سے عداوت ہے۔بادشاہ اس سے کانپ گیا اور بولا کہ مجھ میں تم سے عداوت کی طاقت نہیں۔(مرقات) مطلب یہ ہے کہ قیامت میں مساکین کی ایک جماعت ہوان میں میں بھی ایک ہوں۔اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جماعت کے امام ہیں مگر اپنے کوان میں سے ایک قرار دینا ان کی عزت افزائی ہے۔۴یعنی یا رسول اللہ حضور اپنے کو مساکین میں محشور ہونے کی دعا کیوں فرمارہے ہیں ان میں کیا خوبی ہے۔۵لہٰذا اگر میں بھی مسکینوں کے زمرہ میں ہوا تو جنت میں غنی لوگوں سے چالیس سال پہلے جاؤں گا خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے دروازے پہ بہت ہی پیچھے پہنچیں گے اولاً اپنی امت کو صراط سے گزار کر وہاں پہنچائیں گے مگر دروازہ جنت بند ہوگا ساری مخلوق دروازہ پر جمع ہو

https://archive.org/details/@madni_library

جائے گی۔ جب حضور انور وہاں نہایت شان سے پہنچیں گے تو دروازہ حضور کیلئے کھلے گا سب سے پہلے حضور انور پھر انبیاء کرام پھر حضور کی امت بعد میں دوسری امتیں داخل ہوں گی۔حضور انور کا یہ فرمان انتہائی تواضع کیلئے ہے۔ ۶؎ یعنی جب کوئی مسکین سوال کرنے آئے تو جو میسر ہو دے دو نہ ہو تو اس سے اچھی بات کہہ دو ایک بار ام المومنین انگور کھا رہی تھیں کہ کوئی سائل آیا آپ کے پاس صرف ایک دانہ بچا تھا آپ نے وہ ہی پیش کردیا۔سائل ناراض ہوگیا تو آپ نے یہ آیت تلاوت کی فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ (۹۹،۷) تو جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا (کنزالایمان) اور فرمایا انگور تو ذرہ سے بڑا ہے۔ (مرقات) ۷؎ معلوم ہوا کہ دنیا میں جو شخص مساکین اولیاء اللہ سے قریب ہوگا وہ کل قیامت میں خدا سے قریب ہوگا۔مولانا فرماتے ہیں۔شعر:-

ہر کہ خوہد ہم نشینی با خدا — او نشیند درحضور اولیاء

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَآئِکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ اَوْ تُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَآءِ کُمْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۰۱۰) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا مجھے اپنے کمزوروں میں تلاش کرو ۱؎ تم اپنے کمزوروں کی وجہ سے ہی روزی اور فتح دیئے جاتے ہو ۲؎ (ابوداؤد)

(۵۰۱۰) ۱؎ ضعفاء سے مراد وہ نیک مومن ہیں جن میں کبھی شیخی' شان نہیں ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے، ایسے نیک مومنوں میں ڈھونڈھو میں ان میں ملوں گا ڈھونڈو کا مطلب یہ ہے کہ ان فقراء ومساکین کی خدمت کرو جس سے وہ راضی ہوجائیں ان کی مجلسوں میں حاضر رہو یہاں مرقات نے بحوالہ ابن ملک فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحانی توجہ سے تو ہر دم ان مقبولوں کی مجلس میں رہتے ہیں مگر کبھی کبھی جسماً وصورۃً بھی ان مجلسوں میں تشریف فرما ہوتے ہیں (مرقات) ایسی پاک مجلسوں میں اگر کوئی اجنبی شخص نظر پڑے تو اس سے مصافحہ ضرور کرے ممکن ہے کہ اس گروہ میں کوئی شہسوار ہو حضرت جبریل شکل انسانی میں حضور کی بارگاہ میں آتے تھے۔خضر علیہ السلام مختلف انسانی شکلوں میں لوگوں سے ملاقات کرتے رہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض امتیوں کے جنازہ میں شرکت کرتے ہیں۔حضرت ابوہریرہ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی پہلی محراب ختم ہونے پر ختم شریف کی مجلس میں شرکت فرمائی چنانچہ فتاویٰ عزیزیہ کے مقدمہ ص ۱۳ میں شاہ عبدالعزیز صاحب کے حالات میں یہ واقعہ بالتفصیل مذکور ہے عبارت یہ ہے۔''نامش پرسیدند گفت ابوہریرہ' کہ نعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ بودند امروز ختم قرآن عبدالعزیز است ماخواہیم رفت ومراد رجاء دگر بکارے فرستادہ بودند ازیں جہت تاخیر واقع شد ایں گفت وغائب شد'' فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۴۳ عرس بزرگاں میلاد شریف کی مجلسوں بزرگان دین کی زیارات میں شرکت کرنے کا مقصد یہ ہی ہوتا ہے کہ شاید یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی نصیب ہوجائے۔

گدا بن کر میں ڈھونڈوں تم کو گھر گھر — مرے آقا مجھے چھوڑا ہے کس پر

آخرت میں حضور کے ملنے کے تین مقام ہیں لب کوثر' میزان' صراط' دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ملنے کی جگہ بزرگوں کی مجلسیں ہیں ان سے دوری اللہ رسول سے دوری ہے۔مولانا فرماتے ہیں شعر:-

چوں شدی دور از حضور اولیاء — ایں چنیں واں دور گشتی از خدا

۲؎ کیونکہ ضعفاء میں قطب اور اوتاد ولی ہوتے ہیں۔قطبوں اوتادوں سے دنیا کا نظام قائم ہے اگر یہ رہیں تو دنیا رہے جیسے خیمہ چوب اور طناب میخوں سے قائم ہے اگر یہ نہ رہیں تو خیمہ گر جائے آسمان کا خیمہ ان بزرگوں سے قائم ہے (مرقات)۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ اُمَيَّةَ بْنِ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُسَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَسْتَفْتِحُ بِصَعَالِيْكَ الْمُهَاجِرِيْنَ .(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۵۰۱۱) روایت ہے امیہ ابن خالد ابن عبداللہ ابن اسید ۱ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور انور فقراء مہاجرین کے توسل سے فتح مانگتے تھے ۲ (شرح سنہ) ۳

(۵۰۱۱) ۱ بعض محدثین نے امیہ بن خالد کو صحابی کہا ہے مگر حق یہ ہے کہ آپ تابعی ہیں ثقہ ہیں مکی ہیں یا مدنی ۸۰ ھ کے بعد وفات پائی۔ ۲ چنانچہ حضور انور جہاد میں یوں دعا فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَى الاعداء بحق عبادك الفقراء المهاجرين اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود سب کے وسیلہ عظمٰی ہیں۔ مگر آپ کا ان کے وسیلہ سے دعا فرمانا یہ بتانے کے لئے ہے کہ مقبول بندوں کے وسیلہ سے دعا کرنا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور افضل بندے اپنے نیک خدام کے وسیلہ سے دعا کیا کریں۔ صرف نیک اعمال کے وسیلہ پر قناعت نہ کیا کریں۔ وسیلہ کی بحث ہماری کتاب رحمت خدا بوسیلہ اولیاء میں ملاحظہ کرو۔ ۳ اس حدیث کو بہت طرح قوت حاصل ہے۔ رب فرماتا ہے: لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (۴۸:۲۵) اگر وہ جدا ہو جاتے تو ہم ضرور ان میں کے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔ (کنزالایمان) معلوم ہوا کہ کفار کا عذاب سے بچا رہنا فقراء مومنین کی برکت سے ہے۔ ابن ابی شیبہ طبرانی نے امیہ ابن عبداللہ سے روایت کی كان صلى الله عليه وسلم بصعاليك المسلمين امیہ ابن خالد صاحب مشکوۃ کے نزدیک صحابی ہیں اور اگر تابعی بھی ہوں تو نہایت ثقہ ہیں۔ ایسے ثقہ کی مرسل حدیث بلا دغدغہ قبول ہے (مرقات) یہ آیت وحدیث وسیلہ اولیاء کیلئے اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَغْبِطَنَّ فَاجِرًا بِنِعْمَةٍ فَاِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا هُوَ لَاقٍ بَعْدَ مَوْتِهٖ اِنَّ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ قَاتِلًا لَّا يَمُوْتُ يَعْنِي النَّارَ .(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۵۰۱۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم کسی بدعمل پر کسی نعمت کی وجہ سے رشک نہ کرو ۱ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ وہ مرے بعد کس چیز سے ملے گا ۲ اس کیلئے اللہ کے نزدیک نہ مرنے والا جان لیوا ہے یعنی آگ ۳ (شرح سنہ)

(۵۰۱۲) ۱ نعمت سے مراد دنیاوی نعمت ہے جیسے اولاد، مال، ظاہری دنیاوی عزت، حکومت وغیرہ یعنی اگر کسی بدکار سیاہ کار کو یہ نعمتیں مل جائیں تو تم اس پر رشک نہ کرو یہ خیال نہ کرو کہ اللہ تعالٰی اس سے راضی وخوش ہے۔ ۲ یعنی اس کیلئے یہ نعمتیں بعد موت مصیبت بن جائیں گی جن سے اس کے عذاب میں اور زیادتی ہوگی لہذا یہ نعمت راحت کی شکل میں عذاب ہے۔ ۳ یعنی ان نعمتوں کا انجام اس کیلئے دوزخ کی آگ ہے اگر یہ غریب ہوتا تو شاید توبہ کرلیتا راحت وامیری میں توبہ سے محروم رہا لہذا دوزخ میں گیا۔ یا اگر یہ غریب ہوتا تو گناہ کم کرلیتا دولت پاکر گناہ زیادہ کئے۔ دوزخ کے سخت تر طبقے میں گیا دولت سے دروازے کھل جاتے ہیں۔ مومن کیلئے نیکیوں کے کافر کیلئے گناہوں کے قاتل سے مراد ایذاء دہ چیز ہے۔ لایموت سے مراد ہے غیر فانی۔ دوزخ کی آگ کو فنا نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَسَنَتُهٗ وَاِذَا فَارَقَ الدُّنْيَا فَارَقَ السِّجْنَ وَالسَّنَةَ . (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۵۰۱۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا مومن کا جیل خانہ اور اس کی قحط سالی ہے ۱ جب مومن دنیا چھوڑتا ہے تو جیل اور قحط سے نکل جاتا ہے ۲ (شرح سنہ)

(۵۰۱۳) ۱ جیسے جیل خانہ میں قیدی کا دل نہیں لگتا اگرچہ وہاں کتنا ہی آرام ہو خواہ اے کلاس کی جیل ہو یا بی کلاس کی اسی طرح

https://archive.org/details/@madni_library

مومن دنیا میں دل نہیں لگاتا' اگرچہ اسے بڑا ہی آرام ہو لہذا حدیث سے یہ لازم نہیں کہ مسلمان کو دنیا میں تکلیف ہی رہے۔ تکلیف اور چیز ہے دل نہ لگنا کچھ اور چیز۔ جیسے قحط سالی میں انسانوں کو ذلت' قلت' تکلیف ہوتی ہے ایسے ہی مسلمان کو دنیا میں کوئی نہ کوئی تکلیف رہتی ہی ہے۔ یہ آزمودہ چیز ہے بلکہ تکالیف اور ناکامیاں ہی انسان کو انسان بنا کر رکھتی ہیں۔ عیش میں غفلت ہوتی ہے۔ تکلیف میں بیداری۔ ۲؎ خیال رہے کہ مومن کو آخرت میں اس قدر آرام وراحتیں ہیں کہ ان کے مقابل دنیا کی بادشاہت بھی جیل ہے اور کافر کو آخرت میں ایسی مصیبتیں ہوں گی کہ ان کے مقابل دنیا کی سخت سے سخت تکلیف بھی گویا جنت ہوگی۔ مومن مرکر دنیاوی جنجال سے چھوٹتا ہے کافر مرکر جنجال میں پھنستا ہے موت ایک ریل ہے جو مومن کو عیش خانہ اور کافر کو جیل خانہ تک پہنچاتی ہے۔ جیسے ایک ہی ریل میں کسی کی بارات جارہی ہے کسی کو پھانسی کیلئے لے جایا جارہا ہے۔

وَعَنْ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا حَمَاهُ الدُّنْيَا كَمَا يَظَلُّ اَحَدُكُمْ يَحْمِىْ سَقِيْمَهُ الْمَآءَ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِىُّ)

(۵۰۱۴) روایت ہے حضرت قتادہ ابن نعمان سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے دنیا سے بچالیتا ہے ۲؎ جیسے تم میں سے کوئی اپنے بیمار کو پانی سے بچاتا ہے ۳؎ (احمد' ترمذی)

(۵۰۱۴) ۱؎ آپ بدری صحابی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری کے ماں شریکے بھائی انصاری ہیں۔ بیعت عقبہ اور غزوات میں شریک رہے پینسٹھ سال عمر پائی۔ ۲۳ ہجری میں وفات پائی۔ آپ افضل صحابہ میں سے ہیں (مرقات) ۲؎ اس طرح کہ اس کے دل کو دنیا کی محبت اور غفلت سے محفوظ رکھتا ہے اگرچہ لاکھوں روپیہ کا مالک ہو مگر دل یار سے لگا رہتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ اسے کبھی امیر نہیں کرتا حضرت سلیمان علیہ السلام اور عثمان غنی بڑے مالدار تھے مگر دنیا کی محبت سے محفوظ تھے وہ دنیا میں تھے دنیا ان میں نہ تھی۔ ۳؎ یہاں بیمار سے استسقاء کی بیماری والا مراد ہے۔ اسے پانی سے بچایا جاتا ہے۔ اس کے پیٹ میں پانی نہیں پہنچنے دیا جاتا۔ یوں ہی اللہ تعالٰی مومن کے دل میں دنیا کی محبت نہیں پہنچنے دیتا۔ مومن کا دل تو صرف تجلی گاہ رب العلمین ہے۔

وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اثْنَتَانِ يَكْرَهُهُمَا ابْنُ اٰدَمَ يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتْنَةِ وَيَكْرَهُ قِلَّةَ الْمَالِ وَقِلَّةُ الْمَالِ اَقَلُّ لِلْحِسَابِ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۵۰۱۵) روایت ہے حضرت محمود ابن لبید سے ۱؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو چیزیں ہیں جنہیں انسان ناپسند کرتا ہے۔ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے حالانکہ موت مومن کیلئے فتنے سے بہتر ہے ۲؎ اور مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے۔ حالانکہ مال کی کمی حساب کو کم کردے گی ۳؎ (احمد)

(۵۰۱۵) ۱؎ آپ انصاری شہلی ہیں عہد رسالت میں پیدا ہوئے صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی ہیں۔ ۹۶ھ میں آپ کی وفات ہے۔ ۲؎ زندگی وہ اچھی ہے جو رب تعالٰی کی اطاعت میں صرف ہو کفر وطغیان وعصیان کی زندگی سے موت بہتر ہے۔ یہاں یہ ہی مراد ہے۔ فتنہ سے مراد ہے گناہ وغفلت وغیرہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دعا مانگتے تھے جس کے آخر میں یہ تھا واذا اردت بعبادك فتنة فاقبضنى اليك غير مفتون مولى جب تو اپنے بندوں کو فتنہ میں مبتلا کرے تو مجھے بغیر مبتلا کیے ہوئے موت دے دے ۳؎ یہ ان امیروں کیلئے حساب ہے جن کا حساب ہونا ہے۔ واقعی ایسی امیری سے غریبی اچھی کہ اس غریبی میں جنجال و وبال بہت کم ہوتے ہیں۔ ہاں جن امیروں کا حساب نہیں وہ تو بڑے مزے میں ہیں۔ جیسے حضرت عثمان غنی اور دوسرے امیر مومنین۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّكَ قَالَ انْظُرْ مَا تَقُوْلُ فَقَالَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاُحِبُّكَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قَالَ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَاَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا لِلْفَقْرُ اَسْرَعُ اِلٰى مَنْ يُّحِبُّنِیْ مِنَ السَّيْلِ اِلٰى مُنْتَهَاهُ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۵۰۱۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مغفل سے ا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا میں آپ سے محبت کرتا ہوں ۲ فرمایا سوچ لو تم کیا کہتے ہو۔ ۳ وہ بولا اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں ۴ تین بار کہا تو فرمایا کہ اگر تو سچا ہے تو کیل کانٹے سے فقیری کیلئے تیار ہو جا ۵ یقیناً فقیری مجھ سے محبت رکھنے والے کی طرف تیز دوڑتی ہے بمقابلہ سیلاب کے اپنی انتہا کی طرف ہے ۶ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۰۱۶) ا آپ مشہور صحابی ہیں بیت الرضوان میں شریک ہوئے اولاً مدینہ منورہ میں پھر بصرہ میں رہے (اشعہ) ۲ یہ عرض کرنا یا اس حدیث پر عمل ہے کہ جس سے تم کو محبت ہو اس سے کہہ دو یا اس آیت کریمہ پر عمل ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (۹۳'۱۱) اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔ (کنزالایمان) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اللہ تعالیٰ کی بڑی سے بڑی نعمت ہے۔ اس کا اظہار وہ بھی حضور انور کے سامنے۔ یہ اس نعمت کا شکریہ ہے ورنہ حضور کو تو پتھروں کے دل کا حال بھی معلوم ہے۔ فرماتے ہیں احد ہم سے محبت کرتا ہے۔ ۳ یعنی خوب سوچ کر یہ دعویٰ کرو تم بہت ہی بڑی چیز کا دعویٰ کر رہے ہو۔ مجھ سے محبت کوئی معمولی چیز نہیں۔ ۴ محبت سے مراد بہت ہی محبت ہے۔ ورنہ ہر مومن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ حضور کی محبت ہی تو ایمان کی اصل ہے۔ حضور کی محبت سے ہی خدا کی محبت کلمہ' قرآن کی محبت اسی محبت سے حاصل ہوتی ہے۔ حضور سے تعلق و محبت ایمان کی اصل ہے۔ ۵ تجفاف ت کے کسرہ اور جیم کے سکون سے بمعنی آلات جنگ خود زرہ وغیرہ یعنی تم تیار ہو جاؤ کہ فقیری کی آفات کا مقابلہ کر سکو۔ ۶ یہاں بھی فقیری سے مراد دل کی مسکینیت ہے اور دل کا محبت مال سے خالی ہو جانا ہے۔ فقیری اور ناداری آفتوں کے برداشت کرنے پر تیار ہو جانا یعنی جسے اللہ میری محبت دیتا ہے اس کے دل سے محبت مال وغیرہ یک دم نکال دیتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بعض صحابہ بلکہ عہد فاروقی میں سارے صحابہ بڑے مالدار تھے تو کیا انہیں حضور سے محبت نہ تھی۔ ضرور تھی۔ ان سب کے دل محبت مال سے خالی تھے۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ دنیا میں بہت آفات انبیاء کرام پر آتی ہیں اور یہ ہے ان کا محب تو اس پر آفتیں آئیں گی۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اُخِفْتُ فِی اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِی اللّٰهِ وَمَا يُؤْذٰى اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَیَّ ثَلٰثُوْنَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَّيَوْمٍ وَّمَالِیْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَّاْكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَیْءٌ يُّوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ وَمَعْنٰى هٰذَا الْحَدِيْثِ حِيْنَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَارِبًا مِّنْ مَّكَّةَ وَمَعَهٗ بِلَالٌ اِنَّمَا كَانَ مَعَ بِلَالٍ مِنَ الطَّعَامِ مَا يَحْمِلُ

(۵۰۱۷) روایت ہے حضرت انس سے انہوں نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اللہ کی راہ میں بہت ڈرایا گیا جتنا کوئی نہیں ڈرایا جاتا ا اور میں اللہ کی راہ میں ستایا گیا ایسا کوئی نہیں ستایا جاتا ۲ اور مجھ پر تیس دن ورات ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلال کیلئے کھانا نہ تھا جو کلیجے والا کھا سکے سواء اس قدر کہ جسے بلال کی بغل چھپائے ہوئے تھی ۳ (ترمذی) اور فرمایا کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ بلال تھے اور بلال کے ساتھ اتنا

https://archive.org/details/@madni_library

تَحتَ اِبِطِہٖ) کھانا تھا جسے وہ اپنی بغل میں دبائے ہوئے تھے[۴]

(۵۰۱۷) [۱] یعنی دین کی تبلیغ قرآن کریم کی اشاعت کے سلسلے میں جتنا کفار نے مجھے ڈرایا اتنا کسی نبی کو ان کی قوم نے نہیں ڈرایا۔[۲] اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ دین کی تبلیغ میں جتنا کفار نے مجھے ستایا اتنا کسی نبی کو نہیں ستایا۔ دوسرے یہ کہ جب کفار مکہ نے مجھے بہت ستایا تب میں اکیلا تھا میرے ساتھ طاقتور مسلمان نہ تھے جب لوگ ایمان لائے تو کفار کا زور کم ہوگیا۔ انہیں کم ستایا گیا۔ مرقات نے یہ ہی دوسرے معنی کئے۔ اشعۃ اللمعات نے پہلے معنی کئے۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کی تکلیفیں اٹھائیں اور حضور انور نے تئیس سال مگر یہ تئیس سال کی تکالیف ان ساڑھے نو سو برس کی تکالیف سے سخت تر ہیں۔ چونکہ حضور نبیوں کے سردار ہیں اس لئے آپ کی مشکلات بھی زیادہ ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے شعر:-

تارے سب نیارے ہیں گہن چاند اور سورج بڑوں کو دکھ بہت ہیں چھوٹوں سے دکھ دور

یعنی چاند سورج کو گہن لگتا ہے تاروں کو نہیں لگتا۔ بڑوں کو دکھ ہوتا ہے چھوٹوں کو نہیں۔[۳] یہ واقعہ ہجرت کا نہیں ہے کیونکہ ہجرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف ابوبکر صدیق تھے۔ حضرت بلال نہ تھے۔ بلکہ یہ واقعہ طائف شریف تبلیغ کے لئے تشریف لے جانے کا ہے۔ خیال رہے کہ نبوت کے دسویں سال جناب ابوطالب کی وفات ہوئی اور پانچویں دن حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ کی وفات ہوگئی۔ حضور نے اس سال کا نام عام الحزن رکھا یعنی رنج وغم کا سال۔ تین ماہ کے بعد آخر شوال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی تبلیغ کیلئے تشریف لے گئے۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ حضرت زید ابن حارثہ تھے۔ آپ نے طائف کے سردار بنی ثقیف کے معتمد شخص عبد یالیل ابن عبد کلال کو تبلیغ کی اس نے آپ کے پیچھے طائف کے آوارہ لوگ اور وہاں کے لونڈے لگا دیئے۔ جنہوں نے حضور انور کو پتھروں سے زخمی کردیا۔ جناب زید ابن حارثہ نے آپ کو بچایا تو ان کا سر زخموں سے چور ہوگیا۔ تب جبریل امین نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ حکم دیں تو ہم طائف کے پہاڑوں کو ملا دیں جس سے یہ لوگ پس جاویں۔ فرمایا اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو ممکن ہے ان کی اولاد مسلمان ہو جائے شعر:-

الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر الہ العالمیں! کر رحم طائف کے مکینوں پر

وہ واقعہ بھی یہاں مراد نہیں کیونکہ اس سفر میں حضرت بلال حضور کے ساتھ نہ تھے بلکہ حضرت زید ابن حارثہ ساتھ تھے یہاں طائف کا کوئی اور سفر مراد ہے جس میں حضرت بلال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ (لمعات' مرقات) بعض نے فرمایا حضور نے طائف کے بہت سفر کئے ہیں ذوکبد فرما کر یہ بتایا کہ ہم دونوں کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو کوئی جانور بھی کھا سکے چہ جائیکہ انسان کھائے۔[۴] ظاہر ہے کہ بغل میں کھانا بہت ہی تھوڑا سا سمائے گا۔ چار چھ روٹیاں اتنا کھانا اور تیس دن دو صاحبوں کا گزارا اس سیّد الصابرین پر لاکھوں سلام ہوں اللہ تعالٰی ہم تمام کی طرف سے جزا الجزاء عطاء فرمائے کہ تبلیغ میں ایسی مشقتیں اٹھائیں جن کی مثال نہ ملے گی۔

وَعَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ شَكَوْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوْعَ فَرَفَعْنَا عَنْ بُطُوْنِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۵۰۱۸) روایت ہے حضرت ابوطلحہ سے فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی تو ہم نے اپنے پیٹ سے ایک ایک پتھر اٹھایا[۱] تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِهٖ عَنْ حَجَرَيْنِ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

اپنے پیٹ سے دو پتھر دکھائے۲ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۰۱۸) ۱؎ یہ واقعہ غزوہ خندق کا نہیں کیونکہ اس غزوہ میں تو حضرت ابوطلحہ کے گھر تمام خندق کھودنے والے بلکہ تمام اہل مدینہ کی دعوت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے کہ چار سو جو کی روٹیوں سے سارے اہل مدینہ کو شکم سیر فرما دیا یہ کسی اور غزوہ کا واقعہ ہے۔ ۲؎ یعنی تمام صحابہ کو ایک ایک دن کا فاقہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن یا زیادہ کے لگاتار فاقے تھے۔ بہت روز تک نہ کھانے سے انسان میں کھڑے ہونے کی قوت نہیں رہتی پیٹ پر پتھر باندھنے سے کھڑا ہونا ممکن ہو جاتا ہے۔ اسے ہم لوگوں نے نہیں آزمایا یہ کام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کر گئے ہم تو ایسی نعمتیں کھاتے ہیں کہ سبحان اللہ۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّهٗ اَصَابَهُمْ جُوْعٌ فَاَعْطَاهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمْرَةً تَمْرَةً . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۰۱۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ انہیں بھوک نے گھیر لیا۱؎ تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک چھوہارا دیا۲؎ (ترمذی)

(۵۰۱۹) ۱؎ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے یا کسی اور غزوہ کا جس میں سفر بہت دراز تھا، واللہ ورسولہ اعلم ۲؎ کہ چوبیس گھنٹے میں ایک چھوہارا کھا کر گزارہ کریں۔ یہ غذا اور دراز سفر پھر اس پر جہاد وہ حضرات قوت قدسیہ سے ہی جہاد کرتے ہوں گے انسانی طاقت سے یہ بات باہر ہے۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان صفہ والوں کو کبھی ایک ایک کھجور ہی عطا فرماتے تھے اور یہ حضرات اس پر دن رات نکال لیتے تھے۔ اور علم سیکھنے میں مشغول رہتے تھے۔

وَعَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَصْلَتَانِ مَنْ كَانَتَا فِيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا مَنْ نَظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاقْتَدٰى بِهٖ وَنَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ فَحَمِدَ اللّٰهَ عَلٰى مَا فَضَّلَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَتَبَهُ اللّٰهُ شَاكِرًا صَابِرًا وَمَنْ نَظَرَ فِيْ دِيْنِهٖ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَنَظَرَ فِيْ دُنْيَاهُ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَهٗ فَاَسِفَ عَلٰى مَا فَاتَهٗ مِنْهُ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ شَاكِرًا وَّلَا صَابِرًا . اَلتِّرْمِذِيُّ وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَبْشِرُوْا يَامَعْشَرَ صَعَالِيْكَ الْمُهَاجِرِيْنَ فِيْ بَابِ بَعْدَ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ .

(۵۰۲۰) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جس میں دو عادتیں ہوں اسے اللہ شاکر صابر لکھتا ہے۱؎ جو اپنے دین میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھے تو اس کی پیروی کرے۲؎ اور اپنی دنیا میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے تو اللہ کا شکر کرے اس پر کہ اللہ نے اسے اس شخص پر بزرگی دی۳؎ تو اللہ اسے شاکر صابر لکھے گا اور جو اپنے دین میں اپنے سے کم کو دیکھے اور اپنی دنیا میں اپنے سے اوپر کو دیکھے تو فوت شدہ دنیا پر غم کرے تو اللہ اسے نہ شاکر لکھے نہ صابر۴؎ (ترمذی) ابوسعید خدری کی حدیث کہ اے فقراء مہاجرین خوش ہو جاؤ۔ اس باب میں ذکر ہو چکی جو فضائل قرآن کے بعد ہے۔۵؎

(۵۰۲۰) ۱؎ یعنی شکر اور صبر دونوں کا ایک شخص میں بیک وقت جمع ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ شکر تو نعمت ملنے پر ہوتا ہے اور صبر نعمت نہ ملنے پر یا چھن جانے پر ملتا ہے مگر [illegible] گویا اجتماع ضدین ہے۲؎

https://archive.org/details/@madni_library

یعنی اگر تم اچھے کام کرتے ہو تو ان پر فخر نہ کرو بلکہ ان حضرات کو دیکھو جو تم سے زیادہ نیکیاں کرتے ہیں خواہ وہ زندہ ہوں یا وفات یافتہ لہذا ہر مسلمان حضرات صحابہ و اہل بیت کے اعمال میں غور کرے کہ انہوں نے کیسی نیکیاں کیں تا کہ اس میں غرور نہ پیدا ہو اور زیادہ نیکیوں کی کوشش کرے۔اس کی وجہ سے رب تعالٰی اسے صابر لکھے گا کہ جب یہ شخص ان بزرگوں کے سے کام نہ کر سکے گا تو افسوس کرے گا یہ اس کا صبر ہوگا۔ہم حضرات صحابہ کو دیکھ کر افسوس کریں کہ اس وقت ہم نہ ہوئے ہم بھی حضور کے جمال سے آنکھیں ٹھنڈی کرتے ان کے قدموں پر جان فدا کرتے یہ ہے صبر۔شعر:-

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

۳؎ اس چیز کے سوچنے سے اس پر بڑی سے بڑی مصیبت آسان ہو جائے گی اور وہ رب تعالٰی کا شکر ہی کرے گا ہم نے آزمایا ہے کہ کسی کا جوان بیٹا فوت ہو جائے اسے صبر نہ آئے وہ حضرت علی اکبر کی شہادت میں غور کرے۔انشاءاللہ فوراً صبر نصیب ہوگا بلکہ اپنے آرام پر شکر کرے گا۔۴؎ بلکہ ایسے شخص کی زندگی حسد،جلن،بے صبری اور دل کی کوفت میں گزرے گی۔امیروں کو دیکھ کر جلتا بھنتا رہے گا کہ ہائے میرے پاس مال کم ہے اور اپنی عبادت پر فخر کرے گا کہ فلاں بے نماز ہے اور میں نمازی ہوں میں اس سے کہیں اچھا ہوں یہ ہے اس کا تکبر رب تعالٰی فرماتا ہے لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَاۤ اٰتٰىكُمْ (۵۷:۲۳) اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا۔(کنزالایمان) فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص دنیا کی کمی پر رنج کرے وہ ایک ہزار سال کی راہ دوزخ سے قریب ہو جائے گا،اور جو شخص دینی کوتاہی پر رنج کرے گا وہ جنت سے ایک ہزار سال کی راہ قریب ہو جائے گا۔(مرقات یہ ہی مقام) خیال رہے کہ دنیا میں ترقی کرنے کی کوشش کرنا منع نہیں بلکہ مالداروں کی مالداری پر رشک کرنا ممنوع ہے۔۵؎ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں مذکور تھی ہم نے وہاں بیان کر دی کہ وہ وہاں کے زیادہ مناسب تھی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحُبُلِیِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو سَاَلَهٗ رَجُلٌ قَالَ اَلَسْنَا مِنْ فُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِیْنَ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ اللّٰهِ اَلَكَ اِمْرَاَةٌ تَاْوِیْ اِلَیْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ اَلَكَ مَسْكَنٌ تَسْكُنُهٗ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاَنْتَ مِنَ الْاَغْنِیَآءِ قَالَ فَاِنَّ لِیْ خَادِمًا قَالَ فَاَنْتَ مِنَ الْمُلُوْكِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَجَآءَ ثَلٰثَةُ نَفَرٍ اِلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَنَا عِنْدَهٗ فَقَالُوْا یَا اَبَا مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا نَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ لَا نَفَقَةٍ وَّلَا دَآبَّةٍ وَّلَا مَتَاعٍ فَقَالَ لَهُمْ مَا شِئْتُمْ اِنْ شِئْتُمْ رَجَعْتُمْ اِلَیْنَا فَاَعْطَیْنَاكُمْ مَا یَسَّرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاِنْ شِئْتُمْ ذَكَرْنَا

(۵۰۲۱) روایت ہے حضرت ابوعبدالرحمن حبلی سے۱؎ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ ابن عمرو کو سنا ان سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا ہم فقراء مہاجرین سے۲؎ نہیں ہیں تو اس سے عبداللہ نے فرمایا کہ کیا تیری بیوی ہے جس کی طرف تو رجوع کرے وہ بولا ہاں فرمایا کیا تیرے پاس گھر ہے جس میں تو رہے بولا ہاں فرمایا تب تو تو امیروں میں سے ہے۔۳؎ وہ بولا کہ میرے پاس غلام بھی ہے فرمایا تو تو بادشاہوں سے ہے۴؎ عبدالرحمن کہتے ہیں۵؎ کہ تین شخص حضرت عبداللہ ابن عمرو کے پاس آئے میں ان کے پاس تھا۶؎ انہوں نے عرض کیا اے ابومحمد اللہ کی قسم ہم کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے نہ خرچہ نہ گھوڑے نہ سامان پر تو آپ نے ان سے فرمایا تم جو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَمْرَكُمْ لِلسُّلْطَانِ وَاِنْ شِئْتُمْ صَبَرْتُمْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ فُقَرَآءَ الْمُهَاجِرِيْنَ يَسْبِقُوْنَ الْاَغْنِيَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلَى الْجَنَّةِ بِاَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا قَالُوْا فَاِنَّا نَصْبِرُ لَا نَسْئَلُ شَيْئًا .(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

چاہو۸ اگر چاہو تو ہمارے پاس پھر آنا ہم تم کو وہ دیں گے جو اللہ نے تمہارے لئے میسر فرمایا۹ اگر چاہو تو ہم تمہاری حالت کا ذکر بادشاہ سے کریں۱۰ اگر چاہو صبر کرو۱۱ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن مہاجر فقراء جنت میں امیروں سے چالیس سال پہلے پہنچیں گے۱۲ تو وہ بولے کہ ہم صبر کریں گے کچھ نہ مانگیں گے۱۳ (مسلم)

(۵۰۲۱) ۱؎ آپ کا نام عبداللہ ابن زید ہے تابعی ہیں۔مصری ہیں حضرت ابوایوب انصاری ابوذر غفاری عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہے۔افریقہ میں ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔بڑے متقی عالم زاہد تھے۔۲؎ یعنی ان فقراء مہاجرین کے پاس نہ بیوی تھی نہ رہنے کا مکان اس فقر و فاقہ پر وہ قانع تھے تو ان کے برابر کیسے ہوسکتا ہے۔۳؎ رب تعالٰی فرماتا ہے:وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا اے اسرائیلیو تمہیں اللہ نے بادشاہ بنایا وہاں ملوک کے معنی کئے گئے ہیں گھربار اور نوکر خادم والا بنی اسرائیلی رو سے اس کو ملک کہتے تھے جس کے پاس بیوی گھر اور نوکر ہوتا تھا۔۵؎ کاتب نے عبدالرحمن لکھا صحیح ہے ابوعبدالرحمن۔۶؎ ان آنے والوں کے نام معلوم نہ ہوسکے غالبًا یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے اور یہ لوگ حضرت عبداللہ ابن عمرو سے کچھ مانگنے آئے تھے۔۷؎ نفقہ سے مراد نقد رقم ہے درہم دینار، دابہ سے مراد جہاد کیلئے گھوڑا ہے اور متاع سے مراد دوسرا سامان جسے فروخت کرکے گزارہ کرلیا جائے (مرقات) ان لوگوں نے اپنی فقیری تو بیان کردی صراحۃً سوال نہ کیا یہ بھی مانگنے کا ایک طریقہ ہے مانگنے کے تین طریقے ہیں۔صراحۃً مانگنا ہمیں یہ دے دو۔اپنی فقیری بیان کرنا۔سامنے والے کی سخاوت بیان کرنا۔سامنے والے کی سخاوت بیان کرکے اس کے بال بچوں کو دعائیں دینا آخری طریقہ بہت کامیاب ہے اس طرح کچھ نہ کچھ ضرور مل جاتا ہے اس لئے درود شریف پڑھنا بہترین دعا ہے اگر کوئی شخص ساری دعائیں چھوڑ کر صرف درود شریف پڑھا کرے انشاء اللہ دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ پائے گا۔۸؎ یعنی جو تم چاہو میں وہ ہی کروں۔ہوسکتا ہے کہ ما استفہامیہ ہو یعنی تم کیا چاہتے ہو بتاؤ، مرقات نے پہلے معنی کئے اشعۃ اللمعات نے دوسرے معنی۔۹؎ یعنی ابھی تو ہمارے پاس تمہیں دینے کیلئے کچھ ہے نہیں پھر کسی اور وقت آنا انشاء اللہ جو ممکن ہوگا ہم تم کو دیں گے۔حضرات صحابہ بہت سخی تھے۔۱۰؎ یہاں بادشاہ سے مراد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اس وقت آپ ہی بادشاہ تھے (اشعہ) آپ کی سخاوت اور امیری ضرب المثل بن چکی تھی حضرات اہل بیت اطہار خصوصًا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو بیک وقت پانچ پانچ لاکھ دینار نذرانہ دیئے ہیں۔دیکھو ہماری کتاب "امیر معاویہ" مطلب یہ ہے کہ ہم تمہاری سفارش امیر معاویہ سے کردیں وہ تم کو بیت المال سے مالا مال کردیں یا تم کو کسی محکمہ میں ملازم رکھ لیں۱۱؎ اس طرح کہ نہ ہم سے مانگو نہ امیر معاویہ کے خزانہ سے کچھ لو اپنی اس فقیری پر راضی رہو اپنے ہاتھ کی کمائی سے گزارہ کرلو صبر یا توکل کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے غیبی دسترخوان کا انتظار کرتا رہے۔رب تعالٰی نے ہاتھ پاؤں دیئے ہیں کمانے کیلئے ان سے مال و اعمال دونوں کماؤ۔شعر:-

گر توکل مے کنی دو کار کن کسب کن بس تکیہ بر جبار کن

۱۲؎ یہاں مالداروں سے مراد ہیں مہاجرین مالدار یعنی فقراء مہاجرین امراء مہاجرین سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔تو دوسرے امیروں سے تو بہت ہی پہلے جائیں گے (مرقات) غالبًا وہ لوگ کسی اور جگہ کے مہاجر تھے یا معظمہ ہجرت فتح مکہ کے

https://archive.org/details/@madni_library

بعد ختم ہو چکی تھی اور مہاجرین مکہ فاروقی وعثمانی خلافتوں میں مالا مال ہو چکے تھے۔ یہ لوگ کسی اور کافر ملک کے مہاجر ہوں گے۔ واللہ اعلم۔ ۱۳؎ یعنی ہم اب نہ تو آپ سے کچھ مانگیں گے نہ بادشاہ اسلام سے نہ کسی اور سے ہم اس فرمان عالی پر عمل کر کے اپنے کمائے پر قناعت کریں گے تاقیامت حضور کے فرمان عالی میں اثر ہے۔ان فرمانوں کے اثر سے ہی آج ایمان' عرفان' شریعت وطریقت کی بقا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ بَيْنَمَا اَنَا قَاعِدٌ فِي الْمَسْجِدِ وَحَلْقَةٌ مِّنْ فُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ قُعُوْدًا اِذْ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَدَ اِلَيْهِمْ فَقُمْتُ اِلَيْهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَشِّرْ فُقَرَآءُ الْمُهَاجِرِيْنَ بِمَا يَسُرُّ وُجُوْهَهُمْ فَاِنَّهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِاَرْبَعِيْنَ عَامًا قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ اَلْوَانَهُمْ اَسْفَرَتْ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ مَعَهُمْ اَوْ مِنْهُمْ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۵۰۲۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ اس حالت میں کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور مہاجرین فقراء کا ایک حلقہ بیٹھا تھا۱؎ کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضور ان کی طرف ہی بیٹھے۔ میں بھی انہیں کی طرف اٹھ گیا۲؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقراء مہاجرین اس کی خوشی منائیں جو ان کے چہروں کو کھلادے۳؎ کہ وہ جنت میں امیروں سے چالیس سال پہلے جائیں گے فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے رنگ دیکھے چمک سے کھل گئے تھے۴؎ عبداللہ ابن عمرو فرماتے ہیں کہ حتی کہ میں نے آرزو کی کہ میں ان کے ساتھ یا ان میں سے ہو جاؤں۵؎ (دارمی)

(۵۰۲۲) ۱؎ یعنی فقراء مہاجرین حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ خیال رہے کہ مسجد میں نماز کے انتظار میں صفیں بنا کر بیٹھنا چاہیے اس صورت میں حلقے بنانا ممنوع ہے مگر ذکر یا تلاوت قرآن کیلئے حلقے بنا کر بیٹھنا چاہیے۔ نمازی لوگ مقربین فرشتوں کی مثل ہوتے ہیں۔ مقرب فرشتے صف بستہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور ذاکرین لوگ جنتی لوگوں کے مشابہ ہیں۔جنتی لوگ حلقے بنا کر بیٹھا کریں گے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِيْنَ (۱۵:۴۷) آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے (کنزالایمان) یہ حضرات اس وقت ذکر یا علمی باتیں کر رہے تھے۔قعود جمع ہے قاعد کی جیسے رقود جمع راقد کی یا وقود جمع واقد کی ۲؎ میں تو مسجد کے اور کنارہ پر تھا وہ حضرات دوسرے کنارہ پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف نہ لائے۔ ان کے پاس بیٹھے تو میں بھی وہاں ہی پہنچ گیا۔۳؎ یعنی ابھی تمہارے چہرے مرجھائے ہوئے ہیں ہم تمہیں وہ خوشی کی خبر سناتے ہیں جس سے تمہارے چہرے خوشی سے کھل جائیں شعر:-

اس کی باتوں کی لذت پر دائم درود ۔۔۔ اس کے خطبہ کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

۴؎ اسفرت بنا ہے اسفراء سے۔بمعنی چمکنا رب تعالٰی فرماتا ہے: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ (۸۰:۳۸) کتنے منہ اس دن روشن ہوں گے۔ (کنزالایمان) ۵؎ یعنی ہمیشہ ان فقراء میں سے ہی رہوں کبھی امیر نہ بنوں۔اس فرمان عالی کی شرح پہلے کی جا چکی ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ اَمَرَنِيْ خَلِيْلِيْ بِسَبْعٍ اَمَرَنِيْ بِحُبِّ الْمَسَاكِيْنِ وَالدُّنُوِّ مِنْهُمْ وَاَمَرَنِيْ اَنْ اَنْظُرَ اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنِيْ وَلَا اَنْظُرَ اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقِيْ وَاَمَرَنِيْ اَنْ اَصِلَ الرَّحِمَ وَاِنْ اَدْبَرَتْ وَاَمَرَنِيْ اَنْ لَّا اَسْاَلَ اَحَدًا شَيْئًا وَاَمَرَنِيْ اَنْ اَقُوْلَ بِالْحَقِّ وَاِنْ

(۵۰۲۳) روایت ہے حضرت ابی ذر سے فرمایا مجھے میرے محبوب نے۱؎ سات چیزوں کا حکم دیا۲؎ مجھے مسکینوں سے محبت۳؎ ان سے قرب کا حکم دیا اور مجھے حکم دیا کہ اپنے سے ادنٰی کو دیکھوں اور اپنے سے اوپر کو نہ دیکھوں۴؎ اور مجھے حکم دیا کہ رشتوں کو جوڑوں اگرچہ وہ رشتہ دور کا ہو۵؎ اور مجھے حکم دیا کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں۶؎ اور مجھے حکم

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

كَانَ مُرًّا وَاَمَرَنِىْ اَنْ لَّا اَخَافُ فِى اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَّاَمَرَنِىْ اَنْ اُكْثِرَ مِنْ قَوْلِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهُنَّ مِنْ كَنْزٍ مَّنْحَتِ الْعَرْشِ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

دیا کہ حق بات کہو اگر چہ کڑوی ہو۷ اور مجھے حکم دیا کہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں۸ اور مجھے حکم دیا کہ یہ زیادہ کہا کروں نہیں ہے طاقت اور نہ قوت مگر اللہ سے کیونکہ یہ عرش کے نیچے کا خزانہ ہے۹ (احمد)

(۵۰۲۳) ۱خلیل سے مراد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں خلیل وہ جس کی محبت دل کے اندرون میں داخل ہو جائے یہ بنا ہے خلةٌ سے۔ بمعنی کشادگی دل کی کشادگی بھر دینے والی محبت خلةٌ ہے۔ خلیل وہ جو محبوب بھی ہو مطاع بھی۔ خلیل کے بہت معنی ہیں یہاں بمعنی محبوب ہے۔ ۲یہ حکم استحبابی ہے اور سارے مسلمانوں کو ہے حضرت ابوذر کی معرفت' ہوسکتا ہے کہ حکم وجوبی ہو اور حضرت ابوذر کیلئے خاص ہو۔ ۳مساکین کے معنی ابھی عرض ہو چکے دل میں نخوت وغرور نہ ہو لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت بلال سے تو محبت ہو اور حضرت عثمان غنی سے محبت نہ ہو۔ قرب سے مراد دلی قرب ہے یا جسمانی قرب یعنی مساکین کی صحبت دل میں مسکینیت پیدا کرتی ہے۔ ۴یعنی دنیاوی مال ومتاع عزت وجاہ میں اپنے سے کم حیثیت والوں کو دیکھو جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ دینی کاموں میں اپنے سے زیادہ کو دیکھنا چاہئے جیسا کہ گزر چکا۔ ۵رشتوں سے مراد رشتہ دار ہیں جوڑنے سے مراد ہے ان سے اچھا سلوک کرنا ان کی بدسلوکی پر نظر نہ کرنا اس کی تفسیر ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا برتاؤ اپنے بھائیوں سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ فتح مکہ کے بعد قریش سے۔ ۶کسی سے مراد دنیا دار لوگ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا ہر ایک کیلئے فخر ہے۔ حضور کا دروازہ وہ ہے جہاں بادشاہ بھیک مانگتے ہیں۔ شعر:-

منگتے تو ہیں منگتے کوئی شاہوں میں دکھادو جس کو مری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو

۷اپنے متعلق اور دوسروں کے متعلق ہمیشہ حق بات کہو۔ اپنا قصور ہو تو فوراً مان لو۔ اپنے متعلق حق کہنا بہت مشکل ہے۔ کڑوی سے مراد ہے اپنے پر کڑوی یا دوسرے پر کڑوی۔ ۸یعنی دنیاوی وجاہت والے کا خوف مجھے حق کہنے سے نہ روکے رہے اللہ والے لوگ اگر کبھی ان کا کوئی عمل بظاہر خلاف معلوم ہو تو اعتراض کرنے میں جلدی نہ کرے۔ بہت دفعہ ان کے بعض اعمال غلط معلوم ہوتے ہیں۔ مگر درحقیقت بالکل درست ہوتے ہیں۔ جیسے رمضان میں حضرت بایزید بسطامی کا لوگوں کے سامنے روٹی کا ٹکڑا کھالینا بالکل حق تھا کہ آپ مسافر تھے۔ اس ذریعہ سے لوگوں کو اپنی عقیدت سے ہٹادیا۔ حضرت خضر وموسیٰ علیہما السلام کا واقعہ تو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ۹یعنی لاحول شریف جنت کی اعلیٰ نعمت ہے جو عرش اعظم کے نیچے محفوظ ہے۔ عرش اعظم جنت الفردوس کی چھت ہے۔ اس کی برکت سے دل کو چین روح کو خوشی نصیب ہوتی ہے۔ اس میں بندہ اپنی قوت وطاقت سے الگ ہو کر اللہ کی قوت وطاقت پر بھروسہ کرتا ہے۔ وسوسہ کی بیماری کیلئے یہ عمل مجرب ہے کہ بعد نماز فجر ومغرب لاحول شریف ۷ بار پانی پر دم کرکے پانی پی لیا کرے۔ انشاء اللہ یہ بیماری جاتی رہے گی۔ تیسرے کلمہ کا یہ جز ہے۔ تیسرے کلمہ کی عظمت معلوم ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ مِنَ الدُّنْيَا ثَلٰثَةٌ الطَّعَامُ وَالنِّسَاۤءُ وَالطِّيْبُ فَاَصَابَ اثْنَيْنِ وَلَمْ يُصِبْ وَاحِدًا اَصَابَ النِّسَاۤءَ

(۵۰۲۴) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی تین چیزیں پسند تھیں۔ کھانا بیویاں خوشبو تو آپ نے دو چیزیں تو پالیں اور ایک نہ پائی بیویاں اور خوشبو

https://archive.org/details/@madni_library

وَالطِّیْبَ وَلَمْ یُصِبِ الطَّعَامَ ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

پالیں اور کھانا نہ پایا۲؎ (احمد)

(۵۰۲۴)۱؎ ان تین چیزوں سے محبت سنت ہے۔ اپنی بیوی سے محبت تقویٰ کی اصل ہے۔ جو شخص اپنی بیوی سے محبت نہیں کرتا وہ بدکار ہو جاتا ہے خوشبو کا تعلق روحانیت سے ہے۔ جس قدر روحانیت قوی ہوگی اسی قدر خوشبو بھی پیاری ہوگی اب بھی دیکھا گیا ہے کہ مقبول بندوں کو خوشبو پیاری ہوتی ہے۔ ۲؎ یعنی بیویاں اور خوشبو تو بہت کثرت سے پائیں مگر کھانا کثرت سے نہ پایا یہاں اصل پانے کی نفی نہیں بلکہ مبالغہ کی نفی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حُبِّبَ اِلَی الطِّیْبُ وَالنِّسَآءُ وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ ۔ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ وَزَادَ ابْنُ الْجَوْزِیُّ بَعْدَ قَوْلِہٖ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا)

(۵۰۲۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے تین چیزیں پیاری کی گئیں۔ خوشبو، بیویاں ۱؎ اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ۲؎ (احمد، نسائی اور ابن جوزی نے حبب الی کے بعد من الدنیا زیادہ کیا۔)

(۵۰۲۵)۱؎ حبب فرما کر بتایا کہ یہ محبت ہمارے نفس کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ رب تعالیٰ نے ان چیزوں کو ہمارا محبوب بنا دیا۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے رغبت طبعی جبلی تھی۔ رب تعالیٰ ان کے صدقہ سے ہم گنہگاروں کو بھی نصیب کرے۔ نماز، مسجد سے محبت ایمان کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ پہلی حدیث میں بیوی، خوشبو اور کھانے کو دنیا کی چیزیں قرار دیا گیا تھا۔ یہاں دنیا کا لفظ نہیں کیونکہ نماز دنیا کی چیز نہیں۔ یہ خالص دینی کام ہے۔ جن لوگوں نے ان تینوں کو دنیاوی کاموں میں داخل کیا ہے وہ غلط ہے اس کا ثبوت حدیث شریف میں کہیں نہیں (اشعۃ اللمعات) بلکہ بیویوں اور خوشبو کو دنیا فرمانا اس لئے ہے کہ ان سے تعلق دنیا میں رہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں، حضور کی خوشبوئیں دین تھیں کہ دین میں مددگار تھیں۔

وَعَنْ مُّعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ بِہٖ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ اِیَّاکَ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰہِ لَیْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِیْنَ ۔

(۵۰۲۶) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن بھیجا تو فرمایا کہ تم عیش پسندی سے بچنا ۱؎ اللہ کے بندے عیش و عشرت میں مشغول نہیں ہوتے ۲؎ (احمد)

(۵۰۲۶) ۱؎ یعنی تم یمن میں گورنر بن کر جا رہے ہو مگر حکام کی سی عیش و آرام کی زندگی اختیار نہ کرنا۔ سادہ غذا، سادہ لباس رکھنا تاکہ نفس موٹا اور تم غافل نہ ہو جاؤ۔ سادہ زندگی سے انسان دین و دنیا میں آرام سے رہتا ہے۔ افسوس آج مسلمان یہ سبق بھول گئے۔ ہمارے کالجوں میں فیشن پرستی، زیادہ خرچ کرنا سکھایا جاتا ہے۔ طلباء تعلیم سے فارغ ہو کر خوب فضول خرچ بن کر نکلتے ہیں۔ پھر مہذب ڈاکو شریف بدمعاش بنتے ہیں اور اگر نوکری مل گئی تو رشوتوں سے ملک کو ویران کرتے ہیں ان کے خرچ اتنے وسیع ہوتے ہیں کہ تنخواہ سے پورا نہیں پڑتا۔ رشوتوں سے خرچہ پورا کیا جاتا ہے۔ اگر معمولی خرچ کریں تو یہ نوبت نہ آئے ۲؎ یعنی اللہ کے بندے ہر حال میں خصوصاً امیر یا حاکم بن کر عیش پسند نہیں ہوتے اگر حکام غافل اور عیش پسند ہو جائیں تو رعایا تباہ ملک برباد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کفار کے متعلق فرماتا ہے: یَاْکُلُوْنَ کَمَا تَاْکُلُ الْاَنْعَامُ (۴۷:۱۲) کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھائیں (کنزالایمان) خیال رہے کہ اچھا کھانا، اچھا پینا اور چیز ہے مگر عیش پسندی کچھ اور چیز یوں ہی عمدہ غذا و لباس اور ہے، سادہ غذا و لباس کچھ اور اللہ دے تو اچھا کھاؤ پہنو مگر سادگی کے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ساتھ اور پھر اچھے کھانے پینے کے عادی نہ ہو جاؤ۔کبھی پلاؤ کھاؤ کبھی دال کبھی چٹنی کبھی پراٹھے اور قورمہ

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَضِيَ مِنَ اللّٰهِ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الرِّزْقِ رَضِيَ اللّٰهُ مِنْهُ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ .(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ)

(۵۰۲۷) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کے تھوڑے رزق پر راضی ہوگا تو اللہ اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوگا۔ا(بیہقی)

(۵۰۲۷)ا؎خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا دو قسم کی ہے۔رضاء ازلی دوسری رضاء ابدی۔اللہ کی رضا ازلی ہماری رضا سے پہلے ہے جب وہ ہم سے راضی ہوتا ہے تو ہم کو نیکیوں کی توفیق ملتی ہے۔مگر رضاء ابدی ہماری رضاء کے بعد ہے۔جب ہم اللہ سے راضی ہو جاتے ہیں نیکیاں کرلیتے ہیں تو وہ ہم سے راضی ہوتا ہے۔یہاں رضا ابدی کا ذکر ہے۔اس لئے بندے کی رضا پہلے بیان ہوئی اور اس آیت کریمہ میں رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ رضاء ازلی کا ذکر ہے۔اس لئے وہاں رضاء الٰہی کا پہلے ذکر ہے۔(مرقات) حدیث کا مطلب ظاہر ہے کہ اگر تم معمولی روزی پا کر بہت شکر کرو تو ربّ تعالیٰ تمہارے معمولی اعمال کی بہت قدر فرمائے گا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاعَ اَوِ احْتَاجَ فَكَتَمَهُ النَّاسَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يَّرْزُقَهُ رِزْقَ سَنَةٍ مِّنْ حَلَالٍ .(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۵۰۲۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو بھوکا یا حاجت مند ہو پھر اسے لوگوں سے چھپائےا؎ تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر یہ ہے کہ اسے ایک سال کی حلال روزی عطا فرمائے گا۔۲؎(بیہقی شعب الایمان)

(۵۰۲۸)ا؎یہاں بھوک سے مراد ہے قابل برداشت بھوک جس سے ہلاکت نہ ہو اس کا چھپانا اور خود کما کر پیٹ بھرنا بہتر ہے لیکن اگر بھوک سے جان نکل رہی ہے تو اس کا ظاہر کرنا کسی سے کچھ لے کر بقدر ضرورت کھالینا فرض ہے اگر چھپائے گا اور بھوکا مرے گا تو حرام موت مرے گا (مرقات) لہذا فقہاء کا یہ فتویٰ اس حدیث پاک کے خلاف نہیں حدیث کی سچی فہم ضروری ہے۔۲؎یہ فرمان بالکل درست ہے اور مجرب ہے اپنی فقیری چھپانے والے بفضلہ تعالیٰ امیر ہو جاتے ہیں۔کبھی جلد اور کبھی دیر سے مگر فقط چھپانے پر کفایت نہ کرے کمانے کی کوشش کرے۔یہ سال بھر کی روزی آسمان سے نہیں برسے گی۔بلکہ اسباب سے ملے گی۔

وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ .(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۵۰۲۹) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ بال بچوں والے غریب مسلمان سے بہت محبت فرماتا ہے۔ا؎(ابن ماجہ)

(۵۰۲۹) جو مومن صاحب عیال کثیر البال (بہت فکر مند) فقیر الحال ہو پھر سوال سے بچے تو وہ صاحب کمال ہے محبوب ربّ ذوالجلال ہے کہ کسی سے ربّ کی شکایت نہیں کرتا راضی بہ رضا رہتا ہے۔مگر یہ عمل ہے بہت مشکل۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ قَالَ اسْتَسْقٰى يَوْمًا عُمَرُ فَجِيْءَ بِمَآءٍ قَدْ شِيْبَ بِعَسَلٍ فَقَالَ اِنَّهٗ لَطَيِّبٌ لٰكِنَّنِيْ اَسْمَعُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ نَعٰى عَلٰى قَوْمٍ بِشَهَوَاتِهِمْ فَقَالَ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ

(۵۰۳۰) روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے ا؎فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر نے پانی مانگا تو ایسا پانی لایا گیا جو شہد سے مخلوط تھا۲؎ فرمایا یہ بہت اچھا ہے مگر میں اللہ عزوجل کو سن رہا ہوں کہ اس نے لوگوں پر ان کی خواہشات سے عیب لگایا۳؎ کہ فرمایا تم اپنی پسندیدہ چیز اپنی دنیاوی

https://archive.org/details/@madni_library

اَلدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِھَا فَاَخَافُ اَنْ تَکُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا فَلَمْ یَشْرَبْہُ ۔ (رَوَاہُ رَزِیْنٌ)

زندگی میں حاصل کر چکے ان سے نفع لے چکے۔ میں ڈرتا ہوں۴ کہ ہماری نیکیاں جلدی دے دی گئی ہوں۔ چنانچہ آپ نے وہ نہ پیا۵

(۵۰۳۰)۱ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں، مدنی ہیں، تابعی ہیں بڑے فقیہ عالم محدث اور زاہد و متقی ہیں ۱۳۶ھ ایک سو چھتیس میں وفات پائی (مرقات، اکمال) ۲ یعنی بجائے سادہ پانی کے شہد کا ٹھنڈا شربت لایا گیا۔ ۳ یعنی اس وقت مجھے پیاس بھی ہے اور یہ شربت لذیذ بھی ہے دل پینے کو بہت چاہ رہا ہے مگر یہ آیت کریمہ یاد آرہی ہے۔ ۴ خیال رہے کہ یہ آیت کریمہ کفار کے متعلق ہے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اس وقت خوف الٰہی حد درجہ کا طاری تھا خیال فرمایا کہ اس آیت کے الفاظ عام ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں ہم بھی داخل ہو جائیں لہذا بہتر یہ ہی ہے کہ اس وقت نہ پیوں اللہ والوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی ان پر خوف کا غلبہ ہوتا ہے کبھی امید کا لہذا یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ حضرات صحابہ نے مرغ بٹیریں بھی کھائی ہیں۔ ۵ اس حالت میں یہ شربت چھوڑنا انتہائی زہد و تقویٰ ہے جس پر بڑا اجر ہے اور دوسرے وقت اللہ کی نعمتیں خوب کھا کر خوب شکر کرنا عبادت ہے۔ غرضکہ صبر کا اور وقت ہے شکر کا دوسرا وقت ہے۔ شعر:-

اگر درویش بر حالے بماندے دوست از دو عالم برفشاندے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَا شَبِعْنَا مِنْ تَمْرٍ حَتّٰی فَتَحْنَا خَیْبَرَ ۔ (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۰۳۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم چھواروں سے سیر نہ ہوئے حتی کہ ہم نے خیبر فتح کرلیا۔۱ (بخاری)

(۵۰۳۱)۱ یعنی ہم مہاجرین صحابہ نے فتح خیبر سے پہلے تنگی کی زندگی گزاری۔ خیبر فتح ہونے پر اللہ نے ہم پر بڑی وسعت کردی۔ خیبر میں باغات بہت زیادہ ہیں۔ فقیر نے زیارت کی ہے۔

بَابُ الْاَمَلِ وَالْحِرْصِ
امید اور حرص کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

درازی عمر کی آرزو امل ہے اور کسی چیز سے سیر نہ ہونا ہمیشہ زیادتی کی خواہش کرنا حرص یہ دونوں چیزیں اگر دنیا کیلئے ہیں تو بری ہیں مگر آخرت کیلئے ہیں تو اچھی اس لئے دراز عمر چاہنا کہ اللہ کی عبادت زیادہ کرلوں اچھا ہے نیک اعمال سے سیر نہ ہونا ہمیشہ زیادتی کی فکر میں رہنا بہت ہی اچھا ہے۔ رب تعالٰی ہمارے حضور کی تعریف فرماتا ہے: حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ یہاں دنیاوی امیدیں اور دولت، عزت، شہرت کی حرص مراد ہے جو کہ بری چیز ہے آئندہ احادیث میں اس امل و حرص کی برائیاں بیان ہورہی ہیں چونکہ یہ امید اور حرص لازم ہیں اس لئے ان دونوں کو جمع فرمایا۔ لمبی امیدیں نیک اعمال سے روکتی حرص دنیا گناہ زیادہ کراتی ہے۔ انسان پہلے نیکیوں سے رکتا ہے پھر گناہ کرتا ہے۔ اس لئے امل کا ذکر پہلے فرمایا حرص کا بعد میں۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ خَطَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا وَّخَطَّ خَطًّا فِی الْوَسَطِ خَارِجًا مِّنْہُ

(۵۰۳۲) روایت ہے حضرت عبداللہ سے۱ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چوکور خط کھینچا اور ایک خط بیچ میں کھینچا اس

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَخَطَّ خُطَطًا صِغَارًا اِلٰى هٰذَا الَّذِىْ فِى الْوَسَطِ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِىْ فِى الْوَسَطِ فَقَالَ هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ مُحِيْطٌ بِهٖ وَهٰذَا الَّذِىْ هُوَ خَارِجٌ اَمَلُهٗ وَهٰذِهِ الْخُطَطُ الصِّغَارُ الْاَعْرَاضُ فَاِنْ اَخْطَاَهٗ هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا وَاِنْ اَخْطَاهُ هٰذَا نَهَشَهٗ هٰذَا .

(رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

سے نکلا ہوا اور چند خطوط چھوٹے کھینچے اس خط کی طرف جو بیچ میں تھا۲ اس کی طرف سے جس کے بیچ میں یہ تھا۳ پھر فرمایا یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے اسے گھیرے ہوئے اور جو باہر نکلا ہوا ہے یہ اس کی امید ہے اور یہ چھوٹے خط آفتیں ہیں۴ تو اگر انسان اس آفت سے بچا تو اس نے ڈس لیا اور اگر اس سے بچا تو اس نے کاٹ لیا۵ (بخاری)

(۵۰۳۲) ۱؎ یعنی حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے۔ جب عبداللہ مطلق بولتے ہیں تو اس سے آپ ہی مراد ہوتے ہیں۔ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور نے یہ خط اپنے دست اقدس سے کھینچے اس کی شکل یہ تھی مثالی خط میں غور کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیسے اہم مسائل اشاروں میں سمجھا دیئے۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوئے اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکے وہ راز اک کملی والے نے سمجھا دیئے چند اشاروں میں

۳؎ یعنی بیچ والی لکیر میں سے دوطرفہ چھوٹی چھوٹی لکیریں چمٹی ہوئی تھیں۔ جو مربع خط کی طرف تھیں جیسا کہ ہمارے کھینچے ہوئے خط سے ظاہر ہورہا ہے۴؎ یعنی اس شکل میں چار چیزیں ہیں بیچ والا جو مربع خط سے گھرا ہوا ہے اور جسے چھوٹی لکیریں چمٹی ہوئی ہیں یہ تو انسان ہے اور اس کے اردگرد جو چھوٹا خط ہے اس کی موت ہے جو ہر طرف سے اسے گھیرے ہوئے ہے اور آس پاس کی چمٹی ہوئی لکیریں یہ دنیاوی آفتیں بلائیں ہیں۔ بیماریاں، آپس کی دشمنیاں دنیاوی جھگڑے اور فکریں جو دوطرفہ چمٹی ہوئی ہیں اور اس مربع خط سے اوپر نکلا ہوا حصہ یہ انسان کی دنیاوی امیدیں ہیں یعنی انسان اس قدر آفتوں اور چوطرفہ سے موت میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود اتنی دراز امیدیں رکھتا ہے جو اس کی موت سے بھی آگے نکلی ہوئی ہیں۔ شعر:-

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

۵؎ یعنی انسان عمر میں کبھی بھی آفتوں سے چھٹکارا نہیں پاتا ایک آفت جاتی ہے تو دو آتی ہیں اور جب وہ جاتی ہیں تو اس طرف سے تین چار آتی ہیں یہ آفتیں بلائیں یوں ہی آتی رہتی ہیں حتی کہ اسے موت آجاتی ہے۔ زیادہ امیدیں باندھنے والے کو موت کی تکلیف بہت ہوتی ہے نزع کی شدت دنیا چھوٹنے پر حسرت امیدیں پوری نہ ہونے کا غم لہٰذا یہ ہی بہتر ہے کہ لمبی امیدیں رکھی ہی نہ جائیں۔ غافل مرکر دنیا اور محبوب چیزوں سے چھوٹتا ہے مگر مومن کامل مرکر محبوب سے ملتا ہے کافر کی موت کا دن چھوٹنے کا دن ہے مومن کی موت کا دن ملنے کا دن ہے۔ اس لئے مقبولوں کی موت کے دن کو عرس یعنی شادی کہا جاتا ہے۔ قبر میں کامیاب ہونے پر فرشتے کہتے ہیں نم کنومة العروس سوجا دلہن کی طرح۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ خَطَّ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطُوْطًا فَقَالَ هٰذَا الْاَمَلُ وَهٰذَا اَجَلُهٗ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ جَآءَهُ الْخَطُّ الْاَقْرَبُ

(رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۵۰۳۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند خط کھینچے پھر فرمایا یہ امید ہے اور یہ اس کی موت ہے اس حالت میں کہ انسان یوں ہی ہوتا ہے کہ قرب والا خط اسے آلیتا ہے۱ (بخاری)

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۰۳۳)؎ ایا تو یہ خط بھی اسی طرح کھینچا جس کی شکل اوپر دکھائی گئی یا اس طرح کھینچا مگر مطلب وہ ہی ہے کہ انسان آفتوں اور موت میں گھرا ہوا ہے مگر امیدیں موت سے آگے نکلی ہوئی ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَيَشِبُّ مِنْهُ اثْنَانِ الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۰۳۴) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان بوڑھا ہوجاتا ہے اور اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں؎ امال کی حرص اور عمر کی حرص؎۲ (مسلم بخاری)

(۵۰۳۴)؎ یہاں مرء سے مراد عام دنیا دار انسان مراد ہے۔ جو بڑھاپے میں بھی حریص رہتا ہے۔ بعض اللہ کے بندے جوانی میں بھی حریص نہیں ہوتے وہ اس حکم سے علیحدہ مگر ایسے خوش نصیب بندے ہیں بہت تھوڑے عموماً وہ ہی حال ہے جو یہاں ارشاد ہوا۔ ؎۲ یعنی عموماً بوڑھے آدمی مال جمع کرنے مال بڑھانے میں بڑے مشغول رہتے ہیں ہمیشہ زندگی کی دعائیں کراتے ہیں اگر کوئی انہیں کوسے تو لڑتے ہیں یہ ہے محبت مال وعمر۔ حریص کا دل یا قناعت سے بھرتا ہے یا قبر کی مٹی سے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ قَلْبُ الْكَبِيْرِ شَابًّا فِیْ اثْنَيْنِ فِیْ حُبِّ الدُّنْيَا وَطُوْلِ الْاَمَلِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۰۳۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا بوڑھے کا دل دو چیزوں میں جوان رہتا ہے دنیا کی محبت اور لمبی امید میں؎ (مسلم، بخاری)

(۵۰۳۵)؎ محبت دنیا ذریعہ ہے موت سے ڈرنے کا اور لمبی امید ذریعہ ہے اعمال صالحہ میں دیر لگانے کا خیال رہے کہ اللہ تعالٰی سے امید اور آخرت کی لمبی امید کمال ایمان کی نشانی ہے امل دنیا کی امید کو کہتے ہیں اور رجاء آخرت کی امید۔ اللہ سے امل بری ہے رجاء اچھی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْذَرَ اللّٰهُ اِلٰى امْرِءٍ اَخَّرَ اَجَلَهُ حَتّٰى بَلَغَهُ سِتِّيْنَ سَنَةً۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۰۳۶) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اس بندے کو معذور رکھتا ہے جس کی موت پیچھے کردی گئی حتی کہ اسے ساٹھ سال تک پہنچا دیا؎ (بخاری)

(۵۰۳۶)؎ اس عبارت کے دو معنی ہیں ایک یہ اعذر کے معنی ہیں عذر دور کردیتا ہے یعنی باب افعال کا ہمزہ سلب کیلئے ہے تب مطلب یہ ہوگا کہ بچپن اور جوانی میں غفلت کا عذر سنا جاسکے گا مگر جو بڑھاپے میں اللہ تعالٰی کی طرف رجوع نہ کرے اس کا عذر قبول نہ ہوگا کیونکہ بچپن میں جوانی کی امید تھی جوانی میں بڑھاپے کی اب بڑھاپے میں سوا موت کے اور کس چیز کا انتظار ہے اگر اب بھی عبادت نہ کرے تو سزا کے قابل ہے اس کا کوئی بہانہ سننے کے قابل نہیں دوسرے یہ کہ اعذر کے معنی ہیں معذور رکھتا ہے۔ یعنی جو بوڑھا آدمی بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ عبادت نہ کرسکے مگر جوانی میں بڑی عبادتیں کرتا رہا ہو تو اللہ تعالٰی اسے معذور قرار دے کر اس کے نامہ اعمال میں وہ ہی جوانی کی عبادت لکھتا ہے۔ ساٹھ سال پورا بڑھاپا ہے شعر:-

رسم است کہ مالکان تحریر ۔۔۔ آزاد کنند بندہ پیر
اے بار خدائے عالم آرا ۔۔۔ بر سعدی پیر خود بہ بخشا

بوڑھے نوکر کی پنشن ہوجاتی ہے وہ رؤف ورحیم رب بھی اپنے بوڑھے بندوں کی پنشن کردیتا ہے مگر پنشن اس کی ہوتی ہے جو جوانی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

میں خدمت کرتا رہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَّالٍ لَّابْتَغٰى ثَالِثًا وَّلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ ۔(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۰۳۷) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اگر انسان کے پاس مال کے دو جنگل ہوں تو وہ تیسرا تلاش کرے۱ انسان کے پیٹ کو مٹی کے سواء کوئی چیز نہیں بھر سکتی۲ اور اللہ توبہ قبول کرلیتا ہے اس کی جو توبہ کرے۳ (مسلم بخاری)

(۵۰۳۷)۱یہاں دو اور تیسرا حد بندی کیلئے نہیں مطلب یہ ہے کہ اگر دو جنگل بھر مال ہو تو تیسرے جنگل کی خواہش کرے اور اگر تین جنگل مال ہو تو چوتھے کی اسی طرح سلسلہ قائم رکھے انسان کی ہوس زیادہ مال سے نہیں بجھتی یہ تو فضل ذوالجلال سے بجھتی ہے۔۲ تراب سے مراد قبر کی مٹی ہے یعنی انسان کی ہوس قبر تک رہتی ہے مرکر ہوس ختم ہوتی ہے۔ یہ حکم عمومی ہے اللہ کے بندے اس حکم سے علیحدہ ہیں' بڑے صابر وشاکر ہیں۔ جیسے حضرات انبیاء کرام اور خالص اولیاء اللہ مگر ایسے قناعت والے بہت کم ہیں۔صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہے اور مٹی کی فطرت خشکی ہے اس کی خشکی صرف بارش سے ہی دور ہوتی ہے۔ بارش ہونے پر اس میں سبزہ پھل پھول سب کچھ ہوتے ہیں۔ یوں ہی اگر انسان پر توفیق کی بارش نہ ہو تو انسان محض خشکا ہے۔اگر نبوت کے بادل سے توفیق وہدایت کی بارش ہو تو اس میں ولایت تقویٰ وغیرہ کے پھل پھول لگتے ہیں (مرقات) ۳یعنی انسان اگرچہ برائیوں کا مجموعہ ہے لیکن اگر توبہ کرکے رب کی طرف رجوع کرے تو آغوش رحمت اس کیلئے کھلا ہے۔صوفیاء کے نزدیک توبہ ہی توفیق کی بارش ہے۔ خیال رہے کہ بارش سے مٹی میں باغ لگتے ہیں پتھروں میں نہیں لگتے۔سخت دل آدمی نیک نہیں بن سکتا۔شعر:-

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَعْضِ جَسَدِيْ فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ فِيْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۰۳۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم کا بعض حصہ پکڑا۱ پھر فرمایا دنیا میں رہو جیسے کہ تم مسافر ہو یا راہ گیر۲ اور اپنے کو قبر والوں سے شمار کرو۳ (بخاری)

(۵۰۳۸)۱کندھا مراد ہے حضور انور نے حضرت ابن عمر کا کندھا پکڑ کر یہ فرمایا کندھا پکڑنا قلبی فیض دینے کیلئے تھا۔قلبی فیض کے بغیر نصیحت اثر نہیں کرتی (مرقات) زبان سے قال دیا جاتا ہے نگاہ سے حال عطا کیا جاتا ہے صرف قال بغیر حال مفید نہیں مولانا فرماتے ہیں۔شعر:-

قال را بگزار مرد حال شو
زیر پائے کاملے پامال شو

۲غریب کہتے ہیں غریب الوطن کو اگرچہ وہ کسی جگہ چند دن ٹھہر جائے مگر عابر سبیل وہ راگیر ہے جو کسی جگہ دوپہری گزارنے کیلئے بیٹھ جائے یہ دونوں سفر اور جنگل میں دل نہیں لگاتے تم بھی دنیا میں دل نہ لگاؤ مسافروں کی طرح اگلی منزل کیلئے تیار رہو دنیا منزل ہے آخرت وطن منزل پر کچھ دیر آرام کرلو مگر غافل ہوکر سو نہ جاؤ سفر کا سامان باندھے تیار رہو جب موت کی ریل آئے تمہیں تیار پائے ہر وقت اس کے منتظر رہو یعنی ... اپنا دل ان تمام سے

https://archive.org/details/@madni_library

الگ رکھو دنیا آنے پر پھولو مت جانے پر رب کو بھولو مت اپنے کو اللہ رسول کے قبضہ میں ایسے کردو جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں۔صوفیاء فرماتے ہیں موتوا قبل ان تموتوا ۔ مرنے سے پہلے مرجاؤیا فرماتے ہیں۔حاسبوا قبل ان تحاسبوا حساب دینے سے، پہلے اپنا حساب کرلو ان زریں اقوال کا ماخذ یہ حدیث شریف ہے جومرنے سے پہلے مرجائے گا وہ پھر کبھی نہ مرے گا۔شعر:-

میں مروں تو جگ مرے مرے میری بلا چیلا سچے پیر کا مرے نہ مارا جائے

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ مَرَّبِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا وَاُمِّیْ نُطَيِّنُ شَيْئًا فَقَالَ مَاهٰذَا يَا عَبْدَ اللّٰهِ قُلْتُ شَیْءٌ نُصْلِحُهٗ قَالَ الْاَمْرُ اَسْرَعُ مِنْ ذٰلِكَ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۵۰۳۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں کہ ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے میں اور میری ماں کسی چیز کو مٹی سے لپیٹ رہے تھے تو فرمایا اے عبداللہ یہ کیا ہے؟ ۱ میں نے عرض کیا ایک چیز ہے جسے ہم درست کررہے ہیں فرمایا وہ کام اس سے بھی جلد آرہا ہے ۲ (احمد،ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۰۳۹) ۱ یعنی تم تو عبداللہ اللہ کے بندے ہو پھر ان آفتوں میں کیوں پھنس گئے (مرقات) ۲ یہ گھر مرمت کے لائق تھا نہیں بالکل درست تھا۔مضبوطی کیلئے سب کچھ کررہے تھے۔فرمایا کہ تمہاری موت اس گھر کے فنا ہونے سے پہلے آجائے گی۔لہذا اس کی مرمت میں پھنس کر اپنے قلب وقالب کی مرمت سے غافل نہ ہو جاؤ۔نیک اعمال قالب کی مرمت ہے۔اللہ کا خوف حضور سے محبت دل کی مرمت ہے اس کی کوشش کرو۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُهْرِيْقُ الْمَآءَ فَيَتَيَمَّمَ بِالتُّرَابِ فَاَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَآءَ مِنْكَ قَرِيْبٌ يَقُوْلُ مَا يُدْرِيْنِیْ لَعَلِّیْ لَا اَبْلُغُهٗ (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَابْنُ الْجَوْزِیِّ فِیْ كِتَابِ الْوَفَآءِ)

(۵۰۴۰) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استنجاء کرتے تھے تو فوراً مٹی سے تیمم کرلیتے تھے ۱ میں عرض کرتا یا رسول اللہ پانی آپ سے قریب ہی ہے ۲ تو فرماتے مجھے کیا خبر ۳ شاید اس تک نہ پہنچ سکوں ۳ (شرح سنہ،ابن جوزی،کتاب الوفاء) ۴

(۵۰۴۰) ۱ یہ وہ تیمم نہیں ہے جو پانی پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے نماز کیلئے کیا جاتا ہے۔پانی تو وہاں موجود ہے اور ابھی نماز کا وقت ہے بھی نہیں یہ تیمم پانی تک پہنچنے کے زمانہ میں ایک گونہ پاکی حاصل کرنے کیلئے ہے۔جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔غرضکہ شریعت کا تیمم اور ہے عشق ومحبت یا طریقت کا تیمم کچھ اور ہے یہاں طریقت کا تیمم ہے۔(اشعہ مع الزیادۃ) ۲ یعنی حضور آپ کی شریعت کی رو سے یہ تیمم درست نہیں ہوا کہ پانی پر قدرت حضور کو حاصل ہے پھر تیمم کیسا یہ ایسا ہی سوال وجواب ہے جو حضرت موسیٰ وخضر علیہم السلام میں واقع ہوئے کہ حضرت موسیٰ کے سوالات شرعی تھے۔حضرت خضر کے جواب حقیقی تھے۔ ۳ یہاں درایت کی نفی ہے علم کی نفی نہیں درایت کے معنی ہیں اٹکل،قیاس،دلیل سے جاننا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات شریف وحی سے معلوم تھی۔حضور نے حج فرض ہوتے ہی حج نہیں کیا ایک سال بعد کیا کیونکہ آپ کو اپنی زندگی معلوم تھی یہ فرمان ہمارے لئے ہے کہ تم لوگ اپنے پر اتنا بھروسہ بھی نہ کرو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کہ استنجاء کر کے قریبی پانی تک پہنچ جاؤ گے۔ کیونکہ تمہارا علم صرف درایت سے ہے۔ وحی سے نہیں اور زندگی وموت کے علم میں نری عقل بھی کافی نہیں۔ ۳؎ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور انور پر کبھی عشق کا غلبہ ہوتا تھا کبھی شریعت کا۔ حکم شرعی ظاہر فرمانے کیلئے استنجاء کر کے بغیر وضو قرآن پاک کی تلاوت کر لیتے تھے اور فنا فی اللہ کے غلبہ کے وقت بغیر تیمم کئے سلام کا جواب بھی نہ دیتے تھے۔ یہاں حضور کے دوسرے حال یعنی فنا کا ذکر ہے دیکھو حضرت طلحہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار پانچ آدمیوں کی دعوت کی مگر لے گئے سارے خندق والوں کو یہ ہے حال اور اپنی ملکیت کا اظہار اور ابی اللحم کے ہاں دعوت میں ایک آدمی زیادہ چلا گیا تو اس سے اجازت لی۔ یہ تھا قال یعنی شریعت۔ ۴؎ یعنی یہ حدیث امام بغوی نے شرح سنہ میں اور ابن جوزی نے اپنی کتاب' کتاب الوفا فی شرف المصطفیٰ میں روایت کی (مرقات) وفا اور وفاء الوفا تاریخ مدینہ یہ اور کتب ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هٰذَا ابْنُ اٰدَمَ وَهٰذَا اَجَلُهٗ وَوَضَعَ يَدَهٗ عِنْدَ قَفَاهُ ثُمَّ بَسَطَ فَقَالَ وَثَمَّ اَمَلُهٗ ۔(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۰۴۱) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے اور اپنا ہاتھ اپنی گدی پر رکھا۱؎ پھر ہاتھ دراز کیا فرمایا یہاں اس کی امید ہے۲؎ (ترمذی)

(۵۰۴۱) ۱؎ قفا سر کا پچھلا حصہ جسے اردو میں گدی کہا جاتا ہے پنجابی میں کھتی۔ ۲؎ یعنی موت تو سر پر کھڑی ہے اور امیدیں بہت لمبی لمبی بندھی ہوئی ہیں یہ ہم جیسے غافلوں کا ذکر ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ شعر پڑھتے تھے۔ شعر:-

کل امریء مصبح فی اهله والموت اقرب من شراك نعله

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَرَزَ عُوْدًا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاٰخَرَ اِلٰى جَنْبِهٖ وَاٰخَرَ اَبْعَدَ فَقَالَ اَتَدْرُوْنَ مَاهٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذَا الْاِنْسَانُ وَهٰذَا الْاَجَلُ اُرَاهُ قَالَ وَهٰذَا الْاَمَلُ فَيَتَعَاطَى الْاَمَلَ فَلَحِقَهُ الْاَجَلُ دُوْنَ الْاَمَلِ ۔ (رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۵۰۴۲) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے۱؎ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکڑی اپنے سامنے گاڑی اور دوسری اس کے برابر اور تیسری اس سے بہت دور۲؎ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے صحابہ نے عرض کیا اللہ رسول خوب جانیں فرمایا یہ انسان ہے اور یہ موت ہے۳؎ مجھے خیال ہے کہ فرمایا اور یہ امید ہے انسان امیدوں میں مشغول رہتا ہے مگر اسے امید سے پہلے پہنچ جاتی ہے۴؎ (شرح سنہ)

(۵۰۴۲) ۱؎ آپ کا نام شریف سعد ابن مالک ابن سنان ہے (ترمذی ابواب البر والصلہ) آپ کے حالات شریف بیان ہو چکے ہیں۔ ۲؎ یعنی تین لکڑیاں اس طرح گاڑیں کہ دو ملی ہوئی اور تیسری بہت فاصلہ سے آج کل سکولوں میں عملی مشق کرائی جاتی ہے۔ یہ عملی مشق تھی۔ ۳؎ مقصد یہ ہے کہ موت انسان سے بہت قریب ہے مگر اس کی امیدیں بہت دراز خیال رہے کہ انسان شخصی ضروریات میں کمی کرے مگر قومی دینی مکمل ضروریات وخدمات بہت زیادہ انجام دے کہ اشخاص مرتے ہیں قوم ودین نہیں مرجاتے۔ بزرگوں نے دینی کتب لکھیں جو صدیوں سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہی ہیں۔ حضور انور نے سارا حجاز فتح فرمالیا اپنی ذات کیلئے نہیں بلکہ امت کیلئے' دین کیلئے۔ اب تک ان سے فائدے پہنچ رہے ہیں۔ خیال رہے کہ سکندر اعظم اور نپولین اعظم کے مفتوحہ علاقے دوسری قوموں کے پاس پہنچ گئے فاروق اعظم کے مفتوحہ علاقے مسلمانوں ہی کے قبضہ میں ہیں۔ قریباً چودہ سو سال گزر چکے ہیں۔ روم' ایران وغیرہ۔ ۴؎ یعنی انسان کی ایک امید پوری ہوئی تو دو سامنے آجاتی ہیں دو پوری ہوں تو چار سامنے آتی ہیں یہ سلسلہ یوں ہی دراز ہوتا چلا جاتا ہے کہ موت آلیتی

https://archive.org/details/@madni_library

ہے۔شعر:-

امید بستہ برآمد ولے چہ فائدہ زانکہ
امید نیست کہ عمر گزشتہ باز آید

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُمُرُ اُمَّتِیْ مِنْ سِتِّیْنَ سَنَةً اِلٰی سَبْعِیْنَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

(۵۰۴۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا میری امت کی عمر ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوگی۱؎(ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۰۴۳)۱؎ یعنی میری امت کی عمریں عموماً ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی۔اگرچہ بعض لوگ ساٹھ سال سے پہلے مرجائیں گے بعض ستر سے بڑھ جائیں گے۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، علی مرتضٰی کی عمر تریسٹھ سال ہوئیں اور حضرت حکیم امت کی عمر شریف بھی تریسٹھ سال ہوئی کہ آپ کا وصال ۳ رمضان ۱۳۹۲ھ ہوا۔حضرت عثمان غنی کی عمر بیاسی یا اٹھاسی سال ہوئی اس حدیث کی صحت پر تجربہ شاہد ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَا بَیْنَ سِتِّیْنَ اِلَی السَّبْعِیْنَ وَاَقَلُّهُمْ مَنْ یَّجُوْزُ ذٰلِكَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَذُكِرَ حَدِیْثُ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ الشِّخِّیْرِ فِیْ بَابِ عِیَادَةِ الْمَرِیْضِ)

(۵۰۴۴) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی۔کم لوگ اس سے آگے بڑھیں گے۱؎(ترمذی، ابن ماجہ) اور حضرت عبداللہ ابن شخیر کی حدیث باب عیادۃ المریض میں بیان کردی گئی۲؎

(۵۰۴۴)۱؎ یعنی بہت کم لوگ ستر سے آگے بڑھیں گے۔سو سال سے آگے بڑھنے والے تو بہت ہی کم ہوں گے۔چنانچہ حضرت انس ابن مالک کی عمر ایک سو تین سال ہوئی۔جناب اسماء بنت ابوبکر صدیق کی عمر ایک سو سال ہوئی کسی قوت میں کمی نہ آئی۔حسان ابن ثابت کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی۔حضرت سلمان فارسی کی عمر ساڑھے تین سو سال ہوئی۔مگر اسلام میں تھوڑا عرصہ زندہ رہے۔۵۳ھ میں وفات پائی(مرقات) میں نے حضرت سلمان فارسی کے مزار کی زیارت کی ہے۔بغداد شریف سے تیس میل دور سلمان پاک بستی میں ہے۔پہلے اسے مدائن کہتے تھے۔۲؎ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی ہم نے مناسبت کے لحاظ سے وہاں بیان کردی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَمْرِو ابْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ صَلَاحِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْیَقِیْنُ وَالزُّهْدُ وَاَوَّلُ فَسَادِهَا الْبُخْلُ وَالْاَمَلُ ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۵۰۴۵) روایت ہے حضرت عمرو ابن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کی پہلی درستی یقین اور زہد ہے۱؎ اور اس کا پہلا فساد بخل اور دراز امید ہے۲؎(بیہقی، شعب الایمان)

(۵۰۴۵)۱؎ یعنی مسلمان کی پہلی نیکی جو باقی نیکیوں کی جڑ ہے وہ یقین ہے اور یقین چار قسم کا ہے نمبر۱ جو خیر و شر ہے وہ رب تعالٰی کی طرف سے ہے نمبر۲ جو روزی مقدر میں ہے وہ ضرور ملے گی نمبر۳ نیک و بد اعمال کی جزا و سزا ضرور ملے گی نمبر۴ اللہ تعالٰی ہمارے ہر حال

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

سے خبردار ہے۔ان چاروں باتوں پر یقین رکھے تو انشاء اللہ بخل، حسد، کینہ اور بدعملی ان سب سے محفوظ رہے گا۔(اشعہ)۲؎ یعنی مسلمان کا پہلا گناہ جو دوسرے گناہوں کی جڑ ہے وہ یہ دو چیزیں ہیں۔بخل جڑ ہے خونریزی فساد کی۔لمبی امیدیں جڑ ہیں غفلت و گناہوں کی۔انسان بڑھاپے میں بھی سوچتا ہے کہ ابھی عمر بہت ہے۔نیکیاں آئندہ کریں گے۔اسی خیال میں رہتے ہیں کہ موت آجاتی ہے۔

وَعَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ لَيْسَ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا بِلُبْسِ الْغَلِيظِ وَالْخَشِنِ وَاَكْلِ الْجَشِبِ اِنَّمَا الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قِصَرُ الْاَمَلِ .(رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۵۰۴۶) روایت ہے حضرت سفیان ثوری سے۱؎ فرماتے ہیں کہ دنیا میں بے رغبتی موٹا پہننے موٹا کھانے سے معمولی غذ سے نہیں دنیا میں بے رغبتی جھوٹی امیدوں سے ہے۲؎(شرح سنہ)

(۵۰۴۶)۱؎ آپ کوفی ہیں، مجتہد، فقیہ، محدث اپنے وقت کے قطب ہیں۔آپ کی دینداری، زہد، تقویٰ اور ثقہ ہونے پر سارے اہل اسلام متفق ہیں۔سلیمان ابن عبدالملک کے زمانہ میں ولادت ہوئی۔یعنی ۹۹ھ ننانوے میں ۱۶۱ھ ایک سو اکسٹھ میں وفات پائی۔آپ سے امام مالک اور دیگر ائمہ دین نے روایات لیں جیسے فضیل ابن عیاض، ابن عیینہ شعبی وغیرہ(مرقات، اکمال)۲؎ سبحان اللہ کیسا نفیس قاعدہ بیان فرمایا آج بہت لوگ اس وہم میں مبتلا ہیں کہتے ہیں وہ فقیر کیسا جو رکھے پیسہ، عوام اس شخص کے معتقد ہو جاتے ہیں جو تارک الدنیا ہو کر بیٹھ جائے بیوی بچے نہ رکھے۔موٹا جھوٹا کھایا کرے پھٹے کپڑے پہنے۔اگرچہ بے نماز بے روزہ بھنگی چرسی ہو اللہ تعالٰی نے حلال چیزیں ہمارے استعمال کیلئے پیدا فرمائی ہیں خوب کھاؤ پیو اور خوب عبادت وشکر کرو رب تعالٰی فرماتا ہے: كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (۲۳،۵۱) پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو(کنزالایمان) لذیذ نعمتیں کھاؤ اچھے اعمال کماؤ دنیا میں زیادہ رہنے کی امید نہ رکھو جو کرنا ہے آج کرو۔کل کی کیا خبر نصیب ہو کہ نہ ہو۔جشب کے معنی ہیں خشک غذا یعنی روکھی روٹی۔

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكًا وَسُئِلَ اَيُّ شَيْءٍ الزُّهْدُ فِي الدُّنْيَا قَالَ طِيْبُ الْكَسَبِ وَقِصَرُ الْاَمَلِ .(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۵۰۴۷) روایت ہے حضرت زید ابن حسین سے۱؎ فرماتے ہیں کہ میں نے مالک سے سنا ان سے پوچھا گیا کہ دنیا میں بے رغبتی کیا چیز ہے۔فرمایا حلال کمائی۲؎ اور جھوٹی امیدیں۳؎(بیہقی، شعب الایمان)

(۵۰۴۷)۱؎ آپ تبع تابعی ہیں۔صحابی یا تابعی نہیں۔حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خدام سے ہیں۔آپ کے حالات زندگی معلوم نہ ہو سکے۔۲؎ حلال کمائی سے عبادات میں لذت، دل میں بیداری، آنکھوں میں تری، دعا میں قبولیت پیدا ہوتی ہے۔جو بندہ مقبول الدعاء بننا چاہے۔وہ اکل حلال اور صدق مقال یعنی غذا حلال اور سچی زبان رکھے۔حلال کمائی وہ جو حلال ذریعوں سے آئے۔۳؎ دنیاوی امیدیں کم رکھنے سے غفلت نہیں آتی۔انسان گناہ پر دلیر نہیں ہوتا توبہ میں جلدی کرتا ہے۔یہ بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔

بَابُ اِسْتِحْبَابِ الْمَالِ وَالْعُمُرِ لِلطَّاعَةِ
اطاعت کیلئے مال اور عمر کا بہتر ہونا

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

مال کے معنی ہیں میلان قلبی۔دولت کو مال اس لئے کہتے ہیں کہ عموماً انسان کا دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔عمر کے معنی ہیں آبادی اسی لئے بستی کو عمران کہا جاتا ہے اور ویرانہ کو خراب۔زندگی کو زمانہ کو عمر اس لئے کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں روح جسم کو آباد رکھتی

https://archive.org/details/@madni_library

ہے۔اس میں رہتی بستی ہے۔لہٰذا وہ زمانہ عمر ہے مقصد یہ ہے کہ عمر اور مال اگر اللہ کی راہ میں صرف ہوں تو اچھی چیزیں ہیں۔گزشتہ باب میں اس مال وزندگانی کی برائی بیان ہوئی، جو غفلت یا سرکشی میں صرف ہو۔

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّذُكِرَ حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ لَاحَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَيْنِ فِيْ بَابِ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ)

(۵۰۴۸) روایت ہے حضرت سعد سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی پرہیز گار بے نیاز پوشیدہ بندے کو پسند فرماتا ہے[۲] (مسلم اور حضرت ابن عمر کی حدیث کہ نہیں ہے رشک' مگر دو چیزوں میں فضائل قرآن کے باب میں بیان کردی گئی۔[۳]

(۵۰۴۸)[۱] سعد سے مراد حضرت سعد ابن ابی وقاص ہیں۔محدثین جب عبداللہ بولتے ہیں تو حضرت عبداللہ ابن مسعود مراد ہوتے ہیں اور جب سعد مطلق بولتے ہیں تو سعد ابن ابی وقاص مراد ہوتے ہیں۔[۲] یعنی جس مسلمان میں تین صفتیں ہوں وہ خدا تعالٰی کو بڑا پیارا ہے۔متقی ہو یعنی گناہوں سے بچتا ہو اور اللہ رسول کے احکام پر عمل کرتا ہو۔غنی یعنی لوگوں سے بے پروا ہو خیال رہے کہ اللہ تعالٰی متقی بندے کو لوگوں سے بے پروائی نصیب فرماتا ہے جو اس کے دروازے پر جھکا رہے اسے دوسرے دروازوں پر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔شعر:-

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

خفی، نقطہ والا خ سے بمعنی لوگوں میں چھپا ہوا یعنی وہ لوگوں میں اپنی شہرت نہیں چاہتا ہر نیکی چھپ کر کرتا ہے۔خود بھی گمنام رہنے کی کوشش کرتا ہے کہ اسی میں عافیت وآرام ہے۔خیال رہے کہ بعض بندوں کیلئے خلوت اچھی ہے۔بعض کیلئے جلوت بہتر۔عابدوں کیلئے خلوت بہتر ہے عالموں کیلئے جلوت اچھی تا کہ لوگ ان سے فیض لیں لہٰذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرات خلفاء راشدین اور دوسرے مشہور علماء اولیاء حتی کہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب بندے ہیں مگر وہ چھپے ہوئے نہیں کیونکہ ان حضرات نے خود اپنے کو اپنی کوشش سے مشہور نہیں کیا۔ان کی یہ شہرت اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔نیز ان حضرات کیلئے شہرت ہی ضروری تھی۔سورج چھپنے کیلئے نہیں پیدا ہوا۔

مصرع کہ دنیا میں خدا کا نور چھپنے کو نہیں آیا

بعض نسخوں میں حَفِی ہے بے نقطہ والی ح سے بمعنی مہربان یعنی لوگوں پر مہربان بعض احادیث میں نقی نون سے بھی ہے یعنی طیب وطاہر پاک وصاف (اشعہ) اس حدیث کی اور بہت شرحیں کی گئی ہیں۔[۳] یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی ہم نے مناسبت کے لحاظ سے وہاں بیان کردی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ
دوسری فصل

وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ قَالَ فَاَيُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

(۵۰۴۹) روایت ہے حضرت ابوبکرہ[۱] سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کون آدمی اچھا ہے فرمایا جس کی عمر بھی لمبی ہو اور اس کے عمل اچھے ہوں[۲] عرض کیا تو کون آدمی برا ہے۔فرمایا جس کی عمر دراز ہو اور اس کے عمل برے ہوں (احمد، ترمذی، دارمی)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

۴؎ آپ مشہور صحابی ہیں۔ اہل طائف سے ہیں۔آپ کے حالات بیان ہو چکے ہیں۔

(۵۰۴۹)۱؎ یعنی جس کی عمر دراز ہو اور اس کی نیکیاں زیادہ ہوں تو ہر دن اس کی نیکیاں بڑھائے ایسا شخص بہت ہی خوش نصیب ہے اور جس کی نیکیاں گناہوں کے برابر ہوں وہ نمبر دوم کا خوش نصیب ہے۔ایسا شخص مشکل سے ملے گا جو زندگی میں کوئی گناہ نہ کرے۔ یہ شان حضرات انبیاء کرام کی ہے یا خاص اولیاء اللہ کی یہاں وہ ہی معنی مراد ہیں جو ہم نے عرض کئے ۲؎ یعنی وہ بڑا بدنصیب ہے جس کی زندگی دراز اور اس کے گناہ نیکیوں سے زیادہ ہوں اس کی زندگی ہر دن اس کے گناہوں میں اضافہ کرے۔ یہ حدیث طبرانی و حاکم و بیہقی ابونعیم نے مختلف راویوں اور مختلف الفاظ سے روایت فرمائی۔ان الفاظ سے اور حضرت ابوبکرہ سے صرف ان دو کتب میں ہی ہے۔(مرقات)

وَعَنْ عُبَيْدِ ابْنِ خَالِدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰخٰى بَيْنَ رَجُلَيْنِ فَقُتِلَ اَحَدُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتَ الْاٰخَرُ بَعْدَهٗ بِجُمُعَةٍ اَوْ نَحْوِهَا فَصَلَّوْا عَلَيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قُلْتُمْ قَالُوْا دَعَوْنَا اللّٰهَ اَنْ يَّغْفِرَلَهٗ وَيَرْحَمَهٗ وَيُلْحِقَهٗ بِصَاحِبِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَيْنَ صَلٰوتُهٗ بَعْدَ صَلٰوتِهٖ وَعَمَلُهٗ بَعْدَ عَمَلِهٖ اَوْ قَالَ صِيَامِهٖ لَمَا بَيْنَهُمَا اَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۔(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۵۰۵۰) روایت ہے حضرت عبید ابن خالد سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کے درمیان بھائی چارہ فرمایا۱؎ تو ان میں سے ایک اللہ کی راہ میں مارا گیا۔ پھر ایک ہفتہ یا اس کے قریب میں دوسرا آدمی فوت ہوا۲؎ لوگوں نے اس پر نماز پڑھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کیا کہا۳؎ عرض کیا ہم نے اللہ سے دعا کی کہ اسے بخش دے۔اس پر رحم کر اسے اس کے ساتھی سے ملادے۴؎ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اس شہید کے بعد اس کی نمازیں اور اس کے عمل یا فرمایا شہید کے روزوں کے بعد اس کے روزے کہاں گئے ان کے درمیان کا فاصلہ آسمان و زمین کے فاصلہ سے زیادہ۵؎ دراز ہے۔(ابوداؤد،نسائی)

(۵۰۵۰)۱؎ آپ صحابی ہیں۔آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے کوفہ کے رہنے والے ہیں۔مہاجر ہو کر مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے لہذا مہاجر ہیں (اشعہ۔مرقات) یا تو یہ دونوں شخص مہاجر تھے یا ایک ان میں سے مہاجر تھے۔دوسرے انصاری دوسرا احتمال قوی ہے۔کیونکہ عقد مواخات بھائی چارے کا رشتہ مہاجر اور انصاری سے کیا جاتا تھا۔۲؎ یہ پتا نہیں چلا کہ شہید کون صاحب ہوئے مہاجر یا انصاری بہرحال ایک صاحب پہلے شہید ہوئے ہیں اور دوسرے صاحب کچھ بعد اپنے بستر پر فوت ہوئے۔۳؎ یعنی اس میت کی نماز جنازہ میں تم نے اس کیلئے کیا دعا کی۔خیال رہے کہ نماز جنازہ میں دعاء ماثورہ تو پڑھی ہی جاتی ہے اس کے علاوہ اور دوسری دعاؤں کی بھی اجازت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں اور بہت دعائیں کی ہیں۔۴؎ یعنی یہ صاحب شہید نہیں ہوئے اور ان کا بھائی ایک ہفتہ پہلے شہید ہوگیا۔مولیٰ اپنے کرم سے اس کو اسی شہید کا درجہ عطا فرما۔ان دونوں کو وہاں بھی برابر اور یکجا کردے جیسے وہ یہاں تھے۔سبحان اللہ بڑی پیاری دعا کی۔۵؎ یعنی اس شخص کو جو یہ سات دن زیادہ مل گئے ان دنوں میں اس نے نماز روزے اور دوسری نیکیاں کیں۔اس لئے ان کا درجہ اس شہید سے زیادہ ہوگیا۔خیال رہے کہ یہ صاحب مرابط تھے یعنی جہاد کیلئے ہر دم تیار اور مرابط کو درجہ شہادت کا ملتا ہے لہذا شہادت میں ان شہید کے برابر ہوگئے۔ان سات دن کے اعمال میں ان سے بڑھ گئے۔نیز بعض غیر شہید شہید سے بڑھ جاتے ہیں۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تلوار سے شہید نہیں ہیں مگر شہیدوں سے افضل ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے۔مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ

https://archive.org/details/@madni_library

وَالشُّھَدَآءِ(۶۹/۴) یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید (کنزالایمان) صدیق کو شہید پر مقدم فرمایا۔

وَعَنْ اَبِیْ کَبْشَةَ الْاَنْمَارِیِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ثَلٰثٌ اُقْسِمُ عَلَیْهِنَّ وَاُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا فَاحْفَظُوْهُ فَاَمَّا الَّذِیْ اُقْسِمُ عَلَیْهِنَّ فَاِنَّهٗ مَا نَقَصَ مَالُ عَبْدٍ مِّنْ صَدَقَةٍ وَّلَا ظُلِمَ عَبْدٌ مَّظْلِمَةً صَبَرَ عَلَیْهَا اِلَّا زَادَهُ اللّٰهُ بِهَا عِزًّا وَلَا فَتَحَ عَبْدٌ بَابَ مَسْئَلَةٍ اِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِ بَابَ فَقْرٍ وَاَمَّا الَّذِیْ اُحَدِّثُکُمْ فَاحْفَظُوْهُ فَقَالَ اِنَّمَا الدُّنْیَا لِاَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالاً وَّعِلْمًا فَهُوَ یَتَّقِیْ فِیْهِ رَبَّهٗ وَیَصِلُ رَحِمَهٗ وَیَعْمَلُ لِلّٰهِ فِیْهِ بِحَقِّهٖ فَهٰذَا بِاَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَلَمْ یَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّیَّةِ یَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ مَالاً لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَاَجْرُهُمَا سَوَآءٌ وَّعَبْدٌ رَزَقَهُ اللّٰهُ مَالاً وَّلَمْ یَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ یَتَخَبَّطُ فِیْ مَالِهٖ بِغَیْرِ عِلْمٍ لَایَتَّقِیْ فِیْهِ رَبَّهٗ وَلَا یَصِلُ فِیْهِ رَحِمَهٗ وَلَا یَعْمَلُ فِیْهِ بِحَقٍّ فَهٰذَا بِاَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٌ لَّمْ یَرْزُقْهُ اللّٰهُ مَالًا وَّلَا عِلْمًا فَهُوَ یَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِیْ مَالاً لَعَمِلْتُ فِیْهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ نِیَّتُهٗ وَوِزْرُهُمَا سَوَآءٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ)

(۵۰۵۱) روایت ہے حضرت ابوکبشہ انماری سے۱؎ کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تین باتیں وہ ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں اور ایک بات کی تمہیں خبر دیتا ہوں۲؎ اسے یاد رکھو وہ تین جن پر میں قسم فرماتا ہوں وہ یہ ہیں کہ کسی بندے کا مال صدقہ سے نہیں گھٹتا۳؎ اور کوئی ظلم نہیں کیا جاتا جس پر وہ صبر کرے۴؎ مگر اللہ تعالٰی اس سے اس کی عزت بڑھاتا ہے۵؎ اور کوئی بندہ مانگنے کا دروازہ نہیں کھولتا مگر اللہ اس پر فقیری کا دروازہ کھول دیتا ہے۶؎ اور جس چیز کی میں تمہیں خبر دیتا ہوں جسے تم یاد رکھو فرمایا دنیا چار شخصوں کیلئے ہے۔ایک وہ بندہ جسے اللہ مال اور علم دونوں دے۷؎ تو وہ اس میں اللہ سے ڈرتا ہے۔رشتہ داروں سے سلوک کرتا ہے اور اس میں اللہ کیلئے ان کے حق کے مطابق عمل کرتا ہے۸؎ تو یہ بہترین درجوں میں ہے۹؎ اور ایک وہ بندہ جسے اللہ نے علم دیا مال نہ دیا لیکن وہ ہے سچی نیت والا کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں کیلئے کام کرتا۔ان دونوں کا ثواب برابر ہے۔۱۰ اور ایک وہ بندہ جسے اللہ مال دے اور علم نہ دے تو وہ اپنے مال میں بغیر علم خلط ملط ہی کرتا ہے۱۱؎ اس میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا اپنے رشتہ داروں سے سلوک نہیں کرتا اور نہ اس میں حق کے عمل کرتا ہے۱۲؎ تو یہ خبیث ترین درجہ والا ہے۱۳؎ اور ایک وہ بندہ جسے اللہ نہ مال دے نہ علم تو وہ کہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں اس میں فلاں کے سے کام کرتا تو وہ اپنی نیت پر ہے۱۴؎ اور ان دونوں کا گناہ برابر ہے ۱۵؎

(ترمذی اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے)

(۵۰۵۱)۱؎ آپ کا نام عمرو بن سعد ہے یا سعد ابن عمرو یا عامر ابن سعد صحابی ہیں۔آخر زمانہ شام میں رہے۔۲؎ یعنی تین خبریں قسم سے بیان کرتا ہوں اور ایک خبر بغیر قسم کے خیال رہے کہ حضور انور کی خبر خواہ قسم سے ہو یا بغیر قسم بالکل حق اور درست ہے حضور کی خبر کا درست ہونا ایسا ہی لازم وضروری ہے جیسے اللہ تعالٰی کی خبر کا حق ہونا لازم ہے کہ رب تعالٰی کا جھوٹ بھی ناممکن ہے اور نبی کا جھوٹ بھی ناممکن اگرچہ وہ بالذات ہے یہ محال بالغیر جیسے رب تعالٰی کی قسمیں تاکید کیلئے ہوتی ہیں ایسے ہی حضور انور کی قسمیں تاکید کلام کیلئے ہیں۔۳؎ یہاں صرف اقسم فرما کر قسم کھائی گئی واللہ باللہ نہیں فرمایا یہ بھی قسم کا ایک طریقہ ہے۔صدقہ سے مراد ہر خیرات ہے۔فرضی ہو یا نفلی تجربہ شاہد ہے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کہ خیرات سے مال بڑھتا ہے گھٹتا نہیں۔ آزما کر دیکھ لو میرا رب سچا اس کے رسول سچے صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ سے دنیا میں بھی برکت' آخرت میں ثواب ہے۔ فقیر کا تجربہ تو یہ ہے کہ صدقہ والے مال کو عموماً حاکم' حکیم' وکیل' چور نہیں کھاتے۔ دنیاوی نقصانات بھی بہت کم ہوتے ہیں۔۴؎ یہاں صبر سے مراد اخلاقی صبر ہے نہ کہ مجبوری کا صبر' صبر' معافی' تحمل کی جو آیات منسوخ ہیں ان میں مجبوری کا صبر ہی مراد ہے۔ رب فرماتا ہے: فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (۱۰۹،۲) تو تم چھوڑو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ (کنز الایمان)۔ ۵؎ چنانچہ یوسف علیہ السلام نے اپنے دربار میں آئے ہوئے بھائیوں کو معافی دی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر تمام اہل مکہ کو معافی دے دی جن سے عمر بھر ستم دیکھے تھے۔ دیکھ لو آج تک ان حضرات کی واہ واہ ہو رہی ہے۔ یہ ہے عزت بڑھنا' شعر:-

صدقے اس انعام کے قربان اس احسان کے ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

۶؎ تجربہ شاہد ہے کہ پیشہ ور بھکاریوں کے پاس اولاً تو مال جمع ہوتا ہی نہیں اگر ہو جائے تو وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے جمع کر کے چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کے مال میں برکت نہیں ہوتی۔ مرقات میں ان کی مثال اس کتے سے دی ہے جو منہ میں ٹکڑا لئے شفاف وصاف نہر پر گزرے اس میں اپنا عکس دیکھ کر سمجھے کہ یہ دوسرا کتا ہے۔ اس سے ٹکڑا چھین لینے کیلئے اس پر منہ پھاڑ کر حملہ کرے اپنا ٹکڑا بھی کھو بیٹھے۔ ۷؎ علم سے مراد علم دین ہے۔ معلوم ہوا علم دین بھی اللہ تعالٰی کی دنیاوی نعمتوں سے ایک اعلٰی نعمت ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ مال سانپ ہے علم دین تریاق ہمیشہ تریاق کے ساتھ زہر مفید ہوتا ہے۔ بغیر تریاق ہلاک کر دیتا ہے۔ ۸؎ اگرچہ بحقہ میں سارے سلوک' صدقات داخل ہیں مگر چونکہ عزیزوں قرابت داروں کے حقوق ادا کرنا بہترین عبادت ہے اور تمام صدقات میں اعلٰی وافضل اس لئے اس کا ذکر علیحدہ فرمایا گیا۔ ۹؎ اس لئے کہ یہ شخص دین و دنیا دونوں جگہ سرخرو شاد آباد رہے گا کیونکہ وہ مال کمائے گا حکم الٰہی کے مطابق خرچ کرے گا اسی کے مطابق' جمع کرے گا' اسی فرمان کے ماتحت' مال کی آمد' جمع' خرچ سب شریعت کے مطابق چاہیے۔ ۱۰؎ معلوم ہوا کہ نیکی کی تمنا بھی نیکی ہے۔ غریب عالم خواہ زبان سے تمنا کرے یا فقط دل سے بہر حال ثواب برابر ہی ہے۔ ۱۱؎ تخبط بنا ہے خبط سے بمعنی بے فائدہ ہاتھ پاؤں مارنا خلط ملط کرنا اس لئے دیوانگی کو تخبط کہتے ہیں دیوانہ کو خبطی کہ وہ ہر طرح بے فائدہ ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (۲،۲۷۵) جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو۔ (کنز الایمان) یعنی وہ ہر حرام وحلال طریقے سے مال کماتا ہے اور ہر حرام جگہ خرچ کرتا رہتا ہے۔ نہ خود عالم ہے نہ علماء کی بات مانتا ہے۔ جیسا کہ آج کل عام امیروں کا حال ہے۔ ۱۲؎ ایسے لوگ اگر کبھی اچھی جگہ خرچ بھی کرتے ہیں تو اپنی ناموری کیلئے خرچ کرتے ہیں مگر بے فائدہ بلکہ مضر۔ ۱۳؎ کیونکہ اس کا مال اس کیلئے وبال ہے۔ مال کی وجہ سے اس پر گناہوں کے دروازے بہت کھل جاتے ہیں وہ مال کے نشہ میں نہ کرنے والے کام کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالٰی عثمانی مال دے۔ ابوجہلی مال سے بچائے۔ ۱۴؎ یعنی فلاں بدمعاش مالدار کی طرح میں بھی شراب پیتا' جوا کھیلتا' زنا کرتا۔ کروں کیا یہ کام پیسہ سے ہوتے ہیں اور میرے پاس پیسہ نہیں ۱۵؎ یعنی یہ بدنصیب بغیر کچھ کئے سب کچھ کر رہا ہے۔ کرنے والوں کے ساتھ دوزخ میں جا رہا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِذَا اَرَادَ بِعَبْدٍ خَيْرًا اسْتَعْمَلَهٗ فَقِيْلَ

(۵۰۵۲) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی جب کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اس سے کام

https://archive.org/details/@madni_library

وَکَیْفَ یَسْتَعْمِلُهُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ یُوَفِّقُهُ لِعَمَلٍ صَالِحٍ قَبْلَ الْمَوْتِ ۔(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

لیتا ہے[۱] عرض کیا گیا یارسول اللہ کیسے کام لیتا ہے[۲] فرمایا اسے موت سے پہلے نیک اعمال کی توفیق دیتا ہے[۳] (ترمذی)[۴]

(۵۰۵۲) [۱] غالبًا بندہ سے مراد بندہ مومن ہے یعنی اللہ تعالٰی اپنے بندہ مومن کی جب بھلائی چاہتا ہے تو نہ تو اسے رہنے دے کہ وہ اپنی زندگی برباد وضائع کردے نہ اسے گناہوں میں مبتلا ہونے دے ممکن ہے کہ عبد سے مراد ہر بندہ مومن وکافر ہے۔ اللہ تعالٰی اپنے بندہ کو کافر نہیں رہنے دیتا۔ آخر کار وہ مومن ہو جاتا ہے۔[۲] یعنی انسان کام تو ہمیشہ ہی کرتا ہے کوئی شخص بیکار نہیں رہتا۔ جاگنا، چلنا، پھرنا بھی تو کام ہی ہیں۔ سرکار نے کام سے کون سا کام مراد لیا ہے۔[۳] یعنی کام سے مراد نیک کام ہیں اور کام لینے سے مراد اس کی موت کے قریب کام لینا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے بندے کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ اگرچہ زندگی گناہوں میں گزارے مگر توبہ کرکے گناہوں کا کفارہ ادا کرکے مرتا ہے۔ خاتمہ کا اعتبار ہے اس حدیث سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ مومن کی زندگی موت سے افضل ہے۔ (اشعہ) کہ زندگی عمل کا وقت ہے۔ دوسرے ہر کسی گنہگار کے متعلق ہم فیصلہ نہیں کرسکتے کہ وہ دوزخی ہی ہے۔ یہ تو اللہ کو خبر ہے ممکن ہے کہ وہ مرتے وقت نیک ہوجائے۔ خیال رہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ موت زندگی سے افضل ہے۔ کہ وہ راحت وآرام اور اپنے کام کے پھل پانے کا زمانہ ہے۔ عشاق کہتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف کے زمانہ میں مومن کی زندگی فراق کا زمانہ ہے۔ موت یار کے دیدار کا ذریعہ ہے۔ شعر:۔

سنا ہے قبر میں دیدار ہوگا بے حجابانہ ۔۔۔ کفن کو پھاڑ کر اٹھیں گے مردے اپنے مدفن سے

[۴] یہ حدیث حاکم نے بسند صحیح، احمد، ابن حبان، طبرانی نے مختلف صحابہ سے مختلف عبارتوں سے روایت کی۔ (مرقات)

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۵۰۵۳) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے[۱] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کو قریب کردے[۲] اور بعد موت کیلئے عمل کرے[۳] اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگادے اور اللہ پر آرزوئیں رکھے[۴] (ترمذی، ابن ماجہ)

(۵۰۵۳) [۱] آپ کے حالات پہلے بیان ہوچکے ہیں کہ آپ حضرت حسان ابن ثابت کے بھتیجے ہیں۔ خود بھی صحابی ہیں والد بھی صحابی آخرت میں بیت المقدس میں رہے آپ علم وحلم دونوں کے جامع تھے۔ آپ کی کنیت ابویعلٰی انصاری ہے۔ صحابہ کرام آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ (اشعہ، مرقات) [۲] دان کے بہت معانی ہیں۔ اگر دنو سے بنا ہے تو بمعنی قریب کرنا قریب جاننا ہے اور دین سے بنا ہے جو مغلوب ہے دنی کا تو بمعنی عاجز سمجھنا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ بمعنی حساب لینا ہے یعنی اپنے کو اللہ تعالٰی سے اس کے رسول سے نیک بندوں سے قریب رکھے یا اپنے کو موت سے قریب جانے یا اپنے اعمال کا خود حساب لیتا رہے۔ نیک اعمال پر شکر کرے، برے اعمال سے توبہ۔[۳] یعنی کوئی کام نفس یا دنیا کیلئے نہ کرے ہر کام آخرت کیلئے کرے حتی کہ اس کا کھانا پینا چلنا پھرنا، سونا، جاگنا بلکہ جینا مرنا اللہ کیلئے ہو۔ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۶-۱۶۲) بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب سارے جہان کا۔ (کنزالایمان) ایسا آدمی دنیا میں رہتا تو ہے مگر دنیا والا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالٰی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اس پر عمل کی توفیق دے۔ ۴؎ اس فرمان عالی میں عاجز سے مراد بے وقوف ہے۔ کیس کا مقابل، نفس امارہ سے دبا ہوا یعنی وہ بیوقوف ہے جو کام کرے دوزخ کے اور امید کرے جنت کی۔ کہا کرے اللہ غفور و رحیم ہے باجرہ بوئے اور امید کرے گیہوں کاٹنے کی۔ کہا کرے اللہ غفور رحیم ہے کاٹتے وقت اسے گندم بنادے گا۔ اس کا نام امید نہیں رب تعالٰی فرماتا ہے: مَاغَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (۶،۸۲) تجھے کس چیز نے فریب دیا اپنے کرم والے رب سے۔ (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هٰجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ (۲،۲۱۸) وہ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لئے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے وہ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں۔ (کنزالایمان) جو بو کر گندم کاٹنے کی آس لگانا شیطانی دھوکہ اور نفسانی وسوسہ ہے خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کو جھوٹی امید نے سیدھی راہ نیک اعمال سے ہٹادیا ہے۔ جیسے جھوٹی بات گناہ ہے۔ ایسے ہی جھوٹی آس بھی گناہ ہے کرو اور ڈرو۔ (اشعہ، مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا فِيْ مَجْلِسٍ فَطَلَعَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى رَاْسِهٖ اَثَرُ مَآءٍ فَقُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَرَاكَ طَيِّبَ النَّفْسِ قَالَ اَجَلْ قَالَ ثُمَّ خَاضَ الْقَوْمُ فِيْ ذِكْرِ الْغِنٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَابَاْسَ بِالْغِنٰى لِمَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَالصِّحَّةُ لِمَنِ اتَّقٰى خَيْرٌ مِّنَ الْغِنٰى وَطِيْبُ النَّفْسِ مِنَ النَّعِيْمِ ۔

(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۵۰۵۴) روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صاحب سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مجلس میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجلی فرمائی (تشریف لائے) ۲؎ آپ کے سر پر پانی کا اثر تھا ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم حضور کو بہت خوش دل دیکھ رہے ہیں۔ ۳؎ فرمایا ہاں راوی کہتے ہیں کہ پھر قوم امیری کے ذکر میں مشغول ہوگئی ۴؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالداری میں حرج نہیں اس کیلئے جو اللہ سے ڈرے ۵؎ متقی کیلئے تندرستی امیری سے بہتر ہے ۶؎ اور دل کی خوشی نعمتوں میں سے ہے۔ ۷؎ (احمد)

(۵۰۵۴) ۱؎ یہ صاحب یسار ابن عبد ہیں۔ جیسا کہ حاکم اور ابن ماجہ میں ہے۔ چونکہ تمام صحابہ بحکم قرآن عادل ہیں۔ کوئی صحابی فاسق نہیں اس لئے صحابی کا نام معلوم نہ ہونا حدیث کی صحت کیلئے مضر نہیں (مرقات) ۲؎ ایسے تشریف لائے جیسے سورج طلوع ہوتا ہے کہ رات کو دن اندھیرے کو اجالا بنادیتا ہے۔ سوتوں کو جگادینا طلع فرمانا بہت ہی موزوں ہے۔ ۳؎ یعنی حضور نے غسل کیا ہے جمال با کمال اور بھی نکھر گیا ہے۔ چہرہ انور پر خوشی کے آثار ہیں۔ اللہ حضور کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ رنج و غم کی ہوا بھی نہ لگائے کہ ان کی خوشی سے دنیا کی خوشی وابستہ ہے۔ ان کا جمال سب کی خوشی کا ذریعہ ہے۔ ۴؎ کسی نے وجہ نہ پوچھی کہ اس خوشی کا سبب کیا ہے۔ بلکہ اور گفتگو شروع ہوگئی۔ اس میں مالداری کا ذکر بھی تھا کہ یہ اچھی ہے یا بری۔ ۵؎ لَابَاْسَ فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقر مع صبر افضل ہے غنی مع شکر سے یہ بہت بڑی بحث ہے۔ یعنی غنی جب خوف خدا کے ساتھ ہو تو اس میں حرج نہیں۔ ۶؎ یعنی دنیا میں دل کا چین روح کا آرام اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ رب فرماتا ہے: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (۲۷،۵۵) اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو

https://archive.org/details/@madni_library

جنتیں ہیں۔ (کنزالایمان) وہاں جنتوں سے مراد ہے دنیا کی جنت یعنی دل کا چین اور آخرت کی جنت اللہ رسول کا دیدار۔ مال کی خوشی اللہ کے ذکر والوں کے قرب سے نصیب ہوتی ہے۔ ۷؎ کیونکہ مالداری کا انجام حساب بلکہ کبھی عقاب ہے جس سے فقراء دور ہیں۔

وَعَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ كَانَ الْمَالُ فِيمَا مَضٰى يُكْرَهُ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَهُوَ تُرْسُ الْمُؤْمِنِ وَقَالَ لَوْ لَا هٰذِهِ الدَّنَانِيرُ لَتَمَنْدَلَ بِنَا هٰؤُلَاءِ الْمُلُوكُ وَقَالَ مَنْ كَانَ فِي يَدِهٖ مِنْ هٰذِهٖ شَيْءٌ فَلْيُصْلِحْهُ فَاِنَّهٗ زَمَانٌ اِنِ احْتَاجَ كَانَ اَوَّلَ مَنْ يَبْذُلُ دِينَهٗ وَقَالَ الْحَلَالُ لَا يَحْتَمِلُ السَّرَفَ ۔ (رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۵۰۵۵) روایت ہے حضرت سفیان ثوری سے فرماتے ہیں کہ گزشتہ زمانہ میں مال ناپسند تھا ۱؎ لیکن آج مال مومن کی ڈھال ہے ۲؎ اور فرمایا اگر یہ اشرفیاں نہ ہوتیں تو یہ بادشاہ ہم کو رومال بنا لیتے ۳؎ اور فرمایا کہ جس کے پاس کچھ دولت ہو تو وہ اسے سنبھالے ۴؎ بڑھائے کیونکہ یہ زمانہ وہ ہے کہ اگر کوئی محتاج ہو جائے تو پہلی جو چیز خرچ کرتا ہے وہ اس کا دین ہے ۵؎ فرمایا کہ حلال مال میں فضول خرچی کی گنجائش نہیں ۶؎ (شرح سنہ)

(۵۰۵۵) ۱؎ یعنی زمانہ رسالت میں زیادہ مال جمع کرنے کی کوشش ناپسند تھا۔ اس وقت لوگوں پر حال کا غلبہ تھا۔ مال کیلئے بہت دوڑ دھوپ اس میں نقصان دہ ہوتی تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ زیادہ مال حرام یا مکروہ یا ناپسند تھا۔ مال سے زکوٰۃ، حج، قربانی، جہاد ہوتے ہیں۔ اچھی چیزوں کا ذریعہ اچھا ہوتا ہے۔ گویا اس زمانہ میں لوگوں کو زہد وقناعت مرغوب تھی ۲؎ یعنی اب اس زمانہ میں مال حلال، بہت سے گناہوں سے بچنے کا ذریعہ ہے کہ مومن کا اس کے ذریعہ چوری، حرام خوری، نام نمود، دکھاوا، محتاجی سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ ۳؎ یعنی اگر میرے پاس دولت نہ ہوتی تو مجھے حکام رومال کی طرح استعمال کرتے کہ اپنی گندگی مجھ سے صاف کرتے۔ مجھے پیسوں کا لالچ دے کر غلط فتویٰ لیتے اور میرے فتووں سے اپنے ظلم جائز کرالیا کرتے۔ غریب مولوی کا علم امیروں کے پیسہ پر نچھاور ہوتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ مندل بنا ہے ندل سے بمعنی مندیل میل دور کرنے کا آلہ یعنی رومال مالدار کا مولیٰ صرف اللہ تعالٰی ہے۔ غریب کا مولیٰ ہر امیر ہے۔ ۴؎ یعنی اپنے مال کو ضائع نہ ہونے دے۔ اسے بڑھانے کی کوشش کرے۔ مال کی قدر کرے خصوصاً عالم دین کیلئے مال بہت ہی ضروری ہے کہ مالدار عالم کے وعظ میں تاثیر اور ہی ہوتی ہے۔ ۵؎ دیکھ لو غریب مسلمانوں سے مال کے ذریعہ جھوٹی گواہیاں دلوائی جاتی ہیں۔ حرام پیسے سے قتل وخون کرائے جاتے ہیں اور غریب علماء سے پیسہ کے ذریعہ غلط فتوے لکھوائے جاتے ہیں۔ غریب اماموں سے پیسہ دے کر ناجائز نکاح پڑھوائے جاتے ہیں۔ متھرا، آگرہ کے علاقہ میں ہزار ہا غریب مسلمانوں کو پیسہ دے کر ہندو بنا لیا گیا۔ یہ فرمان بالکل درست ہے۔ ۶؎ یعنی حلال مال اس لائق نہیں کہ اسے فضول خرچی کرکے برباد کردیا جائے۔ اس کی قدر ومنزلت کرنی چاہیے یا حلال مال میں فضول خرچی کی گنجائش نہیں وہ اتنا زیادہ نہیں ہوتا کہ اس میں فضول خرچی کی جائے۔ اردو میں کہتے ہیں مال حرام بجائے حرام یا مال مفت دل بے رحم یا یہ مطلب ہے کہ حلال روزی کو فضول خرچی سے اڑا کر دوسروں کا محتاج بن جانا حماقت ہے۔ اسے سنبھالو تاکہ اوروں کے محتاج نہ بنو۔ قرآن کریم فرماتا ہے لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (۴:۵) بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے۔ (کنزالایمان) اپنا مال ناسمجھ بچوں کو نہ دو اللہ نے مال کو تمہاری بقا کا ذریعہ بنایا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ حلال میں فضول خرچی بربادی نہیں واقع ہوتی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

(۵۰۵۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِيْ مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَيْنَ اَبْنَآءُ السِّتِّيْنَ وَهُوَ الْعُمُرُ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۔(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن پکارنے والا پکارے گا کہ ساٹھ سالہ لوگ کہاں ہیں ۱؎ یہ عمر وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تم کو اس قدر عمر نہ دی جس میں نصیحت پکڑنے والا نصیحت پکڑے ۲؎ اور آیا تمہارے پاس ڈرانے والا ۳؎ (بیہقی، شعب الایمان)

(۵۰۵۶) ۱؎ یعنی پہلے ساٹھ سالہ بوڑھے حاضر ہوں۔ اپنی عمروں کا حساب دیں کہ انہوں نے اتنی دراز عمر کس کام میں خرچ کی۔ ۲؎ کیونکہ انسانی عمر کے تین حصے ہوتے ہیں۔ بچپن جوانی بڑھاپا۔ ساٹھ سالہ آدمی یہ تینوں حصے پالیتا ہے۔ بچپن میں نہ سنبھلے تو جوانی میں سنبھل جائے اگر جوانی میں نہ سنبھلے تو بڑھاپے میں ٹھیک ہو۔ لیکن اگر بڑھاپے میں بھی نہ درست ہو تو پھر کب ہوگا۔ اب تو صرف موت ہی باقی ہے۔ لہذا بڈھا گنہگار کوئی عذر ومعذرت نہیں کرسکتا۔ ۳؎ ڈرانے والے سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن مجید، یا بڑھاپا یا موت ہے بوڑھے کے پاس یہ سارے ڈرانے والے پہنچ جاتے ہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ اِنَّ نَفَرًا مِّنْ بَنِيْ عُذْرَةَ ثَلَاثَةً اَتَوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمُوْا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّكْفِيْنِيْهِمْ قَالَ طَلْحَةُ اَنَا فَكَانُوْا عِنْدَهٗ فَبَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيْهِ اَحَدُهُمْ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ بَعَثَ بَعْثًا فَخَرَجَ فِيْهِ الْاٰخَرُ فَاسْتُشْهِدَ ثُمَّ مَاتَ الثَّالِثُ عَلٰى فِرَاشِهٖ قَالَ قَالَ طَلْحَةُ فَرَاَيْتُ هٰؤُلَآءِ الثَّلٰثَةَ فِي الْجَنَّةِ وَرَاَيْتُ الْمَيِّتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ اَمَامَهُمْ وَالَّذِي اسْتُشْهِدَ اٰخِرًا يَلِيْهِ وَاَوَّلُهُمْ يَلِيْهِ فَدَخَلَنِيْ مِنْ ذٰلِكَ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَقَالَ وَمَا اَنْكَرْتَ ذٰلِكَ مِنْ ذٰلِكَ لَيْسَ اَحَدٌ اَفْضَلَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ مُّؤْمِنٍ يُّعَمَّرُ فِي الْاِسْلَامِ لِتَسْبِيْحِهٖ وَتَكْبِيْرِهٖ وَتَهْلِيْلِهٖ ۔

(۵۰۵۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن شداد سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ بنی عذرہ کے تین شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ مسلمان ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں ہماری طرف سے کوئی سنبھالے گا ۲؎ جناب طلحہ بولے میں تو وہ ان کے پاس رہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا تو ان میں سے ایک اس لشکر میں گیا وہ شہید ہوگیا ۳؎ پھر اور لشکر بھیجا تو ان میں دوسرا گیا تو وہ شہید کردیا گیا پھر مرگیا تیسرا اپنے بستر ۴؎ پر راوی کہتے ہیں کہ جناب طلحہ نے فرمایا کہ میں نے ان تینوں کو جنت میں دیکھا ۵؎ اور اپنے بستر پر مرنیوالے کو ان سب کے آگے دیکھا اور جو پیچھے شہید ہوا تھا اسے اس کے قریب دیکھا اور پہلے کو اس کے قریب دیکھا ۶؎ میرے دل میں اس سے کچھ آگیا ۷؎ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا تو فرمایا کہ تم نے اس میں سے کس چیز پر تعجب کیا۔ اللہ کے نزدیک اس مومن سے کوئی افضل نہیں جسے اسلام میں زیادہ عمر دی جائے ۸؎ اس کی تسبیح اس کی تکبیر اس کا کلمہ کی وجہ سے ۹؎

(۵۰۵۷) ۱؎ آپ تابعی ہیں آپ کے والد شداد ابن اوس صحابی ہیں۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ کی خالہ ہیں۔ بڑے عالم متقی تھے۔ حضرت عمر، علی، معاذ ابن جبل، ابن عباس سے روایات لی ہیں، رضی اللہ عنہم۔ بلکہ اپنے والد، اپنی خالہ سے بھی روایات لی ہیں ۲؎ یعنی ان نومسلم فقراء کا کھانا کپڑا وغیرہ ہمارے ذمہ ہے جو ہماری طرف سے ان کا خرچ برداشت کرے۔ تاقیامت ہم جیسے فقیروں کا گزارہ حضور کے دروازے سے ہوتا رہے گا، دنیاوی وسیلے انہیں کے کرم کا مظہر ہیں ۳؎ یعنی یہ تینوں حضرات جناب ابوطلحہ کے مہمان دائمی رہے

https://archive.org/details/@madni_library

حتی کہ ایک جہاد میں تینوں میں سے ایک شخص شہید ہوگیا۴؎ یہ تیسرے صاحب یا تو ان دو جہاد میں گئے ہی نہ تھے یا گئے تھے مگر شہید نہیں ہوئے تھے۔ بعد میں بیماری سے اپنے بستر پر فوت ہوئے مگر تھے جہاد کیلئے بالکل تیار یعنی مرابط فی سبیل اللہ یہ قیود بہت خیال میں رہیں۔ (مرقات) ۵؎ خواب میں دیکھا یا کشف سے (مرقات) یہ حدیث الہام اولیاء کشف اولیاء کی دلیل ہے بعض حضرات کشف قبور کر لیتے ہیں۔ اس کا ماخذ بھی یہی ہوتا ہے۔ ۶؎ یعنی انہیں جنت میں اس طرح دیکھا کہ تیسرے صاحب جو شہید نہ ہوئے تھے ان میں نمبر اول تھے دوسرے شہید نمبر دوم ہیں اور پہلے شہید نمبر سوم ہیں۔ یہ اولیت آخریت درجہ اور مرتبہ کی تھی کہ جیسا درجہ انہیں ملا تھا ویسا ہی انہوں نے دیکھا۔ ۷؎ یعنی یہ ترتیب دیکھ کر مجھے ایسا سوال یا اشکال پیدا ہوا جس کو میں خود حل نہ کرسکا۔ کہ غیر شہید تو نمبر اول اور شہداء اس کے ماتحت۔ ۸؎ مقصد یہ ہے کہ دوسرے شہید کو پہلے شہید سے کچھ زیادہ عمر مل گئی اور تیسرے صاحب کو ان دونوں سے زیادہ عمر ملی۔ چونکہ انہیں ذکر اللہ عبادت اطاعت کا موقع زیادہ ملا اس لئے یہ دونوں اس پہلے شہید سے افضل ہوئے اور ان دونوں میں یہ تیسرے صاحب دوسرے شہید سے اعلیٰ ہوئے ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ تیسرے صاحب بھی شہادت جہاد کیلئے تیار تھے اس لئے انہیں حکمی شہادت تو مل گئی ذکر اللہ میں بڑھ گئے۔ لہٰذا ان کا درجہ زیادہ ہوگیا۔ ۹؎ معلوم ہوا کہ مسلمان کی زندگی کا ہر دن بلکہ ہر ساعت اس کی نیکیاں بڑھ جانے کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالٰی ایسی زندگی نصیب فرمائے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِیْ عَمِیْرَةَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عَبْدًا لَوْ خَرَّ عَلٰی وَجْهِهٖ مِنْ یَّوْمِ وُلِدَ اِلٰی اَنْ یَّمُوْتَ هَرِمًا فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ لَحَقَّرَهٗ فِیْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَلَوَدَّ اَنَّهٗ رُدَّ اِلَی الدُّنْیَا كَیْمَا یَزْدَادَ مِنَ الْاَجْرِ وَالثَّوَابِ ۔ (رَوَاهُمَا اَحْمَدُ)

(۵۰۵۸) روایت ہے حضرت محمد ابن ابوعمیرہ سے۱؎ یہ رسول اللہ صلی اللہ کے صحابہ کرام میں سے تھے' حضور نے فرمایا کہ اگر کوئی بندہ اپنی پیدائش کے دن سے اپنے چہرے کے بل گر جائے حتی کہ اللہ کی اطاعت میں بوڑھا ہوکر مرجائے۲؎ تو اس دن اس عبادت کو حقیر سمجھے گا۳؎ اور تمنا کرے گا کہ دنیا میں لوٹایا جائے تاکہ اجر و ثواب اور زیادہ کرے۴؎ دونوں حدیثیں احمد نے روایت کیں۔

(۵۰۵۸) ۱؎ چونکہ محمد ابن ابوعمیرہ کی صحابیت مشہور نہ تھی اس لئے راوی نے یہ کہہ دیا کہ آپ حضور کے صحابی تھے آپ کے حالات معلوم نہ ہوسکے۔ (اشعہ) ۲؎ یہ فرضی صورت ہے جس سے بہت بڑا مسئلہ حل فرمایا گیا ہے یعنی فرض کرلو کہ کوئی شخص پیدا ہوتے ہی عبادات میں ایسے مشغول ہوجائے کہ کبھی کوئی کام نفس کیلئے نہ کرے اور اسی حال میں بوڑھا ہوکر مرجائے چہرے کے بل گر جانے کا مطلب ہے عبادات میں مشغول ہوجائے ممکن ہے کہ اس سے سجدہ میں گر جانا مراد ہو بہرحال مطلب ظاہر ہے۔ ۳؎ یعنی یہی کہے گا کہ میں نے کچھ نہ کیا کچھ اور موقع ملتا تو اور کچھ کرلیتا۔ شعر:-

کچھ نہ کیا مگر چلا عمر کو مفت کھو چلا ۔۔۔ عرض ہے تم سے یا شہا میری طرف کو دیکھنا

۴؎ یعنی عبادات' ریاضات کیلئے دنیا میں پھر بھیج دیا جائے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ جسے رب تعالٰی بخش دے گا وہ دنیا میں لوٹنے کی تمنا نہ کرے گا کہ وہاں مطلب یہ ہے کہ یہاں رہنے سہنے یہاں کے عیش کرنے کیلئے یہاں آنے کی تمنا نہ کرے گا یہ آرزو دوسرے مقصد کیلئے ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ التَّوَکُّلِ وَالصَّبْرِ
توکل اور صبر کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

توکل بنا ہے وکل یا وکول سے جس کے معنی اپنا کام دوسرے کے سپرد کردینا اسی سے ہے وکیل۔ اصطلاح میں توکل یہ ہے کہ اپنی عاجزی کا اظہار دوسرے پر بھروسہ کرنا۔ اسی سے ہے تکلان۔ شریعت میں توکل کے معنی ہیں اپنے کام حوالہ بہ خدا کردینا توکل دوقسم کا ہے۔ توکل عوام' اسباب پر عمل کر کے نتیجہ خدا کے حوالے کردینا توکل خواص' اسباب چھوڑ کر مسبب الاسباب پر نظر کرنا صبر کے معنی ہیں روکنا شریعت میں صبر ہے مصیبت میں اپنے آپ کو گھبراہٹ سے روکنا' راضی بہ رضا رہنا۔ صبر کی بہت قسمیں ہیں۔ عبادت پر صبر' گناہوں سے صبر' مصیبت میں صبر یہ تینوں صبر بہت اچھے ہیں یہاں تیسرے معنی کا صبر مراد ہے جیسا کہ آئندہ احادیث سے معلوم ہوگا۔ یہ تیسری قسم کا صبر کئی طرح ہے۔ عوام کا صبر اور ہے خواص الخواص اور خواص کا کچھ اور۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۰۵۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میں سے ستر ہزار بغیر حساب جنت میں جائیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو منتر جنتر نہیں کرتے۱ فال کیلئے چڑیاں نہیں اڑاتے۲ اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۳ (مسلم بخاری)

(۵۰۵۹)۱ یعنی کفار کے چھو چھا سے بچتے ہیں ورنہ قرآنی آیات دعاء ماثورہ سے دم کرنا سنت ہے۔ بلکہ نامعلوم منتر پڑھنا ہی گناہ ہے جس کے معنی کی خبر نہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ ان الفاظ کے شرکیہ معانی ہوں لہٰذا حدیث بالکل ظاہر ہے۔۲ اہل عرب جب کسی کام کو جاتے تو چڑیوں سے فال لیتے تھے کہ کوئی چڑیا دیکھتے تو اسے اڑاتے اگر داہنی طرف اڑ جاتی تو کہتے کہ ہمارا کام ہو جائے گا اگر بائیں طرف اڑتی تو کہتے کہ ہمارا کام نہ ہوگا واپس لوٹ آتے یہ حرام ہے۳ توکل کے معنی ابھی عرض ہوئے ہیں یہاں شاید خواص کا توکل مراد ہے یعنی ترک اسباب اور نظر بر مسبب الاسباب۔

وَعَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ وَلَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَرَجَوْتُ اَنْ يَكُوْنَ اُمَّتِیْ فَقِيْلَ هٰذَا مُوْسٰى فِیْ قَوْمِهٖ ثُمَّ قِيْلَ لِیَ انْظُرْ فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِيْلَ لِیَ انْظُرْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا

(۵۰۶۰) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کہ مجھ پر امتیں پیش کی گئیں۱ تو نبی گزرنے لگے جن کے ساتھ صرف ایک شخص تھا کوئی نبی کہ ان کے ساتھ دو شخص تھے اور کوئی نبی کہ ان کے ساتھ جماعت تھی اور کوئی نبی کہ ان کے ساتھ ایک بھی نہ تھا۲ پھر میں نے بڑی جماعت دیکھی جس نے کنارہ آسمان گھیر رکھے تھے میں نے امید کی کہ یہ میری امت ہو۳ تو مجھ سے فرمایا گیا یہ موسیٰ ہیں کی اپنی قوم ہے۴ پھر مجھ سے فرمایا کہ دیکھئے

https://archive.org/details/@madni_library

اَفَرَاَیْتُ سَدَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِيْلَ هٰؤُلَاءِ اُمَّتُكَ وَمَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا قُدَّامَهُمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ ادْعُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

میں نے بہت بڑی خلقت دیکھی جس نے کنارہ آسمان گھیرے میں لیا ہوا تھا پھر مجھ سے کہا گیا ادھر ادھر دیکھئے میں نے بہت بڑی خلقت دیکھی جس نے کنارے گھیرے تھے۵ کہا گیا یہ ہے آپ کی امت اور ان کے آگے ستر ہزار وہ ہیں جو بلا حساب جنت میں جائیں گے۔۶ وہ وہ ہیں کہ نہ تو پرندے اڑاتے ہیں نہ منتر جنتر کرتے ہیں اور نہ داغ لگاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۷ حضرت عکاشہ ابن محصن کھڑے ہوگئے۸ بولے حضور اللہ سے دعا کریں کہ مجھے ان میں سے کرے فرمایا الٰہی انہیں ان میں سے کردے۹ پھر دوسرا آدمی کھڑا ہوا بولا دعا کیجئے اللہ مجھے ان میں سے کرے فرمایا اس دعا میں تم پر عکاشہ سبقت لے گئے۱۰ (مسلم،بخاری)

(۵۰۶۰) ۱؎ یہ پیشی یا تو میثاق کے دن ہوئی یا کسی خوابی معراج میں یا جسمانی معراج میں تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں جہاں اور چیزیں ملاحظہ فرمائیں وہاں ہی سارے نبی مع ان کی اپنی امتوں کے حال آنکھوں سے دیکھے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے کوئی نبی اور ہر نبی کا کوئی امتی غائب نہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا ہے۔۲؎ یعنی بعض نبی دنیا میں وہ بھی گزرے جن کی بات ایک شخص نے بھی نہ مانی وہ ہمارے سامنے اکیلے ہی پیش ہوئے۔ بعض نبی وہ جن کی دعوت صرف ایک یا دو نے یا جماعت نے قبول کی وہ نبی ہمارے سامنے اسی طرح ایک دو یا زیادہ کے ساتھ پیش ہوئے۔معلوم ہوا کہ امت سے مراد اجابت ہے۔۳؎ یعنی اس جماعت کی یہ زیادتی دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ یہ میری امت ہوگی کیونکہ میرا دین قیامت تک ہے اور ہر زمانہ میں لاکھوں آدمی مسلمان ہیں۔۴؎ یعنی یہ امت آپ کی نہیں بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی ہے جو ان پر ایمان لائے اور ایمان پر ہی مرے۔مرتد نہ ہوئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کے اندازہ میں غلطی ہوسکتی ہے۔تبلیغی احکام میں غلطی نہیں ہوسکتی ورنہ شریعت محفوظ نہ رہے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کو علم آہستگی سے دیا گیا خیال رہے کہ یہ لوگ صرف سامنے ہی تھے مگر تھے بہت کہ تاحد نظر آدمی ہی آدمی تھے۔۵؎ یعنی اس جماعت کی کثرت کا یہ حال تھا کہ آگے داہنے بائیں ہر طرف اس کثرت سے آدمی تھے کہ تاحد نظر آدمی ہی آدمی تھے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری امت کو ملاحظہ فرمایا۔حضور سے کوئی شخص پوشیدہ نہیں۔۶؎ مع هٰؤُلَاءِ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اسی جماعت میں یہ لوگ بھی ہیں جو بغیر حساب جنت میں جائیں گے دوسرے یہ کہ ان کے علاوہ ستر ہزار وہ بھی ہیں جو بغیر حساب جنتی ہیں پہلا احتمال زیادہ قوی ہے۔ستر ہزار سے مراد بے شمار لوگ ہیں اور ہوسکتا ہے کہ یہ خاص تعداد ہی ہو یعنی ساری امت میں ستر ہزار بے حساب جنتی ہیں۔ اس دوسرے احتمال کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ فرمایا کہ ان ستر ہزار میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ستر ہزار ہوں گے۔قرآن مجید میں ہے: فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (۴۰:۴۰) تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔ (کنزالایمان) اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت میں سب کا حساب نہ ہوگا بعض لوگ حساب سے مستثنیٰ ہوں گے۔۷؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ یہ بے حساب جنتی وہ ہیں جو ان اعمال کی وجہ سے بے حساب بہشت میں جائیں گے۔ان کے علاوہ اور بہت سی قسم کے لوگ بے حساب جنتی ہیں جیسے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نابالغ فوت شدہ بچے، دیوانے، صدیقین وغیرہم۔خیال رہے کہ یہاں حساب سے محشر کا حساب مراد ہے نہ کہ قبر کا حساب۔قبر کے حساب سے تو بہت سے لوگ مستثنیٰ ہیں قبر کے حساب میں آٹھ قسم کے لوگ محفوظ رہیں گے حتی کہ جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں فوت ہوا بلکہ جو روزانہ موت کو یاد کرلیا کرے وہ بھی حساب سے محفوظ ہے۔قبر میں ایمان کا حساب ہے۔محشر میں اعمال کا حساب ۸ حضرت عکاشہ مشہور صحابی ہیں۔بدر اور بعد بدر تمام غزوات میں شریک ہوئے۔بدر میں آپ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور انور نے آپ کو کھجور کی چھڑی عنایت فرمائی جو آپ کے ہاتھ میں پہنچتے ہی تلوار بن گئی۔حضور نے آپ کو جنت کی بشارت دی ۴۵ پینتالیس سال عمر پائی۔خلافت صدیقی میں وفات ہوئی۔آپ سے حضرت ابوہریرہ عبداللہ ابن عباس اور خود آپ کی بہن ام قیس بنت محصن نے روایات لی ہیں۔آپ کا کھڑا ہونا عرض معروض کیلئے تھا۔معلوم ہوا کہ بزرگوں کے سامنے کھڑے ہوکو عرض کرنا سنت صحابی ہے۔۹ بعض روایات میں ہے کہ فرمایا انت منھم ہوسکتا ہے کہ دعا بھی دی ہو اور بشارت بھی اس دعا سے معلوم ہوا کہ حضرت عکاشہ اس جماعت میں حضور کی دعا کی برکت سے داخل ہوئے (مرقات) ۱۰ یہ دوسرے صاحب حضرت سعد ابن عبادہ تھے (اشعہ ومرقات) اس جواب عالی سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کے انجام سب کے مقام و درجات کی خبر ہے کہ ایک صاحب کیلئے دعا فرمائی خبر تھی کہ یہ ان میں سے ہیں دوسرے کیلئے خبر تھی یہ ان میں سے نہیں اب جواب کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جنت میں اب کوئی سیٹ خالی نہیں رہی یا وہ جماعت پوری ہوچکی تم کیسے داخل ہوؤ گے مطلب یہ ہی ہے کہ تم اس جماعت سے نہیں تمہارے لئے دعا کیسے کی جائے۔

وَعَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِّاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَّلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّآءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّآءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهٗ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۰۶۱) روایت ہے حضرت صہیب سے ۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب ہے مرد مسلمان پر کہ اس کے سارے کام خیر ہیں ۲ یہ بات کسی کو حاصل نہیں ہوتی سواء مرد مومن کے کہ اگر اسے راحت پہنچے تو شکر کرے تو اس کیلئے راحت خیر ہو اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرے تو صبر اس کے لئے بہتر ہو۔۳ (مسلم)

(۵۰۶۱) ۱ آپ صہیب ابن سنان ہیں۔حضرت عبداللہ ابن جدعان کے آزاد کردہ۔آپ کی کنیت ابویحیٰی ہے۔اصلی باشندے موصل کے ہیں مگر رومیوں نے آپ کو قید کرکے روم پہنچا دیا۔پھر مکہ معظمہ میں آپ فروخت ہوکر آئے۔مکہ میں ہی ایمان لائے۔اللہ کی راہ میں بہت ستائے گئے۔آپ کے متعلق یہ آیت اتری وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (۲:۲۰۷) اور کوئی آدمی اپنی جان بیچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں (کنزالایمان) نوے سال کی عمر ہوئی ۸۰ھ میں وفات پائی۔جنت البقیع میں دفن ہوئے (مرقات) ۲ یعنی مومن کے لئے دنیا میں خیر بھی خیر ہے۔شر بھی خیر راحت و آرام بھی خیر ہے مصیبت و آلام بھی خیر وہ ہر طرح نفع میں ہے ۳ یعنی مومن نعمتیں پاکر شاکر بن جاتا ہے اور مصیبتیں پاکر صابر بن جاتا ہے۔خیال رہے کہ شکر و صبر دونوں تین قسم کے ہوتے ہیں۔دلی قولی عملی یعنی جنانی' لسانی' ارکانی' مالدار کا زکوۃ نکالنا عملی شکر ہے۔یہ ہی حال صبر کا ہے۔حضرت عمر فرماتے ہیں کہ امیری فقیری دو سواریاں ہیں مجھے پروا نہیں کہ کس سواری پر سوار ہو جاؤں۔(مرقات)

فقر و شاہی واردات مصطفیٰ است

کافر فقیر ہو تو ... تو فخر تکلیف ... مومن کا ہر حال اچھا۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ وَفِيْ كُلٍّ خَيْرٌ اِحْرِصْ عَلٰى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ وَاِنْ اَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ اَنِّيْ فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا وَلٰكِنْ قُلْ قَدَّرَ اللّٰهُ وَمَا شَآءَ فَعَلَ فَاِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطٰنِ .(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۰۶۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قوی مسلمان کمزور مسلمان سے اچھا ہے اور اللہ کو پیارا ہے۔بھلائی سب میں ہے[۲] اس پر حرص کرو جو تمہیں نفع دے[۳] اور اللہ سے مدد مانگو عاجز نہ ہو[۳] اور اگر تمہیں کچھ تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں وہ کام کرلیتا تو ایسا ہوجاتا[۴] لیکن کہو کہ اللہ نے یہ ہی مقدر کیا تھا جو اس نے چاہا کیا کیونکہ اگر مگر شیطان کا کام کھولتا ہے[۵] (مسلم)

(۵۰۶۲) [۱] یہاں قوی اور ضعیف سے بدن کا قوی ضعیف مراد ہے یعنی تندرستی وصحت اور مضبوط بدن والا مسلمان کمزور بیمار مسلمان سے اچھا کہ تندرست مسلمان نماز وروزہ وحج بلکہ جہاد وغیرہ عبادات بے تکلف کرسکتا ہے۔لہذا مسلمان بیمار رہنے کی تمنا نہ کرے بیماری کا فوراً علاج کرکے تندرست ہوجائے۔ممکن ہے کہ قوی وضعیف سے مراد دل کا قوی وضعیف ہو یعنی وہ مسلمان جو لوگوں میں رہ کر ان کی سختی برداشت کرکے ان کو راہ راست پر لگائے وہ اس مسلمان سے اچھا ہے کہ کسی کی برداشت نہ کرسکے۔گوشہ نشین ہوکر زندگی گزار دے اور ہوسکتا ہے کہ قوی وضعیف اعتقاد کا قوی وضعیف مراد ہو کہ وہ مومن جو ہر راحت وتکلیف کو جھیل جائے۔رب کے دروازے سے نہ ہٹے وہ اس مومن سے اچھا ہے جو اعتقاد کا کمزور ہو۔ذرا سی خوشی یا رنج میں ربّ کے دروازے سے بھاگ جائے بہرحال اس فرمان عالی کی بہت تفسیریں ہیں[۲] یعنی مومن خواہ قوی ہو یا ضعیف دونوں میں خیر ہے ان میں سے کوئی شر نہیں کافر شر بھی ہے شریر بھی مگر فرق مراتب ضروری ہے۔[۳] یعنی جو چیز تم کو دینی نفع دے اس میں قناعت نہ کرو خوب حرص کرو اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو مگر اپنی کوشش پر بھروسہ نہ کرو اللہ پر توکل کرو خیال رہے کہ دنیاوی چیزوں میں قناعت اور صبر اچھا ہے مگر آخرت کی چیزوں میں حرص اور بے صبری اعلیٰ ہے۔دین کے کسی درجہ پر پہنچ کر قناعت نہ کرو آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔رب فرماتا ہے:فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (۱۴۸:۳) شعر:-

حاجتے نیست مرا سیراز یں آب حیات　　　　ضاعف اللہ علی کل زمان عطشی

حریص مال برا مگر حریص اعمال اچھا رب تعالٰی نے اپنے محبوب کی تعریف میں فرمایا حریص علیکم۔[۴] کیونکہ یہ کہنے میں دل کو رنج بھی بہت ہوتا ہے۔رب تعالٰی ناراض بھی ہوتا ہے۔اگر میں اپنا مال فلاں وقت فروخت کردیتا تو بڑا نفع ہوتا مگر میں نے غلطی کی کہ اب فروخت کیا ہائے بڑی غلطی کی یہ برا ہے لیکن دینی معاملات میں ایسی گفتگو اچھی یہاں دنیاوی نقصانات مراد ہیں[۵] یعنی اس اگر مگر سے انسان کا بھروسہ رب تعالٰی پر نہیں رہتا اپنے پر یا اسباب پر ہوجاتا ہے خیال رہے کہ یہاں دنیا کے اگر مگر کا ذکر ہے دینی کاموں میں اگر مگر اور افسوس وندامت اچھی چیز ہے اگر میں اتنی زندگی اللہ کی اطاعت میں گزارتا تو متقی ہوجاتا مگر میں نے گناہوں میں گزاری ہائے افسوس یہ اگر مگر عبادت ہے اگر میں حضور کے زمانہ پاک میں ہوتا تو حضور کے قدموں پر دل وجان قربان کردیتا مگر میں اتنے عرصے بعد پیدا ہوا ہائے افسوس یہ عبادت ہے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔شعر:-

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَوْ اَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْا خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۵۰۶۳) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اگر اللہ پر جیسا چاہیے ویسا توکل کروا تو تم کو ایسے رزق دے جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے جاتے ہیں اور شام کو شکم سیر لوٹتے ہیں۲

(ترمذی، ابن ماجہ)

(۵۰۶۳)۱حق توکل یہ ہے کہ فاعل حقیقی اللہ تعالٰی کو ہی جانے بعض نے فرمایا کہ کسب کرنا نتیجہ اللہ پر چھوڑنا حق توکل ہے جسم کو کام میں لگائے دل کو اللہ سے وابستہ رکھے۔۲تجربہ بھی ہے کہ اللہ پر توکل کرنے والے بھوکے نہیں مرتے کسی نے کیا خوب کہا۔شعر:۔

رزق نہ رکھیں ساتھ میں پنچھی اور درویش
جن کا رب پر آسرا ان کو رزق ہمیش

خیال رہے کہ پرندے تلاش رزق کے لئے آشیانہ سے باہر ضرور جاتے ہیں ہاں درختوں میں چلنے کی طاقت نہیں تو انہیں وہاں ہی کھڑے کھڑے کھاد پانی پہنچتا ہے کوے کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے تو سفید ہوتا ہے۔اس کے ماں باپ اس سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں اللہ تعالٰی اس بچے کے منہ پر بھنگے جمع کر دیتا ہے یہ بچہ انہیں کھا کر بڑا ہوتا ہے۔جب کالا پڑ جاتا ہے تب ماں باپ آتے ہیں (دیکھو مرقات)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا النَّاسُ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ يُقَرِّبُكُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ النَّارِ اِلَّا قَدْ اَمَرْتُكُمْ بِهٖ وَلَيْسَ شَيْءٌ يُقَرِّبُكُمْ مِنَ النَّارِ وَيُبَاعِدُكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ وَاِنَّ الرُّوْحَ الْاَمِيْنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَّاَنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رُوْعِيْ اِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا اَلَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ وَلَا يَحْمِلَنَّكُمُ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ اَنْ تَطْلُبُوْهُ بِمَعَاصِي اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَا يُدْرَكُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ.

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ وَاَنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ)

(۵۰۶۴) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو نہیں ہے کوئی وہ چیز جو تم کو جنت سے نزدیک اور دوزخ سے دور کرے مگر میں نے تم کو اس کا حکم دے دیا اور نہیں ہے کوئی وہ چیز جو تمہیں آگ سے نزدیک اور جنت سے دور کردے مگر میں نے تمہیں اس سے منع کر دیا۱اور روح الامین نے ایک روایت میں ہے کہ روح القدس نے میرے دل میں ڈالا۲کہ کوئی جان نہ مرے گی، حتی کہ اپنا رزق پورا کرے۳ خیال رکھو کہ اللہ سے ڈرو تلاش رزق میں درمیانی راہ اختیار کرو۴اور رزق میں دیر لگنا تم کو اس پر نہ اکسائے کہ تم اللہ کی نافرمانی سے رزق ڈھونڈو۵کیونکہ اللہ کے پاس کی چیزیں اس کی فرماں برداری سے ہی حاصل کی جاسکتی ہیں۶(شرح سنہ، بیہقی، شعب الایمان مگر بیہقی نے یہ عبارت روایت نہ کی، ان روح القدس)

(۵۰۶۴)۱یعنی تبلیغ مکمل کردی کوئی حکم چھپایا نہیں۔۲رزق سے مراد صرف کھانا نہیں بلکہ کھانا، پانی، ہوا، دھوپ، زمین پر چلنا وغیرہ سب ہی ہیں کہ یہ سب چیزیں اللہ کی دی ہوئی روزی ہیں بندہ کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی سانسیں، پانی، غذا سب مقرر ہو جاتی ہیں۔

https://archive.org/details/@madni_library

جب بندہ اپنا طے شدہ حصہ استعمال کرلیتا ہے تب اسے موت آتی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ مرتے وقت تین چار دن تک بے ہوش پڑے رہتے ہیں صرف سانس لیتے رہتے ہیں۔ کچھ کھاتے پیتے نہیں کیونکہ ابھی ان کے حصے کی ہوا میں کچھ سانسیں باقی ہوتی ہیں اپنا کھانا پانی پورا استعمال کرچکتے ہیں وہ سانسیں پوری کرنے کیلئے اس طرح پڑے رہتے ہیں یہ ہے اس حدیث کا ظہور۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ (۳۰،۴۰) اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا۔ (کنزالایمان) یہ ہے اس حدیث کی تائید۔ ۴؎ یعنی حلال ذریعہ سے روزی کماؤ حرام ذریعوں سے بچو۔ حرام ذریعوں سے کمانا افراط ہے اور بالکل کمائی نہ کرنا' بیکار بیٹھ رہنا تفریط درمیانی راہ یہ ہے۔ ۵؎ یعنی اگر کبھی روزی کم ملے یا کچھ روز کیلئے نہ ملے تو چوری' جوا' رشوت' خیانت' غصب وغیرہ سے روزی حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو۔ حلال کام کئے جاؤ اس کی مہربانی سے امید رکھو۔ شعر:-

گر زمین را بہ آسماں دوزی ‏ ‏ ‏ نہ دہندت زیادہ از روزی

۶؎ یعنی سب کی روزی اللہ کے ہی پاس ہے اگر تم نے اسے حرام ذریعہ سے حاصل کیا تو وہ حرام ہوکر تم تک پہنچی ربّ بھی ناراض ہوا مگر ملا وہ ہی جو تمہارا حصہ تھا اور اگر حلال ذریعہ سے حاصل کیا تو وہ حلال ہوکر تمہارے پاس پہنچا۔ اللہ تعالٰی بھی راضی ہوگیا ملا تمہارا حصہ ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرام روزی بھی اللہ کا رزق ہے۔ نیز اس میں قاعدہ بتایا گیا کہ کسی سے کچھ لینا ہو تو اسے راضی کرکے لو۔ اللہ سے سب کچھ لینا ہے تو اسے ہمیشہ خوش کرنے کی کوشش کرو یہاں ما عند اللہ سے مراد وہ روزی ہے جو ہم تک حلال راستہ سے پہنچے۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد جنت ہے۔ واللہ اعلم (اشعہ)

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الزَّهَادَةُ فِی الدُّنْیَا لَیْسَتْ بِتَحْرِیْمِ الْحَلَالِ وَلَا اِضَاعَةِ الْمَالِ وَلٰكِنَّ الزَّهَادَةَ فِی الدُّنْیَا اَنْ لَّاتَكُوْنَ بِمَا فِیْ یَدَیْكَ اَوْثَقَ بِمَا فِیْ یَدَیِ اللّٰهِ وَاَنْ تَكُوْنَ فِیْ ثَوَابِ الْمُصِیْبَةِ اِذَا اَنْتَ اُصِبْتَ بِهَا اَرْغَبَ فِیْهَا لَوْ اَنَّهَا اُبْقِیَتْ لَكَ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ وَّعَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ الرَّاوِیْ مُنْكَرُ الْحَدِیْثِ)

(۵۰۶۵) روایت ہے حضرت ابوذر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ دنیا میں زہد وتقوی نہ تو حلال کو حرام کرلینے سے ہے ۱؎ اور نہ مال برباد کرنے سے ۲؎ لیکن دنیا میں زہد یہ ہے کہ اپنے قبضہ کی چیز پر اس سے زیادہ بھروسہ نہ کر جو اللہ کے قبضہ میں ہے ۳؎ اور جب تو مصیبت میں گرفتار ہو تو مصیبت کے ثواب میں زیادہ راغب ہو اگر وہ تجھ پر باقی رکھی جائے ۴؎ (ترمذی' ابن ماجہ) ترمذی نے کہا یہ حدیث غریب اور عمرو ابن واقد راوی منکر الحدیث ہے

(۵۰۶۵) ۱؎ بعض جھوٹے پیروں فقیروں کو دیکھا گیا کہ وہ گوشت اور دوسرے اعلیٰ کھانے نہیں کھاتے ہمیشہ موٹا کھاتے موٹا پہنتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی جھوٹ' غیبت' بھنگ' چرس' ترک نماز میں مبتلا رہتے ہیں اور اسے فقیری بلکہ اولیائی سمجھتے ہیں وہ لوگ اس فرمان عالی کے مظہر ہیں یہ لوگ پیر نہیں شیاطین ہیں کہ حرام چیز چھوڑتے نہیں حلال سے محروم ہوجاتے ہیں۔ فقیری کیلئے بھی علم شریعت کی ضرورت ہے ۲؎ مال برباد کرنے کی چند صورتیں ہیں اور وہ سب حرام ہیں۔ نمبر (۱) ناجائز جگہ خرچ کرنا' (۲) بلا وجہ مال لٹا دینا نمبر (۳) بال بچے ہوتے ہوئے لوگوں میں مال بانٹ دینا نمبر (۴) سارا مال خیرات کرکے خود کو اور اپنی اولاد کو بھکاری فقیر بنالینا ہاں حضرت ابوبکر صدیق اور ان کے بال بچوں کی طرح جو صابر شاکر متوکل ہو وہ سب خیرات کرے ورنہ آج خیرات کرکے کل بھیک مانگے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

گا یہ حرام ہے۳؎ یعنی تو متقی جب بنے گا جب تیرے دو اعتقاد ہو جائیں ایک یہ کہ جو چیز تیرے ملک تیرے قبضہ میں ہے اگر اللہ نہ چاہے تو تو اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا دوسرے یہ کہ جو چیز نہ تیری ملک ہو نہ تیرے قبضہ میں مگر رب تعالٰی چاہے کہ تو اس سے نفع اٹھائے تو عنقریب وہ چیز تیرے پاس پہنچے گی اور تو اس سے نفع اٹھائے گا غرضکہ تیرا توکل اللہ پر ہو اپنے پر یا اپنی ملک پر یا اپنے قبضہ پر نہ ہو یہ توکل انسان کو سچا بندہ بنا دیتا ہے بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خود اپنے گھر میں پکا ہوا کھانا نصیب نہیں ہوتا اور جہاں کا خیال بھی نہ ہو وہاں کھانا مل جاتا ہے خود فقیر نے آزمایا ہے یہ واقعات اس فرمان عالی کی شرح ہیں ۴؎ یعنی نیز متقی ہونے کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر تجھ پر کوئی آفت آجائے اور تیرا دل چاہے کہ یہ آفت جلد ٹل جائے پھر تجھے خیال آجائے کہ یہ مصیبت ثواب کا ذریعہ ہے تو تمہارے دل میں اس کی رغبت واقع ہو جانے کی رغبت سے زیادہ ہو یہاں رغبت کا ذکر ہے دعا کا ذکر نہیں مصیبت کی دعا کرنا ممنوع ہے مگر اس کے ثواب کی رغبت کرنا اچھا ہے جب مصیبت آپڑے تو اس کی تکلیف پر نہ ہو اس کے ثواب پر نظر ہو۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَاِذَا سَاَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۵۰۶۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا۱؎ تو فرمایا اے لڑکے حقوق الٰہی کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۲؎ تو اسے اپنے سامنے پائے گا۳؎ اور جب مانگو تو اللہ سے مانگ جب مدد مانگو تو اللہ سے مانگو۴؎ اور یقین رکھو کہ اگر پوری امت اس پر متفق ہو جائے کہ تم کو نفع پہنچائے تو وہ تم کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی مگر اس چیز کا جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی۵؎ اور اگر اس پر متفق ہو جائیں کہ تمہیں کچھ نقصان پہنچا دیں تو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے، مگر اس چیز سے جو اللہ نے لکھی۶؎ قلم اٹھ چکے دفتر خشک ہو چکے۷؎ (احمد، ترمذی)

(۵۰۶۶) ۱؎ یعنی میں حضور کے ساتھ ایک سواری پر سوار تھا بہت قریب سے میں نے یہ فرمان عالی سنا ہے خیال رہے کہ حضرت ابن عباس کی اکثر روایتیں ارسالاً ہوتی ہیں کہ صحابی واسطہ ہوتا ہے جسے آپ اکثر بیان نہیں کرتے یہ روایت اتصالاً ہے (مرقات) آپ کی پیدائش ہجرت سے تین سال پہلے ہے۔ حضور کی وفات کے وقت آپ کی عمر تیرہ سال تھی مگر اس امت کے بڑے عالم تھے آپ نے دو بار جبریل کو دیکھا آخری عمر شریف میں نابینا ہو گئے تھے۔ طائف میں قیام رہا ۶۸ھ میں وفات پائی ۷۱ اکہتر سال عمر پائی (مرقات) ۲؎ یعنی تم دنیا میں اپنے ہر کام ہر چیز میں احکام الٰہیہ کا لحاظ رکھو جائز کام کرو ناجائز سے بچو۔ اللہ کی رضا کے کام کرو ناراضی کے کاموں سے بچو، تو اللہ تعالٰی تم کو دینی و دنیاوی آفتوں سے بچائے گا۔۳؎ یعنی ہر چھوٹی بڑی چیز اعلیٰ ادنیٰ مدد اللہ تعالٰی سے مانگو یہ خیال نہ کرو کہ اتنے بڑے دربار میں ایسی ادنیٰ چیز کیوں مانگوں۔ دوسرے کریم مانگنے سے ناراض ہوتے ہیں اللہ تعالٰی نہ مانگنے سے ناراض ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ مجازی طور پر بادشاہ حاکم اولیاء اللہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگنا خدا تعالٰی سے ہی مانگنا ہے کہ یہ حضرات اللہ تعالٰی کے خدام اللہ کے حکم سے اللہ کی نعمت دیتے ہیں ان سے مانگنا بالواسطہ رب سے ہی مانگنا ہے لہٰذا یہ حدیث ان قرآنی آیات اور احادیث کے خلاف نہیں جن میں بندوں سے مانگنے کا ذکر یا حکم ہے۔۵؎ یعنی ساری دنیا مل کر تم کو نفع نہیں پہنچا سکتی اگر

https://archive.org/details/@madni_library

کچھ پہنچائے گی تو وہ ہی جو تمہارے مقدر میں لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا لکھا ہوا نفع دنیا پہنچا سکتی ہے۔طبیب کی دوا شفا دے سکتی ہے سانپ کا زہر جان لے سکتا ہے مگر یہ اللہ تعالٰی کا طے شدہ اس کی طرف سے حضرت یوسف کی قمیص نے دیدہ یعقوبی کو شفا بخشی۔حضرت عیسیٰ مردے زندہ بیمار اچھے کرتے تھے مگر اللہ کے اذن سے۔ ۶؎ لکھنے سے مراد لوح محفوظ میں لکھنا ہے اگرچہ وہ تحریر قلم نے کی مگر چونکہ اللہ کے حکم سے کی تھی اس لئے کہا گیا کہ اللہ نے لکھا مطلب ظاہر ہے کہ اگر سارا جہان مل کر تمہیں کوئی نقصان دے تو وہ بھی طے شدہ پروگرام کے تحت ہوگا کہ لوح محفوظ میں یوں ہی لکھا جاچکا تھا خلاصہ یہی ہے کہ حقیقی نافع حقیقی ضار اللہ تعالٰی ہی ہے دنیا اس کی مظہر ہے۔شعر:-

گرچہ تیر از کماں ہمی گزرد   از کماں دار بیند اہل خرد

۷؎ یعنی تاقیامت جو کچھ ہونے والا ہے وہ سب سے پہلے ہی لکھا جاچکا ہے بار بار ہر واقعہ کی تحریر نہیں ہوتی۔ہم مسئلہ تقدیر میں عرض کرچکے ہیں تقدیر تین قسم کی ہے،مبرم،معلق اور معلق مشابہ مبرم،تقدیر مبرم میں ترمیم تبدیلی ناممکن ہے مگر تقدیر معلق میں یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے تقدیر مبرم علم الٰہی ہے اور معلق لوح محفوظ کی تحریر اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے:یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ (۱۳:۳۹) اللہ جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے۔(کنزالایمان) خیال رہے کہ تدبیر بھی تقدیر میں آچکی ہے لہذا تدبیر سے غافل نہ رہو مگر اس پر اعتماد نہ کرو نظر اللہ کی قدرت و رحمت پر رکھو۔

وَعَنْ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ اٰدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ وَمِنْ شِقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ تَرْكُهٗ اِسْتِخَارَةَ اللّٰهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ اٰدَمَ سَخَطُهٗ بِمَا قَضَى اللّٰهُ لَهٗ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۵۰۶۷) روایت ہے حضرت سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کی نیک بختی سے ہے اس کا اللہ کے فیصلہ سے راضی ہونا ۱؎ اور انسان کی بدبختی اس کا اللہ سے خیر مانگنا چھوڑ دینا ہے ۲؎ انسان کی بدبختی سے ہے کہ اس کا اپنے متعلق اللہ کے فیصلہ سے ناراض ہونا ہے ۳؎ (احمد،ترمذی) اور فرمایا حدیث غریب ہے

(۵۰۶۷) ۱؎ یعنی سعادت،شقاوت ایک غیبی چیز ہے مگر ان دونوں کی علامات ہیں جو بندہ اللہ کی رضا پر راضی اس کی قضا پر سر جھکائے رہے سمجھ لو کہ انشاء اللہ یہ سعید ہے اس کا خاتمہ اچھا ہونے والا ہے اس کے برعکس ہو تو علامت بدبختی کی ہے ۲؎ حضرت انس نے مرفوعًا روایت فرمایا کہ جو استخارہ کرے گا نقصان نہ اٹھائے گا جو مشورہ کرے گا وہ شرمندہ نہ ہوگا جو درمیانی خرچ رکھے گا وہ فقیر نہ ہوگا(طبرانی،مرقات) بعض علماء فرماتے ہیں کہ چار شخص چار نعمتوں سے محروم نہ ہوں گے شکر گزار بندہ زیادتی نعمت سے محروم نہیں ہوتا۔توبہ کرنے والا بندہ قبولیت سے استخارہ کرنے والا خیر سے،مشورہ کرنے والا درستی سے محروم نہیں۔۳؎ یعنی جو اللہ کے حکم سے ناراض ہے اس کی شکایتیں کرتا رہے وہ بدنصیب ہے خیال رہے کہ مصیبتوں کو دفع کرنے کیلئے تدبیریں کرنا برا نہیں بلکہ اس کا حکم ہے رب کے فیصلے سے ناراض ہوکر اس کی شان میں بکواس کرنا برا ہے جیسا کہ بعض جاہلوں کا طریقہ ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ   تیسری فصل

عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۵۰۶۸) روایت ہے حضرت جابر سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهٗ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ فَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهٗ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقُلْتُ اللّٰهُ ثَلٰثًا وَّلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ .(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ نِ الْاِسْمٰعِيْلِيِّ فِيْ صَحِيْحِهٖ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اللّٰهُ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهٖ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّيْفَ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقَالَ كُنْ خَيْرَ اٰخِذٍ فَقَالَ تَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ اُعَاهِدُكَ عَلٰى اَنْ لَّا اُقَاتِلَكَ وَلَا اَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُّقَاتِلُوْنَكَ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ فَاَتٰى اَصْحَابَهٗ فَقَالَ جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ هٰكَذَا فِيْ كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ وَفِي الرِّيَاضِ .

علیہ وسلم کے ساتھ نجد کی طرف جہاد کیا۱؎ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو وہ بھی حضور کے ساتھ واپس ہوئے ایک بہت خاردار درختوں والے جنگل میں انہیں دوپہری آئی۲؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور لوگ درختوں سے سایہ لینے کیلئے الگ الگ ہوگئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک خاردار درخت کے نیچے اترے اس سے اپنی تلوار لٹکا دی ہم کچھ سوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو پکارنے لگے۳؎ آپ کے پاس ایک دیہاتی تھا تو فرمایا کہ اس شخص نے مجھ پر میری تلوار سونت لی میں سو رہا تھا میں جاگا تو تلوار اس کے ہاتھ میں پڑی تھی۴؎ بولا مجھ سے آپ کو کون بچائے گا تو میں نے تین بار کہا اللہ۵؎ حضور نے اس سے بدلہ نہ لیا وہ بیٹھ گیا۶؎ (مسلم بخاری) ابوبکر اسماعیل کی صحیح روایت میں یوں ہے کہ وہ بولا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا میں نے کہا اللہ تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۷؎ تو تلوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی پھر فرمایا تجھے مجھ سے کون بچائے گا وہ بولا: آپ بہترین پکڑ فرمانے والے ہو۸؎ فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں وہ بولا نہیں لیکن میں آپ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ نہ آپ سے جنگ کروں گا اور نہ آپ سے لڑنے والی قوم کے ساتھ رہوں گا۹؎ تو حضور نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۱۰؎ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس گیا بولا میں تمہارے لوگوں میں سب سے بہترین کے پاس سے آرہا ہوں۱۱؎ کتاب حمیدی اور ریاض میں یوں ہی ہے۔

(۵۰۶۸)۱؎ نجد کے لفظی معنی ہیں اونچی زمین اصطلاح میں عرب کے ایک مشہور صوبہ کا نام نجد ہے عرب کے پانچ صوبے ہیں، حجاز، عراق، بحرین، نجد، یمن چونکہ نجد کی زمین حجاز سے اونچی ہے اس لئے اسے نجد کہتے ہیں وسیع راستہ کو نجد کہا جاتا ہے رب فرماتا ہے: وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (۹۰:۱۰) نجد کا علاقہ تہامہ اور عراق کے درمیان ہے۔(اشعہ، مرقات)۲؎ یعنی واپسی میں ایک دن ایسے جنگل میں ان صحابہ کو دوپہری کا آرام کرنا پڑا جہاں خاردار درخت بہت تھے حسب معمول صحابہ کرام اس جنگل میں الگ ٹھہر گئے اور ایک گھنا درخت جس کا سایہ زیادہ تھا حضور انور کے آرام کیلئے چھوڑ دیا جہاں حضور نے تنہا آرام کیا ان حضرات کا پہلے سے ہی یہ ہی دستور تھا۔۳؎ یعنی آج خلاف معمول وقت سے پہلے ہی حضور انور بیدار ہوگئے اور ہم کو بھی آواز دے کر جگایا۔ اپنے پاس بلایا۔۴؎ اس بدوی کا نام معلوم نہ ہو سکا غالبًا یہ عرصہ سے اسی موقع کی تاک میں تھا۔ جو اس نے آج پایا تھا اور اس نے اس موقع سے اپنے خیال میں پورا فائدہ اٹھایا۔۵؎ یہ ہے

https://archive.org/details/@madni_library

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل خاص اور مخلوق سے بے خوفی کہ ایسے نازک موقع پر بھی دل میں گھبراہٹ نہ آئی نہایت سکون سے یہی جواب دیا۔ اس توکل کا نتیجہ وہ ہوا جو یہاں مذکور ہے اللہ تعالٰی اپنے بندوں کا حافظ و ناصر ہوتا ہے۔۶ وہ شخص یہ اخلاص کریمانہ دیکھ کر گرویدہ ہوگیا اور بیٹھ گیا ورنہ حضور نے اسے بیٹھنے کو نہ فرمایا تھا۔ ۷ حضور کے اس فرمان سے اس پر ہیبت طاری ہوگئی جس کے نتیجہ میں تلوار چھوٹ پڑی۔ شعر:-

اس کی باتوں کی لذت پر دائم درود — اس کے خطبہ کی ہیبت پہ لاکھوں سلام

۸ اخذ کے معنی ہیں پکڑ کرنے والا یا بدلہ لینے والا۔ یا تلوار پکڑنے والا۔ یعنی آپ مجھے اس حرکت کا بہترین بدلہ دیجئے کہ خطا میں نے کرلی ہے عطا آپ کردو گناہ میں نے کرلیا معافی آپ دے دیجئے۔ جس لائق میں تھا وہ میں نے کرلیا جو آپ کی شان عالی کے لائق ہے وہ آپ کریں۔ پھل والے درخت کو پتھر مارتے ہیں تو وہ ان پر پھل گراتا ہے۔۹ یعنی میں منافق نہیں ہوں کہ دل میں کفر رکھوں اور زبان سے کلمہ پڑھ دوں ہاں اتنا وعدہ ہے کہ کبھی آپ کے مقابل نہ آؤں گا آپ کے سامنے میری آنکھ نہ اٹھے گی۔ ۱۰ یعنی اس سے فرمایا جا تجھے اجازت ہے ہم تجھے معافی دیتے ہیں۔ حضور نے اسے اپنے دامن کرم میں بلایا تھا مگر وہ آیا نہیں شعر:-

کر کے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ — تم کہو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود

اے میرے ربّ جب تیرے بندہ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم و خسروانہ عنایت شاہانہ کا یہ حال ہے تو مولیٰ تو تو ان کا ربّ ہے ارحم الراحمین ہے تیرے کرم و عفو و سخا کا کیا پوچھنا میرے مولیٰ انہیں رؤف رحیم محبوب کا صدقہ ہم مجرموں سے درگزر فرما۔ معافی دے دے۔ شعر:-

مہ فشاند نور سگ عو عو کند — ہر کسے برطینت خود می کند

جب چاند چمکتا ہے تو کتا اس پر بھونکتا ہوا حملہ کرتا ہوا اچھلتا ہے تو چاند اس کے کھلے ہوئے منہ میں نور ڈال دیتا ہے۔ حضور چاند ہیں اس دشمن کو بھی ایمان دے رہے ہیں۔ ۱۱ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بدن تو آزاد ہوگیا مگر دل مقید ہوگیا اور بعد میں اسے ایمان بھی نصیب ہوگیا۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

وعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰیَةً لَّوْ اَخَذَ النَّاسُ بِهَا لَكَفَتْهُمْ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۵۰۶۹) روایت ہے حضرت ابوذر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں کہ اگر لوگ اسے اختیار کرلیں تو وہ انہیں کافی ہوا کہ جو اللہ سے ڈرے گا۲ تو اللہ اس کیلئے چھٹکارا بنادے گا اور بے گمان جگہ سے اسے روزی دے گا۳
(احمد، ابن ماجہ، دارمی)

(۵۰۶۹) ۱ یعنی اگر اس آیت کریمہ پر تمام دنیا عمل کرے دین و دنیا کے رنج و غم سے اور فکروں سے آزاد ہو جائے یہ ایک آیت سب کیلئے کافی ہے۔۲ یہاں تقوٰی سے مراد تقوٰی عامہ ہے یعنی اللہ رسول کے احکام پر عمل کرنا اور جن چیزوں سے انہوں نے منع فرمایا ہے ان سے بچے رہنا تقوٰی ہے۔ اللہ کی بڑی نعمت ہے جس پر اس کا کرم ہوتا ہے اسے تقوٰی نصیب ہوتا ہے۔۳ اللہ تعالٰی نے اس آیت میں تقوٰی پر وعدے فرمائے ایک تو ہر مشکل و مصیبت سے نجات ملنا اور غیب سے روزی عطا ہونا خیال رہے کہ مصیبت و بلا اور چیز ہے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

رب تعالیٰ کا امتحان کچھ اور مصیبت سے نجات ملنا چاہئے مگر امتحان میں کامیابی ہونی چاہئے۔حضرت امام المتقین کو کربلا میں اللہ نے ایسی کامیابی عطا فرمائی جس کی مثال نہیں۔شعر:-

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

لہٰذا اس آیت کریمہ پر یہ اعتراض نہیں کہ جناب حسین یا امام احمد ابن حنبل متقی تھے مگر ان سے مصیبت نہ ٹلی وہ مصیبت نہ تھی آزمائش تھی۔جو شخص اس آیت کریمہ کو ورد میں رکھے اسے دست غائب نصیب ہوجاتا ہے۔ایک شاعر کہتا ہے۔شعر:-

اذا لمرء امسی حلیف التقی فلم یخشی من طارق حله

الم تسمع اللہ سبحانة ومن یتق اللہ یجعل له

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اَقْرَأَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ)

(۵۰۷۰) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھائی میں ہوں روزی رساں بڑی قوت والا[۱] (ابو داؤد، ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۵۰۷۰) [۱] یہ قراۃ شاذہ ہے قراۃ متواترہ یہ ہے: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ (۵۱:۵۸) بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا قوت والا قدرت والا ہے۔(کنزالایمان) متین کے معنی ہیں شدید یہ شاذہ قرأت ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ اَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ اَحَدُهُمَا يَاْتِى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاٰخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ اَخَاهُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ)

(۵۰۷۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے[۱] جن میں سے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا تھا[۲] اور دوسرا کوئی پیشہ کرتا تھا[۳] تو کماؤ پیشہ والے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بھائی کی شکایت کی[۴] تو فرمایا شاید تجھے اس کی برکت سے روزی مل رہی ہے[۵] (ترمذی اور فرمایا یہ حدیث صحیح غریب ہے)

(۵۰۷۱) [۱] غالبًا سگے بھائی تھے جن کا کھانا پینا مشترک تھا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔(مرقات) [۲] یہ شخص اپنے کو خدمت دین کیلئے وقف کر چکا تھا۔حضور کے پاس علم دین سیکھنے آتا تھا یہ رسم آج تک چلی آرہی ہے کہ بعض لوگ اپنے کو علم دین کیلئے وقف کردیتے ہیں اور مسلمان ان کا خرچہ اٹھاتے ہیں۔اصحاب صفہ بھی ایسے ہی لوگ تھے رضی اللہ عنہم۔[۳] مرقات نے فرمایا کہ وہ طالب علم غیر شادی شدہ تھا اور یہ کمانے والا بال بچوں والا تھا اس طالب علم کا خرچہ یہ کماؤ بھائی ہی اٹھاتا تھا۔معلوم ہوا کہ طالب علم کی خدمت کرنا خرچہ دینا بہت بڑی عبادت ہے۔[۴] اور عرض کیا حضور اس کو طلب علم سے منع فرمادیں اور اسے کمائی کرنے کا حکم دیدیں تاکہ یہ اپنی دنیا سنبھال لے اس کی شادی وغیرہ کا انتظام ہوسکے مجھ سے اس کا بوجھ اتر جائے۔[۵] یعنی تو اسے علم دین سیکھنے دے اس کا خرچہ تو برداشت کئے جا اللہ تعالیٰ اس کا رزق تیرے دسترخوان پر بھیجے گا تجھے برکتیں ہوں گی۔اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک تو یہ کہ بعض لوگوں کا اپنے کو علم دین کیلئے وقف کردینا سنت صحابہ ہے عالم دین بننا فرض کفایہ ہے بقدر ضرورت علم دین سیکھنا ہر مسلمان پر فرض عین

https://archive.org/details/@madni_library

ہے۔ دوسرے یہ کہ ان طالب علموں کا خرچ مسلمانوں کو اٹھانا چاہئے۔ ان شاء اللہ اس میں بڑی برکت اور بڑا ثواب ہے۔ تیسرے یہ کہ اپنے غریب قرابت داروں کی مدد کرنا بڑی برکت کا باعث ہے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (۱۷،۲۶) اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو۔ (کنزالایمان) اور جب ایک شخص غریب بھی ہو قرابت دار اور طالب علم بھی اس پر خرچہ کرنا نور علی نور ہے۔ خیال رہے کہ حضور انور کا 'لعل' فرمانا شک کیلئے نہیں کریموں کی شاید بھی یقینی بلکہ حق الیقینی ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے وهل ترزقون الا بضعفاء كم وہ حدیث اس فرمان عالی کی شرح ہے۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَلْبَ ابْنِ اٰدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنِ اتَّبَعَ قَلْبُهُ الشِّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِاَيِّ وَادٍ اَهْلَكَهٗ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ الشُّعَبَ ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۵۰۷۲) روایت ہے حضرت عمرو ابن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسانی دل کی ہر جنگل میں ایک شاخ ہے[۱] تو جو اپنے دل کو ان تمام شاخوں کے پیچھے ڈال دے[۲] اللہ پروا نہیں کرے گا کہ کسی جنگل میں ہی اسے ہلاک کردے[۳] اور جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اسے گھاٹیوں سے بچائے گا[۴] (ابن ماجہ)

(۵۰۷۲) [۱] یعنی انسان کا دل ایک ہے مگر اس کیلئے فکریں غم بہت ہیں روٹی، کپڑا، مکان، بیماریوں میں علاج آپس کی مخالفتیں وغیرہ وغیرہ فکروں غموں کے جنگل ہیں جن سے ہر ایک کا تعلق انسان کے دل سے ہے۔ [۲] اس طرح کہ اپنے دل میں ہر فکر وغم کو جگہ دے دے آخرت کی فکروں سے نکل جائے ہر فکر کے پیچھے بھاگا پھرے [۳] مطلب یہ ہے کہ ایسے دنیا دار کی طرف اللہ تعالٰی توجہ وکرم نہ کرے گا۔ اسے ان غموں سے آزاد نہ کرے گا۔ مرتے وقت تک وہ انہیں میں گرفتار رہے گا۔ عام دنیا داروں کا یہ ہی حال دیکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالٰی ایسی زندگی سے محفوظ رکھے۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے کہ دنیا دار مالداروں کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھو کیونکہ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ (۹،۸۵) اللہ یہی چاہتا ہے کہ اسے دنیا میں ان پر وبال کرے اور کفر ہی پر ان کا دم نکل جائے (کنزالایمان) [۴] ایسے متوکل مومن پر رنج وغم اولاً آئیں گے نہیں اگر آئیں گے تو پانی کی طرح بہہ جائیں گے اگر کچھ ٹھہر بھی گئے تو دل ان کا اثر نہیں لیتا۔ دل اللہ کی یاد میں مخمور رہتا ہے۔ شعر:-

ترا درد مرا درماں ترا غم مری خوشی ہے
مجھے درد دینے والے تیری بندہ پروری ہے
اسے فتنہائے محشر نہ جگا سکیں گے ہرگز
ترا نام لیتے لیتے جسے نیند آگئی ہے

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّوَجَلَّ لَوْ اَنَّ عَبِيْدِيْ اَطَاعُوْنِيْ لَاَسْقَيْتُهُمُ الْمَطَرَ بِاللَّيْلِ وَاَطْلَعْتُ عَلَيْهِمُ الشَّمْسَ بِالنَّهَارِ وَلَمْ اُسْمِعْهُمْ صَوْتَ الرَّعْدِ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۵۰۷۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں عظمت وجلالت والا ربّ فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری اطاعت کریں تو میں رات میں ان پر بارش برسایا کروں[۱] اور دن میں دھوپ نکالا کروں[۲] اور انہیں گرج کی آواز بھی نہ سناؤں[۳] (احمد)

(۵۰۷۳) [۱] اس طرح کہ انہیں بادل کی گرج بجلی کی کڑک وچمک کی خبر بھی نہ ہوا کرے کہ ان آوازوں میں کچھ نہ کچھ خوف ضرور ہوتا ہے۔ یہ فرمان عالی مثال کے طور پر ہے مطلب یہ ہے کہ انہیں کسی قسم کا خوف نہ دکھاؤں۔ [۲] یعنی ہمیشہ دن میں دھوپ ہی نکالا کروں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کبھی دن میں بارش نہ بھیجوں تا کہ انہیں آمد ورفت کام کاج میں دشواری اور حرج نہ ہو۔ ۳؎ نہ دن میں گرج کی آواز سناؤں نہ رات میں دوسرے ڈر وخوف کا تو ذکر ہی کیا ہے غرضکہ ہر طرح انہیں آرام چین بے خوفی کی زندگی عطا کروں۔ مگر بندوں کا حال یہ ہے کہ تھوڑا سا آرام پا کر سرکش ہو جاتے ہیں۔ اگر اتنا آرام ملے تو ان کا کیا حال ہو اس لئے دنیا میں مصیبتیں تکلیفیں آتی رہتی ہیں۔ یہ تکلیف مصیبتیں ہم کو بندہ بنا کر رکھتی ہیں۔ فرعون نے آرام پا کر دعویٰ خدائی کیا۔ ڈوبنے لگا تو بندہ بنا۔

وَعَنْهُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ عَلٰى اَهْلِهٖ فَلَمَّا رَاٰى مَابِهِمْ مِنَ الْحَاجَةِ خَرَجَ اِلَى الْبَرِّيَّةِ فَلَمَّا رَاَتِ امْرَاَتُهٗ قَامَتْ اِلَى الرَّحٰى فَوَضَعَتْهَا وَاِلَى التَّنُّوْرِ فَسَجَرَتْهُ ثُمَّ قَالَتْ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا فَنَظَرَتْ فَاِذَا الْجَفْنَةُ قَدِ امْتَلَاَتْ قَالَ وَذَهَبَتْ اِلَى التَّنُّوْرِ فَوَجَدَتْهُ مُمْتَلِئًا قَالَ فَرَجَعَ الزَّوْجُ قَالَ اَصَبْتُمْ بَعْدِيْ شَيْئًا قَالَتِ امْرَاَتُهٗ نَعَمْ مِنْ رَّبِّنَا وَقَامَ اِلَى الرَّحٰى فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَا اِنَّهٗ لَوْ لَمْ يَرْفَعْهَا لَمْ تَزَلْ تَدُوْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۵۰۷۴) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنے گھر والوں کے پاس گیا ا؎ جب ان کی محتاجی دیکھی تو جنگل کی طرف نکل گیا ۲؎ جب اس کی بیوی نے یہ دیکھا تو وہ چکی کی طرف اٹھی اسے رکھا ۳؎ اور تنور کی طرف گئی اسے جھونک دیا ۴؎ پھر بولی الٰہی ہمیں روزی دے ۵؎ تو پیالہ بھر گیا ۶؎ راوی کہتے ہیں کہ وہ عورت تنور کی طرف گئی تو اسے بھرا ہوا پایا ۷؎ فرماتے ہیں کہ پھر خاوند لوٹا تو بولا کیا تم نے میرے پیچھے کچھ پایا ۸؎ اس کی بیوی نے کہا کہ ہاں اپنے رب کی طرف سے اور وہ شخص چکی کی طرف اٹھا ۹؎ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا ۱۰؎ تو فرمایا کہ یقیناً اگر وہ شخص اسے نہ اٹھاتا تو چکی قیامت تک گھومتی رہتی ۱۱؎ (احمد)

(۵۰۷۴) ا؎ یہ واقعہ ایک صحابی کا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا یہ حضور کا معجزہ تھا۔ ان صحابی کی بلکہ ان کے سارے گھر والوں کی کرامت سارے صحابی ولی ہیں اور ولی کی کرامت نبی کا معجزہ ہوتی ہے۔ ان صحابی کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ ۲؎ اپنی تنگ دستی کی وجہ سے بال بچوں سے شرما گیا اور جنگل میں چلا گیا کیونکہ اسے شہر میں مزدوری نہ ملی یا وہ مزدوری کر نہ سکتا تھا یا تلاش روزی کیلئے جنگل گیا۔ (اشعہ) ۳؎ یعنی جب اس کی بیوی نے اپنے خاوند کی تنگ دستی اور شرمندی دیکھی تو اس نے چکی کے اوپر کا پاٹ نیچے والے پاٹ پر رکھ دیا۔ دیہات کی عورتیں جب کچھ پیسنا چاہتی ہیں تب چکی کا اوپر کا پاٹ رکھتی ہیں ورنہ یہ پاٹ الگ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ گھر میں تو ایک دانہ نہ تھا مگر اپنی غریبی چھپانے اللہ پر توکل کرنے کی بنا پر یہ کام کیا تا کہ دیکھنے والا سمجھے کہ گھر میں دانہ ہے جو پیسا جائے گا۔ ۴؎ تنور اس لئے جھونکا تا کہ پڑوسی دھواں دیکھ کر سمجھیں کہ ان کے ہاں روٹی پک رہی ہے۔ ان کا فقر کسی پر ظاہر نہ ہو بندے کی یہ ادا رب کو بہت پیاری ہے۔ ۵؎ اس دعا کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ابھی روزی دیدے تا کہ ہمارے عیب چھپے رہیں کسی کو ہماری غریبی کا پتا نہ چل سکے۔ ہماری یہ تدبیر کارگر ہو جائے یا یہ ہے کہ خداوند آج تو ہم جھوٹ موٹ کیلئے تنور جھونک رہے ہیں۔ ہمیں روزی دے کہ سچا تنور جھونکا کریں۔ پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں۔ ۶؎ عربی میں جفنہ بڑے پیالہ کو کہتے ہیں۔ یہاں اس سے چکی کا گھیرا مراد ہے۔ جو چکی کے نچلے پاٹ کے آس پاس ہوتا ہے جس میں آٹا جمع ہوتا ہے اردو میں اسے گھیرا کہتے ہیں۔ پنجابی میں گنڈ۔ ۷؎ سبحان اللہ ادھر چکی کا گھیرا غیبی آٹے سے بھرا اور تنور غیبی روٹیوں سے یہ ہے توکل حقیقی اور اللہ کی یاد کی برکت حضرت مریم کو غیبی روزی ملی تھی۔ حضور کے صحابہ کو غیبی آٹا غیبی روٹیاں بعض موقعوں پر غیبی پانی عطا ہوئے۔ ۸؎ یعنی تم نے یہ آٹا روٹیاں قرض منگالی ہیں یا قدرت نے دی ہیں۔ ممکن ہے کہ اسے جنگل میں اس کی

https://archive.org/details/@madni_library

اطلاع دے دی گئی ہو۔ دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے کہ اس نے یہ نہ پوچھا کہ یہ رزق کہاں سے آیا بلکہ یہ پوچھا کہ تم کو کچھ ملا یا نہیں۔ مرقات نے پہلے معنی بیان فرمائے۔ ۹؎ یعنی اس نے تنور کا نظارہ دیکھ کر چکی کا نظارہ کیا۔ وہاں آٹا دیکھ کر چکی کا اوپری پاٹ اٹھا کر ہٹا کر اور جگہ کھڑا کر دیا (مرقات، اشعہ) ۱۰؎ یا تو خود اس شخص نے ہی حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا کسی اور شخص نے کہا جو اس واقعہ سے مطلع تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ واقعہ کسی صحابی کا ہے۔ ۱۱؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چکی چلی تھی اور آٹا پیس کر اس سے نکلا تھا اور گھیرے میں جمع ہوا تھا اور جب اس شخص نے دیکھا تب بھی چکی چل رہی تھی۔ اگر وہ چلتی رہتی تو قیامت تک لوگ اس کا آٹا کھاتے رہتے عجیب نظارہ ہوتا۔

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّزْقَ لَیَطْلُبُ الْعَبْدَ کَمَا یَطْلُبُهٗ اَجَلُهٗ . (رَوَاهُ اَبُوْنُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ)

(۵۰۷۵) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ روزی بندے کو ایسے ڈھونڈتی ہے جیسے اسے اس کی موت ڈھونڈتی ہے ۱؎ (ابونعیم حلیہ)

(۵۰۷۵) ۱؎ بلکہ رزق کی تلاش موت کی تلاش سے زیادہ قوی ہے کیونکہ موت عمر ختم ہو جانے، پوری روزی کھا لینے کے بعد آتی ہے مگر رزق ہر وقت آتا رہتا ہے۔ رب فرماتا ہے اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ (۳۰،۴۰) اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا۔ (کنزالایمان) (مرقات) مقصد یہ ہے کہ موت کو تم تلاش کرو یا نہ کرو بہرحال تمہیں پہنچے گی یوں ہی تم رزق تلاش کرو یا نہ کرو ضرور پہنچے گا۔ ہاں رزق کی تلاش سنت ہے۔ موت کی تلاش ممنوع۔ مگر ہیں دونوں یقینی، برادران یوسف علیہ السلام رزق کی تلاش میں مصر گئے گئے ہوئے یوسف کو پالیا۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْکِیْ نَبِیًّا مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ ضَرَبَهٗ قَوْمُهٗ فَاَدْمَوْهُ وَهُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَّجْهِهٖ وَیَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَایَعْلَمُوْنَ . (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۵۰۷۶) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں ۱؎ کہ آپ نبیوں میں سے ایک نبی کی حکایت فرما رہے ہیں جنہیں ان کی قوم نے مارا ۲؎ تو انہیں خونا خون کر دیا وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے تھے ۳؎ اور کہتے تھے الٰہی میری قوم کو بخش دے کہ یہ جانتے نہیں ۴؎ (مسلم بخاری)

(۵۰۷۶) ۱؎ یہ ہے تصور رسول حضرات صحابہ کرام حضور کی اداؤں کے تصور میں رہتے تھے۔ شعر:-

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا
تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

بَابُ الرِّیَآءِ وَالسُّمْعَةِ
دکھلاوے اور شہرت کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

ریا بنا ہے رویۃ سے بمعنی دیکھنا ریا بمعنی دکھانا، سمعۃ بنا ہے سمع سے بمعنی سننا سنانا، یہاں بمعنی سنانا ہے اصطلاح شریعت میں ریا کی حقیقت یہ ہے کہ انسان لوگوں کو دکھانے کیلئے عبادت کرے اور دکھانا اپنی بڑائی وشیخی کیلئے ہو، ریا صرف عبادات میں ہے۔ اپنی مالداری، زور، نسب کا دکھاوا ریا نہیں بلکہ تکبر وغرور ہے یوں ہی عبادت نہ کرنا مگر اس کا اظہار کرنا ریا نہیں بلکہ جھوٹ یا منافقت ہے جیسے کوئی روزہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نہ رکھے مگر لوگوں کے سامنے روزہ دار بن کر آئے وہ ریا نہیں بلکہ جھوٹا ہے یوں ہی اپنی عبادات لوگوں کو دکھانا تعلیم کیلئے یہ ریا نہیں بلکہ عملی تبلیغ وتعلیم ہے۔اس پر ثواب ہے۔مشائخ فرماتے ہیں صدیقین کی ریا مریدین کے اخلاص سے بہتر ہے اس کا یہ ہی مطلب ہے' ریا کے بہت درجے ہیں ہر درجے کا حکم علیحدہ ہے۔بعض ریا شرک اصغر ہیں۔بعض ریا حرام بعض ریا مکروہ بعض ثواب۔مگر جب ریا مطلقاً بولی جاتی ہے تو اس سے ممنوع ریا مراد ہوتی ہے۔خیال رہے کہ ریا سے عبادت ناجائز نہیں ہو جاتی بلکہ نامقبول ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اگر ریا کار آخر میں ریا سے توبہ کرے تو اس پر ریا کی عبادت کی قضا واجب نہیں بلکہ اس توبہ کی برکت سے گزشتہ نامقبول ریا کی عبادات بھی مقبول ہو جائیں گی۔مطلقاً ریا سے خالی ہونا بہت مشکل ہے۔کوئی شخص ریا کے اندیشہ سے عبادات نہ چھوڑے بلکہ ریا سے بچنے کی دعا کرے۔ریا کی بحث علم کلام اور کتب تصوف میں خصوصاً احیاء العلوم میں ملاحظہ کرو۔سمعہ یعنی شہرت میں بھی یہی گفتگو ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَایَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۰۷۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی تمہاری صرف صورتیں اور تمہارے مال نہیں دیکھتا ۱؎ لیکن وہ تمہارے دلوں تمہارے عملوں کو بھی دیکھتا ہے ۲؎ (مسلم)

(۵۰۷۷) ۱؎ یعنی تمہاری اچھی صورتیں جب سیرت سے خالی ہوں ظاہر باطن سے خالی ہوں' مال خیرات وصدقات سے خالی ہوں تو رب تعالٰی اسے نظر رحمت سے نہیں دیکھتا۔اے مسلمانو! صورت بھی اچھی بناؤ' سیرت بھی اچھی لہذا حدیث کا مطلب یہ نہیں اعمال اچھے کرو اور صورت بھگوان داس کی سی بناؤ یا مطلب یہ ہے کہ رب تعالٰی فقط صورت نہیں دیکھتا سیرت بھی دیکھتا ہے ۲؎ اس حدیث میں دیکھنے سے مراد کرم ومحبت سے دیکھنا ہے۔مطلب وہ ہی ہے کہ تمہارے عملوں کو بھی دیکھتا ہے۔خیال رہے کہ کوئی شریف آدمی گندے برتن میں اچھا کھانا نہیں کھاتا۔رب تعالٰی صورت بگاڑنے والوں کے اچھے اعمال سے بھی خوش نہیں ہوتا۔من تشبه بقوم فهو منهم

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَآءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً اَشْرَكَ فِیْهِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَکْتُهٗ وَشِرْکَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ هُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَهٗ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۰۷۸) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ میں تمام شریکوں سے شرک سے بے نیاز ہوں ۱؎ جو کوئی اپنے حصہ داروں' شریکوں سے راضی وخوش عمل کرے جس میں میرے ساتھ میرے غیر کو شریک کرے تو میں اسے اس کے شرک کے ساتھ چھوڑ دوں گا ۲؎ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں اس سے بری ہوں وہ اس کیلئے ہے جس کیلئے عمل کرے ۳؎ (مسلم)

(۵۰۷۸) ۱؎ یعنی دنیا والے اپنے حصہ دار' شریکوں سے راضی وخوش ہوتے ہیں کیونکہ وہ اکیلے اپنا کام نہیں کر سکتے مگر میں شریکوں سے پاک بے نیاز ہوں۔مجھے کسی شریک کی ضرورت نہیں۔شرکاء سے مراد دنیا کے شریک ہیں۔جو آپس میں ایک دوسرے کے حصہ دار ہوتے ہیں۔لہذا حدیث بالکل واضح ہے۔بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں روئے سخن مشرکین سے ہے اور معنی یہ ہیں کہ تم لوگوں نے جن چیزوں کو میرا شریک ٹھہرایا ہے میں ان سے بے نیاز بھی ہوں بیزار بھی۔بے نیاز کو شریک کی کیا ضرورت ہے۔۲؎ یعنی جو شخص میری عبادت میں میرے ساتھ میرے بندوں کو بھی راضی کرنا چاہے خالص میرے لئے عبادت نہ کرے تو میں اس پر نظر کرم نہ کروں گا۔اس

https://archive.org/details/@madni_library

سے فرماؤں گا کہ جاؤ انہیں سے ثواب لوجنہیں راضی کرنے کی تم نے نیت کی تھی۔حضرات صوفیاءفرماتے ہیں کہ عبادت میں جنت حاصل کرنے دوزخ سے بچنے کی نیت کرنا بھی ایک قسم کا شرک ہے۔اللہ کے بندے بنو۔جنت ودوزخ کے بندے نہ بنو۔اگر اللہ تعالٰی جنت دوزخ پیدا نہ کرتا تو کیا وہ عبادت کا مستحق نہ ہوتا۔۳؎یعنی جو شخص دوسروں کی رضا کیلئے ہی عبادت یا میری رضا کیلئے بھی کرے دوسروں کی رضا کیلئے بھی وہ عمل میرے لئے نہیں انہیں دوسروں کیلئے ہے۔ان سے ہی ثواب لے۔خیال رہے کہ عبادات میں اللہ تعالٰی کے ساتھ اس کے رسول کی رضا کی نیت ریا نہیں بلکہ عبادت کا کمال ہے۔کہ حضور کی رضا اللہ کی رضا ہے۔ربّ تعالٰی فرماتا ہے:وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ (۹،۶۲) اور اللہ ورسول کا حق زیادہ تھا کہ اسے راضی کرتے (کنزالایمان) یہاں اہل دنیا مرلد ہیں چودھری امیر یا عوام۔

وَعَنْ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ یُّرَائِیْ یُرَائِی اللّٰہُ بِہٖ۔(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۵۰۷۹) روایت ہے حضرت جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سنانا چاہے گا اللہ اسے سنا دے گا اور جو دکھانا چاہے گا اللہ اسے دکھادے گا۔۱؎ (مسلم)

(۵۰۷۹)۱؎یعنی جو کوئی عبادات لوگوں کو دکھانے سنانے کیلئے کرے گا تو اللہ تعالٰی دنیا میں یا آخرت میں اس کے عمل لوگوں میں مشہور کردے گا مگر عزت کے ساتھ نہیں بلکہ ذلت کے ساتھ کہ لوگ اس کے عمل سن کر پھٹکار ہی کریں گے۔اس کی شرح ابھی کچھ آگے آرہی ہے۔ہم نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ اپنے صدقات خیرات شہرت کیلئے اخباروں میں دیواروں پر لکھواتے ہیں۔لوگ پڑھ پڑھ کر ان پرلعن طعن کرتے ہیں کہ اس شہرت کی کیا ضرورت تھی۔بعض لوگ شہرت کیلئے اولاد کی شادیوں میں بہت خرچ کرتے ہیں مگر چوطرفہ ان پر وہ پھٹکار پڑتی ہے کہ خدا کی پناہ۔اس حدیث کا ظہور آج بھی ہورہا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ الرَّجُلَ یَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَیْرِ وَیَحْمَدُہُ النَّاسُ عَلَیْہِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَّیُحِبُّہُ النَّاسُ عَلَیْہِ قَالَ تِلْکَ عَاجِلُ بُشْرَی الْمُؤْمِنِ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۵۰۸۰) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ فرمایئے تو ایک شخص اچھا کام کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں۱؎اور ایک روایت میں ہے کہ اس عمل پر لوگ اس سے محبت کرتے ہیں۔فرمایا یہ مؤمن کی فوری بشارت ہے۔۲؎ (مسلم)

(۵۰۸۰)۱؎آزمائش کرلو کہ جو کام اللہ کیلئے چھپ کر کرو خود بخود اس کا چرچا ہوجاتا ہے اور لوگ اس کی تعریفیں کرنے لگتے ہیں۔لوگ چھپ کر تہجد پڑھتے ہیں مگر ان کے چہرے کا نور ان کا یہ عمل شائع کردیتا ہے اشارۃً اس سوال میں یہ صورت بھی داخل ہے۔سوال یہ ہے کہ یا رسول اللہ کیا یہ بھی ریا ہے؟۲؎یعنی یہ ریا نہیں ہے بلکہ قبولیت کی علامت ہے کہ لوگوں کے منہ سے خود بخود اس کی تعریف نکلتی ہے۔صحابہ کرام کے چھپے ہوئے عمل اللہ تعالٰی نے قرآن مجید میں حضور نے احادیث میں ایسے شائع کئے کہ آج تک دنیا میں مشہور ہیں۔یہ بشارت ربانی ہے۔ربّ تعالٰی فرماتا ہے:لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ (۱۰،۶۴) انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں (کنزالایمان) غرضکہ ریا کا تعلق عامل کی نیت سے ہے کہ وہ دکھلاوے،شہرت کی نیت سے نیکی کرے یہ ہے ریا۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ فُضَالَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِيَوْمٍ لَّارَيْبَ فِيْهِ نَادٰى مُنَادٍ مَّنْ كَانَ اَشْرَكَ فِیْ عَمَلٍ عَمِلَهٗ لِلّٰهِ اَحَدًا فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهٗ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ اَغْنَى الشُّرَكَآءِ عَنِ الشِّرْكِ .(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۵۰۸۱) روایت ہے حضرت ابوسعید ابن ابی فضالہ سے [۱] وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی حضور نے فرمایا کہ جب قیامت کے دن اللہ لوگوں کو جمع فرمائے گا اس دن جس میں کوئی شک نہیں تو پکارنے والا پکارے گا [۲] کہ جس نے ایسے کام میں جو اللہ کیلئے کئے کسی کو شریک ٹھہرایا [۳] تو وہ اس کا ثواب بھی غیر خدا سے مانگے [۴] کیونکہ اللہ شریکوں میں شرک سے بے نیاز ہے۔(احمد)

(۵۰۸۱) [۱] آپ کی کنیت ہی آپ کا نام ہے۔ آپ انصاری حارثی ہیں۔ اہل مدینہ سے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں صرف ابوسعید ہے لوگ ابوسعید خدری سمجھے یہ غلط ہے۔ [۲] یعنی قیامت کے دن ایک فرشتہ اللہ تعالٰی کی طرف سے اعلان فرمائے گا۔ یہ اعلان تمام لوگوں کو سنانے کیلئے ہوگا۔ [۳] یعنی جو کام رضاء الٰہی کیلئے کئے جاتے ہیں ان میں کسی بندے کی رضا کی نیت کرے بندے سے مراد دنیا دار بندہ ہے اور ظاہر کرنا بھی اپنی ناموری کیلئے ہونا مراد ہے لہٰذا جو شخص اپنی عبادات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی بھی نیت کرے یا جو کوئی مسلمانوں کو سکھانے کی نیت سے لوگوں کو اپنے اعمال دکھائے وہ اس وعید میں داخل نہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریا صرف عبادات میں ہوتی ہے۔ معاملات اور دوسرے دنیاوی کام تو دکھانے کیلئے ہی کئے جاتے ہیں۔ ان میں ریا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی لئے عمل کے ساتھ عملہ للہ فرمایا گیا۔ [۴] یعنی آج اعمال کے بدلہ کا دن ہے۔ دنیا میں جس کی رضا کیلئے عبادت کی تھی آج اسی سے جنت بھی مانگو یہ انتہائی سختی وناراضی کا اظہار ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ریا کار کبھی بخشا ہی نہیں جائے گا۔ ہر مومن آخر کا بخشا جائے گا۔ اس فرمان عالی کی دوشرحیں ابھی گزشتہ حدیث میں عرض کی جا چکی ہیں۔ شرکاء سے مراد دنیا کے شریک وحصہ دار ہیں یا مشرکین کے بت وغیرہ جنہیں وہ اللہ کے شریک جانتے تھے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَمَّعَ النَّاسَ بِعَمَلِهٖ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ اَسَامِعَ خَلْقِهٖ وَحَقَّرَهٗ وَصَغَّرَهٗ . (رَوَاهُ الْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۵۰۸۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو اپنے عمل لوگوں کو سنائے تو اللہ اپنی مخلوق کے کانوں کو سنا دے گا اور اسے حقیر ذلیل اور جھوٹا کردے گا [۱] (بیہقی شعب الایمان)

(۵۰۸۲) [۱] یہ حدیث گزشتہ حدیث کی شرح ہے۔ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ ریا کار کی عبادات قیامت میں مشہور تو کی جائیں گی مگر اس طرح کہ اس کی شہرت سے اس کی عزت نہ ہوگی بلکہ ذلت ورسوائی ہوگی مثلاً پکارا جائے گا کہ فلاں ریا کار نے دکھلاوے کیلئے اتنی نمازیں پڑھیں اتنے صدقات دیئے، اتنے حج کئے یہ شخص بڑا خبیث ہے وغیرہ وغیرہ دوسرے یہ کہ دنیا میں ریا کار شہرت پسند آدمی کے عیوب شائع ہو جاتے ہیں۔ جس سے وہ بجائے نیک نام ہونے کے بدنام ہو جاتا ہے یعنی اس کی عبادات تو مشہور نہیں ہوتیں اس کے خفیہ گناہ مشہور ہو جاتے ہیں۔ خدا کی پناہ یہ بھی مجرب ہے۔ اللہ تعالٰی اخلاص نصیب کرے۔ ریاء کے نیک اعمال بھی

https://archive.org/details/@madni_library

مشہور ہوتے ہیں تو بدنامی کے ساتھ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔اسامع جمع ہے اسمع کی (میم کے پیش سے) جیسے اکالب جمع ہے اکلب کی اسمع کے معنی ہیں سننے کی جگہ یعنی کان (اشعہ)

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الْاٰخِرَةِ جَعَلَ اللّٰهُ غِنَاهُ فِيْ قَلْبِهٖ وَجَمَعَ لَهٗ شَمْلَهٗ وَاَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ وَّمَنْ كَانَتْ نِيَّتُهُ طَلَبَ الدُّنْيَا جَعَلَ اللّٰهُ الْفَقْرَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَشَتَّتَ عَلَيْهِ اَمْرَهٗ وَلَا يَاْتِيْهِ مِنْهَا اِلَّا مَا كُتِبَ لَهٗ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ اَبَانٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ)

(۵۰۸۳) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی نیت آخرت کمانا ہوتو اللہ اس کی غنا اس کے دل میں ڈال دے گا اور اس کی متفرقات کو جمع کردے گا۱ اور اس کے پاس دنیا ذلیل ہوکر آئے گی۲ اور جس کی نیت دنیا طلبی ہوتو اللہ فقیری اس کے آنکھوں کے سامنے کردے گا۳ اور اس پر اس کے کام پراگندہ کردے گا۴ اور اس کے پاس آئے گی اتنی جتنی اس کیلئے لکھی گئی ۵ (ترمذی' احمد) اور دارمی نے حضرت ابان سے انہوں نے زید ابن ثابت سے۔

(۵۰۸۳)۱ شمل جمع ہے شملہ کی بمعنی حاجت یا عادت یعنی اخلاص والے کو رب تعالیٰ دلی استغنا بھی بخشتا ہے اور اس کی متفرق حاجتیں یکجا جمع بھی فرمادیتا ہے کہ گھر بیٹھے اس کی ساری ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں۔ضرورتوں کے پاس وہ نہیں جاتا۔ضروریات اس کے پاس آتی ہیں۔جو اللہ کا ہوجاتا ہے اللہ اس کا ہوجاتا ہے۔جس جانور کو کیلے سے باندھ دیتے ہیں اس کی ہر ضرورت وہاں ہی پہنچ جاتی ہے۔شعر:-

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

۲ دنیا سے مراد دنیاوی نعمتیں بھی ہیں اور دنیاوی لوگ بھی۔یعنی دنیا اور دنیا دار اس کے پاس خادم بن کر حاضری دیتے ہیں جیسا کہ اولیاء اللہ کے آستانوں پر دیکھا جارہا ہے۔شعر:-

ان کے در کا جو ہوا خلق خدا اس کی ہوئی ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا

۳ فقیری سے مراد ہے لوگوں کی محتاجی' ان کا حاجت مند رہنا ہے' ان کے دروازوں پر دھکے کھانا ان کی خوشامدیں کرنا ہے۔۴ یعنی اس کا دل پریشان رہے کبھی روٹی کے پیچھے دوڑے گا کبھی کپڑے کی فکر میں مارا مارا پھرے گا' کبھی ضروریات کیلئے پریشان پھرے گا' اللہ اللہ کرنے کا وقت ہی نہ پائے گا یہ بھی تجربہ سے ثابت ہے۔۵ یعنی اس کی ایسی دوڑ دھوپ سے اس کی دنیا میں اضافہ نہ ہوگا بلکہ اس کی پریشانیوں میں ہی اضافہ ہوگا دنیا اتنی ہی ملے گی جتنی مقدر میں ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بَيْنَا اَنَا فِيْ بَيْتِيْ فِيْ مُصَلَّايَ اِذْ دَخَلَ عَلَيَّ رَجُلٌ فَاَعْجَبَنِي الْحَالُ الَّتِيْ رَاٰنِيْ عَلَيْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَكَ اللّٰهُ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ لَكَ اَجْرَانِ اَجْرُ السِّرِّ وَاَجْرُ الْعَلَانِيَةِ

(۵۰۸۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ جب کہ میں اپنے گھر میں مصلے پر تھا۱ کہ میرے پاس ایک شخص آ گیا۲ تو مجھے اپنی حالت پسند آئی جس پر مجھے اس نے دیکھا۳ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ تم پر اللہ رحمت کرے تم کو دو ثواب ہیں علانیہ کا ثواب اور

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ) خفیہ کا ثواب ۳؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۰۸۴)۱؎ یعنی اپنے گھر میں مصلے پر نوافل نماز یا ورد و وظیفہ پڑھ رہا تھا۔کیونکہ حضرات صحابہ فرض نمازیں مسجد میں جماعت سے پڑھا کرتے تھے گھر کا ذکر اس لئے فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ میں ریاکاری کیلئے یہ عمل نہ کررہا تھا اور نہ لوگوں کے مجمع میں کرتا گھر کے گوشہ میں نہ کرتا۔۲؎ اور اس آنے والے نے مجھے مصلے پر یہ عمل کرتے دیکھا' آ گیا فرما کر یہ بتایا کہ میں نے اسے نہ بلایا تھا نہ اس کا آنا چاہا تھا اتفاقًا ہی آ گیا۔آنے والا ان کا کوئی ایسا عزیز و قریبی ہوگا جو بغیر اذن مانگے آسکے یا آپ کے گھر والوں نے اسے اجازت دیدی ہوگی۔ ۳؎ آپ کو یہ خوشی یا تو اس لئے تھی کہ وہ آنے والا بھی میری طرح یہ اعمال کرے مجھے دیکھ کر تو اس کے اعمال میں مجھے بھی ثواب ملے یا اس لئے کہ وہ مسلمان میرے اس عمل پر بلکہ میرے ایمان واسلام پر گواہ ہو جائے۔کل قیامت میں بارگاہ الٰہی میں مسلمانوں بلکہ لوگوں بلکہ اللہ کی مخلوق کی گواہیاں ہی کام آئیں گی۔ بہرحال یہ غرور کی خوشی نہ تھی۔ اللہ کے اس کرم کی خوشی تھی۔۴؎ یعنی تمہارے اس کام کی ابتداء محض اخلاص پر تھی اسی لیے تم گھر کے گوشہ میں یہ کام کررہے تھے۔اللہ تعالٰی نے تمہارے اس کام کو ظاہر فرمادیا یہ بھی اس کا کرم ہے۔تمہارا اس پر خوش ہونا کہ مجھے مسلمان نے برے کام پر نہ دیکھا اچھے کام پر دیکھا یہ خوشی بھی اللہ کا کرم ہے اس پر بھی ثواب ہے کہ یہ خوشی شکر کی ہے نہ کہ فخر کی غافل زیادتی مال سے خوش ہوتا ہے مومن عاقل توفیق اعمال سے رب تعالٰی فرماتا ہے: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (۱۰:۵۸) تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔ (کنزالایمان) فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے گناہ پر رنج ہو نیکی پر خوشی وہ کامل مومن ہے لہذا تمہیں اس خوشی پر ثواب ہے (مرقات واشعہ) بہرحال ریا اور اخلاص کا مدار نیت پر ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ يَخْتِلُوْنَ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ يَلْبَسُوْنَ لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّانِ مِنَ اللِّيْنِ اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّئَابِ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَبِيْ يَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِءُوْنَ فَبِيْ حَلَفْتُ لَاَبْعَثَنَّ عَلٰى اُولٰٓئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ فِيْهِمْ حَيْرَانَ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۰۸۵) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ظاہر ہوں گے جو دین کے بہانہ سے دنیا کمائیں گے ۱؎ لوگوں کے سامنے بھیڑوں کی کھال پہنیں گے ۲؎ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہوں گے ۳؎ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ کیا مجھ سے دھوکا کھاتے ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں ۴؎ میں اپنی قسم فرماتا ہوں کہ ان لوگوں پر انہی ہی سے ایسا فتنہ بھیجوں گا جو انہیں کو حیران کر چھوڑے گا ۵؎ (ترمذی)

(۵۰۸۵)۱؎ یختلون بنا ہے ختل سے باب ضرب کا مضارع ہے۔ختل کے معنی ہیں دھوکا دینا یا دھوکے سے کچھ حاصل کرنا .. یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔یعنی دنیا کو دین کے ذریعہ دھوکہ دیں گے یا دین کے بہانہ دنیا کمائیں گے۔لوگ اسلام کا نام لے کر قرآن کی آڑ میں جبہ و دستار سے فریب دے کر دنیا کماتے ہیں۔یہ لوگ بدترین خلق ہیں۔حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش و لے دام تزویر مکن چو دگراں قرآں را

یہ بیماری جھوٹے عالموں فقیروں اور بعض سیاسی رہنماؤں میں بہت زیادہ ہے۔نام اسلامی جماعت مگر اس بہانہ سے سیاسی غرض

https://archive.org/details/@madni_library

رکھنا۔ ۲؎ یعنی صرف ان کے کپڑے پہن کر صوفی بنیں گے یا بھیڑ کی کھال پہننے سے مراد ہے اپنے کو بہت نرم ظاہر کرنا گفتار شیریں باتیں نہایت نرم عاجزی تواضع کا اظہار کرنا تاکہ لوگ انہیں تارک الدنیا خدارسیدہ بزرگ سمجھیں۔ ۳؎ بھیڑیا دھوکہ سے جھپٹ کر شکار کرتا ہے۔ اس کے پاؤں کی آہٹ سنی نہیں جاتی وہ شکاری بھی ہے دھوکا باز بھی حیلہ ساز بھی اس لئے حضور انور نے انہیں بھیڑیا فرمایا۔ شیر نہ فرمایا شیر بہادر ہے حیلہ ساز نہیں غیرت مند ہے اپنے گھر پر کسی کا شکار نہیں کرتا باہر جا کر مارتا ہے۔ کسی جانور کا جھوٹا نہیں کھاتا۔ دوسرے اس کا جھوٹا کھاتے ہیں۔ بھیڑیئے میں یہ اوصاف نہیں حضور کا ایک کلمہ سچے موتیوں کی لڑی ہوتا ہے۔ ۴؎ یعنی یہ لوگ میرے تحمل میری ڈھیل سے دھوکا کھا جاتے ہیں اور اسی ڈھیل کی وجہ سے اس حرکت پر دلیر ہو جاتے ہیں۔ شعر:۔

تو مشو مغرور بر حلم خدا   دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

۵؎ یعنی اس جرم کی سزا آخرت میں جو ملے گی وہ ملے گی دنیا میں یہ سزا ملے گی ایسے لوگوں پر ظالم بادشاہ مسلط ہوں گے یا قوم میں خون خرابے فساد برپا ہوں گے یا عام قحط سالی عام وبائی بیماریاں پھیلیں گی۔ جس سے بڑے حوصلے والے لوگ بھی حیران ہو جائیں گے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَالَ لَقَدْ خَلَقْتُ خَلْقًا اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ السُّكَّرِ وَقُلُوْبُهُمْ اَمَرُّ مِنَ الصَّبْرِ فَبِيْ حَلَفْتُ لَاُتِيْحَنَّهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ فِيْهِمْ حَيْرَانَ فَبِيْ يَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِءُوْنَ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۵۰۸۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ ایسی میں نے مخلوق بھی پیدا کی ہے جن کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ۱؎ تو اپنی ہی قسم فرماتا ہوں کہ ایسا فتنہ مسلط کروں گا جو بردبار حیران کردے گا ۲؎ میری وجہ سے دھوکہ کھاتے ہیں یا جرأت کرتے ہیں (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۰۸۶) ۱؎ آج کل یہ دونوں باتیں بدمذہبوں خصوصاً مرزائیوں، وہابیوں میں بہت دیکھی جاتی ہیں یہ لوگ زبان کے بہت ہی میٹھے ہوتے ہیں دلوں میں کفر و بے دینی کا زہر ہوتا ہے۔ سانپ بہت ہی خوبصورت ہوتے ہیں مگر بڑے زہریلے ان کو دور سے ہی دیکھو قریب نہ جاؤ۔ خیال رکھو کہ کھوٹے سونے کا بیوپاری بڑا میٹھا ہوتا ہے مگر کرتا ہے شکار۔ ۲؎ اُتِيْحَنَّهُمْ بنا ہے اَتَاحَةٌ سے جس کا مادہ ہے تح بمعنی تقدیر و تسلیط اس کی تحقیق ابھی ہو چکی ہے کہ ایسے لوگوں پر کیسے فتنے آئیں گے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شِرَّةً وَّلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةً فَاِنْ صَاحِبُهَا سَدَّدَ وَقَارَبَ فَارْجُوْهُ وَاِنْ اُشِيْرَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فَلَا تَعُدُّوْهُ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۰۸۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر چیز کی ایک خوشی ہے اور ہر خوشی کی ایک کمزوری ہے ۱؎ تو اگر خوشی والا درست رہے اور قریب رہے تو اس کی کامیابی کی امید کرو ۲؎ اور اگر اس کی طرف انگلیوں سے اشارے کئے جائیں تو اسے کچھ گنتی میں نہ لاؤ ۳؎ (ترمذی)

(۵۰۸۷) ۱؎ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ ہر عمل کے دو طرف ہیں زیادہ رغبت اور بے رغبتی یہ دونوں چیزیں ناقص ہیں درمیانی چال اچھی ہے۔ نماز روزہ سے ایسی رغبت کہ انسان تارک الدنیا ہو کر انہیں میں مشغول رہے یہ بھی ناقص ہے اور بالکل بے رغبت ہو جائے کہ اس کے قریب نہ جائے یہ بھی برا ہے درمیانی حال کہ نماز روزہ بھی کرے دوسرے کام بھی کرے یہ اچھا ہے اشعۃ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اللمعات نے اس کو اختیار کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر عمل میں پہلے تو خوب رغبت ہوتی ہے بعد میں بے رغبتی ہو جاتی ہے۔ یہ برا ہے بعض لوگ نماز شروع کرتے ہیں تو پہلے تہجد' اشراق' چاشت سب کچھ پڑھتے ہیں چند روز بعد پنجگانہ بھی چھوڑ دیتے ہیں یہ برا ہے بقدر طاقت کام کرو ہمیشہ کرو صرف پنجگانہ پڑھو نوافل بہت سے نہ پڑھو صرف پنجگانہ پڑھو مگر پڑھو ہمیشہ یہ محبوب ہے مرقات نے یہ ہی معنی کئے شرۃ شین کے کسرہ سے رے کے فتحہ سے بمعنی خوشی' حرص' افراط انہماک ہے (مرقات' اشعہ) ۲؎ یعنی جو شخص بقدر طاقت اعمال کرے، مگر کرے ہمیشہ وہ کامیاب ہے سدد سے مراد ہے ہمیشہ کرنا اور قارب سے مراد ہے درمیانی راہ چلنا جو افراط وتفریط سے خالی ہو اور ارجوہ یا تو امر جمع مذکر ہے یعنی امید کرو یا واحد متکلم مضارع ہے یعنی میں امید کرتا ہوں پہلے معنی زیادہ قوی ہیں یعنی تم جس کو درمیانی چال والا ہمیشہ عمل کرنے والا دیکھو تو اس کی کامیابی کی امید کرو کہ وہ مرتے دم تک اس پر قائم رہے گا ۳؎ یعنی اگر کوئی شخص زیادہ عبادات کی وجہ سے لوگوں میں مشہور ہو جائے کہ ہر طرف سے لوگ اس کی طرف اشارے کریں کہ یہ صاحب بڑے عبادت گزار شب بیدار ہیں۔ اسے دھیان میں نہ لاؤ کہ ایسے لوگ کچھ ہوتے نہیں اگر ہوتے ہیں تو کچھ رہتے نہیں ان میں ریا تکبر پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے خاتمہ کا اعتبار ہے۔ شعر:-

حکم مستوری ومستی ہم بر خاتم است کس ندانست کہ آخر بچہ حالت گزرد

شیخ نے فرمایا کہ عادت الٰہیہ ہے کہ وہ کریم زیادہ تر بروں کا خاتمہ اچھا کر دیتا ہے اور اچھوں کا خاتمہ بہت کم خراب کرتا ہے۔ دیکھو اشعۃ اللمعات اللہ تعالٰی خاتمہ بالخیر کرے۔

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَحْسَبُ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يُّشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا اِلَّا مَنْ عَصِمَهُ اللّٰهُ. (رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۵۰۸۸) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ انسان کے شر کیلئے یہ کافی ہے کہ اس کی طرف دین یا دنیا میں انگلیوں سے اشارہ کیا جائے ۱؎ سواء اس کے جسے اللہ محفوظ رکھے ۲؎ (بیہقی شعب الایمان)

(۵۰۸۸) ۱؎ یعنی دنیاوی کمالات دولت' صحت' طاقت میں یوں ہی دینی کمالات علم' عبادت' ریاضت میں مشہور ہونا عوام کے لئے خطرناک ہی ہے کہ اس سے عموماً دل میں غرور تکبر پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس سے گمنامی اچھی چیز ہے ۲؎ یعنی ہاں بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ وہ شہرت سے متکبر نہیں ہوتے وہ سمجھتے ہیں کہ نیک نامی وبدنامی اللہ کے قبضے میں ہے اور لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں انہیں زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے لگاتے دیر نہیں لگتی۔ حضور کے تحمل کا یہ حال ہے کہ

پیش او گیتی جبیں فرسودہ است خویش را عبدہ فرمودہ است

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِيْ تَمِيْمَةَ قَالَ شَهِدْتُ صَفْوَانَ وَاَصْحَابَهٗ وَجُنْدُبٌ يُّوْصِيْهِمْ فَقَالُوْا هَلْ سَمِعْتَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ سَمَّعَ

(۵۰۸۹) روایت ہے حضرت ابوتمیمہ سے فرماتے ہیں کہ میں حضرت صفوان اور ان کے ساتھیوں کے پاس گیا ۱؎ جبکہ حضرت جندب انہیں وصیت کر رہے تھے ۲؎ لوگوں نے کہا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے ۳؎ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

https://archive.org/details/@madni_library

سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالُوْا اَوْصِنَا فَقَالَ اِنَّ اَوَّلَ مَا يُنْتِنُ مِنَ الْاِنْسَانِ بَطْنُهٗ فَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَّا يَاْكُلَ اِلَّا طَيِّبًا فَلْيَفْعَلْ وَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَّا يَحُوْلَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ مِلْأُ كَفٍّ مِّنْ دَمٍ اَهْرَاقَهٗ فَلْيَفْعَلْ . (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

سنا کہ جو اپنی شہرت چاہے گا اللہ قیامت کے دن اس کی شہرت کردیگا۴ جو خود کو مشقت میں ڈالے گا اللہ قیامت کے دن اس پر مشقت ڈالے گا۵ لوگوں نے کہا ہم کو وصیت کیجئے فرمایا انسان کی پہلی چیز جو بگڑتی ہے وہ اس کا پیٹ ہے تو جو طاقت رکھے کہ طیب کے سوا کچھ نہ کھائے وہ ضرور ایسا کرے۶ اور جو طاقت رکھے کہ اس کے اور جنت کے درمیان مٹھی بھر خون آڑ نہ بنے جسے وہ بہائے تو وہ ایسا ضرور کرے(بخاری)

(۵۰۸۹) ۱؎ ابو تمیمہ کا نام طریف ابن مجالد جہمی ہے۔آپ تابعی ہیں۔بصری ہیں۔۵۹ ہجری میں آپ کی وفات ہے۔صفوان ابن سلیم زہری بھی تابعی ہیں۔حمید ابن عبدالرحمٰن ابن عوف کے آزاد کردہ غلام ہیں۔آپ نے چالیس سال کروٹ زمین پر نہ لگائی۔اصحاب سے مراد ان کے شاگرد ہیں (مرقات) ۲؎ جندب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ کا نام شریف ہے۔آپ مشہور صحابی ہیں۔آپ ان حضرات کو ریا، شہرت سے بچنے کی نصیحت فرمارہے تھے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔۳؎ یعنی اے صحابی رسول اگر آپ نے ریا کاری شہرت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہو تو ہم کو سنایئے۔۴؎ اس فرمان عالی کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر چکی کہ جو دنیا میں ریاکار شہرت پسند ہوگا رب تعالٰی اسے قیامت میں رسواء عام فرمادے گا یعنی اسے شہرت تو دے گا مگر بدنامی کی۔۵؎ یعنی جو اپنے نفس پر غیر ضروری مشقت ڈال لے جیسے رات کو نہ سونا نکاح نہ کرنا اچھا نہ کھانا تارک الدنیا ہوکر رہنا وغیرہ یا جو دوسروں پر مشقت ڈالے گا کہ اپنے نوکروں ماتحتوں سے سخت بھاری کام لے گا تو قیامت میں اس پر عتاب الٰہی کا بوجھ ومشقت ڈالا جائے گا۔۶؎ یہ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ کیسا پیارا فرمان ہے۔طب یونانی کہتی ہے کہ نوے فیصدی گناہ پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں۔حرام غذا صدہا بیماریوں کی جڑ ہے۔گندا پٹرول موٹر کی مشین کو خراب کرتا ہے۔گندی حرام غذا انسان کی مشینری بگاڑ دیتی ہے لہذا کوشش کرنی چاہئے کہ اکل حلال صدق مقال ہو۔۷؎ یعنی اگر کوئی شخص اپنے بھائی کا لپ بھر خون بھی ظلمًا بہائے گا کہ اسے ظلمًا قتل کرے یا ظلمًا زخمی کرے تو یہ ظلمًا خون اس کے اور جنت کے درمیان حائل ہوجائے گا کہ اسے جنت میں داخل نہ ہونے دے گا۔لہذا اس سے بچے رہو ایسا نہ ہو کہ حقیر سا گناہ تم کو ایسی عظیم نعمت سے محروم کردے۔خیال رکھو کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر جلا ڈالتی ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ خَرَجَ يَوْمًا اِلٰى مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَاعِدًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِيْ فَقَالَ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ يُبْكِيْنِيْ شَيْءٌ سَمِعْتُهٗ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ يَسِيْرَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ وَّمَنْ عَادٰى لِلّٰهِ وَلِيًّا فَقَدْ بَارَزَ اللّٰهَ بِالْمُحَارَبَةِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِيَاءَ الْاَخْفِيَاءَ الَّذِيْنَ اِذَا غَابُوْا لَمْ يُتَفَقَّدُوْا وَاِنْ

(۵۰۹۰) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے کہ وہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی طرف گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس معاذ ابن جبل کو بیٹھا ہوا پایا جو رو رہے تھے۱؎ تو فرمایا کہ آپ کو کون سی چیز رلاتی ہے۲؎ بولے مجھے وہ چیز رلاتی ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۳؎ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے۴؎ اور جو اللہ کے ولی سے دشمنی کرے گا وہ اللہ کے سامنے جنگ کے لئے آگیا۵؎ اللہ تعالٰی پسند کرتا ہے ان نیکوں پرہیزگاروں چھپے ہوؤں کو کہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

حَضَرُوْا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يَقْرَبُوْا قُلُوْبُهُمْ مَصَابِيْحُ الْهُدٰى يَخْرُجُوْنَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

جب وہ غائب ہو جائیں تو ڈھونڈے نہ جائیں اور اگر حاضر ہوں تو نہ بلائے جائیں نہ قریب کئے جائیں۶ ان کے دل ہدایت کے چراغ ہوں۷ ہر تاریک گرد آلود سے نکلیں۸ (ابن ماجہ بیہقی شعب الایمان)

(۵۰۹۰) ۱؎ اس زمانہ میں حجرہ شریف میں دروازہ تھا جس سے لوگ قبر انور تک پہنچ جاتے بہت عرصہ کے بعد دروازہ بند کر دیا گیا اب قبر انور تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ آپ خاص قبر انور سے متصل بیٹھے ہوئے رو رہے تھے۲؎ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے معاذ کیوں رو رہے ہو فراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رلا رہا ہے یا کوئی اور تکلیف ہے۔ معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کو تکلیف میں دیکھے تو ضرور وجہ پوچھے اگر ہو سکے تو اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرے۳؎ یعنی میں نے ایک نصیحت حضور سے سنی اس پر عمل نہ کر سکا۔ اپنی اس محرومی یا معذوری پر رو رہا ہوں۴؎ علماء فرماتے ہیں کہ ریا کے بہت درجے ہیں کچھ درجے چھوٹی چیونٹی سے زیادہ باریک ہیں انسان ان کو ریا نہیں سمجھتا مگر وہ ہے ریا ان سے بچنا بہت مشکل ہے۔ اس سے تو خاص لوگوں کا بچنا مشکل ہے۔ عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ مجھے خطرہ ہے کہ میں بھی ریا کے کسی درجہ میں مبتلا ہوں۔ ۵؎ یعنی میرے رونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ حضور انور نے فرمایا کہ اللہ کے دوستوں کی ایذا رب سے جنگ ہے اور اولیاء ایسے چھپے ہوئے ہیں کہ ان کی پہچان بہت مشکل ہے۔ بہت دفعہ پڑوسیوں دوستوں سے شکر رنجی ہو جاتی ہے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی ولی اللہ ہو ان کی تکلیف میرے لئے مصیبت بن جائے۔ حدیث قدسی میں ہے **اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری** میرے ولی میری قبا میں رہتے ہیں انہیں میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ (مرقات) خیال رہے کہ اولیاء اللہ دو قسم کے ہیں تکوینی ولی اور تشریعی ولی۔ تکوینی ولی جو دنیا کے سیاہ وسفید کے مالک بنا دیئے جاتے ہیں۔ ان کی تعداد مقرر ہے مگر تشریعی اولیاء اللہ تعداد میں جہاں چالیس متقی مسلمان جمع ہوں انشاء اللہ ایک ولی ضرور ہوتا ہے۔ اس ولی کو خود بھی خبر نہیں ہوتی کہ میں ولی ہوں مگر ہوتا ہے ولی اس کی بحث انشاء اللہ مشکوٰۃ شریف کے آخری باب میں ہوگی۔ ۶؎ غالبًا اس سے وہ ہی اولیاء تشریعی مراد ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اولیاء تکوینی بھی اسی میں داخل ہوں کہ اکثر ان میں سے چھپے ہوئے رہتے ہیں۔ کم وہ حضرات ہیں جنہیں مخلوق پہچانتی ہے جیسے حضور غوث پاک یا خواجہ اجمیری یا داتا گنج بخش ہجویری وغیرہم۔ خیال رہے کہ نبوت کا اعلان ضروری ہے مگر ولایت کا اعلان ضروری نہیں۔ اکثر اعلان ولایت کرنے والے خالی ہوتے ہیں۔ شیخ سعدی نے فرمایا۔ شعر:-

ایں مدعیاں در طلبش بے خبر اند آنرا کہ خبر شد خبرش باز نہ آمد

علماء کیلئے اعلان ضروری ہے کہ یہ نائبین رسول ہیں۔ نبوت کا اعلان ضروری اولیاء اللہ اکثر چھپے رہتے ہیں علماء دنیائے اسلام کی ظاہری پولیس ہیں اکثر اولیاء اللہ خفیہ پولیس۔ یہ حضرات بھی اپنے کو ولی نہیں کہتے۔ بعض اولیاء کے متعلق لوگوں کی زبان سے خواہ مخواہ ولی نکلتا ہے۔ ۷؎ جیسے چراغ سے ہدایت ونور ملتا ہے ایسے ہی ان کے دلوں ان کی نگاہوں سے لوگوں کو نور ملتا ہے۔ یہ حضرات حقانیت اسلام کی دلیلیں ہیں۔ حق دین وہ ہے جس میں اولیاء اللہ ہوں انہیں کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ رب فرماتا ہے: صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ) راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔ (کنز الایمان) اور فرماتا ہے: وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (۹؍۱۱۹) اور سچوں کے ساتھ ہو۔ (کنز الایمان) اسی شاخ کا تعلق جڑ سے قائم ہے جس میں سبزہ پھول ہیں۔ سوکھی شاخ کا تعلق جڑ سے ٹوٹ چکا ہے وہ آگ کے لائق ہے۔ اسلام کی اسی شاخ کا تعلق حضور سے قائم ہے۔ جس میں ولایت کے پھول ہوں۔ ۸؎ یعنی یہ اولیاء اللہ تاریک گھروں غیر مشہور محلوں

https://archive.org/details/@madni_library

نامعلوم بستیوں سے پیدا ہوتے رہیں گے۔شعر:۔

خاک ساران جہاں را بحقارت منگر　　　تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

یا یہ مطلب ہے کہ وہ حضرات تاریک گرد وغبار والے عقائد واعمال وشبہات سے نکل جائیں گے۔کبھی اس میں پھنسیں گے نہیں (مرقات) امام غزالی فرماتے ہیں کہ ہر عالم دین متقی، ولی اللہ ہے۔اگر متقی عالم ولی نہ ہو تو کوئی ولی ہی نہیں (مرقات) مشہور یہ ہے کہ جس سے روحانی فیوض جاری ہوں انہیں صوفیاء اولیاء کہا جاتا ہے۔جن سے شرعی فیوض جاری ہوں انہیں علماء کہتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا صَلّٰى فِي الْعَلَانِيَةِ فَاَحْسَنَ وَصَلّٰى فِي السِّرِّ فَاَحْسَنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذَا عَبْدِیْ حَقًّا ۔(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۵۰۹۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ علانیہ نماز پڑھے تو بھی اچھی اور خفیہ نماز پڑھے تو بھی اچھی تو اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ یہ میرا سچا بندہ ہے۔۱(ابن ماجہ)

(۵۰۹۱)۱یعنی اس بندے میں ریاکاری نہیں ہے یہ بندہ مخلص ہے اگر ریاکار ہوتا تو علانیہ نماز اچھی طرح پڑھتا۔خفیہ میں معمولی طرح جب یہ خفیہ میں بھی اچھی طرح پڑھتا ہے تو مخلص ہی ہے۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَكُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اَقْوَامٌ اِخْوَانُ الْعَلَانِيَةِ اَعْدَآءُ السَّرِيْرَةِ فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَالَ ذٰلِكَ بِرَغْبَةِ بَعْضِهِمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّرَهْبَةِ بَعْضِهِمْ مِّنْ بَعْضٍ(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۵۰۹۲) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایسی قومیں ہوں گی جو ظاہریت کی دوست ہوں گی اور پوشیدہ کی دشمن۱تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ یہ کیوں کر ہوگا فرمایا یہ ان کے بعض کے بعض سے رغبت اور بعض کے بعض سے ڈرنے کی وجہ سے ہوگا۲(احمد)

(۵۰۹۲)۱یعنی قریب قیامت ایسے لوگ ہوں گے جو اپنی نیکیاں علانیہ پسند کریں گے تاکہ لوگ ان کی واہ واہ کریں تنہائی میں یا تو اعمال کریں گے ہی نہیں یا کریں گے تو معمولی طریقہ سے۲یعنی ان لوگوں کے دلوں میں اللہ کا خوف اللہ سے امید نہ ہوگی یا کم ہوگی لوگوں کا خوف لوگوں سے امید ان پر غالب ہوگی۔اس فرمان عالی میں علماء، عابدین، زاہدین، سخی، مجاہد وغیرہ سب ہی داخل ہیں۔ہر عمل اخلاص سے قبول ہوتا ہے۔یہاں اشعۃ اللمعات میں ہے کہ اس میں وہ بھی داخل ہیں جو لوگوں کو ظاہری محبت کریں وہ بھی غرض کیلئے جب غرض نکل جائے دوستی بھی ختم ہو جائے۔

وَعَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى يُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَكَ ۔(رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۵۰۹۳) روایت ہے حضرت شداد ابن اوس سے کہ فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے دکھانے کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا۔اور جس نے دکھانے کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا۔جس نے دکھانے کے لیے صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔۱

(۵۰۹۳)۱شرک دو قسم کا ہے شرک جلی، شرک خفی۔شرک جلی تو کھلم کھلا شرک و بت پرستی کرنا ہے۔شرک خفی ریاکاری ہے یوں کہو کہ شرک اعتقادی تو کھلا ہوا شرک ہے اور شرک عملی ریاکاری ہے۔صوفیاء فرماتے ہیں کل ماصدك عن اللہ فهو صنمك جو تمہیں اللہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

سے روکے وہ ہی تمہارا بت ہے۔ نفس امارہ بھی بت ہے۔ اسی حدیث سے معلوم ہوا کہ روزے میں بھی ریاکاری ہوسکتی ہے۔ ہاں روزے میں ریا خالص نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے ارشاد ہے الصوم لی وانا اجزی بہ بعض لوگ روزہ رکھ کر لوگوں کے سامنے بہت کلیاں کرتے ہیں سر پر پانی ڈالتے رہتے ہیں۔ کہتے پھرتے ہیں کہ ہائے روزہ بہت لگا ہے' بڑی پیاس لگی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی روزے کی ریاء ہے اور اس حدیث میں داخل ہے۔ خیال رہے کہ ریاء کی دو قسمیں ہیں ایک ریا اصل عمل میں دوسری ریا وصف عمل میں اصل عمل میں ریا یہ ہے کہ کوئی دیکھے تو یہ نماز پڑھ لے نہ دیکھے تو نماز پڑھے ہی نہیں وصف عمل میں ریاء یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے نماز خوب اچھی طرح پڑھے تنہائی میں معمولی طرح پڑھے۔ پہلی ریا بہت بری ہے دوسری ریاء پہلی سے کم۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر:-

کلید در دوزخ است آں نماز | کہ در روئے مردم گزاری دراز

وَعَنْهُ اَنَّهٗ بَكٰى فَقِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ شَیْءٌ سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فَذَكَرْتُهٗ فَاَبْكَانِیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَتَخَوَّفُ عَلٰى اُمَّتِی الشِّرْكَ وَالشَّهْوَةَ الْخَفِيَّةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُشْرِكُ اُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ قَالَ نَعَمْ اَمَا اِنَّهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَّلَا قَمَرًا وَّلَا حَجَرًا وَّلَا وَثَنًا وَّلٰكِنْ يُّرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ اَنْ يُّصْبِحَ اَحَدُهُمْ صَائِمًا فَتَعْرِضُ لَهٗ شَهْوَةٌ مِّنْ شَهَوَاتِهٖ فَيَتْرُكُ صَوْمَهٗ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۵۰۹۴) روایت ہے انہیں سے کہ وہ روئے ان سے کہا گیا کہ کیا چیز آپ کو رلاتی ہے فرمایا وہ بات جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنی۔ وہ مجھے یاد آگئی۔ اس نے مجھے رلا دیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں اپنی امت پر شرک اور خفیہ شہوت کا خوف کرتا ہوں[۱] فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ کے بعد آپ کی امت شرک کرے گی فرمایا ہاں[۲] خیال رہے کہ وہ لوگ نہ سورج کو پوجیں گی نہ چاند کو نہ پتھر کو نہ بت کو[۳] لیکن ریاکاری کریں گے[۴] خفیہ شہوت یہ ہے ان میں سے ایک روزہ رکھے[۵] پھر اس کے سامنے اس کی خواہشات میں سے کوئی خواہش آجائے تو وہ اپنا روزہ چھوڑ دے[۶] (احمد' بیہقی' شعب الایمان)

(۵۰۹۴)[۱] اتخوف بنا ہے تخوف سے بمعنی بہت ہی ڈرنا۔ خوف عام ہے معمولی ڈر ہو یا سخت ڈر تخوف خاص ہے بہت ڈر یا تخوف وہ خوف ہے جس کی علامات ظاہر ہو چکی ہوں اور خوف میں یہ قید نہیں یعنی میں اپنی امت پر بہت ہی ڈرتا ہوں۔ یا علامات ریا دیکھ کر ڈرتا ہوں۔ اس فرمان عالی میں' الخفیہ شرک اور شہوت دونوں کی صفت معنی یہ ہے کہ میں اپنی امت پر خفیہ شرک اور خفیہ شہوت سے ڈرتا ہوں۔ خفیہ وہ شرک اور شہوت ہے جو مجاہدہ و ریاضت کرنے والوں پر بھی ظاہر نہ ہو وہ حضرات بھی اس سے دھوکہ کھا جائیں۔ صرف قوت قدسیہ والے ہی اس کی خبر رکھ سکتے ہیں (مرقات)[۲] سائل کو شبہ یہ ہوا کہ امت محمدیہ تو امت مرحومہ ہے یہ کبھی نہ بگڑے گی۔ اس لئے یہ سوال کیا بعدک سے مراد حضرات صحابہ کرام نہیں بلکہ بعد کی نسلیں ہیں۔ حضرات صحابہ کے ایمان واخلاص کی گواہی قرآن مجید واحادیث نبویہ میں دی ہے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْۤا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا (۲۶:۴۸) اور پرہیز گاری کا کلمہ ان پر لازم فرمایا اور وہ اس کے زیادہ سزاوار اور اس کے اہل تھے۔ (کنزالایمان)[۳] وثن ہر بت کو کہتے ہیں جس کی پوجا کی جائے خواہ چاند سورج ہو یا پتھر درخت وغیرہ یہاں خاص کے بعد عام کا ذکر ہے۔[۴] اس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہے: فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا (۱۱۰:۱۸) تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو

https://archive.org/details/@madni_library

شریک نہ کرے۔(کنزالایمان) اس آیت میں شرک سے مراد یہ ہی ریا کاری ہے۔اسی کو حضور انور نے شرک فرمایا بالکل حق ہے۔۵؎ یا تو روزہ رکھ لے گا یا رکھنے کی نیت کرے گا پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔۶؎ اس طرح کہ اس نے روزہ رکھ لیا ہوگا کوئی اچھے کھانے کی دعوت آگئی یا کسی نے شربت سوڈا پیش کیا تو اس کھانے شربت کی وجہ سے روزہ توڑ دیا یا روزہ کی نیت تھی کہ آج روزہ رکھوں گا مگر یہ چیزیں دیکھیں تو ارادہ بدل دیا۔محض نفسانی لذت وخواہش کیلئے کہ ایسا مزہ دار کھانا کون چھوڑے لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور نے ازواج مطہرات سے پوچھا کہ کھانا ہے عرض کیا گیا ہاں فرمایا لاؤ ہم نے تو آج روزہ رکھ لیا تھا پھر کھانا ملاحظہ فرمالیا۔کہ یہ افطار فرمالینا خواہش نفس کیلئے نہ تھا بلکہ حکم شرعی بیان کرنے کیلئے تھا کہ نفل روزہ رکھ کر توڑ دینا جائز ہے اگرچہ قضا واجب ہوگی۔حضرت ام ہانی کو حضور انور نے اپنا پس خورہ پانی دیا آپ نے پی کر پوچھا کہ حضور میرا روزہ تھا فرمایا کوئی حرج نہیں وہ روزہ توڑنا حضور کے تبرک سے برکت حاصل کرنے کیلئے تھا نہ کہ نفسانی خواہش سے لہٰذا احادیث سمجھ کر پڑھنا ضروری ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ﹰالْخُدْرِیِّ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اَلاَ اُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ اَخْوَفُ عَلَیْكُمْ عِنْدِیْ مِنَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ فَقُلْنَا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الشِّرْكُ الْخَفِیُّ اَنْ یَّقُوْمَ الرَّجُلُ فَیُصَلِّیْ فَیَزِیْدُ صَلٰوتَهٗ لِمَا یَرٰی مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ . (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۵۰۹۵) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۱؎ جبکہ ہم مسیح دجال کا تذکرہ کررہے تھے تو فرمایا کہ کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمہارے لیے مسیح دجال سے زیادہ خطرناک ہے۲؎ ہم نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ فرمایا وہ خفیہ شرک ہے یعنی یہ کہ کوئی شخص نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اپنی نماز اس لئے زیادہ کرے کہ کسی شخص کو دیکھے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔۳؎ (ابن ماجہ)

(۵۰۹۵)۱؎ دولت خانہ سے یا باہر سے مسجد نبوی شریف میں تشریف لائے نماز کا وقت تھا یا ویسے ہی حضرات صحابہ کا مجمع تھا اور اتفاقًا دجال کے خطرات کا ہم لوگ تذکرہ کررہے تھے۲؎ کیونکہ دجال کو تو کوئی شخص ہی پائے گا وہ بھی قیامت کے قریب پھر انسان اس سے بچ بھی سکے گا کہ نہ اس کے پاس جائے نہ اس کے پھندے میں پھنسے۔مگر ریا کاری کی مصیبت ہر شخص کو ہر وقت درپیش ہے۔اس لئے یہ آفت دجال سے زیادہ خطرناک ہے۳؎ یعنی اگر اکیلے میں نماز پڑھے تو تھوڑی اور ہلکی پڑھے مگر جب اسے کوئی دیکھ رہا ہو تو نوافل بہت تعداد میں پڑھے اور خوب لمبے دراز پڑھے یہ ہے وصف میں ریا جب یہ بھی شرک خفی ہوا تو اصل نماز میں ریا بہت ہی خطرناک ہے۔ہم ریاء کی یہ دو قسمیں پہلے بیان کرچکے ہیں اور یہ بھی بتاچکے ہیں کہ اصل عبادت میں ریاء زیادہ خطرناک ہے۔نماز کا ذکر مثالاً فرمایا ہر نیکی کا یہی حال ہے اس بیماری میں واعظین زیادہ مبتلا ہیں۔اکثر ہر واعظ کا خیال یہ ہوتا ہے کہ میرا وعظ سب سے اچھا رہے۔لوگ خوب واہ واہ کہیں بعض واعظین بغیر داد لئے وعظ نہیں کہہ سکتے۔اللہ تعالٰی اخلاص عطا فرمائے ریا والی عبادت گھنے ہوئے تخم کی طرح ہے جس سے پیداوار نہیں ہوتی۔

وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ

(۵۰۹۶) روایت ہے حضرت محمود ابن لبید سے۱؎ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں سے میں تم پر۲؎ خوف کرتا ہوں ان سب میں زیادہ خوفناک چیز چھوٹا شرک ہے لوگوں نے عرض کیا یا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

قَالَ الرِّيَآءُ . (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَزَادَ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْاِيْمَانِ) يَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُمْ يَوْمَ يُجَازِي الْعِبَادَ بِاَعْمَالِهِمْ اذْهَبُوْا اِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاءُوْنَ فِي الدُّنْيَا فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَآءً اَوْ خَيْرًا)

رسول اللہ چھوٹا شرک کیا ہے فرمایا ریا کاری۳؎ (احمد بیہقی نے شعب الایمان میں یہ زیادتی کی کہ اللہ تعالٰی ان سے فرمائے گا اس دن جس دن بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۴؎ کہ ان کے پاس جاؤ جنہیں تم دنیا میں اعمال دکھاتے رہے کہ کیا ان کے پاس جزا یا بھلائی پاتے ہو۵؎)

(۵۰۹۶) ۱؎ آپ انصاری ہیں اشہلی ہیں آپ کی صحابیت میں اختلاف ہے۔امام مسلم نے آپ کو تابعی مانا ہے۔امام بخاری آپ کو صحابی کہتے ہیں۔امام بخاری کا قول قوی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر صرف پانچ سال تھی۔(مرقات،اشعہ امیر علی) ۲؎ علیکم میں خطاب یا تو حضرات صحابہ کرام سے ہے یا سارے مسلمانوں سے مطلب یہ ہے کہ ہر مومن کیلئے خطرات بہت ہیں مگر ریا کا خطرہ سب سے زیادہ خطرناک ہے کہ اس سے بچنا بہت مشکل بڑے بڑے اس میں گرفتار ہو جاتے ہیں۳؎ یہ پہلی وہ حدیث ہے جس میں ریاء کو شرک اصغر فرمایا گیا ہے۔مشرک اپنی عبادات سے اپنے جھوٹے معبودوں کو راضی کرنے کی نیت کرتا ہے۔ریاء کار اپنی عبادات سے اپنے جھوٹے مقصودوں یعنی لوگوں کو راضی کرنے کی نیت کرتا ہے۔اس لئے ریاء کاری چھوٹے درجے کا شرک ہے اور اس کا یہ عمل چھوٹے درجہ کا شرک ہے۔چونکہ ریاء کار کا عقیدہ خراب نہیں ہوتا عمل وارادہ خراب ہوتا ہے اور کھلے ہوئے مشرک کا عقیدہ بھی خراب ہوتا ہے اس لئے ریاء کو چھوٹا شرک فرمایا۴؎ یعنی قیامت کے دن جب اعمال کے بدلے دیئے جانے کا وقت آئے گا تو ریاء کار بھی مخلصین کے ساتھ جزا اعمال کا انتظار کریں گے۔تب ان سے کہا جائے گا۵؎ یعنی ان مخلصین کے ٹولہ سے الگ ہو جاؤ۔جنہیں خوش کرنے کیلئے تم اعمال کرتے تھے ان سے اپنے اعمال کا بدلہ لو وہ ہی تم کو بدلہ دیں یہ فرمان عالی انتہائی غضب کے اظہار کیلئے ہوگا۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ ۨالْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَجُلاً عَمِلَ عَمَلاً فِيْ صَخْرَةٍ لَا بَابَ لَهَا وَلَا كُوَّةَ خَرَجَ عَمَلُهٗ اِلَى النَّاسِ كَائِنًا مَّا كَانَ .

(۵۰۹۷) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر کوئی شخص پتھر کی چٹان میں بیٹھ کر عمل کرے جس کا کوئی نہ دروازہ ہو نہ روزن۱؎ تو بھی اس کا عمل لوگوں تک نکل آئے گا جو عمل بھی ہو۲؎

(۵۰۹۷) ۱؎ یعنی فرض کرو کہ کوئی شخص ایسے بند غار میں نیکی کرے جس میں نہ تو دروازہ ہو کہ کوئی وہاں پہنچ سکے نہ کوئی روزن وسوراخ ہو جس سے کوئی وہاں جھانک سکے مطلب یہ ہے کہ کیسے ہی خلوت خانہ میں کیسے ہی چھپ کر عبادت کرے۲؎ اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ تم ریا کر کے ثواب کیوں برباد کرتے ہو تم اخلاص سے نیکیاں کرو خفیہ کرو اللہ تعالٰی تمہاری نیکیاں خود بخود لوگوں کو بتادے گا۔لوگوں کے دل تمہیں نیک ماننے لگیں گے یہ نہایت ہی مجرب ہے بعض لوگ خفیہ تہجد پڑھتے ہیں لوگ خواہ مخواہ انہیں تہجد خواں کہنے لگتے ہیں۔تہجد بلکہ ہر نیکی کا نور چہرے پر نمودار ہو جاتا ہے۔جس کا دن رات مشاہدہ ہو رہا ہے لوگ خواہ مخواہ حضور غوث پاک خواجہ اجمیری کو ولی کہتے ہیں کیوں رب تعالٰی کہلوا رہا ہے۔یہ ہے اس فرمان عالی کا ظہور۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ سَرِيْرَةٌ صَالِحَةٌ اَوْ

(۵۰۹۸) روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی جو سیرت ہوگی اچھی یا بری اللہ

https://archive.org/details/@madni_library

سَيِّئَةٌ اَظْهَرَ اللّٰهُ مِنْهَا رِدَاءً يُعْرَفُ بِهٖ ۔ تعالٰی اس کی علامت ظاہر فرمائے گا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

(۵۰۹۸)۱یہ حدیث ابھی گزری ہوئی حدیث کی شرح ہے اس کا مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ نیک اعمال کا نور چہرہ پر ظاہر ہوتا ہے۔رب تعالٰی فرماتا ہے: سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (۴۸؍۲۹) ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے۔ (کنزالایمان) تجربہ تو یہ ہے کہ خوف خدا عشق جناب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم دل میں ہو تو چہرہ اور ہی طرح کا ہو جاتا ہے۔بعض بزرگوں کے چہرے دیکھ کر کافر مسلمان ہو گئے اور گنہگاروں نے صرف چہرہ دیکھ کر گناہوں سے توبہ کر لی۔متقی بن گئے۔ آخرت میں تو نیک و بد اعمال چہرہ سے ظاہر ہو ہی جائیں گے۔کچھ دنیا میں بھی ظہور ہو جاتا ہے بعض بدکاروں کا منہ کالا ہو جاتا ہے۔

وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰى هٰذِهِ الْاُمَّةِ كُلَّ مُنَافِقٍ يَتَكَلَّمُ بِالْحِكْمَةِ وَيَعْمَلُ بِالْجَوْرِ ۔ (رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۵۰۹۹) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا میں اس امت پر ہر اس منافق سے ڈرتا ہوں جو باتیں حکمت کی کرے گا اور عمل ظلم کے۱ان تینوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت فرمایا۔

(۵۰۹۸)۱یعنی قیامت تک میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے۔جن کے قول اور قسم کے ہوں گے عمل اور طرح کے۔قول نہایت ہی اچھے ہوں گے۔عمل نہایت برے۔لوگ ان کی خوش گفتاری سے دھوکہ کھا کر ان کے جال میں پھنس جایا کریں گے۔چونکہ اُن کے قول و فعل میں مطابقت نہ ہوگی اس لئے انہیں منافق فرمایا یعنی منافق عملی رب تعالٰی ہمارے علماء وواعظین کو اور ہم سب کو نیک اعمال کی توفیق دے۔

وَعَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ حَبِيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّيْ لَسْتُ كُلَّ كَلَامِ الْحَكِيْمِ اَتَقَبَّلُ وَلٰكِنِّيْ اَتَقَبَّلُ هَمَّهٗ وَهَوَاهُ فَاِنْ كَانَ هَمُّهٗ وَهَوَاهُ فِيْ طَاعَتِيْ جَعَلْتُ صَمْتَهٗ حَمْدًا لِّيْ وَوَقَارًا وَّاِنْ لَّمْ يَتَكَلَّمْ ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۵۱۰۰) روایت ہے حضرت مہاجر ابن حبیب سے۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ میں حکمت والے کا ہر کلام قبول نہیں کرتا لیکن میں اس کا ارادہ اس کی خواہش قبول کرتا ہوں۲ تو اگر اس کا ارادہ اور اس کی خواہش میری فرمانبرداری میں ہو تو اس کی خاموشی کو بھی اپنی حمد اور وقار بنا دیتا ہوں اگرچہ کچھ نہ بولے۳ (دارمی)

(۵۱۰۰)۱مہاجر بن حبیب غالبًا صحابی ہیں اور یہ حدیث مرسل نہیں مگر آپ کے حالات قطعًا معلوم نہ ہو سکے حتی کہ صاحب مشکوٰۃ نے آپ کا ذکر نہ کیا اپنی کتاب الاکمال میں۔۲یعنی ہماری بارگاہ میں الفاظ مقبول نہیں نیت وارادہ قبول ہے الفاظ بغیر اخلاص ایسے ہیں جیسے بادام بغیر مغز یا درخت بغیر پھل یعنی محض بے کار۔مولانا فرماتے ہیں۔شعر:-

مابروں رانگریم وقال را ما دروں را بنگریم وحال را

قال را بگزار مرد حال شو زیر پائے کاملے پامال شو

۳یعنی اخلاص والے کی خاموشی بھی عبادت ہے حمد الٰہی ہے۔اس خاموشی سے لوگوں کو فیض پہنچ جاتا ہے۔بغیر اخلاص کی گفتگو بھی بے کار ہے۔ہمارے ہاں پنجاب میں ایک مولانا یار محمد صاحب بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا کہ آج ہم نے چپ کا وعظ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کرنا ہے یہ کہہ کر خاموش ہوگئے۔ دس منٹ کے بعد لوگوں میں جوش پھیل گیا۔ بعض لوگوں کوغشی بے ہوشی طاری ہوگئی۔ اگر زیادہ دیر یہ سلسلہ جاری رہتا تو خطرہ تھا کہ بعض لوگوں کی موت واقع ہو جائے یہ ہے خاموشی والی عبادت بعض بزرگ مراقبہ میں فیض دے دیتے ہیں۔ غرضکہ مصرع

خموشی معنی دارد کہ درگفتن نمی آید

بعض لوگ چیخ چیخ کر گلا پھاڑ لیتے ہیں کوئی اثر نہیں ہوتا۔

بَابُ الْبُكَآءِ وَالْخَوْفِ
رونے اور ڈرنے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

بکا بغیر ہمزہ کے بمعنی آنسو ہوتا ہے اور بکاء ہمزہ کے ساتھ بمعنی رونا۔ ابکاءٌ باب افعال سے بمعنی کسی دوسرے کو رلانا۔ رونا بہت قسم کا ہے غم سے رونا بہت خوشی سے رونا۔ عشق رسول یا عشق الٰہی میں رونا۔ ڈر سے رونا یہاں آخری رونا مراد ہے یعنی اللہ تعالٰی کے عذاب کے خوف سے رونا اسی لئے رونے کے ساتھ ڈر کا ذکر فرمایا اپنے حال زار پر رونا بھی اسی آخری رونے میں داخل ہے۔ یہ رونا اللہ کی بڑی رحمت ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر:-

از پس ہر گریہ آخر خندہ ایست
مرد آخر میں مبارک بندہ زیست

باش چوں وولاب دائم چشم تر
تادروں صحن تو روید خضر

تانہ گرید طفل کے جوشد لبن
تانہ گریدی ابر کے خندو چمن

اللہ تعالٰی تڑپنے پھڑکنے اپنے خوف سے رونے کی توفیق دے۔ بادل روتا ہے چمن ہنستا ہے بچہ روتا ہے تو ماں کے پستان میں دودھ جوش مارتا ہے۔ ہمیشہ آنکھوں کے پانی سے ایمان کے کھیت کو سینچو تاکہ یہ باغ ہرا بھرا رہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوالْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا وَّلَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۱۰۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں[1] تو تم روتے زیادہ اور ہنستے کم[2] (بخاری)

(۵۱۰۱)[1] یعنی قیامت کے خوف دہشت دوزخ کے عذاب اللہ تعالٰی کی پکڑ عالم غیب کے اسرار جتنے مجھے معلوم ہیں تم کو ان کا لاکھواں حصہ بھی حاصل نہیں۔ نیز تم کو جس قدر علم ہے وہ ہم سے سن کر ہے ہم کو علم ہے دیکھ کر اور دیکھے سنے علم میں فرق ہے[2] یعنی اگر تم کو وہ چیزیں معلوم ہوجائیں یا تو تم ہنسنا بھول ہی جاؤ یا ہنسو بہت کم اور ڈرو بہت زیادہ تم پر خوف کا غلبہ ہو جائے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ساری مخلوق کا علم حضور کے علم کے سامنے ایسا ہے جیسے سمندر کے آگے قطرہ کیونکہ لوتعلمون میں سارے صحابہ سے خطاب ہے دوسرے یہ کہ حضور کے قلب پاک کو اللہ تعالٰی نے بڑی برداشت کی طاقت دی ہے کہ اس قدر عذاب وغیرہ جانتے بلکہ دیکھتے ہوئے بھی اپنے کو سنبھالے ہوئے ہیں لوگوں سے تعلقات بھی رکھتے ہیں سب سے ہنستے بولتے بھی ہیں۔ ہم لوگ تو تارک الدنیا ہو جاتے

https://archive.org/details/@madni_library

ہیں۔رب تعالٰی فرماتا ہے کہ اگر ہم قرآن مجید پہاڑ پر اتارتے تو وہ بھی اللہ کی ہیبت سے پھٹ جاتا جس سے معلوم ہوا کہ حضور انور کا دل پہاڑ سے زیادہ قوی ہے

وَعَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِيَّةِ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۱۰۲) روایت ہے جناب ام العلاء انصاریہ سے[۱] فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی قسم میں نہیں جانتا حالانکہ میں رسول اللہ ہوں کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا[۲] (بخاری)

(۵۱۰۲)[۱] آپ صحابیہ ہیں۔حضرت خارجہ ابن زید ابن ثابت کی والدہ ہیں یعنی زید ابن ثابت کی بیوی۔حضور انور کو آپ سے بہت محبت تھی[۲] یعنی مجھے خبر نہیں کہ دنیا و آخرت میں رب تعالٰی میرے ساتھ کیا معاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا اس حدیث کے متعلق محدثین کے بہت قول ہیں۔حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اور وہ آیت ما ادری ما یفعل بی ولا بکم (۹:۴۶) منسوخ ہیں اس آیت سے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ (۴۸:۲) تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے۔(کنزالایمان) بعض چیزیں قابل نسخ ہوتی ہیں۔(مرقات) فقیر کے نزدیک وہ آیت یہ حدیث منسوخ نہیں یہاں علم کی نفی نہیں درایت کی نفی ہے۔درایت کہتے ہیں کوئی چیز اپنے قیاس انکل اندازے سے معلوم کرنا علم عام ہے۔مطلب یہ ہے کہ میں باوجود یہ کہ نبی ہوں اور نبی کی عقل تمام جہان سے زیادہ ہوتی ہے مگر اپنے یا دوسروں کا انجام میں بھی عقل وقیاس سے معلوم نہیں کرسکتا بلکہ مجھے یہ علم وحی الٰہی سے ہے اس لئے اس آیت کے آخر میں ہے اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَیَّ (۶:۵۰) میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے۔(کنزالایمان) لہٰذا یہ حدیث دوسری آیات واحادیث کے خلاف نہیں حضور فرماتے ہیں' میں اولاد آدم کا سردار ہوں حمد کا جھنڈا قیامت میں میرے ہاتھ ہوگا میں گنہگاروں کی شفاعت کروں گا یا کہ حسن وحسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔ابوبکر وعمر جنتی ہیں وغیرہ حضور تا قیامت ہر جنتی و دوزخی کو جانتے پہچانتے ہیں۔وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲:۱۴۳) اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ۔(کنزالایمان) خیال رہے کہ حضرت ام العلاء نے حضرت عثمان ابن مظعون کی وفات پر فرمایا تھا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ تم جنتی ہو اس پر یہ ارشاد عالی ہوا تھا کہ تم محض اپنی عقل سے کیوں یہ کہہ رہی ہو یہ بات تو میں بھی عقل سے نہیں جان سکتا لہٰذا حدیث واضح ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَى النَّارُ فَرَأَيْتُ فِيْهَا امْرَاَةً مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ تُعَذَّبُ فِیْ هِرَّةٍ لَّهَا رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَلَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَا تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خُشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا وَّرَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ عَامِرِ نِالْخُزَاعِیَّ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِی النَّارِ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۱۰۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھ پر آگ پیش کی گئی[۱] تو میں نے اس میں بنی اسرائیل کی ایک عورت کو دیکھا جو اپنی ایک بلی کی وجہ سے عذاب دی جارہی ہے[۲] جسے اس نے باندھ دیا تھا کہ نہ اسے کھلایا نہ چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے کھالیتی حتی کہ بھوک سے مر گئی[۳] اور میں نے عمرو ابن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ آگ میں انتڑیاں گھسیٹ رہا تھا یہ پہلا وہ شخص ہے جس نے سائبہ جانور ایجاد کیئے[۴] (مسلم)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۵۱۰۳)۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ شب معراج کا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت دوزخ کی سیر فرمائی اور ہر جگہ کے لوگ ملاحظہ کئے۔ ممکن ہے کہ کسی خواب کا واقعہ ہو مگر پہلا احتمال قوی ہے۔۲؎ یہ عورت بنی اسرائیل کی مومنہ تھی کافرہ نہ تھی اسے اس گناہ کی وجہ سے یہ عذاب ہو رہا تھا(مرقات) معلوم ہوا کہ مومن کو بھی بعض گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو جائے گا حدیث شریف میں ہے کہ چغل خور اور پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے والے کو عذاب قبر ہوگا۔۳؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ جانوروں پر ظلم بھی عذاب کا باعث ہے۔ ان کا حق بھی ضرور ادا کرنا چاہئے تو جو انسان خصوصاً مسلمان پر ظلم کریں وہ کیسی سزا کے مستحق ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ آئندہ واقعات کو بھی دیکھتی ہے۔ مجرموں کا دوزخ میں جانا قیامت کے بعد ہوگا مگر حضور انور نے آج ہی ملاحظہ فرمالیا۔ حضور نے اس رات جنت میں جاتے ہوئے اپنے آگے حضرت بلال کی جوتوں کی آہٹ سنی یہ آہٹ آج کی نہ تھی بلکہ بعد قیامت جب جنت میں حضور داخل ہوں گے تب حضرت ہٹو بچو کرتے آگے ہوں گے وہ آہٹ حضور آج سن رہے ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور لوگوں کے اعمال پر مطلع ہیں کہ کون کیا کرتا ہے۔۴؎ عمرو ابن عامر قبیلہ بنی خزاعہ کا ایک شخص تھا جس نے عرب میں بت پرستی اور بتوں کے نام پر جانور چھوڑنا ایجاد کیا اسے بھی حضور انور نے اسی عذاب میں گرفتار دیکھا۔ سائبہ وہ اونٹنی جو بتوں کے نام چھوڑ دی جائے اس پر کوئی سواری نہ کرے وہ جہاں چاہے چرتی پھرے۔ کوئی اسے روک ٹوک نہ کرے جیسے ہندوؤں کے سانڈ بجار بعض روایات میں عمرو ابن لحی آیا ہے ہوسکتا ہے کہ عامر اس کے باپ کا نام ہو اور لحی اس کے دادا کا نام لہٰذا حدیثوں میں تعارض نہیں (اشعہ) حضور انور نے اس کو آگ میں جلتے نماز کسوف میں بھی دیکھا ہے۔

وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا يَوْمًا فَزِعًا يَقُوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْيَوْمَ مِنْ رَدْمِ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلُ هٰذِهٖ وَحَلَّقَ بِاِصْبَعَيْهِ الْاِبْهَامِ وَالَّتِيْ تَلِيْهَا قَالَتْ زَيْنَبُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَنَهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ اِذَا كَثُرَ الْخَبَثُ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۱۰۴) روایت ہے حضرت زینب بنت جحش سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ان کے پاس گھبراہٹ میں تشریف لائے فرماتے تھے لاالٰہ الا اللہ عرب کی خرابی ہے اس شر سے جو قریب آگئی۱؎ آج یاجوج ماجوج کی دیوار سے اس کی برابر کھل گئی۲؎ اور اپنے انگوٹھے اور اس سے ملی ہوئی انگلی کا حلقہ بنالیا۔ جناب زینب فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم ہلاک کردیئے جائیں گے۔ حالانکہ ہم میں نیک لوگ ہوں۳؎ فرمایا ہاں جب کہ خباثت بڑھ جائے۴؎ (مسلم بخاری)

(۵۱۰۴)۱؎ اس شر سے مراد وہ جنگیں اور فتنے ہیں جو حضور انور بلکہ عہد فاروقی کے بعد عرب میں ظاہر ہوئے۔ حضور نے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ حضور کی یہ گھبراہٹ ان لوگوں پر شفقت کی وجہ سے تھی (اشعہ)۲؎ یہ دوسری آفت کی خبر ہے دیوار سے مراد وہ آہنی دیوار ہے جو سکندر ذوالقرنین نے قوم یاجوج ماجوج کو بند کرنے کیلئے دو پہاڑوں کے درمیان بنائی تاکہ وہ لوگ اس دنیا میں نہ آسکیں یاجوج ماجوج کافر انسان ہیں جو بہت قوی بڑی جسامت والے قد آور ہیں۔ قریب قیامت یہ دیوار گرے گی اور یاجوج ماجوج اس سے نکل کر اس دنیا میں آکر آفت ڈھادیں گے اس دیوار میں یہ سوراخ ہو جانا اس کے گرنے کے قرب کو بتانا ہے یہ بھی علامت قیامت ہے۔ اس سے پتا لگا کہ حضور کی نظر سارے جہان پر ہے کہ مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے یاجوج ماجوج کی دیوار اس کا سوراخ ملاحظہ فرما

https://archive.org/details/@madni_library

رہے ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد چنگیزی ترکوں کا نکلنا ہے دنیا خصوصاً اہل عراق کا ان کے ہاتھوں ہلاک ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ (اشعہ) مگر پہلے معنی قوی تر ہیں۳ یہ سوال پہلے فرمان کے متعلق ہے کہ حضور نے فرمایا کہ شر قریب آ گئی۔ سوال کا مقصد یہ ہے کہ ہم اہل عرب میں مومنین صالحین ہیں اور رہیں گے تو کیا ان کے ہوتے ہوئے عرب میں یہ شر پھیل جائے گی۴ یعنی جب مسلمانوں میں فسق وفجور عام ہو جائے تو نیک بندوں کی موجودگی انہیں ان آفات سے بچا نہ سکے گی۔ کبھی نیک لوگوں کی نیکی بروں کو عذاب سے بچالیتی ہے اور کبھی بروں کی کثرت نیکوں کو عذاب میں گرفتار کردیتی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ عَامِرٍ اَوْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَيَكُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ يَّسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَالْحَرِيْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ اَقْوَامٌ اِلٰى جَنْبِ عِلْمٍ يَرُوْحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَّهُمْ يَاْتِيْهِمْ رَجُلٌ لِحَاجَةٍ فَيَقُوْلُوْنَ ارْجِعْ اِلَيْنَا غَدًا فَيُبَيِّتُهُمُ اللّٰهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ اٰخَرِيْنَ قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِیْ بَعْضِ نُسَخِ الْمَصَابِيْحِ اَلْحِرِ بِالْحَاءِ وَالرَّاءِ الْمُهْمَلَتَيْنِ وَهُوَ تَصْحِيْفٌ وَّاِنَّمَا هُوَ بِالْخَاءِ وَالزَّاءِ الْمُعْجَمَتَيْنِ نَصَّ عَلَيْهِ الْحُمَيْدِیُّ وَّابْنُ الْاَثِيْرِ فِیْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَفِیْ كِتَابِ الْحُمَيْدِیِّ عَنِ الْبُخَارِیِّ وَكَذَا فِیْ شَرْحِهٖ لِلْخَطَّابِیِّ تَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَةٌ لَّهُمْ يَاْتِيْهِمْ لِحَاجَةٍ)

(۵۱۰۵) روایت ہے ابو عامر سے یا ابو مالک اشعری سے۱ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں قومیں ہوں گی جو موٹے پتلے ریشم۲ اور شراب باجوں کو حلال سمجھ لیں گی۳ اور کچھ قومیں ایک پہاڑی کے برابر اتریں گی جب ان پر ان کے جانور آئیں گے۴ ان کے پاس ایک شخص کسی کام کیلئے آئے گا وہ کہیں گے ہمارے پاس کل لوٹ کر آنا۵ پھر اللہ انہیں رات میں ہلاک کردے گا اور پہاڑ گرادے گا۶ اور دوسروں کو بندر سوروں میں مسخ کردے گا۷ قیامت کے دن تک ۸ (بخاری) اور مصابیح کے بعض نسخوں میں ہے' حر' ہے بے نقطہ ہے اور رے سے۹ یہ غلط ہے وہ خ اور ز نقطہ والے سے ہے اس کی اسی حدیث میں حمیدی اور ابن اثیر نے تصریح کی اور کتاب حمیدی میں ہے۱۰ بخاری سے اور یوں ہی خطابی نے شرح بخاری میں کہا تَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَةٌ لَّهُمْ يَاْتِيْهِمْ لِحَاجَةٍ ۱۱

(۵۱۰۵)۱ ابو عامر اشعری حضرت ابوموسیٰ اشعری کے چچا ہیں' صحابی ہیں' غزوۂ حنین میں شہید ہوئے اور ابو مالک اشجعی بھی کہتے ہیں یہ بھی صحابی ہیں چونکہ سارے صحابہ عادل ہیں اس لئے ان کے نام میں تردد سے حدیث کی صحت پر اثر نہیں پڑتا۲ خز موٹا ریشم' حریر باریک ریشم مرد کیلئے دونوں حرام ہیں۳ معازف بنا ہے عزف سے بمعنی جنات کی یا ہوا کی آواز اصطلاح میں باجوں کی آواز کو یا اس آواز کو جس کے ذریعہ سے انسانی آواز کو اچھا بنایا جائے معازف یا ملاہی کہتے ہیں یعنی میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ جو ان محرمات کو حلال ہی جان لیں گے یا بے دھڑک استعمال کریں گے یا ان چیزوں کی حلت کیلئے تاویلیں کریں گے کہ ریشم اگر جسم سے متصل ہو تو حرام ہے ورنہ نہیں ہم نے کرتا سوتی پہنا ہے اوپر سے اچکن ریشمی ہے۔ یا کہیں گے کہ باجے وغیرہ قوالی میں حلال ہیں مجازی عشق کیلئے باجے حرام ہیں۔ ہم تو اللہ رسول کے عشق کیلئے سنتے ہیں وغیرہ (مرقات)۴ یعنی یہ لوگ بڑے امیر ہوں گے پہاڑوں پر اپنی کوٹھیاں بنائیں گے ان کے پاس بہت نوکر جانور ہوں گے ان کے نوکر ان کے جانور چرا کر شام کو واپس لایا کریں گے۔۵ یعنی یہ لوگ نکمے اور کنجوس وبخیل ہوں گے کہ ان کے پاس کوئی حاجت مند اپنی حاجت کیلئے آئے گا تو اسے ٹالنے کیلئے کہہ دیں گے کہ کل آنا۶ یعنی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

رات میں ان پر غیبی آواز آجائے گی جس سے ان کے بعض لوگ ہلاک ہوجائیں گے اور بعض پر یہ ہی پہاڑ گر پڑے گا جس سے دب کر یہ لوگ ہلاک ہوجائیں گے اور بعض کا وہ حال ہوگا جو آگے مذکور ہے۔غرض یہ کہ یہ لوگ تین حصہ ہوکر عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔ ۷اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی امت کے کچھ لوگوں پر قریب قیامت غیبی عذاب بھی آئیں گے اور کچھ لوگ بندر سور بھی بنیں گے جہاں ارشاد ہے کہ اس امت پر عذاب نہ آئے گا وہاں عام عذاب مراد ہے۸اس لفظ کے تین مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہ لوگ روز قیامت تک اس عذاب میں مبتلا رہیں گے یہ عذاب عارضی نہ ہوگا دائمی ہوگا یعنی اس کا تعلق مسخ سے نہیں عذاب سے ہے۔دوسرے یہ کہ وہ لوگ قیامت کے دن اسی مسخ شدہ صورت میں اٹھیں گے۔بندروں سوروں کی شکل میں یا قیامت سے مراد ان کی موت کا دن ہے کہ موت بھی ایک طرح کی قیامت ہی ہے یعنی وہ لوگ مرتے دم تک بندر سور رہیں گے۔لہٰذا حدیث ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ لوگ قیامت تک زندہ رہیں اور بندر سور بنے رہیں گے۹حر ح کے کسرہ اور ر کے سکون سے بمعنی فرج یعنی زنا کو حلال سمجھ لیں گے کہ بے دھڑک زنا کریں گے ان کے نزدیک زنا عیب ہی نہ ہوگا۱۰مگر شیخ ابن حجر نے فرمایا کہ بخاری کے بعض نسخوں میں حرح کے کسرہ اور ر کے سکون سے ہے معلوم ہوا کہ دونوں لفظ حدیث میں وارد ہیں (اشعہ) آج کل یہ عیوب مسلمانوں کے امیر گھرانوں میں پہنچ رہے ہیں۔۱۱یعنی اس روایت میں بسارحۃ ب کے ساتھ نہیں ہے صرف سارحۃ ہے مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا۔سارحۃ وہ جانور جو جنگل میں چرنے جائیں۔یہاں بھی یاتیہم کا فاعل رجلٌ محتاج ہے مطلب وہ ہی ہے کہ ان کے پاس کوئی محتاج آدمی اپنی حاجت لے کر آئے۔اس حدیث میں اس قوم کی تین صفات بیان ہوئیں۔وہ بنگلوں کوٹھیوں کے مالک ہوں گے۔ان کے پاس دودھ وغیرہ کے جانور بہت ہوں گے جنہیں جنگل میں چرانے کیلئے ان کے نوکر چاکر لے جایا کریں گے وہ بڑے بخیل و کنجوس ہوں گے۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا اَصَابَ الْعَذَابَ مَنْ كَانَ فِيْهِمْ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى اَعْمَالِهِمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۱۰۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ کسی قوم پر عذاب اتارتا ہے اللہ سب پر عذاب بھیج دیتا ہے جو ان میں ہوں۱پھر اپنے اعمال پر اٹھائے جائیں گے۲(مسلم بخاری)

(۵۱۰۶)۱یعنی جب کسی قوم پر عذاب آتا ہے تو صرف گنہگاروں پر ہی نہیں آتا بلکہ گنہگار نیک کار جو بھی وہاں ہوں سب پر آتا ہے جب چکی چلتی ہے تو گندم اور اس میں رہنے والے گھن سب کو ہی پیس ڈالتی ہے۔خیال رہے کہ یہ قانون کلی نہیں ہے کبھی نیکوں کو بچا بھی لیا جاتا ہے۔کبھی وہاں سے نیکوں کو نکال لیا جاتا ہے۔ربّ فرماتا ہے:فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۵۱:۳۵) تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لیے۔(کنزالایمان)۲یعنی ان بے قصور نیک لوگوں کو کل قیامت میں اس تکلیف کی جزا دے دی جائے گی جو انہیں بے قصور پہنچ گئی۔جیسے باغیوں کی بستیوں پر حکومت بمباری کرے جس سے حکومت کے وفاداروں کے مکانات جائیداد بھی تباہ ہوجائیں تو انہیں ان کا معاوضہ دے دیا جاتا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبْعَثُ كُلُّ عَبْدٍ عَلٰى مَامَاتَ عَلَيْهِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۱۰۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بندہ اس پر اٹھایا جائے گا جس پر مرے گا۱(مسلم)

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۱۰۷)۱؎ یعنی اعتبار خاتمہ کا ہے اگر کوئی کفر پر مرے تو کفر پر ہی اٹھے گا۔ اگرچہ زندگی میں مؤمن رہا ہو۔ اور اگر ایمان پر مرے تو ایمان پر اٹھے گا۔ اگرچہ زندگی میں کافر رہا ہو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان جو مشغلہ زندگی میں کرے گا۔ اسی پر انشاءاللہ مرے گا۔ اسی پر اٹھے گا۔ انشاءاللہ ذاکرین ذکر الٰہی کرتے ہوئے اٹھیں گے۔ شاغلین یار کے شغل میں واصلین وصال میں۔ کاملین کمال میں۔ حتی کہ بلال اذان دیتے ہوئے اٹھیں گے اللہ تعالٰی زندگی میں اچھا شغل عطا کرے اسی پر موت دے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَیْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا .(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۵۱۰۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے دوزخ کی طرف نہ دیکھا جس سے بھاگنے والا سو رہا ہے اور نہ جنت کی مثل جس کا طلبگار سو رہا ہے۱؎ (ترمذی)

(۵۱۰۸)۱؎ یہ فرمان عالی اظہار تعجب کیلئے ہے کہ دوزخ بڑی ہی خطرناک چیز ہے مگر لوگ اس سے بچنے کی فکر نہیں کرتے صرف منہ سے خوف کا اظہار کرتے ہیں۔ جنت بڑی ہی اعلٰی نعمت ہے مگر لوگ اس کے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے صرف زبانی رغبت ہی کرتے ہیں اس بیماری میں ہم سب ہی گرفتار ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحُقَّ لَهَا اَنْ تَاَطَّ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا فِیْهَا مَوْضَعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَّاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِّلّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَكَیْتُمْ كَثِیْرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَی الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجَارُوْنَ اِلَی اللّٰهِ قَالَ اَبُوْذَرٍّ یَالَیْتَنِیْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ .

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۵۱۰۹) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں' فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۱؎ آسمان چرچرا رہا ہے اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے۲؎ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ نہ آسمانوں میں چار انگل جگہ مگر فرشتہ وہاں اپنی پیشانی رکھے ہوئے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے۳؎ اللہ کی قسم اگر تم وہ چیزیں جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم ہنستے تھوڑا روتے بہت اور بیویوں سے بستروں پر لذت حاصل نہ کرتے۴؎ اور اللہ کی پناہ لیتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاتے۵؎ ابوذر کہنے لگے ہائے کاش کہ میں درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۶؎ (احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

(۵۱۰۹)۱؎ معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ غیبی چیزیں دیکھتی ہے۔ اور حضور کے کان غیب کی آوازیں سنتے ہیں جس نگاہ سے اللہ تعالٰی نہ چھپا اس سے اور کیا چیز چھپے گی۔ شعر:-

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پر کروروں درود

مالا ترون میں ما عام ہے ہر غیبی چیز حضور پر ظاہر ہے۔۲؎ اطت بنا ہے اطیط سے اطیط کے معنی چرچرانا بھی ہے اور رونا بھی اور مطلقاً آواز بھی یہاں تینوں معنی بن سکتے ہیں فرشتوں کے بوجھ سے چرچرانا جیسے اونٹ کا بھرا ہوا پالان بوجھ سے چرچر کرتا ہے یا خوف الٰہی میں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

روتا ہے فرشتوں کی تسبیح تہلیل سن کر یا خود اللہ کا ذکر اس کی تسبیح وتہلیل کرتا ہے فرشتوں کے ساتھ (مرقات، اشعہ) غرض کہ آسمان آواز ضرور کررہا ہے اس لئے اس کیلئے سننا فرمایا گیا کہ وہ سننا جو تم نہیں سنتے آسمان کی یہ آواز میں سن رہا ہوں۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں سجدہ کرنے والے فرشتوں کی کثرت کا ذکر ہے کہ آسمان کا ایک چپہ فرشتے کی پیشانی سے خالی نہیں۔ رکوع، قیام، قعود والے فرشتے ان کے سواء ہیں۔ رب تعالٰی نے فرشتوں کا قول نقل فرمایا: مَامِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (۱۶۴،۳۷) اور فرشتے کہتے ہیں ہم میں ہر ایک کا ایک مقام معلوم ہے۔ (کنزالایمان) سجدہ والوں کی جگہ اور ہے رکوع، قیام والوں کی جگہ اور۔ ۴؎ اس سے حضور کے تحمل و برداشت کا پتا لگتا ہے کہ حضور یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے پھر بھی دنیا و دین دونوں سنبھالے ہوئے ہیں۔ ۵؎ صعدات جمع ہے صعید کی۔ بمعنی زمین کی ظاہر مٹی اس سے مراد ہے جنگل جہاں سبزہ زمین اور مٹی ہی ہوتی ہے مکان، پہاڑ وغیرہ نہیں ہوتے یعنی تم خوف وڈر کی وجہ سے آبادیوں میں رہنا آرام کرنا بھول جاتے جنگلوں میں چیختے روتے پھرتے منزلیں بہت بھاری ہیں۔ ۶؎ یہ دردناک تمنا راوی حدیث حضرت ابوذر کی ہے بعض صحابہ فرماتے تھے کہ کاش میں جانور ہوتا جسے ذبح کرکے کھالیا جاتا بعض فرماتے تھے کاش میں چڑیا ہوتا کہ جہاں چاہتا بیٹھتا مطلب یہ ہے کہ میں انسان نہ ہوتا جو احکام کے مکلف ہیں اور گناہ کرتے ہیں یہ ان لوگوں کا خوف ہے جن کے جنتی ہونے کی خبر قرآن کریم اور صاحب قرآن نے دیدی ہے اب سوچو کہ ہم کس شمار میں ہیں یہ بات ہے کہ جتنا قرب زیادہ اتنا ہی زیادہ خوف اللہ اپنا خوف عطا کرے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ غَالِيَةٌ اَلَا اِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْجَنَّةُ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۵۱۱۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو ڈرتا ہے وہ اندھیرے اٹھتا ہے جو اندھیرے اٹھتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے ۱؎ خبردار اللہ کا سودا مہنگا ہے اللہ کا سودا جنت ہے ۲؎ (ترمذی)

(۵۱۱۰) ۱؎ یعنی جو دشمن کے شب خون مارنے کا اندیشہ کرتا ہے وہ جنگل میں رات غفلت سے نہیں گزارتا ورنہ مارا جاتا ہے لٹ جاتا ہے شیطان شب خون مارنے والا دشمن ہے ہم دنیا میں راہ آخرت طے کرنے والے مسافر ہیں امان کی دولت ہمارے پاس ہے۔ یہاں غفلت نہ کرو ورنہ لٹ جاؤ گے ۲؎ اس فرمان عالی میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (۱۱۱،۹) بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس کے بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔ (کنزالایمان) جنت سودا ہے رب تعالٰی فروخت فرمانے والا ہے ہم خریدار ہیں۔ ہمارے مال جان اس سودے کی قیمت ہے۔ اس کا عکس یہ ہے کہ اللہ تعالٰی خریدار ہے ہمارے جان و مال سودے ہیں جنت اس کی قیمت ہے۔ اگر جان دے کر بھی یہ سودا مل جائے تو سستا ہے مگر ہمارا حال یہ ہے شعر:-

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں ہاتھ ہی اپنا خالی ہے

اللہ تعالٰی ہم محتاجوں کو اپنے محبوب کے نام کی خیرات دے دے فقیروں بھکاریوں سے قیمت نہیں مانگی جاتی اس پر ہر کرم کریمانہ ہوتا ہے۔ شعر:-

چہ باشد کہ مشتے گدایان خیل
بیایند دار السلام از طفیل

یعنی یارسول اللہ اگر ہم جیسے مٹھی بھر فقیر آپ کے طفیل جنت میں پہنچ جائیں تو آپ کا کیا بگڑتا ہے ہمارا بھلا ہو جائے گا۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ جَلَّ ذِكْرُهٗ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِيْ يَوْمًا اَوْخَافَنِيْ فِيْ مَقَامٍ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

(۵۱۱۱) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ اللہ تعالٰی فرمائے گا کہ اسے آگ سے نکال لو جس نے مجھے ایک دن یاد کیا ہو یا ایک دن مجھ سے خوف کیا ہو[1]
(ترمذی، بیہقی کتاب البعث والنشور)

(۵۱۱۱)[1] مَنْ سے مراد مسلمان مخلص ہے اور خوف سے مراد دل کا ڈر ہے اس کے عمل کے ہے یعنی جو مسلمان عمر بھر میں ایک بار بھی مجھ سے ڈرا ہو اور ڈر کر گناہ سے توبہ کرلی ہو یا جسے ایک بار بھی گناہ کرتے وقت یاد آ گیا ہوں اور اس یاد کی وجہ سے وہ گناہ سے باز رہا ہو اسے دوزخ سے نکال لو یا بچالو یہ فرمان عالی اس آیت شریفہ کی تفسیر ہوسکتی ہے۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (۷۹: ۴۰،۴۱) اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے۔ (کنزالایمان)۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَيَسْرِقُوْنَ قَالَ لَا يَا ابْنَتَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَيَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۵۱۱۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کریمہ کے متعلق پوچھا کہ وہ لوگ کہ جو کچھ کریں ان کے دل ڈرتے ہیں کیا وہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں[1] فرمایا نہیں اے صدیق کی بیٹی[2] لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے نمازیں پڑھتے اور صدقات دیتے ہیں اور وہ ڈرتے ہیں کہ ان کا عمل قبول نہ ہو[3] یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں[4] (ترمذی، ابن ماجہ)

(۵۱۱۲)[1] یؤتون ایتان سے بھی بن سکتا ہے بمعنی آنا، لانا، کرنا اور ایتاء سے بھی بمعنی دینا خیرات کرنا حضرت ام المومنین کا یہ سوال شریف اسی بنا پر ہے کہ وہ یوتون کو ایتان سے بنارہی ہیں اور مطلب یہ قرار دیتی ہیں کہ وہ لوگ جو کرتے ہیں کام رب سے ڈرتے ہوئے کام سے برے کام مراد لیتی ہیں (لمعات) یعنی جو برے کام کرتے ہیں رب سے ڈرتے ہوئے لہذا خوف خدا گناہ کے وقت چاہیے[2] جواب شریف کا مطلب ہے کہ یؤتون میں دونوں احتمال ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کیلئے جنت کا دروازہ کھل جاتا ہے[3] یعنی یہاں یؤتون بنا ہے ایتان بمعنی لانے کرنے سے مگر اس سے مراد ہے نیک عمل بدنی ہو یا مالی یعنی جو نیک کام کرتے ہیں پھر بھی ڈرتے ہیں کہ شاید قبول نہ ہو[4] مطلب یہ ہے کہ عبارت اولئك يسارعون الخ بتارہی ہے کہ یہاں نیک اعمال مراد ہیں کہ وہ لوگ اس خوف کی وجہ سے نیکیاں زیادہ کرتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ متقی لوگ وہ ہیں جو گناہ نہیں کرتے ہیں اور ساتھ ہی ڈرتے ہیں کرنا اور ڈرنا ان کی صفت نہ کرنا اور اکڑنا فساق کا کام ہے شعر:-

زاہداں از گناہ توبہ کنند
عارفاں از عبادت استغفار

وَعَنْ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا ذَهَبَ ثُلُثَا اللَّيْلِ قَامَ فَقَالَ يَآاَيُّهَا

(۵۱۱۳) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کے دو تہائی حصے گزر جاتے تو اٹھتے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَلنَّاسُ اذْكُرُوا اللهَ اذْكُرُوا اللهَ جَآءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ جَآءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ ۔ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

فرماتے اے لوگو اللہ کا ذکر کرو اللہ کا ذکر کرو ادینے والی چیز آن پہنچی جس سے متصل پیچھے آنے والی چیز آ پہنچی۲ موت آ پہنچی موت آ پہنچی مع ان تکالیف کے جو اس میں ہے۳ (ترمذی)

(۵۱۱۳) ۱؎ اس واقعہ سے تین مسئلہ معلوم ہوئے ایک یہ کہ تہجد کیلئے دو تہائی رات کے بعد اٹھنا چاہئے اس سے پہلے نہیں دوسرے یہ کہ اپنے خاص خدام خاص گھر والوں کو بھی جگانا چاہئے تیسرے یہ کہ اس وقت عبادت کی ترغیب کیلئے انہیں ڈرانا یا اللہ کی رحمت سے امید دلانا بہت اچھا ہے ۲؎ راجفہ سے مراد قامت کا پہلا نفحہ چونکہ اس نفحہ سے زمین پر سخت زلزلہ پڑ جائے گا اور رادفہ سے مراد ہے دوسرا نفحہ جس سے مردے جی اٹھیں گے یعنی قیامت قریب ہے جو کرنا ہے کرلو ۳؎ موت ہر شخص کی چھوٹی قیامت ہے اور بڑی قیامت کی دلیل اس کی تکالیف بیان سے باہر ہیں مطلب یہ ہے کہ موت سر پر کھڑی ہے اعمال میں جلدی کرو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا: شعر:-

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کرلے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةٍ فَرَاَى النَّاسَ كَاَنَّهُمْ يَكْتَشِرُوْنَ قَالَ اَمَا اِنَّكُمْ لَوْ اَكْثَرْتُمْ ذِكْرَهَا ذِمِ اللَّذَّاتِ لَشَغَلَكُمْ عَمَّا اَرَى الْمَوْتَ فَاَكْثِرُوْا ذِكْرَهَا ذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ لَمْ يَاْتِ عَلَى الْقَبْرِ يَوْمٌ اِلَّا تَكَلَّمَ فَيَقُوْلُ اَنَا بَيْتُ الْغُرْبَةِ وَاَنَا بَيْتُ الْوَحْدَةِ وَاَنَا بَيْتُ التُّرَابِ وَاَنَا بَيْتُ الدُّوْدِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ مَرْحَبًا وَاَهْلًا اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَحَبَّ مَنْ يَمْشِىْ عَلٰى ظَهْرِىْ اِلَىَّ فَاِذْ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَىَّ فَسَتَرٰى صَنِيْعِىْ بِكَ قَالَ فَيَتَّسِعُ لَهٗ مَدَّ بَصَرِهٖ وَيُفْتَحُ لَهٗ بَابٌ اِلَى الْجَنَّةِ وَاِذَا دُفِنَ الْعَبْدُ الْفَاجِرُ اَوِ الْكَافِرُ قَالَ لَهُ الْقَبْرُ لَا مَرْحَبًا وَلَا اَهْلًا اَمَا اِنْ كُنْتَ لَاَبْغَضَ مَنْ يَمْشِىْ عَلٰى ظَهْرِىْ اِلَىَّ فَاِذْ وُلِّيْتُكَ الْيَوْمَ وَصِرْتَ اِلَىَّ فَسَتَرٰى صَنِيْعِىْ بِكَ قَالَ فَيَلْتَئِمُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَصَابِعِهٖ فَاَدْخَلَ

(۵۱۱۴) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے تشریف لائے ۱؎ تو لوگوں نے دیکھا گویا وہ ہنس رہے ہیں ۲؎ فرمایا اگر تم لذتیں ختم کرنے والی موت کا ذکر زیادہ کیا کرو تو وہ تم کو اس سے روک دے جو میں دیکھ رہا ہوں ۳؎ تو لذتیں ختم کردینے وال موت کا ذکر کیا کرو کیونکہ قبر پر کوئی دن نہیں آتا مگر وہ کلام کرتی ہے تو کہتی ہے ۴؎ کہ میں مسافری کا گھر ہوں میں تنہائی کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، اور میں کیڑوں کا گھر ہوں۔ ۵ اور جب بندہ مومن دفن کیا جاتا ہے تو اس سے قبر کہتی ہے تو خوب ہی آیا تو اپنے گھر میں آیا ۶؎ جو لوگ مری پیٹھ پر چلتے ہیں ان میں تو بہت پیارا تھا ۷؎ اب جب کہ آج میں تیری والی بنائی گئی ہوں اور تو میرے پاس لوٹا تو تو دیکھ لے گا میرا برتاوا اپنے ساتھ ۸؎ فرمایا پھر قبر تا حد نظر فراخ ہو جاتی ہے اور جب بدکار یا کافر بندہ دفن کیا جاتا ہے تو اس سے قبر کہتی ہے کہ نہ تو خوش آمدید ہے نہ تو گھر میں آیا ۹؎ مجھے ان سب ہی سے زیادہ ناپسند تھا جو میری پشت پر چلتے تھے ۱۰؎ تو آج جب کہ میں تیری والی بنائی گئی ہوں اور تو میری طرف لوٹا تو میرا معاملہ اپنے ساتھ دیکھ لینا ۱۱؎ فرماتے ہیں کہ پھر قبر اس سے سکڑ جاتی ہے حتی کہ مردہ کی پسلیاں ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں ۱۲؎ فرماتے

https://archive.org/details/@madni_library

بَعْضَهَا فِيْ جَوْفِ بَعْضٍ قَالَ وَيُقَبَّضُ لَهُ سَبْعُوْنَ تِنِّيْنًا لَوْ اَنَّ وَاحِدًا مِنْهَا نَفَخَ فِي الْاَرْضِ مَا اَنْبَتَتْ شَيْئًا مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا فَيَنْهَسْنَهُ وَيَخْدِشْنَهُ حَتّٰى يُفْضٰى بِهٖ اِلَى الْحِسَابِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا تو بعض کو بعض کے اندر داخل کردیا فرماتے ہیں اور اس پر ستر پتلے سانپ مسلط کردیئے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک زمین پر پھونک ماردے تو رہتی دنیا تک زمین کچھ نہ اگائے۳ وہ اسے کاٹتے اور نوچتے ہیں حتی کہ اسے حساب تک پہنچایا جائے۔فرماتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔(ترمذی)

(۵۱۱۴)۱غالبًا نماز سے مراد نماز جنازہ ہے اگلا مضمون یہ بتا رہا ہے(مرقات) جنازہ کے ساتھ جاتے ہوئے اور وہاں سے لوٹتے ہوئے ہنسنا ممنوع ہے۔۲یکتشرون کا مادہ کشر" بمعنی دانت ظاہر ہونا ہنسنے کو اکتشار اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں دانت ظاہر ہوجاتے ہیں تبسم کو کشر نہیں کہا جاتا ۳یوں تو ویسے ہی موت کا ذکر چاہئے خصوصًا میت کے ساتھ جاتے وہاں لوٹتے ہوئے زیادہ چاہئے۔شعر:۔

کلیاں من میں سوچت ہیں جب کلی کوئی کملاوت ہے جو دن ان پر بیت گیا وہ کل ہم پر بھی آوت ہے

مالی آیا باغ میں اور کلیاں کریں پکار کھلی کھلی سب توڑ لو کل ہمری ہے بار

۴ان جیسی احادیث میں قبر سے مراد برزخ کا عالم ہے خواہ اس قبر کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں (مرقات) ہم اس کی تحقیق مرات جلد اول میں باب عذاب قبر کی شرح میں کرچکے ہیں ۵لہذا قبر میں واحد قہار کا کرم ہی کام آئے گا تم لوگ دنیا میں اپنے کو مسافر سمجھو تمہاری حقیقت مٹھی بھر مٹی ہے کسی بات پر فخر وشیخی نہ کرو چونکہ تم کو دنیا سے کھانا ہے لہذا کھانے پینے میں حرام حلال کا خیال رکھو کہ انجام فنا ہے۔قبر عمل کا صندوق ہے اس قبر میں ہمارے گوشت گل سڑ کر کیڑے بنے گا جو اولًا ہمارے اعضاء کھائیں گے پھر کیڑے ایک دوسرے کو کھالیں گے۔ان حالات میں حضرات انبیاء' شہداء' اولیاء' علماء' عاملین علیحدہ ہیں۔کیونکہ علماء کی روشنائی شہداء کے خون سے افضل ہے(مرقات) جب شہید کا خون پاک ہے تو علماء کی روشنائی کا کیا پوچھنا اس روشنائی سے دین قائم ہے۔اس لئے یہ حضرات ان احکام سے علیحدہ ہیں۔شعر:۔

اندھیرا گھر' اکیلی جان' دم گھٹتا' دل اکتاتا خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

۶یعنی اے مردہ میں بظاہر تیری قبر ہوں مگر درحقیقت تیرا گھر ہوں جیسے انسان اپنے گھر میں اجنبی نہیں ہوتا خوش وخرم رہتا ہے تو بھی یہاں اجنبی نہیں ۷کیونکہ تو زندگی میں مجھ پر اللہ کی عبادت کرتا تھا جس سے میں خوش ہوتی تھی معلوم ہوا کہ مومن بندہ زمین کو بھی پیارا ہوتا ہے ۸یعنی میری پشت پر رہ کر تو نے مجھے خوش کیا اب جب تو میرے پیٹ میں آیا ہے تو میں تجھے خوش کروں گی معلوم ہوا کہ نیک بندے سے ساری روئے زمین خوش رہتی ہے ۹یعنی اے کافر تو اپنے گھر سے سفر میں آیا ہے کیونکہ کافر کا گھر دنیا ہے اور مومن کا گھر آخرت لہذا مومن مرکر اپنے گھر میں جاتا ہے کافر مرکر گھر سے جاتا ہے کافر کی موت چھوٹنے کا ذریعہ ہے مومن کی موت ملنے کا ذریعہ مومن ہنستا ہوا مرتا ہے کافر روتا ہوا۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

خیال رہے کہ قرآن وحدیث میں مومن وکافر کی جزاوسزا کا ذکر ہوتا ہے مگر گنہگاروں کا ذکر نہیں ہوتا ان کی پردہ پوشی کیلئے اور تاکہ گنہگار امید وڈر کے درمیان رہیں (مرقات) ۱۰؎ یعنی تو میری پشت پر تو شرک وکفر وگناہ کرتا تھا۔ جس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی تھی معلوم ہوا کہ انسان کے کفر وگناہ سے زمین بلکہ ہر چیز کو تکلیف ہوتی ہے ۱۱؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ زمین اور فرشتوں کو رب تعالٰی کی طرف سے سزا دینے کا اختیار ملتا ہے وہ بااختیار سزا دیتے ہیں ورنہ ذلیت اور صنیعی کے کچھ معنی نہ ہوں گے ۱۲؎ خیال رہے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے گنہگار مومن پر بھی عذاب قبر ہوجاتا ہے۔مگر وہ عذاب عارضی ہوتا ہے کسی نیک بندہ کے وہاں سے گزر جانے زندوں کی دعا کردینے جمعہ یا بڑے دن کے آجانے سے ختم ہوجاتا ہے مگر کافر کا یہ عذاب دائمی ہوتا ہے۔ یہاں دائمی عذاب مراد ہے اللہ تعالٰی محفوظ رکھے۔۱۳؎ پتلے سانپ میں زہر زیادہ ہوتا ہے موٹے سانپ یعنی اژدھے میں زہر یا تو ہوتا نہیں یا بہت ہی کم ہوتا ہے یعنی وہ سانپ اس قدر زہریلے ہوتے ہیں ان کی سانس ایسی گرم ہوتی ہے کہ زمین کو لگ جائے تو زمین قابل کاشت نہ رہے آج جہاں ایٹم بم پڑ جائے وہاں کی زمین پختہ اینٹ کی طرح ہوکر ناقابل کاشت بن جاتی ہے وہ تو قدرتی زہر ہے۔ اس پر تعجب یا اس کا انکار نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ کا عذاب اس کی پکڑ بہت سخت ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ (۶/۱۳) اور بے شک تمہارے رب کا عذاب سخت ہے۔ (کنزالایمان) یعنی یہ عذاب قبر کافر کو قیامت تک ہوگا۔ محشر اور دوزخ کا عذاب جو بعد قیامت ہوگا وہ اس کے علاوہ ہے۔ اس طرح کہ مومن کی قبر میں جنت کی خوشبوئیں وہاں کی تروتازگی آتی رہتی ہیں۔ کافر کی قبر میں دوزخ کی گرمی وہاں کی بدبو پہنچتی رہتی ہے۔ بزرگوں کی قبر کو اردو میں روضہ کہتے ہیں فلاں بزرگ کا روضہ یہ اسی حدیث سے ماخوذ ہے یعنی جنت کا باغ'

وَعَنْ اَبِیْ جُحَيْفَةَ قَالَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِيْ سُوْرَةُ هُوْدٍ وَّاَخَوَاتُهَا . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۱۱۵) روایت ہے حضرت ابوجحیفہ سے فرماتے ہیں کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہوا؎ گئے فرمایا مجھے سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بوڑھا کردیا (ترمذی) ۲؎

(۵۱۱۵) ۱؎ اس طرح کہ حضور پر ضعف کے آثار نمودار ہیں حتٰی کہ اکثر نماز بھی بیٹھ کر پڑھتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ آپ کے بال سفید یا نگاہ کمزور ہوگئی کیونکہ حضور انور کے سر مبارک داڑھی شریف اور ریش بچی میں بیس سے کم بال سفید تھے (از مرقات) حتٰی کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے شمار کی ہے آپ کے کل چودہ بال سفید تھے (مرقات) بعض روایات میں ہے کہ چودہ بال سر شریف میں پانچ بال داڑھی میں ایک بال ریش بچی میں۔ ۲؎ یعنی جن سورتوں میں عذاب الٰہی کا ذکر ہے ان کے عذاب سے مجھے اپنی امت پر خوف ان کی فکر اس قدر ہے کہ اس فکر نے مجھے بوڑھا کردیا۔ ایک بزرگ نے خواب میں حضور کی زیارت کی یہ ہی حدیث پیش کی فرمایا۔ حدیث صحیح ہے ہم نے یہ فرمایا ہے اس نے پوچھا کون سی آیت نے حضور کو بوڑھا کیا۔ فرمایا فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ (۱۱/۱۱۲) تو قائم رہو جیسا تمہیں حکم ہے اور جو تمہارے ساتھ رجوع لایا ہے۔ (کنزالایمان) (مرقات) امت کی استقامت بڑی مشکل چیز ہے جس کی فکر حضور کو ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَّالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتِ وَعَمَّ يَتَسَآءَ لُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ .

(۵۱۱۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہوگئے۔ فرمایا مجھے سورہ ہود سورہ واقعہ سورہ المرسلات اورعم یتساءلون اور اذا الشمس کورت

https://archive.org/details/@madni_library

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَذُکِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ لَایَلِجُ النَّارَ فِیْ کِتَابِ الْجِھَادِ) نے بوڑھا کردیا[۱] ترمذی اور جناب ابوہرہ کی حدیث کہ آگ میں داخل نہ ہوگا الخ کتاب الجہاد میں ذکر کردی گئی۔

(۵۱۱۶)[۱] یعنی ان سورتوں میں عذاب الٰہی کا ذکر ہے جن سے مجھے اپنی امت کی فکر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّکُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا ھِیَ اَدَقُّ فِیْ اَعْیُنِکُمْ مِنَ الشَّعْرِ کُنَّا نَعُدُّھَا عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمُوْبِقَاتِ یَعْنِی الْمُھْلِکَاتِ. (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۱۱۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ تم لوگ ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نگاہوں میں بال سے زیادہ باریک ہیں[۱] ہم انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موبقات یعنی ہلاک کرنے والے سمجھتے تھے[۲] (بخاری)

(۵۱۱۷)[۱] یعنی معمولی روزمرہ کے گناہ جو عادۃً ہوتے رہتے ہیں جیسے بدنظری' یا زبان سے جھوٹ غیبت کا نکل جانا جنہیں تم نہایت معمولی سمجھتے ہو۔ مرقات نے اس عبارت کے یہ معنی کئے کہ وہ اعمال جنہیں تم باریک نظری سے نیکیاں سمجھتے ہو انہیں کھینچ تان کر اچھا جانتے ہو[۲] یعنی ہم انہیں ہلاک کردینے والے گناہ سمجھتے تھے معلوم ہوا کہ چھوٹے گناہوں کو بڑا سمجھنا ان سے بہت ڈرنا بچنا قوت ایمانی کی دلیل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ تابعین کے زمانہ میں بہت سی بری بدعتیں ایجاد ہو چکی تھیں۔ جنہیں لوگ نیک سمجھتے تھے اور واقع میں وہ گناہ تھے۔ آج بعض لوگ نماز کی پروانہیں کرتے۔ تلاوت قرآن کے قریب نہیں جاتے' دن رات گانا بجانا ڈھول ڈھما کا حتی کہ بھنگ چرس میں مشغول رہتے ہیں اور اسے خدارسی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور ایسے لوگوں کو ولی سمجھتے ہیں۔

کار شیطاں می کند نامش ولی
گر ولی ایں است لعنت بر ولی

وَعَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاعَائِشَۃُ اِیَّاكِ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّ لَھَا مِنَ اللّٰہِ طَالِبًا. (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ وَالدَّارِمِیُّ وَالْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۵۱۱۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ تم حقیر و معمولی گناہوں سے بچی رہو[۱] کہ ان کے متعلق بھی اللہ کی طرف سے مطالبہ کرنے والا ہے[۲] (ابن ماجہ' دارمی' بیہقی' شعب الایمان)

(۵۱۱۸)[۱] یعنی صرف گناہ کبیرہ سے بچنے پر کفایت نہ کرو بلکہ گناہ صغیرہ سے بھی بچتی رہو اگر ہو جائیں تو ان کے کفارہ کیلئے نیک اعمال کرو اور جلد توبہ کرلو۔ خیال رہے کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ شیطان اولاً چھوٹے گناہ کراتا ہے پھر بڑے گناہوں میں لگا دیتا ہے پھر عقیدے خراب کرتا ہے۔ سنتیں بلکہ مستحبات ایمان کے خزانہ کی پہلی دیوار ہے۔ یہاں ہی شریعت کا پہرا رکھو[۲] طالب سے مراد یا اعمال لکھنے والا فرشتہ ہے یعنی چھوٹے گناہوں کی بھی تحریر ہورہی ہے یا قیامت میں باز پرس کرنے والا فرشتہ جو رب تعالیٰ کی طرف سے اس پر مقرر ہے یا اس سے مراد عذاب الٰہی جو گنہگاروں کے پیچھے لگا ہوا ہے خلاصہ یہ ہے کہ کوئی گناہ چھوٹا سمجھ کر نہ کرو کہ کبھی چھوٹی سی چنگاری گھر کو جلا دیتی ہے اور کوئی نیکی چھوٹی سمجھ کر چھوڑ نہ دو کہ کبھی ایک قطرہ پانی جان بچالیتا ہے نہایت ہی اعلیٰ تعلیم ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ بْنِ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ لِیْ

(۵۱۱۹) روایت ہے حضرت ابو بردہ ابن ابوموسیٰ سے[۱] فرماتے ہیں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

عَبْدُاللّٰهِ بْنُ عُمَرَ هَلْ تَدْرِیْ مَاقَالَ اَبِیْ لِاَبِیْكَ قَالَ قُلْتُ لَاقَالَ فَاِنَّ اَبِیْ قَالَ لِاَبِیْكَ یَا اَبَا مُوْسٰی هَلْ یَسُرُّكَ اَنَّ اِسْلَامَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهِجْرَتَنَا مَعَهٗ وَجِهَادَنَا مَعَهٗ وَعَمَلَنَا كُلَّهٗ مَعَهٗ بَرَدَ لَنَا وَاَنَّ كُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَا بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقَالَ اَبُوْكَ لِاَبِیْ لَا وَاللّٰهِ قَدْ جَاهَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَصَلَّیْنَا وَصُمْنَا وَعَمِلْنَا خَیْرًا كَثِیْرًا وَاَسْلَمَ عَلٰی اَیْدِیْنَا بَشَرٌ كَثِیْرٌ وَاِنَّا لَنَرْجُوْا ذٰلِكَ قَالَ اَبِیْ وَلٰكِنِّیْ اَنَا وَالَّذِیْ نَفْسُ عُمَرَ بِیَدِهٖ لَوَدِدْتُّ اَنَّ ذٰلِكَ بَرَدَلَنَا وَاَنَّ كُلَّ شَیْءٍ عَمِلْنَا بَعْدَهٗ نَجَوْنَا مِنْهُ كَفَافًا رَاْسًا بِرَاْسٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَاكَ وَاللّٰهِ كَانَ خَیْرًا مِّنْ اَبِیْ .

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

کہ مجھ سے عبداللہ ابن عمر نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میرے والد نے تمہارے والد سے کیا کہا تھا۲ میں نے عرض کیا نہیں' فرمایا کہ میرے والد نے تمہارے والد سے فرمایا کہ اے ابوموسیٰ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ ہمارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنا' آپ کے ساتھ جہاد کرنا اور حضور کے ساتھ ہمارے سارے اعمال جو ثابت ہوئے اور یہ کہ ہر کام جو ہم نے حضور کے بعد کئے ہم اس سے نجات پاجائیں پورا پورا۳ تو تمہارے والد نے میرے والد سے کہا نہیں واللہ۴ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاد کئے اور نمازیں پڑھیں روزے رکھے اور سب سے اچھے اعمال کئے اور ہمارے ہاتھوں پر بہت لوگ ایمان لائے اور ہم ان کی امید رکھتے ہیں۵ میرے والد نے کہا کہ لیکن میں تو اس کی قسم جس کے قبضہ میں عمر کی جان ہے کہ میں تو تمنا کرتا ہوں۶ کہ یہ سب کچھ ہمارے لئے ثابت اور یہ کہ ہم نے اس کے بعد جو کام کئے ہیں۷ ان سے نجات پاجائیں برابر سر بہ سر۸ تو میں نے کہا یقیناً تمہارے باپ اللہ کی قسم میرے باپ سے بہتر تھے۔۹ (بخاری)

(۵۱۱۹) ۱؎ آپ عامر ابن عبداللہ ابن قیس اشعری ہیں مشہور تابعین سے ہیں اپنے والد اور حضرت علی سے ملاقات کی قاضی شریح کے بعد آپ ہی کوفہ کے قاضی ہوئے۔ حجاج نے آپ کو معزول کیا۔ ۲؎ یعنی ایک دفعہ حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوموسیٰ اشعری آپس میں باتیں کررہے تھے کہ دوران گفتگو میں کیا بات چیت ہوئی تھی کیا تمہیں خبر ہے۔ خیال رہے کہ اس وقت حضرت عمر فاروق پر خوف الٰہی کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ اس حال میں آپ نے یہ فرمایا ۳؎ یعنی ہم نے کچھ نیک اعمال تو حضور انور کی موجودگی میں کئے اور کچھ نیک اعمال حضور کے بعد اگر یہ تمام نیکیاں مل کر ہمارے گناہوں کا کفارہ بن جائیں کہ ہم کو ثواب ملے نہ ہم کو عذاب تو کیا تم اس پر راضی ہو خیال رہے کہ بَرَدَ ماضی ہے برودۃ کا بمعنی ٹھنڈک حدیث شریف میں سردی کے روزوں کو غنیمت باردہ فرمایا گیا۔ برد کے معنی ہوئے نیک اعمال ہمارے لئے ٹھنڈک ہوگئے یعنی ضبط نہ ہوئے باقی رہے۔ حضرت عمر جیسی ہستی کے اعمال حضور کے زمانہ میں اور بعد میں کتنے ہیں جیسے آسمان کے تارے کہ نہ تاروں کی شمار ہے نہ حضرت عمر کی نیکیوں کا شمار ان کا یہ فرمان ہے بولو اب ہم کس شمار میں ہیں۔ ۴؎ یعنی ہم اس کفاف ہوجانے پر راضی نہیں حضرت ابوموسیٰ پر امید کا غلبہ ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم رب تعالٰی کے اس فیصلہ پر راضی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر رب تعالٰی ہم سے یہ پوچھے تو ہم راضی نہ ہوں ہم عرض کریں کہ مولیٰ ہم کو بڑا اجر دے ہم پر بڑا فضل کر۔ شعر:-

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

بندے پر بعض وقت ایسے آتے ہیں ۵؎ کہ رب تعالٰی بندہ کی رضا چاہتا ہے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی (۵:۹۳) اور بے

https://archive.org/details/@madni_library

شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔(کنزالایمان) اور حضرت ابوبکر صدیق کیلئے فرماتا ہے: وَلَسَوْفَ یَرْضٰی (۹۲،۲۱) اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔(کنزالایمان) ۷؎ یعنی اے ابوموسیٰ تمہاری امید کا یہ حال ہے اور میرے خوف کا یہ عالم ہے کہ میں تو یہ ہی غنیمت سمجھتا ہوں ۷؎ یعنی جو عبادات اور جہاد وغیرہ ہم نے حضور انور کے زمانہ میں کیئے اور جو کچھ بعد میں کئے یہ سب ملا لئے جائیں ۸؎ یہ سارے اعمال ہمارے گناہوں کا کفارہ بن جائیں کہ ہم کو اللہ کے عذاب سے نجات مل جائے نہ جنت ملے نہ دوزخ ۹؎ اس عبارت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اس معاملہ میں آپ کے والد حضرت عمر میرے والد حضرت ابوموسیٰ سے بہتر تھے کہ ان پر خوف الٰہی کا غلبہ تھا اور میرے والد پر امید کا غلبہ' خوف امید سے افضل ہے کہ خوف ہی سے انسان کی اصلاح ہوتی ہے دوسرے یہ کہ اللہ اکبر آپ کے والد تو میرے والد سے کہیں بہتر تھے کہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے خلیفۃ المسلمین۔ غازی اسلام فاتح بلدان تھے پھر ان کے خوف وخشیت کا یہ حال تھا تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں۔ خیال رہے کہ بندہ کو رب سے جتنا قرب زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی خوف زیادہ رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا ۔ (۳۵،۲۸) حضور فرماتے ہیں: انا اعلمکم باللہ واخشاکم ۔ اللہ تعالٰی حضرت فاروق کے صدقہ میں ہم کو اپنا خوف دے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِتِسْعٍ خَشْیَةِ اللّٰهِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَةِ وَكَلِمَةِ الْعَدْلِ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا وَالْقَصْدِ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنٰی وَاَنْ اَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیَ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَنْ یَّكُوْنَ صَمْتِیْ فِكْرًا وَّنُطْقِیْ ذِكْرًا وَّنَظَرِیْ عِبْرَةً وَّاٰمُرَ بِالْعُرْفِ وَقِیْلَ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ (رَوَاهُ رَزِیْنٌ)

(۵۱۲۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے میرے رب نے نو چیزوں کا حکم دیا اللہ سے ڈرنا' خفیہ اور ظاہر ۱؎ اور انصاف کی بات کرنا' غصہ اور رضا میں ۲؎ درمیانی چال فقیری اور امیری میں ۳؎ اور یہ کہ میں اس سے جوڑوں جو مجھ سے توڑے اور اسے دوں جو مجھے محروم کرے اور اس کو معافی دوں جو مجھ پر ظلم کرے ۴؎ اور یہ کہ میری خاموشی فکر ہو میرا بولنا ذکر میرا دیکھنا عبرت ہو اور حکم دوں اچھائی کا اور کہا گیا کہ اچھی باتوں کا ۵؎ (رزین)

(۵۱۲۰) ۱؎ خوف ہر ڈر کو کہتے ہیں مگر خشیت وہ ڈر ہے جس کے ساتھ تعظیم وتوقیر ہو تقوی وہ ڈر جس کے ساتھ اطاعت ہو خفیہ وظاہر خوف یہ ہے کہ چہرہ پر آثار خوف نمودار ہوں اور دل میں بھی اللہ کا خوف ہو یا علانیہ بھی اچھے اعمال کرے اور تنہائی میں بھی' اسی کی وہاں قدر ہے۔ ۲؎ انسان کسی سے خوش ہوتا ہے تو اس کی جھوٹی تعریفیں کرتا ہے اور جب اس پر غصہ آتا ہے تو اسے جھوٹے عیب لگاتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں بری ہیں ہر حال میں اپنے اور دوسرے کے متعلق انصاف کی بات کرے۔ ۳؎ اس طرح کہ نہ تو امیری میں اترائے نہ غریبی میں گھبرائے دل کا حال اپنی چال ہر وقت یکساں رکھے اس سے انسان بہت آرام میں رہتا ہے۔ ۴؎ یہاں معافی سے مراد اخلاقی معافی ہے نہ کہ مجبوری کی معافی یعنی بدلہ لینے پر قدرت ہو پھر معافی دے دی جائے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے دربار میں آئے ہوئے بھائیوں کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ فتح فرما کر سب اہل مکہ کو معافی دے دی یہ معافی کمال ہے قرآن مجید میں جو معافی کی آیتیں منسوخ ہیں وہاں مجبوری وکمزوری کی معافی مراد ہے جیسے فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ (۱۵،۹۴) تو علانیہ کہہ دو جس بات کا تمہیں حکم ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔(کنزالایمان) ، فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (۲،۱۰۹) تو تم

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

چھوڑ واور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔(کنز الایمان) ۵؎یعنی جب خاموش رہوں تو رب کی نعمتیں اس کی قدرتیں سوچوں اور جب بولوں تو اللہ کی حمد، تلاوت، قرآن، تبلیغ لوگوں کی رہبری کروں کوئی ناجائز بات منہ سے نہ نکالوں ہر دنیاوی گفتگو میں اللہ کا ذکر شامل رکھوں۔غرضکہ میری حرکت وسکون اطاعت الٰہی میں ہو عرف ومعروف دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی اچھی بات بعض نے کہا کہ عرف عام ہے معروف خاص، معروف اچھے کام اور عرف اچھا کلام اور اچھے کام اور اچھی بات کا حکم دنیاوی چیز نہیں ہے بلکہ منطقی ذکر کا بیان ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ یَخْرُجُ مِنْ عَیْنَیْہِ دُمُوْعٌ وَّاِنْ کَانَ مِثْلَ رَاْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ثُمَّ یُصِیْبُ شَیْئًا مِنْ حُرِّ وَجْہِہٖ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ (رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ)

(۵۱۲۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی بندہ مومن نہیں جس کی آنکھوں سے آنسو نکلیں اگرچہ مکھی کے سر برابر ہوں اللہ کے خوف سے۱؎ پھر وہ آنسو اس کے چہرے کے ظاہری حصہ کو پونچھیں۲؎ مگر اسے اللہ آگ پر حرام فرمادے گا(ابن ماجہ)

(۵۱۲۱)۱؎خوف سے عام ڈر مراد ہے۔گنہگار کو اللہ کے عذاب کا خوف ہو خواہ نیک کار کو اللہ تعالٰی کی ہیبت ہو۔خیال رہے کہ یہاں خوف کے رونے کی جزاء کا ذکر ہے یعنی دوزخ سے نجات، ذوق، شوق کا رونا اس سے افضل اس کی جزاء ان شاءاللہ جنت کی عطا ہوگی۔۲؎حر ح کے پیش ر کے شد سے بمعنی چہرے کے سامنے والا حصہ یعنی آنسو اس قدر نکلیں کہ اس کے چہرے پر بہ کر آجائیں بہتا خون وضو توڑ دیتا ہے بہتا آنسو گناہ توڑ دیتا ہے۔

بَابُ تَغَیُّرِ النَّاسِ
لوگوں میں تبدیلی کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

یعنی مختلف زمانوں میں لوگوں کے مختلف حالات ہوجانے کا بیان چنانچہ زمانہ نبوی میں لوگوں میں دین پر استقامت شریعت کی اتباع، دنیا سے بے رغبتی، دنیاوی دولت وعزت پر غرور نہ ہونا، نیک اعمال پر پابندی، دل کی نورانیت، باطنی صفائی کمال درجہ کی تھی بعد میں وہ کمال نہ رہا۔آخر زمانہ میں اس کے برعکس ہوجائے گا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا النَّاسُ کَالْاِبِلِ الْمِائَۃِ لَا تَکَادُ تَجِدُ فِیْھَا رَاحِلَۃً ۔(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۵۱۲۲) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ ان سو اونٹوں کی طرح ہیں۱؎ جن میں تم ایک بھی سواری کے قابل نہ پاؤ۲؎(مسلم،بخاری)

(۵۱۲۲)۱؎یہاں الناس سے مراد آخر زمانہ کے لوگ ہیں قریب قیامت لوگوں کا یہ حال ہوگا زمانہ رسالت میں اگرچہ حضرات صحابہ کے درجات، مختلف تھے مگر سب عادل، ثقہ، مومن، صالح تھے لہذا اس حدیث سے شیعہ دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ سارے صحابہ گمراہ فاسق تھے۔سواء حضرت علی، بلال، سلمان وغیرہم چار، پانچ صحابہ کے کہ یہ معنی قرآن کریم کی صریحی آیات کے خلاف ہیں اس لئے یہ حدیث تغیر الناس میں مذکور ہوئی اگلی حدیث بھی اسی معنی کی تائید کررہی ہے حضور نے فرمایا اصحابی کالنجوم، قرآن کریم فرماتا ہے: فَلَآ اُقْسِمُ

https://archive.org/details/@madni_library

بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ (۵۶:۷۵) تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں (کنزالایمان) اس آیت وحدیث نے صحابہ کو تارے فرمایا۔ ۲؎ راحلة بنا رحل سے بمعنی کجاوہ جس پر بوجھ رکھا جائے یا آدمی سوار ہو۔ یعنی جیسے سو اونٹ ہوں، جو رنگ روپ، جسامت میں یکساں معلوم ہوتے ہوں مگر سواری یا بوجھ لادنے کے قابل ایک بھی نہ ہو، صرف کھانے پینے کیلئے ہی ہوں ایسے ہی لوگ ہو جائیں گے، شکل وصورت، بات چیت میں بڑے اچھے ہوں گے مگر معاملہ کے قابل ایک نہ ہوگا جیسا کہ آج دیکھا جارہا ہے انسان کی آزمائش معاملہ پڑنے پر ہوتی ہے نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ آسان ہے۔ معاملہ کی صفائی بڑی مشکل ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلِكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۱۲۳) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنے سے اگلوں کی راہ چلو گے بالشت بالشت کے مطابق اور گز گز کے مطابق ۱؎ حتی کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی ان کے پیچھے چلو گے ۲؎ عرض کیا گیا یارسول اللہ کیا یہود ونصاری کے فرمایا تو اور کون ۳؎ (مسلم بخاری)

(۵۱۲۳) ۱؎ سنن جمع ہے سنۃ کی بمعنی طریقہ روشن خواہ اچھا ہو یا برا یہاں برا طریقہ مراد ہے اگلوں سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں یعنی تم ان یہود ونصاری کے نقال بنو گے اور رسم ورواج ان کی چال ڈھال پسند کرو گے اسے ہی اختیار کرو گے بالکل ان کے مطابق ہو جاؤ گے جیسے ایک ہاتھ کا بالشت دوسرے ہاتھ کے بالشت کے بالکل برابر ہوتا ہے۔ یا جیسے ایک گز دوسرے گز کے بالکل برابر، دیکھ لو آج ہمارا کیا حال ہے یہی فرمان سنو اور اپنا حال دیکھو، ہندو، سکھ، پارسی، مجوسی سب اپنی شکل اپنے لباس کو اپنی وضع قطع کو پسند کرتے ہیں مگر مسلمان ہیں کہ عیسائیوں کی نقل میں فنا ہوئے جارہے ہیں۔ سر دیسی ہے بال انگریزی منہ دیسی ہے زبان انگریزی غذا دیسی ہے اسے کھاتے ہیں انگریزی طریقے سے۔ ۲؎ یعنی اگر عیسائی ایسا کام کریں جس میں نفع کوئی نہ ہو نری تکلیف ہی ہو تو تم ان کی نقل میں وہ کام ضرور کرو گے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ سخت سردی ہے مگر صاحب بہادر سر نہیں ڈھکتے ننگے سر پھرتے ہیں، بیمار ہو جاتے ہیں، منہ سے بھی روتے ہیں۔ روٹی کھاتے ہیں کھڑے ہو کر بلکہ گھوم گھوم کر جنٹلمین اور ان کی عورتیں نیم عریاں لباس پہنتی ہیں۔ پوچھو ان حرکتوں میں فائدہ کیا ہے صرف نقصان اور تکلیف ہی ہے۔ یہ ہے اس فرمان عالی کا ظہور اس غیب دان نبی کے علم کے قربان۔ ۳؎ یعنی اگلوں سے یہ ہی قومیں مراد ہیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ انسان معجون مرکب ہے اس میں حیوانیت کا غلبہ ہو جائے تو اسفل السافلین میں پہنچ جاتا ہے۔ حاکم نے بروایت حضرت ابن عباس حدیث نقل کی کہ اگر عیسائی سڑکوں پر اپنی بیویوں سے صحبت کریں گے تو تم بھی ایسا ہی کرو گے۔ (مرقات)

وَعَنْ مِرْدَاسٍ ۱؎ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۱۲۴) روایت ہے مرداس اسلمی ۱؎ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک لوگ آگے پیچھے چلے جائیں گے اور بھوسی رہ جائے گی۔ جیسے جو کی یا چھوہاروں کی بھوسی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مطلقًا کوئی پروا نہ کرے گا ۲؎ (بخاری)

(۵۱۲۴) ۱؎ آپ صحابی ہیں بیعت الرضوان میں شریک تھے۔ آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے۔ قیس ابن حازم کی روایت سے۔ ۲؎ حثالہ اور حفالہ جو کی بھوسی یا خرما کا کوڑا جو کسی کام نہ آسکے اس سے مراد وہ نفس پرست مسلمان ہیں جن کے صرف نام

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مسلمانوں کے سے ہوں۔ باقی وہ دین یا قوم یا وطن کیلئے مطلقاً مفید نہ ہوں۔ اگر چھلکا مغز کے ساتھ رہے تو اس کی بھی قدر ہو جاتی ہے۔ مغز سے علیحدہ ہو کر پھینکا ہی جاتا ہے۔ اگر بروں کے ساتھ اچھے بھی ہوں تو یہ بھی تر جاتے ہیں۔ اگر اچھے نکل جائیں تو ڈوب جاتے ہیں۔ یہاں یہ ہی فرمایا گیا کہ جب تک ان میں اچھے رہیں گے تب تک رب تعالٰی ان کی پروا کرے گا اچھوں کے اٹھ جانے پر ان بروں کی کوئی قدر نہ ہوگی۔ ہر طرح کے غضب میں گرفتار ہوں گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشَتْ اُمَّتِي الْمُطَيْطِيَاءَ وَخَدَمَتْهُمْ اَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ اَبْنَاءُ فَارِسَ وَالرُّوْمِ سَلَّطَ اللّٰهُ شِرَارَهَا عَلٰى خِيَارِهَا.
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۵۱۲۵) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب میری امت اکڑ کر چلے۱ اور شاہزادے یعنی فارس وروم کے بچے ان کی خدمت کریں۲ تو اللہ ان کے بہتروں پر بدتروں کو مسلط کردے گا۳ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۱۲۵)۱ مطیطیاء میم کے پیش اور پہلی ط کے فتحہ سے اس کا مادہ مطی ہے بمعنی اکڑ غرور۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى (۷۵،۳۳) پھر اپنے گھر کو اکڑتا چلا۔ (کنزالایمان) معلوم ہوا کہ متکبرین کی طرح چلنا بھی اللہ کے عذاب کا سبب ہے۔ مسلمان کی نشست وبرخاست چلنے پھرنے میں تواضع اور انکسار چاہیے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ (۳۱،۱۹) اور میانہ چال چل۔ (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا (۱۷،۳۷) اور زمین میں اتراتا نہ چل (کنزالایمان) ۲ یعنی مسلمان فارس وروم کے ملک فتح کریں۔ وہاں کے شہزادے غلام اور شہزادیاں لونڈیاں بن جائیں تو ان مسلمانوں کا وہ حال ہوگا جو آگے مذکور ہے۔ ۳ چنانچہ دیکھ لو عہد فاروقی میں روم وفارس فتح ہوئے تو مسلمانوں نے عثمان غنی کو شہید کیا اور کچھ عرصہ بعد یزید، حجاج جیسے ظالم بنی امیہ ان پر مسلط ہوگئے۔ یہ خبر حضور کا معجزہ ہے۔ نفس انسانی تکالیف میں ٹھیک رہتا ہے۔ اس حدیث پاک میں تین غیبی خبریں ہیں۔ آئندہ فارس وروم کا فتح ہونا، شہزادوں، شہزادیوں کا مسلمانوں کا غلام ولونڈیاں بننا، مسلمانوں پر بدترین لوگوں کا حاکم بن جانا۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتُلُوْا اِمَامَكُمْ وَتَجْتَلِدُوْا بِاَسْيَافِكُمْ وَيَرِثُ دُنْيَاكُمْ شِرَارُكُمْ.
(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۱۲۶) روایت ہے حضرت حذیفہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ تم لوگ اپنے امام کو قتل کرو گے اور اپنی تلواروں سے اور تمہارے بدترین لوگ تمہاری دنیا کے وارث ہو جائیں گے۱ (ترمذی)

(۵۱۲۶)۱ یہ تینوں باتیں عہد عثمانی اور اس کے بعد ہو چکیں اور قریب قیامت بھی ہوں گی۔ غالبًا وہ ہی واقعے مراد ہیں جو قریب قیامت ہوں گے۔ مسلمانوں نے اپنے خلیفہ عثمان غنی کو قتل بھی کیا پھر زمانہ حیدری میں آپس میں کشت وخون بھی بہت کئے۔ پھر بدترین لوگ بادشاہ بھی بنے جیسے یزید، حجاج وغیرہ۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۵۱۲۷) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

https://archive.org/details/@madni_library

لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ اَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ ابْنُ لُكَعٍ ۔
(رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

اللہ علیہ وسلم نے نہیں قائم ہوگی قیامت حتی کہ دنیا کا کامیاب ترین شخص خبیث کے بچے خبیث ہوں گے۔۱
(ترمذی' بیہقی' دلائل النبوۃ)

(۵۱۲۷)۱؎ لکع لام کے پیش کاف کے فتحہ سے بمعنی خبیث' احمق' نادان' بے سمجھ بچہ۔ یہاں بمعنی خبیث یا بمعنی احمق ہے یعنی قوم کے سردار' سلطان' حاکم وہ لوگ بنیں گے جو خاندانی خبیث ہوں گے۔ جنہیں دین سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ دوسری حدیث میں جو حضرت حسین کو لکع فرمایا گیا وہاں بمعنی ناسمجھ بچہ' پیارا لخت جگر ہے۔ یہاں لمعات میں ہے کہ لکع زمین سے چمٹا ہوا میل ہے۔ ذلیل' خبیث' نادان کو لکع اس لئے کہا جاتا ہے کہ خباثت اور نادانی اس کیلئے لازم ہوتی ہے۔

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقَرَظِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ اِنَّا لَجُلُوْسٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَاطَّلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ ابْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ لَّهٗ مَرْقُوْعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكٰى لِلَّذِيْ كَانَ فِيْهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِيْ هُوَ فِيْهِ الْيَوْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكُمْ اِذَا غَدَا اَحَدُكُمْ فِيْ حُلَّةٍ وَّرَاحَ فِيْ حُلَّةٍ وَّوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَّرُفِعَتْ اُخْرٰى وَسَتَرْتُمْ بُيُوْتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِّنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ قَالَ لَا اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِّنْكُمْ يَوْمَئِذٍ
(رَوَاهُ التِّرمِذِيُّ)

(۵۱۲۸) روایت ہے حضرت محمد ابن کعب قرظی سے۱؎ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے حضرت علی ابن طالب کو فرماتے سنا۲؎ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے۳؎ کہ اچانک ہم پر مصعب ابن عمیر نمودار ہوئے۴؎ جن پر صرف ایک چادر تھی۔ چمڑے سے پیوند کی ہوئی۔ تو جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو حضور رو پڑے۔ اسی نعمت کے خیال سے جس میں وہ پہلے تھے اور اسی حالت سے جس میں وہ آج ہیں۵؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تم کیسے ہوگے۔ جب تم میں سے کوئی ایک جوڑے میں صبح ملے گا اور دوسرے جوڑے میں شام۶؎ اور اس کے سامنے ایک پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا۷؎ اور تم اپنے گھروں کو ایسے کپڑے پہناؤ گے جیسے کعبہ پہنایا جاتا ہے۔ ۸؎ تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم اس دن آج کے دن سے اچھے ہونگے کہ عبادت سے فارغ ہوں گے اور کام کاج سے بچا لئے جائیں گے۔ فرمایا نہیں تم آج اچھے اس دن کے مقابلہ میں۹؎ (ترمذی)

(۵۱۲۸)۱؎ آپ تابعی ہیں۔ بنی قریظہ سے ہیں جو یہود مدینہ تھے۔ آپ کے والد کعب قرظی اس وقت بچے تھے جب بنی قریظہ کو قتل کیا گیا اس لئے وہ قتل سے بچ گئے تھے۔ (مرقات) ۲؎ حضرت علی سے یہ سننے والے اگر صحابی ہیں تو حدیث صحیح ہے کہ صحابی سارے کے سارے عادل ثقہ ہیں۔ اگر ان کا نام معلوم نہ ہو تو جرح نہیں اور اگر یہ سننے والے صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں تو تابعی کی جہالت قابل مغفرت ہے (مرقات) مگر اس صورت میں حدیث مجہول ہوگی۔ ۳؎ مسجد نبوی میں یا مسجد قبا میں پہلا احتمال قوی ہے۴؎ آپ قریشی ہیں اور عبدری ہیں۔ آپ اسلام سے پہلے بڑے دولت مند خوش خوراک اور خوش لباس تھے۔ بیعت عقبہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ہی مدینہ منورہ کا مبلغ قرار دیا۔ آپ نے وہاں اسلام کی بہت اشاعت فرمائی اور ہفتہ میں ایک دن اجتماع کی اتفاقاً وہ جمعہ مقرر ہوا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

گویا جمعہ کی بنیاد آپ کے ہاتھوں قدرتی طور پر ہوئی۔ بعد ہجرت آپ صفہ والوں میں مقرر ہوئے اور آپ کی غربت وافلاس یا ترک دنیا کا وہ حال ہوا جو یہاں مذکور ہے۔ خیال رہے کہ مدینہ منورہ میں پہلے حضرت مصعب ابن عمیر اور عبداللہ ابن اُم مکتوم پہنچے پھر حضرت بلال سعد ابن ابی وقاص اور عمار ابن یاسر پہنچے پھر حضرت عمر بیس صحابہ کرام کے ساتھ پہنچے (بخاری شریف جلد اول ص ۵۵۸ باب مقدم النبی والمدینہ) حضرت مصعب جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ آپ کو کفن تو کیا پوری ایک چادر بھی نہ ملی۔ پاؤں شریف کو گھاس سے چھپایا گیا۔ آپ کے بارے میں یہ آیت آئی: رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ (۲۳،۳۳) وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کردیا جو عہد اللہ سے کیا تھا۔ (کنزالایمان) چالیس سال کی عمر میں شہید ہوئے۔ ۵؎ جب حضور انور نے آپ کی کپڑے کی چادر میں چمڑے کا پیوند دیکھا یعنی اتنا کپڑا میسر نہ تھا کہ اس سے پھٹی چادر میں پیوند لگالیں اور حضور نے ان کا گزشتہ عیش کا زمانہ یاد فرمایا تو رو پڑے یا ان پر رحم فرماتے ہوئے یا ان کے ترک دنیا اور آخرت کے درجات پر خوشی سے روئے۔ پہلا احتمال زیادہ قوی ہے خیال رہے کہ حضور انور کی ترک دنیا پر حضرت عمر روئے تو حضور انور نے انہیں رونے سے منع فرمادیا۔ وہ حضور انور کا صبر ہے اور یہاں حضرت مصعب پر خود روئے۔ یہ حضور کی رحمت ہے۔ حضور اپنی تکالیف پر صابر ہیں۔ امت کی تکلیفوں کو برداشت نہیں فرماتے تھے۔ روتے تھے۔ ۶؎ یہ فرمان عالی عام صحابہ سے ہے۔ حضرت مصعب اس میں داخل نہیں کیونکہ آپ نے وہ وسعت وفراخی کا زمانہ نہیں پایا یہ فراخی فتوحات فاروقی اور خلافت عثمانی سے ہوئی آپ تو احد میں ہی شہید ہوگئے تھے۔ ۷؎ یعنی تمہارے گھروں میں بیک وقت چند کھانے پکا کریں گے جو تمہارے خدام تمہارے پاس آگے پیچھے لاکر پیش کریں گے۔ عرب میں چند کھانے یکدم سامنے نہیں رکھے جاتے بلکہ آگے پیچھے لائے جاتے ہیں۔ بعض امیر گھرانوں میں یہاں بھی یہ عقیدہ ہے۔ معلوم ہوا کہ بیک وقت چند کھانے صحابہ کرام کے زمانہ میں جاری ہوگیا تھا۔ یہ بدعت حسنہ ہے (دیکھو شامی) ۸؎ یعنی آج تو صرف کعبہ معظمہ کی دیواروں پر غلاف چڑھایا جاتا ہے مگر اس زمانے میں تمہاری مالداری کا یہ حال ہوگا کہ تم اپنی چھتوں اپنی دیواروں کو اعلیٰ درجہ کے غلافوں سے چھپاؤ گے۔ معلوم ہوا کہ یہ عمل بھی ناجائز نہیں ہے۔ نہ اسراف ہے بلکہ جائز ہے۔ اگرچہ بہتر نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی مگر اسے ناجائز نہ کہا لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں اس عمل پر ناپسندیدگی فرمائی گئی ہے کہ وہاں بہتر نہ ہونے کی بنا پر ناپسندیدگی ہے۔ ۹؎ یا اس لئے آج بہتر ہو کہ آج تم آپس کے بہت سے فتنوں سے بچے ہوئے ہو۔ اس زمانہ میں فتنے زیادہ ہوں گے یا اس لئے کہ آج تم فقیر صابر ہو۔ اس دن غنی شاکر ہوگے اور فقیر صابر افضل ہے غنی شاکر سے۔ دیکھا گیا ہے کہ بمقابلہ امیروں کے فقیر مسلمان عبادات زیادہ کرتے ہیں۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ کافر فقیر کا عذاب بمقابلہ کافر غنی کے ہلکا ہوگا اسی طرح مومن فقیر کا ثواب عموماً مومن غنی سے زیادہ ہوگا۔ (مرقات)

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِىْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ ۱ الصَّابِرُ فِيْهِمْ عَلٰى دِيْنِهٖ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمْرِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ اِسْنَادًا)

(۵۱۲۹) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا ۱؎ کہ ان میں اپنے دین پر صبر کرنے والا چنگاری پکڑنے والے کی طرح ہوگا ۲؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث اسناد سے غریب ہے۔

(۵۱۲۹) ۱؎ یہ زمانہ قریب قیامت ہوگا جس کی ابتداء ہوچکی ہے۔ فی زمانہ دیندار بن کر رہنا مشکل ہے۔ آج داڑھی رکھنا، نماز کی پابندی کرنا دوبھر ہوگیا ہے۔ سود سے بچنا تو قریباً ناممکن ہی ہے۔ ۲؎ یعنی جیسے ہاتھ میں انگارا رکھنا بہت ہی بڑے صابر کا کام ہے۔ یوں ہی

https://archive.org/details/@madni_library

اس وقت مخلص کامل مسلمان بننا سخت مشکل ہو جائے گا۔اس لئے فرمایا کہ اس زمانہ میں ایمان پر قائم رہنے والے کو پچاس صحابہ کے اعمال کے برابر ثواب ملے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ اُمَرَآؤُکُمْ خِیَارَکُمْ وَاَغْنِیَآءُ کُمْ سُمَحَاءَ کُمْ وَاُمُوْرُکُمْ شُوْرٰی بَیْنَکُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَاِذَا کَانَ اُمَرَآءَ کُمْ شِرَارَکُمْ وَاَغْنِیَآءُ کُمْ بُخَلَاءَ کُمْ وَاُمُوْرُکُمْ اِلٰی نِسَآءِ کُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَیْرٌ لَّکُمْ مِنْ ظَهْرِهَا.
(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

(۵۱۳۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تمہارے حکام تم میں بہترین ہوں اور تمہارے مالدار تم سے سخی ہوں اور تمہارے کام تمہارے آپس کے مشورہ سے ہوں۱ تو تمہارے لئے زمین کی پشت اس کے پیٹ سے بہتر ہے۔۲ اور جب تمہارے حکام تم میں سے بدترین ہوں اور تمہارے مالدار تم میں سے کنجوس ہوں اور تمہارے کام تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں۳ تو زمین کا پیٹ تمہارے لئے اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔۴ (ترمذی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۱۳۰) ۱ یعنی جب تک بادشاہ اور حاکموں میں تقویٰ دینداری رہے امیروں میں سخاوت خدا ترسی رہے اور تمہارے گھروں کے کام گھر والوں کے مشورہ سے قومی کام قوم کے مشورہ سے ملکی کام ملک والوں کے مشورے سے ہوا کریں تم میں جمہوریت ہو شخصیت نہ ہو۔رب تعالٰی فرماتا ہے: وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ (۳:۱۵۹) اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔(کنزالایمان) اور فرماتا ہے: وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ (۴۲:۳۸) اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے۔(کنزالایمان) خیال رہے کہ اللہ رسول کے احکام میں کسی مشورہ کی گنجائش نہیں۔مشورہ والے کاموں میں ضرور مشورہ کرے۔نماز روزے کیلئے مشورہ کی ضرورت نہیں۔ملکی انتظامات بچوں کی شادی بیاہ کیلئے ضرور مشورہ کرو۔۲ یعنی ان حالات میں تمہاری زندگی موت سے بہتر کہ اس زندگی میں تم نیکیاں بڑھا کر آخرت کا توشہ زیادہ جمع کرلو گے۔۳ یعنی بادشاہ حکام ظالم فاسق ہوں جن کے دلوں میں نہ خدا کا خوف ہو نہ نبی کی شرم۔امیروں میں غرباء پروری قوم و ملک کی خدمت کا جذبہ نہ رہے۔انہیں اپنے خزانہ بھرنے کی ہی فکر رہے۔گھر کی کار مختار عورتیں ہی ہو جائیں کہ وہ جو چاہیں سو کریں۔مرد ان کے ماتحت ہو جائیں۔یہ تینوں لعنتیں آج دیکھی جارہی ہیں۔پہلے قحط سالی میں امیر لوگ غرباء پروری کرتے تھے۔اب غریبوں کا خون چوس کر اور زیادہ امیر بننے کی کوشش کرتے ہیں۔گھروں میں عورتیں خود مختار ہیں۔مردوں کی کچھ نہیں چلتی۔حکام اور عدالتوں کے حال بالکل ظاہر ہیں۔ملک میں انتشار جرموں کی زیادتی عام چوری ڈکیتی، قتل، خون، عدالتوں کے خرچ انہیں کے سہارے ہو رہے ہیں۔آج انصاف ملتا نہیں بکتا ہے۔اس کیلئے لوہے کے پاؤں چاندی کے ہاتھ نوح علیہ السلام کی عمر چاہئے۔اللہ سے فریاد ہے۔۴ کیونکہ اس زمانہ میں زندگی فتنوں سے گھری ہوگی۔انسان زندگی میں گناہ زیادہ کرے گا۔موت راحت کا ذریعہ ہوگی۔قبر گھر سے بہتر ہوگی۔ایسی حالت میں مسلمان اپنی موت کی تمنا یا دعا کرے تو گنہگار نہ ہوگا جیسا کہ روایات میں ہے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ الْاُمَمُ اَنْ تَدَاعٰی عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعَی الْاَکَلَةُ اِلٰی قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ قِلَّةٍ

(۵۱۳۱) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امتیں تم پر ایک دوسرے کو ایسی دعوت دیں جیسے کھانے والے اپنے پیالہ کی طرف۱ تو کوئی کہنے والا بولا کیا اس

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ اَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ وَّلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْذِفَنَّ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ.

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

دن ہماری کمی کی وجہ سے ایسا ہوگا۲ فرمایا بلکہ تم اس دن بہت ہو گے لیکن تم سیلاب کے میل کی طرح ایک سیل بن جاؤ گے۳ اور اللہ تمہارے دشمن کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دل میں سستی ضعف ڈال دے گا۴ کسی کہنے والے نے عرض کیا یارسول اللہ وہن کیا چیز ہے۔ فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے ڈر۵

(ابوداؤد، بیہقی، دلائل النبوۃ)

(۵۱۳۱) ۱؎ یعنی کفار کی قومیں یہود، نصاریٰ، مشرکین، مجوسی وغیرہ تم کو مٹانے کیلئے متفق ہوجائیں بلکہ ایک دوسرے کو دعوت دیں کہ آؤ مسلمانوں کو مٹاتے انہیں ستاتے ہیں۔ تم بھی ہمارے ساتھ شریک ہوجاؤ۔ یہ حالات اب شروع ہو چکے ہیں۔ دیکھو یہودی اور عیسائی ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ مگر آج مسلمانوں کو مٹانے کیلئے دونوں بلکہ ان کے ساتھ مشرکین بھی ایک ہوگئے ہیں۔ یہ ہے اس فرمان عالی کا ظہور۔ حضور کا ایک ایک لفظ حق ہے۔ ۲؎ یعنی ہمارے مقابلہ میں جو کفار کے حوصلے اتنے بلند ہوجائیں گے کیا اس کی وجہ یہ ہوگی اس زمانہ میں ہماری تعداد تھوڑی ہوگی۔ آج ہماری تعداد زیادہ ہی ہے اس سے کفار پر ہماری دھاک بیٹھی ہے۔ ۳؎ یعنی بمقابلہ آج تمہاری تعداد اس دن زیادہ ہوگی مگر تم ایسے ہوگے جیسے سمندر میں پانی کا میل دکھاوا۔ زیادہ حقیقت کچھ نہیں۔ بزدلی، نااتفاقی، پریشانی دل، آرام طلبی، عقل کی کمی، موت سے ڈر، دنیا سے محبت تم میں بہت ہوجائے گی۔ (مرقات) ان وجوہ سے کفار کے دل سے تمہاری ہیبت نکال دی جائے گی۔ ۴؎ وھن بمعنی سستی، ضعف، کمزوری، مشقت یہاں بمعنی سستی ہے یا بمعنی ضعف۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ (۳۱:۱۴) اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی۔ (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ (۱۹:۴) اے میرے ربّ! میری ہڈی کمزور ہوگئی (کنزالایمان) یعنی تم دل کے کمزور وسست ہوجاؤ گے جہاد سے دل چراؤ گے۔ ۵؎ یعنی اس سستی وضعف کا سبب دو چیزیں ہیں ایک دنیا میں رغبت دوسرے موت کا خوف۔ جس قوم میں یہ دو چیزیں جمع ہوجائیں وہ عزت کی زندگی نہیں گزار سکتی۔ خیال رہے کہ حب دنیا اور موت سے نفرت لازم وملزوم چیزیں ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا ظَهَرَ الْغُلُوْلُ فِيْ قَوْمٍ اِلَّا اَلْقَى اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ وَلَا فَشَا الزِّنَا فِيْ قَوْمٍ اِلَّا كَثُرَ فِيْهِمُ الْمَوْتُ وَلَا نَقَصَ قَوْمٌ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِلَّا قُطِعَ عَنْهُمُ الرِّزْقُ وَلَا حَكَمَ قَوْمٌ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الدَّمُ وَلَا خَتَرَ قَوْمٌ بِالْعَهْدِ اِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمُ الْعَدُوُّ.

(رَوَاهُ مَالِكٌ)

(۵۱۳۲) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں نہیں ظاہر ہوتی خیانت کسی قوم میں مگر اللہ ان کے دلوں میں رعب ڈال دیتا ہے۔۱ اور نہیں پھیلتا زنا کسی قوم میں مگر ان میں موت زیادہ ہوجاتی ہے۲ اور نہیں کم کرتی کوئی قوم ناپ تول مگر ان سے روزی کاٹ دی جاتی ہے۳ اور نہیں حکم کرتی کوئی قوم ناحق مگر ان میں خونریزی پھیل جاتی ہے۴ اور نہیں عہد توڑتی کوئی قوم مگر ان پر دشمن مسلط ہوجاتا ہے۵ (مالک)

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۱۳۲)۱؎ یعنی جو قوم خیانت کرنے کی عادی ہوگی اس کا اثر یہ ہوگا کہ اس قوم کے دل میں ہمت و جرأت نہ رہے گی۔ دشمن کا خوف اس پر غالب ہوگا امین کا دل قوی ہوتا ہے۲؎ یہاں موت سے مراد یا تو جسمانی موت ہے یا روحانی موت یعنی جس قوم میں زنا پھیلے گا۔اس میں وبا، طاعون وغیرہ پھیلے گی یا ایسی خوفناک جنگ آپڑے گی جس سے ان میں موت بہت واقع ہوگی یا اس میں صالحین علماء اٹھ جائیں گے آئندہ پیدا نہ ہوں گے۔جس سے ان روحانی موت واقع ہو جائے گی۔ (مرقات) جیسے نیک اعمال میں تاثیر ہے، ویسے ہی گناہوں میں مختلف اثرات ہیں۔۳؎ یعنی کم تولنے کی نحوست سے روزی کی برکت اڑ جاتی ہے یا اس ذریعہ سے کمایا ہوا مال کسی نہ کسی وجہ سے آخر کار ہلاک ہو جاتا ہے۔ پانی کی کمائی پانی میں ہی گمائی جاتی ہے۔ اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ مگر لوگ عبرت نہیں پکڑتے۔حرام کمائی، حاکم، حکیم، وکیل ہی کھاتے ہیں۔حلال میں برکت ہے حرام میں بے برکتی۔رب تعالیٰ فرماتا ہے: **یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ** (۲۷۶:۲) اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔ (کنزالایمان) کتیا سال میں چھ سات بچے دیتی ہے اور کوئی ذبح نہیں ہوتا۔گائے بکری سال میں ایک دو بچے دیتی ہیں اور روزانہ ہزاروں ذبح ہو جاتے ہیں مگر ریوڑ بکریوں گایوں کے ہی نکلتے ہیں۔ کتوں کے نہیں۔۴؎ یعنی جب عدالتوں میں ظلم ہونے لگے وہاں ظالم سے مظلوم کا حق نہ دلوایا جائے تو ملک میں خونریزی ہوتی ہے کہ پھر لوگ ظالموں سے بدلہ خود لیتے ہیں۔ کچہریوں میں نہیں جاتے۔ دیکھا گیا ہے کہ قاتل رشوت وغیرہ سے بری ہو کر گھر پہنچا کہ مقتول کے وارثوں نے اسے اور اس کے بچوں گھر والوں کو قتل کر دیا اگر پھانسی ہو جاتی تو اتنی جانیں برباد نہ ہوتیں۔ **وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ** (۱۷۹:۲) اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے۔ (کنزالایمان)۵؎ ختر بنا ہے ختر سے بمعنی غداری، بدعہدی۔قرآن مجید میں ہے: **اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ** (۱۸:۳۱) بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا فخر کرتا۔ (کنزالایمان) یعنی بدعہد قوم پر دشمن مسلط کر دیئے جاتے ہیں کہ ان کے دشمن ان کے حاکم بنتے ہیں۔

بَابُ الْاِنْذَارِ وَالتَّحْذِيْرِ
ڈرانے اور بچانے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

مشکوۃ شریف کے بعض نسخوں میں صرف باب ہے۔ ترجمہ باب یعنی عنوان کے بغیر ہے جس کا مطلب ہے کہ متفرقات و ملحقات کا باب۔ بعض نسخوں میں ہے باب الانذار والتحذیر۔ انذار بمعنی ڈرانا۔ تحذیر بمعنی احتیاط دلانا یا نصیحت کرنا۔ لہٰذا انذار عام ہے اور تحذیر خاص کبھی بمعنی ڈرانا بھی آتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: **وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ** (۲۸:۳) اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے۔ (کنزالایمان)

عَنْ عِيَاضِ بْنِ حِمَارِ نِ الْمُجَاشِعِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَاتَ يَوْمٍ فِي خُطْبَتِهٖ اَلَا اِنَّ رَبِّيْ اَمَرَنِيْ اَنْ اُعَلِّمَكُمْ مَا جَهِلْتُمْ مِمَّا عَلَّمَنِيْ يَوْمِيْ هٰذَا كُلُّ مَالٍ نَحَلْتُهٗ عَبْدًا حَلَالٌ

(۵۱۳۳) روایت ہے حضرت عیاض ابن حمار مجاشعی سے۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے خطبہ میں فرمایا کہ آگاہ رہو کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ سب سکھاؤں جو مجھے میرے رب نے سکھایا اس دن۲؎ جو مال میں کسی بندہ کو دوں وہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَاِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِیْ حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ يُّشْرِكُوْا بِیْ مَالَمْ اُنْزِلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَاِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَمَقَتَهُمْ عَرَبَهُمْ وَعَجَمَهُمْ اِلَّا بَقَايَا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَقَالَ اِنَّمَا بَعَثْتُكَ لِاَبْتَلِيَكَ وَاَبْتَلِیَ بِكَ وَاَنْزَلْتُ عَلَيْكَ كِتَابًا لَايَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَأُهٗ نَائِمًا وَيَقْظَانَ وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُحَرِّقَ قُرَيْشًا فَقُلْتُ رَبِّ اِذًا يَّثْلَغُوْا رَاْسِیْ فَيَدَعُوْهُ خُبْزَةً قَالَ اسْتَخْرِجْهُمْ كَمَا اَخْرَجُوْكَ وَاغْزُهُمْ نُغْزِكَ وَاَنْفِقْ فَسَنُنْفِقُ عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا نَبْعَثْ خَمْسَةً مِّثْلَهٗ وَقَاتِلْ بِمَنْ اَطَاعَكَ مَنْ عَصَاكَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

حلال ہے۳ اور میں نے اپنے بندوں کو پیدا کیا کہ وہ ساری برائیوں سے دور تھے۴ اور ان کے پاس شیاطین آئے تو انہیں دین سے پھیر دیا اور ان پر وہ چیزیں حرام کردیں جو میں نے ان کیلئے حلال کی تھیں۵ اور انہیں مشورہ دیا کہ میرا شریک انہیں ٹھہرائیں جس پر میں نے کوئی دلیل نہ اتاری اور اللہ نے زمین والوں کی طرف نظر فرمائی تو ان سب عربیوں عجمیوں پر ناراض ہوا۔ سواء بچے کھچے اہل کتاب کے۶ اور فرمایا کہ میں نے تم کو بھیجا ہے تاکہ تمہارا امتحان لوں اور تمہارے ذریعہ سے امتحان لوں۷ اور میں نے تم پر ہر وہ کتاب اتاری جسے پانی نہ دھو سکے۸ تم سوتے جاگتے پڑھو گے۹ اور اللہ نے مجھے حکم دیا کہ قریش کو جلا ڈالوں۱۰ تو میں نے عرض کیا یا رب تب تو وہ میرا سر کچل دیں گے تو اسے روٹی کر چھوڑیں گے۱۱ فرمایا تم انہیں نکالو جیسے انہوں نے تمہیں نکالا۱۲ تم ان پر جہاد کرو ہم تمہیں سامان دیں گے۱۳ تم خرچ کرو ہم تم پر خرچ کریں گے۱۴ تم لشکر بھیجو ہم پانچ گنا لشکر بھیجیں گے۔۱۵ اور اپنے فرمانبرداروں کے ساتھ اپنے نافرمانوں سے جنگ کرو۱۶ (مسلم)

(۵۱۳۳) ۱؎ مجاشع ایک قبیلہ ہے جو مجاشع ابن دارم کی طرف منسوب ہے۔ حضرت عیاض اسی قبیلہ سے ہیں۔ حضور انور کو ان سے بہت ہی محبت تھی۔ انہوں نے ایک بار بحالت کفر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا حضور نے قبول نہ فرمایا پھر بعد اسلام ہدیہ بھیجا تو قبول فرمالیا آپ سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے۔ آخر میں بصرہ میں قیام رہا۔ (اشعہ) ۲؎ یعنی رب تعالٰی نے مجھے جو کچھ آج سکھایا ہے میں وہ تم کو سکھاؤں آج کے سکھانے سے مراد ہے کہ آج کے بھیجے ہوئے احکام شرعیہ ورنہ حضور کو وہ باتیں بھی سکھائی گئی ہیں جو صرف حضور کیلئے ہیں۔ ہم کو ان کی تعلیم ممنوع ہے۔ ۳؎ یعنی میرا دیا ہوا ہر مال میرے بندوں کو حلال ہے۔ کوئی بندہ اسے بغیر دلیل حرام نہ کہے۔ اس میں مشرکین عرب کی تردید ہے جو بلا دلیل بحیرہ سائبہ وصیلہ وغیرہ جانوروں کو حرام کہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل اشیاء میں حلال ہونا ہے جو ممنوع نہ ہو وہ حلال ہے اس سے وہابیوں کو عبرت پکڑنی چاہئے جو بلا دلیل حرام کا فتویٰ دیدیتے ہیں۔ ختم کا کھانا حرام ہے گیارھویں کی شیرینی حرام نعوذ باللہ۔ ۴؎ یعنی میں نے انسانوں کو دین پر پیدا فرمایا وہ قالو ابلیٰ والے عہد پر پیدا ہوئے۔ پیدائش کے وقت کوئی کافر مشرک نہ تھا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (۳۰:۳۰) اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔ (کنزالایمان) ۵؎ یعنی شیطانوں نے ان کے دلوں میں ڈال دیا کہ فلاں فلاں چیز حرام ہے۔ جیسے مشرکین عرب کے دل میں ڈال دیا کہ بحیرہ اور سائبہ جانور حرام ہیں یا بعض جاہلوں کے دل میں ڈال دیا کہ گیارہویں عرس کا کھانا حرام ہے۔ حرام کیلئے خاص ممانعت کی دلیل چاہئے۔ جس چیز کا شریعت میں ذکر ہی نہ ہو وہ حلال ہے۔ ۶؎ مقت بروزن نصر ماضی سے بنا ہے۔ مقتٌ سے بمعنی ناراض یعنی اللہ تعالٰی سارے عربیوں عجمیوں پر ناراض ہوا کہ وہ سب کفر و شرک میں مبتلا ہوگئے تھے ہاں کچھ اہل کتاب

https://archive.org/details/@madni_library

جو اپنے اصل دین پر قائم رہے تھے مومن موحد تھے ان سے راضی ہوا اور انہیں حضور پر ایمان لانے کی توفیق دے دی۔ ۷؎ یعنی اے میرے محبوب ہم نے آپ کو نبوت عطا فرمائی۔اس میں آپ کی آزمائش ہے تبلیغ سے اور لوگوں کی آزمائش ہے قبول کرنے سے آپ پر تبلیغ فرض ہے۔لوگوں پر آپ کی بات قبول کرنا ضروری ہے۔ ۸؎ یعنی وہ کتاب نہ تو منسوخ ہوگی نہ کسی کے بدلنے سے بدلی جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ قلمی قرآن شریف پانی سے دھلتا نہیں یا آگ سے جلتا نہیں۔ یہاں یہ دھلنا جلنا مراد نہیں۔ ۹؎ یعنی ہم تمہارے سینہ میں قرآن اس طرح محفوظ کردیں گے کہ آپ اسے بے تکلف سوتے جاگتے پڑھیں گے نہ بھولیں گے نہ اٹکیں گے۔ ۱۰؎ جلانے سے مراد ہے ہلاک کرنا مطلب یہ ہے کہ مشرکین عرب کیلئے جزیہ نہیں۔ان کیلئے یا اسلام ہے یا قتل۔لہذا حدیث واضح ہے۔ ۱۱؎ یعنی اے مولیٰ میں تو اکیلا ہوں کفار بہت ہیں۔میں اکیلا انہیں کیسے قتل کرسکتا ہوں۔وہ ہی مجھے ہلاک کردیں گے۔ ۱۲؎ یعنی کفار قریش کو ان کا وطن چھوڑنے پر مجبور کرو۔انہیں دیس نکالا دو۔کیونکہ انہوں نے آپ کو مکہ معظمہ چھوڑنے' ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔خیال رہے کہ اس فرمان پر عمل کا موقع ہی نہ آیا کیونکہ حضور کو مکہ معظمہ سے نکالنے والے قریش کچھ تھوڑے جہادوں میں قتل ہوگئے باقی تمام کے تمام مسلمان ہوگئے۔کسی کو دیس نکالا دینے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔لہذا حدیث واضح ہے بلکہ عکرمہ ابن ابوجہل فتح مکہ کے دن مکہ چھوڑ کر یمن بھاگ گئے تھے۔حضور نے انہیں امن دے کر واپس بلا لیا وہ مسلمان ہوگئے۔ ۱۳؎ اس عبارت میں اغز' نصر ینصر سے ہے۔بمعنی جہاد کرنا نغزک باب افعال سے ہے۔بمعنی سامان جہاد دینا اس کا مصدر اغزاء ہے یعنی ہم تم کو قوت جہاد جاں نثار غازی عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالٰی نے اپنا وعدہ پورا فرمادیا۔ ۱۴؎ حق یہ ہے کہ یہاں خرچ سے مراد ہر قسم کا خرچ ہے۔یعنی اے محبوب آپ جہاد میں' اپنے غلاموں پر تاقیامت اپنے در کے نوکروں چاکروں پر خوب خرچ کئے جاؤ ہم تم کو دیئے جائیں گے۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا:شعر:-

ہر تو او باشد تو برا　　　تا ابد یہ سلسلہ ہو

رب تعالٰی فرماتا ہے: وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى (۹۳،۸) اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کردیا۔(کنزالایمان) اللہ نے آپ کو بڑا عیالدار پایا تو تم کو ایسا غنی کردیا کہ تم اس جیسے ہزاروں عالم پال لو گے۔(بخاری شریف کتاب التفسیر) آج بھی سارے علماء' صوفیاء' اولیاء حضور کے دروازے سے ہی پل رہے ہیں۔سارا عالم حضور کے خوان کرم سے کھا پی رہا ہے۔شعر:-

آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہمان　　　صاحب خانہ لقب کس کا ہے؟ تیرا تیرا

۱۵؎ یعنی اگر تم کو ضرورت ہوگی تو ہم جہادوں میں انسانوں سے پانچ گنا فرشتے بھیجیں گے۔ بدر میں پانچ ہزار فرشتے اترے۔ مسلمانوں کے شانہ بشانہ کفار سے لڑے ورنہ ہلاک کرنے کیلئے تو ایک فرشتہ ہی کافی تھا ۱۶؎ یعنی صحابہ کو لے کر کفار عرب سے جنگ کرو یا تاقیامت اپنی امت کو لے کر کفار سے جنگ کرتے رہو۔اب بھی بہت جہادوں میں حضور مع صحابہ کرام شرکت فرماتے ہیں۔ چھ ستمبر ۱۹۶۵ء میں جو ہندوستان پاکستان کی سترہ روزہ جنگ ہوئی اس میں اولیاء اللہ صحابہ کرام بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس تشریف فرماتے تھے۔دمشق میں حضرت بلال قبر میں اذان دے رہے تھے کہ حی علی الجہاد۔لوگوں نے یہ واقعات دیکھے اور وہ اذان سنی۔اسی کی برکت تھی کہ اللہ نے پاکستان کو پانچ گنا طاقت پر فتح بخشی۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ صَعِدَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الصَّفَا

(۵۱۳۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنے قریبی کنبہ والوں کو ڈراؤ تو نبی صلی اللہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَابَنِيْ فِهْرٍ يَابَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُوْنِ قُرَيْشٍ حَتّٰى اجْتَمَعُوْا فَقَالَ اَرَأَيْتَكُمْ لَوْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ اَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوْا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ اِلَّا صِدْقًا قَالَ فَاِنِّيْ نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ فَقَالَ اَبُوْلَهَبٍ تَبًّالَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ تَبَّتْ يَدَا اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ نَادٰى يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ اِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ رَاَى الْعَدُوَّ فَانْطَلَقَ يَرْبَأُ اَهْلَهٗ فَخَشِيَ اَنْ يَّسْبِقُوْهُ فَجَعَلَ يَهْتِفُ يَا صَبَاحَاهُ ۔

علیہ وسلم صفا پر چڑھے پھر پکارنے لگے۱ کہ اے بنی فہر! اے بنی عدی! قریش کے خاندانوں کو۲ حتیٰ کہ وہ جمع ہو گئے تو فرمایا بتاؤ تو اگر میں تمہیں خبر دوں کہ سواروں کا لشکر اس جنگل میں ہے تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے کیا تم مجھے سچا سمجھو گے۳ وہ بولے ہاں ہم نے آپ پر ہمیشہ سچ ہی آزمایا ہے۔۴ فرمایا تو میں تم کو سخت عذاب کے آگے ڈراتا ہوں۔ اس پر ابولہب بولا تم کو ہمیشہ کیلئے ہلاکت ہو۔ کیا آپ نے ہم کو اسی لئے جمع کیا تھا تب یہ آیت اتری کہ ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں اور وہ خود ہلاک ہو۵ (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نے آواز دی کہ اے عبد مناف کی اولاد اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے دشمن کو دیکھا تو اپنے گھر والوں کی حفاظت کرتا ہوا چلا پھر ڈرا کہ دشمن اس سے پہلے ہی پہنچ جائے تو چیخنے لگا یا صباحاہ۶

(۵۱۳۴)۱؎ یہ حضور انور کی پہلی تبلیغ تھی جو صفا پہاڑ پر مکہ والوں کو بلا کر کی گئی۔ یہ بھی حضور انور کا معجزہ ہے کہ پہاڑ پر چڑھ کر سارے مکہ میں اپنی آواز پہنچا دی ورنہ پہاڑ کی چوٹی سے جو آواز دی جائے وہ نیچے نہیں پہنچ سکتی۲ بڑے خاندان کو قبیلہ کہتے ہیں۔ اس میں چھوٹے چھوٹے خاندانوں کو بطن اور فخذ کہتے ہیں۔ مرقات نے فرمایا کہ قبیلہ جنس ہے بطن نوع فخذ وافصل قریش تو بہت بڑا خاندان نصر ابن کنانہ کی اولاد بنی عدی وغیرہ چھوٹے خاندان جیسے پٹھان بڑا قبیلہ ہے اور یوسف زئی کمال زئی وغیرہ چھوٹے خاندان۔۳ یعنی تمہاری آنکھ کہتی ہے کہ ارد گرد میدانوں میں ایک آدمی بھی نہیں مگر میں کہوں کہ دشمن کے لشکروں سے میدان بھرا پڑا ہے تو تم اپنی آنکھ کی مانو گے یا میری زبان کی مانو گے۴ یعنی اس صورت میں ہم اپنی آنکھ کی نہ مانیں گے آپ کی زبان کی مانیں گے کیونکہ ہماری آنکھ بارہا غلطی کر جاتی ہے مگر تمہاری زبان کبھی غلطی نہیں کرتی۔ ماجر بنا علیك كذبا قط یہ تھی کفار کی عقیدت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آج بعض کلمہ گو مسلمان حضور کے علم میں تردد کرتے ہیں۔ کفار مکہ سے بدتر ہیں۔۵ ابولہب کا نام عبدالعزیٰ ابن عبدالمطلب ہے۔ چونکہ اس کا چہرہ شعلہ کی طرح سرخ اور چمکیلا تھا اس لئے اسے ابولہب کہا جاتا تھا۔ حضور کا چچا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پتھر اٹھایا حضور کو مارنے کیلئے اس لئے ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ یہ دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ ہلاک ہو جائیں یا دونوں ہاتھوں سے مراد ہے اس کی دنیا وآخرت (اشعۃ اللمعات، مرقات) اس واقعہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے نمبر۱ تبلیغ کی ترتیب یہ ہونی چاہئے کہ پہلے اپنے گھر والوں کو تبلیغ ہو پھر عزیزوں، قرابت داروں، محلہ والوں کو پھر دوسرے لوگوں کو نمبر۲ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا وآخرت دونوں کو دیکھ رہے ہیں۔ جیسے پہاڑ کی چوٹی پر آدمی چوطرفہ دور دور دیکھتا ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تبلیغ پہاڑ پر کی تاکہ حضور کا مقام معلوم ہو۔ نمبر۳ جہاد کیلئے قوت وطاقت ضروری ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد جہاد کئے کہ ہجرت سے پہلے قوت نہ تھی۔ نمبر۴ غیر خدا کی امداد شرک نہیں جہاد میں اللہ کے بندوں کی مدد لی جاتی ہے نمبر۵ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کا بدلہ ان کے دشمنوں سے خود لیتا ہے۔

https://archive.org/details/@madni_library

دیکھو حضور نے ابولہب کو جواب نہ دیا رب نے دیا۔ یہ ہی حال حضور کے ثناخوانوں کا ہے۔ حضور کی تعریف کرو رب تمہاری تعریف کرے گا دنیا تمہارے قدم چومے گی۔ شعر:-

حی وباقی جس کی کرتا ہے ثنا — مرتے دم تک اس کی مدحت کیجئے
جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا — اس پیارے سے محبت کیجئے

حضور کی معرفت ساری عبادات پر مقدم ہے۔ رب کی معرفت کے لیے بھی حضور کی معرفت چاہئے۔ دیکھو حضور انور نے پہلی تبلیغ میں اولًا اپنی پہچان کرائی۔ ۶؎ عرب میں دستور تھا کہ کوئی شخص کسی خطرہ شدید سے اپنی قوم کو مطلع کرتا تو اپنا کرتہ بانس پر ٹانگ کر بانس لیے پھرتا اور کہتا یا صباحاہ اسے نذیر عریانی کہتے تھے۔ حضور وہ مثال دے رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور انور کی نگاہیں غیبی عذاب کا مشاہدہ کر رہی ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِیْ كَعْبِ بْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِیْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا غَيْرَ اَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

وَفِی الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ لَّا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسَ ابْنَ عَبْدِالْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّا لِیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۔

(۵۱۳۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنے قریبی کنبہ والوں کو ڈراؤ ۱؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو نداء دی چنانچہ وہ جمع ہو گئے تو حضور نے عام و خاص سے خطاب فرمایا ۲؎ ارشاد فرمایا اے بنی کعب بن لوی اپنی جانوں کو آگ سے بچالو اے مرہ ابن کعب کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے بچالو۔ اے عبد شمس کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے بچالو اے عبد مناف کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے بچالو اے ہاشم کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے بچالو۔ اے عبدالمطلب کی اولاد اپنی جانوں کو آگ سے بچالو ۳؎ اے فاطمہ اپنی جان آگ سے بچالو ۴؎ کہ میں اللہ کے مقابل تمہارے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں ۵؎ سواء اس کے کہ تم سے رشتہ داری ہے۔ جس کی تری کو میں تر رکھوں گا اور مسلم بخاری کی روایت میں ہے کہ کہا اے قریش کے گروہ اپنی جانیں بچالو میں اللہ کے مقابل تم سے کچھ دفع نہیں کر سکتا۔ اے صفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی ۶؎ میں تم سے اللہ کے مقابل کچھ بھی دفع نہیں کر سکتا۔ اے فاطمہ محمد کی بیٹی تم جو چاہو مجھ سے میرا مال مانگ لو ۷؎ میں تم سے اللہ کے مقابل کچھ دفع نہیں کر سکتا ۸؎ اے عبد مناف کی اولاد! میں تم سے اللہ کے مقابل کچھ بھی دفع نہیں کر سکتا۔ اے عباس ابن عبدالمطلب! میں تم سے اللہ کے مقابل کچھ بھی دفع نہیں کر سکتا۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۶۱۳۵) اعشیرہ اور اقربین کا فرق ہماری تفسیر میں ملاحظہ فرمانا ۲ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجتماع میں عمومی تبلیغ بھی کی اور خصوصی بھی کہ اے فلاں اے فلاں قبیلہ والے لوگو ادھر آؤ ایمان قبول کرو۔ معلوم ہوا کہ خصوصی تبلیغ بھی سنت ہے۔ اس کی تفصیل اگلا کلام ہے۔ جبکہ کسی خاص شخص یا خاص قوم کے ایمان لانے سے دوسروں کے ایمان کی امید ہو تو اسے خصوصی تبلیغ ضرور کی جائے۔ حضور انور نے کفار بادشاہوں کو تبلیغی خطوط بھیجے۔ ۳ یہ ہیں حضور کی عمومی تبلیغیں۔ چونکہ عرب میں قریش بہت عزت والے مانے جاتے تھے اور قریش میں ان مذکورہ خاندانوں کا بڑا وقار تھا اس لئے حضور نے ان خاندانوں کو مخاطب فرما کر تبلیغ فرمائی اپنی جانوں کو آگ سے بچانے کے معنی یہ ہیں کہ تم لوگ ایمان قبول کرلو تا کہ تم نار جہنم سے بچ جاؤ۔ اس آگ سے بچنے کا ذریعہ ایمان واطاعت ہے۔ ۴ اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچوں کو بھی اسلام کی تبلیغ کی جائے کیونکہ اس وقت جناب فاطمہ چھوٹی بچی تھیں۔ سب لوگوں کے سامنے علانیہ حضرت فاطمہ کو تبلیغ فرمانا لوگوں کو سنانے کیلئے ہے کہ بغیر ایمان قبول کئے نبی کی قرابتداری بلکہ نبی کی اولاد ہونا کافی نہیں۔ کنعان نبی زادہ تھا مگر کفر کی وجہ سے جہنمی ہوگیا۔ ایمان کی ضرورت سب کو ہے۔ جیسے کوئی شخص سید ہو یا غیر سید دھوپ' ہوا' پانی' غذا سے مستغنی نہیں۔ یوں ہی کوئی شخص ایمان' قرآن اعمال سے بے نیاز نہیں۔ آج اپنے کو اعمال سے بے نیاز ماننے والے غذا' پانی' ہوا سے بے نیاز بن کر دکھائیں بلکہ مر کر انسان ان چیزوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے مگر حضور کی ضرورت پھر بھی رہتی ہے کہ قبر وحشر میں حضور کی غلامی کا سوال ہوتا ہے۔ ۵ یعنی اے فاطمہ اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا اور تم آخرت میں سزا کی مستحق ہوگئیں تو وہ سزا میں تم سے دفع نہیں کرسکتا اور تم عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکتیں۔ لہٰذا یہ حدیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ (۳۳:۸) اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔ (کنزالایمان) کیونکہ اس آیت میں دنیاوی عذاب مراد ہے۔ حضور کی برکت سے کفار پر دنیاوی عذاب نہیں آتا اور یہاں اخروی عذاب مراد ہے اور نہ اس حدیث شفاعت کے خلاف ہے کہ **شفاعتی لاھل الکبائر من امتی** کہ میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کو بھی پہنچے گی کہ وہاں امت کا ذکر ہے۔ یہاں کفار کا ذکر ہے۔ خیال رہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گار کافر کا عذاب ہلکا ہوسکتا ہے۔ مگر دفع نہیں ہوسکتا۔ ابوطالب کا عذاب بہت ہلکا ہے۔ ابولہب دوشنبہ کے دن عذاب ہلکا دیا جاتا ہے اور انگلی سے پانی ملتا ہے۔ (بخاری شریف کتاب الرضاع) ابوطالب نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اور ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے حضور کو دودھ پلایا۔ بہرحال یہ حدیث بالکل برحق ہے۔ ان آیات واحادیث کےخلاف نہیں۔ ۶ آپ صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں۔ حضور کی پھوپھی زمانہ جاہلیت میں حارث ابن حرب کی بیوی تھیں۔ حارث کی موت کے بعد عوام ابن خویلد کے نکاح میں آئیں۔ ان سے زبیر ابن عوام پیدا ہوئے۔ ۷۳ تہتر سال عمر پائی۔ عہد فاروقی میں وفات ہوئی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ آپ کی قبر انور زیارت گاہ خلق ہے۔ فقیر نے زیارت کی ہے۔ اللہ پھر نصیب کرے۔ ۷ اللہ تعالٰی نے حضور انور کو بی بی خدیجہ کے مال سے غنی فرما دیا تھا۔ فرمایا ہے: وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰى لہٰذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ ہجرت سے پہلے حضور انور کے پاس مال نہیں تھا پھر یہ کیسے فرمایا۔ خیال رہے کہ حضرت خدیجہ نے حضور انور کو اپنی ذات اپنے مال کا مالک کردیا تھا رضی اللہ عنہا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: شعر:-

حق گزار رفاقت پہ لاکھوں سلام   سیما پہلی ماں کہف امن و اماں

نیز حضور ہجرت سے پہلے تجارت کرتے تھے اور بھی کام کرتے تھے ۸ اس فرمان عالی کا مطلب ابھی عرض ہو چکا۔ اللہ تعالٰی حضور

https://archive.org/details/@madni_library

کے نام کی برکت سے حضور کے صدقہ سے آفتیں دفع فرما دیتا ہے حضور کا نام دافع بلا ہے۔ یہاں اللہ کے مقابل اخروی عذاب کفار سے دفع فرمانے کی نفی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُمَّتِیْ هٰذِهٖ اُمَّةٌ مَرْحُوْمَةٌ لَیْسَ عَلَیْهَا عَذَابٌ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُهَا فِی الدُّنْیَا الْفِتَنُ وَالزَّلَازِلُ وَالْقَتْلُ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۵۱۳۶) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری یہ امت رحمت والی ہے۱ اس پر آخرت میں عذاب نہیں۲ اس کا عذاب دنیا میں ہے۔ فتنے زلزلے اور قتل۳ (ابوداؤد)

(۵۱۳۶)۱ یعنی دوسرے نبیوں کی امت کے مقابل میری امت پر حق تعالیٰ کی رحمت زیادہ ہے۔ اس کی نیکیاں کم ثواب زیادہ ہیں۔ گناہوں کی معافی کے ذریعے بہت دیئے۔ بچانے کے بہانے بہت زیادہ ہیں۔ یہ صدقہ ہے رحمت والے آقا کا۔ شعر:-

عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت وہ آئے لیکن آئے رحمۃ للعالمیں ہو کر

۲ یعنی اس امت پر آخرت میں عذاب سخت نہیں یا عذاب رسوائی والا نہیں یا عذاب دائمی نہیں لہذا یہ فرمان عالی عذاب والی احادیث کے خلاف نہیں بعض شارحین نے کہا کہ اس امت کے گنہگاروں کیلئے عذاب قبر عذاب آخرت کا کفارہ ہے مگر پہلی بات قوی ہے یا چھوٹے گناہ اکثر کفارات سے بخشے جائیں گے ان پر عموماً عذاب نہ ہوگا ۳ یعنی دنیاوی مصیبتیں گناہ صغیرہ کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ حتی کہ کانٹا جو چبھ جائے وہ بھی کفارہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ بَدَاَ نُبُوَّةً وَّرَحْمَةً ثُمَّ یَکُوْنُ خِلَافَةً وَّرَحْمَةً ثُمَّ مُلْکًا عَضُوْضًا ثُمَّ کَائِنٌ جَبْرِیَّةً وَّعُتُوًّا وَفَسَادًا فِی الْاَرْضِ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِیْرَ وَالْفُرُوْجَ وَالْخُمُوْرَ یُرْزَقُوْنَ عَلٰی ذٰلِكَ وَیُنْصَرُوْنَ حَتّٰی یَلْقُوا اللّٰهَ ۔ (رَوَاهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ)

(۵۱۳۷) روایت ہے حضرت ابوعبیدہ اور معاذ ابن جبل سے۱ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ یہ کام شروع ہوا نبوت اور رحمت سے۲ پھر ہو جائے گا خلافت اور رحمت۳ پھر ہو جائے گا کٹ کھنی سلطنت۴ پھر ہو جائے گا ظلم سرکشی اور زمین میں فساد۵ کہ لوگ ریشم اور زنا اور شرابوں کو حلال سمجھیں گے۶ اس کے باوجود روزی دیئے جائیں گے۔ فتح دیئے جائیں گے۔ حتی کہ اللہ سے ملیں گے۷ (بیہقی، شعب الایمان)

(۵۱۳۷)۱ حضرت ابوعبیدہ ابن جراح امین امت اور عشرہ مبشرہ سے ہیں اور معاذ ابن جبل عظیم الشان صحابی ہیں۔ ان کے حالات پہلے بیان ہو چکے یہ دونوں صاحب اس حدیث کے راوی ہیں۲ امر سے مراد دین اسلام ہے۔ بدا یا تو بدو سے بمعنی ظاہر ہونا یا بدایۃ سے بمعنی شروع ہونا یعنی دین اسلام کی ابتداء یا اس کا ظہور ہماری نبوت سے ہے اور یہ نبوت سراسر رحمت الٰہی ہے۔ کیونکہ ہم رحمۃ للعالمین ہیں اور یہ امت مرحومہ ہے۳ یعنی ہمارے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ کہ ہم خاتم النبیین ہیں۔ ہمارے نائب ہوں گے۔ ان کا زمانہ خلافت کا دور ہوگا کہ خلفاء نائب نبی ہوں گے ان کی بیعت بیعت سلطنت بھی ہوگی اور بیعت ارادت بھی اس لئے اس زمانہ کے لوگ کسی کے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مرید نہ بنیں گے۔اپنے خلیفہ کی رعایا بھی ہوں گے۔ان کے مرید بھی یہ زمانہ حضرات خلفاء راشدین تک رہا۔یعنی وفات شریف سے تیس سال تک خلفاء راشدین دین و دنیا دونوں کے پیشوا تھے۔ان کی بیعت حضور اقدس کی بیعت تھی۔۳؎عضوض بنا ہے عض سے۔بمعنی دانت سے کاٹ کھانا۔یعنی اس دور کے بعد خلافت راشدہ ختم ہو جائے گی۔بادشاہوں میں صرف سلطنت رہ جائے گی اور بادشاہ اکثر ظالم ہوں گے۔اگر دو چار عادل ہوئے تو وہ شمار میں نہیں کہ اکثر کو کل کا حکم ہوتا ہے۔چنانچہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز بنی امیہ کے بادشاہوں میں سے ہیں مگر آپ کا زمانہ نہایت ہی عدل و انصاف کا زمانہ ہوا۔آپ کے مناقب احادیث شریفہ میں مذکور ہیں۔(مرقات) لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ یہاں اکثریت کا ذکر ہے۔حضرت امیر معاویہ بھی اسلام کے سلطان ہیں۔ظالم نہیں کہ وہ صحابی ہیں۔صحابہ ظالم نہیں ہوتے۔۵؎یعنی کچھ عرصہ کے بعد ایسے بادشاہ مسلط ہوں گے جن سے زمین میں بڑا فساد پھیلے گا کہ نااہل سلطان ہوں گے۔نااہل ہی حکام' رعایا پر ظلم کریں گے۔نااہلوں کو عہدے دیں گے۔علماء صالحین کو ذلیل کریں گے۔مشرکین و کفار پر جہاد کرنے کی بجائے خود مسلمانوں سے لڑیں گے۔اسی لئے علماء فرماتے ہیں کہ جو اب حکام یا بادشاہ کو عادل کہے وہ کافر ہے۔کچہریوں کو عدالت کہنا حرام ہے (مرقات) کہ اب کچہریاں عدالت نہیں بلکہ انسانوں کے مذبح ہیں۔نوے فیصدی ظلم ان کچہریوں کے سر پر ہو رہے ہیں۔حضور کی پیش گوئی حرف بحرف ظاہر ہو رہی ہے۔اللہ تعالٰی زمانہ کے شر سے بچائے ۶؎یعنی زنا' ریشم' شراب بے پروائی سے استعمال کریں گے۔گویا بالکل حلال ہے یا یہ مطلب ہے کہ حیلے بہانے بنا کر انہیں حلال ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔یہ حدیث پڑھو اور آج کل کے حالات دیکھو۔یہ ہے اس غیب داں رسول کا علم غیب۔۷؎یعنی اللہ تعالٰی ان پر عذاب نہ بھیجے گا۔ان کے ظلموں کے باوجود وہ روزی پائیں گے۔اگر کبھی کفار پر جہاد کریں گے تو اللہ تعالٰی انہیں فتح دے گا کیونکہ اسی امت پر دنیا میں عذاب نہیں آئے گا۔اس فرمان عالی کا ظہور ۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کی اس جنگ میں ہوا جو بھارت اور پاکستان میں ہوئی۔اللہ تعالٰی نے پاکستان کو بھارت کی پانچ گنا طاقت پر فتح دی۔یہ اس کی مہربانی ہے۔اللہ سے ملنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی سزا و جزا قیامت پر رکھی گئی ہے۔دنیا میں رحمت کا ظہور ہے۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنَّ اَوَّلَ مَا يُكْفَأُ قَالَ زَيْدُ بْنُ يَحْىَ الرَّاوِىْ يَعْنِى الْاِسْلَامَ كَمَا يُكْفَأُ الْاِنَاءُ يَعْنِى الْخَمْرَ قِيْلَ فَكَيْفَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَقَدْ بَيَّنَ اللّٰهُ فِيْهَا مَا بَيَّنَ قَالَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا فَيَسْتَحِلُّوْنَهَا (رَوَاهُ الدَّارِمِىُّ)

(۵۱۳۸) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ شراب پہلی وہ چیز ہے جو انڈیلی جائے گی ۱؎ زید ابن یحیٰی راوی فرماتے ہیں کہ مراد اسلام ہے ۲؎ جیسے برتن سے انڈیلی جاتی ہے۔یعنی شراب ۳؎ عرض کیا گیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کیسے ہوگا حالانکہ اللہ تعالٰی نے اس کے بارے میں واضح بیان فرمادیا ہے ۴؎ فرمایا کہ اس کا نام کچھ اور رکھ لیں گے۔پھر اسے حلال سمجھ لیں گے۔۵؎ (دارمی)

(۵۱۳۸) ۱؎اس وقت مجلس پاک میں شراب کی حرمت کا ذکر ہو رہا تھا تو حضور انور نے یہ فرمایا ان کی یا تو خبر پوشیدہ ہے یا اسم پوشیدہ ہے۔یعنی یا تو ان اول الخ تھا یا ما یکفاء الخمر تھا یعنی میری امت اسلام کے احکام توڑے گی۔ان میں سے سب سے پہلے شراب کا حکم توڑے گی کہ اسے پینے لگے گی۔بعد میں دوسرے احکام توڑے گی۔(لمعات) ۲؎ راوی اس فرمان کی شرح یوں کر رہے ہیں

https://archive.org/details/@madni_library

کہ گویا اسلام ایک گھڑا ہے۔جس میں احکام بھرے ہوئے ہیں گھڑے کو ٹیڑھا کرو تو اوپر کی چیز پہلے گرتی ہے۔ نیچے کی چیزیں بعد میں۔ اسی طرح میری امت پہلے شراب کا حکم نکال پھینکے گی بعد میں دوسرے احکام' اشعہ میں ہے الاسلام سے پہلے فی پوشیدہ ہے۔یعنی اسلام میں پہلے شراب پی جائے گی۔۳؎ یہ جملہ اس تشبیہ کا تمہ ہے یہ بھی راوی کا قول ہے یعنی اسلام میں پہلے کون سی چیز پی جائے گی۔شراب (اشعہ)۴؎ یعنی تعجب ہے کہ لوگ مسلمان پہلے شراب کا قانون توڑیں گے۔ حالانکہ شراب کے متعلق قرآن واحادیث میں صاف صریح احکام وارد ہیں پھر یہ کیسے جرأت کریں گے ۵؎ یعنی شراب کو بیئر یا انگریزی میں وسکی کہہ کر پئیں گے۔ یہ شراب نہیں یہ تو وسکی ہے یا بیئر ہے۔آج بھی بعض لوگ اس نام سے شراب پیتے ہیں۔ ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے۔نام بدلنے سے حکم بدل نہیں جاتا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَكُوْنَ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا فَتَكُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُوْنُ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ نُبُوَّةٍ ثُمَّ سَكَتَ قَالَ حَبِيْبٌ فَلَمَّا قَامَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَتَبْتُ اِلَيْهِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اُذَكِّرُهُ اِيَّاهُ وَقُلْتُ اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ اَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ بَعْدَ الْمُلْكِ الْعَاضِّ وَالْجَبْرِيَّةِ فَسَرَّ بِهٖ وَاَعْجَبَهٗ يَعْنِيْ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ .

(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

(۵۱۳۹) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے۱؎ وہ حضرت حذیفہ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں نبوت رہے گی جب تک اس کا رہنا اللہ چاہے۔ پھر اسے اللہ اٹھا لے گا۲؎ پھر ہوگی خلافت نبوت کے راستہ پر جب تک اللہ اس کا ہونا چاہے۔۳؎ پھر اسے بھی اللہ اٹھا لے گا۴؎ پھر کٹکھنا ملک ہوگا۵؎ پھر وہ رہے گا جب تک اللہ اس کا رہنا چاہے اسے اللہ اٹھا لے گا پھر جبریہ سلطنت ہوگی۶؎ وہ بھی رہے گی جب تک اللہ اس کا رہنا چاہے پھر اسے اُٹھا لے گا پھر خلافت نبوت کی شاہراہ پر ہوگی۷؎ پھر حضور خاموش ہو گئے حبیب کہتے ہیں ۸؎ پھر جب عمر ابن عبدالعزیز قائم ہوئے تو میں نے انہیں یہ حدیث لکھ بھیجی میں ان کو یہ حدیث یاد دلاتا تھا میں نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ آپ کٹکھنے اور جبریہ ملک کے بعد مسلمانوں کے امیر ہوئے ۹؎ تو آپ اس سے بہت خوش ہوئے اور عمر ابن عبدالعزیز کو یہ بہت پسند آئی ۱۰؎ (احمد' بیہقی' دلائل النبوۃ)

(۵۱۳۹) ۱؎ حضرت نعمان بھی صحابی ہیں۔ ان کے والد بشیر بھی صحابی۔ نعمان پہلے وہ بچے ہیں جو بعد اسلام انصار کے گھر پیدا ہوئے۔ان کی پیدائش پر انصار کو بڑی خوشی ہوئی کیونکہ مدینہ منورہ میں مشہور ہوگیا تھا کہ یہود نے انصار پر جادو کردیا ہے۔اب ان کے ہاں اولاد نہ ہوگی۔ حذیفہ ابن یمان حضور کے صاحب اسرار صحابی ہیں۔۲؎ یہاں نبوت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا زمانہ ہے۔ جب لوگ صحابی بنتے تھے۔ یہ زمانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ختم ہوگیا اور پھر خلافت کا زمانہ آگیا اور حضور کی سلطنت کا زمانہ تا ابد ہے۔ وہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ نبی کی نبوت کا زمانہ اس کے نسخ سے ختم ہوتا ہے۔ حضور کی نبوت سلطنت نہ کبھی منسوخ ہو نہ کبھی آپ کی نبوت جائے۔اب بھی حضور کا دور ہے حضور کا زمانہ ہے۔ یہاں اٹھالے گا سے یہ ہی مراد ہے کہ ہماری وفات ہو جائے گی۔لوگ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہمارے دیدار کو ترس جائیں گے۔ ۳؎ منہاج کے معنی ہیں وسیع راستہ (جرنیلی سڑک) رب تعالٰی فرماتا ہے: لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا (۵:۴۸) ہم نے تم سب کے لئے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا۔ (کنزالایمان) یہاں منہاج سے مراد ظاہری و باطنی فیوض ہیں یعنی اس خلافت میں نبوت کے ظاہری و باطنی فیوض ہوں گے۔ یہ خلافت کل تیس سال رہے گی۔ جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں ہے ۴؎ چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ خلافت کر کے اس لئے امیر معاویہ کے حق میں دست برداری فرمائی۔ ان چھ ماہ پر تیس سال پورے ہوگئے۔ اس کے بعد اسلام میں سلطنت کی بنیاد پڑی۔ امیر معاویہ پہلے سلطان اسلام ہوئے۔ ۵؎ کاٹ کھنے ملک کے معنی ابھی پہلے عرض کردیئے گئے کہ اس زمانہ میں خلافت راشدہ جیسی نورانیت نہ ہوگی۔ نہ اس زمانہ کا سا امن وامان ہوگا۔ اس زمانہ میں بعض لوگ بعض کو کاٹ کھائیں گے یہ مطلب نہیں کہ وہ سلطنت لوگوں کو کاٹ کھائے گی یا سلطان ظالم ہوں گے۔ ظلم والی بادشاہت کا ذکر تو آگے آرہا ہے۔ ۶؎ کہ اس دور میں لوگوں کی مرضی کے خلاف جبراً لوگ سلطان بن جائیں گے۔ خود بھی ظالم ہوں گے اور ان کے حکام بھی ظالم ہوں گے۔ ۷؎ اس زمانہ سے مراد حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے جو قریب قیامت قائم ہوگی۔ اس دور میں زمانہ رسالت کے تمام فیوض و برکات جاری ہوں گے۔ اس درمیان میں اگرچہ بعضے بادشاہ بڑے عادل ہوں گے جیسے حضرت عمر ابن عبدالعزیز یا سلطان محی الدین اورنگ زیب عالمگیر وغیرہ۔ مگر ان کی سلطنت خلافت علی منہاج النبوۃ نہ ہوگی۔ (از مرقات و اشعہ) ۸؎ یہ حبیب ابن سالم ہیں۔ حضرت نعمان ابن بشیر کے آزاد کردہ غلام۔ وہ اس حدیث کے ایک راوی اور حضرت نعمان کے کاتب ہیں۔ ۹؎ سبحان اللہ کیسی احتیاط سے کام لیا کہ انہیں خلیفۃ المسلمین نہ کہا نہ ان کی حکومت کو خلافت فرمایا بلکہ کہ آپ ہیں تو سلطان اسلام مگر آپ کے زمانہ میں عدل وانصاف کا دور دورہ ہے۔ آپ نے ظلم کی جڑیں کاٹ دیں۔ عدل قائم کیا' مسلمان آپ کو عمر ثانی کہتے تھے اور آپ کی حکومت کو خلافت فاروقی کا نمونہ کہا کرتے تھے۔ ۱۰؎ یہ خوشی شکریہ کی تھی کہ اللہ کا شکر ہے کہ لوگوں کا میرے متعلق یہ نیک گمان ہے۔ لوگوں کی زبان ان کا گمان اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

https://archive.org/details/@madni_library

كِتَابُ الْفِتَنِ
فتنوں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

فتن جمع ہے فتنة کی فتنہ کے کل چودہ معنی ہیں،محنت' آزمائش' پسند آنا' کسی پر فریفتہ ہونا۔گمراہ ہونا' گمراہ کرنا' گناہ' کفر' رسوائی' عذاب' سونا' آگ میں گلانا' جنون' محنت' لوگوں کے آپس کے جھگڑے وفساد(اشعۃ اللمعات)مؤلف اس بارے میں بہت سے باب باندھیں گے حتی کہ فضائل ومناقب کے باب بھی اسی بیان میں آئیں گے ان بابوں میں ان معانی کا لحاظ ہے۔

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ قَدْ عَلِمَهٗ اَصْحَابِيْ هٰؤُلَاءِ وَاِنَّهٗ لَيَكُوْنُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيْتُهٗ فَاَرَاهُ فَاَذْكُرُهٗ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ اِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ اِذَا رَاٰهُ عَرَفَهٗ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۱۴۰)روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ قیام فرمایا[۱]آپ نے اس جگہ میں قیامت تک ہونے والی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر دیدی[۲]جس نے اسے یاد رکھا اس نے یاد رکھا جو بھول گیا وہ بھول گیا[۳]یہ بات میرے یہ دوست جانتے ہیں[۴]ان واقعات میں سے کوئی چیز ہوتی ہے جسے میں بھول چکا ہوتا ہوں پھر اسے دیکھتا ہوں تو ایسے یاد کرلیتا ہوں جیسے کوئی شخص کسی کا چہرہ پہچان لیتا ہے جب وہ اس سے غائب رہا ہو پھر جب اسے دیکھے تو پہچان لے[۵](مسلم بخاری)

(۵۱۴۰)[۱]حضور انور کا یہ قیام آئندہ واقعات کی خبریں دینے کے لیے تھا'جیسے کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے[۲]یعنی حضور نے ہر چھوٹے بڑے واقعہ حتی کہ قطرہ قطرہ ذرہ ذرہ کا بیان فرمادیا یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (۴:۱۱۳) اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔(کنزالایمان) جس سے معلوم ہورہا ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ کا علم بخشا اتنے تھوڑے وقت میں یہ سب بیان فرمادینا حضور انور کا معجزہ ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام آن کی آن میں زبور شریف پڑھ لیتے تھے خیال رہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور انور کو سب کچھ سکھادیا جس سے حضور ان سب کے عالم بن گئے مگر حضور انور نے حضرات صحابہ کو یہ سب کچھ بتادیا سکھایا نہیں جس سے وہ صحابہ ان سب کے عالم نہیں بن گئے لہذا صحابہ کا علم حضور کے برابر نہیں ہوگیا جیسے اللہ تعالٰی نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھادیئے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (۲:۳۱) اور اللہ تعالٰی نے آدم کو (تمام اشیاء) کے نام سکھائے۔(کنزالایمان) جس سے وہ ان تمام کے عالم بن گئے مگر آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو یہ نام بتادیئے سکھائے نہیں جس سے فرشتے عالم نہ بنے فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ (۲:۳۳) جب اس نے (یعنی آدم نے) انہیں سب کے نام بتادیئے۔(کنزالایمان)[۳]یہ ساری باتیں تو کسی ایک کو بھی یاد نہ رہیں بعض صحابہ کو زیادہ باتیں یاد رہیں بعض کو تھوڑی بعض کو بہت چیزیں بھول گئیں[۴]یعنی جو صحابہ آج موجود ہیں انہیں یہ واقعہ یاد ہے جو میں نے بیان کیا کہ حضور انور نے یہ سب باتیں ایک مجلس شریف میں بتائی تھیں[۵]یعنی بہت دفعہ واقعات ہمارے سامنے آکر ہم کو ہماری بھولی باتیں یاد دلادیتے ہیں کہ حضور انور نے یہ فرمایا تھا کہ وہ واقعہ یہ ہے۔جیسے بھولا بچھڑا آدمی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

سامنے آجائے تو پہچان لیا جاتا ہے سبحان اللہ کیسی شان دار مثال ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا عُوْدًا فَاَىُّ قَلْبٍ اُشْرِبَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ وَاَىُّ قَلْبٍ اَنْكَرَهَا نُكِتَتْ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ حَتّٰى يَصِيْرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ اَبْيَضَ مِثْلَ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَالْاٰخَرُ اَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوْزِ مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا اِلَّا مَا اُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۱۴۱) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ دلوں پر فتنے پیش آئیں گے ۱؎ جیسے چٹائی کا ایک ریگ' جو دل فتنے پلا دیا گیا اس میں سیاہ دھبہ پیدا کر دیں گے اور جو دل انہیں برا سمجھے اس میں سفید داغ پیدا ہو جائے گا ۲؎ حتیٰ کہ لوگ دو قسم کے دلوں پر ہو جائیں گے ۳؎ ایک سفید جیسے سنگ مرمر اسے کوئی فتنہ نقصان نہ دے گا جب تک کہ آسمان زمین قائم ہیں اور دوسرا کالا راکھ ہمرنگ جیسے اوندھا کوزہ ۴؎ وہ نہ بھلائی کو پہچانے نہ برائی کو برا جانے سواء اس خواہش کے جو اسے پلا دی گئی ۵؎ (مسلم)

(۵۱۴۱) ۱؎ یہاں فتنوں سے مراد یا دنیاوی آفتیں اور مصیبتیں ہیں یا برے عقیدے برے اعمال ہیں وہ فتنے دور ہو جائیں گے مگر ان کے اثرات دلوں پر رہ جائیں گے جیسے مٹی یا ریتے پر چٹائی بچھاؤ تو چٹائی تو اٹھ جاتی ہے مگر اس کے نشان مٹی پر رہ جاتے ہیں ۲؎ یعنی جو شخص ان فتنوں کو اچھا سمجھے گا اس کا دل سیاہ ہو جائے گا وہ بے ایمان جیئے گا بے ایمان مرے گا اور جو ان فتنوں سے نفرت کرے گا اس کا دل نورانی ہوگا یہاں پلائے جانے سے مراد پسند کرنا چاہنا ہے جیسے ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاُشْرِبُوْا فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ (۹۳:۲) اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا۔ (کنزالایمان) ۳؎ یا تو لوگ دو قسم کے ہو جائیں گے کالے دل والے اور سفید دل والے یا لوگوں کے دل دو قسم کے ہو جائیں گے سفید اور کالے معلوم ہوا کہ گناہ سے الفت اور نفرت کا اثر دل پر پڑتا ہے۔ پھر کبھی دل کا اثر چہرے پر نمودار ہو جاتا ہے چہرہ دل کی کتاب ہے۔ ۴؎ یعنی اس کا دل سیاہ بھی ہوگا اور ناقابل تاثیر جیسے الٹا کوزہ کہ اس میں کوئی چیز نہیں ٹھہرتی ایسے ہی اس دل میں کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت ٹھہرے گی نہیں وہ دل کسی نصیحت کا اثر قبول نہ کرے گا یہ اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب ہے مجخ اِجخاءٌ کا اسم فاعل ہے بمعنی اوندھا اور الٹا ہو جانا۔ ۵؎ یعنی وہ شخص بجز اپنی دل پسند چیز کے کسی کو اختیار نہ کرے گا اگرچہ کتنی ہی اچھی ہو اور سوائے اپنی ناپسندیدہ چیز کے کسی چیز کو چھوڑے گا ہی نہیں اگرچہ کتنی ہی بری ہو یہ ہے دل کی موت یا دل کا رین۔ رب فرماتا ہے: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۱۴:۸۳) کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے ان کی کمائیوں نے۔ (کنزالایمان)

وعَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَيْنِ رَاَيْتُ اَحَدَهُمَا وَاَنَا اَنْتَظِرُ الْاٰخَرَ حَدَّثَنَا اَنَّ الْاَمَانَةَ نَزَلَتْ فِىْ جَذْرِ قُلُوْبِ الرِّجَالِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ عَلِمُوْا مِنَ السُّنَّةِ وَحَدَّثَنَا عَنْ رَفْعِهَا قَالَ يَنَامُ الرَّجُلُ النَّوْمَةَ فَتُقْبَضُ الْاَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهٖ فَيَظَلُّ اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْوَكْتِ ثُمَّ يَنَامُ النَّوْمَةَ

(۵۱۴۲) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو خبریں بتائیں ۱؎ جن میں سے ایک تو میں نے دیکھ لی اور دوسری کا منتظر ہوں ۲؎ ہم کو خبر دی کہ امانت لوگوں کے دلوں کے اصل میں اتری ہے ۳؎ پھر لوگوں نے قرآن سیکھا پھر حدیث سیکھی ۴؎ اور حضور نے ہم کو اس کے اٹھ جانے کی خبر دی ۵؎ فرمایا آدمی ایک نیند سوئے گا تو اس کے دل سے امانت قبض کر لی جائے گی ۶؎ تو

https://archive.org/details/@madni_library

فَتُقْبَضُ فَيَبْقَى اَثَرُهَا مِثْلَ اَثَرِ الْمَجْلِ كَجَمْرٍ دَحْرَجْتَهُ عَلَى رِجْلِكَ فَنَفِطَ فَتَرَاهُ مُنْتَبِرًا وَلَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ وَيُصْبِحُ النَّاسُ يَتَبَايَعُوْنَ وَلَا يَكَادُ اَحَدٌ يُؤَدِّي الْاَمَانَةَ فَيُقَالُ اِنَّ فِيْ بَنِيْ فُلَانٍ رَجُلًا اَمِيْنًا وَيُقَالُ لِلرَّجُلِ مَا اَعْقَلَهُ وَمَا اَظْرَفَهُ وَمَا اَجْلَدَهُ وَمَا فِيْ قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اس کا اثر چھالے کی طرح رہ جاتا ہے ۷ پھر ایک نیند سوئے گا تو امانت قبض کرلی جائے گی حتیٰ کہ اس کا اثر آبلے کی طرح ہوجائے گا ۸ جیسے تم اپنے پاؤں پر چنگاری لگاؤ تو ابھار ہوجائے تم اسے پھولا ہوا دیکھو جس میں کچھ بھی نہ ہو ۹ لوگ خرید وفروخت کریں اور کوئی بھی امانت ادا نہ کرے گا ۱۰ حتیٰ کہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ میں ایک امانت دار شخص ہے ۱۱ اور کسی شخص کے متعلق کہا جائے کہ وہ کیسا عقل مند ہے کیسا خوش طبع ہے کیسا بہادر ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان نہ ہوگا ۱۲ (مسلم بخاری)

(۵۱۴۲) ۱ یعنی فتنوں کے زمانوں میں امانت کے متعلق دوخبریں دی لہذا یہ حدیث کتاب الفتن کے مناسب ہے۔ ۲ حضور انور نے نزول امانت کی بھی خبر دی اور اس امانت کے اٹھ جانے کی بھی دی۔ میں نے امانت کا نزول تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اس کے اٹھ جانے کا منتظر ہوں نہ معلوم یہ واقعہ میری زندگی میں ہو یا میرے بعد ۳ امانت سے مراد یا تو ایمان ہے یا شرعی احکام رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ (۳۳،۷۲) بے شک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر (کنزالایمان) ممکن ہے کہ اس سے مراد دیانتداری ہو خیانت کے مقابل۔ ۴ اس سے معلوم ہوا کہ دلوں میں توفیق خیر پہلے ہوتی ہے قرآن وحدیث کا سیکھنا عمل کرنا بعد میں میسر ہوتا ہے یہ وہ چیزیں ہیں جو ہم نے دیکھ لیں۔ ۵ یعنی آخر زمانہ میں روشنی ایمان دلوں سے نکل جائے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ قرآن وسنت پڑھنا ان پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے ۶ ظاہر یہ ہے کہ یہاں سونے سے مراد علم دین سے غفلت کرنا اور نومۃ سے مراد معمولی غفلت ہے اس لئے کہ اس سے پہلے قرآن وسنت کے علم کا ذکر ہوا یعنی لوگ علم دین سے معمولی غفلت کریں گے تو اس کا نتیجہ وہ ہوگا جو یہاں مذکور ہے (اشعہ) اور ہوسکتا ہے کہ نوم سے مراد سونا ہی ہو تو مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے انقلاب کا حال یہ ہوگا کہ ابھی سونے سے پہلے دل کا اور حال تھا اور سوتے ہی کچھ اور ہوگیا۔ (مرقات) ۷ وکت واؤ کے فتحہ کاف کے سکون سے جمع ہے وکتۃ کی بمعنی نقطہ سفید جو آنکھ کی سیاہ پتلی میں ہو چھوٹے چھالے یا چھوٹے تل کو بھی وکت کہتے ہیں خواہ کالا تل ہو یا سرخ یعنی امین آدمی کے دل سے امانت ختم ہوجائے گی مگر کچھ اثر باقی رہے گا۔ ۸ مجل میم کے فتح جیم کے سکون سے آبلہ چھالا جو زیادہ کام کرنے سے ہاتھوں میں پڑ جاتا ہے کھال سخت ہوجاتی ہے یعنی لوگوں کے دلوں سے امانت آہستہ آہستہ اٹھے گی ایک بار غفلت میں امانت جائے گی دل میں خیانت آئے گی مگر معمولی جیسے چھالا دوبارہ غفلت میں یہ خیانت دل میں سخت ہوجائے جیسے کام کرنے والوں کے ہاتھ کے سخت دھٹے آبلے۔ ۹ یہ مضمون علیحدہ ہے یعنی اگر کسی کا عضو معمولی چنگاری سے جل جائے وہاں چھالا پڑ جائے تو چھالا ابھرا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر اس میں سواء گندے پانی کے ہوتا کچھ نہیں یوں ہی اس زمانہ کے لوگ لباس وشکل میں بہت اچھے دکھائی دیں گے مگر ان کے دلوں میں خیر نہ ہوگی برائی ہی ہوگی۔ ۱۰ یعنی وہ لوگ آپس میں خرید وفروخت اور دوسرے مالی معاملات کریں گے مگر امین نہ ہوں گے تجارتوں میں خیانت ملاوٹ سب ہی کچھ کریں گے اپنی زبان پر قائم نہ رہیں گے ۱۱ یعنی امین آدمیوں کی اتنی کمی ہو جائے گی کہ اگر کسی شہر کسی قبیلہ میں کوئی ایک امین ہوگا تو لوگ دور دور اس کا چرچا کریں گے کہ اس علاقہ میں صرف وہ شخص امین ہے۔ ۱۲

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

یعنی آخر زمانہ میں لوگوں کی چالاکی دنیا کمانا چست و چالاکی ہونے کی تو تعریف ہوگی مگر اس کے دین تقوی امانت کا ذکر بھی نہ کیا جائے گا وہ ہوگا بے ایمان خائن جیسا کہ آج کل عام چودھریوں۔نمبرداروں دنیاداروں میں دیکھا جاتا ہے ہاں بعض اللہ کے مقبول بھی ہوتے ہیں مگر تھوڑے۔

وَعَنْهُ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَسْأَلُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَيْرِ وَكُنْتُ اَسْأَلُهُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنْ يُدْرِكَنِيْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّا كُنَّا فِيْ جَاهِلِيَّةٍ وَّشَرٍّ فَجَآءَ نَا اللهُ بِهٰذَا الْخَيْرِ فَهَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ وَفِيْهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخَنُهُ قَالَ قَوْمٌ يَّسْتَنُّوْنَ بِغَيْرِ سُنَّتِيْ وَيَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْيِيْ تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ صِفْهُمْ لَنَا قَالَ هُمْ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُوْنَ بِاَلْسِنَتِنَا قُلْتُ فَمَا تَاْمُرُنِيْ اِنْ اَدْرَكَنِيْ ذٰلِكَ قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِمَامَهُمْ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا اِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا وَلَوْ اَنْ تَعَضَّ بِاَصْلِ شَجَرَةٍ حَتّٰى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَاَنْتَ عَلٰى ذٰلِكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ يَكُوْنُ بَعْدِيْ اَئِمَّةٌ لَّا يَهْتَدُوْنَ بِهُدَايَ وَلَا يَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِيْ وَسَيَقُوْمُ فِيْهِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الشَّيَاطِيْنِ فِيْ جُثْمَانِ اِنْسٍ قَالَ حُذَيْفَةُ قُلْتُ كَيْفَ اَصْنَعُ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنْ اَدْرَكْتُ ذٰلِكَ قَالَ تَسْمَعُ وَتُطِيْعُ الْاَمِيْرَ وَاِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَاُخِذَ مَالُكَ فَاسْمَعْ وَاَطِعْ.

(۵۱۴۳) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق پوچھتے تھے اور میں شر کے متعلق پوچھتا تھا اس خوف سے کہ مجھے وہ پہنچ جائے۱ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم پہلے جہالت اور شر میں تھے پھر اللہ ہمارے پاس یہ خیر لایا۲ تو کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہوگی۳ میں نے عرض کیا کہ کیا اس شر کے بعد خیر ہوگی فرمایا ہاں مگر اس خیر میں کدورت ہوگی۴ میں نے عرض کیا اس کی کدورت کیا ہے فرمایا وہ قوم جو میرے طریقے کے خلاف طریقہ اختیار کرے گی اور میری عادت کے خلاف عادت قبول کرے گی۵ ان کی بعض باتیں اچھی پاؤ گے بعض بری میں نے عرض کیا کہ کیا اس خیر کے بعد شر ہوگی فرمایا ہاں۶ دوزخ کے دروازہ پر بلانے والے جو دوزخ کی طرف ان کی بات مانے گا اسے دوزخ میں ڈال دیں گے۷ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کی علامات بھی بتایئے فرمایا وہ ہمارے گروہ سے ہوں گے ہماری زبان میں کلام کریں گے۸ میں نے عرض کیا کہ اگر میں یہ پاؤں تو مجھے آپ کیا حکم فرماتے ہیں فرمایا مسلمانوں کی جماعت ان کے امام کو پکڑے رہنا۹ میں نے عرض کیا کہ اگر مسلمانوں کی نہ جماعت ہو۔۱۰ نہ امام فرمایا تو ان تمام فرقوں سے الگ رہنا۔۱۱ اگرچہ اس طرح ہو کہ تم کسی درخت کی جڑ دانتوں سے پکڑ لو حتی کہ تم کو اسی حالت میں موت آجائے۱۲ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا میرے بعد ایسے پیشوا ہوں گے جو نہ تو میری سنت اختیار کریں گے نہ طریقہ پہ چلیں گے۱۳ ان میں کچھ لوگ اٹھیں گے اور جن کے دل شیطانوں کے دل ہوں گے انسانی جسموں میں۔۱۴ حضرت حذیفہ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر میں یہ وقت پاؤں تو کیا کروں فرمایا اپنے امیر کی سنو

https://archive.org/details/@madni_library

اور اطاعت کرو اگرچہ تمہاری پیٹھ پر مارے اور تمہارا مال لے لے
جب بھی سنو اور اطاعت کرو۱۵

(۵۱۴۳) ۱؎ یعنی صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کی باتیں بہت پوچھتے تھے جیسے نیک اعمال' دنیاوی فراخی آئندہ فتوحات تاکہ اس پر خوشی وشکر کریں مگر میں شر کی باتیں بہت پوچھتا تھا جیسے گناہ فتنے مالداری کے برے نتیجے تاکہ ان سے بچنے کی کوشش کروں تحلیہ سے پہلے تخلیہ ہے لباس وزیور سے پہلے غسل ہے پہلے برائیوں سے بچو پھر نیکیاں کرو۔ ۲؎ یعنی ہم اہل عرب پہلے انتہائی برائیوں میں گرفتار تھے پھر اللہ نے ہم کو انتہائی خیر حضور کی نبوت وحی تقویٰ طہارت ہم کو عطا فرمائی ۳؎ یعنی کیا حضور کے پردہ فرمانے کے بعد پھر ہم برائیوں میں آفتوں میں مبتلا ہوں گے۔ ۴؎ یعنی اس شر کے بعد خیر آئے گی ضرور مگر خالص خیر نہ ہوگی اس میں شر کی ملاوٹ ہوگی دخن بنا ہے دخان سے بمعنی دھواں ۵؎ اس فرمان عالی میں اشارہ یا تو قتل عثمان وخلافت علی کی طرف ہے کہ قتل عثمان شر ہے اور خلافت علی خیر مگر اسی خلافت میں روافض وخوارج کا زور تھا یہ کدورت ہے یا اس میں اشارہ ہے خلافت عمر ابن عبد العزیز کی طرف کہ وہ خیر تھی مگر اس زمانہ میں بدمذہبوں کا زور تھا (از اشعہ ومرقات) اس کی شرحیں اور بہت کی گئی ہیں۔

۶؎ یعنی کیا اس مخلوط خیر کے بعد کوئی شر ہوگی جو خالص شر ہو اس خیر سے کہیں بدتر ہو ۷؎ یعنی ایسے پیشوا جو لوگوں کو ہدایت کے لباس میں گمراہی دیں گے خیر دکھا کر شر پھیلائیں گے سنت ظاہر کرکے بدعت پیش کریں گے زہد ظاہر کرکے عیاشی کریں گے جو ان کی مانے گا وہ دوزخ میں جائے گا گویا یہ لوگ دوزخ میں بھیجنے کا سبب ہوں گے یہ نسبت سبب کی طرف ہے ۸؎ یعنی کلمہ گو اور مدعی اسلام ہوں گے عرب ہوں گے عربی بولیں گے اس لئے لوگ ان سے بہت دھوکا کھایا کریں گے کیونکہ چھپے کافر سے بچنا بہت مشکل ہے۔ روافض' خوارج' وہابیت' نجدیت وغیرہ سب عرب سے ہی پیدا ہوئیں۔ ۹؎ یعنی وہ عقیدے رکھنا جو مسلمانوں کی جماعت کے ہوں سلطان اسلام کی حمایت کرنا جو تم کو اللہ' رسول کے راستہ پر چلائے' ان تمام فرقوں سے الگ رہنا جماعت مسلمین کے ساتھ رہنا فتنوں سے بچنے کا قوی ذریعہ ہے اہل سنت وجماعت کے ساتھ رہو تیرہ سو برس سے مسلمانوں کے جو عقائد چلے آرہے ہیں۔ انہیں پر قائم رہو۔ مثلاً آج ایک فرقہ کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں یا صلوٰۃ کے معنی یہ مروجہ نمازیں نہیں حضور کے بعد اور نبی آسکتے ہیں۔ نمازیں دن رات میں صرف دو ہیں وہ بھی اسلامی نماز سے جداگانہ ہم یہ دیکھیں گے کہ آج تک نماز کے متعلق مسلمانوں کے کیا عقیدے رہے ہیں وہ ہی اختیار کریں یہ ایمان کی ڈھال ہے۔ ۱۰؎ یعنی اگر ایسا زمانہ آجائے کہ مسلمانوں کا نہ کوئی بادشاہ ہو نہ وہ کسی کی امامت پر متفق ہوں تو میں کیا کروں۔ ۱۱؎ یعنی اس صورت میں ان فرقوں میں سے کسی کے ساتھ نہ رہنا عقائد اہل سنت کے اختیار کرنا اگر مسلمانوں کی جماعت نہ ہو تو اس جماعت کے عقائد تو محفوظ ہوں گے وہ اختیار کرنا یہ بھی قاعدہ کلیہ ہے۔

۱۲؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں مسلمانوں کو بستی میں رہنا بہتر ہے تاکہ وہاں نماز باجماعت ادا کرسکے' وقت پر جہاد کرسکے۔ جمعہ وعیدین میں شرکت کرسکے' بہت سی عبادات جماعت پر موقوف ہیں مگر جب بستیوں میں فتنے زیادہ ہوجائیں۔ تب عزلت وگوشہ نشینی بلکہ آبادیوں کا چھوڑ دینا بہتر ہے تاکہ ایمان سلامت رہے۔ لوگوں سے امان میں رہے۔ یہ حدیث ایسے ہی نازک حالات کے متعلق ہے درخت کی جڑ پکڑ لینے سے مراد بالکل خلوت وتنہا مقام پر چلا جانا ہے جہاں بستی کا فتنہ نہ پہنچے۔ ۱۳؎ ظاہر یہ ہے کہ ائمہ سے مراد سلاطین ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ بدعقیدہ بدعمل بادشاہ مسلط ہوجائیں گے۔ اور ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد بدعمل بدمذہب

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

پیر و علماء ہوں۔ جیسے آج کل دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ بھنگی، چرسی، گانے باجے کے دلدادہ بے نماز بے روزہ مگر کہلاتے ہیں ولی یہ ولی اللہ نہیں بلکہ ولی شیطان ہیں۔ اس مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی خبر دی ہے۔ ۱۴؎ یعنی یہ لوگ انسانی جسم میں شیطان ہوں گے۔ باتیں اچھی کریں گے علم سے بے بہرہ عمل کے خراب ہوں گے۔ ان سے علیحدگی ضروری ہے۔ ۱۵؎ یعنی ظالم بادشاہ اسلام کے ظلم کی وجہ سے بغاوت نہ کرو کہ بغاوت سے ملک میں فساد ہوتا ہے۔ جب تک کہ وہ ظالم بادشاہ دین بگاڑنے کی کوشش نہ کرے۔ اسی فرمان عالی کے مدنظر حضرات صحابہ کرام نے بدترین ظالم حکام و سلاطین پر بغاوت نہ کی جیسے حجاج ابن یوسف وغیرہ ہر جائز بات میں ان کی اطاعت کی۔ خیال رہے کہ امام حسین نے یزید کو سلطان اسلام مانا نہیں کہ وہ اس کا اہل نہ تھا۔ نا اہل کو بادشاہ بنانا ممنوع ہے۔ مگر جب بادشاہ بن چکا ہو تو اس کی بغاوت ممنوع ہے۔ لہٰذا حضرت حسینؓ کا عمل اس حدیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِىْ كَافِرًا وَيُمْسِىْ مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا يَبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۱۴۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتنوں سے پہلے اعمال کرلو جو اندھیری رات کے حصوں کی طرح ہوں گے کہ انسان سویرا پائے گا مومن ہو کر شام کرے گا کافر ہو کر اور شام کرے ا؎ مومن ہو کر سویرا پائے گا کافر ہو کر دنیاوی سامان کے عوض اپنا دین فروخت کردے گا ۲؎ (مسلم)

(۵۱۴۴) ا؎ یعنی یہ موقع امن و امان کا غنیمت جانو جو نیکی کرنا ہے کرلو ورنہ ایسے فتنے اٹھنے والے ہیں اور ایسی بلائیں آنے والی ہیں کہ انسان کو کچھ نہ سوجھے گا کہ میں کیا کروں دلوں کے حالات بہت جلد بدل جائیں گے۔ یہاں کافر سے مراد یا واقعی کافر ہے یا بمعنی ناشکرا ہے پہلے معنی زیادہ قوی ہیں۔ کہ یہاں کافر مومن کے مقابل ارشاد ہوا ہے۔ ۲؎ یعنی معمولی دنیاوی لالچ میں اپنا دین چھوڑ دے گا۔ اس زمانہ کے علماء رشوت لے کر غلط فتوے دیں گے۔ حکام رشوتیں لیکر غلط فیصلے کریں گے۔ عوام پیسہ لے کر جھوٹی گواہی بلکہ شراب خوری قتل تک کردیں گے۔ یہ تو اب دیکھا جا رہا ہے۔ (از مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيَكُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِىْ وَالْمَاشِىْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِىْ مَنْ تَشَرَّفَ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَاً اَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْبِهٖ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

وَفِىْ رِوَايَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ تَكُوْنُ فِتْنَةٌ اَلنَّائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَقْظَانِ وَالْيَقْظَانُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِىْ فَمَنْ وَجَدَ مَلْجَاً اَوْ مَعَاذًا فَلْيَسْتَعِذْبِهٖ۔

(۵۱۴۵) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنقریب ایسے فتنے ہوں گے ان میں بیٹھ رہنے والا بہتر ہوگا کھڑے ہونے سے اور ان میں کھڑا ہونے والا بہتر ہوگا چلنے والے سے اور ان میں چلنے والا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے ا؎ جو ان کی طرف جھانکے گا وہ اسے اچک لیں گے تو جو کوئی پناہ یا ٹھکانہ پائے تو اس کی پناہ لے لے ۲؎ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں ہے کہ فرمایا ایسے فتنے ہوں گے کہ ان میں سونے والا جاگنے والے سے بہتر ہوگا ۳؎ اور ان میں جاگنے والا کھڑے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا جو کوئی ٹھکانہ یا پناہ پائے تو اس کی پناہ لے لے ۴؎

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۱۴۵) ۱؎ اس فرمان عالی میں بیٹھنا، کھڑا ہونا، چلنا اور دوڑنا بطور تشبیہ و استعارہ ارشاد ہوا ہے۔ بیٹھنے سے مراد ہے ان فتنوں سے الگ تھلگ رہنا، ان سے بالکل واسطہ نہ رکھنا یہ ذریعہ ہوگا فتنوں سے حفاظت کا کہ وہ نہ فتنوں کو دیکھے گا نہ ان کا اثر لے گا۔ اور کھڑے ہونے سے مراد ہے انہیں دیکھنا ان پر خبردار و مطلع ہونا، چلنے سے مراد ہے ان میں مشغول ہونا مگر معمولی طور پر اور دوڑنے سے مراد ہے ان میں خوب مشغول ہونا غرضکہ عجیب استعارات ہیں۔ ۲؎ بعض صحابہ کرام نے جنگ جمل و صفین کو اسی حدیث میں داخل مانا اور وہ حضرات ان جنگوں میں غیر جانب دار رہے جیسے حضرت ابو ہریرہ مگر قوی یہ ہے کہ ان جنگوں میں حضرت علی حق پر تھے۔ دوسرے حضرات سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی۔ ۳؎ یہاں بھی نائم سے مراد بے خبر بے شعور ہے یعنی جو فتنوں سے ایسا بے خبر ہو کہ اسے ان کی خبر بھی نہ ہو، یقظان سے مراد ہے خبردار کہ اسے ان فتنوں کی خبر تو ہو مگر اس میں شریک نہ ہو۔ خبر سے مراد ہے خود بخود خبر ہونا، نہ کہ ان کی خبر رکھنا ۴؎ قائم سے مراد ہے باقاعدہ اس فتنہ کی خبر رکھنے والا مگر اس میں شریک نہیں۔ لہذا بیدار اور قائم میں فرق ظاہر ہے۔ ٹھکانہ سے مراد ہے امن کی جگہ اور پناہ سے مراد ہے وہ آدمی جو اسے فتنوں سے بچالے یعنی یا تو پناہ کی جگہ چلا جائے یا ایسے شخص کے پاس رہے جو اس کو ان فتنوں سے بچائے (مرقات) لہذا عبارت میں تکرار نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتَنٌ اَلَاثُمَّ تَكُوْنُ فِتَنٌ اَلَا ثُمَّ تَكُوْنُ فِتَنٌ اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِیْ اِلَيْهَا اَلَا فَاِذَا وَقَعَتْ فَمَنْ كَانَ لَهٗ اِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِاِبِلِهٖ وَمَنْ كَانَ لَهٗ غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهٖ وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ اَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِاَرْضِهٖ فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ مَنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ اِبِلٌ وَّلَا غَنَمٌ وَّلَا اَرْضٌ قَالَ يَعْمِدُ اِلٰى سَيْفِهٖ فَيَدُقُّ عَلٰى حَدِّهٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ اِنِ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ثَلٰثًا فَقَالَ رَجُلٌ يَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ اُكْرِهْتُ حَتّٰى يُنْطَلَقَ بِیْ اِلٰى اَحَدِ الصَّفَّيْنِ فَضَرَبَنِیْ رَجُلٌ بِسَيْفِهٖ اَوْ يَجِیْءُ سَهْمٌ فَيَقْتُلُنِیْ قَالَ يَبُوْءُ بِاِثْمِهٖ وَاِثْمِكَ وَيَكُوْنُ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۱۴۶) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عنقریب فتنے ہوں گے ۲؎ پھر فتنے خبردار پھر فتنے ہوں گے ۳؎ پھر وہ فتنے ہوں گے کہ ان میں بیٹھا ہوا چلتے ہوئے سے بہتر ہوگا اور چلتا ہوا دوڑتے ہوئے سے بہتر ہوگا ۴؎ آگاہ رہو کہ جب وہ فتنے واقع ہوں تو جس کے اونٹ ہوں اونٹوں سے مل جائے اور جس کی بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں میں چلا جائے اور جس کی زمین ہو وہ اپنی زمین میں پہنچ جائے ۵؎ تو ایک صاحب بولے یا رسول اللہ فرمایئے تو جس کے پاس نہ اونٹ ہوں نہ بکریاں نہ زمین ۶؎ فرمایا وہ اپنی تلوار کی طرف رخ کرے اس کی دھار کو پتھر سے کوٹ دے ۷؎ پھر الگ ہوجائے اگر الگ ہونے کی طاقت رکھے ۷؎ اے اللہ کیا میں نے پہنچا دیا (تین بار فرمایا) ۸؎ پھر ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ فرمایئے تو اگر مجھے مجبور کیا جائے حتی کہ مجھے دونوں صفوں میں سے ایک صف تک لے جایا جائے پھر مجھے کوئی اپنی تلوار سے مار دے یا آوے کہ مجھے قتل کردے ۹؎ فرمایا وہ اپنا اور تمہارا گناہ لے کر لوٹے گا اور وہ دوزخی ہوگا ۱۰؎ (مسلم)

(۵۱۴۶) ۱؎ آپ کا نام نفیع ابن عبدالحارث ابن کلاہ ہے، ثقفی ہیں۔ آپ حضرت انور کے آزاد کردہ غلاموں میں سے ہیں۔ بصرہ میں رہے ۴۹ھ میں وفات پائی (اکمال) بڑے متقی و پرہیزگار تھے صحابہ کی آپس کی جنگوں میں آپ علیحدہ رہے۔ ۲؎ یہ فرمان عالی یا تو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ان فتنوں کا تسلسل بیان فرمانے کیلئے ہے۔ یعنی آگے پیچھے مسلسل فتنے ہوں گے یا ان کی بڑائی بیان کرنے کے لئے یعنی سخت سے سخت اس سے سخت اس سے بھی سخت فتنے ہوں گے جو سارے عرب کو گھیر لیں گے۔ ۳؎ یعنی مسلمان ان فتنوں سے جس قدر دور رہے اسی قدر اچھا اس فرمان عالی کی شرح ابھی عرض کردی گئی۔ ۴؎ امن کے زمانہ میں شہر بہتر ہے گاؤں اور جنگل سے کہ شہر میں علم ہے جمعہ وعیدین بلکہ پنج گانہ کی جماعت ہیں۔ کبھی جہاد کا موقع بھی مل جاتا ہے مگر فتنوں کے زمانہ میں شہر سے گاؤں بلکہ جنگل بہتر ہے کہ وہاں امن ہے عافیت ہے۔ شہر میں فتنے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

☆ان السلامة من الليل و جارتها   ان لاتمر على حال يواريها☆

۵؎ یعنی جس کے پاس گاؤں یا جنگل میں رہنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو نہ اپنی زمین ہو نہ اپنے جانور ہوں نہ اور کوئی ذریعہ وہ کیا کرے اسے تو لامحالہ شہر میں ہی رہنا پڑے گا۔ ۶؎ نجات اگر ت سے ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں چھٹکارا یا عذاب سے بچ جانا۔ اور اگر ہمزہ سے ہو تو اس کے معنی ہیں بھاگ جانا' دور ہو جانا' یہاں ہمزہ سے ہے یعنی اس وقت تلوار نہ چلائے بلکہ اپنی تلوار بیکار کردے کیونکہ یہ لڑائیاں مسلمانوں کی آپس میں ہوں گی وہاں سے بھاگ جانے فتنوں سے الگ ہو جانے کی کوشش کرے۔ مسلمانوں کی آپس کی لڑائیاں فساد کہلاتی ہیں کفار سے جنگ جہاد ہے حضرت ابوبکرہ کا اور عبداللہ بن عمرو غیرہم صحابہ کا مسلک یہ تھا کہ بغاوت کے موقع پر کسی طرف شرکت نہ کرے۔ ائمہ [illegible] ہے۔ ان کی دلیل یہ آیت تھی: فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ (۹؍۴۹) تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ (کنزالایمان) ان کے نزدیک حدیث بغاوت کے لئے نہیں۔ بلکہ عام فسادات اور بلووں کے متعلق ہے۔ یہی قول زیادہ قوی ہے۔ ۸؎ یعنی میرے مولیٰ گواہ ہوجا کہ میں نے تیرا یہ حکم تیرے بندوں تک پہنچا دیا۔ معلوم ہوا کہ فتنوں سے خبردار کرنا بھی ایک تبلیغی حکم ہے۔ جس کا پہنچانا فرض ہے۔ ۹؎ یعنی اگر مجھ پر ایسا حال طاری ہو جائے کہ میں الگ نہ رہ سکوں مجبوراً کسی فریق کے ساتھ جنگ میں کھڑا ہو جاؤں مگر میری نیت جنگ کی نہ ہو صرف جانا پڑ جائے تو میری یہ موت کیسی ہوگی۔ ۱۰؎ یعنی اس مجبوری کی صورت میں تم گنہگار نہ ہو گے۔ بلکہ تمہارا لے جانے والا یا تمہیں قتل کرنے والا گنہگار ہوگا۔ ایسا کہ تمہارے گزشتہ گناہ بھی اس پر پڑیں گے۔ بِاِثْمِهٖ وَاِثْمِكَ کی شرح ہم نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر میں واضح کردی۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَّتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَ مَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِيْنِهٖ مِنَ الْفِتَنِ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۱۴۷) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب ہے کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بکریاں ہوں جنہیں وہ پہاڑ کی چوٹیوں یا پانی کی جگہ لے جائے ۱؎ اپنا دین فتنوں سے بچا کر بھاگ جائے ۲؎ (بخاری)

(۵۱۴۷) ۱؎ شعف جمع ہے شعفۃ کی بمعنی بلند چوٹی اہل عرب پہاڑ کی چوٹیوں میں بھی اپنے مال مویشی رکھتے ہیں۔ اور وہاں خود بھی رہتے ہیں یہ جگہ زمین سے بہت بلند ہونے کی وجہ سے بڑے امن عافیت کی ہوتی ہے۔ مواقع قطر سے مراد ہے وہ جنگل جہاں پانی کے چشمے سبزہ زار چراگاہ وغیرہ ہو۔ یہ تعمیم بعد تخصیص ہے۔ یا اس کے برعکس ۲؎ یعنی اس علیحدگی کی وجہ اپنے دین کی حفاظت ہو نہ کہ مسلمانوں سے نفرت کہ ایسے موقع پر لوگوں سے خلط ملط اپنے لئے دینی خرابی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

وَعَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ اَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

(۵۱۴۸) روایت ہے حضرت اسامہ ابن زید سے فرماتے ہیں

https://archive.org/details/@madni_library

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُطُمٍ مِّنْ اٰطَامِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا اَرٰى قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنِّىْ لَاَرَى الْفِتَنَ تَقَعُ خِلَالَ بُيُوْتِكُمْ كَوَقْعِ الْمَطَرِ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ٹیلوں میں سے کسی ٹیلہ پر تشریف لے گئے۱ پھر فرمایا کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۲ لوگوں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ میں فتنے دیکھ رہا ہوں جو تمہارے گھروں کے درمیان بارش گرنے کی طرح گر رہے ہیں۔۳ (مسلم بخاری)

(۵۱۴۸) ۱اشراف کے لفظی معنی ہیں چڑھنا' جھانکنا' اچک لینا' یہاں بمعنی چڑھنا ہے۔ اطم ہمزہ کے پیش اور ط کے پیش سے بمعنی اونچا قلعہ' اونچا ٹیلہ جمع ہے آطام' چونکہ ٹیلے چڑھنے سے ساری بستی سامنے آ گئی اس لئے یہاں پہنچ کر حضور انور نے یہ فرمایا۲ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال آئندہ فرمان عالی کی تمہید ہے ورنہ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نہیں دیکھ رہے تھے خیال رہے کہ بعض اوقات حضور کی تجلی ساتھ والوں پر بھی پڑتی تھی جس سے ان پر بھی غیوب کی چیزیں ظاہر ہو جاتی تھیں۔ ایک بار حضور خچر پر سوار دو قبروں پر گزرے تو خچر نے عذاب قبر دیکھا اور کودنے لگا ایک بار عقاب حضور اقدس کے سر مبارک کے مقابل سے گزرا تو موزے کے اندر کا سانپ دیکھ لیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے ایک بار حضور کا تہبند اوڑھ لیا تو غیبی نور کی بارش آنکھوں سے دیکھ لی۔ ایک بار حضرت زید نے عرض کیا آٹھوں جنتیں' ساتوں دوزخ میرے سامنے ہیں ہر جنتی دوزخی کو دیکھ رہا ہوں۔ آج جن خوش نصیبوں کا سر حضور کے قدم تک پہنچ جاتا ہے۔ ان پر عالم غیب منکشف ہو جاتا ہے۔ مگر یہ کبھی کبھی لہذا حدیث واضح ہے۔۳ اس فرمان عالی میں ان فتنوں کی طرف اشارہ ہے جو یزید ابن معاویہ' مروان ابن حکم' حجاج ابن یوسف وغیرہم کے زمانوں میں واقع ہوئے جنہوں نے سارے عرب خصوصاً مدینہ والوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا یہاں دیکھنے سے مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ محض خیالی وہمی صورتیں مراد نہیں۔ حضرات انبیاء کرام کی آنکھیں ہمارے خواب وخیال سے بھی زیادہ تیز ہوتی ہیں وہ آئندہ پیش آنے والے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں ہم خواب وخیال میں اگلے پچھلے واقعات دیکھ لیتے ہیں۔ بارش سے تشبیہ دے کر دو باتیں فرمائیں۔ ایک یہ کہ وہ فتنے بارش کی طرح ہر گھر میں پہنچیں گے۔ دوسرے یہ کہ اس زمانہ میں کوئی شخص خانہ نشین ہو کر بھی ان سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ خلوت وجلوت ہر جگہ فتنے پہنچ جائیں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَةُ اُمَّتِیْ عَلٰى يَدَیْ غِلْمَةٍ مِّنْ قُرَيْشٍ . (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۱۴۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت کی ہلاکت قریش کے چھوکروں کے ہاتھ پر ہو گی۱ (بخاری)

(۵۱۴۹) ۱یعنی ہمارے بعد چھوکرے نا تجربہ کار نا اہل لونڈے بادشاہ حاکم بن جائیں گے۔ اور اپنی نااہلی نا تجربہ کاری کی وجہ سے میری امت کو ہلاک کر دیں گے۔ اس فرمان عالی میں یزید ابن معاویہ مروان ابن حکم وغیرہ نااہلوں کی طرف اشارہ ہے۔ ان لوگوں کی وجہ سے امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مصیبتیں پیش آئیں۔ وہ سب کو معلوم ہیں۔ معلوم ہوا مجاہد غازی جوان چاہئیں مگر حکام' سلطان قاضی تجربہ کار چاہئیں جہاد میں جوانوں کی شمشیر بوڑھوں کی تدبیر کام آتی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيُقْبَضُ الْعِلْمُ وَتَظْهَرُ الْفِتَنُ وَيُلْقَى

(۵۱۵۰) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ چھوٹا ہو جائے گا۱ اور علم اٹھا لیا جائے گا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

الشُّحُّ وَيَكْثُرُ الْهَرْجُ قَالُوْا وَمَا الْهَرْجُ قَالَ الْقَتْلُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۲ اور فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور بخل ڈال دیا جائے گا۳ ہرج بڑھ جائے گا لوگوں نے عرض کیا ہرج کیا ہے فرمایا قتل۴ (مسلم بخاری)

(۵۱۵۰) ۱ یتقارب بنا ہے قرب سے بمعنی نزدیکی اس عبارت کے بہت معنی کئے گئے ہیں۔ مشہور معنی یہ ہیں کہ زمانے کے اجزا دن رات گھنٹہ منٹ ہفتہ مہینہ سال ایک دوسرے سے گزرنے میں قریب ہو جائیں گے۔ کہ بہت جلد جلد گزرنے لگیں گے اس کی شرح وہ حدیث ہے کہ قرب قیامت سال ایک مہینہ کی طرح مہینہ ہفتہ کی طرح' ہفتہ دن کی طرح' دن آگ سلگانے کی طرح گزریں گے۔ یا یہ معنی ہیں کہ زمانہ قیامت کے نزدیک ہو جائے گا۔ یا یہ کہ زمانہ والے لوگ ایک دوسرے سے جنگ وجدال کیلئے گتھ جائیں گے۔ قریب تر ہو جائیں گے۔ یا سارے اوقات شر وفساد میں ایک دوسرے سے قریب ویکساں ہو جائیں گے۔ ۲ علم سے مراد علم دین ہے۔ علم دین کے اٹھ جانے سے مراد یہ ہے کہ علماء دین وفات پاتے رہیں گے اور بعد کے لوگ عالم بننا چھوڑ دیں گے کیونکہ علم دین کی قدر نہ قوم میں رہے گی نہ حکومت میں۔ جیسا کہ آج کل دیکھا جارہا ہے کہ اب علماء بھی واعظ یا پیر بن کر گزارہ کررہے ہیں۔ صرف علماء کیلئے کوئی ذریعہ نہیں۔ انگریزی بی اے کرلو تو تمام دروازے کھل جاتے ہیں۔ عالم دین بنو تو حکومت کا کوئی محکمہ تمہیں نہیں لیتا۔ تم پر حکومت کے سارے دروازے بند ہیں۔ دین کا اللہ تعالیٰ ہی حافظ ہے۔ دین رسولی باغ ہے۔ علم دین اس کا پانی۔ جب پانی نہ دیا جائے تو باغ کا کیا ہوگا۔ ۳ یعنی لوگ کنجوس ہو جائیں گے۔ علماء علم سکھانے میں بخل کریں گے۔ کاریگر اپنا ہنر سکھانے میں۔ مالدار لوگ اپنا مال خرچ کرنے میں بخیل ہو جائیں گے۔ یلقی فرما کر بتایا گیا کہ یہ بخل شیطان دلوں میں ڈالے گا۔ لوگوں کو بخل کے فائدے' سخاوت کے نقصانات ذہن نشین کرادے گا۔ ۴ ہرج کے لغوی معنی فتنہ ہیں۔ یہاں خاص فتنہ یعنی قتل وخون مراد ہے۔ حرج بڑی حاء سے بمعنی تنگی ہے۔ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ۔ (۲۴:۶۱) نہ اندھے پر تنگی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَاْتِيَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَّا يَدْرِي الْقَاتِلُ فِيْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِيْمَ قُتِلَ فَقِيْلَ كَيْفَ يَكُوْنُ ذٰلِكَ قَالَ الْهَرْجُ الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۱۵۱) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ دنیا نہ جائے گی حتیٰ کہ لوگوں پر وہ دن آجائے گا جب قاتل نہ جانے گا کہ کس جرم میں قتل کیا اور نہ مقتول جانے گا کہ کس جرم میں قتل کیا گیا۱ عرض کیا گیا یہ کیسے ہوگا فرمایا فتنہ عامہ کی وجہ سے۲ قاتل مقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔۳ (مسلم)

(۵۱۵۱) ۱ اس فرمان عالی کا ظہور آج پورے طور سے ہورہا ہے۔ بات بات پر مکھی' مچھر' کھٹل کی طرح انسان قتل کرائے جارہے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ قاتلوں کو سزا نہیں ملتی تو مقتول کے وارثین ایک کے عوض دو تین کو مار دیتے ہیں۔ پھر وہ لوگ دو کے عوض تین چار کو۔ اگر عدالتوں سے سزا پوری پوری ملے تو جرموں کی جڑ کٹ جائے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ (۲:۱۷۹) اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے (کنزالایمان) ۲ یعنی لوگوں میں لاقانونیت طبیعتوں میں بربریت پیدا ہو جائے گی۔ شرافت انسانی لوگ کھو چکیں گے۔ اس حدیث کی زندہ شرح یہ زمانہ ہے۔ ۳ قاتل تو قتل کی وجہ سے دوزخ میں جائے گا اور مقتول ارادہ قتل کی وجہ سے کہ وہ بھی اسی ارادہ سے آیا تھا اس کا داؤ نہ چلا یا وار خالی گیا۔ معلوم ہوا کہ گناہ کا پختہ ارادہ بھی گناہ۔ اللہ تعالیٰ گناہ اور ارادہ گناہ سے بچائے۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِبَادَةُ فِى الْهَرْجِ كَهِجْرَةٍ اِلَىَّ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۱۵۲) روایت ہے حضرت معقل ابن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فتنوں کے زمانہ میں عبادت ایسی ہے جیسی میری طرف ہجرت۱ (مسلم)

(۵۱۵۲) ۱؎ یعنی جو ثواب فتح مکہ سے پہلے میرے ہجرت کرکے آنے کا تھا وہ ہی ثواب اس پرفتن زمانہ میں عبادت کرنے کا ہوگا۔ جیسے مہاجر اپنے عزیز و اقارب سے منہ موڑ کر رب کی طرف آجاتا ہے۔ ایسے ہی یہ شخص ان تمام سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف آتا ہے۔

وَعَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ قَالَ اَتَيْنَا اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَلْقٰى مِنَ الْحَجَّاجِ فَقَالَ اصْبِرُوْا فَاِنَّهُ لَا يَاْتِىْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ اِلَّا الَّذِىْ بَعْدَهُ اَشَرُّ مِنْهُ حَتّٰى تَلْقَوْا رَبَّكُمْ سَمِعْتُهُ مِنْ نَّبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۵۱۵۳) روایت ہے حضرت زبیر ابن عدی سے۱ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انس کے پاس گئے تو ہم نے ان تکالیف کی شکایت کی ہم جو حجاج سے اٹھاتے ہیں۲ فرمایا صبر کرو نہیں آئے گا کوئی زمانہ مگر اس کے بعد والا زمانہ اس سے بدتر ہوگا حتی کہ تم اپنے رب سے ملو یہ میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۳ (بخاری)

(۵۱۵۳) ۱؎ آپ تابعی ہیں، ہمدانی ہیں، مقام رے کے قاضی رہے ہیں۔ سفیان ثوری وغیرہ نے آپ سے روایات کی ہیں۔ ۲؎ حجاج ابن یوسف عبدالملک ابن مروان کی طرف سے مدینہ منورہ کا حاکم تھا۔ ایسا ظالم تھا کہ اس نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو باندھ کر قتل کیا ہے۔ جو مسلمان جنگوں میں اس کے ذریعہ قتل ہوئے وہ علاوہ ہیں (مرقات) ۳؎ یعنی آئندہ عموماً سلاطین ظالم ہی ہوں گے۔ زمانہ جس قدر حضور سے دور ہوتا جائے گا ظلم و فساد بھی بڑھتا جائے گا۔ لہذا حضرت عمر ابن عبدالعزیز کا دور یا آخر زمانہ میں حضرت امام مہدی و عیسیٰ علیہ السلام کا دور اس حکم سے علیحدہ ہے۔ ہر زمانہ پہلے زمانہ سے دین کے لحاظ سے بدتر ہے۔ کبھی کوئی گناہ زیادہ کبھی کوئی گناہ غفلت وغیرہ زیادہ۔ مرقات نے فرمایا کہ شر سے مراد بدعات کی اشاعت سنتوں کا چھوڑ دینا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ آئندہ حکام ظالم بھی ہوں گے بد مذہب بدعقیدہ بھی۔ حجاج ظالم ہے مگر دین برباد کرنا نہیں چاہتا۔ اس نے قرآن مجید میں اعراب لگوائے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِىْ

دوسری فصل

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ وَاللّٰهِ مَا اَدْرِىْ اَنَسِىَ اَصْحَابِىْ اَمْ تَنَاسَوْا وَاللّٰهِ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِىَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَّعَهُ ثَلٰثَمِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ وَاسْمِ قَبِيْلَتِهٖ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۱۵۴) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھی بھول گئے یا بھلا بیٹھے۱ اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ختم ہونے تک تمام فتنہ گروں کے۲ جو تین سو یا کچھ زیادہ ہیں۳ نہیں چھوڑا مگر ہم کو ان کے نام بتادیئے اس کا نام اس کے باپ کے نام اس کے قبیلہ کا نام۴ (ابوداؤد)

(۵۱۵۴) ۱؎ یعنی واقعی بھول گئے یا بھلا بیٹھے یا بھولے ہوئے بن گئے کہ ان کا کبھی ذکر نہیں کرتے۔ خیال رہے کہ بھول جانے اور بھلا دینے میں فرق ہے۔ ضروری بات بھول جانا گناہ نہیں مگر بھلا دینا گناہ ہے۔ بھلا دینے میں اپنی بے پرواہی کو دخل ہوتا ہے۔ ۲؎ قائد بنا ہے قود سے بمعنی چلانا، ہانکنا، آگے سے کسی کو کھینچنا، سوق پیچھے سے ہانکنا۔ اس سے ہے سائق۔ یہاں اس سے فتنہ پیدا کرنے والے فتنہ پھیلانے والے سردار مراد ہیں۔ جیسے بے دین عالم جو نئے مذہب بری بدعتیں ایجاد کرکے لوگوں میں فتنہ برپا کرتے ہیں۔ اس میں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بہت وسعت ہے جس میں گمراہ کن علماء جھوٹے مدعی نبوت۔ گمراہ بادشاہ سب ہی داخل ہیں۔ جن سے لوگوں میں دینی فتنے پھیلیں۔ یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی کھلی دلیل ہے۔ ۳؎ یہاں بڑے بڑے فتنہ گر مراد ہیں جن میں سے ہر ایک کے ماتحت ہزارہا فتنہ گر ہوں گے۔ جیسے حضور انور نے فرمایا کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔ بہتر دوزخی ایک جنتی۔ وہاں بھی اصولی فرقے مراد ہیں۔ جن میں ہر ایک کی صدہا شاخیں ہیں۔ شیعوں کے بہت فرقے۔ مرزائیوں کی کئی شاخیں۔ لہٰذا یہ حدیث صاف ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کہ فتنہ گر تو تین سو سے کہیں زیادہ ہیں۔ ۴؎ تمام عرب وعجم مشرق ومغرب کے فتنہ گر سب ہی بتادیئے۔ پھر صرف ان کا نام ہی نہ بتایا بلکہ پتا بھی بتادیا یہ ہے حضور کا علم غیب جو اللہ نے انہیں بخشا۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِي الْاَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ وَاِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِيْ اُمَّتِيْ لَمْ يُرْفَعْ عَنْهُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۵۱۵۵) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اپنی امت پر گمراہ پیشواؤں کا خوف کرتا ہوں ۱؎ اور جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو ان سے روز قیامت تک نہ اٹھے گی۔ ۲؎ (ابوداؤد ترمذی)

(۵۱۵۵) ۱؎ علماء فرماتے ہیں کہ تلوار کے فتنے سے علمی فتنہ بڑا ہے۔ خونخوار ظالم ایک آدمی کی زندگی ختم کردیتا ہے مگر فتنہ گر گمراہ عالم ہزارہا خاندانوں کی روحانی زندگی تباہ کرڈالتا ہے۔ اس لئے حضور نے خصوصیت سے ان پر خوف ظاہر فرمایا۔ ۲؎ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت سے مسلمانوں میں کشت وخون شروع ہوا ہے۔ آج تک تلوار میان میں نہیں پہنچی یہ ہے اس مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اور یہ ان کی خبر کی تصدیق۔

وَعَنْ سَفِيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْخِلَافَةُ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا ثُمَّ يَقُوْلُ سَفِيْنَةُ اَمْسِكْ خِلَافَةَ اَبِيْ بَكْرٍ سَنَتَيْنِ وَخِلَافَةَ عُمَرَ عَشْرَةً وَّعُثْمَانَ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ وَعَلِيٍّ سِتَّةً .(اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۱۵۶) روایت ہے حضرت سفینہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خلافت تیس سال تک ہے ۱؎ پھر سلطنت ہوجائے گی ۲؎ پھر سفینہ کہتے تھے کہ حساب لگالو ابوبکر صدیق کی خلافت دو سال اور حضرت عمر کی خلافت دس سال حضرت عثمان کی بارہ سال جناب علی کی چھ سال ۳؎ (احمد ترمذی) ابوداؤد

(۵۱۵۶) ۱؎ یہاں خلافت سے مراد خلافت راشدہ خلافت کاملہ اللہ کی پسندیدہ خلافت ہے۔ خلیفہ راشد وہ ہے جن کی بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت ہو وہ اسلام کا سلطان بھی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین بھی۔ جیسے حضرات خلفاء راشدین یا آخر زمانہ میں حضرت امام مہدی۔ بعض لوگوں نے حضرت عمر ابن عبدالعزیز کو بھی خلیفہ راشد مانا ہے۔ مگر حق یہ ہے کہ صرف وہ خلفاء راشدین تھے۔ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہورہا ہے۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز اور آخر زمانہ میں امام مہدی خلیفہ برحق ہیں۔ امام عادل ہیں۔ مگر ان کی خلافت خلافت راشدہ نہیں کہلاتی۔ ۲؎ جس میں سلطان صرف حاکم تو ہوگا مگر حضور کا جانشین نہ ہوگا۔ اس کی بیعت بیعت سلطنت ہوگی۔ بیعت ارادت نہ ہوگی۔ غرضکہ بیعت امارت تو سلطان کی ہوگی اور بیعت ارادت حضرات مشائخ عظام کی۔ ۳؎ یہ حساب تقریبی ہے۔ جس میں سال کی کسریں یعنی مہینے چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ حساب تحقیقی یہ ہے کہ خلافت صدیقی دو سال چار ماہ خلافت فاروقی دس سال چھ مہینے خلافت عثمانی ... سال خلافت حیدری چار سال نو ماہ چار خلفاء کی خلافت انتیس سال سات

https://archive.org/details/@madni_library

مہینے نو دن ہے۔ پانچ ماہ باقی رہے۔ وہ ہی حضرت امام حسن کی خلافت نے پورے کردیئے۔ (اشعہ) ان مدتوں کے بیان میں کچھ اختلاف بھی ہے۔ بہرحال حضرت امام حسن کی چند ماہ خلافت پر تیس سال پورے ہوگئے چونکہ امام حسن کی خلافت دراصل خلافت حیدری کا تتمہ تھی۔ اس لئے اس کا ذکر علیحدہ نہ فرمایا۔ خیال رہے کہ مروانی حکومت کا دور یوں ہے۔ یزید ابن معاویہ اس کا بیٹا معاویہ ابن یزید عبدالملک ہشام ابن عبدالملک' ولید' سلیمان' عمر ابن عبدالعزیز' ولید بن یزید' یزید ابن ولید' مروان ابن محمد' پھر حکومت بنی عباس میں منتقل ہوگئی۔ (مرقات) حضور خاتم الانبیاء ہیں۔ حضرت علی خاتم الخلفاء اور امام مہدی خاتم الاولیاء ہیں (مرقات)

وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيَكُوْنُ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ كَمَا كَانَ قَبْلَهٗ شَرٌّ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ فَمَا الْعِصْمَةُ قَالَ السَّيْفُ قُلْتُ وَهَلْ بَعْدَ السَّيْفِ بَقِيَّةٌ قَالَ نَعَمْ تَكُوْنُ اِمَارَةٌ عَلٰى اَقْذَآءٍ وَهُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يَنْشَأُ دُعَاةُ الضَّلَالِ فَاِنْ كَانَ لِلّٰهِ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةٌ جَلَدَ ظَهْرَكَ وَاَخَذَ مَالَكَ فَاطِعْهُ وَاِلَّا فَمُتْ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جَذْلِ شَجَرَةٍ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَعَهٗ نَهْرٌ وَّنَارٌ فَمَنْ وَقَعَ فِىْ نَارِهٖ وَجَبَ اَجْرُهٗ وَحُطَّ وِزْرُهٗ وَمَنْ وَقَعَ فِىْ نَهْرِهٖ وَجَبَ وِزْرُهٗ وَحُطَّ اَجْرُهٗ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ مَاذَا قَالَ ثُمَّ يُنْتَجُ الْمُهْرُ فَلَا يُرْكَبُ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَفِىْ رِوَايَةٍ قَالَ هُدْنَةٌ عَلٰى دَخَنٍ وَّجَمَاعَةٌ عَلٰى اَقْذَآءٍ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ الْهُدْنَةُ عَلَى الدَّخَنِ مَاهِىَ قَالَ لَا تَرْجِعُ قُلُوْبُ اَقْوَامٍ عَلَى الَّذِىْ كَانَتْ عَلَيْهِ قُلْتُ هَلْ بَعْدَ هٰذَا الْخَيْرِ شَرٌّ قَالَ فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ صَمَّاءُ عَلَيْهَا دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ النَّارِ فَاِنْ مُتَّ يَاحُذَيْفَةُ وَاَنْتَ عَاضٌّ عَلٰى جَذْلٍ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تَتَّبِعَ اَحَدًا مِّنْهُمْ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۱۵۷) روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا اس خیر کے بعد شر ہوگی جیسے اس سے پہلے تھی۱؎ فرمایا ہاں میں نے عرض کیا تو حفاظت کیا ہے فرمایا تلوار۲؎ میں نے عرض کیا کیا تلوار کے بعد کچھ بقایا ہے۳؎ فرمایا ہاں ہوگی سلطنت ناپسندیدگی۴؎ اور صلح دھوئیں پر۵؎ میں نے عرض کیا پھر کیا ہوگا فرمایا پھر گمراہی کی طرف بلانے والے پیدا ہوں گے۶؎ تو اگر زمین پر کوئی اللہ کا خلیفہ ہو تو وہ تمہاری پشت پر کوڑے مارے اور تمہارا مال لے مگر تم اس کی فرمانبرداری کرنا۷؎ ورنہ اس طرح مرجانا کہ کسی درخت کی جڑ دانتوں سے پکڑے ہو۸؎ میں نے کہا پھر کیا ہوگا فرمایا پھر اس کے بعد دجال نکلے گا جس کے ساتھ نہر اور آگ ہوگی تو جو اس آگ میں گرے گا اس کا ثواب ثابت ہوجائے گا اور اس کے گناہ معاف ہوجائیں گے اور جو اس کی نہر میں گرے گا اس کا گناہ ثابت ہوجائے گا۹؎ اور اس کا ثواب ضبط۔ میں نے عرض کیا پھر کیا ہوگا فرمایا پھر گھوڑی بچہ دے گی تو اس پر سواری نہ کی جائے گی حتی کہ قیامت قائم ہوجائے گی ۱۰؎ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا صلح دھوئیں پر اور لوگوں کا اجتماع ناپسندیدگی میں نے عرض کیا یارسول اللہ کہ دھوئیں پر صلح۱۱؎ کیا چیز ہے فرمایا کہ قوموں کے دل اس طرف نہ لوٹیں گے جس پر پہلے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ کیا اس خیر کے بعد شر ہوگی فرمایا اندھے بہرے فتنے ہوں گے۱۲؎ جن پر کچھ لوگ دوزخ کے دروازوں کی طرف بلانے والے ہوں گے۱۳؎ تو اے حذیفہ اگر تم اس حالت میں وفات پاؤ کہ تم کسی درخت کی جڑ دانت سے پکڑے ہو تو تمہارے لئے اس سے اچھا ہے کہ تم ان میں سے کسی کی پیروی کرو۱۴؎ (ابوداؤد)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۵۱۵۷) ایہاں خیر سے مراد اسلام ہے اور شر سے مراد کفر یا ارتداد یعنی جیسے حضور انور کی تشریف آوری سے پہلے دنیا میں کفر تھا۔ کیا اب پھر کبھی کفر کا زور ہو جائے گا ۲؎ چونکہ یہاں فتنہ سے مراد ارتداد کا فتنہ ہے۔ جو خلافت صدیقی میں ظاہر ہوا۔ کہ بعض لوگ زکوۃ کے انکاری ہوئے۔ بعض مسیلمہ کذاب پر ایمان لے آئے۔ ان پر تلوار چلانی ضروری ہوئی۔ لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں فتنے سے الگ رہنے کا حکم دیا گیا کہ وہاں مسلمانوں کی آپس کی جنگیں مراد ہیں۔ ۳؎ یعنی اس فتنہ کے بعد اسلام کی بقاء ہوگی یا پھر بھی کچھ فتنے باقی رہیں گے۔ ۴؎ اقذاء جمع ہے قذی کی بمعنی آنکھ کا تنکا وغیرہ جس میں بظاہر آنکھ اچھی ہوتی ہے مگر بباطن تکلیف یہاں مراد ہے ناپسندیدگی اور بددلی یعنی لوگ کسی کو اپنا امیر مانیں گے تو صرف ظاہر سے ان کے دل اس سے راضی نہ ہوں گے۔ نیز اس سلطنت میں بدعات وغیرہ ہوں گی۔ ۵؎ ھدنہ بنا ہے ھدنٌ سے بمعنی سکون وچین۔ دخن بمعنی دخان ہے یعنی لوگ صلح تو کرلیں گے مگر اس صلح میں صفائی نہ ہوگی' کدورت ہوگی اس میں اشارہ ہے حضرت امام حسن اور امیر معاویہ کی صلح کی طرف اگرچہ یہ صلح تو ہوگئی مگر لوگوں کے دلوں میں صفائی نہ ہوئی۔ اس لئے ہمارا مذہب ہے کہ حضرت امیر معاویہ اس صلح کے بعد خلیفہ نہ ہوئے بلکہ سلطان اسلام ہوئے۔ اسلام میں پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق اور پہلے سلطان امیر معاویہ (مرقات) ۶؎ یہ فتنے مروانی دور سے شروع ہوئے جبکہ مسلمانوں میں برے عقیدے بدعات رائج ہوگئیں ان میں حکام اور امراء بدعمل بدمذہب ہونے لگے۔ ۷؎ یہاں خلیفہ سے مراد سلطان اسلام ہے۔ یعنی اگر ظالم بادشاہ بھی ہو تو تم اس کے خلاف بغاوت نہ کرنا کہ بغاوت میں فتنے پھیلتے ہیں۔ تم اس کی اطاعت ہی کرنا۔ ۸؎ جذل بمعنی جڑ یعنی اگر زمانہ ایسا افراتفری کا ہو کہ مسلمانوں کا بادشاہ کوئی نہ ہو تو تم لوگوں سے الگ ہو جانا۔ گوشہ نشینی اختیار کرلینا کہ اس زمانہ میں جلوت فتنہ ہوگا' خلوت میں امن۔ دانت سے پکڑنا عربی کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ بمعنی مضبوطی سے پکڑنا اور مشکل وقت میں بھی اسے نہ چھوڑنا۔ یہاں اشارۃً فرمایا گیا کہ اس وقت گوشہ نشینی بھی مشکل ہوگی۔ مگر یہ مشکل جھیلنا گوشہ نہ چھوڑنا۔ ۹؎ ظاہر یہ ہے کہ آگ اور نہر سے ظاہری معنی مراد ہیں۔ واقعی دجال کے ساتھ آگ بھی ہوگی۔ پانی بھی۔ مگر اس کی آگ درحقیقت ٹھنڈے پانی کا چشمہ ہوگی۔ اور نہر بھڑکتی ہوئی آگ وہ مردود اپنے ماننے والوں کو اس نہر میں داخل کرے گا۔ اپنے منکروں کو آگ میں۔ ۱۰؎ اس میں اشارہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی طرف اس فرمان عالی کے بہت معنی ہیں۔ نمبر ۱ اس زمانہ پاک میں جہاد نہ ہوں گے اور مسلمان کفار کے مقابل گھوڑوں پر جہاد نہ کریں گے کیونکہ کفار ختم ہو چکے ہوں گے نمبر ۲: اس زمانہ میں گھوڑوں پر سواری نہ ہوگی دوسری سواریاں ہوں گی جن پر سواری کی جائے گی۔ نمبر ۳ دجال کے بعد ایک وقت وہ آئے گا جب قیامت بہت ہی قریب ہوگی حتی کہ گھوڑی کا بچہ جوان اور قابل سواری ہونے سے پہلے قیامت آجائے گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دجال کے ہلاک ہونے کے بعد قیامت اتنی قریب ہوگی کہ گھوڑی کی جوانی سے پہلے قیامت آجائے گی۔ کیونکہ دجال کی ہلاکت کے پانچ سو برس بعد قیامت آجائے گی۔ چالیس سال تو حضرت عیسیٰ ہی دنیا میں رہیں گے۔ بعد کو چار سو ساٹھ سال بعد قیامت۔ ۱۱؎ مطلب وہ ہی ہے صرف عبارت کا فرق ہے۔ جماعت سے مراد ہے لوگوں کا کسی بیعت پر ظاہری طور پر متفق ہو جانا۔ ۱۲؎ یعنی ایسے فتنے جو لوگوں کو اندھا بہرہ کردیں گے کہ لوگ اس وقت نہ حق دیکھیں گے نہ حق سنیں گے۔ لوگوں کی مت ماری جائے گی۔ اس وقت حق ایسا مشتبہ ہو جائے گا کہ نظر نہ آئے گا ۱۳؎ یعنی یہ لوگ خود دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے اور مخلوق کو اپنی طرف بلاتے ہوں گے۔ بدعقیدگی' بدعملی دوزخ کے دروازے ہیں۔ ۱۴؎ یعنی ان فتنہ والوں میں سے کسی کے ساتھ نہ رہو۔ خلوت نشین ہو جاؤ۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ كُنْتُ رَدِيْفًا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا عَلٰى حِمَارٍ فَلَمَّا جَاوَزْنَا بُيُوْتَ الْمَدِيْنَةِ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَاذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ جُوْعٌ تَقُوْمُ عَنْ فِرَاشِكَ وَلَا تَبْلُغُ مَسْجِدَكَ حَتّٰى يُجْهِدَكَ الْجُوْعُ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَعَفَّفْ يَا اَبَاذَرٍّ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَاذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ مَوْتٌ يَبْلُغُ الْبَيْتُ الْعَبْدَ حَتّٰى اَنَّهٗ يُبَاعُ الْقَبْرُ بِالْعَبْدِ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَصَبَّرْ يَا اَبَا ذَرٍّ قَالَ كَيْفَ بِكَ يَا اَبَا ذَرٍّ اِذَا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ قَتْلٌ تَغْمُرُ الدِّمَاءُ اَحْجَارَ الزَّيْتِ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ تَاْتِیْ مَنْ اَنْتَ مِنْهُ قَالَ قُلْتُ وَاَلْبَسُ السِّلَاحَ قَالَ شَارَكْتَ الْقَوْمَ اِذًا قُلْتُ فَكَيْفَ اَصْنَعُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنْ خَشِيْتَ اَنْ يَّبْهَرَكَ شُعَاعُ السَّيْفِ فَاَلْقِ نَاحِيَةَ ثَوْبِكَ عَلٰى وَجْهِكَ لِيَبُوْءَ بِاِثْمِكَ وَاِثْمِهٖ.

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۵۱۵۸) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک دن ردیف تھا۱ ایک گدھے پر تو جب ہم مدینہ کے گھروں سے نکل گئے تو فرمایا اے ابوذر اس دن تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب مدینہ میں عام بھوک ہوگی۲ تم اپنے بستر سے اٹھو گے تو اپنی مسجد نہ پہنچو گے کہ تم کو بھوک مشقت میں ڈال دے گی۳ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ رسول ہی جانیں فرمایا پرہیزگار رہنا۴ اے ابوذر فرمایا اے ابوذر اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب مدینہ میں عام موت پھیل جائے گی۵ کہ گھر غلام کی قیمت کو پہنچ جائے گا۶ حتی کہ ایک قبر ایک غلام کے عوض بکے گی۷ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ رسول خوب جانیں فرمایا صبر کرنا۸ اے ابوذر اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ مدینہ میں قتل عام ہوگا حتی کہ خون ریت کے پتھروں کو ڈبو دے گا۹ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ رسول خوب جانیں فرمایا ان میں چلے جانا جن میں سے تم ہو۱۰ میں نے عرض کیا کیا ہتھیار باندھ لوں فرمایا تب تو تم قوم میں شریک ہوگئے۱۱ میں نے عرض کیا کہ میں کیا کروں یا رسول اللہ فرمایا اگر تمہیں خطرہ ہو کہ تمہیں تلوار کی شعاعیں چندھیا دیں گی تو اپنے کپڑے کا کنارہ اپنے چہرے پر ڈال لینا تاکہ وہ تمہارا اور اپنا گناہ لے کر لوٹے۱۲ (ابوداؤد)

(۵۱۵۸) ۱ جب ایک گھوڑے یا خچر پر دو آدمی سوار ہوں تو آگے والا مردف ہے۔ پیچھے والا ردیف۔ آپ کا یہ فرمانا یا تو اللہ کی نعمت ظاہر کرنے کیلئے ہے کہ مجھے حضور انور سے بہت ہی قرب نصیب ہوا یا حدیث کی قوت بتانا مقصود ہے۔ یعنی یہ فرمان عالی میں نے بہت ہی قریب سے سنا۔ لہذا بالکل صحیح سنا۔ جس میں کوئی شک شبہ نہیں۔ ۲ یعنی تمہاری زندگی میں مدینہ منورہ میں عام قحط سالی ہوگی معلوم نہ ہو سکا یہ کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اگر واقعہ حرہ کی طرف اشارہ ہے تو بھوک سے مراد خود ابوذر کا بھوکا ہونا کہ اس وقت جو صحابہ گوشہ نشین ہو گئے تھے وہ بھوکے رہے۳ اس سے معلوم ہوا ہے کہ بھوک سے مراد عام قحط سالی نہیں بلکہ خاص ان کا بھوکا ہونا ہے یعنی تم بھوک کی شدت کی وجہ سے بمشکل مسجد تک پہنچ سکو گے۴ یعنی تم اس وقت بھوک کی وجہ سے رزق کیلئے شریعت کی حدیں مت توڑنا۔ حلال روزی پر قناعت کرنا اور بھوک کی وجہ سے بددینوں سے تعلق نہ رکھنا۔ ۵ یہ عام موت کسی وبائی بیماری کی وجہ سے نہ ہوگی کہ مدینہ منورہ وبا سے محفوظ ہے وہاں دجال طاعون نہیں پہنچ سکتے۔ ۶ اس فرمان عالی کی بہت تفسیریں ہیں۔ ایک یہ کہ مردوں کی زیادتی کی وجہ سے وقف قبرستان تو بھر جائیں گے لوگ مملوکہ زمینوں میں دفن کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور زمینوں کے مالک ایک قبر کی زمین کی اتنی بھاری قیمت وصول کریں گے جتنی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

قیمت ایک غلام کی ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک قبر کھودنے کی اجرت اتنی زیادہ ہوگی جتنی ایک غلام کی ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ غلاموں کے عوض قبر کی زمین خریدی جائے گی۔ ان صورتوں میں بیت سے مراد قبر ہے۔ تیسرے یہ کہ لوگ اس قدر مرجائیں گے کہ گھر خالی رہ جائیں گے اور اتنے سستے ہوجائیں گے کہ ایک غلام کی قیمت میں ایک گھر مل جائے گا۔ چوتھے یہ کہ گھر میں ایک غلام سارے گھر کا نگراں ہوگا باقی لوگ یا بیمار ہوں گے یا مرچکے ہوں گے۔ ان صورتوں میں گھر سے مراد رہائشی گھر ہے (اشعہ) مگر پہلے دو معنی زیادہ قوی ہیں۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے جو امام کفن چور کا ہاتھ کٹواتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور انور نے قبر کو گھر فرمایا تو جیسے گھر میں چوری کرنے والے کے ہاتھ کٹتے ہیں ایسے ہی قبر میں سے چوری کرنے والے کے ہاتھ کٹیں گے۔ مگر یہ دلیل نہایت ہی کمزور ہے۔ کیونکہ کفن کسی کی ملکیت نہیں اور غیر مملوک ہے۔ ۷یہ فرمان عالی یا تو الگ جملہ ہے یا پہلے جملہ کی شرح ہے۔ دوسرا احتمال زیادہ قوی ہے۔ ۸یعنی اس شدت میں بھی مدینہ منورہ مت چھوڑنا یہاں ہی صبر سے رہنا کہ مدینہ کی موت دوسری جگہ کی زندگی سے افضل ہے۔ شعر:

ان کے در پر دم نکل جائے تو جی جائیں حسن ان کے در سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں

۹اس فرمان عالی میں اشارہ ہے واقعہ حرہ کی طرف جو یزید مردود کے زمانہ میں بعد واقعہ کربلا ہوا کہ یزید نے مسلم ابن عقبہ کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار سے مدینہ منورہ پر حملہ کردیا۔ تین دن یا پانچ دن مدینہ پاک میں قتل عام کرایا۔ مسجد نبوی شریف میں کئی دن اذان نہ ہوسکی۔ مدینہ منورہ کی گلی کوچوں میں حضرات صحابہ وتابعین کا خون پانی کی طرح بہا یہاں سے پھر اس لشکر نے مکہ معظمہ کا رخ کیا ابھی یہ لشکر راستہ میں تھا کہ مسلم ابن عقبہ ہلاک ہوا۔ اس کے بعد یزید جہنم رسید ہوا۔ احجار الذیت یا تو مدینہ منورہ کے ایک محلّہ کا نام ہے یا ایک میدان کا کیونکہ وہاں کالے چکنے پتھر ہیں۔ گویا تیل چپڑے ہوں۔ اس واقعہ کی تفصیل تاریخ مدینہ میں دیکھو (از مرقات واشعہ) ۱۰یہ جملہ خبر بمعنی امر ہے یعنی تم ان کے پاس چلے جانا جن میں سے تم ہو یعنی اپنے گھر اپنے بال بچوں میں رہنا بلاضرورت باہر نہ نکلنا یہ ہی معنی درست ہیں کیونکہ جنگ حرہ میں سوا یزید کے کوئی سلطان تھا ہی نہیں۔ ۱۱یعنی اس موقع پر اگر تم بھی جنگ کرنے لگے تو اس فتنہ میں شریک ہوگئے اور اس شرکت سے فتنہ بڑھے گا گھٹے گا نہیں۔ اس لئے اس فتنہ میں حضرت امام زین العابدین اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم گوشہ نشین رہے۔ یہ تھا اس حکم پر عمل ۱۲یعنی اگر تمہارے گوشہ نشین خانہ نشین ہونے کے باوجود کوئی ظالم سفاک تمہارے گھر میں قتل کرنے آجائے تو اس کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ اپنا آپ چھپا کر خاموش بیٹھے رہنا کہ وہ تمہیں اس صبر وشکر کی حالت میں قتل کردے۔ خیال رہے کہ یہ فرمانا حضرت ابوذر سے مگر سنانا ہے دوسروں کو کیونکہ حضرت ابوذر غفاری نے حرہ کا واقعہ نہیں پایا۔ آپ کی وفات ۳۲ھ بتیس ہجری خلافت عثمانیہ میں ہوئی۔ اور حرہ کا یہ واقعہ ۶۲ھ میں ہوا۔ یہ حکم خصوصی طور پر زمین مدینہ میں کشت وخون سے بچنے کیلئے ہے۔ اسی لئے حضرت عثمان غنی شہید ہوئے کہ آپ نے قاتل کا وار روکا بھی نہیں۔ ظالم کفار سے اپنا بچاؤ ان پر وار کرنا ضروری ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ بِكَ اِذَا اُبْقِيْتَ فِیْ حُثَالَةٍ مِنَ النَّاسِ مَرِجَتْ عُهُوْدُهُمْ وَاَمَانَاتُهُمْ وَاخْتَلَفُوْا فَكَانُوْا هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ قَالَ فَبِمَ تَاْمُرُنِیْ قَالَ عَلَيْكَ بِمَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُوَ

(۵۱۵۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ تم لوگوں کی بھوسی میں رہ جاؤ گے ۱کہ ان کے عہد و پیمان اور امانتیں گڑ بڑ ہوں گی اور آپس میں اختلاف کریں گے تو ایسے ہوجائیں گے اور اپنی انگلیوں شریف کو گتھا دیا ۲عرض کیا کہ مجھے کیا حکم ہے۔ فرمایا جسے

https://archive.org/details/@madni_library

عَلَيْكَ بِخَاصَّةِ نَفْسِكَ وَاِيَّاكَ وَعَوَامَّهُمْ وَفِي رِوَايَةٍ اِلْزَمْ بَيْتَكَ وَاَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَخُذْ مَا تَعْرِفُ وَدَعْ مَا تُنْكِرُ وَعَلَيْكَ بِاَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ وَدَعْ اَمْرَ الْعَامَّةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ)

بھلا جانو اسے لازم مضبوط پکڑلو اور جسے برا جانو وہ چھوڑ دو اور تم اپنی خاص ذات کی فکر رکھو عوام سے بچو۳ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنا گھر لازم پکڑلو اپنی زبان قابو میں رکھو۴ جو اچھا جانو وہ اختیار کرلو اور جو برا جانو چھوڑ دو اور اپنا خاص معاملہ اختیار کرو اور عام لوگوں کا معاملہ چھوڑ دو۵ (ترمذی) اور اسے صحیح فرمایا

(۵۱۵۹) ۱؎ حثالہ گیہوں یا جو کی وہ بھوسی جو کسی کام نہ آئے۔اسبغول کی بھوسی بہت کارآمد اور قیمتی چیز ہے۔اسے حثالہ نہیں کہا جاتا۔یعنی تم بے کار لوگوں میں رہ جاؤ گے جن سے کسی کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔محض بے کار ہوں گے۔ان کا حال آگے ارشاد ہورہا ہے۔۲؎ یعنی ان لوگوں میں تین عیب ہوں گے۔وعدہ خلافی،امانتوں میں خیانت،آپس میں لڑائی جھگڑے۔اس سے حضرات صحابہ مراد نہیں بلکہ بعد والے لوگ۔تمام صحابہ عادل ثقہ ہیں۔ان کی عدالت پر قرآن کریم گواہ ہے۔فرماتا ہے:وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (۴:۹۵) اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمالیا۔(کنزالایمان) ۳؎ یعنی اس زمانہ میں اپنی فکر کرو لوگوں کی فکر نہ کرو بلکہ انہیں تبلیغ بھی نہ کرو کہ اس زمانہ میں تمہاری تبلیغ کا اثر تو لیں گے نہیں الٹے پیچھے پڑ جائیں گے۔پہلے گزر چکا کہ ایسی مجبوری کی حالت میں تبلیغ فرض نہیں رہتی۔۴؎ یعنی اس وقت لوگوں کے حالات ان کے معاملات میں گفتگو نہ کرو اور بغیر سوچے سمجھے بات نہ کرو کہ اکثر اوقات زبان کی وجہ سے آفت آجاتی ہے۔یہ فرمان عالی تاقیامت امان کی تعلیم ہے۔زبان پر قابو رکھنے سے بہت سی آفات دور رہتی ہیں۔یوں ہی اپنے گھر میں رہنا لوگوں سے خلط ملط نہ رکھنا گناہوں سے بچے رہنے کا ذریعہ ہے۔ ۵؎ یہ وجوبی حکم نہیں بلکہ اباحت اور اجازت کا حکم ہے کہ ایسی مجبوری میں تبلیغ چھوڑ دینے کی اجازت ہے۔اگر کوئی ہمت وصبر والا بندہ ایسی حالت میں بھی تبلیغ کرے اور مصیبت جھیلے تو ثواب کا مستحق ہوگا۔حضرت نوح علیہ السلام نے سخت مجبوری میں تبلیغ کی اور قوم سے بڑی مصیبتیں جھیلیں۔حضرت امام حسین نے فتنہ یزیدی میں سفر کیا۔تبلیغ فرمائی اور جام شہادت نوش کیا۔خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو حکم دیا کہ فتنہ کے زمانہ میں گوشہ نشین بلکہ جنگل نشین ہو جائیں۔لوگوں سے دور رہیں مگر حضرت عبداللہ ابن عمرو کو حکم دیا گیا کہ لوگوں میں رہیں،بسیں مگر زبان کی نگرانی کریں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکیم مطلق ہیں۔حکیم ہر مریض کو اس کے مزاج کے مطابق دوا دیتا ہے۔جناب حذیفہ کیلئے وہ مناسب تھا اور جناب عمرو کیلئے یہ مناسب۔حضرت عبداللہ ہمیشہ کے روزہ دار،شب بیدار تھے۔آپ کے والد عمرو ابن عاص نے حضور سے اس کی شکایت کی۔حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تین نصیحتیں فرمائیں۔تہائی رات جاگو،دو تہائی سوؤ،ہر مہینہ تین روزے رکھو،اپنے باپ کا حکم مانو،اختلاف صحابہ کے زمانہ میں حضرت عمرو ابن عاص امیر معاویہ کے ساتھ رہے۔حضرت عبداللہ ابن عمرو بظاہر امیر معاویہ کے ساتھ رہے،باپ کی وجہ سے اور در پردہ حضرت علی کے ساتھ اور کہا کرتے تھے کہ میں اپنے والد کے ساتھ خیر میں شریک ہوں نہ کہ شر میں۔حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہتے تھے کہ میں ان سے ہوں مگر افسوس کہ ان کے ساتھ نہیں رہ سکتا ہوں (اشعہ)۔

وَعَنْ اَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَّيُمْسِي كَافِرًا

(۵۱۶۰) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ آپ نے فرمایا قیامت کے آگے بہت فتنے ہیں۔اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح۱؎ ان میں آدمی صبح کو مومن ہوگا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي فَكَسِّرُوا فِيهَا قِسِيَّكُمْ وَقَطِّعُوا فِيهَا أَوْتَارَكُمْ وَاضْرِبُوا سُيُوفَكُمْ بِالْحِجَارَةِ فَإِنْ دُخِلَ عَلَى أَحَدٍ مِنْكُمْ فَلْيَكُنْ كَخَيْرِ ابْنَيْ آدَمَ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ ذَكَرَ إِلَى قَوْلِهِ خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي ثُمَّ قَالُوا فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ كُونُوا أَحْلَاسَ بُيُوتِكُمْ وَفِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْفِتْنَةِ كَسِّرُوا فِيهَا قِسِيَّكُمْ وَقَطِّعُوا فِيهَا أَوْتَارَكُمْ وَالْزَمُوا فِيهَا أَجْوَافَ بُيُوتِكُمْ وَكُونُوا كَابْنِ آدَمَ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح سویرے کو کافر[۲] ان میں بیٹھ رہنے والا کھڑے سے بہتر ہوگا اور ان میں چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا[۳] تو ان فتنوں میں اپنی کمانیں توڑ دو اپنی تانت کاٹ دو اور اپنی تلواریں پتھر سے ماردو[۴] پھر اگر تم میں سے کسی پر گھسا جائے تو وہ حضرت آدم کے بہترین بیٹے (ہابیل) کی طرح ہو جائے[۵] (ابوداؤد) اور اس کی ایک روایت میں خیر من الساعی تک کا ذکر فرمایا پھر لوگوں نے عرض کیا کہ تب ہم کو حضور کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جانا[۶] اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کے متعلق فرمایا کہ اس میں اپنی کمانیں توڑ دینا اور اس میں اپنی تانت کاٹ دینا[۷] اور اس میں اپنے گھروں کا اندرونی حصہ پکڑ لینا[۸] اور حضرت آدم کے بیٹے کی طرح ہو جانا[۸] اور کہا یہ حدیث صحیح ہے غریب ہے۔

(۱۶۰ھ) [۱] یعنی جیسے اندھیری رات میں کچھ سوجھتا نہیں یوں ہی ان فتنوں میں کچھ سوجھے گا نہیں۔ حق کیا ہے اور باطل کیا عجیب افراتفری کا زمانہ ہوگا[۲] ظاہر یہ ہے کہ صبح شام سے مراد قریبی اوقات ہیں۔ بعض لوگ ایسے مذبذب ہو جائیں گے کہ ابھی مومن ابھی کافر (مرقات) لوگوں کو ایمان کی پرواہ نہ رہے گی۔[۳] یہاں بیٹھنے والے سے مراد ہے ان فتنوں سے بے تعلق رہنے والا، چلنے والے سے مراد ہے معمولی تعلق رکھنے والا اور دوڑنے والے سے مراد ہے بہت مشغول اور فتنوں میں مبتلا ظاہری بیٹھنا چلنا دوڑنا مراد نہیں۔ اس کی مفصل شرح پہلے گزر چکی ہے۔[۴] یعنی اس زمانہ میں اپنے جنگی ہتھیار بیکار کر دو۔ تاکہ تم جنگ کے قابل ہی نہ رہو کیونکہ اس وقت دونوں طرف مسلمان ہوں گے۔ جس کو مارو گے مسلمان کو مارو گے۔ لہذا اپنے کو مارنے کے قابل ہی نہ رکھو۔ اسی میں بھلائی ہے۔[۵] یعنی اگر اس علیحدگی اور خلوت نشینی کے باوجود کوئی ظالم خونخوار خواہ مخواہ تمہارے گھر میں گھس کر تم پر حملہ کرے تو تم جوابی کارروائی نہ کرو قتل ہو جاؤ۔ مگر مقابلہ نہ کرو۔ اس حدیث کی شرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے۔ اگر آپ اس وقت باغیوں کا مقابلہ کرتے تو آپ کے مملوک دو سو غلام تھے اور ہزار ہا ساتھی۔ بڑی سخت جنگ ہوتی اور زمین مدینہ خون سے رنگین ہو جاتی۔[۶] کہ جیسے گھر کا بچھا ہوا ٹاٹ گھر میں ہی رہتا ہے باہر نہیں جاتا تم بھی گھر میں رہنا باہر نہ جانا۔ لوگوں سے ملنا جلنا بند کر دینا۔ یہ مطلب نہیں کہ باجماعت نماز اور جمعہ وعیدین چھوڑ دینا۔ مقصد یہ ہے کہ لوگوں سے خلط ملط چھوڑ دینا۔[۷] یعنی جنگ کے ہتھیار ختم کر دینا تاکہ تمہارے دلوں میں کبھی جنگ کا خطرہ بھی پیدا نہ ہو۔ جنگ کرنا تو کیا جنگ کا خیال بھی نہ کرنا کہ دو طرفہ مسلمان ہوں گے جسے مارو گے مسلمان کو مارو گے[۸] یعنی گھر کے اندرونی حصہ میں خلوت و گوشہ نشینی اختیار کرنا جہاں باہر کے لوگ تمہارے پاس نہ آسکیں۔ گھر کی بیٹھک میں نہ بیٹھنا کہ وہاں خلوت مکمل نہیں ہوتی۔ راہ گیروں سے ملاقات ہو ہی جاتی ہے۔ سوا نماز اور ضروریات کے باہر مت نکلنا۔[۸] ابن آدم سے مراد ہابیل ہے جو ظلماً مقتول ہوا۔ قابیل نہیں مراد یعنی ان فتنوں میں تم ظالم نہ بننا مظلوم بن کر مرجانا قبول کر لینا۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اُمِّ مَالِكٍ الْبَهْزِيَّةِ قَالَتْ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَرَّبَهَا قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خَيْرُ النَّاسِ فِيْهَا قَالَ رَجُلٌ فِيْ مَاشِيَتِه يُؤَدِّيْ حَقَّهَا وَيَعْبُدُ رَبَّهٗ وَرَجُلٌ اٰخِذٌ بِرَاْسِ فَرَسِه يُخِيْفُ الْعَدُوَّ وَيُخَوِّفُوْنَهٗ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۱۶۱) روایت ہے حضرت ام مالک بہزیہ سے[1] فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ نے فتنہ کا ذکر فرمایا اسے بہت قریب کیا[2] میں نے عرض کیا یارسول اللہ اس میں بہترین آدمی کون ہوگا فرمایا وہ شخص جو اپنے جانوروں میں رہے ان کا حق ادا کرے اور اپنے رب کی عبادت کرے[3] اور وہ شخص جو اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہو وہ دشمن کو ڈرائے اور دشمن اسے ڈرائیں[4] (ترمذی)

(۵۱۶۱) ۱؎ آپ صحابیہ ہیں۔ بہزابن امراء القیس کی نسل سے ہیں۔ حجازیہ ہیں۔ آپ سے طاؤس و مکحول تابعین نے حدیث کی روایت کی۔ آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ ۲؎ یعنی اتنا واضح بیان فرمایا کہ اس فتنہ کو ہمارے ذہنوں سے قریب کردیا ہم کو خوب واضح کرکے بتادیا یہ مطلب نہیں کہ اسے قریب زمانہ میں بتایا کیونکہ یہ فتنہ زمانہ صحابہ میں نہیں ہوا۔ ۳؎ یعنی اگر اس کے پاس جانور ہوں بکریاں اونٹ وغیرہ تو جنگل میں انہیں کے پاس رہے۔ شہر میں صرف جمعہ وعیدین کو آیا کرے۔ وہاں جنگل میں ہی اپنے نوکروں غلاموں کے ساتھ نماز باجماعت ادا کرلیا کرے۔ لہذا حدیث واضح ہے۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کہ جنگل میں نماز باجماعت اور جمعہ عیدین کیسے ادا کرے گا۔ خیال رہے کہ جو جنگل شہر سے ملحق ہو وہاں کے باشندوں پر جمعہ وعیدین ہے اور جو جنگل شہر سے دور ہو اس سے ملحق نہ ہو وہاں کے باشندوں پر نہ جمعہ فرض ہے نہ عیدین۔ ۴؎ یعنی اسلامی سرحدوں (بارڈرز) پر رہے اور تیاری جہاد میں مشغول رہے۔ بارڈر کے باشندے ہمیشہ کفار کے مقابلہ میں رہتے ہیں۔ کبھی کفار انہیں مار جاتے ہیں کبھی یہ کفار کو ان کی سرحد میں گھس کر مار آتے ہیں۔ لوٹ لاتے ہیں۔ بارڈر پر رہنا بھی عبادت ہے۔ اس فرمان عالی میں اشارۃً بتایا گیا ہے کہ ایسے فتنوں میں بھی تیاری جہاد میں مشغول رہنا چاہیے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ تَسْتَنْظِفُ الْعَرَبَ قَتْلَاهَا فِي النَّارِ اَللِّسَانُ فِيْهَا اَشَدُّ مِنْ وَقْعِ السَّيْفِ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۵۱۶۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنقریب ایک فتنہ ہوگا جو سارے عرب کو گھیرے گا[1] اس میں مقتولین آگ میں ہوں گے[2] اس میں زبان تلوار کے حملہ سے سخت تر ہوگی[3] (ترمذی، ابن ماجہ)

(۵۱۶۲) ۱؎ یعنی فتنہ عام ہوگا جو سارے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ یا اہل عرب کو فتنہ گروں سے صاف و پاک کردے کہ اس وقت فتنہ گر مارے جائیں گے۔ استنطاف کے معنی ہیں گھیرنا اور پاک وصاف کرنا۔ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔ (مرقات، اشعہ) ۲؎ یعنی ان فتنوں میں قتل ہونے والے شہید نہ ہوں گے۔ بلکہ دوزخی ہوں گے کیونکہ ان کی موت اسلام کیلئے نہیں بلکہ فتنہ گری کیلئے ہوگی۔ ملک و مال وعزت کی ہوس میں ایک دوسرے سے جنگ کریں گے۔ جب مقتولین دوزخی ہوئے تو قاتلین یقینا دوزخی ہوں گے۔ ۳؎ یعنی اس فتنہ میں کسی ایک گروہ کی حمایت دوسروں کی مخالفت میں زبان کھولنا تلوار چلانے سے بدتر ہوگا کہ اس وقت ایسی باتیں بڑے کشت وخون کا باعث ہوں گی۔ اس سے بڑے بڑے فتنے واقع ہوں گے۔ اللہ کی پناہ! بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد حضرت امیر معاویہ وعلی مرتضی کی جنگ ہے۔ مگر یہ غلط ہے کہ وہ دونوں جماعتیں جنتی ہیں۔ اگرچہ حق حضرت علی کے ساتھ تھا اور امیر معاویہ غلطی پر تھے مگر اجتہادی غلطی معاف ہے۔ کسی نے ایک عالم سے پوچھا کہ عمر ابن عبدالعزیز افضل ہیں یا امیر معاویہ۔ عالم نے فرمایا کہ جس گھوڑے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

پر امیر معاویہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار سے جہاد کیا۔اس گھوڑے کا غبار عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔تمام دنیا کے اولیاء اللہ ایک صحابی کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے (مرقات) یہ بحث بہت تفصیل سے ہماری کتاب امیر معاویہ پر ایک نظر' مطالعہ فرماؤ۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ صَمَّآءُ بُكْمَآءُ عَمْیَآءُ مَنْ اَشْرَفَ لَهَا اسْتَشْرَفَتْ لَهٗ وَاِشْرَافُ اللِّسَانِ فِیْهَا كَوَقْعِ السَّیْفِ ۔(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۱۶۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب بہرے گونگے' اندھے فتنے ہوں گے ۱ جو انہیں اچک کر دیکھے گا اسے اچک لیں گے ۲ اور ان میں زبان چلانا تلوار چلانے کی طرح ہوگا ۳ (ابوداؤد)

(۵۱۶۳) ۱ یعنی ایسے فتنے ہوں گے جن میں حق نظر نہ آئے گا لوگ حیران ہوں گے کہ ہم کیا کریں اور کہاں جائیں۔انہیں کچھ سوجھے گا نہیں لوگ حق بولیں گے نہیں حق دیکھیں گے نہیں۔لہذا لوگ اندھے بہرے گونگے ہو جائیں گے۔چونکہ ان کا سبب وہ فتنے ہوں گے لہذا فتنوں کو بہرا گونگا اندھا فرمادیا گیا۔۲ یعنی ان فتنوں کے قریب جائے گا تماشائی بن کر دیکھنے کی کوشش کرے گا وہ فتنہ میں پڑ جائے گا۔لہذا اس وقت فتنوں سے دور رہو۔۳ اس کا مطلب ابھی بیان ہو چکا کہ اس فتنہ میں کسی کی حمایت میں بولنا سخت فتنہ کا سبب ہوگا۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا عِنْدَالنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَالْفِتَنَ فَاَكْثَرَ فِیْ ذِكْرِهَا حَتّٰى ذَكَرَ فِتْنَةَ الْاَحْلَاسِ قَالَ قَائِلٌ وَّمَا فِتْنَةُ الْاَحْلَاسِ قَالَ هِیَ هَرَبٌ وَّحَرْبٌ ثُمَّ فِتْنَةُ السَّرَّآءِ دَخَنُهَا مِنْ تَحْتِ قَدَمَیْ رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ بَیْتِیْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ مِنِّیْ وَلَیْسَ مِنِّیْ اِنَّمَا اَوْلِیَآئِیَ الْمُتَّقُوْنَ ثُمَّ یَصْطَلِحُ النَّاسُ عَلٰى رَجُلٍ كَوَرِكٍ عَلٰى ضِلَعٍ ثُمَّ فِتْنَةُ الدُّهَیْمَآءِ لَاتَدَعُ اَحَدًا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا لَطَمَتْهُ لَطْمَةً فَاِذَا قِیْلَ انْقَضَتْ تَمَادَتْ یُصْبِحُ الرَّجُلُ فِیْهَا مُؤْمِنًا وَّیُمْسِیْ كَافِرًا حَتّٰى یَصِیْرَا لنَّاسُ اِلٰى فُسْطَاطَیْنِ فُسْطَاطِ اِیْمَانٍ لَانِفَاقَ فِیْهِ وَفُسْطَاطِ نِفَاقٍ لَااِیْمَانَ فِیْهِ فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَانْتَظِرُوا الدَّجَّالَ مِنْ یَوْمِهٖ اَوْ مِنْ غَدِهٖ ۔

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۱۶۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔حضور نے فتنوں کا ذکر فرمایا تو بہت زیادہ ذکر کیا ۱ حتی کہ ٹاٹ کے فتنہ کا ذکر فرمایا ۲ کسی کہنے والے نے عرض کیا کہ فتنہ کیا چیز ہے فرمایا وہ بھاگڑا اور لڑائی ہے ۳ پھر سراء کے فتنہ کا ذکر کیا ۴ جن کا فساد ۵ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کے قدموں کے نیچے سے ہوگا ۶ وہ سمجھے گا کہ وہ مجھ سے ہے وہ مجھ سے نہیں میرے دوست صرف متقی ہیں ۷ پھر لوگ ایسے ایک آدمی پر صلح کریں گے جو پسلی پر گوشت کی طرح ہوگا ۸ پھر کالا فتنہ ہوگا ۹ جو اس امت میں کسی کو نہ چھوڑے گا مگر اسے طمانچہ لگادے گا ۱۰ پھر جب کہا جائے گا کہ فتنہ ختم ہو گیا تو وہ اور پھیلے گا ۱۱ اس میں آدمی صبح کرے گا مومن ہوکر اور شام کرے گا کافر ہوکر حتی کہ لوگ دو خیموں کی طرف لوٹ جائیں گے ایک خیمہ ایمان کا جس میں نفاق نہیں اور دوسرا خیمہ نفاق کا جس میں ایمان نہیں ۱۲ تو جب یہ ہو جائے تو اس دن یا اس کے اگلے دن دجال کے خروج کا انتظار کرو ۱۳

(ابوداؤد)

(۵۱۶۴) ۱ یعنی بہت سے فتنوں کا ذکر فرمایا یا فتنوں کا بہت ذکر فرمایا کہ ہر فتنہ کی تفصیل بیان فرمائی۔ہر ایک کا واضح بیان کردیا۔
۲ احلاس جمع ہے حلس کی حلس ٹاٹ ہے جو زمین پر نفیس دریوں غالیچوں کے نیچے بچھایا جاتا ہے۔اوپر کے بستر بدلتے رہتے ہیں مگر

https://archive.org/details/@madni_library

وہ ٹاٹ ایک ہی جگہ پڑا رہتا ہے۔ اس فتنہ کو یا تو احلاس اس لئے فرمایا کہ وہ فتنہ بہت عرصے تک رہے گا ٹاٹ کی طرح ہوگا کہ ہٹے گا نہیں۔ اس لئے فرمایا کہ اس زمانہ میں لوگوں کو ٹاٹ کی طرح اپنے گھروں میں رہنا مفید ہوگا جو باہر پھرے گا مبتلا ہوجائے گا ۳؎ اس فتنہ میں لوگ ایک دوسرے سے بھاگیں گے کوئی کسی کی بات نہ سنے گا ہر ایک دوسرے سے لڑے گا۔ اسے لوٹے گا۔ لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوں گے ۴؎ سراء کے لفظی معنی ہیں عیش وعشرت مال کی زیادتی' چونکہ مسلمانوں میں یہ فتنہ ان کی زیادہ مالداری زیادہ عیش وعشرت کی وجہ سے ہوگا زیادتی مال ہزارہا فتنوں کا سبب ہے اس لیے اسے فتنہ سراء فرمایا گیا یعنی عیش و مال کا فتنہ دخن کے لفظی معنی ہیں دھواں' یہاں مراد فتنہ کی ابتداء ہے اس کاف ساد ہے کہ دھواں آگ کی ابتداء ہوتا ہے۔ ایسے ہی یہ اس فتنہ کی ابتداء ہوگی۔ ۶؎ یعنی اس فتنہ کی ابتداء ایک شخص سے ہوگی جو اولاد فاطمہ سے ہوگا یعنی سید ہوگا یا حاکم ہوگا یا حکومت کا طلب گار۔ اپنے خاص نفع کیلئے لوگوں کو مصیبت میں ڈال دے گا چونکہ لوگ سید ہونے کی وجہ سے اس کا ادب واحترام کرتے ہوں گے اس لئے وہ اپنے اس دینی احترام سے غلط فائدہ اٹھا کر یہ فتنہ پھیلائے گا ۷؎ یعنی وہ شخص اپنی ان حرکتوں کے باوجود اپنے کو سید ہی کہے گا اور سمجھے گا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیارا ہوں کیونکہ ان کی اولاد سے ہوں یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا۔ ابھی واقع نہیں ہوا۔ خوارج اس حدیث کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر چسپاں کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی کی خلافت میں یہ فتنہ واقع ہو چکا۔ مگر یہ ان کی اہل بیت دشمنی ہے۔ ان سرکار کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ اگلے واقعات بھی جو یہاں مذکور ہیں۔ اس کے خلاف ہیں۔ ۸؎ ورک واؤ کے فتحہ ر کے کسرہ سے بمعنی چوتڑ (سرین) ضلع ض کے کسرہ لام کے فتحہ سے پسلی کی ہڈی یعنی جیسے چوتڑ کی گندگی' اگر پسلی کی ہڈی پر ہو تو ٹھہرتا نہیں کمزور ہوتا ہے۔ ایسے ہی اس بادشاہ کی حکومت قائم نہ ہوگی بہت کمزور ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ لوگ اس فتنے سے بچنے کیلئے ایسے شخص کو اپنا بادشاہ مقرر کردیں گے۔ جس کی بادشاہت میں قوت نہ ہوگی۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی حکومت میں یہ کب ہوا۔ ۹؎ دہیما مونث ہے دھیم سے جس کا مادہ دھم ہے۔ بمعنی سخت سیاہ اندھیرا' یعنی ایسا اندھیرا والا فتنہ ہوگا کہ لوگوں کو اس میں راستہ نظر نہ آئے گا کہ کدھر جائیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ دھیماء ایک اونٹنی تھی۔ جس پر آگے پیچھے سات آدمیوں نے جنگ کی جو سب مارے گئے۔ اونٹنی خالی رہ گئی۔ جب سے عربی میں یہ کہاوت بن گئی کہ ایسے خطرناک فتنہ کو دھیماء کہنے لگے (مرقات) ۱۰؎ یعنی یہ فتنہ بہت روز تک رہے گا کبھی ہلکا پڑ جائے گا تو لوگ سمجھیں گے ختم ہوگیا پھر تیز ہوجائے گا حتی کہ ختم ہوگا۔ ۱۱؎ یعنی اس فتنہ سے کوئی نہ بچے گا سب پر اس کا اثر پہنچے گا کسی پر زیادہ کسی پر کم۔ ۱۲؎ یعنی لوگوں کے دو گروہ ہو جائیں گے۔ خالص مومن خالص منافق۔ یا فسطاط سے مراد شہر ہیں یعنی لوگ دو شہروں میں بٹ جائیں گے۔ ۱۳؎ یعنی اس فتنہ سے متصل خروج دجال ہوگا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ یہ فتنہ ابھی واقع نہیں ہوا۔ قیامت کے قریب ہوگا وہ کون سید ہوگا جو اس فتنہ کا موجد ہوگا یہ رب جانے اور یہ واقعہ کب ہوگا اس کی تاریخ کا بھی پتا نہیں۔ (اشعہ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِاقْتَرَبَ اَفْلَحَ مَنْ كَفَّ يَدَهٗ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۱۶۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خرابی ہے عرب کیلئے ۱؎ اس شر سے جو قریب آگئی۔ وہ شخص کامیاب رہے گا جو اپنا ہاتھ روکے ۲؎ (ابوداؤد)

(۵۱۶۵) ۱؎ ویل کے معنی ہیں خرابی' شر فریب۔ دوزخ کے ایک طبقہ کا نام' ہلاکت' یہاں بمعنی خرابی ہے (مرقات) ۲؎ یعنی اس زمانہ میں جو جنگ وقتال میں حصہ نہ لے وہ کامیاب ہے۔ اس شر سے مراد یا تو یاجوج ماجوج کا نکلنا ہے۔ اس وقت ان سے مقابلہ کی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

طاقت نہ ہوگی۔ اس لئے قتال سے بچنے والا کامیاب رہے گا یا اس شر سے مراد مسلمانوں کی آپس کی جنگیں ہیں جو حضرت عثمان کی شہادت سے شروع ہوئیں اور جنگ جمل وصفین ومعرکہ کربلا کی شکل میں ظاہر ہوئیں۔ تب یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جسے حق وباطل کا پتا نہ لگے وہ اس میں قتال سے بچے۔ (از مرقات) اسی لئے جنگ جمل وصفین میں حضرات صحابہ کرام کے تین گروہ ہوگئے۔ بعض حضرت علی کے ساتھ رہے بعض ان کے مقابل بعض حضرات غیر جانب دار یہ وہی حضرات تھے جنہیں پتا نہ لگا کہ حق پر کون ہے لہذا تینوں جماعتیں اللہ کی مقبول ہیں۔

وَعَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ اِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ اِنَّ السَّعِيْدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ وَلَمَنِ ابْتُلِيَ فَصَبَرَ فَوَاهًا (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۱۶۶) روایت ہے حضرت مقداد ابن اسود سے[۱] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے محفوظ رہے نیک بخت ہے وہ جو فتنوں سے محفوظ رہے نیک بخت وہ ہے جو فتنوں سے محفوظ رہے[۲] اور جو مبتلا ہو جائے تو صبر اچھا ہے[۳] (ابوداؤد)

(۵۱۶۶) [۱] آپ کا نام مقداد ابن عمرو کندی ہے۔ کیونکہ آپ کے والد نے قبیلہ بنی کندہ سے معاہدہ کیا تھا۔ ایک شخص تھا اسود اس نے آپ کی پرورش کی۔ اس لئے آپ ابن اسود کہلائے۔ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ حتی کہ آپ چھٹے مومن ہیں۔ [۲] حضور انور نے یہ کلام تین بار فرمایا۔ مبالغہ کیلئے یعنی جسے اللہ تعالٰی فتنوں سے بچائے۔ وہ بڑا ہی خوش نصیب ہے۔ اس طرح کہ اس کی زندگی میں کوئی فتنہ پھیلے ہی نہیں۔ [۳] واھًا اظہار حیرت کیلئے بھی آتا ہے۔ بمعنی افسوس اور اظہار خوشی کیلئے بھی بمعنی خوب یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ یعنی جو فتنہ میں پھنس گیا مگر صابر رہا۔ اس پر افسوس ہے کہ وہ مصیبت میں مرگیا۔ فتنہ میں پھنس کر صابر رہا تو بہت خوب ہے۔ واھا پوشیدہ فعل کی وجہ سے منصوب ہوا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ لمن ابتلی میں لام مکسور ہے۔ پھر اس کا مطلب ہی کچھ اور ہوگا۔ مرقات نے فرمایا کہ واھا اسماء اصوات میں سے ہے۔ تعجب کیلئے بولا جاتا ہے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِيْ اُمَّتِيْ لَمْ تُرْفَعْ عَنْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِيْ بِالْمُشْرِكِيْنَ وَحَتّٰى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِي الْاَوْثَانَ وَاِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ كَذَّابُوْنَ ثَلٰثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيُّ اللّٰهِ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَانَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا تَزَالُ طَآئِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ)

(۵۱۶۷) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے تو قیامت کے دن تک اس سے نہ اٹھے گی[۱] اور قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ میری امت کے کچھ قبیلے مشرکین سے مل جائیں گے۔[۲] اور حتی کہ میری امت کے کچھ قبیلے بت پرستی کریں گے۔[۳] اور میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے۔ وہ سب گمان کریں گے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔[۴] حالانکہ میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں[۵] اور میری امت کا ایک گروہ حق پر رہے گا سب پر غالب ان کا مخالف انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا[۶] حتی کہ اللہ کا حکم آجائے[۷] (ابوداؤد، ترمذی)

(۵۱۶۷) [۱] [illegible] عثمان غنی [illegible] مسلمانوں میں آپس میں قتل [illegible] شروع ہوا آج تک ہو رہا

https://archive.org/details/@madni_library

ہے۔ ہمیشہ کہیں نہ کہیں مسلمان آپس میں لڑتے ہی رہتے ہیں۔ ان کا قتل وخون بند نہیں ہوتا۔۲ یہ واقعہ بھی ہو چکا ہے بلکہ ہوتا رہتا ہے۔ ہم نے اپنی زندگی میں آگرہ کے ضلع میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں مرتد ہوتے دیکھ لئے۔ جسے شدھی کا فتنہ کہا جاتا ہے۔۳ اس کی صورت یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے کو مسلمان سمجھتے ہوئے بت پرستی کریں گے۔ لہذا یہ جملہ مکرر نہیں ہم نے دیکھا کہ بعض لوگ اپنے پیروں کے فوٹوؤں کو سجدہ کرتے ہیں۔ انہیں چومتے انہیں سجا کر رکھتے ہیں۔ یہ ہے اس حدیث کا ظہور۔ پیروں کے ان فوٹوؤں کو وہ لوگ کہتے ہیں مرقع شریف یہ ان کا خاص لفظ ہے۔ بعض کلمہ گو تعزیہ کو سجدہ کرتے دیکھے گئے۔ قبروں کو تو بہت لوگ سجدے کرتے ہیں۔ بعض زندہ پیروں کو سجدے کرتے ہیں۔ یہ ہے بت پرستی نعوذ باللہ۔۴ یہ تیس جھوٹے نبی وہ ہیں جنہیں لوگوں نے مان لیا اور ان کا فساد پھیل گیا۔ دوسرے قسم کے مدعی نبوت جنہیں کسی نے نہ مانا وہ بکواس کرکے مر گئے وہ تو بہت ہیں۔ دیکھو ہمارے ملک میں مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت کا فتنہ بہت پھیلا۔ اس کے علاوہ ہم نے بہت سے مدعی نبوت دیکھے۔ جن کی طرف کسی نے توجہ ہی نہ دی۔ اپنے کو نبی کہتے کہتے مر گئے۔ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اب تک جھوٹے مدعی نبوت سو سے زیادہ ہو چکے۔۵ معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں آخری نبی۔ آخری نبی کہ اس کے زمانہ میں اور اس کے بعد کوئی نبی نہ بنے۔ اس معنی پر امت کا اجماع ہے۔ جو کہے اس کے معنی آخری نبی نہیں بلکہ اصلی نبی ہیں وہ کافر ہیں کہ وہ قرآنی آیت کے متواتر اجماعی معنی کا انکار کرتا ہے۔۶ اس فرمان عالی میں دو غیبی خبریں ہیں۔ ایک یہ کہ دوسری امتوں کی طرح حضور کی ساری امت گمراہ نہ ہوگی تا قیامت اس میں ایک جماعت سب پر غالب رہے گی کہ دینی غلبہ ہمیشہ اسی کو حاصل رہے۔ الحمد للہ اہل سنت و جماعت سب فرقوں پر غالب ہیں۔ خیال رہے کہ حنفی شافعی مالکی حنبلی یوں ہی قادری چشتی نقشبندی سہروردی ایک ہی جماعت ہے یعنی اہل سنت و جماعت۔ آج ایک نہیں عالم سو جو بے دین عالموں پر غالب رہتا ہے یہ ہے اس حدیث کا ظہور۔۷ اللہ کے حکم سے مراد حضرت عیسیٰ و امام مہدی کا ظہور ہے۔ جب اسلام کا پورا غلبہ ہوگا۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَدُوْرُ رَحَى الْاِسْلَامِ لِخَمْسٍ وَّثَلٰثِيْنَ اَوْسِتٍّ وَّثَلٰثِيْنَ اَوْ سَبْعٍ وَّثَلٰثِيْنَ فَاِنْ يَّهْلِكُوْا فَسَبِيْلُ مَنْ هَلَكَ وَاِنْ يَّقُمْ لَهُمْ دِيْنُهُمْ يَقُمْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ عَامًا قُلْتُ اَمِمَّا بَقِيَ اَوْ مِمَّا مَضٰى قَالَ مِمَّا مَضٰى۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُد)

(۵۱۶۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا۱ کہ اسلام کی چکی پینتیس یا چھتیس یا سینتیس تک گھومتی رہے گی تو اگر وہ ہلاک ہو گئے تو ہلاک ہونے والوں کا راستہ ہلاک شدگان ہے۲ اور اگر قائم رہا تو ان کا دین قائم رہے گا۔۳ ستر سال میں نے کہا کہ کیا یہ حساب اگلے باقی زمانہ سے ہے یا گزشتہ فرمایا گزشتہ سے۴ (ابوداؤد)

(۵۱۶۸) ۱ اس فرمان عالی کے بہت مطلب ہو سکتے ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ اس میں تین فتنوں کی طرف اشارہ ہے۔ پہلا فتنہ شہادت عثمان غنی جو ۳۵ھ میں ہوا دوسرا فتنہ جنگ جمل جو ۳۶ھ میں ہوا۔ تیسرا فتنہ جنگ صفین جو ۳۷ھ میں ہوا۔ معنی یہ ہیں کہ اسلام میں فتنے گردش کریں گے ان سالوں میں اور ہو سکتا ہے کہ یہ فرمان عالی اپنی وفات شریف کے قریب فرمایا ہو کہ اب سے اتنے عرصے تک اسلام قوی رہے گا۔ تیس خلفاء راشدین کی خلافت کا زمانہ باقی زائد حال حضور کی اپنی حیات شریف کے باقی سال اور یہ کلام تقریباً ہو (اشعہ) ۲ یعنی اگر مسلمان اس مذکورہ زمانہ میں ہلاک ہو جائیں کہ اپنے کو درست نہ کر سکیں تو ان کا راستہ وہ ہی ہوگا جو گزشتہ ہلاک شدہ قوموں کا ہوا کہ عذاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔ ۳ یعنی اگر اس مذکورہ مدت میں لوگ سیدھے رہے یا سیدھے ہو گئے تو ان کی سلطنت

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اور حکومت اسلامیہ ستر سال تک قائم رہے۔ اس کا ظہور ہو چکا۔ اس طرح کہ خلافت راشدہ کا دور یعنی تیس سال ختم ہونے کے بعد حکومت بنی امیہ میں پہنچی۔ پھر ستر سال کے بعد بنی امیہ سے منتقل ہو کر بنی عباس میں پہنچی اور مسلمانوں میں بہت ضعف پیدا ہو گیا۔ ۴؎ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ ستر سال جو حضور نے ارشاد فرمائے ان کی ابتدا اس مذکورہ مدت پینتیس چھتیس سینتیس سال کے بعد شروع ہوگی یا مع ان کے۔ فرمایا مع ان کے۔ اس فرمان عالی کے اور بہت مطلب بیان کئے گئے ہیں۔ خیال رہے کہ بنی امیہ کی سلطنت امیر معاویہ سے شروع ہوئی اور مروان ابن محمد پر ختم ہوئی۔ یہ کل مدت نواسی سال ہے۔ لہذا مطلب یہ ہے کہ اس مدت میں ستر سال سلطنت اسلامیہ کا غلبہ رہے گا۔ ستر برس کے بعد بنی امیہ کی سلطنت میں ضعف شروع ہو جائے گا حتی کہ انیس برس بعد ان سے سلطنت منتقل ہو جائے گی۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ وَاقِدِ اللَّیْثِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ اِلٰی غَزْوَةِ حُنَیْنٍ مَرَّ بِشَجَرَةٍ لِلْمُشْرِکِیْنَ کَانُوْا یُعَلِّقُوْنَ عَلَیْهَا اَسْلِحَتَهُمْ یُقَالُ لَهَا ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ اَنْوَاطٍ کَمَا لَهُمْ ذَاتُ اَنْوَاطٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ هٰذَا کَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰی اجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا کَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَتَرْکَبُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۵۱۶۹) روایت ہے حضرت ابوواقد لیثی سے ۱؎ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ حنین کی طرف تشریف لے گئے ۲؎ تو مشرکوں کے ایک درخت پر گزرے جس پر وہ اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے۔ اسے ذات انواط کہا جاتا تھا ۳؎ تو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارے لئے بھی کوئی ذات انواط مقرر فرما دیجئے ۴؎ جیسا ان کا ذات انواط ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۵؎ سبحان اللہ ۶؎ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا کہ ہمارے لئے کوئی معبود مقرر کردو جیسے ان کے معبود ہیں۔ ۷؎ اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ اپنے سے پہلے والوں کی راہ چلو گے ۸؎ (ترمذی)

(۵۱۶۹) ۱؎ آپ کا نام حارث ابن عوف ہے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ وفات سے ایک سال پہلے مکہ معظمہ میں مقیم ہو گئے۔ وہاں ہی وفات پائی۔ مقام فخ میں دفن ہوئے (مرقات) ۲؎ حنین ایک وسیع میدان ہے جو مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان ہے۔ یہ غزوہ فتح مکہ کے بعد ہوا۔ اس غزوہ میں بہت سے نو مسلم شریک تھے جو فتح مکہ میں ایمان لائے تھے ابھی ان کے دلوں میں ایمان پختہ نہ ہوا اور اسلام سے پورے واقف نہ تھے۔ اس لئے اگلا واقعہ پیش آیا۔ ۳؎ انواط جمع ہے نوط کی۔ بمعنی لٹکانا آویختہ کرنا، ذات مونث ہے ذو کا بمعنی والا چونکہ اس درخت پر مشرکین اپنے ہتھیار لٹکا کر اس کی پرستش کرتے تھے اس لئے اسے ذات انواط کہتے ہیں۔ یعنی تعلیق والا درخت۔ مشرکین مختلف طرح پرستش کرتے ہیں۔ ۴؎ یہ عرض کرنے والے وہ ہی فتح مکہ کے بعض نو مسلم تھے جو ابھی تک عقائد اسلامیہ سے پورے پورے واقف نہ تھے۔ وہ سمجھے ہی نہیں کہ ہتھیار لٹکانا بھی پرستش ہے اور ہر پرستش شرک ہے۔ خواہ کسی طرح کی ہو لہذا حدیث پر روافض کا کوئی اعتراض نہیں ۵؎ یہ سبحان اللہ فرمانا اظہار تعجب کیلئے ہے کہ تم مسلمان ہو کر ایسی بات کرتے ہو ایسے مطالبے تمہارے لئے موزوں نہیں۔ خیال رہے کہ ان لوگوں کا یہ عرض کرنا شرک نہ تھا کہ یہ بے خبری سے تھا۔ اس لئے حضور انور

https://archive.org/details/@madni_library

نے ان کو دوبارہ ایمان لانے کا حکم نہ دیا۔ اگر ان کی نیت شرک کرنے کی ہوتی تو حضور سے کیوں عرض کرتے خود ہی یہ کام شروع کردیتے۔ ۶؎ یعنی ضعیف مومنوں کے ایسے غلط مطالبے آج نئے نہیں ہیں۔ بعض مومنین بنی اسرائیل نے بھی موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بدتر مطالبے کئے تھے انہوں نے صاف صاف کہا تھا کہ ہمارے لیے اللہ کے سوا دوسرے معبود مقرر کردیجئے۔ ۷؎ بعض روایات میں ہے کہ میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ وہ اسرائیلیوں کے نقش قدم پر چلیں گے حتیٰ کہ کسی اسرائیلی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا تو میری امت کے بعض لوگ ایسا کریں گے۔ اگر کوئی اسرائیلی گوہ کے سوراخ میں گھسا ہوگا تو یہ بھی ایسا ہی کریں گے۔ آج اس کا مشاہدہ ہورہا ہے۔ انگریزوں نے کھڑے کھڑے موتنا شروع کیا تو مسلمان بھی ایسا ہی کرنے لگے۔ خدا کرے انگریز ناک کٹانے لگیں تو دیکھنا ہزاروں مسلمانوں کی ناکیں کٹ جائیں گی۔

وَعَنِ ابْنِ الْمُسَيِّبِ قَالَ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الْأُولٰى يَعْنِيْ مَقْتَلَ عُثْمَانَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْ اَصْحَابِ بَدْرٍ اَحَدٌ ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّانِيَةُ يَعْنِي الْحَرَّةَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْ اَصْحَابِ الْحُدَيْبِيَّةِ اَحَدٌ ثُمَّ وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ الثَّالِثَةُ فَلَمْ تَرْفَعْ وَبِالنَّاسِ طَبَاخٌ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۱۷۰) روایت ہے حضرت ابن مسیب سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ پہلا فتنہ یعنی قتل عثمان واقع ہوا تو بدر والے صحابہ میں کوئی نہ بچا ۲؎ پھر دوسرا فتنہ یعنی حرہ واقع ہوا تو حدیبیہ والوں میں سے کوئی نہ بچا ۳؎ پھر تیسرا فتنہ واقع ہوا ۴؎ تو وہ نہ اٹھا حالانکہ لوگوں میں قوت رہی ہو ۵؎ (بخاری)

(۵۱۷۰) ۱؎ آپ کا نام سعید ابن مسیب ہے۔ جلیل القدر تابعی ہیں۔ آپ نے خلفاء راشدین کو دیکھا ہے۔ ۲؎ یعنی اصحاب بدر نے دو فتنے نہ دیکھے بلکہ پہلا فتنہ یعنی شہادت عثمان غنی دیکھی جو ۳۵ھ میں ہوئی۔ اس کے بعد دوسرے فتنے سے پہلے تمام بدری صحابہ وفات پاگئے۔ یہ مطلب نہیں کہ شہادت عثمان کے موقع پر تمام بدری صحابہ شہید ہوگئے۔ آخری بدری صحابی حضرت سعد ابن ابی وقاص ہیں جو جنگ حرہ سے چند سال پہلے وفات پاگئے (المعات، مرقات) ۳؎ فتنہ حرہ ۶۳ھ میں واقع ہوا جبکہ یزید ابن معاویہ نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی۔ اس کے بعد سے تیسرے فتنہ تک حدیبیہ والے صحابہ میں سے کوئی نہ رہا۔ تیسرے فتنہ سے پہلے وہ حضرات وفات پاگئے۔ یہ مطلب نہیں کہ حرہ میں سارے حدیبیہ والے شہید ہوگئے۔ ۴؎ بعض شارحین نے کہا کہ تیسرے فتنے سے مراد عبداللہ ابن زبیر اور حجاج بن یوسف کی جنگ ہے۔ مگر یہ درست نہیں کیونکہ یہ جنگ ۷۴ھ میں ہوئی۔ اس وقت مسلمانوں میں بہت سے صحابہ کرام موجود تھے۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد ازارقہ کا فتنہ ہے۔ مگر یہ بھی درست نہیں کہ یہ فتنہ مدینہ منورہ میں نہ تھا بلکہ عالمگیر تھا درست یہ ہے کہ اس سے مراد ابن حمزہ خارجی کا فتنہ ہے۔ جو مروان ابن محمد ابن مروان ابن حکم کے زمانہ میں ہوا۔ ۵؎ طباخ ط کے کسرہ سے بمعنی قوت وعقل یہاں مراد ہے کہ اس زمانہ میں کوئی صحابی باقی نہ رہا۔ زمین حضرات صحابہ کرام سے خالی ہوگئی۔

بَابُ الْمَلَاحِمِ — لڑائیوں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

ملاحم جمع ملحمۃ کی جس کا مادہ لحم بمعنی گوشت ہے۔ اس سے مراد بڑی جنگ ہے کیونکہ بڑی جنگوں میں انسانوں کے گوشت کثرت سے بکھرتے ہیں یا لحمۃ سے بنا بمعنی کپڑے کے تار یعنی تانا بانا چونکہ جنگ میں لوگ اپنے دشمن سے گتھ جاتے ہیں جیسے کپڑے کے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

تا ایک دوسرے سے۔ اس لئے اسے ملحم کہتے ہیں۔ گزشتہ باب میں جنگوں کا اجمالی ذکر تھا خبر نہ تھی کہ کون سی جنگ کہاں ہوگی مگر اس باب میں اکثر ایسی جنگوں کا ذکر ہوگا جن کی جگہ مقرر ہے۔ اس لئے ان جنگوں کو علیحدہ باب میں بیان فرمایا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِیْمَتَانِ تَكُوْنُ بَیْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِیْمَةٌ دَعْوٰهُمَا وَاحِدَةٌ وَحَتّٰى یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِیْبٌ مِّنْ ثَلٰثِیْنَ كُلُّهُمْ یَزْعَمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَحَتّٰى یُقْبَضَ الْعِلْمُ وَیَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَیَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَیَظْهَرَ الْفِتَنُ وَیَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ وَحَتّٰى یَكْثُرَ فِیْكُمُ الْمَالُ فَیَفِیْضَ حَتّٰى یُهِمَّ رَبَّ الْمَالِ مَنْ یَّقْبَلُ صَدَقَتَهٗ وَحَتّٰى یَعْرِضَهٗ فَیَقُوْلَ الَّذِیْ یَعْرِضُهٗ عَلَیْهِ لَا اَرَبَ لِیْ بِهٖ وَحَتّٰى یَتَطَاوَلَ النَّاسُ فِی الْبُنْیَانِ وَحَتّٰى یَمُرَّ الرَّجُلُ بِقَبْرِ الرَّجُلِ فَیَقُوْلُ یَا لَیْتَنِیْ مَكَانَهٗ وَحَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَاِذَا طَلَعَتْ وَرَاٰهَا النَّاسُ اٰمَنُوْا اَجْمَعُوْنَ فَذٰلِكَ حِیْنَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْ اِیْمَانِهَا خَیْرًا وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ نَشَرَ الرَّجُلَانِ ثَوْبَهُمَا بَیْنَهُمَا فَلَا یَتَبَایَعَانِهٖ وَلَا یَطْوِیَانِهٖ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدِ انْصَرَفَ الرَّجُلُ بِلَبَنِ لِقْحَتِهٖ فَلَا یَطْعَمُهٗ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَهُوَ یَلِیْطُ حَوْضَهٗ فَلَا یَسْقِیْ فِیْهِ وَلَتَقُوْمَنَّ السَّاعَةُ وَقَدْ رَفَعَ اُكْلَتَهٗ اِلٰى فِیْهِ فَلَا یَطْعَمُهَا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۵۱۷۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ دو بڑی جماعتیں آپس میں جنگ کریں ان کے درمیان بڑی ہی خونریزی ہو ان دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا۱ اور یہاں تک کہ قریباً تیس جھوٹے دجال اٹھیں وہ سب دعویٰ کریں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۲ اور یہاں تک کہ علم سمیٹ لیا جائے اور زلزلے بہت ہوجائیں۳ اور زمانہ سکڑ جائے۴ اور فتنے ظاہر ہوجائیں اور ہرج یعنی قتل زیادہ ہوجائے۵ اور یہاں تک کہ تم میں مال زیادہ ہوجائے۶ حتی کہ مال والا فکر کرے کہ اس کا صدقہ کون قبول کرے۷ اور یہاں تک کہ وہ مال پیش کرے تو جس پر پیش کرے وہ کہے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۸ اور یہاں تک کہ لوگ عالیشان عمارتوں میں فخر کریں گے۹ اور یہاں تک کہ کوئی شخص کسی شخص کی قبر پر گزرے تو کہے ہائے کاش اس کی جگہ میں ہوتا۱۰ اور یہاں تک کہ سورج پچھم سے نکلے جب ادھر سے نکلے گا اور لوگ دیکھیں گے تو سارے ہی ایمان لے آئیں گے۱۱ مگر یہ وقت ہوگا جب کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دے جو پہلے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے اپنے ایمان میں بھلائی نہ کمائی۱۲ اور قیامت قائم ہوجائے گی اسی حالت میں کہ دو شخصوں نے اپنا کپڑا اپنے درمیان میں پھیلایا ہوا ہوگا تو نہ بیچ سکیں گے اور نہ لپیٹ سکیں گے اور قیامت قائم ہوجائے گی حالانکہ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر چلے گا تو اسے کھا نہ سکے گا۱۳ اور قیامت قائم ہوجائے گی حالانکہ کوئی اپنے حوض پر ہوگا تو اس میں پانی پلا نہ سکے گا اور قیامت قائم ہوگی حالانکہ اس نے اپنا لقمہ اپنے منہ تک اٹھایا ہوگا تو نہ کھاسکے گا۱۴ (مسلم، بخاری)

(۵۱۷۱) ۱؎ ان دونوں جماعتوں سے مراد حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ کے لشکر ہیں۔ جن کے درمیان صفین میں بہت سخت جنگ ہوئی۔ یہ دونوں جماعتیں مدعی اسلام تھیں۔ دونوں مسلمان تھیں حتی کہ حضرت علی نے امیر معاویہ کی جماعت کے متعلق فرمایا اخواننا [illegible] کا بھی رد ہے۔ جو

https://archive.org/details/@madni_library

دونوں کو کافر کہتے ہیں اور روافض کا بھی رد ہے جو حضرت امیر معاویہ کے ساتھیوں کو کافر کہتے ہیں۔ دونوں مومنین صالحین ہیں۔ حضرت علی حق پر ہیں۔ امیر معاویہ سے غلطی ہوئی۔ ۲؎ دجال بنا ہے دجل سے بمعنی فریب ودھوکا۔ دجال فریبی دھوکہ باز یعنی قریباً تیس فریبی دھوکہ باز جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے جیسے پنجاب میں دجال جھوٹا غلام احمد قادیانی اس حدیث کی شرح ابھی کچھ پہلے عرض کردی گئی کہ ان تیس سے مراد وہ جھوٹے نبی ہیں جن کو لوگوں نے مان لیا۔ ان سے فتنہ پیدا ہوگیا ورنہ جھوٹے نبی سو سے زیادہ ہو چکے ہیں۔ ۳؎ علم سے مراد علم دین ہے اس کا اٹھنا اس طرح ہوگا کہ علماء وفات پاتے رہیں گے اور آئندہ پیدا نہ ہوں گے حتیٰ کہ قریب قیامت حال یہ ہوگا کہ ایک شخص میراث کا ایک مسئلہ مشرق ومغرب میں لئے پھرے گا کوئی بتا نہ سکے گا۔ زلزلے تو اب شروع ہو گئے ہیں۔ علم دین کم ہو رہا ہے۔ اب جسے دیکھو وہ اسکول کالج کی طرف دوڑتا ہے۔ علم دین پڑھنے والے بھی عالم کم بنتے ہیں واعظ زیادہ ۴؎ اس طرح کہ سال مہینہ کی طرح اور مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ دن کی طرح گزرے گا۔ زمانہ سے برکت ختم ہو جائے گی۔ یہ تو اب بھی دیکھا جا رہا ہے۔ مرقات نے اس کے یہ معنی کئے کہ عیش وعشرت زیادہ ہو جائے گی۔ جس سے زمانہ گزرتا ہوا محسوس نہ ہوگا کہ عیش کا زمانہ جلدی گزر جاتا ہے۔ یہ حال حضرت عیسیٰ ومہدی کے زمانہ میں ہوگا۔ مگر پہلے معنی زیادہ موزوں ہیں۔ ۵؎ یعنی مسلمانوں میں فتنے پھیلیں گے اور مسلمانوں میں قتل وخون زیادہ ہوں گے حتیٰ کہ قاتل نہ کہہ سکے گا کہ میں نے قتل کیوں کیا۔ بات بات پر قتل ہوا کریں گے۔ ۶؎ یعنی مال کی زیادتی وفراوانی بہتے ہوئے پانی کی طرح ہوگی۔ مگر برکت نہ ہوگی مال میں برکت اللہ کی رحمت ہے اور مال کی کثرت کبھی عذاب ہو جاتی ہے۔ ۷؎ زکوۃ میں فقیر کا مالک ہوکر قبضہ ضروری ہے اور اس زمانہ میں فقیر ملیں گے نہیں۔ اس لئے زکوۃ نکالنے میں دشواری محسوس ہوگی۔ یہ ابھی زمانہ نہیں آیا۔ غالبًا امام مہدی کی حکومت میں ایسا ہوگا۔ خلافت عثمانی میں اگرچہ مال کی بہتات ہوئی مگر اتنی نہیں یھم کری کے پیش ہ کے کسرہ سے ہو تو ربّ کو فتحہ ہوگا۔ مال والے کو غم وفکر ہی رہے گی۔ فقیر کی تلاش میں کہ وہ بہت تلاش کرے گا مگر فقیر نہ ملے گا اور اگر ی کے فتحہ ہ کے پیش سے ہو تو ربّ کو پیش ہوگا۔ یعنی ارادہ کرے گا کوشش کرے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ لوگوں میں قناعت بھی ہوگی کہ امیر آدمی صاف کہہ دے گا کہ مجھے مال کی حاجت نہیں ورنہ ہوس والے کا حال یہ ہوتا ہے جتنا مال ملے جہاں سے ملے لے لیتا ہے۔ حرام وحلال نہیں دیکھتا جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے ۹؎ یعنی ذلیل وخوار لوگ جو پہلے محتاج تھے، غنی ہو جائیں گے۔ شاندار مکان بنائیں گے وہاں اکڑا کریں گے۔ ۱۰؎ یعنی فتنے بہت ہوں گے حتیٰ کہ زندے تمنا کریں گے کہ ہم مر چکے ہوتے مردے قبروں میں چین سے ہوں گے زندے گھروں میں بے چین۔ خیال رہے کہ دینی فتنوں میں موت کی تمنا کرنا بالکل جائز ہے۔ دنیاوی فتنوں میں موت کی تمنا کرنا ممنوع ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف وارد ہے ۱۱؎ اس کی شرح انشاء اللہ علامات قیامت میں آئے گی۔ قریب قیامت آفتاب کا مغرب کی طرف سے نکلنا برحق ہے۔ اس وقت سارے کافر ایمان قبول کریں گے مگر وہ ایمان قبول نہ ہوگا کہ ایمان بالغیب نہ رہے گا اور معتبر ہے ایمان بالغیب ۱۲؎ یعنی جو کافر یہ واقعہ دیکھ کر ایمان لائے گا اس کا ایمان قبول نہ ہوگا اور جو فاسق یہ واقعہ دیکھ کر فسق سے توبہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی (مرقات) اس فرمان عالی کی اور بہت تفسیریں ہیں۔ یہ تفسیر بہت آسان اور صاف ہے۔ خیال رہے کہ اس واقعہ کے بعد ولادت بند ہو جائے گی کسی کے بچہ پیدا نہ ہوگا۔ چالیس سال بعد قیامت قائم ہو جائے گی۔ لہٰذا اس فرمان پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر جو بچے پیدا ہوں گے ان کے ایمان کی کیا سبیل ہوگی اگر ان کا ایمان قبول نہ ہو تو وہ دوزخ میں جائیں تو بے قصور کیوں پکڑے گئے اگر قبول ہو تو اس فرمان کے خلاف ہے۔ ۱۳؎ خیال رہے کہ علامات قیامت تو بہت عرصہ پہلے قائم ہو جائیں گی مگر خود قیامت اچانک آئے گی۔ اس

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

لئے اسے ساعت کہتے ہیں یعنی گھڑی بھر میں قائم ہوجانے والی۔ اچانک صور کا نفخہ ہوگا جس سے اولاً جاندار ہلاک ہوں گے پھر دوسری چیزیں فنا پھر آسمان وزمین کے ٹکڑے اڑ جائیں گے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: مَا یَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ یَخِصِّمُوْنَ (۳۶،۴۹) راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چیخ کی کہ انہیں آلے گی جب وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوں گے۔ (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: لَاتَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً (۷،۱۸۷) تم پر نہ آئے گی مگر اچانک (کنزالایمان) اس حدیث پاک کی تائید ان آیتوں سے ہورہی ہے۔ ۱۴؎ یہ ان دونوں سے زیادہ بلیغ ہے۔ یعنی کپڑا لپیٹنا حوض لیپنا تو بہت کام ہے کوئی شخص اٹھایا لقمہ منہ میں نہ لے سکے گا۔ کہ قیامت آجائے گی۔ تو وہ قیامت ہے۔ آج بعض مصیبتیں آجاتی ہیں کہ انسان حیران ہوجاتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ وَحَتّٰى تُقَاتِلُوْا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْيُنِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ ذُلْفَ الْاُنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۱۷۲) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ تم ایسی قوم سے جہاد کرو گے جن کی جوتیاں بال کی ہوں گی ۱؎ اور حتی کہ تم ترکوں سے جنگ کرو گے ۲؎ چھوٹی آنکھوں والے سرخ چہرے والے چپٹی ناک والے ان کے چہرے گویا کٹی ہوئی ڈھال ہیں ۳؎ (مسلم بخاری)

(۵۱۷۲) ۱؎ اس فرمان عالی کے چند معنی کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اس قوم کے سر کے بال پاؤں تک دراز ہوں گے۔ بال گویا جوتے بن گئے ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ ان کی پنڈلیوں پر بہت بڑے بڑے بال ہوں گے جو ان کے قدموں تک جوتے کی طرح پہنچے ہوں گے۔ تیسرے یہ کہ ان کے جوتے بے چھلی کھال کے ہوں گے۔ جن سے بال دور نہ کئے گئے ہوں گے۔ یعنی خچر کی کھال والے چمڑے کے جوتے پہنتے ہوں گے۔ یہ تیسرے معنی زیادہ قوی ہیں ۲؎ یہاں ترک سے مراد موجود ترک نہیں۔ یہ تو قدیم الاسلام خدام الحرمین ہیں۔ انہوں نے دین رسول اللہ کی بڑی خدمت کی۔ ان کی خدمتیں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ وغیرہ میں جاکر دیکھو، وہ ترک یاجوج ماجوج کا ایک قبیلہ ہیں۔ یاجوج ماجوج کے بائیس قبیلے ہیں۔ اکیس قبیلوں پر ذوالقرنین نے دیوار بنائی۔ اسی قبیلہ کو چھوڑ دیا۔ اس لئے اسے ترک کہتے ہیں۔ یعنی باہر چھوڑا ہوا قبیلہ۔ لہذا حدیث واضح ہے (مرقات) ۳؎ یعنی وہ بہت ہی بدصورت ہوں گے۔ چہرے سرخ آنکھیں چھوٹی، ناک چپٹی چہرے بالکل گول جیسے کوئی ہوئی ڈھال کیونکہ اگر ڈھال کوٹ دی جائے تو بالکل گول ہوتی ہے۔ ان علامات سے معلوم ہوا ہے کہ ترک سے مراد یہ موجودہ ترک نہیں کہ ان کے چہرے ایسے نہیں ہوتے۔ یہ لوگ تو بڑے خوبصورت ہیں۔ یہاں مرقات میں فرمایا کہ یہ لوگ شکل میں ناس ہیں مگر سیرت میں نسناس یعنی بن مانس نہایت ہی فسادی، خونخوار۔ یہ جنگ ابھی نہیں ہوئی۔ قریب قیامت ہوگی۔ اگلی حدیث سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ لوگ خوز اور کرمان سے نکلیں گے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تُقَاتِلُوْا خُوْزًا وَّكِرْمَانَ مِنَ الْاَعَاجِمِ حُمْرَ الْوُجُوْهِ فُطْسَ الْاُنُوْفِ صِغَارَ الْاَعْيُنِ وُجُوْهُهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ نِعَالُهُمُ الشَّعْرُ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَّهُ عَنْ عَمْرِو بْنِ تَغْلِبَ

(۵۱۷۳) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ تم عجمیوں یعنی خوز اور کرمان سے جہاد کرو گے ۱؎ سرخ چہروں والے چپٹی ناک والے۔ چھوٹی آنکھ والے ان کے چہرے گویا کٹی ہوئی ڈھالیں ہیں۔ ان کے جوتے بال والے ہیں ۲؎ (بخاری) اور اس کی ایک روایت

https://archive.org/details/@madni_library

عِرَاضِ الْوُجُوْهِ. بروایت عمرو ابن تغلب ہے کہ چوڑے چہرے والے۳

(۵۱۷۳) ۱؎ خوز ایک پہاڑ کا نام ہے اس کی وجہ سے اس علاقہ بلکہ وہاں کے باشندوں کو خوز کہا جاتا ہے۔ اس علاقہ کو خوزستان کہتے ہیں۔ کرمان کاف کے کسرہ سے ایک علاقہ ہے۔ فارس اور بجستان کے درمیان ایران میں ایک شہر ہے۔ کرمان دوسرا ہے کرمان شاہ یہ دونوں شہر ہم نے دیکھے ہیں یہاں وہ مراد نہیں۔ ۲؎ بعض شارحین نے کہا کہ یہ لوگ وہ ہی ترک ہیں جن کا ذکر ابھی پچھلی حدیث میں ہوا۔ مرقات نے یہ ہی فرمایا مگر قوی یہ ہے کہ یہ دوسری قوم ہے۔ علاوہ ترک قوم کے۔ اشعۃ اللمعات اور لمعات نے یہ ہی کہا فطس جمع ہے افطس کی بمعنی چپٹی چوڑی۔ ۳؎ یعنی اس روایت میں بجائے حمر الوجوہ کے عرض الوجوہ ہے۔ یعنی چوڑے چکلے چہرے والے ہوں گے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُوْنَ الْيَهُوْدَ فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ الْيَهُوْدِيُّ مِنْ وَرَآءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَيَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ يَامُسْلِمُ يَاعَبْدَاللّٰهِ هٰذَا يَهُوْدِيٌّ خَلْفِيْ فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ اِلَّا الْغَرْقَدَ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرِ الْيَهُوْدِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۱۷۴) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں قائم ہوگی قیامت حتیٰ کہ جنگ کریں گے مسلمان اور یہودی تو یہود کو مسلمان قتل کریں گے ۱؎ حتیٰ کہ یہودی پتھر اور درخت کے پیچھے چھپے گا تو پتھر اور درخت کہے گا کہ اے مسلم اے اللہ کے بندے یہ یہودی میرے پیچھے ہے۔ آ اسے قتل کر۔ ۲؎ سواء غرقد کے کہ وہ یہود کے درختوں میں سے ہے ۳؎ (مسلم)

(۵۱۷۴) ۱؎ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہود کی سلطنت قائم ہوگی اور ان سے مسلمانوں کی بہت بڑی جنگ ہوگی۔ آخری جنگ میں مسلمانوں کی فتح اور یہود کی شکست ہوگی۔ بلکہ یہود دنیا سے فنا ہو جائیں گے اور مسلمانوں کے ہاتھوں فنا ہوں گے انشاء اللہ۔ چنانچہ یہود کی سلطنت فلسطین میں قائم ہو چکی ہے۔ امریکہ و برطانیہ کی بڑی مدد سے ان کا علاقہ پھیل رہا ہے۔ ۱۹۶۷ء میں جو عرب اور یہود کی جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کو اس جنگ میں بڑی تکلیفیں پہنچیں۔ حتیٰ کہ اس وقت بیت المقدس پر بھی یہود کا قبضہ ہے۔ اس عارضی فتح سے یہود کے حوصلے بہت بلند ہو گئے۔ انشاء اللہ یہ اس جنگ کی تمہید ہے جس کی خبر اس حدیث پاک میں دی گئی ہے۔ ۲؎ یہ فرمان عالی بالکل حق ہے اور ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ واقعی اس وقت پتھر اور درخت مسلمانوں سے کلام کریں گے اور اپنے پیچھے چھپے ہوئے یہودی کی خبر دیں گے۔ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ یہود پر تاقیامت ذلت ڈال دی گئی ہے۔ کیونکہ یہود کی یہ سلطنت کا قیام ان کی بڑی ذلت کا پیش خیمہ ہے۔ ۳؎ غرقد ایک خاردار درخت کا نام ہے۔ اس لئے مدینہ منورہ کے قبرستان کا نام بقیع غرقد ہے یعنی غرقد کا علاقہ چونکہ اس زمانہ میں اس میدان میں غرقد کے درخت بہت تھے۔ اس لئے اس کا بقیع غرقد نام رکھا گیا۔ یہود اس درخت کی تعظیم کرتے ہیں۔ ان کے بعض جہلاء اسے پوجتے ہیں۔ ان کا خیال ہے وادی طوی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی درخت سے رب نے پکارا تھا۔ یہ ہی درخت کلام الٰہی کا مظہر یا مصدر بنا تھا۔ رب فرماتا ہے: مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۲۸،۳۰) پیڑ سے کہ اے موسیٰ بے شک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا (کنز الایمان) مگر یہ غلط ہے۔ وہ درخت بیری یا عناب کا تھا۔ نہ کہ غرقد کا۔ بہر حال یہود اس درخت کی تعظیم بہت کرتے ہیں۔ اسی لئے اسے شجر یہود کہتے ہیں۔ یہ درخت اس دن ان کی پردہ پوشی کرے گا۔ حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۵۱۷۵) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ رَجُلٌ مِّنْ قَحْطَانَ يَسُوْقُ النَّاسَ بِعَصَاهُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ قحطان سے ایک آدمی نکلے گا جو لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہانکے گا ۱ (مسلم بخاری)

(۵۱۷۵) ۱ قحطان ایک قبیلہ کا نام ہے جو یمن میں آباد ہے۔ یہ لوگ قحطان کی اولاد ہیں۔ اس لئے قحطان کہے جاتے ہیں۔ قحطان ان کے مورث اعلیٰ کا نام تھا۔ یہ شخص بادشاہ ہوگا اور سخت گیر بادشاہ ہوگا۔ یہ لوگ اس کی اطاعت کریں گے۔ لاٹھی سے ہانکنے کے یہ ہی معنی ہیں شاید اس شخص کا نام جہجاہ ہوگا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَذْهَبُ الْاَيَّامُ وَاللَّيَالِيْ حَتّٰى يَمْلِكَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْجَهْجَاهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى يَمْلِكَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَوَالِيْ يُقَالُ لَهُ الْجَهْجَاهُ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۱۷۶) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رات و دن ختم نہ ہوں گے حتیٰ کہ ایک شخص بادشاہ بنے گا جسے جہجاہ کہا جائے گا ۱ اور ایک روایت میں ہے کہ حتیٰ کہ غلاموں میں سے ایک شخص بادشاہ بنے گا۔ جسے جہجاہ کہا جائے گا ۲ (مسلم)

(۵۱۷۶) ۱ یعنی قیامت سے پہلے یہ واقعہ ہونا ضروری ہے اس کے بغیر قیامت نہ آئے گی۔ شاید جہجاہ ساری دنیا کا بادشاہ ہوگا۔ اشعۃ اللمعات نے یہ ہی فرمایا۔ خیال رہے کہ چار بادشاہ ساری دنیا کے بادشاہ ہوئے۔ سکندر اور حضرت سلیمان، بخت نصر، نمرود غالبًا پانچواں بادشاہ یہ ہوگا جو تمام دنیا پر راج کرے گا۔ واللہ اعلم۔ ۲ اس روایت میں من الموالی زائد ہے جو پہلی روایت میں نہ تھا۔ یعنی جہجاہ اصل میں غلام ہوگا۔ بعد میں ساری دنیا کا بادشاہ یہ آخری الفاظ مسلم بخاری کے نہیں مگر چونکہ یہ صرف تائید کیلئے لائے گئے ہیں۔ لہٰذا اسے مؤلف نے پہلی فصل میں نقل نہ فرمایا (مرقات)

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَنْزَ اٰلِ كِسْرٰى الَّذِيْ فِي الْاَبْيَضِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۱۷۷) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کا ۱ خزانہ کھولے گی جو کہ مقام ابیض میں ہے ۲ (مسلم)

(۵۱۷۷) ۱ اس فرمان عالی میں لفظ آل زیادہ ہے۔ کسریٰ شاہ فارس کا لقب تھا۔ جو خسرو سے بنا تھا۔ جیسے قیصر شاہ روم کا اور خاقان شاہ چین کا اور فرعون یا عزیز شاہ مصر کا اور نجاشی شاہ حبشہ کا لقب تھا۔ ۲ یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہو چکا۔ ابیض اس قلعہ کا نام ہے جس میں کسریٰ کا خزانہ محفوظ تھا۔ یہ قلعہ اس زمانہ کے عجائبات میں سے تھا۔ اب اس کی جگہ مسجد بنی ہوئی ہے۔ جسے مسجد مدائن کہتے ہیں۔ (اشعہ) نیز ابیض یمامہ کے ایک شہر کا نام بھی ہے۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔ (اشعہ) ابیض کسریٰ کو خلیفہ مکتفی باللہ نے ویران کردیا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهُ وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَايَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهُ وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَسَمَّى الْحَرْبَ خُدْعَةً

(۵۱۷۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسریٰ ہلاک ہوگیا تو اس کے بعد کسریٰ نہ ہوگا ۱ اور قیصر ہلاک ہوگا تو پھر اس کے بعد قیصر نہ ہوگا ۲ اور ان کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کئے جائیں گے۔ ۳

https://archive.org/details/@madni_library

(مُتَّفقٌ عَلَیْہِ) حضور نے جنگ کا نام دھوکا رکھا۔۴؎ (مسلم بخاری)

(۵۱۷۸) ۱؎ یعنی ملک ایران جب مسلمان فتح کرلیں گے تو وہ ملک پھر کسی کافر کے پاس نہ پہنچے گا۔مسلمانوں ہی کے پاس رہے گا۔ یہ غیبی خبر ہے۔ چنانچہ ملک ایران عہد فاروقی میں فتح ہوا اور خدا کا فضل ہے کہ اب تک مسلمانوں ہی کے پاس ہے۔رب تعالیٰ مسلمانوں ہی کے پاس رکھے۔۲؎ چونکہ فتح فارس پہلے ہوئی' فتح روم بعد میں اس لئے فارس کے متعلق ھلك ماضی ارشاد ہوا اور فتح روم بعد میں اس لئے اس کے متعلق لیھلکن مضارع مع تاکید ارشاد ہوا۔ یہ دونوں علاقے عہد فاروقی میں فتح ہوئے اور اس کے متعلق خبر دی گئی کہ فتح روم کے بعد یا تو وہ کفار کے پاس پہنچے گا ہی نہیں یا پہنچے گا تو موجودہ قیصر کی اولاد سے کوئی وہاں کا بادشاہ نہ بنے گا۔ یا اس بادشاہ کا لقب قیصر نہ ہوگا۔ بہرحال حضور سچے' حضور کی ساری خبریں سچی ہیں۔۳؎ یعنی ان ملکوں کے خزانے مسلمان فتح کرکے جہادوں اور اسلام کی اشاعت میں خرچ کریں گے۔ یہ زمانہ فاروقی میں ہو چکا۔۴؎ یہاں خدعہ بمعنی فریب وجھوٹ نہیں بلکہ بمعنی جنگی چال جنگی تدبیر ہے' جس سے دشمن جلد ہتھیار ڈال دے۔ جنگ میں شمشیر سے زیادہ تدبیر کام آتی ہے۔ تدبیر سے خونریزی کم ہوتی ہے فتح جلد۔ مسلمانوں کو تدبیر وشمشیر دونوں سے کام لینا چاہیئے جنگی تدبیروں کی مثالیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے جہادوں میں ملتی ہیں۔ حضور جب مغرب میں حملہ کرنا چاہتے تو مشرق کے حالات پوچھتے تا کہ کفار کے جاسوس مغرب والوں کو مطمئن کردیں۔مشرق والوں کو تیار کردیں۔ اچانک مغرب کی طرف حملہ فرمادیتے۔ حضرات صحابہ نے بعض جنگوں میں اپنی فوجیں پیچھے ہٹالیں کفار سمجھے مسلمان بھاگ گئے اور رات کو اچانک حملہ کردیا۔ تھوڑی فوج سے چوطرفہ سے اس طرح حملہ کردیا کہ کفار سمجھے کہ مسلمان لاکھوں کی تعداد میں آن پڑے اور انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔مسلمانوں نے فتح پائی۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو قائم ودائم رکھے۔

وَعَنْ نَافِعِ بْنِ عُتْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَغْزُوْنَ جَزِيْرَةَ الْعَرَبِ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ فَارِسَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَيَفْتَحُهَا اللّٰهُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَيَفْتَحُهُ اللّٰهُ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۱۷۹) روایت ہے حضرت نافع ابن عتبہ سے فرماتے ہیں۱؎ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم لوگ جزیرہ عرب پر جہاد کرو گے۔ تو اللہ اسے فتح فرمادے گا۲؎ تو پھر فارس پر' تو اللہ وہ بھی فتح کردے گا پھر تم روم پر غزوہ کرو گے تو اللہ وہ بھی فتح کردے گا۳؎ پھر تم دجال پر جہاد کرو گے تو اللہ وہ بھی فتح کردے گا۴؎ (مسلم)

(۵۱۷۹) ۱؎ نافع ابن عتبہ ابن ابی وقاص زہری ہیں۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص کے بھتیجے۔ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ آپ کا لقب مرقال تھا۔۲؎ یعنی عرب کا کچھ حصہ ہم فتح فرمالیں گے بقیہ حضرات صحابہ کریں گے حتی کہ جزیرہ عرب میں سوا اسلام کے کوئی دین نہ رہے گا۔ یہ واقعہ ہو چکا۔۳؎ یہ دونوں ملک عہد فاروقی میں فتح ہوئے اور آج تک مسلمانوں کے قبضہ ہی میں ہیں۔ فارس تو سارا اور روم کا اکثر حصہ۴؎ اس فرمان عالی میں خطاب صحابہ کرام سے نہیں بلکہ مسلمانوں سے ہے کیونکہ دجال کا مقابلہ حضرات صحابہ نہیں کریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ خطاب صحابہ کرام سے ہی ہو۔ کیونکہ خضر علیہ السلام اس مقابلہ میں موجود ہوں گے۔ صلح حدیبیہ میں حضرت خضر نے حضور کی بیعت کی ہے۔ جیسا کہ ہم بیعت الرضوان کے بیان میں عرض کرچکے ہیں بلکہ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ وہ مدنی صاحب جنہیں ایک دجال ذبح کرکے زندہ کرے گا پھر نہ مار سکے گا وہ خضر علیہ السلام ہی ہوں گے۔ یعنی تم دجال پر جہاد کرو گے۔ جن علاقوں پر اس نے قبضہ کرلیا ہوگا تم دجال کو قتل کرکے ان پر قبضہ کرو گے۔ لہذا حدیث واضح ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَهُوَ فِیْ قُبَّةٍ مِنْ اَدَمٍ فَقَالَ اعْدُدْ سِتًّا بَيْنَ يَدَیِ السَّاعَةِ مَوْتِیْ ثُمَّ فَتْحُ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ ثُمَّ مُوْتَانٌ يَاْخُذُ فِيْكُمْ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ ثُمَّ اسْتِفَاضَةُ الْمَالِ حَتّٰى يُعْطَى الرَّجُلُ مِائَةَ دِيْنَارٍ فَيَظَلُّ سَاخِطًا ثُمَّ فِتْنَةٌ لَا يَبْقٰى بَيْتٌ مِنَ الْعَرَبِ اِلَّا دَخَلَتْهُ ثُمَّ هُدْنَةٌ تَكُوْنُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ بَنِی الْاَصْفَرِ فَيَغْدِرُوْنَ فَيَاْتُوْنَكُمْ تَحْتَ ثَمَانِيْنَ غَايَةً تَحْتَ كُلِّ غَايَةٍ اثْنَا عَشَرَ اَلْفًا .(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۱۸۰) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے ا فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب حضور چمڑے کے خیمہ میں تھے۲ تو فرمایا کہ قیامت سے پہلے چھ چیزیں گن لو میری موت' پھر بیت المقدس کی فتح' پھر عام موت جو تم میں بکریوں کی وبا کی طرح پھیلے گی۳ پھر مال کا بہ جانا' حتی کہ تم ایک شخص کو سو دینار دیئے جائیں گے پھر بھی وہ ناراض رہے گا۴ پھر وہ فتنہ کہ عرب کا کوئی گھر نہ رہے مگر وہ اس میں داخل ہو جائے گا۔ پھر وہ صلح جو تمہارے اور رومیوں کے درمیان ہوگی پھر وہ عہد شکنی کریں گے۵ تو تمہارے مقابل اسی جھنڈوں تلے آئیں گے۔ ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار ہوں گے۶ (بخاری)

(۵۱۸۰) ا آپ اشجعی ہیں۔ مشہور صحابی ہیں۔ غزوہ خیبر اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے۔ فتح مکہ کے دن قبیلہ بنی اشجع کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آخر میں شام میں رہے۔ ۷۳ھ میں وفات پائی۲ تبوک خیبر سے پانچ سو میل ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ شام کے علاقہ میں ہے۔ تبوک کے بعد مان ہے اور مان کے بعد عمان پھر عمان سے قریباً ایک سو کلومیٹر بیت المقدس ہے۔ کلومیٹر پانچ فرلانگ کا ہوتا ہے۔ یعنی ہمارے میل سے تین فرلانگ چھوٹا۔۳ قعاص قاف کے پیش سے بکریوں کی وبائی بیماری جس سے بکری بہت جلد مر جاتی ہے۔ یہ واقعہ بھی عہد فاروقی میں ہو چکا کہ لشکر اسلام بیت المقدس کے قریب عمواس بستی میں تھا۔ وہاں طاعون پھیلا جس سے تین دن میں ستر ہزار آدمی فوت ہوگئے۔ اس وبا کا نام طاعون عمواس ہے۔ یہ اسلام میں پہلا طاعون ہے۔ (اشعہ' مرقات) بعض محدثین نے فرمایا کہ یہ طاعون عمواص میں پھیلا مگر لشکر اسلام جابیا میں تھا عمواص کے قریب عمواس میں اتنے لوگ مرے نہ کہ لشکر میں۔۴ یہ زیادتی مال خلافت عثمانی میں ہو چکی۔ اس سے متصل ہی میں شہادت عثمان اور بعد کے فتنے جو سارے عرب میں پھیل گئے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ثم فتنة الخ ۵ بنی اصفر رومیوں کو کہتے ہیں جو روم ابن عیصو ابن اسحاق علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ چونکہ رومی زرد رنگ مائل بہ سفیدی تھے اس لئے انہیں اصفر کہتے ہیں اور ان کی اولاد کو بنی اصفر۶ لشکر کی کل تعداد نو لاکھ ساٹھ ہزار ہوئی' عہد فاروقی میں جنگ یرموک میں عیسائی سات لاکھ تھے۔ مسلمان چالیس ہزار مگر یہاں وہ جنگ مراد نہیں یہ جنگ تو شہادت عثمان کے بعد ہے۔ جیسا کہ ثُمَّ سے معلوم ہو رہا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ الرُّوْمُ بِالْاَعْمَاقِ اَوْ بِدَابِقَ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِمْ جَيْشٌ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ مِنْ خِيَارِ اَهْلِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ فَاِذَا تَصَافُّوْا قَالَتِ الرُّوْمُ خَلُّوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الَّذِيْنَ سَبَوْا مِنَّا نُقَاتِلْهُمْ فَيَقُوْلُ الْمُسْلِمُوْنَ لَا وَاللّٰهِ لَا نُخَلِّیْ

(۵۱۸۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ قائم ہوگی قیامت حتی کہ اعماق یا دابق میں اتریں گے۔ا تو مدینہ سے ایک لشکر ان کی طرف نکلے گا۔ جو اس دن تمام زمین والوں سے بہترین ہوگا۲ تو جب یہ لوگ صف آرا ہوں گے تو رومی کہیں گے کہ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان جو ہم میں سے قید کر لئے گئے ہٹ جاؤ۔ ہم ان سے جنگ

https://archive.org/details/@madni_library

بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ اِخْوَانِنَا فَیُقَاتِلُوْنَهُمْ فَیَنْهَزِمُ ثُلُثٌ لَا یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ اَبَدًا وَّیُقْتَلُ ثُلُثُهُمْ اَفْضَلُ الشُّهَدَآءِ عِنْدَ اللّٰهِ وَیَفْتَتِحُ الثُّلُثُ لَایُفْتَنُوْنَ اَبَدًا فَیَفْتَتِحُوْنَ قُسْطُنْطِیْنِیَّةَ فَبَیْنَاهُمْ یَقْتَسِمُوْنَ الْغَنَائِمَ قَدْ عَلَّقُوْا سُیُوْفَهُمْ بِالزَّیْتُوْنِ اِذْ صَاحَ فِیْهِمُ الشَّیْطٰنُ اَنَّ الْمَسِیْحَ قَدْ خَلَفَکُمْ فِیْ اَهْلِیْکُمْ فَیَخْرُجُوْنَ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَاِذَا جَاؤُا الشَّامَ خَرَجَ فَبَیْنَاهُمْ یَعِدُّوْنَ لِلْقِتَالِ یُسَوُّوْنَ الصُّفُوْفَ اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوةُ فَیَنْزِلُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فَاَمَّهُمْ فَاِذَا رَاٰهُ عَدُوُّ اللّٰهِ ذَابَ کَمَا یَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَآءِ فَلَوْ تَرَکَهٗ لَا نْذَابَ حَتّٰی یَهْلِكَ وَلٰکِنْ یَّقْتُلُهُ اللّٰهُ بِیَدِهٖ فَیُرِیْهِمْ دَمَهٗ فِیْ حَرْبَتِهٖ .

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

کریں گے۳ تو مسلمان کہیں گے اللہ کی قسم ہم تمہارے اور اپنے بھائیوں کے درمیان علیحدگی نہ کریں گے چنانچہ مسلمان ان سے جنگ کریں گے۔تہائی بھاگ جائیں گے اللہ ان کی توبہ کبھی قبول نہ کرے گا۔اور تہائی قتل ہوجائیں گے وہ اللہ کے نزدیک افضل ترین شہید ہیں اور تہائی فتح کریں گے یہ کبھی فتنہ میں مبتلا نہ ہوں گے۴ پھر یہ قسطنطنیہ فتح کریں گے۵ جب کہ یہ غنیمتیں آپس میں تقسیم کرتے ہوں گے اپنی تلواریں زیتون کے درختوں سے لٹکا چکے ہوں گے۶ ان میں شیطان چیخے گا کہ مسیح دجال تمہارے گھروں میں تمہارے پیچھے پہنچ گیا۔یہ لوگ نکل کھڑے ہوں گے۔یہ خبر غلط ہوگی۷ پھر جب یہ لوگ شام میں آئیں گے تو دجال ظاہر ہوگا جبکہ یہ جنگ کی تیاری کررہے ہوں گے۔۸ صفیں سیدھی کرتے ہوں گے کہ نماز قائم ہوگی۔تو عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے۹ وہ ان کی امامت کریں گے۱۰ پھر جب اللہ کا دشمن انہیں دیکھے گا تو گلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گلتا ہے۔۱۱ اگر آپ اسے چھوڑ دیتے تو وہ گل جاتا حتی کہ ہلاک ہوجاتا لیکن اللہ اسے آپ کے ہاتھ سے ہلاک کرے گا تو آپ لوگوں کو اس کا خون اپنے نیزے میں دکھائیں گے۔(مسلم)

(۵۱۸۱) ۱؎ اعماق مدینہ منورہ کے متصل ایک میدان کا نام ہے اور دابق ب کے فتحہ سے مدینہ پاک کا ایک بازار ہے۔حلب کے قریب ایک بستی کا نام بھی دابق ہے۔بعض نے کہا وہ یہاں مراد نہیں مگر مرقات نے فرمایا کہ یہاں اعماق سے مراد دمشق کے علاقہ کی ایک بستی اور دابق حلب کے پاس کی بستی اور مدینہ سے مراد شہر دمشق ہے نہ کہ مدینہ منورہ کیونکہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ ویران ہوگا۔وہاں کوئی آبادی نہ ہوگی۔یہ ہی صحیح ہے۲؎ مدینہ سے مراد شہر دمشق ہے کیونکہ یہ لشکر حضرت امام مہدی کا ہوگا۔یہ لشکر شام ہی سے نکلے گا۔اس جنگ کے بعد دجال کا فتنہ نمودار ہوگا۔۳؎ اس واقعہ سے پہلے ایک لشکر اسلام رومیوں پر جہاد کرکے ان کے بہت سے قیدی گرفتار کرچکا ہوگا۔رومی اس وقت مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہم تم سے جنگ کرنا نہیں چاہتے۔ان مسلمانوں کو ہمارے سامنے کردو جو ابھی کچھ عرصہ پہلے ہمارے آدمی قید کرکے لے گئے ہیں۔رومیوں کا یہ کہنا محض دھوکے اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کیلئے ہوگا۔ورنہ ان کا مقصد سب مسلمانوں سے لڑنا ہوگا(اشعہ ومرقات)۴؎ یعنی اس جنگ میں مسلمانوں کے تین حصے ہوجائیں گے۔ایک حصہ تو بزدل ہوکر بھاگ جائے گا۔دوسرا حصہ جنگ میں شہید ہوجائے گا۔تیسرا حصہ غازی اور فاتح ہوگا۔بھاگنے والے اول درجہ کے بدنصیب ہوں گے۔شہید ہونے والے اول درجہ کے شہید،فاتحین اول درجہ کے غازی۔غرضکہ ہر جماعت اول درجہ کی ہوگی۔کوئی بدنصیبی میں اول درجہ کوئی خوش نصیبی میں۔۵؎ قسطنطنیہ روم کا مشہور شہر ہے۔جسے آج استنبول کہتے ہیں۔یہ ایک بار زمانہ صحابہ کرام میں فتح ہوچکا ہے اور اب تک

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ یہ پھر مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور قریب قیامت پھر مسلمان اسے فتح کریں گے۔ یہاں اس آخری فتح کا ذکر ہے۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ۶؎ یعنی فتح پاکر نہایت امن وسکون سے ہو چکے ہوں گے۔ اس لئے اپنی تلواریں درختوں سے لٹکادی ہوں گی۔ امن کی حالت میں غازی ہتھیار جسم سے کھولتے ہیں۔ ۷؎ یعنی تم تو یہاں روم میں امن وامان سے ہو تمہارے وطن شام میں دجال ظاہر ہوگیا اور تمہارے گھروں میں تمہارے بیوی بچوں کو بہکا رہا ہے۔ یہ حضرات یہ خبر سنتے ہی یہ غازی دجال سے مقابلہ کرنے کی نیت سے چل پڑیں گے۔ غنیمت وغیرہ کی طرف دھیان نہ دیں گے۔ شام میں پہنچ کر معلوم ہوگا دجال ابھی نہیں نکلا۔ ۸؎ غالبًا شام سے مراد بیت المقدس ہے کہ بیت المقدس اگرچہ فلسطین میں ہے مگر فلسطین شام سے بالکل قریب ہے، اس لئے شام فرمایا (مرقات) ان کو دجال کے نکلنے کی اب درست اطلاع ہوگی۔ انہیں بیت المقدس میں یہ خبر ملے گی۔ ۹؎ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول دمشق کے باب لد میں شرقی منارہ پر ہوگا۔ ۱۰؎ اس نماز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام امامت فرمائیں گے۔ آئندہ بقیہ نمازوں میں امام مہدی امامت کیا کریں گے لہذا یہ حدیث حضرت مہدی کی امامت والی حدیثوں کے خلاف نہیں کہ یہاں اس نماز کی امامت مراد ہے۔ وہاں دوسری نمازوں کی امامت۔ ۱۱؎ پہلے عیسیٰ علیہ السلام کی سانس میں مردے زندہ کرنے کی تاثیر تھی۔ اب جو آئیں گے تو ان کی سانس میں زندہ کافروں کو مردہ کرنے کی تاثیر ہوگی۔ جہاں تک آپ کی نگاہ پہنچے گی وہاں تک آپ کی سانس پہنچے گی اور وہاں تک کفار مریں گے۔ دجال آپ کی سانس کی یا نگاہ کی تاثیر سے گھلنے لگے گا مگر آپ جلدی سے اس تک پہنچ کر قتل کریں گے اور جو لوگ اس کو خدا مان چکے تھے انہیں اس مردود کا خون دکھائیں گے کہ لو تمہارا خدا مارا گیا ہے۔ یہ ہے اس کا خون۔ دجال فلسطین یا شام میں مارا جائے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ اولاً دجال بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوگا۔ آپ کو دیکھ کر شام کی طرف بھاگے گا۔ شام کے شروع اور فلسطین کے آخری کنارہ پر مارا جائے گا۔ لہذا تمام احادیث متفق ہیں۔ (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ إِنَّ السَّاعَةَ لَا تَقُوْمُ حَتّٰى لَا يُقْسَمَ مِيْرَاثٌ وَّلَا يُفْرَحَ بِغَنِيْمَةٍ ثُمَّ قَالَ عَدُوٌّ يَّجْمَعُوْنَ لِأَهْلِ الشَّامِ وَيَجْمَعُ لَهُمْ أَهْلُ الْإِسْلَامِ يَعْنِي الرُّوْمَ فَيَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ إِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يَحْجُزَ بَيْنَهُمُ اللَّيْلُ فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى الشُّرْطَةُ ثُمَّ لَيَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ إِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يَحْجُزَ بَيْنَهُمُ اللَّيْلُ فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى الشُّرْطَةُ ثُمَّ لَتَشَرَّطُ الْمُسْلِمُوْنَ شُرْطَةً لِلْمَوْتِ لَا تَرْجِعُ إِلَّا غَالِبَةً فَيَقْتَتِلُوْنَ حَتّٰى يُمْسُوْا فَيَفِيْءُ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ كُلٌّ غَيْرُ غَالِبٍ وَتَفْنَى

(۵۱۸۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ میراث بانٹی نہ جائے ۱؎ اور غنیمت سے خوشی نہ منائی جائے ۲؎ پھر فرمایا کہ قوی دشمن جمع ہوں گے شام والوں کے مقابل اور ان کے مقابلہ میں مسلمان جمع ہوں گے یعنی رومیوں کے مقابل ۳؎ تو مسلمان ایک دستہ منتخب کریں گے موت کیلئے نہ غالب ہوئے نہ لوٹیں گے ۴؎ پس سخت جنگ کریں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات آڑ ہوجائے گی تو یہ بھی لوٹ جائیں گے۔ اور وہ بھی کوئی غالب نہ ہوگا ۵؎ اور یہ دستہ فنا ہوجائے گا ۶؎ پھر مسلمان موت کی شرط لگائیں گے کہ بغیر غالب ہوئے نہ لوٹیں گے۔ ۷؎ تو عظیم جنگ کریں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات آڑے آجاوے گی تو یہ اور راہ لوٹ جائیں گے کوئی غالب نہ ہوگا اور دستہ فنا ہوجائے گا مگر پھر مسلمان موت کی شرط لگائیں گے کہ

https://archive.org/details/@madni_library

الشُّرطَۃُ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الرَّابِعِ نَھَدَ بَقِیَّۃُ اَھْلِ الْاِسْلَامِ فَیَجْعَلُ اللّٰہُ الدَّبَرَۃَ عَلَیْھِمْ فَیَقْتَتِلُوْنَ مَقْتَلَۃً لَمْ یُرَ مِثْلُھَا حَتّٰی اِنَّ الطَّائِرَ لَیَمُرُّ بِجَنَبَاتِھِمْ فَلَا یُخَلِّفُھُمْ حَتّٰی یَخِرَّ مَیِّتًا فَیُتَعَادُّ بَنُوْا الْاَبِ کَانُوْا مِائَۃً فَلَا یَجِدُوْنَہٗ بَقِیَ مِنْھُمْ اِلَّا الرَّجُلُ الْوَاحِدُ فَبِاَیِّ غَنِیْمَۃٍ یُفْرَحُ اَوْ اَیِّ مِیْرَاثٍ یُقْسَمُ فَبَیْنَاھُمْ کَذٰلِکَ اِذْ سَمِعُوْا بِبَاسٍ ھُوَ اَکْبَرُ مِنْ ذٰلِکَ فَجَاءَ ھُمُ الصَّرِیْخُ اَنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَلَفَھُمْ فِیْ ذَرَارِیْھِمْ فَیَرْفُضُوْنَ مَا فِیْ اَیْدِیْھِمْ وَیُقْبِلُوْنَ فَیَبْعَثُوْنَ عَشَرَ فَوَارِسَ طَلِیْعَۃً قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ اَسْمَاءَ ھُمْ وَاَسْمَاءَ اٰبَاءِ ھِمْ وَاَلْوَانَ خُیُوْلِھِمْ ھُمْ خَیْرُ فَوَارِسَ اَوْ مِنْ خَیْرِ فَوَارِسَ عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ یَوْمَئِذٍ ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

بغیر غالب ہوئے نہ لوٹیں گے تو عظیم جنگ کریں گے حتی کہ شام ہو جائے گی تو یہ اور وہ لوٹ جائیں گے کوئی غالب نہ ہوگا۔۸ اور شرط فنا ہوچکے گی۔ پھر جب چوتھا دن ہوگا تو کفار کی طرف بچے کھچے مسلمان اٹھ کھڑے ہوں گے۹ تو اللہ ان کفار پر شکست ڈال دے گا ۱۰ تو مسلمان اس طرح قتل کریں گے کہ اس جیسا نہ دیکھا گیا ہوگا۱۱ حتی کہ پرندہ ان کے اردگرد گزرے گا تو انہیں پیچھے نہ چھوڑ سکے گا۱۲ حتی کہ گر کر مر جائے۱۳ تو ایک دادا کی اولاد جو سو تھی گنی جائے گی تو ان میں سے ایک کے سوا کسی کو باقی نہ پائیں گے۱۴ تو کون سی غنیمت سے خوشی منائی جائے اور کون سی میراث بانٹی جائے۱۵ جب وہ اس حالت میں ہوں گے کہ اچانک اس سے بڑی جنگ سنیں گے کہ ان تک ایک چیخ آئے گی کہ دجال ان کے پیچھے ان کے بچوں میں پہنچ گیا۱۶ تو وہ لوگ چھوڑ دیں گے۔ جو کچھ ان کے ہاتھوں میں ہے۔ اور ادھر متوجہ ہو جائیں گے۱۷ تو وہ دس سوار جاسوس بھیجیں گے۱۸ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ان کے نام ان کے باپ دادوں کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں۱۹ وہ لوگ اس دن روئے زمین پر بہترین سوار ہوں گے۲۰ (مسلم)

(۵۱۸۲) ۱؎ یعنی قریب قیامت مقتول اس قدر زیادہ ہوں گے کہ ان کے بچے کھچے وارث میراث آپس میں نہ بانٹیں گے. یا مال اس قدر زیادہ ہو چکا ہوگا کہ لوگ اپنے موروثوں کی میراث نہ بانٹیں گے کہ ہمارے پاس خود اپنا مال اتنا ہے کہ دوسرے مال کا ہم کیا کریں یا اس قدر زیادہ ہو چکا کہ لوگ اپنے مورثوں کی میراث نہ بانٹیں گے کہ ہمارے پاس خود اتنا مال ہے کہ دوسرے کے مال کا ہم کیا کریں یا اس لئے کہ اس زمانہ میں کوئی عالم نہ ہوگا جو شریعت کے مطابق میراث تقسیم کرے یا بادشاہوں کا ظلم اتنا بڑھا ہوا ہوگا کہ مردوں کے مال کی میراث تقسیم نہ ہونے دیں گے۔ سب اپنے بیت المال میں جمع کر دیں گے۔ مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۲؎ اس فرمان عالی کے بھی وہ ہی مطلب ہیں جو ابھی عرض کئے گئے کہ لوگ بہت زیادہ شہید ہو چکے ہوں گے۔ باقی غازی غنیمت تقسیم نہ کریں گے۔ جب سو میں سے ایک یا ہزار میں سے ایک بچے تو وہ کیا غنیمت تقسیم کرے یا ظالم بادشاہ غنیمت کا مال خود کھا جائیں گے وغیرہ۔۳؎ یہ تفسیر سیدنا ابن مسعود کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شامی مسلمان اور رومی کفار کی جنگ ہوگی۔ یہ اجتماع اسی جنگ کیلئے ہوگا۔ عدو سے مراد رومی کفار ہیں۔۴؎ یعنی اس جنگ میں شرط لگا کر نکلیں گے کہ یا فتح کریں گے یا شہید ہو جائیں گے ہم پیٹھ نہ دکھائیں گے۔ عجیب جذبہ سے جائیں گے۔ یہ شام کے مسلمان ہوں گے۔ یا شرط شین کے پیش سے فوج کا اگلا دستہ جو دشمن کے مقابل جاتا ہے۔ ۵؎ یعنی جنگ ختم نہ ہوگی بلکہ بند ہوگی وہ بھی رات آجانے کی وجہ سے آج کل کی موجودہ جنگیں جو راکٹ بم ہوائی جہازوں سے ہوتی ہیں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وہ بھی رات میں ہلکی پڑ جاتی ہیں۔فوجی جنگ تو بہت ہی ہلکی ہوجاتی ہے۔شہروں پر بم باری بھی ہلکی ہوجاتی ہے ۶؎ یعنی مسلمانوں کا اور کفار کا اگلا دستہ ختم ہو چکا ہوگا۔ مسلمان جام شہادت پی چکے ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ صرف مسلمانوں کا دستہ شہید ہو جائے ورنہ کفار کی فتح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا حدیث واضح ہے۔ خیال رہے کہ اس لڑنے والے دستہ کے ساتھ مدد کیلئے اور مسلمان بھی ہوں گے۔ دستہ شہید ہو جائے گا۔ بقیہ مسلمان لوٹ جائیں گے۔ لہٰذا فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ جب یہ دستہ شہید ہوگیا تو واپس کون لوٹا (مرقات) اور اگر شرط بمعنی شرط ہو تو مطلب ظاہر ہے کہ شرط ختم ہو جائے گی۔ بغیر غلبہ واپسی ہوگی۔ ۷؎ یہاں بھی شرطۃ میں دو احتمال ہیں۔شین کے فتح سے بمعنی شرط لگانا اور شین کے پیش سے بمعنی دستہ فوج کا تیار کرنا (مرقات)۔ ۸؎ ان آخری دونوں جملوں کے وہ ہی دو معنی ہیں جو ابھی عرض کئے گئے کہ یا تو وہ غازی کا دستہ شہید ہو جائے گا باقی مسلمان لوٹ جائیں گے یا ان کی یہ شرط ختم ہو جائے گی بغیر غلبہ کے واپسی ہوگی۔ ۹؎ نہد اور نہض دونوں کے معنی ہیں اٹھ کھڑا ہونا۔ یعنی غازیان اسلام ان تین دن کی تکالیف کے بعد ہمت نہ ہاریں گے بلکہ ان میں جوش وخروش بڑھتا ہی جائے گا۔اب چوتھی بار بچے کھچے مسلمان کفار پر یلغار کریں گے ۱۰؎ دبرہ بنا ہے دبرٌ سے بمعنی پیچھا یہاں مراد ہے پیچھے کو بھاگنا، یعنی بھاگڑ پڑ جانا۔ علیہم کا مرجع کفار روم ہیں یعنی اس چوتھے حملہ میں اللہ تعالٰی کفار روم میں بھاگڑ ڈال دے گا کہ وہ پیٹھ پھیر کر مسلمانوں کے مقابلہ سے بھاگ کھڑے ہوں گے۔ ۱۱؎ یعنی کفار میں بھاگڑ پڑ جانے پر ان کا قتل عام ہو جائے گا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں بہت ہی کفار مارے جائیں گے۔ ایسا قتل عام اس سے پہلے نہ دیکھا گیا ہوگا۔ ۱۲؎ پرندہ سے مراد عام چڑیا ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس سے کوا مراد ہو۔ یہ فرمان عالی ان لاشوں کی زیادتی بتانے کیلئے ہے۔ خواہ پرندہ اڑے یا نہ اڑے۔ ۱۳؎ یا تو لاشوں کی بدبو سے مریں گے یا ان کی زیادتی کی وجہ سے کہ اتنی لاشیں پڑی ہوں گی کہ اس کا فاصلہ پرندہ طے نہ کر سکے گا۔ اڑتے اڑتے مر جائے گا۔ مگر فاصلہ طے نہ ہوگا۔ یہ آخری احتمال قوی ہے۔ شاعر کہتا ہے۔شعر:-

لا یبلغ المسک المحصور غایتھا لبعد ما بین فاصیھا و دایتھا

۱۴؎ وہ تو کفار مقتولین کا حال تھا۔ اب مسلمان شہداء کی تعداد سنو کہ یہ بقیہ غازی اپنے بچے کھچوں کو شمار کریں گے تو حالت یہ ہوگی کہ جس قبیلہ کے سو آدمی جہاد میں آئے تھے ان میں سے ایک بچا ہوگا ننانوے شہید ہو چکے ہوں گے۔ یعنی ایک فیصد بچے گا۔ اللہ کی پناہ۔ ۱۵؎ وہ جو پہلے ارشاد ہوا تھا کہ غنیمت نہ تقسیم کی جائے گی میراث نہ بٹے گی۔ اس کی وجہ یہ ارشاد ہوئی یعنی جب سو میں سے ایک بچا تو وہ کس کس کی میراث لے اور کیا غنیمت تقسیم کرے لہٰذا یہ احتمال قوی ہے کہ زیادہ مردوں کی وجہ سے یہ کام ہوگا۔ ۱۶؎ یہ خبر درست ہوگی واقعی دجال نمودار ہو چکا ہوگا۔ پہلی بار جو خبر اڑی تھی وہ غلط تھی۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا۔ ۱۷؎ اپنے بال بچوں کو دجال سے بچانے کیلئے نہ کہ دجال سے جنگ کرنے کیلئے۔ کیونکہ عیسٰی علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے تو اس سے جنگ ہوگی ہی نہیں اور جناب مسیح کی تشریف آوری پر وہ قتل ہوگا۔ جنگ جب بھی نہ ہوگی۔ ۱۸؎ طلیعہ بنا ہے طلع سے بمعنی خبر اسی سے ہے اطلاع یعنی خبر دینا یا خبر پانا۔ طلیعہ واحد کیلئے بھی آتا ہے۔ جمع کیلئے بھی یعنی مسلمان دس سواروں کو دجال کی خبر کی تحقیقات کیلئے بھیجیں گے کہ واقعی وہ نکلا ہے یا پہلے کی طرح یہ خبر بھی غلط ہے اگر نکلا ہے تو کہاں ہے کیا کر رہا ہے۔ ۱۹؎ یہ فرمان عالی ان دس حضرات کی عزت افزائی کیلئے ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق کے نام کام ان کی حرکات وسکنات جانتے ہیں۔ کیوں نہ جانیں کہ حضور سب کے گواہ اور نگران ہیں۔ رب فرماتا ہے: وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا (۲،۱۴۳) اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ (کنزالایمان) خود فرمایا لایخفی علی رکوعکم ولا

https://archive.org/details/@madni_library

سجودکم ولا خشوعکم (تاقیامت کے) مجھ پر تمہارے رکوع سجدے دل کا خشوع خضوع پوشیدہ نہیں۔ میں تم سب کے ظاہری اعمال دل کے احوال جانتا ہوں۔ یہ ہے حضور انور کا غیب کلی صلی اللہ علیہ وسلم حضور ان سب کو ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ ۲۰ روئے زمین فرما کر فرشتوں کو علیحدہ فرمادیا اور اس دن فرما کر حضرات صحابہ عشرہ مبشرہ وغیرہم کو علیحدہ فرمادیا یعنی اس زمانہ کے موجود مسلمانوں میں سب سے بہتر وافضل یہ لوگ ہوں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ سَمِعْتُمْ بِمَدِيْنَةٍ جَانِبٌ مِنْهَا فِي الْبَرِّ وَجَانِبٌ مِنْهَا فِي الْبَحْرِ قَالُوْا نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَغْزُوَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنْ بَنِیْ اِسْحٰقَ فَاِذَا جَآءُوْهَا نَزَلُوْا فَلَمْ يُقَاتِلُوْا بِسَلَاحٍ وَّلَمْ يَرْمُوْا بِسَهْمٍ قَالُوْا لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيَسْقُطُ اَحَدُ جَانِبَيْهَا قَالَ ثَوْرُبْنُ يَزِيْدَ الرَّاوِیْ لَا اَعْلَمُهٗ اِلَّا قَالَ الَّذِیْ فِي الْبَحْرِ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ الثَّانِيَةَ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيَسْقُطُ جَانِبُهَا الْاٰخَرُ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ الثَّالِثَةَ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ فَيُفَرَّجُ لَهُمْ فَيَدْخُلُوْنَهَا فَيَغْنِمُوْنَ فَبَيْنَاهُمْ يَقْتَسِمُوْنَ الْمَغَانِمَ اِذْ جَآءَهُمُ الصَّرِيْخُ فَقَالَ اِنَّ الدَّجَّالَ قَدْ خَرَجَ فَيَتْرُكُوْنَ كُلَّ شَيْءٍ وَّيَرْجِعُوْنَ .(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۱۸۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے وہ شہر سنا ہے جس کا ایک کنارہ خشکی میں ہے اور اس کا دوسرا دریا میں۔ ا لوگوں نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ اس پر اولاد اسحاق کے ستر ہزار غازی غزوہ کریں گے۔ ۲ تو جب وہاں پہنچیں گے تو اتریں گے تو نہ تو ہتھیاروں سے جنگ کریں گے نہ کوئی تیر پھینکیں گے۔ کہیں گے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو اس کا ایک کنارہ گر جائے گا ۳ ثور ابن یزید راوی کہتے ہیں ۴ کہ میں نہیں جانتا اس کے سواء کہ فرمایا وہ کنارہ جو دریا میں ہے ۵ پھر وہ دوبارہ کہیں گے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو ان کیلئے کھول دیا جائے گا۔ ۶ چنانچہ یہ لوگ غنیمت لیں گے جب وہ غنیمتیں تقسیم کررہے ہوں گے ۷ تو اچانک ان تک ایک چیخ آئے گی کوئی کہے گا کہ دجال نکل آیا تو وہ ہر چیز چھوڑ دیں گے اور لوٹ جائیں گے۔ ۸ (مسلم)

(۵۱۸۳) ۱ یہ تو تمام شارحین کہتے ہیں کہ یہ شہر ملک روم میں ہے۔ اس میں گفتگو ہے کہ کون سا شہر ہے۔ بعض نے فرمایا کہ وہ قسطنطنیہ ہے مگر یہ قوی نہیں کیونکہ قسطنطنیہ تو بڑی جنگ سے فتح ہوگا۔ نہ کہ اس طرح بعض نے فرمایا کہ وہ شہر رومیہ ہے یعنی سلطان روم کا پایہ تخت۔ بعض نے فرمایا کہ وہ بوزنطیا بستی ہے جس کی دیوار اکیس ہاتھ اونچی ہے۔ اس کا گرجا بہت لمبا ہے۔ اس کے بیچ میں تانبے کے گھوڑے کا مجسمہ ہے۔ جس پر سوار کا مجسمہ ہے۔ اس سوار کے ہاتھ سونے کا گولہ ہے۔ یہ قسطنطین کا مجسمہ ہے۔ قسطنطین وہ شخص ہے۔ جس نے شہر قسطنطنیہ آباد کیا۔ بعض نے فرمایا کہ وہ کوئی اور شہر ہے جس کا نام معلوم نہ ہوسکا۔ یہ ہی درست ہے۔ واللہ اعلم (مرقات)۔ ۲ یہ لوگ ملک شام کے کرد قوم کے ہوں گے جو بنی اسرائیل ہیں مگر مسلمان ہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ ابن سلام کہ اسرائیلی ہیں اور مومن بلکہ حضور کے صحابی ہیں۔ ۳ یعنی ان غازیوں کے نعرہ تکبیر سے اس شہر میں زلزلہ آجائے گا۔ جس سے یہ کنارہ گر جائے گا۔ معلوم ہوا کہ جہاد کے وقت نعرہ تکبیر لگانا درست بھی ہے مفید بھی۔ ۴ ثور ابن یزید تابعی ہیں۔ ان کی کنیت ابوخالد ہے۔ حمص کے رہنے والے ہیں۔ حافظ ہیں۔ ثقہ ہیں مگر قدریہ ہوگئے تھے۔ ۱۵۵ھ میں وفات ہوئی۔ ۵ یعنی پہلے نعرہ پر دریا کے جانب والا کنارہ گرے گا بعد والی تکبیروں سے دوسرے کنارے گریں گے۔ ۶ حدیث بالکل ظاہر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں واقعی یہ شہر صرف نعرہ تکبیر سے فتح ہوگا۔ اللہ کا ذکر جب

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مشکل کشا ہے تو اس وقت شہر کتنا بھی ہوگا مگر انہیں کی زبان پر فتح ہوگا۔ ۷؎ چونکہ یہ شہر صلح سے فتح نہ ہوگا بلکہ طاقت سے فتح ہوگا۔ اس لئے وہاں کے مال غنیمت ہوں گے۔ لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔ ۸؎ اپنے وطن کولوٹ جائیں گے۔ دجال کا مقابلہ اپنے بچوں کی حفاظت کیلئے ہوگا۔ غنیمتیں یہاں ہی چھوڑ دیں گے۔ غنیمتیں اپنے ساتھ نہ لے جائیں گے۔ تاکہ ہلکے ہوکر جلد وطن پہنچیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِمْرَانَ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ خَرَابُ یَثْرِبَ وَخَرَابُ یَثْرِبَ خُرُوْجُ الْمَلْحَمَۃِ وَخُرُوْجُ الْمَلْحَمَۃِ فَتْحُ قُسْطُنْطِیْنِیَّۃَ وَفَتْحُ قُسْطُنْطِیْنِیَّۃَ خُرُوْجُ الدَّجَّالِ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۱۸۴) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بیت المقدس کی آبادی ۱؎ مدینہ طیبہ کی ویرانی ہے۔ ۲؎ اور مدینہ کی ویرانی بڑی جنگ کا ظہور ہے۔ ۳؎ اور بڑی جنگ کا ظہور قسطنطنیہ کی فتح ہے اور قسطنطنیہ کی فتح دجال کا نکلنا ہے۔ ۴؎ (ابوداؤد)

(۵۱۸۴) ۱؎ بعض شارحین نے کہا کہ قریب قیامت بیت المقدس ویران ہو جائے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد آباد ہوگا مگر یہ درست نہیں بیت المقدس کبھی ویران نہ ہوگا۔ بلکہ اس سے مراد بیت المقدس کی آبادی ہے۔ یعنی وہاں پانی کی فراوانی شہریوں کی روانی اعلیٰ عمارتوں کی تعمیر یہ قریب قیامت ہوگی۔ (مرقات) ۲؎ اب مدینہ منورہ کو یثرب کہنا منع ہے۔ یہ فرمان عالی ممانعت سے پہلے کا ہے۔ یثرب بنا ہے ثرب سے بمعنی آفت وتکلیف یثرب کے معنی ہیں آفتوں تکلیفوں کی جگہ چونکہ مدینہ کی زمین وبائی امراض کا مرکز بلکہ سرچشمہ تھی اس لئے اسے یثرب کہتے تھے۔ حضور کی برکت سے وہ جگہ دارالشفاء بن گئی۔ وہاں کی خاک شفا ہوگئی۔ لہٰذا اس کا نام اب طیبہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یثرب اس شخص کا نام ہے جس نے مدینہ بسایا تھا۔ (اشعہ) مگر اس کی ابتدا ڈالنے والا تبع ہے۔ جس کا واقعہ ہم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔ ۳؎ یہ بڑی جنگ ہوگی جس کا ذکر ابھی ہو چکا کہ اس میں فی صد ایک آدمی بچے گا (مرقات واشعہ) ۴؎ یعنی قسطنطنیہ کی فتح دجال نکلنے کی علامت ہوگی۔ اس سے قریب ہی دجال نکلے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ اس کے متصل۔ لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ فتح بیت المقدس پر شیطان پکارے گا کہ دجال نکل آیا مگر یہ خبر جھوٹی ہوگی۔

وَعَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَلْحَمَۃُ الْعُظْمٰی وَفَتْحُ الْقُسْطُنْطِیْنِیَّۃَ وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ فِیْ سَبْعَۃِ اَشْھُرٍ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

(۵۱۸۵) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑی جنگ ۱؎ اور قسطنطنیہ کی فتح اور دجال کا نکلنا سات مہینوں میں ہوگا ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد)

(۵۱۸۵) ۱؎ بعض روایات میں الملحمۃ الکبریٰ ہے۔ اس جنگ عظیم سے مراد غالبًا وہ ہی جنگ ہے جس میں سو آدمیوں میں سے ایک بچے گا ننانوے ہلاک ہوجائیں گے۔ ۲؎ یہ مدت مسلمانوں کے اس شہر کی طرف متوجہ ہونے کے لحاظ سے ہے اور سات ماہ کی یہ روایت بہت ضعیف ہے۔ اس کے بعض راوی مجروح ہیں۔ (اشعہ)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَیْنَ الْمَلْحَمَۃِ وَفَتْحِ الْمَدِیْنَۃِ سِتُّ سِنِیْنَ وَیَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِی السَّابِعَۃِ۔

(۵۱۸۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن بسر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑی جنگ اور شہر کی فتح کے درمیان چھ سال کا فاصلہ ہے اور ساتویں سال دجال نکلے گا۔ ۱؎ (ابوداؤد)

https://archive.org/details/@madni_library

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ) وَقَالَ هٰذَا اَصَحُّ

اور فرمایا یہ صحیح ترین ہے

(۵۱۸۶) ۱؎ یہ حدیث پچھلی حدیث کے خلاف ہے جس میں سات ماہ کا ذکر ہے۔لہذا یا تو یہاں شہر سے مراد قسطنطنیہ کے علاوہ کوئی اور شہر ہے اور وہاں قسطنطنیہ شہر کی فتح کا ذکر تھا یا وہ حدیث مجروح ہے۔یہ حدیث صحیح اس لئے یہاں فرمایا کہ ھذا اصح' یہ زیادہ صحیح ہے۔لہذا سات ماہ کی روایت صحیح نہیں (لمعات) مرقات نے فرمایا کہ اس جنگ سے کوئی اور جنگ مراد ہے اور یہاں دوسری جنگ مراد۔اس گزشتہ جنگ سے سات ماہ بعد دجال نکلے گا اور اسی جنگ سے سات سال بعد۔لہذا دونوں حدیثیں درست ہیں۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ يُوْشِكُ الْمُسْلِمُوْنَ اَنْ يُّحَاصَرُوْا اِلَى الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَبْعَدَ مُسَالِحِهِمْ وَسَلَاحُ وَّسَلَاحُ قَرِيْبٌ مِّنْ خَيْبَرَ.
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۱۸۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ مسلمان مدینہ منورہ کی طرف محصور کردیئے جائیں ۱؎ حتی کہ ان کی آخری سرحد مقام سلاح ہو اور سلاح خیبر سے قریب ہے۔۲؎
(ابوداؤد)

(۵۱۸۷) ۱؎ یعنی مسلمانوں کو دنیا میں کہیں پناہ نہ ملے گی۔تمام دنیا کے مسلمان سمٹ کر مدینہ منورہ میں پناہ لیں۔مدینہ منورہ کے اندر رہے اور کوئی مدینہ منورہ سے باہر چوطرفہ اسی شہر پاک کی حفاظت کیلئے۔غرضکہ مسلمان صرف یہاں ہی ہوں گے۔۲؎ یعنی مسلمانوں کی آخری سرحد مقام سلاح ہوگا۔خیبر سے قریب ایک جگہ ہے اور خیبر مدینہ منورہ سے قریبًا ایک سونوے کلومیٹر ہے۔ایک کلومیٹر پانچ فرلانگ کا ہوتا ہے۔مسلمان اپنے اس ملک کی حفاظت کیلئے مقام سلاح میں چھاؤنیاں بنا کر یہاں ہی رہیں گے۔آس پاس سارے کفار ہوں گے۔غرضکہ مسلمان اس وقت بہت سخت تنگی میں ہوں گے۔دنیا بھر کے مسلمان صرف ڈیڑھ سو میل کے رقبہ میں آباد ہوں گے۔

وَعَنْ ذِیْ مِخْبَرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَتُصَالِحُوْنَ الرُّوْمَ صُلْحًا اٰمِنًا فَتَغْزُوْنَ اَنْتُمْ وَهُمْ عَدُوًّا مِّنْ وَّرَآئِكُمْ فَتُنْصَرُوْنَ وَتَغْنَمُوْنَ وَتَسْلَمُوْنَ ثُمَّ تَرْجِعُوْنَ حَتّٰى تَنْزِلُوْا بِمَرْجٍ ذِیْ تُلُوْلٍ فَيَرْفَعُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ النَّصْرَانِيَّةِ الصَّلِيْبَ فَيَقُوْلُ غَلَبَ الصَّلِيْبُ فَيَغْضَبُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَدُقُّهٗ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَغْدِرُ الرُّوْمُ وَتَجْمَعُ لِلْمَلْحَمَةِ وَزَادَ بَعْضُهُمْ فَيَثُوْرُ الْمُسْلِمُوْنَ اِلٰى اَسْلِحَتِهِمْ فَيَقْتَتِلُوْنَ فَيُكْرِمُ اللّٰهُ تِلْكَ الْعِصَابَةَ بِالشَّهَادَةِ.
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۱۸۸) روایت ہے ذی مخبر سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم روم سے امن وامان والی صلح کرو گے۔تو تم اور وہ اپنے سامنے والے دشمن سے جنگ کرو گے ۲؎ تو تم کو فتح دی جائے گی اور تم غنیمت حاصل کرو گے اور سلامت رہو گے ۳؎ پھر تم لوٹو گے حتی کہ ٹیلوں والی چراگاہ میں اترو گے ۴؎ تو عیسائیوں میں ایک شخص صلیب اٹھا کر کہے گا کہ صلیب غالب آگئی ۵؎ تو مسلمانوں میں سے ایک شخص غضب ناک ہو کر اسے توڑ دے گا ۶؎ اس وقت روم عہد شکنی کریں گے اور جنگ کیلئے جمع ہو جائیں گے۔بعض راویوں نے یہ زیادہ فرمایا کہ پھر مسلمان اپنے ہتھیاروں کی طرف جوش سے بڑھیں گے ۷؎ پھر جنگ کریں گے تو اللہ اس جماعت کو شہادت سے عزت دے گا ۸؎ (ابوداؤد)

(۵۱۸۸) ۱؎ ذی مخبر نجاشی یعنی شاہ حبشہ کے بھتیجے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم۔آپ سے کئی صحابہ وتابعین نے روایات لیں۔مخبر م کے کسرہ اور خ کے سکون سے ہے۔ب کے فتح سے۔آپ کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔۲؎ یعنی تم مسلمان اور رومی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

عیسائی دونوں مل کر مشترکہ دشمن سے جنگ کرو گے۔ وہ دشمن غالبًا مشرکین ہوں گے۔ یہ احتمال ضعیف ہے کہ وہ دشمن یہود ہوں گے۔ ۳؎ یعنی اس جنگ میں تم کو مالی و جانی نقصان بہت کم ہوگا۔ مگر فتح بہت شاندار ہوگی اور غنیمت بے شمار ہوگی۔ ۴؎ یعنی غنیمت تقسیم کرنے کیلئے تم اور عیسائی ایک سبزہ زار میدان میں اطمینان سے جمع ہو گے۔ معلوم ہوا کہ کفار کے ساتھ مل کر جہاد کرنا جائز ہے۔ ۵؎ ہمارے ملک میں صلیب کو ایکس کی شکل پر دکھاتے ہیں اسی طرح مگر صلیب کی شکل ایسی ہے جیسے انگریزی ٹائی کی نوک اوپر نکلی + اسی طرح عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی سولی اس شکل کی لکڑی پر دی گئی۔ اس موقع پر ایک رومی عیسائی کہے گا کہ یہ فتح ہماری صلیب کی برکت سے ہوئی۔ ۶؎ اور صلیب توڑ کر کہے گا کہ فتح ہمارے کلمہ طیبہ کی برکت سے ہوئی۔ تیری صلیب کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس پر ان کی آپس میں جنگ چھڑ جائے گی۔ جیسا کہ آگے ارشاد ہے۔ ۷؎ یعنی غنیمت وغیرہ کو چھوڑ کر ہتھیار اٹھائیں گے۔ سخت جنگ ہوگی۔ ۸؎ یعنی اس جنگ میں مسلمان زیادہ شہید ہوں گے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتْرُكُوا الْحَبَشَةَ مَا تَرَكُوكُمْ فَاِنَّهٗ لَا يَسْتَخْرِجُ كَنْزَ الْكَعْبَةِ اِلَّا ذُو السُّوَيْقَتَيْنِ مِنَ الْحَبَشَةِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۱۸۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا حبشہ کو چھوڑے رہو۔ جب تک وہ یمن چھوڑے رہیں ۱؎ کیونکہ کعبہ کا خزانہ نہ نکالے گا مگر حبشہ کا ایک چھوٹی پنڈلیوں والا ۲؎ (ابوداؤد)

(۵۱۷۹) ۱؎ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ ملک حبشہ آخر زمانہ میں مسلمانوں سے نکل جائے گا اور وہاں کے باشندے عیسائی یا یہودی ہو جائیں گے۔ فرمایا گیا کہ تم اس زمانہ میں حبشہ سے جنگ کی ابتداء نہ کرنا۔ لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ عہد صحابہ میں حبشہ فتح ہوا بلکہ حضور انور کے زمانہ میں حبشہ میں اسلام پھیلا حتی کہ مسلمان مہاجرین کو پہلے حبشہ میں ہی پناہ ملی۔ اب بھی حبشہ مسلمانوں کا ملک ہے۔ اور وہاں کے باشندے پختہ مسلمان ہیں۔ حضرت بلال حبشی ہی تھے نہ یہ اعتراض ہے کہ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (۸۹:۴) اور جہاں پاؤ قتل کرو۔ (کنزالایمان) پھر حضور انور حبشہ کے جہاد سے کیوں منع فرما رہے ہیں۔ کیونکہ یہ حکم قریب قیامت کے وقت کیلئے ہے۔ ۲؎ مشہور یہ ہے کہ خانہ کعبہ کے نیچے بہت بادشاہوں کا خزانہ مدفون ہے۔ وہ شخص اس خزانہ کیلئے خانہ کعبہ ڈھائے گا۔ یہ واقعہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کے بعد ہوگا۔ جب قرآن مجید کے ورق سادہ رہ جائیں گے۔ اور دنیا میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا۔ یعنی قیامت سے بالکل متصل۔ خیال رہے کہ رب کا فرمان مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا حکم ہے خبر نہیں یعنی جو حرم کعبہ میں آجائے اسے امن دے دو یہ مطلب نہیں کہ اسے امن رہے گا۔ لہذا یہ حدیث اس آیت شریفہ کے خلاف نہیں۔ یہ حبشی کافر ہوگا۔ عیسائی یا یہودی واللہ اعلم۔

وَعَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعُوا الْحَبَشَةَ مَا دَعُوْكُمْ وَاتْرُكُوا التُّرْكَ مَا تَرَكُوْكُمْ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِيُّ)

(۵۱۹۰) روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ صحابہ میں سے ایک صاحب نے فرمایا فرمایا حبشیوں کو چھوڑے رہو۔ جب تک وہ تمہیں چھوڑے رہیں اور چھوڑے رہو تم ترک کو جب تک چھوڑے رہیں تم کو ۱؎ (ابوداؤد نسائی)

(۵۱۹۰) ۱؎ ان صاحب کا نام شریف معلوم نہ ہو سکا مگر چونکہ سارے صحابہ عادل ہیں لہذا ... فرق کوئی نہیں اس لئے یہ حدیث

https://archive.org/details/@madni_library

مجہول نہ ہوگی۔صحیح رہے گی۔ہم ابھی گزشتہ حدیث میں بتا چکے کہ حبشہ سے کون سے حبشی لوگ مراد ہیں اور یہ حکم کس وقت کیلئے ہے۔لہذا حدیث واضح ہے۔۲؎ ترک سے مراد قوم یاجوج ماجوج کا ایک قبیلہ ہے۔جن سے مسلمانوں کی جنگ عظیم قریب قیامت ہوگی۔یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کی مخصص ہے: وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً (۹،۳۶) اور جہاں پاؤ قتل کرو۔(کنزالایمان) کہ مشرکین میں سے ان دونوں قبیلوں کو الگ کردیا گیا۔جیسے خبر کا حکم مطلق ہے۔حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (۹،۲۹) جب تک اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ذلیل ہوکر۔(کنزالایمان) سے مشرکین عرب بحکم حدیث علیحدہ ہیں کہ ان کیلئے قتل ہے یا اسلام لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ اس حکم قرآن کے خلاف ہے۔(لمعات، مرقات، اشعہ)

وَعَنْ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَدِيْثٍ يُقَاتِلُكُمْ قَوْمٌ صِغَارُ الْاَعْيُنِ يَعْنِي التُّرْكَ قَالَ تَسُوْقُوْنَهُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ حَتّٰى تُلْحِقُوْهُمْ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ فَاَمَّا فِي السِّيَاقَةِ الْاُوْلٰى فَيَنْجُوْا مَنْ هَرَبَ مِنْهُمْ وَاَمَّا فِي الثَّانِيَةِ فَيَنْجُوْا بَعْضٌ وَّيَهْلِكُ بَعْضٌ وَّاَمَّا فِي الثَّالِثَةِ فَيُصْطَلَمُوْنَ اَوْ كَمَا قَالَ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۵۱۹۱) روایت ہے حضرت بریدہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ایک حدیث میں کہ تم سے ایک چھوٹی آنکھوں والی قوم یعنی ترک جنگ کرے گی۔فرمایا تم انہیں تین بار ہانکو گے حتی کہ تم انہیں جزیرہ عرب میں پہنچا دو گے۲؎ لیکن پہلی ہانک میں تو ان میں بھاگ جانے والے نجات پائیں گے۔لیکن دوسری میں بعض نجات پائیں گے۔لیکن تیسری ہانک میں وہ فنا ہوجائیں گے۳؎ یا جیسے فرمایا (ابوداؤد)

(۵۱۹۱) ۱؎ یہ واقعہ بھی قریب قیامت ہوگا کہ تمہارا ان ترکوں سے مقابلہ ہوگا۔تم انہیں بھگاتے ہوئے لے جاؤ گے اور وہ آگے آگے ہوں گے اور تم پیچھے پیچھے۔۲؎ یعنی تمہاری اور ان ترکوں کی جنگ تین بار ہوگی۔پہلی دو جنگوں میں ان کے کچھ لوگ ہلاک ہوں گے تیسری جھڑپ میں وہ سارے ختم ہوجائیں گے۔یہ بھی قریب قیامت ہوگا۔

وَعَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْزِلُ اُنَاسٌ مِنْ اُمَّتِيْ بِغَائِطٍ يُسَمُّوْنَهُ الْبَصْرَةَ عِنْدَ نَهْرٍ يُقَالُ لَهٗ دَجْلَةُ يَكُوْنُ عَلَيْهِ جِسْرٌ يَكْثُرُ اَهْلُهَا وَيَكُوْنُ مِنْ اَمْصَارِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِذَا كَانَ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ جَآءَ بَنُوْ قَنْطُوْرَآءَ عِرَاضُ الْوُجُوْهِ صِغَارُ الْاَعْيُنِ حَتّٰى يَنْزِلُوْا عَلٰى شَطِّ النَّهْرِ فَيَتَفَرَّقُ اَهْلُهَا ثَلٰثَ فِرَقٍ يَاْخُذُوْنَ فِيْ اَذْنَابِ الْبَقَرِ وَالْبَرِيَّةِ وَهَلَكُوْا وَفِرْقَةٌ يَاْخُذُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ وَهَلَكُوْا وَفِرْقَةٌ يَجْعَلُوْنَ ذَرَارِيَّهُمْ خَلْفَ ظُهُوْرِهِمْ وَيُقَاتِلُوْنَهُمْ وَهُمُ الشُّهَدَآءُ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۵۱۹۲) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کے لوگ ایک پست زمین سے اتریں گے۱؎ جسے بصرہ کہیں گے۲؎ ایک نہر کے کنارے کے پاس جسے دجلہ کہا جاتا ہے۳؎ اس پر ایک پل ہوگا۔اس کے باشندے بہت ہوں گے۔۴؎ اور وہ مسلمانوں کے شہروں میں سے ہوگا اور جب آخری زمانہ ہوگا تو قبیلہ بنو قنطورا۵؎ چوڑے منہ والے چھوٹی آنکھوں والے آئیں گے۶؎ حتی کہ نہر کے کنارے اتریں گے تو وہاں کے باشندے تین حصے ہوجائیں گے۔ایک حصہ تو گایوں کی دم اور جنگل اختیار کرلیں گے۔۷؎ وہ ہلاک ہوجائیں گے ۸؎ اور ایک فرقہ اپنے لیے امان لے لے گا اور ہلاک ہوجائیں گے اور ایک فرقہ اپنے بال بچوں کو اپنی پیٹھ کے پیچھے چھوڑے گا اور ان سے جنگ کرے گا۔یہ لوگ شہداء ہیں۹؎ (ابوداؤد)

(۵۱۹۲) ۱؎ غائط پست زمین کو کہتے ہیں اس لئے پیشاب یا پاخانہ بیٹھنے کی جگہ کو غایت کہتے ہیں کہ اکثر وہ پست زمین ہوتی ہے۔رب

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

تعالٰی فرماتا ہے: اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ (۴۳:۴) یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو۔ (کنزالایمان) ۲؎ بصرہ دراصل بسرہ تھا۔ سین سے جس کے معنی ہیں بہت راستوں والا۔ بصرہ عراق کا بڑا مشہور شہر ہے۔ بڑی بندرگاہ عراق کی بصرہ ہی میں ہے۔ یہاں بڑے اولیاء اللہ آرام فرما ہیں۔ ہم نے زیارت کی ہے۔ ۳؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں بصرہ سے مراد بغداد ہے کیونکہ دجلہ کے کنارے پر بغداد واقع ہے نہ کہ بصرہ۔ بصرہ دریائے شط العرب کے کنارہ پر ہے۔ لہٰذا یہاں بصرہ کے لغوی معنی مراد ہیں۔ یعنی بہت راستوں والا شہر۔ ۴؎ یعنی بغداد سے مسلمانوں کا بہت بڑا شہر ہوگا۔ مصر بڑے شہر کو کہتے ہیں۔ اس سے چھوٹا مدینہ اس سے چھوٹا بلدہ اس سے چھوٹا قریہ (اشعہ) مگر جب قریہ کے ساتھ کوئی علامت لگادی جائے عظیم وغیرہ تو بڑے شہر کو بھی قریہ کہہ دیتے ہیں۔ ۵؎ قنطورا ان ترکوں کے مورث اعلٰی کا نام ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ قنطورا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک لونڈی کا نام ہے۔ جس کی اولاد سے وہ ترک ہوں گے مگر یہ درست نہیں۔ کیونکہ وہ ترک یافث ابن نوح علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور یافث حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بہت پہلے ہوئے۔ بعض شارحین نے کہا کہ ممکن ہے قنطورا لونڈی یافث کی اولاد سے ہو۔ یا اس کا نکاح کسی اولاد یافث سے بھی۔ اس طرح یہ دونوں قول جمع ہو جائیں گے۔ ان میں اختلاف نہ رہے گا۔ (مرقات) ۶؎ یعنی بصرہ یا بغداد کے مسلمانوں سے جنگ کرنے یہ ترک آئیں گے جن کی شکلیں ایسی ہوں گی۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ وہ ترک یاجوج ماجوج کا ایک قبیلہ ہے۔ ۷؎ یعنی بصرہ یا بغداد کے مسلمان اس وقت تین حصوں میں بٹ جائیں گے ایک حصہ تو ان کفار ترک کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر اپنے مویشی لے کر جنگل کی طرف بھاگے گا اور وہاں کا باشندہ بن جائے گا تاکہ آرام سے بقیہ زندگی گزاریں۔ جہاد نہ کرنا پڑے یہ لوگ بزدل ہو کر ذلیل وخوار ہو جائیں گے۔ اور بری موت مریں گے۔ ھلکوا سے یہی مراد ہے ذلت کی موت مرنا۔ ۸؎ یعنی مسلمانوں کا دوسرا فرقہ ان سے ڈر کر ان سے امان لے لے گا۔ ان کی رعایا بن جائے گا۔ بعض شارحین نے کہا کہ یہ واقعہ ہو چکا۔ کہ مستعصم باللہ بادشاہ نے اپنے اور اپنے ماتحتوں کیلئے امان لے لی مگر یہ درست نہیں کہ مستعصم باللہ بغداد کا باشندہ تھا۔ یہاں ذکر ہے بصرہ کا۔ لہٰذا یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا اور وہ ترک کفار سے ہوں گے۔ یہ واقعہ صفر ۶۵۶ھ میں گزر چکا (مرقات) یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا۔ ۹؎ یعنی مسلمانوں کا یہ تیسرا حصہ کامل غازی اور اعلٰی درجہ کے شہید ہوں گے۔ اس میں اشارۃً فرمایا گیا کہ اس حصہ کا بڑا حصہ شہید ہو جائے گا تھوڑا حصہ بچے گا۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا اَنَسُ اِنَّ النَّاسَ يَمْصُرُوْنَ اَمْصَارًا وَّاِنَّ مِصْرًا مِّنْهَا يُقَالُ لَهُ الْبَصْرَةُ فَاِنْ اَنْتَ مَرَرْتَ بِهَا اَوْ دَخَلْتَهَا فَاِيَّاكَ وَسِبَاخَهَا وَكِلَّاءَ هَا وَنَخِيْلَهَا وَسُوْقَهَا وَبَابَ اُمَرَآءِ هَا وَعَلَيْكَ بِضَوَاحِيْهَا فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ بِهَا خَسْفٌ وَّقَذْفٌ وَّرَجْفٌ وَّقَوْمٌ يَّبِيْتُوْنَ وَيُصْبِحُوْنَ قِرَدَةً وَّخَنَازِيْرَ۔
(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۱۹۳) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس لوگ مختلف شہر آباد کریں گے۔ ان میں ایک شہر ہے جسے بصرہ کہا جائے گا۔ ۱؎ تو اگر تم وہاں سے گزرو اس میں جاؤ وہاں کی کھاری زمین سے اور وہاں کے مقام کلاء سے ۲؎ اور وہاں کے باغات بازار اور وہاں کے امیروں کے دروازں سے بچنا۔ ۳؎ اور مقام ضراخی کو اختیار کرنا ۴؎ کیونکہ وہاں زمین دھنسنا پتھر برسنا زلزلے ہوں گے ۵؎ اور ایسی قوم ہوگی جو رات گزاریں گے اور سویرا پائیں گے۔ بندر سور ہو کر۔ (رواہ ابوداؤد)

(۵۱۹۳) ۱؎ حضور انور کے زمانہ میں بصرہ شہر نہ تھا۔ اس کے شہر بن جانے کی اس حدیث میں خبر دی گئی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ

https://archive.org/details/@madni_library

وسلم کے فرمان کے مطابق آج بصرہ بڑا شہر ہے۔۲؎ کلاء بصرہ کے آس پاس کی زمینوں میں سے ایک زمین کا نام ہے۔ غالبًا وہاں سبزہ چارہ بہت ہوگا۔ اس لئے اس علاقہ کو کلاء کہتے ہیں۔ چونکہ بصرہ اور اس کے آس پاس کے آباد علاقوں کی آب وہوا بھی خراب ہے اور وہاں آفات بہت آنے والی ہیں۔ اس لئے ان مقامات سے بچنے کا حکم دیا۔۳؎ بصرہ کے بازاروں میں جھوٹ فریب دھوکہ دہی زیادہ ہے۔ امراء میں ظلم وتشدد بہت۔ اس لئے ان جگہوں سے بچنے کا حکم دیا گیا۔۴؎ ضراخی بصرہ، شہر بصرہ کے ایک علاقہ کا نام ہے۔ وہ علاقہ پہاڑی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہاں جلوت سے بچنا۔ خلوت اختیار کرنا بن باس ہوجانا کہ اس میں امن ہوگا۔۵؎ یعنی بصرہ میں تین عذاب تو عام آئیں گے۔ ایک انسانوں، مکانات، عمارتوں کا زمین میں دھنس جانا۔ انہیں زمین نگل لے گی۔ دوسرے تیز ہوائیں چلنا، جس سے لوگ ہلاک ہوجائیں گے یا غیبی پتھر برسنا، یا زمین کا مدفون لاشوں کو نکال پھینکنا، تیسرے سخت زلزلے، قذف کے کئی معنی کئے گئے ہیں۔ (مرقات) یہ واقعات قریب قیامت ہوں گے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ یہ مذکورہ عذاب قدریہ فرقے پر آئیں گے۔ غالبًا اس زمانہ میں بصرے میں یہ قدریہ فرقہ بہت ہوگا۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے یہ مذکورہ عذاب عام لوگوں پر نہ آئیں گے۔ خاص لوگوں پر خاص حالات میں آئیں گے۔ لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ (۳۳۸) اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔ (کنزالایمان) (از اشعہ) یہ وہاں کے خاص عذاب کا ذکر ہے کہ وہاں کی ایک قوم رات کو اچھی بھلی سوئے گی۔ صبح کو اس طرح اٹھے گی کہ ان کے جوان تو بندر بن چکے ہوں گے اور بوڑھے سور۔ یہ ہے مسخ یعنی صورتوں کی تبدیلی۔ یہ بھی قریب قیامت قدریہ فرقہ کی ہوگی۔ یہاں بعض نسخوں میں سفید جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔ یعنی صاحب مشکوٰۃ کو اس کا حوالہ نہ ملا اور بعض نسخوں میں عبارت ہے۔ رواہ ابوداؤد ومن طریق لم یحزم بھا الراوی بل قال لااعلمه الا ذکرہ عن موسٰی ابن انس عن انس بن مالك اشعہ اللمعات میں یہ عبارت اسی جگہ مذکور ہے۔

وَعَنْ صَالِحِ بْنِ دِرْهَمٍ يَقُوْلُ انْطَلَقْنَا حَاجِّيْنَ فَاِذَا رَجُلٌ فَقَالَ لَنَا اِلٰى جَنْبِكُمْ قَرْيَةٌ يُقَالُ لَهَا الْاُبُلَّةُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَنْ يَضْمَنُ لِيْ مِنْكُمْ اَنْ يُّصَلِّيَ لِيْ فِيْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَكْعَتَيْنِ اَوْ اَرْبَعًا وَّيَقُوْلُ هٰذِهٖ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ خَلِيْلِيْ اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْعَثُ مِنْ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شُهَدَآءَ لَا يَقُوْمُ مَعَ شُهَدَآءِ بَدْرٍ غَيْرُهُمْ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ) وَقَالَ هٰذَا الْمَسْجِدُ مِمَّا يَلِي النَّهْرَ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ اَبِي الدَّرْدَآءِ اِنَّ فُسْطَاطَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ بَابِ ذِكْرِ الْيَمَنِ وَالشَّامِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

(۵۱۹۴) روایت ہے صالح ابن درہم سے۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم حج کرنے جارہے تھے کہ ایک شخص ملا۔ پس اس نے کہا کیا تم سے قریب کوئی بستی ہے جسے ابلہ کہا جاتا ہے۲؎ ہم بولے ہاں اس نے کہا تم میں سے کون اس کا ضامن بنتا ہے کہ مسجد عشار میں میرے لئے دو چار رکعتیں پڑھ دے اور کہہ دے کہ یہ نماز ابوہریرہ کی ہے۳؎ میں نے اپنے محبوب ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالٰی قیامت کے دن مسجد عشار سے ایسے شہید اٹھائے گا کہ ان کے سوا شہداء بدر کے ساتھ کوئی نہ کھڑا ہوگا۴؎ (ابوداؤد) اور فرمایا کہ یہ مسجد نہر کے قریب ہے اور ہم ابوالدرداء کی حدیث ان فسطاط المسلمین، یمن وشام کے ذکر والے باب میں بیان کریں گے انشاء اللہ

(۵۱۹۴) ۱؎ صالح ابن درہم تابعی ہیں قبیلہ باہلہ سے ہیں۔ آپ نے حضرت ابوہریرہ اور سمرہ ابن جندب سے روایات لیں۔ آپ سے شعبہ اور فسطان نے روایات لیں۔ (اکمال، مرقات) ۲؎ ابلہ الف اور ب کے پیش لام کے شد سے بصرہ کے پاس مشہور بستی ہے۔ علماء

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کہتے ہیں کہ دنیا کے چار شہر زمین کی جنت ہیں۔ بصرہ کا ابلہ، دمشق کا غوطہ، سمرقند کا حفد اور بوان شہر کا شعب یہ چاروں بستیاں بہت ہی سر بلند ہیں۔ہم نے دمشق کا غوطہ اور بصرہ کا ابلہ دیکھا ہے۔ ۳؎ یعنی تم میں سے کوئی شخص مسجد عشار میں جو کہ ابلہ کی مشہور متبرک مسجد ہے۔ دو چار رکعت نفل پڑھ کر مجھے اس لفظ سے ایصال ثواب کردے کہ الٰہی یہ نماز جو ہم نے پڑھی یہ ابو ہریرہ کی طرف سے ہے۔اس کا ثواب انہیں ملے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ متبرک ومقدس مسجد میں نماز ادا کرنا دوسری نمازوں سے افضل ہے۔ مسجد نبوی کی ایک نیکی دوسری جگہ کی پچاس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔ دوسرے یہ کہ نماز کا ثواب دوسرے کو بخش دینا درست ہے ہاں کسی کی طرف سے نماز فرض نہیں پڑھی جاسکتی وہ تو خود ہی پڑھنا پڑے گی۔ تیسرے یہ کہ کوئی نیکی کرکے کسی دوسرے کو اس طرح ثواب بخشنا کہ خدایا اس کا ثواب فلاں کو ملے بالکل جائز سنت صحابہ ہے۔لہذا فاتحہ مروجہ ختم شریف وغیرہ بالکل درست ہے۔ دیکھو حضرت ابو ہریرہ ثواب بخشنے کے الفاظ بتارہے ہیں۔ چوتھے یہ کہ اپنے سے بڑے کو ثواب بخشنا جائز ہے اگرچہ وہ کیسی ہی شان کا مالک ہو۔ دیکھو ابو ہریرہ صحابی اور تابعین کو اپنے لئے ایصال ثواب کا حکم دے رہے ہیں۔ یہ حدیث بہت سے احکام کا ماخذ ہے۔ نیز زندہ کو زندہ کا ثواب بخش دینا جائز ہے۔ ۴؎ یعنی آخر زمانہ میں ایک عظیم الشان جہاد ہوگا۔ اس جہاد کے غازی اس مسجد میں جمع ہوکر میدان میں جاکر شہید ہوں گے۔ وہ کل قیامت میں شہداء بدر کے ساتھ کھڑے ہوں گے لہذا اس مسجد میں نماز پڑھنا بہت ہی افضل ہے۔معلوم ہوا کہ اگرچہ ساری مسجدیں اللہ کا گھر ہیں، مگر جس مسجد میں یا جس شہر میں اللہ کے مقبول بندے رہ چکے ہوں یا اب رہتے ہوں یا آئندہ رہنے والے ہوں وہ دوسری مسجدوں سے افضل ہے۔اس کی نسبت کی وجہ سے دیکھو وہ غازی شہداء قریب قیامت اس مسجد میں جمع ہوں گے مگر وہاں نماز آج ہی سے افضل ہے۔جن مقامات پر حضور نے قدم بھی رکھا ہے وہ مقام اللہ کو محبوب ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سفیدہ زمین کا ادب کیا جہاں آئندہ مدینہ منورہ شہر آباد ہونے والا تھا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

عَنْ شَقِيْقٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ حَدِيْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ فَقُلْتُ اَنَا اَحْفَظُ كَمَا قَالَ قَالَ هَاتِ اِنَّكَ لَجَرِيْءٌ وَكَيْفَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَنَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَجَارِهٖ يُكَفِّرُهَا الصِّيَامُ وَالصَّلٰوةُ وَالصَّدَقَةُ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ عُمَرُ لَيْسَ هٰذَا اُرِيْدُ اِنَّمَا اُرِيْدُ الَّتِيْ تَمُوْجُ كَمَوْجِ الْبَحْرِ قَالَ قُلْتُ مَالَكَ وَلَهَا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا

تیسری فصل

(۵۱۹۵) روایت ہے حضرت شقیق سے ۱؎ وہ جناب حذیفہ سے راوی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتنہ کے متعلق حدیث کا حافظ کون ہے۔ ۲؎ میں نے عرض کیا میں حافظ ہوں جیسے حضور نے فرمایا ہے فرمایا لاؤ تم بڑے بہادر ہو ۳؎ حضور نے کیسے فرمایا میں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مرد کا فتنہ اس کے گھر میں اس کے مال میں اور اس کی ذات میں اور اس کی اولاد میں اور اس کے پڑوسی میں ہے۔ جسے روزے، نماز، خیرات، اچھائیوں کا حکم برائیوں سے روکنا مٹاتے رہتے ہیں۔ ۴؎ تو حضرت عمر نے فرمایا میں یہ ارادہ نہیں کررہا ہوں میری مراد وہ فتنہ ہے جو سمندر کی موج کی طرح اٹھے گا ۵؎

https://archive.org/details/@madni_library

بَابًا مُغْلَقًا قَالَ فَيُكْسَرُ الْبَابُ اَوْ يُفْتَحُ قَالَ قُلْتُ لَابَلْ يُكْسَرُ قَالَ ذَاكَ اَحْرٰى اَنْ لَّايُغْلَقَ اَبَدًا قَالَ فَقُلْنَا الْحُذَيْفَةَ هَلْ كَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ مِنَ الْبَابُ قَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ اَنَّ دُوْنَ غَدٍ لَيْلَةَ اِنِّي حَدَّثْتُهُ حَدِيْثًا لَيْسَ بِالْاَغَالِيطِ قَالَ فَهِبْنَا اَنْ نَسْاَلَ حُذَيْفَةَ حَدِيْثًا مِنَ الْبَابُ فَقُلْنَا لِمَسْرُوْقٍ سَلْهُ فَسَالَهُ فَقَالَ عُمَرُ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

فرمایا میں نے کہا آپ کو اس سے کیا تعلق اے امیر المومنین آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔۶ فرمایا تو دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا فرماتے ہیں میں نے کہا نہیں بلکہ توڑا جائے گا۔ ۷ فرمایا یہ اس لائق ہے کہ پھر بند نہ کیا جاسکے۔ ۸ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے جناب حذیفہ سے کہا کیا حضرت عمر جانتے تھے کہ دروازہ کون ہے فرمایا ہاں جیسے یہ جانتے تھے کہ کل سے پہلے رات ہے۔ ۹ میں نے انہیں وہ حدیث سنائی جو معما نہیں ہے۔ ۱۰ فرماتے ہیں کہ ہم کو اس سے ڈر لگا کہ حذیفہ سے پوچھیں کہ دروازہ کون ہے تو ہم نے مسروق سے کہا ان سے پوچھو انہوں نے پوچھا تو فرمایا عمر ہیں۔ (مسلم بخاری)

(۵۱۹۵) ۱ آپ کا نام شقیق ابن ابی سلمہ ہے۔آپ نے حضور کا زمانہ پایا مگر زیارت نہ کی۔ بہت صحابہ سے ملاقات ہوئی۔ حجاج ابن یوسف کے زمانہ میں وفات پائی اور حذیفہ ابن یمان مشہور صحابی ہیں۔ آپ نے حضرت عثمان غنی کی شہادت کے چالیس دن بعد مدائن میں وفات پائی۔ وہاں مدائن میں ہی آپ کی قبر شریف ہے۔ (مرقات) ۲ یعنی احکام، اعمال، عقائد کی احادیث تو ہم سب کو یاد ہیں۔ ہمارے عمل میں ہیں۔ جو فتنوں، بلاؤں، آفتوں کی پیش گوئی حضور نے کی ہے وہ کسے یاد ہیں۔ ۳ ظاہر یہ ہے کہ حضرت حذیفہ کو بہادر فرمانا ان کی تعریف و توصیف کیلئے ہے۔ یعنی بڑے دلیر ہو کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منافقین فتنہ گروں اور فتنوں کے متعلق پوچھ پوچھ کر بہت معلومات جمع کر لی تھیں۔ نیز تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب اسرار ہو تم نے وہ باتیں معلوم کر لیں جو ہم لوگوں کو معلوم نہیں بیان کرو۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ انہیں بہادر فرمانا ناراضی کے اظہار کیلئے مگر یہ غلط ہے۔ حضرت حذیفہ حضور کی حدیث سنائیں اور جناب عمر ناراض ہوں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ۴ یعنی انسان دن رات اپنے مال، اولاد، پڑوسیوں کی الجھنوں کی وجہ سے گناہ کرتا ہے۔ یہ چیزیں انسان کیلئے فتنہ ہیں۔ وَاعْلَمُوْا اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (۲۸،۸) اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب فتنہ ہے۔ (کنزالایمان) اور یہ مذکورہ نیکیاں ان گناہوں کو مٹاتی رہتی ہیں۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (۱۱،۱۱۴) بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (کنزالایمان)۔ ۵ یعنی یہ فتنے تو شخصی وقتی فتنے ہیں۔ بلکہ ایک طرح اللہ کی رحمت ہیں۔ میں تو اس عالمگیر فتنہ کے متعلق پوچھتا ہوں جو سمندر کی لہروں کی طرح دنیا بھر کو لے لے گا۔ کسی کے روکے نہ رکے گا۔ جس سے مسلمانوں میں قتل عام ہوگا۔ ۶ یعنی آپ اس فتنہ سے خوف نہ کریں وہ آپ کو نہ پہنچے گا بلکہ آپ کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کو بھی نہ پہنچے گا۔ آپ مسلمانوں کیلئے ایمان ہیں۔ آپ وہ بند دروازہ ہیں جس نے مسلمانوں سے فتنوں کو روک رکھا ہے۔ ۷ حضرت عمر سمجھ گئے وہ دروازہ جس کے ہٹتے ہی فتنوں کا سمندر موجیں مارنے لگے گا وہ میں ہی ہوں تو پوچھا کہ بتاؤ میری موت بستر پر ہوگی یا شہادت کی۔ دروازے کھلنے سے مراد ہے طبعی موت اور توڑے جانے سے مراد ہے قتل کیا جانا۔ ایسے فصحاء بلغاء کے قربان۔ ۸ یہ فرمان عالی انتہائی فراست و دانائی پر مبنی ہے۔ یعنی اگر دروازہ کھلے تو بند کیا جاسکتا ہے لیکن اگر توڑ دیا جائے تو بند کیسے ہو۔ میرا قتل اس کی ... ہے کہ فتنے پھر بند نہ ہوں گے۔ آپ کی یہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

فراست بالکل درست ثابت ہوئی۔ ۹یعنی اے حذیفہ آپ سے حضرت عمر نے یہ نہ پوچھا کہ دروازہ کون ہے اور نہ آپ نے بتایا تو کیا حضرت عمر آپ کا مقصد سمجھ گئے کیا انہیں پتا لگ گیا کہ دروازہ کون ہے۔ ہم تو کچھ نہ سمجھے ہم پر واضح فرمادیجئے۔ ۱۰یعنی یہ اشارۃً بات چیت تمہارے لئے معما ہے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے معمانہ تھی۔ وہ مجتہد مطلق تھے۔ مزاج شناس رسول۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیبی خبریں اشارۃً دی جاتی ہیں۔ صراحۃً نہیں۔ نیز مجتہدین حدیث وقرآن کا منشا سمجھتے ہیں۔ لوگ قرآن دانی حدیث فہمی میں مجتہدین علماء کے محتاج ہیں۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیات شریف فتنوں کے آگے مضبوط بند دروازہ ہے۔ آپ کے زمانہ میں کسی بے دین فتنہ گر کو سر اٹھانے کی جرأت نہیں۔ آپ کی شہادت کے بعد فتنہ گر اٹھیں گے۔ فتنے سر نکالیں گے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ فَتْحُ الْقُسْطُنْطِيْنِيَّةِ مَعَ قِيَامِ السَّاعَةِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۵۱۹۶) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ قسطنطنیہ کی فتح قیامت قائم ہونے کے ساتھ ہے۔ ۱(ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۱۹۶) ۱اس فتح سے مراد وہ فتح ہے جو قریب قیامت ہوگی۔ معلوم ہوا کہ قسطنطنیہ جسے آج استنبول کہتے ہیں۔ یہ مسلمانوں سے نکل جائے گا۔ پھر مسلمان فتح کریں گے۔ روم کا یہ شہر عہد صحابہ میں فتح ہوا اور اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ آج بیت المقدس یہود کے پاس پہنچ گیا یہ بھی علامات قیامت سے ہے۔

بَابُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ قیامت کی علامتوں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ پہلی فصل

اشراط جمع ہے شرط کی، شرط شین کی فتحہ ر کے سکون سے بمعنی موقوف علیہ جیسے نماز کیلئے وضو اس کی جمع شروط یا شرط ہے مگر شین کے فتح سے اس کے بہت معنی ہیں۔ علامات، ابتداء، حقیر مال، چھوٹی چیز۔ اس سے ہے شرط بمعنی سپاہی شاہی باڈی گارڈ جو بادشاہ کے آگے چلے اور بادشاہ کی آمد کی علامت ہو۔ اس کی جمع اشراط ہے وہ ہی یہاں مراد ہے۔ خیال رہے کہ اس باب میں سواء خروج امام مہدی کے باقی تمام چھوٹی علامتیں ہیں۔ بڑی علامات قیامت اگلے باب میں آئیں گی۔ ساعت قیامت کا ایک نام ہے۔ چونکہ اس کی آمد آنا فانا ہوگی، یا بعض مقبول بندوں کو یہ گھڑی کی طرح محسوس ہوگی۔ اس لئے اسے ساعت یعنی گھڑی بھر کی چیز کہا جاتا ہے۔ اس کا نام محشر، قیامت، یوم ازاع قارعۃ، واہیہ، یوم الحساب، واقعہ، خافضہ، رافعہ، وغیرہ ہیں۔ ہر نام کی الگ وجہ ہے۔ دیکھو ہماری تفسیر۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ وَيَكْثُرَ الزِّنَا وَيَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ وَيَقِلَّ الرِّجَالُ وَيَكْثُرَ النِّسَآءُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَاَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ وَفِيْ رِوَايَةٍ يَقِلَّ

(۵۱۹۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کی نشانیوں سے یہ ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی ۱اور زنا شراب خوری بڑھ جائے گی ۲اور مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی ۳حتی کہ پچاس عورتیں، ایک مرد منتظم ہوگا ۴ایک

https://archive.org/details/@madni_library

الْعِلْمُ وَيَظْهَرَا لْجَهْلُ . روایت میں ہے کہ علم گھٹ جائے گا اور جہالت ظاہر ہو جائے گی۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) (مسلم بخاری)

(۵۱۹۷) ۱؎ علم سے مراد علم دین ہے۔جہل سے مراد علم دین سے غفلت۔آج یہ علامت شروع ہو چکی ہے۔دنیاوی علوم بہت ترقی پر ہیں مگر علوم تفسیر' حدیث' فقہ بہت کم رہ گئے۔علماء اٹھتے جا رہے ہیں۔ان کے جانشین پیدا نہیں ہوتے۔مسلمانوں نے علم دین سیکھنا قریباً چھوڑ دیا۔بہت سے علماء واعظ بن کر اپنا علم کھو بیٹھے۔یہ سب کچھ اس پیش گوئی کا ظہور ہے۔۲؎ زنا کی زیادتی کے اسباب' عورتوں کی بے پردگی' سکولوں' کالجوں' لڑکوں' لڑکیوں کی مخلوط تعلیم' سینما وغیرہ کی بے حیائی' گانے' ناچنے کی زیادتیاں یہ سب آج موجود ہیں۔ان وجوہ سے زنا بڑھ رہا ہے اور ابھی زیادہ بڑھے گا ہم نے عرب ممالک کے بعض علاقوں میں دیکھا کہ بغیر شراب کوئی کھانا نہیں ہوتا۔ہوٹل میں کھانا مانگو تو شراب ساتھ آتی ہے۔۳؎ اس طرح کہ لڑکیاں زیادہ پیدا ہوں گی۔لڑکے کم پھر مرد جنگوں وغیرہ میں زیادہ مارے جائیں گے۔اپنے بیوی بچے چھوڑ جائیں گے۔ان وجوہ سے عورتوں کی بہتات ہوگی۔۴؎ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک خاوند کی پچاس بیویاں ہوں گی کہ یہ تو حرام ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک خاندان میں عورتیں بیٹیاں پچاس ہوں گی۔ماں' دادی' خالہ' پھوپھی وغیرہ اور ان کا منتظم ایک مرد ہوگا۔دوسری احادیث میں ہے کہ قریب قیامت سنگ اسود اور مقام ابراہیم اٹھا لیا جائے گا۔قیامت کے قریب دنیا میں اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۱۹۸) روایت ہے حضرت جابر ابن سمرہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت سے پہلے جھوٹے ہوں گے تم ان سے پرہیز کرنا۔(مسلم)

(۵۱۹۸) ۱؎ جھوٹوں سے مراد جھوٹی حدیثیں گھڑنے والے یا جھوٹے مسئلے بیان کرنے والے یا جھوٹے عقیدے ایجاد کرنے والے انہیں سلف صالحین کی طرف نسبت کرنے والے یا جھوٹے دعویٰ نبوت کرنے والے ہیں۔یہ لفظ بہت عام ہے۔جھوٹے علماء جھوٹے محدثین' جھوٹے عقیدوں والوں سے بچنا ایسا ہی ضروری ہے جیسے جھوٹے نبیوں سے بچنا لازم ہے۔جیسا کہ فَاحْذَرُوْهُمْ سے معلوم ہوا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ اِذْ جَآءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ اِذَا ضُيِّعَتِ الْاَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ قَالَ كَيْفَ اِضَاعَتُهَا قَالَ اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰى غَيْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ . (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۱۹۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حضور گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک دیہاتی آیا عرض کیا قیامت کب ہے۔۱؎ فرمایا جب امانت ضائع کردی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۲؎ اس نے عرض کیا کہ ضائع کیسے ہوگا۔فرمایا جب کام نا اہلوں کے سپرد کردیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔۳؎ (بخاری)

(۵۱۹۹) ۱؎ قیامت کی تاریخ مہینہ دن بتائیے۔معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو علم غیب کلی بخشا اور یہ بھی عقیدہ تھا کہ حضور کو قیامت کا علم دیا گیا۔اس لئے تو آپ سے یہ سوال کرتے تھے حضور انور نے بھی انہیں اس سوال پر کافر یا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مشرک نہ کہا بلکہ قیامت کی علامات بیان فرمادیں اور علامتیں وہ بیان کرتا ہے جسے ہر شے کا پتا ہو۔۲؎ یہاں امانت سے مراد امامت حکومت سلطنت وغیرہ ہے۔ جو ربّ تعالٰی کی امانتیں ہیں جو اس نے چند روز کیلئے بندوں کو سپرد فرمائی ہیں۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ۳؎ اس طرح کہ حکومت فاسقوں یا عورتوں کو ملے۔ قاضی وفقیر جاہل لوگ بنیں اور بے وقوف لوگ بادشاہ بنیں تو وسد بنا ہے وسادۃ سے اس کے معنی ہیں تکیہ کسی کے نیچے رکھنا' یعنی نااہلوں کے سر تلے ان امانتوں کا تکیہ رکھ دیا جائے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكْثُرَ الْمَالُ وَيَفِيْضَ حَتّٰى يُخْرِجَ الرَّجُلُ زَكٰوةَ مَالِهٖ فَلَا يَجِدُ اَحَدً يَقْبَلُهَا مِنْهُ وَحَتّٰى تَعُوْدَ اَرْضُ الْعَرَبِ مُرُوْجًا وَّاَنْهَارًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ قَالَ تَبْلُغُ الْمَسَاكِنُ اِهَابَ اَوْ يَهَابَ .

(۵۲۰۰) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت نہ آئے گی حتی کہ مال زیادہ ہوجائے گا اور بہ جائے۔ یہاں تک کہ ایک شخص اپنے مال کی زکوۃ نکالنا چاہے تو کوئی ایسا نہ پائے گا۱؎ جو اس سے وہ قبول کرے اور حتی کہ عرب کی زمین چراگاہ اور نہری ہوجائے گی۔۲؎ (مسلم) انہیں کی ایک روایت میں فرمایا مکانات اہاب یا یہاب تک پہنچ جائیں۔۳؎

(۵۲۰۰) ۱؎ اس کی شرح گزر چکی۔ یہ واقعہ قریب قیامت ہوگا۔۲؎ یہ پیش گوئی تو اب دیکھنے میں آرہی ہے۔ جدہ سے مکہ معظمہ تک سبزہ باغات ہوگئے۔ عراق کے ریتلے میدان باغوں میں تبدیل ہوچکے۔۳؎ اہاب یا یہاب مدینہ منورہ سے بہت دور ایک جگہ کا نام ہے۔ یعنی مدینہ پاک کی آبادی بڑھتے بڑھتے ہوئے وہاں تک ہوجائے گی۔ اب مدینہ منورہ کی آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ مسجد قبا تک پہنچ گئی ہے۔ پہاڑوں پر مکان بن گئے ہیں۔ ہم نے خود دیکھے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ خَلِيْفَةٌ يَقْسِمُ الْمَالَ وَلَا يَعُدُّهٗ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ يَكُوْنُ فِيْ اٰخِرِ اُمَّتِيْ خَلِيْفَةٌ يَحْثِي الْمَالَ حَثْيًا وَّلَا يَعُدُّهٗ عَدًّا .

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۰۱) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخر زمانہ میں ایک خلیفہ ہوگا جو مال بانٹے گا اور اسے گنے گا نہیں۱؎ اور ایک روایت میں ہے فرمایا میری امت کے آخر میں ایک خلیفہ ہوگا جو لپ بھر بھر کر مال دے گا اور اسے گنے گا نہیں۲؎ (مسلم)

(۵۲۰۱) ۱؎ یہ بادشاہ غالبًا امام مہدی ہوں گے جو اور خوبیوں کے ساتھ نہایت سخی ہوں گے۔۲؎ اس روایت اور پہلی روایت میں فرق صرف چند لفظوں کا ہے۔ مطلب ایک ہی ہے یعنی اس خلیفہ کے زمانہ میں فتوحات' غنیمتیں دوسرے مال کثرت سے ہوں گے۔ بادشاہ نہایت سخی ہوگا۔ اس لیئے تقسیم کی کثرت کا یہ حال ہوگا کہ لوگوں کو بادشاہ مال دے گا اور گنے گا نہیں۔ بے گنتی دے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ لایعد کے معنی یہ ہیں کہ بادشاہ کل کیلئے مال اٹھا نہ رکھے۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ الْفُرَاتُ اَنْ يَّحْسُرَ عَنْ كَنْزٍ مِّنْ ذَهَبٍ فَمَنْ حَضَرَ فَلَا يَاْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا .

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۰۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب ہے کہ فرات سونے کے خزانہ سے کھل جائے۱؎ تو جو وہاں حاضر ہو وہ اس میں سے کچھ نہ لے۲؎

(مسلم بخاری)

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۲۰۲) ۱؎ یعنی فرات کا پانی خشک ہو جائے گا اور اس کی تہ سے سونا چاندی ظاہر ہوگا۔ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ ۲؎ یعنی اس سونے چاندی سے دور بھاگے وہاں ٹھہرے بھی نہیں۔ کیونکہ اس پر بڑی لڑائی اور قتل عام ہوگا۔ نیز اس خزانہ کے لینے سے عذاب الٰہی نازل ہوگا' بلائیں آئیں گی۔ نیز یہ مال خزانہ قارونی کی طرح منحوس ہوگا۔ اس سے نفع لینا حرام ہوگا۔ (اشعۃ اللمعات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَحْسُرَ الْفُرَاتُ عَنْ جَبَلٍ مِّنْ ذَهَبٍ يَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَيُقْتَلُ مِنْ كُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَيَقُوْلُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ لَعَلِّيْ اَكُوْنَ اَنَاالَّذِيْ اَنْجُوْا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۰۳) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ قائم ہوگی قیامت حتیٰ کہ فرات سونے کے پہاڑ سے کھل جائے گا ۱؎ اس پر لوگ آپس میں جنگ کریں گے تو ہر سو میں سے ننانوے آدمی قتل ہو جائیں گے ان میں سے ہر شخص یہ ہی کہے گا کہ شاید میں ہی وہ ہوں جو نجات پا جائے۔ (مسلم)

(۵۲۰۳) ۱؎ غالبًا یہاں بھی وہ ہی واقعہ ارشاد ہوا جس کا ذکر ابھی پہلے ہوا۔ عبارت مختلف ہے۔ مقصد ایک ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ دوسرا واقعہ ہے۔ یہاں پہاڑ سے مراد بے شمار سونا ہے۔ یعنی پہاڑ بھر سونا۔ ظاہری پہاڑ نہیں۔ (اشعہ و مرقات) ۲؎ اس سونے پر سلطنتیں جنگ کریں گی۔ عوام لڑیں گے غرضکہ سونا کیا ہوگا جنگ وجدال کی جڑ اور اللہ کا عذاب ہوگا۔ ہر شخص یہ ہی آس لگائے گا کہ شاید یہ سارا مجھے مل جائے۔ چلو قسمت آزمائی کروں اور لوگوں سے لڑوں بھڑوں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقِيْءُ الْاَرْضُ اَفْلَاذَ كَبِدِهَا اَمْثَالَ الْاُسْطُوَانَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ فَيَجِيْءُ الْقَاتِلُ فَيَقُوْلُ فِيْ هٰذَا قَتَلْتُ وَيَجِيْءُ الْقَاطِعُ فَيَقُوْلُ فِيْ هٰذَا قَطَعْتُ رَحِمِيْ وَيَجِيْءُ السَّارِقُ فَيَقُوْلُ فِيْ هٰذَا قُطِعَتْ يَدِيْ ثُمَّ يَدْعُوْنَهٗ فَلَا يَاْخُذُوْنَ مِنْهُ شَيْئًا (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۰۴) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زمین اپنے جگر کے ٹکڑے سونے چاندی کے ستونوں کی شکل میں قے کردے گی ۱؎ تو قاتل آئے گا کہے گا کہ میں نے اس میں قتل کیا اور رشتہ توڑنے والا آئے گا تو کہے گا کہ میں نے اس کیلئے اپنے رشتے توڑے اور چور آئے گا تو کہے گا کہ اس کی وجہ سے میرے ہاتھ کاٹے گئے ۲؎ پھر وہ لوگ یہ سب کچھ چھوڑ دیں گے۔ تو اس میں سے کچھ نہ لیں گے۔ ۳؎ (مسلم)

(۵۲۰۴) ۱؎ افلاذ جمع ہے فلزۃ کی بمعنی ٹکڑا' جگر کے ٹکڑوں سے مراد ہے سونے چاندی کے دفینے یا کانیں یا دیگر معدنیات یا زمین کی پیداوار گندم وغیرہ۔ جس سے سونا چاندی حاصل ہو اس کی شرح وہ آیت ہے وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا (۹۹٬۲) اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے۔ (کنزالایمان) ممکن ہے کہ حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہو اور زمین سے سونے چاندی کی سلاخیں نمودار ہوں مگر پہلے معنی زیادہ قوی معلوم ہوتے ہیں۔ ان معنی سے یہ پیش گوئی پوری ہو چکی۔ اب زمین سے پیداوار بے شمار ہو رہی ہے۔ ولایتی کھاد اور ٹیوب ویل کے پانی نے ویرانوں کو آباد زمین میں تبدیل کر دیا۔ ہر چیز کی پیداوار بہت بڑھ چکی ہے مگر آخری معنی کی تائید حدیث پاک کے آخری الفاظ سے ہو رہی ہے۔ ۲؎ یعنی اس وقت سونا چاندی بہت حقیر ہو جائیں گے۔ ان کی بہتات انہیں معمولی چیز بنا دے گی۔ تب یہ مجرمین افسوس کرتے ہوئے کہیں گے کہ افسوس اس حقیر چیز پر ہمارے اعضاء کاٹے گئے۔ یہ وقت ابھی نہیں آیا ہے۔ لیکن اگر دولت کی زیادتی ایسی ہی ہوتی رہے تو وہ وقت بھی قریب ہی ہے۔ ۳؎ یعنی یہ ہی چور وغیرہ اس سونے چاندی کو ہاتھ نہ لگائیں گے۔ یہ وقت بھی ابھی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نہیں آیا ابھی خوب دھڑلے سے چوری، رشوت خوری، ظلم وزیادتی ہورہی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْقَبْرِ فَيَتَمَرَّغَ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُ يَالَيْتَنِىْ كُنْتُ مَكَانَ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ وَلَيْسَ بِهِ الدِّيْنُ اِلَّا الْبَلَاءَ۔

(۵۲۰۵) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ دنیا نہ جائے گی حتیٰ کہ ایک آدمی قبر پر گزرے گا تو وہاں لوٹے گا اور کہے گا ہائے کاش اس قبر والے کی جگہ میں ہوتا[۱] اور نہ ہوگا اس میں دین سواء بلا کے[۲] (مسلم)

(۵۲۰۵) [۱] یعنی دنیا میں فتنے اور آفتیں بلائیں اس قدر ہوں گی کہ لوگ زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے اور قبر کو دیکھ کر تمنا کریں گے کہ اس قبر میں ہم دفن ہو چکے ہوتے [۲] یعنی اس لوٹنے والے تمنا کرنے والے میں دین کا شائبہ بھی نہ ہوگا۔ اور وہ دین کی وجہ سے یہ آرزو نہ کرے گا بلکہ فتنوں میں مبتلا ہوگا۔ انہیں دنیاوی مصیبتوں کی وجہ سے یہ آرزو کرے گا یا یہ مطلب ہے کہ زمین پر اس وقت دین نہ رہے گا فتنے ہی فتنے بلائیں ہی بلائیں ہوں گی۔ وہ زمانہ وہ ہوگا جب زمین دین سے خالی ہو جائے گی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ نَارٌ مِّنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِيْءُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰى۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۰۶) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں قائم ہوگی قیامت حتیٰ کہ زمین حجاز سے ایک آگ اٹھے گی۔ جو بصرے کے اونٹوں کی گردن چمکا دے گی۔[۱] (مسلم بخاری)

(۵۲۰۶) [۱] اس آگ کے متعلق شارحین کے تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس آگ سے مراد فتنہ وجنگ تاتار کی آگ مراد ہے جس کا زیادہ زور بغداد میں رہا۔ دوسرے یہ کہ اس آگ سے مراد واقعی آگ ہی ہے مگر وہ قریب قیامت نمودار ہوگی۔ تیسرے یہ کہ آگ سے مراد آگ ہی ہے مگر یہ واقعہ ہو چکا کہ ماہ رجب تیسری تاریخ ۶۳۰ھ کو بیرون مدینہ منورہ ایک نہایت خطرناک آگ ایک بڑے شہر کی شکل میں نمودار ہوئی۔ باون دن رہی یہ آگ پتھروں کو جلا کر راکھ کر دیتی تھی مگر درخت اس سے نہ جلتے تھے۔ ایک بڑا پتھر اس جنگل میں تھا۔ جس کا نصف حصہ حرم شریف سے باہر تھا۔ نصف حرم شریف کے اندر اس آگ نے اس کا بیرونی حصہ جلا دیا مگر اندرون حصہ نہ جلا سکی۔ اس آگ کی گرمی مدینہ منورہ میں نہ پہنچی تھی۔ وہاں ٹھنڈی ہوا ہی چلتی تھی۔ باہر سخت گرمی تھی۔ رات کو اس کی روشنی سورج کی طرح ہوتی تھی جس سے اہل مدینہ اپنے کام کاج کرتے تھے۔ مکہ معظمہ میں اس کی روشنی دیکھی گئی۔ یمامہ اور بصرہ میں اس آگ کی روشنی دیکھی گئی۔ اہل مدینہ نے تنگ آ کر روضہ مطہرہ پر دعا کی تو وہ آگ جانب شمال چلی گئی اور مدینہ منورہ محفوظ رہا۔ (مرقات، اشعہ) بہر حال قوی تر یہ ہی ہے کہ یہ واقعہ ہو چکا ہے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات قیامت کی علامت ہے مگر ہو چکی یوں ہی یہ آگ علامت قیامت ہے مگر واقع ہو چکی۔ یہ علامت صغریٰ ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ نَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۵۲۰۷) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف جمع کر دے گی۔[۱] (بخاری)

(۵۲۰۷) [۱] یہاں آگ سے مراد دوسری اور آگ ہے جو بالکل قریب قیامت نکلے گی۔ پچھلی حدیث میں جس آگ کا ذکر تھا وہ

https://archive.org/details/@madni_library

گزر چکی۔ اس نے لوگوں کو اپنے گھروں سے نکالا نہیں یہ آگ نکالے گی۔ بعض شارحین نے فرمایا اس آگ سے مراد کوئی جنگ عظیم مراد ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ اپنے گھروں سے بھاگ جائیں گے۔ مگر یہ درست نہیں۔ پہلی توجیہ قوی ہے۔ بلاوجہ کسی لفظ کے حقیقی معنی نہیں چھوڑنے چاہئیں۔ اول کا مطلب یہ ہے کہ بڑی علامات میں پہلی علامت یہ ہوگی۔ باقی علامات اس کے بعد نمودار ہوں گی۔ گویا یہ آگ اگلی علامات کا پیش خیمہ ہوگی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَكُوْنُ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَتَكُوْنُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ يَكُوْنُ وَالْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُوْنُ السَّاعَةُ كَالضَّرْمَةِ بِالنَّارِ ۔(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۲۰۸) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتیٰ کہ زمانہ جلد گزرنے لگے گا[۱] تو ایک سال ایک مہینہ کی طرح ہوگا اور ایک مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ ایک دن کی طرح اور ایک دن ایک گھڑی کی طرح ہوگا اور ایک گھڑی آگ سلگانے کی طرح[۲] (ترمذی)

(۵۲۰۸) [۱] یا اس طرح جلد گزرے گا کہ زمانہ اور وقت میں برکت نہ رہے گی۔ انسان ایک کام بھی نہ کر سکے گا کہ دن ختم ہو جائے گا اس طرح کہ لوگ مصیبتوں، آفتوں میں ایسے مبتلا ہو جائیں گے کہ انہیں وقت محسوس نہ ہوگا۔ مصیبت کا زمانہ اگر احساس کیا جائے تو دراز محسوس ہوتا ہے۔ اگر احساس ہی نہ رہے، ہوش اڑ جائے تو وقت محسوس نہیں ہوتا، یا اس زمانے میں لوگوں میں عیش و آرام بہت زیادہ ہوگا اور عیش و آرام کا زمانہ محسوس نہیں ہوتا۔ [۲] اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے۔ ضرمۃ ض کے فتحہ سے ر کے کسرہ سے بمعنی آگ سلگانا جو جلانے سے پہلے ہوتا ہے۔ یہ فرمان عالی بطور مثال سمجھانے کیلئے ہے۔ لہٰذا حدیث واضح ہے۔ یہاں ساعت سے مراد پل یا سیکنڈ یا گھڑی نہیں بلکہ کم از کم ایک گھنٹہ مراد ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَوَالَةَ قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَغْنَمَ عَلٰى اَقْدَامِنَا فَرَجَعْنَا فَلَمْ نَغْنَمْ شَيْئًا وَّعَرَفَ الْجُهْدَ فِيْ وُجُوْهِنَا فَقَامَ فِيْنَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَاتَكِلْهُمْ اِلَيَّ فَاَضْعُفَ عَنْهُمْ وَلَا تَكِلْهُمْ اِلٰى اَنْفُسِهِمْ فَيَعْجِزُوْا عَنْهَا وَلَا تَكِلْهُمْ اِلَى النَّاسِ فَيَسْتَاْثِرُوْا عَلَيْهِمْ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى رَاْسِيْ ثُمَّ قَالَ يَا ابْنَ حَوَالَةَ اِذَا رَاَيْتَ الْخِلَافَةَ قَدْ نَزَلَتِ الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ فَقَدْ دَنَتِ الزَّلَازِلُ وَالْبَلَابِلُ وَالْاُمُوْرُ الْعِظَامُ وَالسَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنَ النَّاسِ مِنْ يَدِيْ هٰذِهٖ اِلٰى رَاْسِكَ

(۵۲۰۹) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حوالہ سے[۱] فرماتے ہیں ہم کو جہاد کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل بھیجا[۲] تو ہم واپس ہوئے کہ ہم نے کوئی غنیمت حاصل نہ کی[۳] اور حضور نے ہمارے چہروں میں مشقت محسوس کی[۴] تو ہم میں کھڑے ہوئے پھر فرمایا الٰہی انہیں میرے حوالہ نہ کر کہ میں ان سے دور ہو جاؤں گا[۵] اور انہیں ان کے نفسوں کے حوالہ نہ کر یہ ان سے عاجز ہو جائیں گے[۶] اور نہ انہیں ان لوگوں کے سپرد کر ورنہ وہ ان پر دوسروں کو ترجیح دیں گے[۷] پھر حضور نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا پھر فرمایا اے ابن حوالہ جب تم دیکھو کہ خلافت زمین مقدس میں اتر گئی[۸] تو زلزلے اور رنج و غم اور بڑے بڑے کام قریب ہو جائیں گے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

۹اور اس دن قیامت زیادہ قریب ہوگی بمقابلہ میرے اس ہاتھ کے تمہارے سر سے ۱۰(ابوداؤد)

(۵۲۰۹) ۱حوالہ ح اور واؤ کے فتح سے آپ عبداللہ ابن حوالہ صحابی ہیں۔ قبیلہ بنی ازد سے ہیں۔ شام میں قیام رہا۔ آپ سے صرف تین حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے (اشعہ) ۲یعنی ہم کو جہاد کیلئے پیدل بھیجا کیونکہ اس وقت سواریاں موجود نہ تھیں۔ بہت تنگی اور عسرت کا زمانہ تھا یہ سریہ تھا۔ جس میں حضور خود تشریف نہ لے گئے تھے۔ ۳یعنی ہم لوگ نہ تو شہید و زخمی ہوئے نہ دشمن پر فتح حاصل کر سکے۔ امن وامان سے واپس لوٹے مگر کامیاب نہ لوٹے ۴یہاں جہد سے مراد بھوک' سفر کی تکالیف اور ساتھ میں ناکام لوٹنے کی ندامت و شرمندگی سب ہی مراد ہیں۔ اگر انسان کامیاب لوٹے تو سفر و بھوک کی مشقتیں بھول جاتا ہے۔ ناکام لوٹے تو مشقتیں دوگنا ہو جاتی ہیں۔ ۵یعنی اگر تو انہیں مجھ پر چھوڑ دے اور تو میری مدد نہ کرے بالکل میرے سپرد کردے تو میں انہیں تو کیا اپنے کو بھی نہیں سنبھال سکتا کیونکہ **خلق الانسان ضعیفا**۔ میں بندہ ضعیف ہوں اور اگر تو میری مدد کرے پھر انہیں میرے سپرد کردے تو یہ تو کیا تیری مدد سے دونوں عالم کو سنبھال لوں گا۔ یوسف علیہ السلام نے قحط کے زمانہ میں رب تعالٰی کی مدد سے تمام جہان کو پال لیا۔ حضور فرماتے ہیں **اللہ معطی وانا القاسم**۔ قیامت میں سب کی شفاعت حضور کریں گے۔ آج حضور سب کے سلام عرض معروض سن رہے ہیں۔ ہم جیسے کروڑوں حضور کے نام پر پل رہے ہیں مگر یہ سب کچھ اللہ تعالٰی کی مدد سے ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حضور کی محض مجبوری کی نہیں۔ مشین اگر پاور کے تار سے جڑ جائے تو سب کچھ ہے اس سے الگ ہو کر کچھ نہیں۔ ۶دیکھو آج غیر مقلد ائمہ دین کو' رافضی خلفاء راشدین بلکہ تمام صحابہ کرام کو گالیاں دیتے ہیں۔ دیوبندی تمام سلف صالحین کو مشرک و کافر بتاتے ہیں۔ اس فرمان عالی کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے۔ **قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ** (۷،۱۸۸) تم فرماؤ میں اپنی جان کے برے بھلے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ (کنزالایمان) آیت میں اِلَّامَاشَآءَ اللّٰهُ نے مسئلہ واضح کردیا۔ ۷ہمارے اعمال کا بھی یہی حال ہے۔ رب کرم کرے تو ہم نیک اعمال کرلیں گے۔ اگر وہ ہم کو چھوڑ دے تو ہم بداعمالیوں' بدعقیدگیوں کے گڑھے میں گر جائیں۔ ڈھیلہ اوپر جائے گا دوسرے کے پھینکنے سے' نیچے گرے گا اپنی طاقت سے۔ ۸اس طرح کہ ان کا حق مار کر اپنے آپ سے لیں گے یا دوسرے نااہلوں کو دیں گے۔ انہیں محروم کردیں گے۔ ۹یعنی جب بیت المقدس کو مسلمان فتح کرلیں گے اور اسے دارالخلافہ بنالیں گے کہ بادشاہ اسلام وہاں ہی رہے ہیں یہ قریب قیامت ہوگا۔ اب تک بیت المقدس مسلمانوں کے پاس رہا مگر دارالخلافہ عمان رہا۔ اب اس پر یہود نے قبضہ کرلیا ہے۔ انشاء اللہ عنقریب مسلمان فتح کرلیں گے۔ ۱۰ بلابل جمع ہے بلبلۃ کی بمعنی رنج وغم اور وسوسے یعنی اس زمانہ سے ان کو چین نہ رہے گا۔ بڑے کاموں سے مراد ہیں قیامت کی بڑی بڑی نشانیاں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اتُّخِذَ الْفَيْءُ دِوَلًا وَّالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَّالزَّكٰوةُ مَغْرَمًا وَّتُعُلِّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ وَاَدْنٰى صَدِيْقَهٗ وَاَقْصٰى اَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِيْلَةَ

(۵۲۱۰) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب غنیمت کو اپنی دولت ۱اور امانت کو غنیمت اور زکوۃ کو ٹیکس بنالیا جائے ۲اور غیر دین کیلئے علم حاصل کیا جائے ۳اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے اور اپنے دوست کو قریب باپ کو دور کرے ۴اور مسجدوں میں اونچی

https://archive.org/details/@madni_library

فَاسِقُهُمْ وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ اَرْذَلُهُمْ وَاُكْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَارْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِيْحًا حَمْرَآءَ وَزَلْزَلَةً وَّخَسْفًا وَّمَسْخًا وَّقَذْفًا وَّاٰيَاتٍ تَتَابَعُ كَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْكُهٗ فَتَتَابَعَ .(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

آوازیں ہوں ۵؎ اور قبیلہ کا بدکار قوم کی سرداری کرے اور قوم کا ذمہ داران کا کمینہ ہو اور آدمی کی تعظیم کی جائے اس کی شرارت کے خوف سے ۶؎ اور رنڈیاں باجے ظاہر ہو جائیں اور شرابیں پی جائیں ۷؎ اور اس کے پچھلے اگلوں پر لعنت کریں۔ اس وقت تم سرخ ہوا' زلزلہ' دھنسنا اور صورتیں بدلنا' پتھر برسنے اور ان نشانیوں کا انتظار کرنا جو لگا تار ہوں گی جیسے ہار جس کا دھاگہ توڑ دیا جائے تو لگا تار کرے ۸؎ (ترمذی)

(۵۲۱۰) ۱؎ یعنی اس زمانہ سے متصل ہی قیامت ہوگی۔ اس جگہ مشکوۃ شریف میں جگہ خالی چھوڑی ہے۔ یعنی صاحب مشکوۃ کو اس حدیث کا مخرج و ماخذ معلوم نہیں ہوا۔ مگر یہ حدیث ابوداؤد اور حاکم نے روایت فرمائی۔ اسلام میں جہاد میں مال غنیمت غازیوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ گویا غنیمت غازیوں کا حصہ ہوتا ہے مگر قریب قیامت غنیمت کو مالدار آپس میں تقسیم کرلیا کریں گے۔ غریب غازیوں کو اس سے محروم کردیا کریں گے۔ اسے اپنی دولت سمجھیں گے۔ ۲؎ یعنی لوگ امانت کا مال اس طرح ہضم کر جائیں گے جس طرح مال غنیمت اور لوگ زکوۃ دیں تو مگر عبادت سمجھ کر نہیں بلکہ ٹیکس سمجھ کر بے دلی بلکہ بددلی سے ۳؎ یعنی مسلمان دینی علم نہ پڑھیں دنیاوی علوم پڑھیں یا دینی طلباء دینی علم پڑھیں مگر تبلیغ دین کیلئے نہیں بلکہ دنیا کمانے کیلئے۔ جیسے آج مولوی عالم' مولوی فاضل کے کورس میں فقہ تفسیر وحدیث کی ایک آدھ کتاب داخل ہے تو امتحان دینے والے یہ کتابیں پڑھ تو لیتے ہیں مگر صرف امتحان میں پاس ہو کر نوکری حاصل کرنے کیلئے بعض طلباء صرف وعظ گوئی کیلئے دینی کتابیں پڑھتے ہیں۔ ۴؎ یعنی بیوی کے کہنے میں آ کر ماں سے دور رہے۔ اس کی نافرمانی کرے نیک باپ سے نفرت اور فاسق دوستوں سے محبت کرے۔ غرضکہ بیوی اور دوستوں کی محبت میں ماں باپ کو ستائے۔ یہ بات آج عام ہو رہی ہے۔ ۵؎ یعنی مسجدوں میں دنیاوی باتوں کا شور' لڑائیاں جھگڑے ہونے لگیں۔ نعت خوانی' ذکر اللہ کی مجلسیں' میلاد شریف' ذکر کے حلقے تو حضور کے زمانہ ہی میں مسجدوں میں ہوتے تھے۔ بعد نماز بلند آواز سے ذکر ہوتا تھا۔ مسجد حرام میں بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے طواف ہوتا تھا۔ حضرت حسان مسجد نبوی میں حضور کی نعت پڑھتے تھے۔ حضور نے مسجد میں اپنا میلاد خود ارشاد فرمایا ہے۔ لوگ حضور کے وعظ پر مسجد میں نعرہ تکبیر لگاتے تھے۔ لہذا یہ آوازیں یہاں مراد نہیں۔ ۶؎ ان چیزوں کا رواج تو آنکھوں دیکھا جارہا ہے۔ عرب کے عام علاقوں میں شراب کھانے کا جزو بن چکی ہے۔ ریڈیو کے ذریعہ ہر گھر رنڈی خانہ بنا ہوا ہے۔ ہر درو دیوار سے گانے کی آوازیں آرہی ہیں۔ یہ کل سولہ چیزیں ہوئیں۔ ۸؎ یعنی جب مسلمانوں میں مذکورہ سولہ عیوب جمع ہو جائیں تو ان پر یہ مذکورہ پانچ دنیاوی عذاب یکے بعد دیگرے ایسے مسلسل آئیں گے جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جانے پر اس کے دانے مسلسل اوپر تلے گرتے ہیں۔ خیال رہے کہ مسلمانوں میں چودہ عیوب پیدا ہو چکے ہیں۔ جن میں سے بعض عیوب وہ ہیں جو سوا مسلمانوں کے کسی قوم میں نہیں۔ جیسے مسجد میں دنیاوی باتیں کر کے شور مچانا' یا بزرگوں اور سلف صالحین کو کافر و مشرک کہنا انہیں گالیاں دینا۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خچر کے کھر کے نعل کا بڑا ہی ادب واحترام کرتے ہیں۔ مگر مسلمان حضور کے تبرکات کو خود ہی مٹاتے ہیں۔ ساری قومیں اپنے بزرگوں کے دوستوں بیویوں کا بڑا احترام کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ ہندو ہنومان کا ادب کرتے ہیں جو رام چندر کا ساتھی تھا۔ مصیبت کا مددگار تھا۔ مگر مسلمان وہ قوم ہے جو اپنے نبی کی بیویوں دوستوں پر تبرا کرنا عبادت جانتی ہے۔ ابن عساکر نے حضرت جابر سے مرفوعًا روایت کی کہ حضور انور نے فرمایا کہ ابوبکر عمر کی محبت

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ایمان ہے۔ ان سے بغض کفر ہے۔ جو میرے صحابہ کو برا کہے اس پر اللہ کی لعنت ہے اور جو ان کی عزت کی حفاظت کرے میں اس کی حفاظت کروں گا (مرقات) اور اب مذکورہ عذاب آنے شروع ہوگئے ہیں۔ ہر جگہ مسلمان زمینی اور آسمانی مصیبتوں میں گرفتار ہے۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَعَلَتْ أُمَّتِيْ خَمْسَ عَشْرَةَ خَصْلَةً حَلَّ بِهَا الْبَلَاءُ وَعَدَّ هٰذِهِ الْخِصَالَ وَلَمْ يَذْكُرْ تُعَلَّمَ لِغَيْرِ الدِّيْنِ قَالَ وَبَرَّ صَدِيْقَهُ وَجَفَا أَبَاهُ وَقَالَ وَشُرِبَ الْخَمْرُ وَلُبِسَ الْحَرِيْرُ. (اَلتِّرْمِذِيُّ)

(۵۲۱۱) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب میری امت پندرہ خصلتیں اختیار کرے ۱؎ تو ان پر بلا نازل ہوگی اور یہ مذکورہ خصلتیں گنوائیں اور نہیں ذکر کیا کہ علم سیکھا جائے غیر دین کیلئے ۲؎ فرمایا کہ اپنے دوست سے سلوک اپنے باپ پر ظلم کرے فرمایا اور شراب پی جائے، اور ریشم پہنا جائے ۲؎ (ترمذی)

(۵۲۱۱) ۱؎ یعنی وہ ہی عیوب جو ابھی مذکور ہوئے۔ غنیمت کو دولت سے لے کر شراب پینے کے ذکر تک۔ ۲؎ یہ قول صاحب مصابیح کا ہے چونکہ مذکورہ حدیث میں سولہ عیوب کا ذکر ہے اور آپ فرمارہے ہیں پندرہ۔ اس لئے فرمایا کہ حضرت علی نے ایک عیب کا ذکر نہ فرمایا یعنی علم دین سیکھنا دنیا کیلئے۔ ۳؎ یعنی اس روایت کے بعض الفاظ پہلی حدیث کے کچھ خلاف ہیں مگر معنی مطلب ایک ہی ہے۔ وہاں تھا ادنیٰ یہاں ہے بر وہاں تھا اقصیٰ یہاں ہے جفا وہاں تھا الخمور یہاں ہے الخمر وہاں ریشم پہننے کا ذکر نہ تھا یہاں ہے مگر یہاں لعنت کا ذکر نہیں اس کے بجائے ریشم پہننے کا ذکر ہے اور بجائے تعلیم دین کے یہ ہو تو اس میں بھی سولہ عیوب کا ذکر ہو جائے گا۔ (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَمْلِكَ الْعَرَبَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اِسْمُهُ اِسْمِيْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ) وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ قَالَ لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا يَوْمٌ لَطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَبْعَثَ اللّٰهُ فِيْهِ رَجُلًا مِنِّيْ أَوْ مِنْ أَهْلِ بَيْتِيْ يُوَاطِئُ اسْمُهُ اِسْمِيْ وَاسْمُ أَبِيْهِ اِسْمَ أَبِيْ يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا.

(۵۲۱۲) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا ختم نہ ہوگی حتیٰ کہ عرب کا بادشاہ ایک شخص بنے ۱؎ میرے گھر والوں میں سے جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا ۲؎ (ترمذی، ابوداؤد) اس کی ایک روایت میں ہے کہ فرمایا کہ اگر دنیا کا صرف ایک دن باقی رہا ہوتا تو اللہ اس دن کو دراز فرمادیتا ۳؎ حتیٰ کہ اس دن میں ایک شخص بھیجتا جو مجھ سے یا میرے گھر والوں سے ہے اس کا نام میرے نام کے موافق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا ۴؎ وہ آسمان و زمین کو انصاف وعدل سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم وزیادتیوں سے بھری تھی ۵؎

(۵۲۱۲) ۱؎ یہ صاحب یعنی امام مہدی ساری دنیا یعنی عرب و عجم کے بادشاہ ہوں گے جیسا کہ اگلی حدیثوں میں آرہا ہے مگر چونکہ ہر مسلمان دراصل عربی ہے مسلمانوں کے جسم عجمی ہوسکتے ہیں۔ مگر روح سب کی عربی ہے۔ اس لئے العرب فرمایا۔ ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر:-

جسم ہندی ہے میرا جان ہے میری مدنی
یا خدا دور ہو کس طرح یہ بعد بدنی

یا یہ مطلب ہے کہ اہل عرب ان کا مقابلہ نہ کریں گے عجمی لوگ اولاً کچھ مخالفت کریں گے۔ پھر سب ان کی اطاعت کرلیں گے یا

https://archive.org/details/@madni_library

عرب فرمایا اور عرب وعجم دونوں مراد لئے جیسے تقیکم الحر فرمایا مگر مراد گرمی سردی دونوں ہیں۔ایسے ہی یہاں (مرقات) ۲؎ ان کا نام محمد ہوگا لقب مہدی، بعض جاہل کہتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے جو اس شکل میں تشریف لائیں گے۔یہ عقیدہ کفر ہے۔ یہاں صاف ارشاد ہے کہ وہ میرے اہل بیت یعنی اولاد فاطمہ زہرا سے ہوں گے حسنی سید ہوں گے۔۳؎ یہ بطور مثال ارشاد فرمایا گیا یعنی امام مہدی کی تشریف آوری کا فیصلہ ہو چکا ہے۔وہ یقیناً دنیا میں آئیں گے فرض کرلو کہ اگر دنیا کی زندگی ختم ہو چکی ہوتی صرف ایک دن باقی رہ گیا ہوتا تب بھی وہ ضرور تشریف لاتے کہ وہ دن ہی دراز ہو جاتا۔۴؎ یعنی ان کا نام محمد ابن عبداللہ ہوگا۔اس حدیث سے ان روافض کا رد ہوگیا۔جو کہتے ہیں کہ امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔ان کا نام محمد ابن حسن عسکری ہے۔یہ غلط ہے وہ پیدا ہوں گے اور محمد ابن عبداللہ نام ہوگا۔۵؎ یعنی ان سے پہلے دنیا میں بہت ظلم وستم پھیل چکا ہوگا۔آپ عدل وانصاف کریں گے قسط سے مراد ہر حق والے کو اس کا حق دے دینا اور عدل سے مراد شریعت کے احکام جاری کرنا۔(مرقات)

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْمَهْدِيُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مِنْ اَوْلَادِ فَاطِمَةَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۵۲۱۳) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مہدی میری اولاد سے اولاد فاطمہ سے ہے۱؎ (ابوداؤد)

(۵۲۱۳) ۱؎ عترت کے معنی ہیں اہل قرابت عزیز اس میں حضور کی اولاد اور ازواج پاک سب ہی داخل ہیں۔بعض نے فرمایا کہ سارے قریشی حضور کی عترت ہیں۔واللہ اعلم۔اولاد فاطمہ کہہ کر یہ فرمایا کہ یہاں عترت سے مراد اولاد ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ امام مہدی سید ہوں گے۔مرزا قادیانی مرزا ہو کر امام مہدی بنتا ہے تعجب ہے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَهْدِيُّ مِنِّيْ اَجْلَى الْجَبْهَةِ اَقْنَى الْاَنْفِ يَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِيْنَ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۵۲۱۴) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مہدی مجھ سے ہیں۱؎ چوڑی پیشانی والے اونچی ناک والے۲؎ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسے وہ ظلم وستم سے بھری ہوئی تھی۔سات سال سلطنت کریں گے۔۳؎ (ابوداؤد)

(۵۲۱۴) ۱؎ یعنی میری امت میری جماعت بلکہ میری اولاد سے ہیں۔یا مجھ سے بہت قرب رکھنے والے ہیں۔جیسے فرمایا گیا کہ حسین مجھ سے ہیں میں حسین سے یعنی میں ان سے قریب وہ مجھ سے قریب۔۲؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل بھی ہوں گے حضور کی جیتی جاگتی تصویر کہ یہ دونوں صفتیں حضور انور کی ہیں۔چوڑی پیشانی اونچی ناک شریف کشادہ پیشانی اونچی بنی انتہائی حسن ہے۔پتلی اونچی لمبی ناک سبحان اللہ۔۳؎ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں حضرت امام مہدی سلطان ہوں گے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام وزیر اعظم یا وزیر دفاع کیونکہ امام مہدی کو بادشاہ فرمایا گیا۔جن روایات میں ہے آٹھ سال سلطنت کریں گے وہاں تقریباً آٹھ سال مراد ہیں یعنی سات سال چند ماہ نیز آٹھ یا نو سال کی روایات مشکوک ہیں۔سات سال کی روایت یقینی ہے۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قِصَّةِ الْمَهْدِيِّ قَالَ فَيَجِيْئُ اِلَيْهِ الرَّجُلُ فَيَقُوْلُ يَا مَهْدِيُّ

(۵۲۱۵) روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راوی امام مہدی کے قصے کے بارے میں فرمایا پھر آئے گا ان کے پاس

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَعْطِنِیْ قَالَ اَعْطِنِیْ قَالَ فَیَحْثِیْ لَهٗ فِیْ ثَوْبِهٖ مَا اسْتَطَاعَ اَنْ یَّحْمِلَهٗ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

ایک شخص کہے گا اے مہدی مجھے دیجئے مجھے دیجئے۔ فرمایا آپ اس کے کپڑے میں لپ بھر کے ڈالتے رہیں گے۔ جس قدر اٹھانے کی وہ طاقت رکھے۔ (ترمذی)

(۵۲۱۵) ۱؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مہدی جیسے صورت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں گے ویسے ہی سیرت واخلاق میں بھی، ان کی طبیعت میں جود، سخاوت، رحم وکرم انتہائی ہوگا۔ گٹھڑی بھر بھر دینا جو منگتے سے اٹھ نہ سکے حضور کی ہی سخاوت ہے۔ حضور انور نے حضرت عباس کو اتنا دیا کہ گٹھڑی ان سے اٹھ نہ سکی۔

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَكُوْنُ اخْتِلَافٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِیْفَةٍ فَیَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ هَارِبًا اِلٰی مَكَّةَ فَیَاْتِیْهِ نَاسٌ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ فَیُخْرِجُوْنَهٗ وَهُوَ كَارِهٌ فَیُبَایِعُوْنَهٗ بَیْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَیُبْعَثُ اِلَیْهِ بَعْثٌ مِّنَ الشَّامِ فَیُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَیْدَآءِ بَیْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ فَاِذَا رَاَی النَّاسُ ذٰلِكَ اَتَاهُ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعَصَآئِبُ اَهْلِ الْعِرَاقِ فَیُبَایِعُوْنَهٗ ثُمَّ یَنْشَاُ رَجُلٌ مِّنْ قُرَیْشٍ اَخْوَالُهٗ كَلْبٌ فَیَبْعَثُ اِلَیْهِمْ بَعْثًا فَیَظْهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ وَذٰلِكَ بَعْثُ كَلْبٍ وَیَعْمَلُ فِی النَّاسِ بِسُنَّةِ نَبِیِّهِمْ وَیُلْقِی الْاِسْلَامُ بِجِرَانِهٖ فِی الْاَرْضِ فَیَلْبَثُ سَبْعَ سِنِیْنَ ثُمَّ یُتَوَفّٰی وَیُصَلِّیْ عَلَیْهِ الْمُسْلِمُوْنَ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۲۱۶) روایت ہے حضرت ام سلمہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ ایک خلیفہ کی وفات کے وقت اختلاف ہوگا ۱؎ تو ایک شخص اہل مدینہ سے مکہ معظمہ کی طرف بھاگتے ہوئے نکلے گا ۲؎ تو مکہ والوں میں سے کچھ لوگ اس کے پاس آئیں گے اسے باہر لائیں گے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتا ہوگا ۳؎ یہ لوگ اس سے مقام ابراہیم اور سنگ اسود کے درمیان بیعت کریں گے ۴؎ اور ان کی طرف شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا۔ اسے مکہ ومدینہ کے درمیان ایک میدان میں دھنسا دیا جائے گا ۵؎ جب لوگ یہ دیکھیں گے تو ان کے پاس شام کے ابدال اور عراق والوں کی جماعتیں آئیں گی تو اس سے بیعت کرلیں ۶؎ پھر قریش کا ایک شخص نکلے گا جس کے ماموں بنوکلب ہوں گے۔ وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا۔ وہ ان پر غالب آئیں گے۔ ۷؎ یہ بنی کلب کا لشکر ہوگا۔ وہ لوگوں میں ان کے نبی کی سنت پر عمل کرے گا ۸؎ اور اسلام زمین میں اپنی گردن بچھادے گا ۹؎ پھر وہ سات سال قیام کریں گے، پھر وفات پاجائیں گے اور ان پر مسلمان نماز پڑھیں گے ۱۰؎ (ابوداؤد)

(۵۲۱۶) ۱؎ اس خلیفہ کا نام معلوم نہیں ہوسکا مگر یہ آخری خلیفہ ہوگا جس کے بعد امام مہدی خلیفہ ہوں گے پارلیمنٹ کے ممبروں میں اختلاف ہوگا کہ کسے خلیفہ چنیں۔ ۲؎ یعنی جس شہر میں اس خلیفہ کا انتقال ہوگا اور جہاں دوسرے خلیفہ کا چناؤ ہونے والا ہوگا وہاں ہی یہ صاحب رہتے ہوں گے وہ اس خوف سے سب سے نکل جائیں گے کہ لوگ انہیں خلیفہ نہ چن لیں۔ سلطنت سے نفرت کرتے ہوئے نکلیں گے۔ جو حکومت سے متنفر ہو اس کا حاکم بننا مبارک ہوتا ہے اور جو حکومت کا طالب ہو اس کا حاکم بننا فساد کا باعث ہے۔ یہاں مدینہ منورہ سے مراد یا مدینہ منورہ ہے یا وہ شہر جہاں خلیفہ کا چناؤ ہو رہا ہوگا۔ مگر خیال رہے کہ وہ خلیفہ مدینہ منورہ میں نہیں ہوگا جس کا انتقال ہوا ہوگا۔ خلافت عثمان کے بعد ہی مدینہ منورہ سے خلافت منتقل ہوچکی۔ حضرت امیر معاویہ کی یہ پیش گوئی درست ہوئی کہ مدینہ میں خلیفہ کا قتل ہوا۔ اب مدینہ سے خلافت منتقل ہوگئی چنانچہ اب تک کوئی خلیفہ مدینہ منورہ میں نہیں رہا۔ نہ آئندہ رہنے کی امید ہے۔ ۳؎ یعنی وہ مکہ مکرمہ میں

https://archive.org/details/@madni_library

کسی گھر میں تشریف فرما ہوں گے۔ لوگوں سے چھپے ہوئے مگر لوگ یعنی مکہ والے ان کے دروازہ پر پہنچ کر انہیں تقاضا کرکے باہر لائیں گے اور ان کے ہاتھ شریف پر جبراً بیعت کریں گے اور انہیں اپنا خلیفہ مان لیں گے۔ ۴ غالبًا یہ بیعت کعبہ معظمہ کے حطیم شریف میں واقع ہوگی۔ کہ حطیم شریف سنگ اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان آجاتی ہے۔ (مرقات) ۵ یعنی اس وقت شام کا بادشاہ کوئی کافر ہوگا۔ جب اسے ان کی خلافت کا پتا لگے گا تو وہ ان سے جنگ کرنے کیلئے ایک بڑا لشکر بھیجے گا۔ اس لشکر کا نام لشکر سفیانی ہوگا۔ کہ یہ لوگ خالد ابن یزید ابن ابی سفیان کی اولاد سے ہوں گے یہ شخص یعنی خالد دراز سر چیچک رو سفید آنکھ والا تھا۔ یہ لشکر ایک چٹیل میدان میں زمین میں غرق ہوجائے گا۔ یہ میدان حرمین طیبین کے درمیان ہے۔ یہ وہ میدان نہیں جو ذوالحلیفہ کے سامنے مدینہ منورہ میں ہے (مرقات) اس لشکر میں صرف ایک شخص بچے گا جو ان کی ہلاکت کی خبر لوگوں تک پہنچائے گا۔ ۶ یعنی حضرت امام مہدی کی یہ کرامت جب لوگوں میں مشہور ہوگی تو شام کے ابدال اور عراق کی جماعتیں ان کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے بیعت کریں گی۔ ابدال اولیاء اللہ کی ایک جماعت ہے۔ جن کی تعداد ستر ہے۔ چالیس شام میں اور تیس دوسرے مقامات میں رہتے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی وفات پاتا ہے تو عام مسلمانوں میں سے کسی کو اس کی جگہ مقرر کردیا جاتا ہے۔ اس لئے انہیں ابدال کہتے ہیں۔ حضرت معاذ ابن جبل فرماتے ہیں کہ جس میں رضا بالقضاء بری باتوں سے زبان روکنا۔ اللہ کیلئے غصہ کرنا پایا جائے وہ انشاء اللہ ابدال میں داخل ہوگا۔ امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ جو شخص روزانہ تین بار یہ دعا پڑھ لیا کرے تو انشاء اللہ ابدال میں سے ہوگا۔ **اللھم اغفر لامت محمد اللھم ارحم امة محمد اللھم تجاوز عن امة محمد**۔ عراق سے بھی اولیاء اللہ کی جماعت آکر امام مہدی کی بیعت کرے گی۔ (اشعہ) ۷ یعنی یہ خبیث انسان اپنے ماموں بنی کلب کی مدد لے کر جناب امام مہدی کے مقابلہ میں لشکر بھیجے گا تو امام مہدی کے لشکر والے اس لشکر پر فتح پائیں گے۔ یہ لوگ شکست فاش پائیں گے۔ ۸ یعنی امام مہدی لوگوں میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھیلائیں گے۔ ان سے سنت پر عمل کرائیں گے۔ دنیا میں بڑی برکات ہوں گی۔ ۹ جران جیم کے کسرہ ر کے فتحہ سے اونٹ کی گردن۔ جب اونٹ اطمینان سے زمین پر بیٹھتا ہے۔ تو اپنی گردن بچھا دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں جنگ جدال وغیرہ بند ہوجائیں گے۔ لوگوں کو امن نصیب ہوگا۔ اسلام کی بہت اشاعت ہوگی۔ استقامت اسلام کو سمجھانے کیلئے یہ فرمایا گیا۔ ۱۰ یعنی امام مہدی خلیفہ بننے کے بعد سات سال خلافت کریں گے پھر آپ کی وفات ہوگی یہ پتانہیں چلا کہ وفات کہاں ہوگی۔ شیعہ کہتے ہیں کہ حسن عسکری کے بیٹے محمد ہی امام مہدی ہیں جو پیدا ہوچکے ہیں اور غائب ہوگئے ہیں۔ قریب قیامت ظاہر ہوں گے۔ یہ عقیدہ محض باطل ہے۔ خیال رہے کہ صوفیاء کی اصطلاح میں اولیاء اللہ کے طبقات وتعداد مختلف ہیں۔ چنانچہ ہمیشہ دنیا میں ایک قطب ہوگا اور چار اوتاد' چالیس یا ستر ابدال' تین سو یا پانچ سو نقیب بعض کے نزدیک پانچ امناء یا نجباء بھی ہیں۔ ان کے کام ونام کتب صوفیاء میں ملاحظہ کرو۔ زمانہ تابعین میں اویس قرنی قطب الوقت تھے۔ پھر حضور شیخ عبدالقادر جیلانی بالاتفاق قطب ہیں (مرقات) ان حضرات کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اس کی بحث آخر میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ غوث اعظم قطب عالم غالبًا ایک ہی ولی کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیوض باطنی قطب عالم پر نازل ہوتے ہیں۔ پھر قطب عالم کی طرف سے عالم میں بقدر ظرف تقسیم ہوتے ہیں۔ چاروں سمتوں میں رہتے ہیں مشرق' مغرب' جنوب اور شمال یہ حضرات قطب سے فیض لے کر اپنے علاقے میں تقسیم کرتے ہیں۔ (مرقات) خیال رہے کہ یہ فیوض باطنی کا حال ہے۔ مسائل فقہیہ صوفیاء کے کشف سے ثابت نہیں ہوتے۔ اگرچہ وہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی نقل فرمائیں۔ کیونکہ شریعت کے دلائل کتاب وسنت ہیں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نہ کہ صرف کشف (مرقات) ہاں کشف سے فقہی مسئلہ کی تائید ہوسکتی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَلَاءً یُصِیْبُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ حَتّٰی لَایَجِدُ الرَّجُلُ مَلْجَاً یَلْجَاُ اِلَیْہِ مِنَ الظُّلْمِ فَیَبْعَثُ اللّٰہُ رَجُلًا مِّنْ عِتْرَتِیْ وَاَھْلِ بَیْتِیْ فَیَمْلَاُ بِہِ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا یَرْضٰی عَنْہُ سَاکِنُ السَّمَآءِ وَسَاکِنُ الْاَرْضِ لَا تَدَعُ السَّمَآءُ مِنْ قَطْرِھَا شَیْئًا اِلَّا صَبَّتْہُ مِدْرَارًا وَّلَا تَدَعُ وَالْاَرْضُ مِنْ نَبَاتِھَا شَیْئًا اِلَّا اَخْرَجَتْہُ حَتّٰی یَتَمَنَّی الْاَحْیَاءُ الْاَمْوَاتَ یَعِیْشُ فِیْ ذٰلِکَ سَبْعَ سِنِیْنَ اَوْثَمَانَ سِنِیْنَ اَوْ تِسْعَ سِنِیْنَ۔ (رَوَاہُ الْحَاکِمُ فِیْ مُسْتَدْرَکِہٖ)

(۵۲۱۷) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بلا کا ذکر فرمایا جو اس امت کو پہنچے گی حتی کہ آدمی جائے پناہ نہ پائے گا جہاں ظلم سے پناہ لے تو اللہ تعالٰی میری اولاد اور میرے گھر والوں سے ایک شخص کو بھیجے گا کہ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی تھی اس سے آسمان و زمین کے رہنے والے راضی ہوں گے۱؎ آسمان اپنا کوئی قطرہ نہ چھوڑے گا مگر وہ برسادے گا بہتا ہوا۔۲؎ اور زمین اپنی کوئی سبزی نہ چھوڑے گی مگر اگا دے گی۳؎ حتی کہ زندہ لوگ مردوں کی تمنا کریں گے۴؎ وہ اسی حالت میں سات سال یا آٹھ سال یا نو سال زندہ رہیں گے۵؎ روایت کیا اسے حاکم نے مستدرک میں۔

(۵۲۱۷) ۱؎ یعنی امام مہدی سے دنیا کے لوگ آسمانوں کے فرشتے خوش ہوں گے کیونکہ وہ سلطان عادل بھی ہوں گے ولی کامل بھی۔ سلطان عادل سے زمین والے خوش رہتے ہیں اور ولی کامل سے آسمان والے راضی۔ لہذا یہ فرمان عالی بالکل درست ہے۔۲؎ یعنی بوقت ضرورت بارش ہوگی اور پوری ہوگی نہ کم کہ پیداوار کم ہو اور نہ زیادہ کہ کھیت تباہ ہو جائے اس فرمان عالی کا یہ مطلب ہے یعنی ضرورت والی بارش پوری آئے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ جتنا پانی سمندروں میں ہے سب ہی برس جائے گا کہ پھر تو دنیا تباہ ہو جائے۔۳؎ یعنی جس قدر پیداوار ہوسکتی ہے وہ ہوگی اور جس قسم کی چیزیں زمین سے پیدا ہوسکتی ہیں وہ سب پیدا ہو جائیں گی ہر قسم کے دانہ پھل نہایت کثرت سے ہوں گے۔ اللہ تعالٰی اپنی رحمتوں کے دروازے کھول دے گا جب بادشاہ اچھا ہو اللہ کی رحمت بہت زیادہ ہوتی ہے۴؎ یعنی زندہ لوگ آرزو کریں گے کہ ہمارے مردے آج زندہ ہوتے تو وہ بھی آج کی برکتیں، رحمتیں دیکھتے اور ان سے فائدے اٹھاتے۔۵؎ یہ شک راوی کو ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سال فرمائے یا آٹھ سال یا نو سال مگر گزشتہ حدیث سے ثابت ہوا کہ سات سال کی روایت قوی ہے، یہاں مشکوۃ شریف نے سفید جگہ چھوڑی ہے تاکہ معلوم ہو کہ اس حدیث کا مخرج صاحب مشکوۃ کو نہ ملا مگر اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ وَّرَآءِ النَّھْرِ یُقَالُ لَہُ الْحَارِثُ حَرَّاثٌ عَلٰی مُقَدِّمَتِہٖ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ مَنْصُوْرٌ یُوَطِّنُ اَوْ یُمَکِّنُ لِاٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا مَکَّنَتْ قُرَیْشٌ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ وَجَبَ عَلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ نَصْرُہٗ اَوْ قَالَ اِجَابَتُہٗ۔ (رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۲۱۸) روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ وراء النہر سے ایک شخص نکلے گا جسے حارث کہا جائے گا۱؎ کسان ہوگا۲؎ اس کے لشکر کے اگلے حصہ پر ایک شخص ہوگا۔ جسے منصور کہا جائے گا۳؎ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو ایسی ہی جگہ دے گا جیسے قریش نے اللہ کے رسول کو جگہ دی تھی۔۴؎ ہر مسلمان پر اس کی مدد ضروری ہے۔ یا فرمایا اس کی بات قبول کرنا

https://archive.org/details/@madni_library

ضروری ہے۔۵(ابوداؤد)

(۵۲۱۸) ۱؎ وراء النہر ایک علاقہ کا نام ہے جس میں بہت سے شہر ہیں۔ جیسے بخارا اور سمرقند وغیرہ۔۲؎ یعنی اس کا نام حارث ہوگا۔ لقب حراث کیونکہ کھیتی باڑی کرتا ہوگا۔۳؎ منصور یا تو اس کا نام ہوگا یا اس کا لقب غالبًا یہ صاحب حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔ (مرقات) ۴؎ یہاں قریش سے مراد ابوطالب، حمزہ اور دوسرے وہ قریشی حضرات ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دل وجان سے خدمت وحفاظت کرتے رہے۔ اگرچہ اہل سنت کے نزدیک ابوطالب کا ایمان ثابت نہیں، بعض نے فرمایا کہ آل محمد سے مراد حضرت امام مہدی اوران کے متبعین ہیں۔ یعنی حارث یا منصور امام مہدی کے بڑے معاون اور مددگار ہوں گے۔۵؎ یعنی ہر مسلمان پر حارث یا منصور کی مدد کرنا ضروری ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُكَلِّمَ السِّبَاعُ الْاِنْسَ وَحَتّٰی تُكَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَةُ سَوْطِهٖ وَشِرَاكُ نَعْلِهٖ وَيُخْبِرُهٗ فَخِذُهٗ بِمَا اَحْدَثَ اَهْلُهٗ بَعْدَهٗ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۲۱۹) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قیامت نہ آئے گی حتیٰ کہ درندے انسانوں سے باتیں کریں گے۱؎ اور حتیٰ کہ آدمی سے اس کے کوڑے کا پھندنا اور اس کے جوتے کا تسمہ باتیں کرے گا اور اس کی ران اسے وہ سب خبر دے گی جو اس کے گھر والوں نے اس کے پیچھے۲؎ کیا (ترمذی)

(۵۲۱۹) ۱؎ یعنی ہر قسم کے درندے خواہ چرندے ہوں جیسے شیر بھیڑیا وغیرہ یا پرندے جیسے باز شکرہ وغیرہ ہر قسم کے انسان سے باتیں کریں گے۔ اس انسان کی زبان میں جو اس کی مادری ہو۔ حدیث بالکل ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ مومن وکافر ہر انسان سے کلام کریں گے۔ اولیاء اللہ سے تو آج بھی کلام کرتے ہیں بلکہ ان سے شجر وحجر کلام کرتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں: شعر:-

نطق آب ونطق خاک وگل ہست محسوس حواس اہل دل
فلسفی گو منکر حنانہ است از حواس اولیاء بیگانہ است

۲؎ یعنی ایسی مشینیں ایجاد ہو جائیں گی جو انسانوں کے کلام بلکہ کام کو کیچ کرلیا کریں گی جو مشینیں دیواروں، جوتوں، کواڑوں میں فٹ ہوں گی اور اسے ہر بات بتائیں گی۔ موجودہ سائنس نے ان چیزوں کو ممکن بلکہ قریب الوقوع بنادیا۔ در ودیواروں سے تو اب بھی آوازیں آرہی ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْاٰيَاتُ بَعْدَ الْمِائَتَيْنِ . (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۵۲۲۰) روایت ہے حضرت ابوقتادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑی نشانیاں دوسو برس کے بعد ہیں۱؎ (ابن ماجہ)

(۵۲۲۰) ۱؎ یعنی بڑی علامات قیامت یا ان علامات کا لگا تار ظہور آج سے دوسو برس بعد شروع ہوگا یا ہجرت سے یا ہماری وفات سے سنہ ایک ہزار ہجری سے دوسو برس بعد شروع ہوگا اس بعدیت میں بڑی گنجائش ہے اگر دوہزار برس بعد بھی ہو تب ان دوسو کے بعد

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہی ہے۔

وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّايَاتِ السُّوْدَ قَدْ جَاءَتْ مِنْ قِبَلِ خُرَاسَانَ فَأْتُوْهَا فَإِنَّ فِيْهَا خَلِيْفَةَ اللّٰهِ الْمَهْدِيَّ .(رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ)

(۵۲۲۱) روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم کالے جھنڈے دیکھو۱ کہ خراسان کی طرف آرہے ہیں۲ تو تم وہاں جانا کیونکہ اس میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۳ (احمد، بیہقی دلائل النبوۃ)

(۵۲۲۱) ۱اس میں خطاب حضرات صحابہ سے نہیں بلکہ عام مسلمانوں سے ہے کیونکہ یہ واقعہ حضرات صحابہ کے زمانہ میں نہیں بلکہ قریب قیامت ہے۔ اگرچہ اس وقت حضرت خضر علیہ السلام موجود ہوں گے۔ یہ حضور کے صحابی ہیں، نیز بعض صحابہ ہوں گے مگر وہ زمانہ صحابہ کرام کا زمانہ نہیں ہوگا لہذا خطاب عام ہے۔ ۲یعنی اسلام کا عظیم الشان اور جرار لشکر جو بہت سے جھنڈوں کے تلے ہوگا۔ غالبًا یہ لشکر جرار حارث اور منصور کا ہوگا جن کا ذکر پہلے ہو چکا۔ ۳یعنی اس لشکر پر امام مہدی بذات خود سپاہیانہ شان سے ہوں گے۔ آپ اس وقت خلیفہ نہ بنے ہوں گے یا یہ مطلب ہے کہ اس لشکر پر امام مہدی کا ہاتھ ہوگا ان کی نصرت ہوگی۔ لہذا یہ حدیث اس فرمان عالی کے خلاف نہیں کہ حضرت امام مہدی کا ظہور حرمین شریفین کے درمیان ہوگا کہ وہ وقت آپ کی خلافت کے ظہور کا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیاہ رنگ ماتمی نہیں جو کہ روافض کا خیال ہے فتح مکہ کے دن حضور کا عمامہ سیاہ تھا ان جھنڈوں کا رنگ سیاہ ہی ہوگا۔

وَعَنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ وَّنَظَرَ إِلَى ابْنِهِ الْحَسَنِ قَالَ إِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ كَمَا سَمَّاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهٖ رَجُلٌ يُسَمّٰى بِاسْمِ نَبِيِّكُمْ يُشْبِهُهٗ فِي الْخُلُقِ وَلَا يُشْبِهُهٗ فِي الْخَلْقِ ثُمَّ ذَكَرَ قِصَّةً يَمْلَأُ الْأَرْضَ عَدْلًا .(رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَلَمْ يَذْكُرِ الْقِصَّةَ)

(۵۲۲۲) روایت ہے حضرت ابواسحاق سے۱ فرماتے ہیں فرمایا حضرت علی نے اور اپنے بیٹے حسن کو دیکھا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سید فرمایا۲ اس کی پشت سے ایک شخص نکلے گا۳ جو تمہارے نبی کے نام سے موسوم ہوگا۔ عادت میں ان کے مشابہ ہوگا اور شکل میں مشابہ نہ ہوگا۴ پھر پورا قصہ بیان فرمایا کہ وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا (ابوداؤد) اور قصہ کا ذکر نہ فرمایا۔

(۵۲۲۲) ۱آپ ابواسحاق سبیعی ہمدانی کوفی ہیں تابعی ہیں۔ بہت صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے۔ شہادت عثمان سے دو سال پہلے پیدا ہوئے اور ۱۲۹ھ میں وفات پائی بڑے متقی عالم بڑے محدث ہیں (اکمال مرقات) ۲یعنی حضرت حسن مسلمانوں کا سردار ہے۔ آج حضور کی اولاد کو جو سید کہتے ہیں۔ اس کا ماخذ یہ ہی حدیث ہے۔ رب تعالٰی نے یحیٰی علیہ السلام کے متعلق فرمایا: سَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (۳۹،۳) سردار اور ہمیشہ کے لئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے۔ (کنزالایمان) ۳امام مہدی والد کی طرف سے حسنی سید ہوں گے والدہ کی طرف سے حسینی آپ کے اصول میں کوئی والدہ حضرت عباس کی اولاد سے ہوں گی۔ لہذا آپ حسنی بھی ہیں حسینی بھی اور عباسی بھی۔ لہذا احادیث میں تعارض نہیں (اشعہ) غالبًا آپ حضور غوث الثقلین شیخ سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے ہوں گے۔ حضور غوث پاک بھی حسینی سید ہیں۔ اس میں روافض کی تردید ہے۔ کہ محمد ابن حسن عسکری امام مہدی ہیں جو غار میں چھپے ہوئے ہیں کیونکہ وہ حسینی سید ہیں حسنی نہیں۔ خیال رہے کہ لامهدی الا عیسٰی نہایت ہی ضعیف بلکہ موضوع حدیث ہے۔ حضرت

https://archive.org/details/@madni_library

عیسیٰ تو ابن مریم ہیں اور امام مہدی ابن رسول اللہ ہیں۔ (مرقات) اور اگر وہ حدیث صحیح بھی ہو تب بھی وہاں مہدی سے مراد ہدایت یافتہ معصوم ہے نہ کہ امام مہدی (مرقات) ۳؎ یعنی امام مہدی اخلاق آداب عادات میں ہماری طرح ہوں گے ہم شکل نہ ہوں گے۔ اگرچہ بعض باتوں میں ہماری ہم شکل ہوں گے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ فُقِدَ الْجَرَادُ فِي سَنَةٍ مِّنْ سِنِي عُمَرَ الَّتِي تُوُفِّيَ فِيهَا فَاهْتَمَّ بِذٰلِكَ هَمًّا شَدِيْدًا فَبَعَثَ إِلَى الْيَمَنِ رَاكِبًا وَّرَاكِبًا إِلَى الْعِرَاقِ وَرَاكِبًا إِلَى الشَّامِ يَسْئَلُ عَنِ الْجَرَادِ هَلْ أُرِيَ مِنْهُ شَيْئًا فَأَتَاهُ الرَّاكِبُ الَّذِي مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ بِقَبْضَةٍ فَنَثَرَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَمَّا رَاٰهَا عُمَرُ كَبَّرَ وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ أَلْفَ أُمَّةٍ سِتُّ مِائَةٍ مِّنْهَا فِي الْبَحْرِ وَأَرْبَعُ مِائَةٍ فِي الْبَرِّ فَإِنَّ أَوَّلَ هَلَاكِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْجَرَادُ فَإِذَا هَلَكَتِ الْجَرَادُ تَتَابَعَتِ الْأُمَمُ كَنِظَامِ السِّلْكِ.

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيْمَانِ)

(۵۲۲۳) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کے برسوں میں اس برس جس میں آپ کی وفات ہوئی ٹڈی گم ہوگئی تو آپ اس سے سخت غمگین ہوئے ۱؎ تو آپ نے ایک سوار یمن کی طرف اور ایک سوار عراق کی طرف اور ایک سوار شام کی طرف بھیجا۔ ٹڈی کے متعلق سوال فرماتے تھے کہ کیا کچھ ٹڈیاں دیکھی گئیں تو آپ کے پاس وہ سوار جو یمن گیا تھا مٹھی بھر ٹڈیاں لایا اور آپ کے سامنے بکھیر دیں جب انہیں دیکھا تو حضرت عمر نے تکبیر کہی ۲؎ اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ عزوجل نے ایک ہزار امتیں پیدا کیں ۳؎ جن میں سے چھ سو دریا میں ہیں اور چار سو خشکی میں ۴؎ اور سب سے پہلے ہلاکت میں ٹڈی ہے۔ جب ٹڈی ہلاک ہو جائے گی تو دوسری امتیں لگاتار ہلاک ہوں گی جیسے لڑی کا دھاگہ ۵؎ (بیہقی، شعب الایمان)

(۵۲۲۳) ۱؎ آپ نے سمجھا کہ ٹڈی دنیا سے ختم ہوگئی اور یہ ختم ہونا دوسری مخلوق کے ختم ہو جانے کی علامت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت قریب آ گئی۔ یہ حضرت عمر کے خوف الٰہی کی انتہاء ہے ورنہ آپ کو معلوم تھا کہ ابھی مسلمان بلکہ صحابہ کرام زندہ ہیں۔ قرآن باقی ہے دجال وغیرہ نہیں ظاہر ہوئے۔ ابھی قیامت کیسی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پانچ سو سال بعد قیامت آئے گی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل دیکھ کر خوف کے آثار نمودار ہو جاتے تھے ۲؎ یعنی آپ نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا خوشی سے کہ الحمدللہ ابھی امان ہے معلوم ہوا کہ ٹڈی امن و برکت والا جانور ہے ہاں کبھی عذاب الٰہی بن کر بھی آتا ہے۔ جیسے پانی برکت والی چیز ہے مگر اس کا سیلاب عذاب ہے۔ ہر چیز میں رحمت و عذاب کی جہتیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ خوشی میں نعرہ تکبیر لگانا سنت صحابہ ہے۔ اسے منع قرار دینا جہالت ہے۔ ۳؎ اصولی امتیں ایک ہزار ہیں۔ فروعی امتیں اٹھارہ ہزار جیسے گھوڑا ایک مخلوق ہے۔ خچر اس میں داخل۔ سانپ ایک مخلوق اس کی قسمیں اسی ایک میں داخل۔ لہذا روایات میں تعارض نہیں بلکہ امتیں تو لاکھوں قسم کی ہیں اٹھارہ ہزار عالم ہیں یا جاندار اصولی مخلوق ایک ہزار ہے باقی مخلوق بہت زیادہ۔ ۴؎ خشکی کا ہر جانور سمندر میں موجود ہے جیسے دریائی انسان دریائی سور، دریائی شیر، دریائی گھوڑا گائے۔ میں نے دریائی بھینس دیکھی ہے مگر دریائی ہر جانور خشکی میں نہیں۔ چنانچہ خشکی میں مچھلی، مگر مچھ گھڑیال وغیرہ نہیں۔ لہذا دریائی مخلوق زیادہ ہے۔ ۵؎ کہ جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹنے پر دانے لگا تار آگے پیچھے گرتے ہیں۔ ایسے ہی ان قوموں کی موت مسلسل واقع ہوگی۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ الْعَلَامَاتِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَذِكْرِ الدَّجَّالِ

علامات اور دجال کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

ان علامات سے مراد قیامت کی دس بڑی بڑی علامات ہیں۔ ورنہ قیامت کی چھوٹی بڑی بہت علامات ہیں جو پہلے مذکور ہوئیں جیسے امام مہدی کا ظہور وغیرہ ۔۲ دجال بروزن اقوال مبالغہ کا صیغہ ہے بنا ہے دجل سے' معنی جھوٹ یا فریب وغیرہ یا ملمع سازی یا حق و باطل کا خلط ملط ۔ چونکہ دجال میں یہ تمام عیوب ہوں گے۔ اس لئے اسے دجال کہتے ہیں۔ دجال دو قسم کے ہیں چھوٹے اور بڑے چھوٹے دجال بہت ہوئے ہیں اور ہوں گے۔ ہر جھوٹا نبی' جھوٹا مولوی صوفی' جو لوگوں کو گمراہ کریں وہ دجال ہیں۔ بڑا دجال صرف ایک ہے جو دعویٰ خدائی کرے گا' اس کا نام اس کی قوم کا پتا نہیں چلا۔ مشہور یہ ہے کہ اس کی اصل یہود سے ہوگی' واللہ ورسولہ اعلم ۔ جب اللہ رسول نے اس کی یہ باتیں بیان نہ فرمائیں تو ہم تحقیق کرنے والے کون۔ مرزا قادیانی کہتا تھا کہ انگریز دجال ہیں۔ ریل ان کا گدھا ہے اور مسیح موعود انہیں فنا کرنے والا۔ لوگ اتنا نہیں سوچتے کہ ریل دجال کا' ایسا گدھا ہے جس پر یہ مسیح صاحب زندگی میں سوار ہوتے رہے اور بعد مرنے ان کی لاش لاہور سے قادیان تک اسی گدھے پر گئی اور خود انگریزوں کی غلامی میں مرے انہیں تو کیا مارتا خود انگریزوں کی موجودگی میں ہلاک ہوا۔

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اُسَيْدِ نِ الْغِفَارِيِّ قَالَ اطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ فَقَالَ مَا تَذْكُرُوْنَ قَالُوْا نَذْكُرُ السَّاعَةَ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْا قَبْلَهَا عَشْرَ اٰيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّآبَّةَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنُزُوْلَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ وَيَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَثَلٰثَةَ خُسُوْفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاٰخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ اِلٰى مَحْشَرِهِمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدْنٍ تَسُوْقُ النَّاسَ اِلَى الْمَحْشَرِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فِي الْعَاشِرَةِ وَرِيْحٌ تُلْقِي النَّاسَ فِي الْبَحْرِ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۲۴) روایت ہے حضرت حذیفہ ابن اسید غفاری سے۱ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر تشریف لائے۔ جب کہ ہم کچھ تذکرہ کر رہے تھے۔ تو فرمایا کہ کیا تذکرہ کرتے ہو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ فرمایا قیامت ہرگز نہ آئے گی حتی کہ اس سے پہلے دس نشانیاں دیکھ لو پھر حضور نے دھواں۲ دجال جانور۳ سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا' عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا اور یاجوج و ماجوج۴ اور تین دھنسے ایک دھنسا پورب میں دوسرا پچھم میں اور ایک دھنسا عرب کے جزیرہ میں۵ اور ان سب کے آخر میں آگ جو یمن سے نکلے گی ۶ لوگوں کو ان کی قیامت گاہ کی طرف ہانک دے گی۔ ۷ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ آگ جو عدن کے بیچ سے نکلے گی۔ لوگوں کو محشر کی طرف ہانک دے گی۔ ۸ اور ایک روایت میں ہے دسویں علامت کے بارے میں ہے کہ وہ ہوا جو لوگوں کو دریا میں ڈال دے گی۹ (مسلم)

(۵۲۲۴) ۱ آپ صحابی ہیں بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔ آخر میں کوفہ قیام رہا۔ ۲ حق یہ ہے کہ اس دھوئیں سے مراد وہ

https://archive.org/details/@madni_library

دھواں نہیں جو ہجرت سے پہلے قریش کو قحط سالی میں سخت بھوک کی وجہ سے محسوس ہوا تھا۔ بلکہ اس دھواں سے مراد قرب قیامت والا وہ دھواں ہے جو قریب قیامت مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا۔ جس سے مسلمانوں کو زکام سا محسوس ہوگا اور کفار دیوانہ ہو جائیں گے یہ دھواں چالیس دن رہے گا۔ ۳؎ یہ جانور مکہ معظمہ کے حرم کعبہ سے نمودار ہوگا۔ صفا مروہ پہاڑوں کے درمیان سے' یہ چوپایہ ہے ساٹھ گز قد اس کے مختلف اعضاء بدن مختلف جانوروں کے سے ہوں گے۔ اس کے پاس عصاء موسوی' مہر سلیمانی ہوگی' ہر شخص کو پکڑ کر اس کی پیشانی پر مہر سلیمانی لگائے گا۔ جس پر سفید نقش نمودار ہوں وہ مومن ہوگا۔ سیاہ نقش والا کافر اس جانور کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے: اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (۲۷، ۸۲) ہم زمین سے ان کے لیے ایک چوپایا نکالیں گے جو لوگوں سے کلام کرے گا۔ (کنزالایمان) مرقات نے فرمایا کہ یہ جانور تین بار نکلے گا۔ امام مہدی کے زمانہ میں پھر نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد پھر آفتاب کے مغرب سے نکلنے کے بعد (مرقات) ۴؎ ان علامات کے ظہور کی ترتیب یہ ہے پہلے دھواں پھر دجال پھر عیسیٰ علیہ السلام کا نزول' پھر یاجوج ماجوج کا خروج پھر یہ جانور پھر سورج کا پچھم سے نکلنا۔ خیال رہے کہ امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ظاہر ہو جائیں گے۔ بعض لوگوں نے سمجھا ہے کہ آفتاب کا مغرب سے نکلنا پہلے ہے نزول عیسیٰ علیہ السلام بعد میں مگر یہ درست نہیں کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کفار کا ایمان قبول ہوگا اور طلوع آفتاب کے بعد ایمان قبول نہ ہوگا۔ (مرقات) ۵؎ گزشتہ زمانوں میں بعض جگہ زمینیں دھنسی ہیں۔ مگر یہ دھنسنا قریب قیامت ہوں گے۔ بڑے علاقہ میں اور بڑے خطرناک جیسے زلزلے عام طور پر آتے رہتے ہیں۔ مگر زلزلہ قیامت خدا کی پناہ' اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ (۲۲، ۱) بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔ (کنزالایمان) (از مرقات) ۶؎ اس موقع پر دو آگ نکلیں گی۔ ایک یمن سے دوسری حجاز سے آخر میں یہ دونوں جمع ہو جائیں گی۔ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں حجاز سے آگ نکلنے کا ذکر ہے۔ خیال رہے کہ یہ آگ ان مذکورہ علامات کے بعد ہوگی۔ ان علامات سے پہلے جن کے متصل صور کا نفخہ ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں آگ کو پہلی علامت فرمایا گیا ہے کہ یہ آگ ان علامات میں پہلی ہے۔ ۷؎ قیامت زمین شام یا زمین فلسطین میں قائم ہوگی۔ یہ آگ تمام کو وہاں پہنچا دے گی۔ یہ قدرت الٰہی ہوگی کہ ساری مخلوق زمین شام میں جمع ہو جائے گی۔ ۸؎ عدن ملک یمن کا مشہور شہر ہے۔ وہ اس کا دارالخلافہ ہے۔ یہ عبارت پچھلی عبارت کی شرح ہے کہ وہاں یمن تھا یہاں عدن ہے۔ ۹؎ یعنی اس روایت میں دسویں علامت بجائے آگ کے ہوا فرمائی گئی ہے۔ مگر ہوسکتا ہے کہ اس آگ کے ساتھ آندھی بھی ہو۔ یہ آندھی کفار کو سمندر میں پھینک دے کہ کفار سمندر سے قیامت میں اٹھیں۔ خیال رہے کہ وہ آگ مومنوں کیلئے عذاب نہیں بلکہ ڈراوا ہوگی۔ جس سے مسلمان ملک شام میں پہنچ جائیں۔ اللہ و رسولہ اعلم (مرقات)

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ سِتًّا وَّالدُّخَانَ الدَّجَّالَ وَدَآبَّةَ الْاَرْضِ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَاَمْرَ الْعَامَّةِ وَخُوَيْصَةَ اَحَدِكُمْ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۲۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چھ علامات سے پہلے اعمال کرلو ۱؎ دھواں' دجال' زمین کا جانور' سورج کا پچھم کی طرف سے نکلنا عام فتنہ اور تم میں سے ہر ایک خاص فتنہ ۲؎ (مسلم)

(۵۲۲۵) ۱؎ اعمال صالحہ کرنا بہت ہی مشکل ہو جائیں گے۔ ۲؎ یعنی عام فتنوں سے بھی پہلے نیکیاں کرلو' اور خاص فتنوں سے بھی پہلے کرلو۔ خاص فتنے کیا ہیں ایسے مشاغل بیماریاں جو اعمال سے روک دیں۔ اور پھر موت تو سب سے بڑی آفت ہے۔ جس پر تمام

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ (مرقات)

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اَوَّلَ الْاٰيَاتِ خُرُوْجًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوْجُ الدَّآبَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى وَّاَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَالْاُخْرٰى عَلٰى اَثَرِهَا قَرِيْبًا . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۲۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ کو فرماتے سنا کہ پہلی نشانی جو نکلے گی وہ سورج کا پچھم کی طرف سے نکلنا ہے۔ اور جانور کا لوگوں کے سامنے نکلنا ہے۔ادو پہر کے وقت ۲ان دونوں میں سے جو بھی اپنے صاحب سے پہلے ہو تو دوسری اس کے قریب ہی پیچھے ہوگی ۳ (مسلم)

(۵۲۲۶) ۱یہ علامتیں ان علامات سے پہلے ہیں جو ان کے بعد آنے والی ہیں۔ اولیت سے مراد اضافی ہے نہ کہ اولیت حقیقی ان تینوں میں دھواں اور دجال پہلے ہیں اور آفتاب کا مغرب سے نکلنا دونوں کے بعد ۲یعنی اس عجیب الخلقت جانور کا ظاہر ہونا دوپہر کے وقت ہوگا کہ اس وقت مکہ معظمہ میں دوپہر ہوگی۔ اگر چہ دوسرے ملکوں میں سویرا یا شام یا رات ہو یا یہ مطلب کہ وہ جانور جہاں بھی پہنچے گا دوپہر کو پہنچے گا۔ کہ اس وقت عام طور پر لوگ باہر ہوتے ہیں۔ نیز اس وقت جو چیز دیکھی جاتی ہے۔ وہ یقینی ہوتی ہے۔ ۳اس حدیث میں ابہام ہے۔ صراحۃً بیان نہ فرمایا گیا کہ ان میں سے پہلے کون سی علامت ہوگی۔ اور بعد میں کون سی۔ دوسری حدیث میں اس کی تفصیل ہے۔ جو ابھی کچھ پہلے عرض کی گئی ہاں یہاں اتنا ہے کہ یہ علامات آپس میں قریب قریب ہیں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ اِذَا خَرَجْنَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَالدَّجَّالُ وَدَآبَّةُ الْاَرْضِ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۲۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تین چیزیں جب نمودار ہوں گی تو کسی نفس کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو پہلے سے ایمان نہ لائی تھی ۱ یا اپنے ایمان میں بھلائی نہ کمائی تھی۔ سورج کا اپنے پچھم سے نکلنا ۲ اور دجال اور زمین کا جانور ۳ (مسلم)

(۵۲۲۷) ۱چونکہ ان علامات کے ظہور پر قیامت کا سب کو یقین ہو جائے گا اس لئے اب قیامت غیب نہ رہے گی۔ بلکہ شہادت بن جائے گی۔ اور ایمان بالغیب معتبر ہے۔ اس لئے اب نہ ایمان معتبر ہوگا نہ اس وقت کی توبہ قبول ہوگی۔ خیال رہے کہ توبہ کا دروازہ سورج کے مغرب سے نکلنے پر بند ہوگا۔ یہاں ثلاث فرمانا ایسا ہے جیسے قرآن کریم فرماتا ہے: يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (۵۵:۲۲) ان میں سے موتی اور مونگا نکلتا ہے۔ (کنزالایمان) کہ موتی مونگے کھاری سمندر سے نکلتے ہیں۔ نہ میٹھے سے مگر فرمایا دونوں سے نکلتے ہیں ایسے ہی توبہ قبول نہ ہونے کو تغلیباً ان تینوں علامتوں کی طرف نسبت فرمایا گیا۔ ۲سورج کا یہ طلوع، دجال اور دابّہ کے بعد ہے مگر چونکہ دروازہ توبہ بند اسی پر ہوگا اس لئے اس کا ذکر پہلے فرمایا (مرقات) ۳دجال اور دابہ پہلے ہیں طلوع بعد میں دجال کے نکلنے پر توبہ کا دروازہ بند نہ ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام دجال کے قتل کے بعد دنیا بھر کے کفار کو مسلمان کریں گے۔ اس وقت جزیہ کا مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ اسلام یا قتل ہوگا جیسا کہ دوسری احادیث میں ہے کہ اگر اس وقت ایمان و توبہ قبول نہ ہوں تو مسلمان کرنے کے کیا معنی۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ اَتَدْرِيْ اَيْنَ تَذْهَبُ

(۵۲۲۸) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ سورج ڈوبا کہ کیا تم جانتے ہو کہ

https://archive.org/details/@madni_library

هٰذِهٖ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا تَذْهَبُ حَتّٰى تَسْجُدَ تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَسْتَاْذِنُ فَيُؤْذَنُ لَهَا وَيُوْشِكُ اَنْ تَسْجُدَ وَلَا تُقْبَلُ مِنْهَا وَتَسْتَاْذِنَ فَلَا يُؤْذَنَ لَهَا وَيُقَالُ لَهَا اِرْجِعِيْ مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَطْلُعُ مِنْ مَّغْرِبِهَا فَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتَ الْعَرْشِ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

یہ جاتا کہاں ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ اور رسول ہی خوب جانیں۔ فرمایا یہ جاتا ہے حتیٰ کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے[۱] پھر اجازت مانگتا ہے تو اسے اجازت دے دی جاتی ہے۔[۲] اور قریب ہے کہ سجدہ کرے اور اس کا سجدہ قبول نہ ہو اور اجازت مانگے تو اسے[۳] اجازت نہ دی جائے اور اس سے کہا جائے کہ جہاں سے آیا ہے وہاں ہی لوٹ جا تو اپنے مغرب سے طلوع ہو[۴] یہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے کہ سورج اپنے ٹھکانے پر چلتا ہے فرمایا اس کا ٹھکانہ عرش کے نیچے ہے۔[۵] (مسلم بخاری)

(۵۲۲۸) [۱] خیال رہے کہ سورج چوتھے آسمان پر ہے اور عرش سارے آسمانوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ سورج کا دورہ ہر وقت ہی ختم ہوتا ہے اور ہر وقت کسی نہ کسی جگہ غروب ہوتا ہے۔ لہٰذا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت سورج سجدے میں رہتا ہے اور آگے بڑھنے دوسرے ملک میں طلوع ہونے کی اجازت مانگتا ہے۔ مگر ہر آن کے سجدے کا تعلق اس ملک سے ہوتا ہے جہاں وہ غروب ہوا۔ لہٰذا اس حدیث پر موجودہ فلاسفر اعتراض نہیں کر سکتے۔ سورج کا سجدہ وہ جو اس کے لائق ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ درخت اور گھاس بیل سجدہ کرتی ہیں: وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ (۶۵۵) اور سبزے اور پیڑ سجدہ کرتے ہیں۔ (کنزالایمان) خیال رہے کہ وہ جو قرآن مجید میں ہے کہ ذوالقرنین نے سورج کو کیچڑ کے چشمے میں ڈوبتے ہوئے دیکھا وہاں محسوس ہونے کا ذکر ہے نہ کہ واقعہ کا وہاں سمندر میں برف کی دلدل تاحد نظر تھی۔ وہاں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سورج اس دلدل میں ڈوب رہا ہے۔ لہٰذا وہ آیت اور یہ آیت متعارض نہیں۔[۲] یعنی ہر وقت آگے بڑھنے کی اجازت مانگتا رہتا ہے اور ملتی رہتی ہے وہ آگے بڑھتا اور ہر ملک میں طلوع ہوتا رہتا ہے۔ اسے واپس لوٹنے کا حکم نہیں ملتا[۳] یعنی قریب قیامت سورج کو آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ملے گی بلکہ پورا الٹا چکر لگانے کا حکم ہوگا تو ہر جگہ مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ اس ایک چکر میں ایسا ہوگا پھر مطابق عادت مشرق سے طلوع ہونے لگے گا۔[۴] یہ حکم ہر جگہ کیلئے ہوگا۔ اور سورج ساری دنیا میں پچھم کی طرف سے طلوع ہوگا۔[۵] اس آیت کریمہ کی بہت تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ قیامت کا دن سورج کا مستقر ہے قیامت تک نکلتا ڈوبتا رہے گا اور قیامت قائم ہونے پر یہ نظام ختم ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ گرمی سردی میں سورج کے مستقر الگ الگ ہیں۔ کہ ایک ٹھکانہ پر پہنچ کر لوٹ پڑتا ہے پھر آگے نہیں بڑھتا۔ تیسری تفسیر وہ ہے جو حضور انور نے خود فرمائی۔ جو یہاں مذکور ہے۔ کہ سورج اپنے ٹھکانہ یعنی عرش کے نیچے ہی چکر لگا رہا ہے۔ اس سے اوپر نیچے نہیں ہوسکتا۔ یہ تیسرے آسمان پر اترے نہ پانچویں پر چڑھے۔ چونکہ یہ تفسیر خود صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے لہٰذا قوی ہے۔

وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا بَيْنَ خَلْقِ اٰدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اَمْرٌ اَكْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۲۹) روایت ہے حضرت عمران بن حصین سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش اور قیامت کے درمیان دجال سے بڑی کوئی چیز نہیں[۱] (مسلم)

(۵۲۲۹) [۱] یعنی انسان کی ابتداء پیدائش سے لے کر قیامت تک دجال سے بڑا فتنہ کوئی نہیں یہ ہی انسان کیلئے بڑی آفت ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اس سے بہت لوگ گمراہ ہوں گے۔ لوگ دجال کے کرشمے دیکھ کر اسے خدا مان لیں گے۔ اس لئے نوح علیہ السلام سے لے کر آخر تک ہر نبی نے اپنی قوم کو دجال کے فتنہ سے آگاہ کیا۔

وَعَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ لَايَخْفٰى عَلَيْكُمْ اِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَيْسَ بِاَعْوَرَ وَاِنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ اَعْوَرُعَيْنِ الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۳۰) روایت ہے حضرت عبداللہ سے [1] فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تم پر چھپا نہیں اللہ تعالٰی کانا نہیں اور مسیح دجال آنکھ کا کانا ہے۔ [2] اس کی آنکھ گویا ابھرا ہوا انگور ہے۔ [3] (مسلم بخاری)

(۵۲۳۰) [1] احادیث شریف میں جب عبداللہ مطلق آتا ہے تو اس سے مراد حضرت عبداللہ ابن مسعود ہوتے ہیں وہ ہی یہاں مراد ہیں۔ [2] یعنی اے لوگو! دجال کے حیرت انگیز کرشمے دیکھ کر اسے خدا نہ سمجھ لینا۔ اس کی بندگی کی دلیل اس کی اپنی کانی آنکھ ہے۔ وہ اپنے کو شفا نہ دے سکے گا [3] یعنی دجال کی داہنی آنکھ کانی بھی ہوگا اور اوپر کو انگور کی طرح ابھری ہوئی جو ہر شخص کو نظر آئے اپنے اس عیب کو دور نہ کر سکے گا۔ خیال رہے کہ جو خدا ہونے کا دعویٰ کرے اس کے ہاتھ پر عجیب کرشمے ظاہر ہو سکتے ہیں کیونکہ الوہیت تو مشتبہ ہو سکتی ہی نہیں مگر جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے اس کے ہاتھ پر کوئی کرشمہ ظاہر نہیں ہو سکتا ورنہ نبوت مشتبہ ہو جائے۔ دجال اگر دعویٰ نبوت کرے تو کوئی عجوبہ نہیں دکھا سکتا یہ خوب خیال رکھو۔ یہاں مسیح بمعنی اسم مفعول ہے یعنی ممسوح العین ایک آنکھ کا کانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو مسیح کہتے ہیں۔ وہاں مسیح بمعنی اسم فاعل ہے۔ یعنی برکت کیلئے چھونے والے اور چھو کر مردے زندہ بیماروں کو اچھا کرنے والا طافیہ بنا ہے طفی سے بمعنی اوپر ہونا اور ابھرنا اس لئے جو مچھلی پانی پر تر کر آ جائے اسے طافیہ کہتے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ اُمَّتَهُ الْاَعْوَرَ الْكَذَّابَ اَلَا اِنَّهٗ اَعْوَرُ وَاِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كٓ فٓ رٓ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۳۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی نبی ایسا نہیں جنہوں نے اپنی امت کو کانے جھوٹے سے ڈرایا نہ ہو [1] آگاہ رہو کہ وہ کانا ہے اور تمہارا رب کانا نہیں اس کی دو آنکھوں کے بیچ لکھا ہے ک ف ر [2] (مسلم بخاری)

(۵۲۳۱) [1] حق یہ ہے کہ یہاں دجال سے مراد وہ ہی دجال ہے جو قریب قیامت نکلے گا اگرچہ ان انبیاء کرام کو خبر تھی کہ ہماری امتیں اسے نہ پائیں گی پھر بھی اس سے ڈرانا اہتمام ظاہر کرنے کیلئے کہ وہ بڑی ہی ہیبت ناک چیز ہے اس سے پناہ مانگو یہ پناہ مانگنا بھی عبادت ہے۔ دیکھو جن صحابہ کو حدیث وقرآن نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دیدی وہ بھی دوزخ سے پناہ مانگتے رہے کیونکہ یہ عمل عبادت ہے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ دجال کے نکلنے کا وقت معین نہیں مگر یہ قوی نہیں کیونکہ اس کے قاتل عیسیٰ ہیں اور ان کا نزول قریب قیامت ہی ہے۔ [2] یعنی تم اس کے بندہ ہونے اور کافر ہونے اور شرارتی ہونے میں شک نہ کرنا یہ دونوں علامتیں اس کے کافر اور بندہ ہونے کی ہیں۔ اپنی آنکھ کو درست نہ کر سکنا علامت بندگی ہے اور ک ف ر اس کے کفر کی علامت ہے۔ یہاں مرقات نے لکھا کہ مادر زاد کانا شرارتی ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ حروف ہر پڑھا بے پڑھا آدمی پڑھے گا۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ حَدِيْثًا عَنِ الدَّجَّالِ

(۵۲۳۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تم کو دجال کے متعلق وہ

https://archive.org/details/@madni_library

مَاحَدَّثَ بِهِ نَبِيٌّ قَوْمَهُ اَنَّهُ اَعْوَرُ وَاِنَّهُ يَجِيءُ مَعَهُ بِمِثْلِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَالَّتِي يَقُوْلُ اِنَّهَا الْجَنَّةُ هِيَ النَّارُ وَاِنِّيْ اُنْذِرُكُمْ كَمَا اَنْذَرَبِهِ نُوْحٌ قَوْمَهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

بات نہ بتاؤں جو کسی نبی نے اپنی قوم کو نہ بتائی وہ کانا ہے۱؎ اور وہ اپنے ساتھ جنت دوزخ کی مثل لائے گا۲؎ جسے وہ جنت کہے، گا وہ آگ ہوگی۳؎ میں تم کو ایسے ہی ڈراتا ہوں جیسے اس سے حضرت نوح نے اپنی قوم کو ڈرایا۴؎ (مسلم بخاری)

(۵۲۳۲) ۱؎ یعنی پچھلے انبیاء کرام نے اپنی امتوں کو دجال کے دوسرے عیوب سے تو آگاہ کیا مگر اس کا کانا ہونا صرف میں ہی بیان کرتا ہوں۔۲؎ یہ فرمان عالی بالکل ظاہری معنی پر ہے۔ واقعی اس کے ساتھ خوشنما باغ بھی ہوگا۔ اور ہیبت ناک آگ بھی۔۳؎ یعنی جو آگ دکھائی دے گی۔ وہ واقعہ میں باغ ہے اور جو باغ معلوم ہوگا وہ واقعہ میں آگ ہے۔ جیسے دنیا عارفین کی نظر میں کہ اس کی نعمتیں حقیقت میں لعنتیں یعنی عذاب ہیں اور یہاں کی تکالیف حقیقت میں رحمت ہیں۔ نمرود کی آگ بظاہر آگ تھی مگر حضرت خلیل کیلئے باغ، دریائے نیل کا پانی بظاہر پانی تھا مگر فرعونیوں کیلئے آگ۔ یہ آنکھوں کا دھوکا ہے۔ شعر۔

سوف تری اذا تجلل غبار　　افرس تحتك ام حمار

۴؎ تاکہ نوح علیہ السلام سے لے کر آخر تک امتیں دجال کا بدترین فتنہ ہونا معلوم کرلیں۔ خیال رہے کہ دجال کسی جگہ چند دن ٹھہرے گا نہیں بلکہ آندھی کی طرح دنیا میں پھر جائے گا۔ تاکہ کوئی اس کی حالت میں غور کرکے اسے جھٹلائے نہیں۔ اس وقت جو اللہ پر ایمان قائم رکھے گا وہ ہی رہے گا۔ مشکل سے ہزار میں سے ایک اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ اس وقت امن مدینہ منورہ میں ہوگا۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہو رہا ہے کہ نوح علیہ السلام سے پہلے نبیوں نے دجال سے نہیں ڈرایا تھا۔ یہ حضرت نوح سے شروع ہوا۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الدَّجَّالَ يَخْرُجُ وَاِنَّ مَعَهُ مَآءً وَّنَارًا فَاَمَّا الَّذِيْ يَرَاهُ النَّاسُ مَآءً فَنَارٌ تُحْرِقُ وَاَمَّا الَّذِيْ يَرَاهُ النَّاسُ نَارًا فَمَآءٌ بَارِدٌ عَذْبٌ فَمَنْ اَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَقَعْ فِي الَّذِيْ يَرَاهُ نَارًا فَاِنَّهُ مَآءٌ عَذْبٌ طَيِّبٌ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ وَاِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ عَلَيْهَا ظَفَرَةٌ غَلِيْظَةٌ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ يَقْرَاُهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٌ وَّغَيْرُ كَاتِبٍ)

(۵۲۳۳) روایت ہے حضرت حذیفہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا دجال نکلے گا اور اس کے ساتھ پانی۱؎ اور آگ ہوں گے۔ لیکن جسے لوگ پانی دیکھیں گے وہ آگ ہوگی۔ جو جلا ڈالے گی اور جسے لوگ آگ دیکھیں گے وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہوگا۲؎ تو تم میں سے جو یہ پائے وہ اس میں جائے جسے آگ دیکھے کہ وہ میٹھا عمدہ پانی ہے۔ (مسلم بخاری) مسلم نے یہ فرمایا کہ دجال آنکھ کا کانا ہے جس پر موٹا ناخونہ ہے۔۳؎ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھا ہے کافر جسے ہر پڑھا بے پڑھا مسلمان پڑھے گا۴؎

(۵۲۳۳) ۱؎ پانی سے مراد صرف پانی نہیں بلکہ جو نعمتیں پانی سے پیدا ہوتی ہیں وہ سب مراد ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ اس کے ساتھ باغ اور آگ ہوں گے۔ (مرقات) ۲؎ یا تو یہ باغ و آگ محض شعبدہ ہوں گے۔ جیسے جادوگر شعبدے باز مٹی کو روپیہ بنا کر دکھا دیتے ہیں۔ یا حقیقۃً یہ ہی ہوں گے۔ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔ ایک ہی چیز کا ایک کیلئے باغ دوسرے کیلئے آگ ہونا ممکن بلکہ واقع ہے۔ ایک قبر میں دو شخص دفن ہوجائیں، ایک مومن دوسرا کافر تو یہ ایک قبر مومن کیلئے جنت کا باغ ہے کافر کیلئے دوزخ کی بھٹی۔ ایک بستر پر دو آدمی سو رہے ہیں ایک شخص اچھی خواب دیکھ کر مزے لے رہا ہے دوسرا شخص اس بستر پر بری خواب دیکھ کر گھبرا رہا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہے۔ یہ باغ وآگ اس کے ساتھ ایسے چلیں گے جیسے آج ریل کے انجن میں پانی کا حوض۔ اور آگ دوڑتے پھرتے ہیں۔ آج ریل' بحری جہاز' ہوائی جہاز کی سیر کرو معلوم ہوگا کہ آرام دہ مکانات' کھیلنے کے میدان' پاخانہ' غسل خانہ' باورچی خانہ دوڑتے پھرتے ہیں۔ بلکہ ہوا میں اڑ رہے ہیں۔ ۳؎ یعنی دجال کی ایک آنکھ تو ہوگی ہی نہیں۔ وہ حصہ سر کے پیچھے کی طرح صاف ہوگا۔ دوسری آنکھ کانی ہوگی۔ ابھرے ہوئے انگور کی طرح یا اس کی ایک آنکھ کبھی صاف سپاٹ ہوگی۔ کبھی ابھرا ہوا انگور یا کسی کو وہ آنکھ سپاٹ نظر آئے گی۔ کسی کو ابھرا انگور۔ لہٰذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں جن میں اس کی آنکھ کو ابھرا ہوا انگور فرمایا گیا ہے۔ (مرقات شرح مشکوۃ) ۴؎ یعنی اس تحریر کو مومن تو بے پڑھا بھی سمجھ لے گا اور کافر پڑھا لکھا بھی نہ سمجھ سکے گا۔ یہ بھی قدرت خداوندی ہوگی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالُ اَعْوَرُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى جُفَالُ الشَّعْرِ مَعَهٗ جَنَّتُهٗ وَنَارُهٗ فَنَارُهٗ جَنَّةٌ وَجَنَّتُهٗ نَارٌ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۳۴) روایت ہے ان سے ہی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دجال بائیں آنکھ کا کانا ہے۱؎ بہت بالوں والا۲؎ اس کے ساتھ اس کی جنت اور اس کی آگ ہوگی۔ تو اس کی آگ جنت ہے اور اس کی جنت آگ ہے۔۳؎ (مسلم)

(۵۲۳۴) ۱؎ یہاں اعور بمعنی عیب ناک ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا ہے کہ اس کی داہنی آنکھ کانی ہوگی۔ کہ اس کی داہنی آنکھ تو بالکل سپاٹ ہوگی اور بائیں آنکھ عیب دار ہوگی۔ غرضکہ کوئی آنکھ بے عیب نہ ہوگی۔ یا یہ مطلب ہے کہ کسی کو اس کی داہنی آنکھ کانی محسوس ہوگی کسی کو بائیں آنکھ۔ یہ فرق احساس کا ہوگا نہ کہ واقعہ کا یہ بھی ایک قدرتی کرشمہ ہوگا۔ وہ مردے سب کچھ کر دکھائے گا مگر اپنی آنکھ نہ درست کر سکے گا۔ ۲؎ جفال جیم کے پیش سے ہے بمعنی کثیر و بہت مگر ہر بہت کو جفال نہیں کہتے' بلکہ بہت بالوں کو جفال کہا جاتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ بندھے ہوئے جوڑے کو جفال کہتے ہیں۔ ۳؎ اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ اس کا باغ بظاہر باغ معلوم ہوگا۔ حقیقۃً دوزخ ہوگا۔ اور اس کی آگ بظاہر آگ ہوگی حقیقۃً باغ جیسے جناب خلیل کی آگ حقیقۃً باغ اور بحر قلزم کا پانی حقیقۃً آگ بن گیا تھا۔ شعر:-

گلستان کند آتشے بر خلیل
گروھے بد آتش بروز آب نیل

وَعَنِ النَّوَاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنْ يَّخْرُجْ وَاَنَا فِيْكُمْ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ دُوْنَكُمْ وَاِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيْكُمْ فَامْرُءٌ حَجِيْجُ نَفْسِهٖ وَاللّٰهُ خَلِيْفَتِيْ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنَّهٗ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهٗ طَافِيَةٌ كَاَنِّيْ اُشَبِّهُهٗ بِعَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ اَدْرَكَهٗ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَاْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُوْرَةِ الْكَهْفِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَلْيَقْرَاْ عَلَيْهِ بِفَوَاتِحِ سُوْرَةِ الْكَهْفِ فَاِنَّهَا جِوَارُكُمْ مِنْ فِتْنَتِهٖ اِنَّهٗ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّامِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ

(۵۲۳۵) روایت ہے حضرت نواس ابن سمعان سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر فرمایا تو فرمایا اگر وہ نکلا اور میں تم میں ہوا تو تمہارے بغیر اس کا مقابل میں ہوں گا۱؎ اور اگر نکلا اور میں تم میں نہ ہوا تو ہر شخص اپنی ذات کا محافظ ہے۲؎ اور ہر مسلمان پر اللہ میرا خلیفہ ہے۳؎ وہ جوان ہے سخت گھونگر بال۴؎ اس کی آنکھ ابھری ہوئی ہے گویا میں اسے عبدالعزی ابن قطن سے تشبیہ دیتا ہوں۔۵؎ تو تم میں سے جو اسے پائے تو اس پر سورہ کہف کی شروع کی آیتیں پڑھے اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر سورہ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے کہ وہ تمہاری امان ہے۔ اس کے فتنہ

https://archive.org/details/@madni_library

يَمِيْنًا وَّعَاثٍ شِمَالًا يَا عِبَادَ اللّٰهِ فَاثْبُتُوْا قُلْنَا
يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا لَبْثُهٗ فِي الْاَرْضِ قَالَ اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا
يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَّيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَّسَآئِرُ
اَيَّامِهٖ كَاَيَّامِكُمْ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ
الَّذِيْ كَسَنَةٍ اَيَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلٰوةُ يَوْمٍ قَالَ لَا اقْدُرُوْا
لَهٗ قَدْرَهٗ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا اِسْرَاعُهٗ فِي الْاَرْضِ
قَالَ كَالْغَيْثِ اِسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيْحُ فَيَاْتِيْ عَلَى الْقَوْمِ
فَيَدْعُوْهُمْ فَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ فَيَاْمُرُ السَّمَآءَ فَتُمْطِرُ
وَالْاَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوْحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ اَطْوَلَ
مَاكَانَتْ ذُرًى وَاَسْبَغَهٗ ضُرُوْعًا وَّاَمَدَّهٗ خَوَاصِرَ ثُمَّ
يَاْتِي الْقَوْمَ فَيَدْعُوْهُمْ فَيَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ فَيَنْصَرِفُ
عَنْهُمْ فَيُصْبِحُوْنَ مُمْحِلِيْنَ لَيْسَ بِاَيْدِيْهِمْ شَيْءٌ مِنْ
اَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُوْلُ لَهَا اَخْرِجِيْ
كُنُوْزَكِ فَتَتْبَعُهٗ كُنُوْزُهَا كَيَعَاسِيْبِ النَّحْلِ ثُمَّ
يَدْعُوْا رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهٗ بِالسَّيْفِ
فَيَقْطَعُهٗ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوْهُ فَيُقْبِلُ
وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهٗ يَضْحَكُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ بَعَثَ
اللّٰهُ الْمَسِيْحَ بْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَآءِ
شَرْقِيَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْزُوْدَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى
اَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ اِذَا طَاطَاَ رَاْسَهٗ قَطَرَ وَاِذَ رَفَعَهٗ
تَحَدَّرَ مِنْهُ مِثْلُ جُمَانٍ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ
يَجِدُ مِنْ رِيْحِ نَفْسِهِ الَّامَاتَ وَنَفْسُهٗ يَنْتَهِيْ حَيْثُ
يَنْتَهِيْ طَرْفُهٗ فَيَطْلُبُهٗ حَتّٰى يُدْرِكَهٗ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهٗ
ثُمَّ يَاْتِيْ عِيْسٰى قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ
عَنْ وُجُوْهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِي الْجَنَّةِ
فَبَيْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ اَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى عِيْسٰى اِنِّيْ قَدْ
اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّيْ لَايَدَانِ لِاَحَدٍ لِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ

سے۶ وہ شام وعراق والے راستے سے نکلے گا تو داہنے بائیں فساد پھیلائے گا ۷ اے اللہ کے بندو ثابت قدم رہنا ۸ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ اس کا زمین میں ٹھہرنا کتنا ہے۔فرمایا چالیس دن ۹ ایک دن سال کی طرح ہوگا اور ایک دن مہینہ کی طرح اور ایک دن ہفتہ کی طرح اور بقیہ دن تمہارے عام دنوں کی طرح ۱۰ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ تو یہ دن جو ایک سال کی طرح ہوگا کیا اس میں ہم کو ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی فرمایا نہیں تم اس کیلئے اندازہ لگالینا ۱۱ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ زمین میں اس کی تیز رفتاری کیسی ہوگی۔ فرمایا جیسے بادل جس کے پیچھے ہوا ہو ۱۲ وہ ایک قوم پر آئے گا انہیں بلائے گا وہ اس پر ایمان لے آئیں گے تو آسمان کو حکم دے گا وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا وہ اگائے گی ان کے جانور آئیں گے جیسے پہلے تھے اس سے زیادہ دراز کوہان والے اور زیادہ بھرے ہوئے تھن والے اور زیادہ لمبی کوکھوں والے ۱۳ پھر ایک دوسری قوم کے پاس آئے گا انہیں بلائے گا وہ اس کی بات رد کردیں گے۔ وہ ان کے پاس سے لوٹ جائے گا ۱۴ تو یہ لوگ قحط زدہ رہ جائیں گے ۱۵ کہ ان کے ہاتھوں میں ان کے مال میں سے کچھ نہ رہے گا۔ ۱۶ اور ویرانہ پر گزرے گا اس سے کہے گا اپنے خزانے نکال تو اس کے پیچھے یہ خزانے شہد کی مکھیوں کی طرح چلیں گے ۱۷ پھر ایک جوانی سے بھرے ہوئے شخص کو بلائے گا اسے تلوار سے مار کر اس کے دو ٹکڑے کرکے تیر کے نشان پر پھینک دے گا۔ ۱۸ پھر اسے بلائے گا تو وہ آجائے گا اور اس کا چہرہ چمکتا ہوگا وہ ہنستا ہوگا جبکہ وہ اس طرح ہوگا کہ اللہ تعالٰی مسیح ابن مریم کو بھیجے گا۔ ۱۹ آپ دمشق کے مشرقی سفید مینارے کے پاس ذو زعفرانی کپڑوں کے درمیان اتریں گے ۲۰ اپنے ہاتھ دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے جب اپنا سر جھکائیں گے تو قطرے ٹپکیں گے اور جب اٹھائیں گے تو اس سے قطرے ٹپکیں گے موتیوں کی طرح ۲۱ پھر کسی کافر کو ممکن نہ ہوگا کہ آپ کی سانس پائے مگر مر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

عِبَادِیْ اِلَی الطُّوْرِ وَیَبْعَثُ اللّٰہُ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ
وَھُمْ مِنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ فَیَمُرُّ اَوَآئِلُھُمْ عَلٰی
بُحَیْرَۃِ طَبَرِیَّۃَ فَیَشْرَبُوْنَ مَا فِیْھَا وَیَمُرُّ اٰخِرُھُمْ
فَیَقُوْلُ لَقَدْ کَانَ بِھٰذِہٖ مَرَّۃً مَآءٌ ثُمَّ یَسِیْرُوْنَ حَتّٰی
یَنْتَھُوْا اِلٰی جَبَلِ الْخَمَرِ وَھُوَ جَبَلُ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ
فَیَقُوْلُوْنَ لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِی الْاَرْضِ ھَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ
مَنْ فِی السَّمَآءِ فَیَرْمُوْنَ بِنُشَّابِھِمْ اِلَی السَّمَآءِ
فَیَرُدُّ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ نُشَّابَھُمْ مَخْضُوْبَۃً دَمًا وَّیُحْصَرُ
نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَصْحَابُہٗ حَتّٰی یَکُوْنَ رَاْسُ الثَّوْرِ
لِاَحَدِھِمْ خَیْرًا مِنْ مِائَۃِ دِیْنَارٍ لِاَحَدِکُمُ الْیَوْمَ
فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ فَیُرْسِلُ اللّٰہُ
عَلَیْھِمُ النَّغَفَ فِیْ رِقَابِھِمْ فَیُصْبِحُوْنَ فَرْسٰی
کَمَوْتِ نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ثُمَّ یَھْبِطُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی
وَاَصْحَابُہٗ اِلَی الْاَرْضِ فَلَا یَجِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ
مَوْضِعَ شِبْرٍ اِلَّا مَلَاَہٗ زَھَمُھُمْ وَنَتْنُھُمْ فَیَرْغَبُ نَبِیُّ
اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ اِلَی اللّٰہِ فَیُرْسِلُ اللّٰہُ طَیْرًا
کَاَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُھُمْ فَتَطْرَحُھُمْ حَیْثُ شَآءَ
اللّٰہُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ تَطْرَحُھُمْ بِالنَّھْبَلِ وَیَسْتَوْقِدُ
الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ قِسِیِّھِمْ وَنُشَّابِھِمْ وَجِعَابِھِمْ سَبْعَ
سِنِیْنَ ثُمَّ یُرْسِلُ اللّٰہُ مَطَرًا لَّا یَکُنُّ مِنْہُ بَیْتُ مَدَرٍ
وَّلَا وَبَرٍ فَیَغْسِلُ الْاَرْضَ حَتّٰی یَتْرُکَھَا کَالزَّلَفَۃِ ثُمَّ
یُقَالُ لِلْاَرْضِ اَنْبِتِیْ ثَمَرَتَکِ وَرُدِّیْ بَرَکَتَکِ
فَیَوْمَئِذٍ تَاْکُلُ الْعِصَابَۃُ مِنَ الرُّمَّانَۃِ وَیَسْتَظِلُّوْنَ
بِقِحْفِھَا وَیُبَارَکُ فِی الرِّسْلِ حَتّٰی اَنَّ اللِّقْحَۃَ مِنَ
الْاِبِلِ لَتَکْفِی الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَۃُ مِنَ الْبَقَرِ
لَّلقْحَۃُ الْقَبِیْلَۃَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَۃُ مِنَ الْغَنَمِ لَتَکْفِی
الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَیْنَاھُمْ کَذٰلِکَ اِذْ بَعَثَ اللّٰہُ

جائے گا اور آپ کی سانس وہاں تک پہنچے گی ۲۲ جہاں تک آپ کی نظر جائے گی۔ آپ اسے تلاش کریں گے یہاں تک کہ سے باب لد میں پائیں گے۔ ۲۳ تو قتل کریں گے پھر حضرت عیسیٰ کے پاس وہ قوم آئے گی جنہیں اللہ نے دجال سے محفوظ رکھا تو آپ ان کے چہرے صاف فرمائیں گے ۲۴ اور انہیں ان کے جنتی درجات کی خبر دیں گے وہ اس طرح ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ کو رب تعالیٰ وحی کرے گا کہ میں نے اپنے بندے نکالے ہیں جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں تو میرے بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ ۲۵ اور اللہ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا جو ہر ٹیلے سے دوڑتے آئیں گے ۲۶ تو ان کی اگلی جماعت بحیرہ طبریہ پر گزرے گی۔ اس کا سارا پانی پی جائے گی۔ ۲۷ ان کی آخری جماعت گزرے گی تو کہے گی کہ کبھی یہاں پانی تھا حتی کہ جبل خمر تک پہنچیں گے۔ یہ بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے۔ ۲۸ تو کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو تو قتل کر دیا آؤ آسمان والوں کو قتل کریں ۲۹ تو اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے تو اللہ ان کے تیر خون سے رنگین لوٹائے گا ۳۰ اور اللہ کے نبی اور ان کے ساتھی محصور رہیں گے۔ حتی کہ ان کیلئے ایک بیل کی سری سو اشرفیوں سے بڑھ کر ہوگی ۳۱ جو تمہارے لئے آج ہے۔ تب اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے ساتھی متوجہ الی اللہ ہوں گے ۳۲ تب اللہ ان یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا تو وہ سب ایک شخص کی موت کی طرح مردہ ہو جائیں گے ۳۳ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے ساتھی زمین کی طرف اتریں گے تو زمین میں بالشت بھر زمین ایسی نہ پائیں گے جو ان کی لاشوں اور بدبو نے نہ بھر دی ہو ۳۴ تب اللہ کے نبی عیسیٰ اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ پرندے بھیجے گا ۳۵ اونٹ کی گردنوں کی طرح وہ انہیں اٹھا کر جہاں اللہ چاہے گا پھینک دیں گے ۳۶ اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں نہبل میں پھینک دیں گے ۳۷ اور مسلمان ان کی کمانیں ان کی کمانوں ان کے نیزوں اور ترکش سات سال تک

https://archive.org/details/@madni_library

رِيْحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ اٰبَاطِهِمْ فَيَقْبِضُ رُوْحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّكُلِّ مُسْلِمٍ وَّيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُوْنَ فِيْهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُوْمُ السَّاعَةُ .

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ اِلَّا الرِّوَايَةَ الثَّانِيَةَ وَهِيَ قَوْلُهُمْ تَطْرَحُهُمْ بِالنَّهْبَلِ اِلٰى قَوْلِهٖ سَبْعَ سِنِيْنَ رَوَاهَا التِّرْمِذِيُّ)

جلائیں گے ۳۸؎ پھر اللہ تعالٰی بارش بھیجے گا جس سے نہ کوئی گھر مٹی کا بچے گا نہ اون کا تو وہ زمین کو دھو دے گی۔ ۳۹؎ حتی کہ اسے شیشہ کی طرح کر چھوڑے گی ۴۰؎ زمین سے کہا جائے گا تو اپنے پھل اگا اور اپنی برکت لوٹا دے تو اس دن ایک انار سے ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے سے سایہ لے گی ۴۱؎ اور دودھ میں برکت دی جائے گی حتی کہ تازہ جنی ہوئی اونٹنی لوگوں کی ایک جماعت کو کافی ہوگی۔ اور نئی جنی ہوئی گائے ایک قبیلہ کو کافی ہوگی۔ اور نئی جنی ہوئی بکری لوگوں کے ایک خاندان کو کافی ہوگی۔ ۴۲؎ جب کہ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ اللہ ایک خوشگوار ہوا بھیجے گا وہ انہیں ان کی بغلوں کے نیچے لگے گی تو ہر مسلمان ہر مومن کی روح قبض کرلے گی ۴۳؎ اور بدترین لوگ رہ جائیں گے جو زمین میں گدھوں کی جفتی کی طرح زنا کریں گے۔ ان پر قیامت ہوگی ۴۴؎ (مسلم) سوا دوسری روایت کے اور وہ یہ قول ہے کہ انہیں نہبل میں پھینک دے گی۔ سبع سنین تک ۴۵؎ (ترمذی)

(۵۲۳۵) ۱؎ یہ فرمان عالی بالفرض ہے یعنی فرض کرلو کہ اگر وہ میری موجودگی میں آ گیا تو تم کو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے وہ میرے ہی ہاتھوں فنا ہو جائے گا۔ اس کی شعبدے بازیاں میرے مقابل ناکارہ ہو جائیں گی۔ اس فرمان عالی سے دو فائدے حاصل ہوئے ایک یہ کہ اگرچہ اس مردود کا ظہور ابھی نہیں ہوگا مگر اس سے ڈرنا رکن ایمان ہے۔ تم اس سے خوف کرو جیسے قیامت ابھی نہیں آئے گی۔ مگر اس سے ڈرتے رہو۔ خوف قیامت خوف دجال درحقیقت خوف خدا کا ذریعہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ دجال اگرچہ مارا جائے گا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ہاتھوں لیکن اگر میرے زمانہ میں آ جاتا تو میرے ہاتھوں ہی فنا ہو جاتا بلکہ عیسٰی علیہ السلام بھی حضور کے نائب ہونے کی حیثیت سے اسے قتل کریں گے۔ ۲؎ یعنی ہر شخص اپنی ذات کیلئے اس کا مقابلہ دلائل عقلیہ وشرعیہ سے کرے کہ دلائل سے سوچے کہ یہ خدا نہیں ہوسکتا۔ یہاں بھی حجیج بمعنی مقابل ہی ہے مگر یہ مقابلہ اسے قتل کرنے کا نہیں بلکہ اپنے ایمان بچانے کا ہے (مرقات) گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دجال کو فنا کرنے میں اس کے مقابل ہیں اور یہ شخص اس سے بچنے کیلئے اس کا مقابل۔ ۳؎ یہاں خلیفہ بمعنی وکیل ومحافظ ہے۔ اگر اس وقت ہم حیات ہوتے تو مسلمانوں کی حفاظت ہم کرتے۔ اب چونکہ ہم نہ ہوں گے تو میری طرف سے میرا رب میری امت کی حفاظت کرے گا۔ اس سے معلوم ہوا بفضلہ تعالٰی مومن ہمیشہ منصور ومحفوظ رہتا ہے ۴؎ بالوں میں قدرے خم جسے جعد کہتے ہیں بہت اچھا ہے مگر بہت زیادہ خمی کہ بالوں کے کنڈل بن جائیں جسے قطط کہتے ہیں یہ بری ہے۔ دجال کے بال بہت ہی خم دار ہوں گے۔ ۵؎ عبدالعزی زمانہ جاہلیت میں ایک مشرک بادشاہ گزرا ہے۔ اس کی بدصورتی عرب میں مشہور تھی بلکہ اس کو دیکھنے والے لوگ اس وقت موجود تھے۔ حضور نے اس سے تشبیہ دی چونکہ دجال کی صورت بہت ہی بری ہوگی کہ اس جیسا بدشکل دنیا میں کوئی نہ گزرا نہ اس وقت ہوگا اس لئے حضور انور نے جزم ویقین سے تشبیہ نہ دی بلکہ کافی فرمایا یعنی اسے کچھ کچھ مشابہت عبدالعزی سے ہوگی ورنہ کہیں بدتر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور نے اگلے پچھلے اپنی نگاہوں سے دیکھے ہیں کہ عبدالعزیٰ پہلے گزر چکا ہے۔ اور دجال آئندہ ہوگا۔ مگر دونوں حضور کے علم ونظر میں ہیں (از مرقات) ۶؎ یعنی اس زمانہ میں جو کوئی سورہ کہف کی شروع آیت کذبا تک پڑھتا رہے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے۔ ان آیات میں یہ ذکر ہے کہ اصحاب کہف دقیانوس بادشاہ کے فتنہ سے محفوظ رہے۔ ان کی حفاظت کی برکت سے اللہ انہیں دجال کے فتنہ سے محفوظ رکھے گا۔ جواز کا لفظی ترجمہ ہے پاسپورٹ کہ وہ ذریعہ امان ہوتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ سورہ کہف کی شروع کی دس آیات ہمیشہ پڑھنے والا دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ بعض لوگ ہمیشہ بعض لوگ ہر جمعہ کو پڑھتے ہیں تاکہ موجودہ دجالوں سے بچے رہیں۔ ۷؎ خلہ نقطہ خ سے ریگستان میں راستہ وسیع۔ حلہ ح بغیر نقطہ سے کوفہ وبغداد کے درمیان ایک شہر ہے۔ بعض روایات میں حلہ ہی ہے۔ وہاں کے لوگ اب بھی شریر ہیں۔ (مرقات) ۸؎ اس میں ندا اس زمانہ کے مسلمانوں سے ہے۔ (مرقات) ۹؎ بعض روایات میں ہے کہ چالیس سال قیام کرے گا مگر وہ روایت ضعیف ہے۔ صحیح روایت چالیس دن کی ہے۔ ۱۰؎ حدیث بالکل ظاہر پر ہے۔ واقعی پہلا دن ایک سال کے برابر دراز ہوگا۔ اب بھی گرمیوں میں دن بجائے آٹھ گھنٹے کے چودہ گھنٹہ کا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ غم واندوہ کی وجہ سے وہ دن سال برابر معلوم ہوگا۔ مگر یہ غلط ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہورہا ہے۔ ۱۱؎ اس طرح کہ اس دن سورج نکلتے ہی فجر کی نماز پڑھنا پھر آٹھ گھنٹہ بعد ظہر پڑھ لینا پھر چار گھنٹہ کے بعد عصر پھر دو گھنٹہ بعد مغرب اور دو گھنٹہ بعد عشاء پھر چھ گھنٹہ کے بعد فجر۔ اس طرح پڑھے جانا شاید موجودہ گھڑیاں اس دن کے حساب کیلئے رب تعالٰی نے پیدا فرمادی ہیں۔ معلوم ہوا کہ جن ملکوں میں بعض زمانہ میں عشاء کا وقت نہیں آتا وہاں عشاء کی نماز معاف نہ ہوگی۔ بلکہ پڑھنا پڑے گی۔ اندازہ سے جیسے لندن میں سال میں چند ایک دن ایسے آتے ہیں کہ نماز عشاء کا وقت نہیں آتا۔ شفق غائب نہیں ہوتی۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہ حکم خاص اس دن کیلئے ہے خلاف قیاس ورنہ نماز کے اوقات سورج کی حرکت سے وابستہ ہیں۔ اس سال بھر کے دن میں بھی پانچ نمازیں ہی چاہئیں مگر چونکہ حدیث میں یہ حکم آگیا تو اس دن کیلئے قیاس چھوڑ دیا گیا۔ چنانچہ اس دن میں رمضان کا روزہ نماز جمعہ وعیدین نہ پڑھی جائیں گی اگرچہ دن سال بھر کا ہے۔ اور سال میں یہ چیزیں ہوتی ہیں۔ ۱۲؎ اس تشبیہ سے معلوم ہورہا ہے کہ دجال اڑتا ہوا دنیا کی سیر کرے گا۔ ہوائی جہاز ایجاد ہوچکے ہیں۔ جن سے تھوڑے عرصہ میں دنیا کا چکر لگایا جاسکتا ہے۔ یعنی جیسے بادل کے پیچھے جب تیز ہوا ہو تو بہت تیز اڑتا ہے ایسے ہی وہ بہت تیز اڑے گا۔ آج آواز سے زیادہ تیز رفتار والے ہوائی جہاز ایجاد ہوچکے ہیں۔ ۱۳؎ یہ رب تعالٰی کی طرف سے خاص آزمائشیں ہوں گی کہ جو لوگ اسے خدا مان لیں گے ان پر بارش نہایت مناسب پیداوار نہایت اعلٰی ان کے جانوروں کے دودھ گھی میں بہت زیادتی ہوجائے گی۔ ان کے اونٹ بہت موٹے تازہ اونچے ہوجائیں گے۔ دوسرے لوگ ان کی اس فراخی کو دیکھ کر دھوکہ کھا جائیں گے کہ واقعی وہ خدا ہی ہے۔ دیکھو اس نے اپنے ان بندوں کو کیسا آرام سے مالدار کردیا۔ وہ لوگ ان لوگوں کی مالداری وعیش کو دیکھ کر اسے خدا مان لیں گے۔ ۱۴؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہورہا ہے کہ دجال کسی کو کفر پر مجبور نہ کرسکے گا۔ یہ شعبدے دکھا کر مائل ہی کرے گا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطَانٌ (۱۵:۴۲) بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں۔ (کنز الایمان) یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بندے دلائل کے ذریعے اس کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ ۱۵؎ محل بنا ہے محلٌ سے بمعنی خشکی وقحط سالی یعنی ان پر نہ تو بارش ہوگی نہ ان کی زمین میں سبزہ رہے گا ۱۶؎ یعنی ان کا اپنا پہلا مال بھی فنا ہوجائے گا۔ جانور یا خشک ہوجائیں گے یا مرجائیں گے گھروں میں تباہی آجائے گی۔ مگر لوگ راضی برضا رہیں گے ۱۷؎ یعنی آبادیوں میں جاکر تو وہ آفت ڈھائے گا ویرانہ میں پہنچ کر یہ

https://archive.org/details/@madni_library

فساد پھیلائے گا۔اس کے ساتھ اس کے حالی موالی بہت رہیں گے۔ ویرانوں کے خزانوں کو اپنے ساتھ لے لے گا۔جنہیں ان کے ساتھ والے نکلتے دیکھیں گے اور دوسرے لوگوں کو یہ سب بتائیں گے۔ یعاسیب جمع ہے یعسوب کی بمعنی شہد کی مکھیوں کی سردار مکھی کہ جب وہ اڑتی ہے تو اس کے ساتھ سارے چھتے کی مکھیاں اڑتی ہیں۔ اس لئے سردار کو یعسوب کہا جاتا ہے۔ یعاسیب جمع فرما کر اشارۃً بتایا گیا ہے کہ بے شمار مکھیوں کی طرح اس کے ساتھ بے شمار خزانے چلیں گے۔ یہ خزانے یا تو بذات خود چلیں گے یا کسی سواری میں جیسے آج لاکھوں من سامان، ریل موٹر، بحری جہاز، ہوائی جہاز دوڑتے تیرتے اڑتے پھر رہے ہیں۔ ۱۸؎ یہ جوان آدمی یا تو اس کے متبعین میں سے ہوگا لوگوں کو اپنی قوت دکھانے کیلئے یہ حرکت کرے گا یا ان میں سے ہوگا جو اس کی پیروی نہ کریں گے اسے سزا دینے کیلئے یہ حرکت کرے گا۔ تلوار سے اسے چیر دے گا جیسے آرے سے چیرا جاتا ہے اور دونوں ٹکڑے اتنے فاصلہ پر پھینکے گا جو تیر اور اس کے نشانہ کے درمیان ہوتا ہے یعنی بہت دور۔ ۱۹؎ یعنی اس کی ایک آواز پر یہ دونوں ٹکڑے حرکت کرکے آپس میں مل جائیں گے پھر پورا جسم بن کر اس میں جان پڑ جائے گی اور وہ جوان دوڑتا ہوا آجائے گا ہم نے بعض جادوگروں کو دیکھا کہ آدمی کو چادر اوڑھا کر اس کا گلہ کاٹ دیتے ہیں اور پھر اسے اچھا خاصا کھڑا کردیتے ہیں۔مگر یہ شعبدہ ہوتا ہے۔ غالبًا وہ حقیقۃً یہ کرے گا۔ ۲۰؎ اللہ تعالٰی جھوٹے مسیح کو سچے مسیح کے ذریعے ہلاک کرے گا۔اس لئے اس مردود کو حضرت مہدی قتل نہ کریں گے کہ اس کام کیلئے حضرت مسیح منتخب ہوچکے ہیں۔مھز ودتین تثنیہ ہے مھز ودۃ بمعنی غوطہ دیا ہوا یعنی آپ کے جسم شریف پر گیرو یا زعفران رنگے ہوئے دو کپڑے ہوں گے تہبند چادر ۲۱؎ جمان گھنگرو کے دانہ یا موتی کی طرح گول قطرے جو نہایت صاف شفاف وسفید ہوں۔آپ خود نہایت حسین ہوں گے آپ کا یہ پسینہ نہایت پاکیزہ وخوشبودار ہوگا۔ ۲۲؎ بعض شارحین نے فرمایا کہ نفس سے مراد سانس نہیں بلکہ دم کرنا ہے کہ یعنی آپ جب دم کرنے کی نیت سے پھونک لگائیں گے تو آپ کا دم تاحد نظر پہنچے گا اور جس کافر کو لگے گا وہ مرے گا۔ اللہ کی شان ہے کہ پہلے اسی دم سے مردے زندہ ہوتے تھے اور اب زندہ کافر مردہ ہوں گے۔ یاجوج وماجوج کفار پر آپ کریں گے ہی نہیں کیونکہ ان کی موت اور طرح سے واقع کرنا ہے۔بعض نے فرمایا کہ نفس سے مراد سانس ہی ہے۔ ۲۳؎ لد بیت المقدس کے قریب ایک بستی ہے۔ اس بستی کے دروازے میں گھستے ہوئے اسے پائیں گے کہ وہ وہاں داخل ہورہا ہوگا اسے دروازہ پر ہی قتل کردیں گے۔ اندر داخل نہ ہونے دیں گے۔ جیسے شداد اپنی جنت کے دروازے پر ہی قتل کردیا گیا۔ ۲۴؎ یعنی ان مومنین کے چہرے جو گرد وغبار سے اٹے ہوں گے جیسا کہ عام غرباء فقراء کا حال ہوتا ہے۔ اسے خود حضرت مسیح اپنے ہاتھ شریف سے صاف کریں گے یا محبت وکرم سے ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے مگر پہلے معنی قوی ہیں جیسا کہ عن وجوھھم فرمانے سے معلوم ہورہا ہے آپ غبار صاف فرماتے جائیں گے اور انہیں جنت کی بلکہ وہاں کے درجات کی خبر دیتے جائیں گے۔ ۲۵؎ یعنی اے عیسٰی دجال تو آیا اور ہلاک ہوگیا اب کچھ روز کیلئے ایک بڑی مخلوق یاجوج ماجوج اس زمین پر آرہے ہیں۔جن کی ہلاکت تمہارے ہاتھوں سے نہیں بلکہ تمہاری بددعا سے ہوگی۔ اس لئے یہ زمین خالی کردو طور پہاڑ ان کے شر سے محفوظ رہے گا۔ ان مسلمانوں کو وہاں لے جاؤ یہ ان کی تنبیہ فرما کر بتایا گیا کہ کسی انسان میں دونوں ہاتھوں سے بھی ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں ۲۶؎ یعنی جب یاجوج ماجوج کی دیوار ٹوٹے گی تو وہ ہر طرف سے دوڑتے ہوئے اس زمین پر آئیں گے ان کی کثرت سے زمین بھر جائے گی۔ ۲۷؎ یعنی ان کی کثرت کا یہ حال ہوگا کہ دریا کا سارا پانی ان کا اگلا حصہ ہی پی جائے گا۔ اور دریا خشک کردے گا۔ بحیرہ تصغیر ہے بحر کی بحیرہ طبریہ شام کے علاقہ میں دس میل لمبا دریا ہے۔طبریہ ایک بستی کا نام ہے۔ اردن کے علاقہ میں۔ وہاں یہ دریا ہے اس لئے اسے بحیرہ طبریہ کہتے ہیں۔ ۲۸؎ خمر کے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

معنی ہیں چھپنا ڈھانپنا اسی سے خمار دوپٹہ چونکہ وہ پہاڑ بہت سرسبز ہے کہ اس کی پوری زمین سبزہ اور درختوں سے چھپی ہوئی ہے۔اس لئے جبل خمر کہتے ہیں۔یعنی سبزہ سے ڈھکا ہوا پہاڑ (لمعات' مرقات) ۲۹؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان تو طور پہاڑ میں محفوظ ہو چکے ہوں گے مگر زمین پر کفار بہت ہوں گے۔یعنی دجال کو مان لینے والے وہ یاجوج ماجوج کے ہاتھوں مارے جائیں گے حتیٰ کہ زمین میں ان میں سے کوئی نہ بچے گا۔اس لئے یہ یاجوج ماجوج کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم مار چکے آؤ آسمان والے فرشتوں کو بھی مار لیں۔ تاکہ دنیا میں ہم ہی رہیں۔ہمارے سوا کوئی نہ رہے۔ ۳۰؎ ممکن ہے کہ یہ تیر چڑیوں کے لگیں۔ان کے خون میں بھیگ کر لوٹیں اس میں اشارۃً یہ فرمایا کہ یاجوج ماجوج کا فساد صرف زمین میں نہ ہوگا بلکہ فضا میں بھی ہوگا۔ ۳۱؎ چونکہ اس زمانہ میں مسلمان صرف کوہ طور پر رہیں گے کہیں جا آ نہ سکیں گے اس ہی لئے باہر سے مال کی درآمد برآمد بند ہوگی لہذا قحط بہت پڑ جائے گا اور باوجود یہ کہ وہ علاقہ بہت سرسبز شاداب ہے۔پھر گرانی کا یہ حال ہوگا کہ جو قدر آج سو دینار کی ہے اس سے زیادہ قدر و قیمت گائے کی ایک سری کی ہوگی۔مسلمانوں پر یہ زمانہ بہت تنگی کا گزرے گا۔جب گائے کی سری کی یہ قیمت ہوگی تو باقی گوشت کی قیمت کا اندازہ لگالو سری بہت سستی ہوتی ہے۔ ۳۲؎ اس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم یاجوج ماجوج کی ہلاکت کی دعا کریں گے۔مومنین آمین کہیں گے۔نبی اللہ فرما کر یہ بتایا کہ اس وقت بھی عیسیٰ علیہ السلام نبی ہوں گے۔نبوت کے منسوخ ہونے سے ان کے احکام بندوں پر جاری نہیں ہوتے مگر ان کا درجہ عند اللہ وہ ہی رہتا ہے۔اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جناب خضر کے پاس گئے تو ان کی نبوت منسوخ نہ ہوئی تھی مگر وہاں آپ نبوت کی شان سے نہ گئے تھے نہ حضرت خضر پر توریت کے احکام جاری فرمائے تو جب دین مصطفوی میں عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو قرآنی احکام ہوتے ہوئے اپنی منسوخ شریعت کے احکام کیسے جاری کریں گے۔مرزائیوں کو اس میں غور کرنا چاہیے۔ ۳۳؎ یعنی ایک آن کی آن میں سب ہلاک ہو جائیں گے۔انہیں مرتے ہوئے ایک ساعت بھی نہ لگے گی۔یہ پتا نہ لگا کہ یہ لوگ زمین میں کتنے دن رہیں گے۔ ۳۴؎ یعنی تمام روئے زمین ان مردودوں کی لاشوں اور بدبو سے بھرا ہوگا۔مسلمان اس قید سے نکل تو آئیں گے مگر اس مصیبت سے زمین میں کاروبار تو کیا چل پھر بھی نہ سکیں گے۔ ۳۵؎ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور مسلمانوں کی آمین پر یہ پرندے ربّ تعالیٰ بھیجے گا۔ جو تعداد میں بیشمار ہوں گے۔جسامت میں بہت بڑے اور طاقت ور کہ ایک پرندہ یاجوج کی لاش اٹھائے گا۔کہاں سے آئیں گے اور کہاں غائب ہو جائیں گے۔یہ ربّ جانے' ٹڈی دل ہم نے آتے دیکھا ہے۔نہ معلوم کہاں سے آتا ہے اور پھر کہاں غائب ہو جاتا ہے۔ان پرندوں کی شکل بختی اونٹوں کی گردنوں سے ملتی ہوگی۔ ۳۶؎ یہ بھی ربّ تعالیٰ کی قدرت ہی ہوگی کہ اتنی زیادہ لاشیں جن سے روئے زمین بھری ہوگی نہ معلوم کہاں غائب کردی جائیں گی۔اس جگہ کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ ۳۷؎ نہبل بروزن منبر بمعنی بڑا پہاڑ۔اور یہ ایک بستی کا نام بھی ہے۔جو بیت المقدس کے قریب ہے۔غالبًا اس بستی کا یہ نام اس پہاڑ کے نام سے ہے۔جیسے ہمارے پنجاب میں سانگلہ ہل ایک شہر کا نام ہے اس کے ایک پہاڑ کے نام پر۔جہلم ایک شہر ہے دریائے جہلم کے نام پر۔اس چھوٹی سی جگہ میں اتنی لاشوں کا سما جانا بھی اللہ کی قدرت ہی سے ہوگا۔ ۳۸؎ یعنی یاجوج ماجوج تو مر جائیں گے مگر اپنے تیر' ترکش' کمانیں اتنی بڑی تعداد میں چھوڑ جائیں گے کہ سات سال تک مسلمان انہیں جلا کر اپنے سب کام چلائیں گے۔مفت کی لکڑی پائیں گے ۳۹؎ اس فرمان کا تعلق یاجوج ماجوج کی ہلاکت سے ہے۔یعنی ان مردودوں کے ہلاک ہو جانے اور ان کی نعشیں پھینک دیئے جانے پر ایک عالمگیر بارش آئے گی۔یہ مطلب نہیں کہ سات سال تیر و کمان ترکش جلا چکنے کے بعد بارش آئے گی ۴۰؎ زلقہ قاف سے بمعنی صاف آئینہ' زلفہ سے اس کے بہت معنی

https://archive.org/details/@madni_library

ہیں۔ ڈھلی زمین' صاف تشتری' سبز رنگ کا صاف گھڑا' سیب' صاف پتھر صاف کردہ زمین یہاں زلفہ ف سے بھی ہوسکتا ہے اور قاف سے۔ ہر معنی درست ہیں۔ زا اور لام کے فتحہ سے ۱؎ یعنی ایک انار اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے دانوں سے ایک پوری جماعت شکم سیر ہوجائے اور اس کا چھلکا پورے خیمہ کی طرح ہوگا۔ قحف کھوپڑی کے پیالہ کو کہتے ہیں۔ چونکہ انار کا چھلکا کھوپڑی کی طرح گول اور ڈھلوان ہوتا ہے۔ اس لئے اسے قحف فرمایا گیا کوہ مری کی اور شملہ کی ایک ہری مرچ میں ڈیڑھ پاؤ قیمہ بھر جاتا ہے۔ ۲؎ لقحہ لام کے کسرہ قاف کے سکون سے نوزائیدہ مادہ جانور خواہ اونٹنی ہو یا گائے یا بکری۔ خیال رہے کہ نوزائیدہ کا دودھ کم ہوتا ہے۔ کچھ دن بعد جب خون ڈال دیتی ہیں۔ تب دودھ بڑھتا ہے۔ فرمایا جارہا ہے کہ جب نوزائیدہ یعنی نئی نئی بیاہی ہوئیں مادہ جانور کے دودھ میں ایسی برکت و کثرت ہوگی تو سمجھ لو کہ پرانی ہوکر اس کا دودھ کتنا ہوگا۔ ان احادیث میں تاویل کی ضرورت نہیں ہم نے پہاڑ کے آلو دیکھے ہیں ایک آلو ڈیڑھ سیر بلکہ دو سیر کا۔ آزاد کشمیر کی مولی بہت موٹی' بہت لمبی کہ ایک آدمی ایک مولی اٹھا سکتا ہے۔ ربّ تعالیٰ کی قدرت ہمارے خیال سے ورا ہے۔ ہم نے دوسرے حج کے موقع پر طائف کے انار دیکھے۔ چھوٹے تربوز کے برابر۔ جن کے دانے چھوٹے آلو کے برابر' ایک انار سے شربت کی بوتل بھر جاتی تھی اور جدہ کے تربوز اس زمانہ میں اتنے بڑے دیکھے کہ سبحان اللہ لہٰذا یہ حدیث بالکل ظاہر پر ہے۔ کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ ۳؎ یہاں مسلم ومومن ہم معنی ہیں مسلم مومن کی تفسیر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بہت عرصہ بعد ہوگا۔ جبکہ دنیا میں پھر کافر پھیل چکے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں دنیا میں کوئی کافر نہ رہے گا سب مسلمان ہوچکے ہوں گے یا قتل' کبھی مسلم ومومن میں فرق کیا جاتا ہے کہ ظاہری اطاعت کرنے والا مسلم اور دل سے عقائد اسلامیہ کو ماننے والا مومن' یہ ہوا ایک غیبی ہوا ہوگی۔ جو ہر مسلمان کی جان نہایت آسانی سے نکال لے گی۔ ۴؎ ہرج بمعنی قتل بھی آتا ہے اور بمعنی زنا بھی یہاں بمعنی زنا ہے۔ ہرج کے لغوی معنی خلط ملط ہونا ہے۔ خواہ قتل کیلئے خواہ زنا کیلئے عورت ومرد کا اختلاط یہاں دوسرے معنی میں ہے۔ بعض شارحین نے بمعنی قتل فرمایا ہے مگر پھر گدھوں سے تشبیہ درست نہیں ہوگی۔ گدھا جفتی کے وقت رینکتا ہے۔ جس سے دور تک خبر ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہاں گدھے سے تشبیہ دی نہ کہ دوسرے جانور سے اگرچہ چیل بھی اس وقت چیختی ہے مگر گدھے سے کم اس کی آواز ہوتی ہے۔ لہٰذا گدھے سے تشبیہ نہایت ہی موزوں ہے۔ ۵؎ یعنی اتنی عبارت ترمذی شریف میں ہے مسلم میں نہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَیَتَوَجَّهُ قِبَلَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَیَلْقَاهُ الْمَسَالِحُ مَسَالِحُ الدَّجَّالِ فَیَقُوْلُوْنَ لَهُ اَیْنَ تَعْمِدُ فَیَقُوْلُ اَعْمِدُ اِلٰی هٰذَا الَّذِیْ خَرَجَ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَهُ اَوَمَا تُؤْمِنُ بِرَبِّنَا فَیَقُوْلُ مَا بِرَبِّنَا خِفَاءٌ فَیَقُوْلُوْنَ اقْتُلُوْهُ فَیَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَلَیْسَ قَدْ نَهَاكُمْ رَبُّكُمْ اَنْ تَقْتُلُوْا اَحَدًا دُوْنَهُ فَیَنْطَلِقُوْنَ بِهٖ اِلَی الدَّجَّالِ فَاِذَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُ قَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ هٰذَا الدَّجَّالُ الَّذِیْ

(۵۲۳۶) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دجال نکلے گا تو اس کی طرف مومنوں سے ایک صاحب متوجہ ہوں گے۔ ۱؎ تو انہیں دجال کے سپاہی ملیں گے ۲؎ اور ان سے کہیں گے کہ کہاں کا ارادہ کررہے ہو کہیں گے میں اس کا ارادہ کررہا ہوں جو نکلا ہے ۳؎ فرمایا وہ لوگ ان سے کہیں گے کیا تم ہمارے ربّ پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ کہیں گے ہمارے ربّ میں پوشیدگی نہیں ۴؎ تو یہ لوگ کہیں گے کہ اسے قتل کردو تو ان کے بعض بعض سے کہیں گے کیا تم کو تمہارے ربّ نے اس کے بغیر قتل کرنے سے منع نہیں کیا ہے۔ ۵؎ تو وہ انہیں دجال کے پاس

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَيَاْمُرُ الدَّجَّالُ بِهٖ فَيُشَجُّ فَيَقُوْلُ خُذُوْهُ وَشُجُّوْهُ فَيُوْسَعُ ظَهْرُهٗ وَبَطْنُهٗ ضَرْبًا قَالَ فَيَقُوْلُ اَوَمَا تُؤْمِنُ بِيْ قَالَ فَيَقُوْلُ اَنْتَ الْمَسِيْحُ الْكَذَّابُ قَالَ فَيُؤْمَرُ بِهٖ فَيُؤْشَرُ بِالْمِئْشَارِ مِنْ مَفْرِقِهٖ حَتّٰى يُفَرَّقَ بَيْنَ رِجْلَيْهِ قَالَ ثُمَّ يَمْشِي الدَّجَّالُ بَيْنَ الْقِطْعَتَيْنِ ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ قُمْ فَيَسْتَوِيْ قَائِمًا ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ اَتُؤْمِنُ بِيْ فَيَقُوْلُ مَا ازْدَدْتُّ فِيْكَ اِلَّا بَصِيْرَةً قَالَ ثُمَّ يَقُوْلُ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَا يَفْعَلُ بَعْدِيْ بِاَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ قَالَ فَيَاْخُذُهُ الدَّجَّالُ لِيَذْبَحَهٗ فَيُجْعَلُ مَا بَيْنَ رَقَبَتِهٖ اِلٰى تَرْقُوَتِهٖ نُحَاسًا فَلَا يَسْتَطِيْعُ اِلَيْهِ سَبِيْلًا قَالَ فَيَاْخُذُ بِيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ فَيَقْذِفُ بِهٖ فَيَحْسَبُ النَّاسُ اَنَّمَا قَذَفَهٗ اِلَى النَّارِ وَاِنَّمَا اُلْقِيَ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا اَعْظَمُ النَّاسِ شَهَادَةً عِنْدَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ .

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

لے جائیں گے۔ مومن جب اسے دیکھے گا تو کہے گا اے لوگو! یہ ہی وہ دجال ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے۔ ۶ فرمایا تب دجال اس کے متعلق حکم دے گا تو انہیں لمبا ڈال دیا جائے گا کہے گا اسے پکڑ لو اور زخمی کردو۔ ۷ چنانچہ ان کی پیٹھ اور پیٹ مار کر چوڑے کردیں گے۔ ۸ فرمایا وہ کہے گا کیا مجھ پر ایمان نہیں لاتا فرمایا وہ کہیں گے تو جھوٹا مسیح ہے۔ ۹ فرمایا پس اس کے متعلق حکم دیا جائے گا تو آرے سے ان کی مانگ سے چیر دیا جائے گا حتی کہ ان کے پاؤں چیر دیئے جائیں گے ۱۰ فرمایا پھر دجال دوٹکڑوں کے درمیان چلے گا پھر اس سے کہے گا کھڑا ہو وہ سیدھا کھڑا ہوجائے گا ۱۱ پھر اس سے کہے گا کیا مجھ پر ایمان لاتا ہے، تو وہ کہے گا تیرے بارے میں میری بصیرت ہی زیادہ ہوئی ۱۲ فرمایا پھر کہیں گے اے لوگو یہ میرے بعد اب کسی آدمی سے یہ نہ کرسکے گا۔ ۱۳ فرمایا پھر اسے دجال ذبح کرنے کیلئے پکڑے گا تو اس کی گردن سے گلے تک کے درمیان تانبہ کردیا جائے گا پھر وہ اس تک راہ پانے کی طاقت نہ رکھے گا فرمایا کہ پھر دجال ان کے ہاتھوں ۱۴ پاؤں کو پکڑے گا اور پھینک دے گا۔ لوگ سمجھیں گے کہ اسے آگ کی طرف پھینکا مگر وہ جنت میں ڈالا جائے گا ۱۵ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص رب العالمین کے نزدیک تمام لوگوں میں بڑی شہادت والا ہوگا ۱۶ (مسلم)

(۵۲۵۶) ۱ یہ صاحب مدینہ سے نکلیں گے۔ غالبًا حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے کیونکہ وہ اب تک زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔ آپ ہی پر دجال کا زور ختم ہوگا (مرقات) ۲ مسالح جمع ہے مسلح کی مسلح کے معنی ہیں ہتھیار رکھنے کی جگہ یعنی ملک کی سرحد پھر سرحد کے باشندے کو مسالح کہنے لگے کہ وہ لوگ ہروقت ہتھیار بند رہتے ہیں۔ پھر محافظ سپاہیوں کو مسالح کہنے لگے کہ اکثر سپاہی ہتھیار بند ہوتے ہیں (لمعات، مرقات، اشعہ) معلوم ہوا کہ دجال اپنے سپاہی چھوڑے گا جو لوگوں کو اس مردود تک پہنچائیں گے ۳ آپ کا یہ فرمان نہایت حقارت کے انداز میں ہوگا خرج سے اشارۃً یہ فرمائیں گے کہ دجال راہ حق سے نکلا ہوا ہے۔ ایمان سے ہٹا ہوا ہے۔ ۴ یعنی اے بے وقوفو! رب تعالیٰ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں وہ تمام عیوب سے پاک ہے۔ تمام صفات سے موصوف ہے، دجال کھاتا ہے پیتا ہے پیشاب پاخانہ کرتا ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ وہ کانا ہے جس میں یہ عیوب ہوں وہ رب کیسا تم اسے رب کیوں مانتے ہو۔ ۵ خلاصہ یہ ہے کہ دجال کے سپاہیوں میں سے بعض کہیں گے کہ انہیں یہاں ہی قتل کردو۔ بعض کہیں گے کہ نہیں انہیں دجال کے پاس لے چلو ۶ یعنی یہ صاحب دجال کی صورت اس کی کالی آنکھ کالا منہ دیکھ کر پکاریں گے کہ یہ خدا نہیں بلکہ خدا کا مردود بندہ ہے۔ ۷ پہلا شج سے ہے بمعنی

https://archive.org/details/@madni_library

چوڑائی میں ڈال دینا' یعنی مارنے کیلئے اس کو زمین پر الٹا لٹادینا جسے پنجاب میں کہتے ہیں لما پادینا دوسرا شجو شج بمعنی زخمی کرنے سے ہیں۔یعنی پہلے انہیں زمین پر لمبا ڈالو پھر انہیں اتنا مارو کہ زخمی ہو جائیں۔ان دونوں کی اور کئی شرحیں ہیں جو اسی جگہ لمعات میں مذکورہ ہیں۔۸؎ پیٹھ چوڑی کرنا ایک خاص محاورہ ہے یعنی مار مار کر ایسا حال کردیں گے کہ اگر ان کی پیٹھ لوہے یا سونے چاندی کی ہوتی تو کٹ کٹ کر چوڑی ہوجاتی مقصد یہ ہے کہ بہت ہی ماریں گے مگر وہ اف نہ کریں گے ہر کام اور ہر شخص کا ایک وقت ہوتا ہے۔حضرت خضر علیہ السلام دجال پر اپنی کرامت یا معجزہ نہ جاری کریں گے۔کہ ابھی اس کا وقت نہیں ورنہ یہ خضر وہ ہیں جنہوں نے اشارہ سے گرتی ہوئی دیوار سیدھی کردی تھی اور ایک انگلی سے بچہ کا سر اکھیڑ کر اسے ماردیا تھا جیسا کہ قرآن میں ہے۔۹؎ یعنی تو جھوٹا مسیح ہے جسے سچے مسیح علیہ السلام قتل کریں گے۔یہ فیصلہ الٰہی ہے ورنہ میں ہی تجھے ہلاک کردیتا (مرقات)۱۰؎ اللہ اکبر یہ ہے اللہ کی راہ میں مصیبت جھیلنا کہ ککڑی کھیرے کی طرح آرہ سے چر گئے اف نہ کی لوگ یہ تماشا دیکھ رہے ہوں گے۔۱۱؎ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مقابلہ کے وقت کرامت ومعجزہ سارے جادو اور استدراج پر غالب رہتا ہے مگر جب مقابلہ نہ ہو تو جادو' استدراج وغیرہ ولی نبی پر اثر کردیتے ہیں۔دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں سارے جادوگر فیل ہوگئے کہ وہاں مقابلہ تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو نے اثر کردیا کہ وہاں مقابلہ نہ تھا۔بعض انبیاء کرام کو تلوار سے شہید یا زخمی کیا گیا۔یہاں دوسری صورت ہے دوسرے یہ کہ اگر زندگی باقی ہو جب بھی عارضی موت آسکتی ہے۔حضرت خضر کی زندگی قریب قیامت تک ہے مگر وہ دجال کے ہاتھوں عارضی طور پر شہید کردیئے گئے۔عیسی علیہ السلام جن مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ اپنی زندگیاں ختم کرکے مرے ہوتے تھے مگر اب دعا سے دوبارہ عمر پاتے تھے۔۱۲؎ یعنی تیرا یہ کرشمہ دیکھ کر مجھے تیرے دجال ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا اور زیادہ یقین ہوگیا۔پہلے علم الیقین تھا اب عین الیقین ہوگیا۔۱۳؎ یعنی اس کی شعبدہ بازیاں ختم ہوئیں اب یہ کسی کو مار کر زندہ نہ کرسکے گا۔مجھ پر اس کا زور ختم ہوا اور مسیح پر اس کا شور ختم ہوجائے گا یہ مر کر گمنام ہو جائے گا۔۱۴؎ یعنی ذبح کے وقت جہاں چھری چلائی جاتی ہے وہاں تو یا بعینہٖ تانبہ کی تختی ہو جائے گی یا یہ جگہ تانبہ کی طرح سخت کردی جائے گی۔جس پر چھری نہ چل سکے گی۔اور دجال یا اس کے سپاہی ان بزرگ کو ذبح نہیں کرسکیں گے۔۱۵؎ اس جنت وآگ کی تحقیق ابھی کچھ پہلے کی جاچکی ہے یعنی دجال اپنی شرمندگی مٹانے کیلئے ان بزرگ کو اپنی خود ساختہ آگ میں ڈالے گا جو دیکھنے میں آگ ہوگی' مگر نار نمرود کی طرح درحقیقت نہایت آرام دہ باغ ہوگا۔۱۶؎ یعنی یہ صاحب اس زمانہ کے تمام شہید مسلمانوں میں اول درجہ کے شہید ہوں گے۔کیونکہ ایک بار تو آرہ سے چیرے گئے۔پھر دوبارہ قتل وذبح کیلئے لٹائے گئے پھر ظاہری آگ میں پھینکے گئے۔ان سب کے سوا ایسے موقع پر نہایت جرأت وہمت سے مردانہ وار دجال کے مقابل ہو کر سینکڑوں کے ایمان کو بچا گئے اور ظاہر ہے کہ جیسے کارنامے جیسی تکالیف ویسا ہی درجہ اس الناس میں حضرات شہداء احد' بدر وحنین یا شہداء کربلا داخل نہیں کہ ان کے درجہ تک کوئی مسلمان تا قیامت نہیں پہنچ سکتا۔لہذا حدیث واضح ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ سید الشہداء تو حضرت حمزہ یا شہداء کربلا امام حسین ہیں اور ہوسکتا ہے کہ یہ درجہ ان کی نبوت کی وجہ سے سب سے بڑھ جائے کہ نبی کا عمل غیر نبی کے عمل سے زیادہ درجہ رکھتا ہے۔

وَعَنْ اُمِّ شَرِيْكٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ حَتّٰى يَلْحَقُوْا بِالْجِبَالِ قَالَتْ اُمُّ شَرِيْكٍ قُلْتُ يَارَسُوْلَ

(۵۲۳۷) روایت ہے حضرت ام شریک سے۱؎ فرماتی ہیں۔فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ دجال سے بھاگیں گے حتی کہ پہاڑوں میں جا پہنچیں گے۲؎ ام شریک فرماتی ہیں کہ میں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اللّٰهِ فَاَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ قَلِيْلٌ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس دن عرب کہاں ہوں گے فرمایا وہ تھوڑے ہوں گے۳؎ (مسلم)

(۵۲۳۷) ۱؎ ام شریک دو ہیں ایک ام شریک انصاریہ صحابیہ دوسری ام شریک قرشیہ عامریہ یہاں ام شریک قرشیہ مراد ہیں اور جن ام شریک کے پاس فاطمہ بنت قیس کو عدت گزارنے کا حکم دیا گیا تھا وہ ام شریک انصاریہ تھیں (اشعہ) ۲؎ یعنی احتیاطًا مسلمان اپنا دین بچانے کیلئے بستیوں بلکہ جنگلوں میں نہ ٹھہریں گے کیونکہ اس زمانہ میں کوئی جگہ اس کے شر سے محفوظ نہ ہوگی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی تعریف فرماتے ہوئے یہ فرمارہے ہیں۔معلوم ہوا کہ فتنہ کے زمانہ میں بستیاں چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جانا اچھا ہے کہ اس میں دین کی بڑی حفاظت ہے۳؎ جناب ام شریک نے پوچھا کہ عرب تو بڑے بہادر ہیں۔ یہ لوگ دجال پر جہاد کیوں نہ کریں گے فرمایا کہ اس وقت عرب اتنے تھوڑے ہوں گے کہ جہاد کرنے پر قادر نہ ہوں گے۔معلوم ہوا کہ جہاد کیلئے قدرت شرط ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ يَهُوْدِ اِصْفَهَانَ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَيْهِمُ الطَّيَالِسَةُ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۳۸) روایت ہے حضرت انس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ اصفہان کے یہود میں سے ستر آدمی دجال کی پیروی کرلیں گے۱؎ جن پر طیلسان لباس ہوگا۲؎ (مسلم)

(۵۲۳۸) ۱؎ معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں یہود شہر اصفہان میں کثرت سے ہوں گے اصفہان ایران کا مشہور شہر ہے۔میں نے وہاں کی سیر کی ہے۔ یہاں ہی دجال کا زور زیادہ ہوگا اور دجال کے پہلے مددگار و معاون یہود ہوں گے۔بعض نے کہا کہ دجال خود یہود میں سے ہوگا۔۲؎ طیالسہ جمع ہے طیلسان کی جو معرب ہے تالسان کا' تالسان وہ خاص رومال ہے جس سے سر اور کندھا ڈھکا جاتا ہے یا کوئی اور خاص لباس طیلسان پہننے سے ممانعت بھی آتی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا پہننا بھی ثابت ہے۔ جب تک یہ یہود کا نشان رہا ممنوع رہا جب اس کا رواج عام ہوگیا تب حضور نے پہنا۔تمام لباسوں کا یہ ہی حال ہے کہ جو کفار کی علامت ہوں ان سے بچے اور جب علامت نہ رہیں مشترک بن جائیں تو جائز ہیں۔(مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْتِي الدَّجَّالُ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْهِ اَنْ يَّدْخُلَ نِقَابَ الْمَدِيْنَةِ فَيَنْزِلُ بَعْضَ السِّبَاخِ الَّتِيْ تَلِي الْمَدِيْنَةَ فَيَخْرُجُ اِلَيْهِ رَجُلٌ وَّهُوَ خَيْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خِيَارِ النَّاسِ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّكَ الدَّجَّالُ الَّذِيْ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثَهٗ فَيَقُوْلُ الدَّجَّالُ اَرَاَيْتُمْ اِنْ قَتَلْتُ هٰذَا ثُمَّ اَحْيَيْتُهٗ هَلْ تَشُكُّوْنَ فِي الْاَمْرِ فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقْتُلُهٗ ثُمَّ يُحْيِيْهِ فَيَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ فِيْكَ اَشَدَّ بَصِيْرَةً مِّنِّي الْيَوْمَ فَيُرِيْدُ الدَّجَّالُ اَنْ يَّقْتُلَهٗ فَلَا يُسَلَّطُ عَلَيْهِ

(۵۲۳۹) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دجال آئے گا حالانکہ اس کا مدینہ کے راستوں میں داخلہ ناممکن ہوگا تو بعض کھاری زمینوں میں جو مدینہ سے متصل ہیں وہاں اترے گا۱؎ تو اس کی طرف ایک شخص نکلے گا جو لوگوں میں بہترین یا لوگوں میں سے بہترین ہوگا۲؎ وہ کہے گا میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہ ہی دجال ہے جس کی خبر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی تو دجال کہے گا کہ بتاؤ تو اگر میں اسے قتل کردوں پھر زندہ کردوں تو کیا تم اس میں کچھ شک کرو گے۳؎ وہ لوگ کہیں گے کہ نہیں تو وہ اس شخص کو قتل کرے گا پھر زندہ کرے گا تب وہ کہے گا واللہ کہ اب سے پہلے تیرے متعلق زیادہ سمجھ بوجھ والا نہ تھا۴؎ پھر

https://archive.org/details/@madni_library

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

دجال اسے قتل کرنا چاہے گا تو اس پر قابو نہ دیا جائے گا۵؎ (مسلم بخاری)

(۵۲۳۹) ۱؎ انقاب جمع ہے نقب کی بمعنی پہاڑی راستہ جو پہاڑ میں جائے اب ہر راستہ کو نقب کہتے ہیں یہاں اسی معنی میں ہے یعنی باہر سے جتنے راستے مدینہ منورہ میں آتے ہیں ان سب پر فرشتے ہوں گے جو دجال کو مدینہ مطہرہ میں داخل ہونے سے روکیں گے۔ وہ ہی یہاں مراد ہے وہ مردود مدینہ منورہ کے باہر جو زمین شورہ ہے وہاں قیام کرے گا۲؎ عام شارحین نے فرمایا کہ وہ خضر علیہ السلام ہوں گے جو دجال کا مقابلہ کرنے نکلیں گے وہ زندہ ہیں اور تاقیامت زندہ رہیں گے۔ اس زمانہ میں مدینہ منورہ میں ہوں گے آپ دجال کے ہاتھوں دکھ اٹھائیں گے مگر اسے بے نقاب فرمادیں گے۔ اس کی جھوٹی الوہیت کی مٹی انہیں کے ہاتھوں پلید ہوگی۔ اس وقت آپ اسلام کے مبلغ اعظم ہوں گے اور سب کو نظر آئیں گے۔ سب انہیں پہچانیں گے۔ ان سے گفتگو کریں گے۔۳؎ دجال اپنے ماننے والوں سے یہ خطاب کرے گا۔ خود ان بزرگ سے یہ خطاب نہ کرے گا کہ وہ جانتا ہے کہ یہ بزرگ مجھے مانیں گے نہیں اسے خطرہ تھا کہ شاید ان بزرگ کی تقریر سے میرے ماننے والوں کے دلوں میں میری طرف سے کچھ شک ہوگیا اس لئے ان سے یہ کہے گا۔ اس فرمان عالی کے اور کئی مطلب کئے گئے ہیں۔ مگر یہ مطلب قوی ہے کہ اس میں خطاب اس کے معتقد یہودیوں سے ہے نہ کہ مومنین سے۴؎ یعنی دجال کے کافر ہونے کا جتنا یقین مجھے اب ہوگیا اتنا پہلے نہ تھا کہ پہلے مجھے تیرے متعلق عین الیقین تھا دیکھ کر اب حق الیقین ہوگیا آزما کر۵؎ یعنی اب جو ان بزرگ کو ذبح کرنے جائے گا تو نہ کرسکے گا۔ کیونکہ ان کی گردن میں تانبہ یا پیتل ہوجائے گا جو چھری سے کٹ نہ سکے گا اور آج اس وقت سے اس کی شعبدہ بازیاں ختم ہوجائیں گی اور اس کا زوال شروع ہوجائے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں اس کی لاش گلیوں میں پھرے گی جسے کتے کھاتے ہوں گے اللہ سچا اس کے نبی سچے (مرقات)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاْتِی الْمَسِیْحُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ هِمَّتُهُ الْمَدِیْنَةُ حَتّٰی یَنْزِلَ دُبُرَ اُحُدٍ ثُمَّ تَصْرِفُ الْمَلَائِکَةُ وَجْهَهُ قِبَلَ الشَّامِ وَهُنَالِكَ یَهْلِكُ ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۵۲۴۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ مسیح دجال مشرق کی طرف سے آئے گا اس کا ارادہ مدینہ منورہ کا ہوگا۱؎ حتیٰ کہ احد کے پیچھے اترے گا۔ پھر فرشتے اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہاں ہی ہلاک ہوگا۲؎ (مسلم بخاری)

(۵۲۴۰) ۱؎ پہلے گزر چکا کہ دجال خراسان سے نکلے گا اور خراسان مدینہ منورہ سے جانب مشرق ہے۔ وہ مدینہ منورہ کے ارادے سے اتنا دراز سفر طے کرے گا مگر یہاں داخل نہ ہوسکے گا کہ یہاں سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔۲؎ پہلے گزر چکا ہے کہ دجال باب لد میں مارا جائے گا اور باب لد دمشق کے قریب ایک بستی ہوگی اور دمشق ملک شام میں ہے۔ اسے وہاں موت لے جائے گی۔

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَایَدْخُلُ الْمَدِیْنَةَ رُعْبُ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ لَهَا یَوْمَئِذٍ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ عَلٰی کُلِّ بَابٍ مَلَکَانِ ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِیّ)

(۵۲۴۱) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا مدینہ منورہ میں مسیح دجال کا رعب نہ داخل ہوگا۱؎ اس دن اس کے سات دروازے ہوں گے ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔۲؎

(۵۲۴۱) ۱؎ یعنی ساری دنیا کے بڑے شہروں میں وہ خود داخل ہوگا اور چھوٹی بستیوں میں اس کے مبلغ اس کی دہشتناک خبریں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

پہنچائیں گے۔جس سے لوگ ڈر کر یا لالچ سے اسے رب مان لیں گے۔مگر مدینہ منورہ وہ محفوظ و مامون شہر ہوگا جہاں نہ دجال آئے گا نہ اس کا رعب۔یہاں کے لوگ بالکل محفوظ اور مطمئن ہوں گے۔یہ ہی امن وامان مکہ معظمہ میں ہوگا۔زمین مدینہ میں نہ طاعون داخل ہو اور نہ کوئی وبائی بیماری نہ دجال وغیرہ۲؎ دروازوں سے مراد یا تو راستے ہیں یا خود یہ ہی معروف دروازے یعنی اس دن مدینہ منورہ میں ارد گرد چاردیواری ہوگی اور دیوار میں سات دروازے ہوں گے۔اب بھی مدینہ منورہ کے اردگرد کہیں کہیں یہ چہاردیواری دیکھی جاتی ہے۔غالبًا اس زمانہ میں یہ چہاردیواری مکمل ہوگی۔جس میں یہ دروازے ہوں گے۔ہر دروازے پر دو فرشتے ان فرشتوں میں جبریل امین بھی ہوں گے وہ جو مشہور ہے کہ حضور کی وفات کے بعد جبریل زمین پر نہ آئیں گے بالکل غلط ہے۔طبرانی میں ہے کہ جو مومن وضو پر مرے اس کے نزع کے وقت اس کے پاس جبریل امین آتے ہیں۔(مرقات)

وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ مُنَادِیَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنَادِی الصَّلٰوةُ جَامِعَةٌ فَخَرَجْتُ اِلَى الْمَسْجِدِ فَصَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقَالَ لِيَلْزَمْ كُلُّ اِنْسَانٍ مُصَلَّاهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ لِمَ جَمَعْتُكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنِّیْ وَاللّٰهِ مَا جَمَعْتُكُمْ لِرَغْبَةٍ وَّلَا لِرَهْبَةٍ وَّلٰكِنْ جَمَعْتُكُمْ لِاَنَّ تَمِيْمًا نِ الدَّارِیَّ كَانَ رَجُلًا نَصْرَانِيًّا فَجَآءَ وَاَسْلَمَ وَحَدَّثَنِیْ حَدِيْثًا وَّافَقَ الَّذِیْ كُنْتُ اُحَدِّثُكُمْ بِهٖ عَنِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ حَدَّثَنِیْ اَنَّهٗ رَكِبَ فِیْ سَفِيْنَةٍ بَحْرِيَّةٍ مَعَ ثَلٰثِيْنَ رَجُلًا مِنْ لَخْمٍ وَّجُذَامٍ فَلَعِبَ بِهِمُ الْمَوْجُ شَهْرًا فِی الْبَحْرِ فَاَرْفَئُوْا اِلٰى جَزِيْرَةٍ حِيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ فَجَلَسُوْا فِیْ اَقْرُبِ السَّفِيْنَةِ فَدَخَلُوا الْجَزِيْرَةَ فَلَقِيَتْهُمْ دَآبَّةٌ اَهْلَبُ كَثِيْرُ الشَّعْرِ لَا يَدْرُوْنَ مَا قُبُلُهٗ مِنْ دُبُرِهٖ مِنْ كَثْرَةِ الشَّعْرِ قَالُوْا وَيْلَكِ مَا اَنْتِ قَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ انْطَلِقُوْا اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ فِی الدَّيْرِ فَاِنَّهٗ اِلٰى خَبَرِكُمْ بِالْاَشْوَاقِ قَالَ لَمَّا سَمَّتْ لَنَا رَجُلًا فَرِقْنَا مِنْهَا اَنْ تَكُوْنَ شَيْطَانَةً قَالَ فَانْطَلَقْنَا سِرَاعًا حَتّٰى

(۵۲۴۲) روایت ہے جناب فاطمہ بنت قیس سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانچی کو سنا جو اعلان کررہا تھا کہ نماز تیار ہے تو میں مسجد کی طرف گئی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۲؎ تو جب حضور نے نماز پوری کرلی تو منبر پر جلوہ افروز ہوئے حالانکہ حضور ہنس رہے تھے۳؎ فرمایا ہر شخص اپنی نماز کی جگہ رہے۴؎ پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ ہم نے تم کو کیوں جمع فرمایا سب نے عرض کی اللہ رسول ہی جانیں۔فرمایا: واللہ ہم نے تم کو بشارت دینے اور ڈرانے کیلئے جمع نہیں فرمایا۵؎ لیکن اس لئے جمع فرمایا ہے کہ تمیم داری ایک عیسائی آدمی تھا وہ آیا اور مسلمان ہوگیا۶؎ اور اس نے ہم کو ایسی خبر دی جو اس کے موافق ہے جو ہم تم کو مسیح دجال کے متعلق بتایا کرتے تھے۷؎ اس نے ہم کو خبر دی کہ وہ قبیلہ لخم اور جذام کے تیس آدمیوں کے ساتھ دریائی جہاز میں سوار ہوئے۸؎ تو انہیں ایک ماہ تک موج سمندر میں کھلاتی رہی۹؎ پھر وہ مغرب کی طرف جزیرہ کے قریب پہنچے پھر وہ چھوٹی کشتی میں بیٹھے جزیرہ میں داخل ہوئے۱۰؎ تو انہیں ایک بہت زیادہ اور موٹے بالوں والا جانور ملا۱۱؎ کہ بالوں کی زیادتی کی وجہ سے یہ نہیں جانتے تھے کہ اس کا اگلا اور پچھلا حصہ کون سا ہے۔۱۲؎ ان لوگوں نے کہا تیری خرابی ہو تو کون ہے وہ بولی میں جاسوس ہوں۱۳؎ تم لوگ کلیسا میں اس شخص کے پاس جاؤ وہ تمہاری خبر کا مشتاق ہے کہا کہ جب اس نے ہم سے ایک آدمی کا نام لیا تو ہم اس سے بولے کہ وہ جناتی ہے

https://archive.org/details/@madni_library

دَخَلْنَا الدَّيْرَ فَاِذَا فِيْهِ اَعْظَمُ اِنْسَانٍ مَا رَاَيْنَاهُ قَطُّ خَلْقًا وَّاَشَدُّهُ وَثَاقًا مَجْمُوْعَةً يَدُهُ اِلٰى عُنُقِهٖ مَا بَيْنَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى كَعْبَيْهِ بِالْحَدِيْدِ قُلْنَا وَيْلَكَ مَا اَنْتَ قَالَ قَدْ قَدَرْتُمْ عَلٰى خَبَرِيْ فَاَخْبِرُوْنِيْ مَا اَنْتُمْ قَالُوْا نَحْنُ اُنَاسٌ مِنَ الْعَرَبِ رَكِبْنَا فِيْ سَفِيْنَةٍ بَحْرِيَّةٍ فَلَعِبَ بِنَا الْبَحْرُ شَهْرًا فَدَخَلْنَا الْجَزِيْرَةَ فَلَقِيَتْنَا دَآبَّةٌ اَهْلَبُ فَقَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ اعْمِدُوْا اِلٰى هٰذَا فِي الدَّيْرِ فَاَقْبَلْنَا اِلَيْكَ سِرَاعًا فَقَالَ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ نَخْلِ بَيْسَانَ هَلْ تُثْمِرُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ اَمَا اِنَّهَا تُوْشِكُ اَنْ لَّاتُثْمِرَ قَالَ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ بُحَيْرَةِ الطَّبَرِيَّةِ هَلْ فِيْهَا مَآءٌ قُلْنَا هِيَ كَثِيْرَةُ الْمَآءِ قَالَ اِنَّ مَآءَ هَا يُوْشِكُ اَنْ يَذْهَبَ قَالَ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ عَيْنِ زُغَرَ هَلْ فِي الْعَيْنِ مَآءٌ وَّهَلْ يَزْرَعُ اَهْلُهَا بِمَآءِ الْعَيْنِ قُلْنَا نَعَمْ هِيَ كَثِيْرَةُ الْمَآءِ وَاَهْلُهَا يَزْرَعُوْنَ مِنْ مَآءِ هَا قَالَ اَخْبِرُوْنِيْ عَنْ نَبِيِّ الْاُمِّيِّيْنَ مَا فَعَلَ قُلْنَا قَدْ خَرَجَ مِنْ مَكَّةَ وَنَزَلَ يَثْرِبَ قَالَ اَقَاتَلَهُ الْعَرَبُ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ كَيْفَ صَنَعَ بِهِمْ فَاَخْبَرْنَاهُ اَنَّهُ قَدْ ظَهَرَ عَلٰى مَنْ يَّلِيْهِ مِنَ الْعَرَبِ وَاَطَاعُوْهُ قَالَ اَمَا اِنَّ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّهُمْ اَنْ يُّطِيْعُوْهُ وَاِنِّيْ مُخْبِرُكُمْ عَنِّيْ اَنَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ وَاِنِّيْ يُوْشِكُ اَنْ يُّؤْذَنَ لِيْ فِي الْخُرُوْجِ فَاَخْرُجُ فَاَسِيْرُ فِي الْاَرْضِ فَلَا اَدَعُ قَرْيَةً اِلَّا هَبَطْتُهَا فِيْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً غَيْرَ مَكَّةَ وَطَيْبَةَ هُمَا مُحَرَّمَتَانِ عَلَيَّ كِلْتَاهُمَا كُلَّمَا اَرَدْتُّ اَنْ اَدْخُلَ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اسْتَقْبَلَنِيْ مَلَكٌ بِيَدِهِ السَّيْفُ صُلْتًا يَصُدُّنِيْ عَنْهَا وَاِنَّ عَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَائِكَةً يَحْرُسُوْنَهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَعَنَ بِمِخْصَرَتِهٖ فِي الْمِنْبَرِ هٰذِهٖ طَيْبَةُ هٰذِهٖ طَيْبَةُ

۱۴؎ کہا پھر ہم تیز چلے حتی کہ کلیسا میں داخل ہو گئے۔تو اس میں ایک بہت بھاری بھرکم آدمی تھا ہم نے اتنا بڑا اور ایسا مضبوط بندھا ہوا آدمی نہ دیکھا تھا۔اس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ ۱۶؎ اس کے گھٹنوں سے ٹخنوں تک لوہے سے جکڑا ہوا تھا ہم نے کہا تیری خرابی ہو تو ہے کون وہ بولا میری خبر پر تم نے قابو پالیا۔تم بتاؤ تم کون لوگ ہو ۱۷؎ انہوں نے کہا ہم عرب کے لوگ ہیں ہم دریائی جہاز میں سوار ہوئے تو ہم کو دریا ایک ماہ تک کھلاتا رہا ۱۸؎ پھر ہم اس جزیرہ میں داخل ہوئے تو ہم کو بڑے بالوں والا جانور ملا وہ بولا میں جاسوس ہوں اس کلیسا کی طرف جاؤ تو ہم دوڑتے ہوئے تیری طرف آگئے۔ وہ بولا کہ مجھے بیسان کے باغ کی خبر دو کیا وہ پھل دے رہا ہے ۱۹؎ ہم نے کہا ہاں وہ بولا قریب ہے کہ پھل نہ دے گا ۲۰؎ بولا مجھے بحیرہ طبریہ کے متعلق بتاؤ کیا اس میں پانی ہے ۲۱؎ ہم نے کہا وہ تو بہت پانی والا ہے۔بولا قریب ہے کہ اس کا پانی خشک ہو جائے ۲۲؎ بولا مجھے چشمہ زغر کے متعلق بتاؤ کیا اس چشمہ میں پانی ہے اور کیا وہاں کے باشندے کھیتی باڑی کررہے ہیں ۲۳؎ ہم نے کہا ہاں اس میں بہت پانی ہے اور وہاں کے باشندے اس پانی سے کھیتی باڑی کررہے ہیں ۲۴؎ وہ بولا مجھے ناخواندہ لوگوں کے نبی کے متعلق خبر دو کہ انہوں نے کیا کیا ۲۵؎ ہم نے کہا وہ مکہ سے تشریف لے گئے اور مدینہ قیام پذیر ہوئے۔بولا کیا عرب نے ان سے جنگ کی ہم نے کہا ہاں بولا ان کے ساتھ نبی نے کیا کیا ہم نے اسے بتایا کہ وہ متصل عرب پر غالب آگئے اور عرب نے ان کی اطاعت کرلی ہے ۲۶؎ بولا عرب کیلئے ان کی اطاعت کرنا بہتر ہے ۲۷؎ اور میں تمہیں اپنے متعلق بتاتا ہوں کہ میں مسیح دجال ہوں ۲۸؎ قریب ہے کہ مجھے نکلنے کی اجازت دی جائے تو میں نکلوں تو ساری زمین میں چلوں کوئی بستی نہ چھوڑوں مگر وہاں چالیس دن میں اتروں سوا مکہ اور مدینہ کے ۲۹؎ کہ وہ دونوں بستیاں مجھ پر حرام ہیں۔جب کبھی میں ان میں سے کسی میں داخل ہونا چاہوں گا تو میرے سامنے ایک فرشتہ آئے جس کے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

هٰذِهٖ طَيْبَةُ يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ اَلَا هَلْ كُنْتُ حَدَّثْتُكُمْ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ اَلَا اِنَّهٗ فِيْ بَحْرِ الشَّامِ اَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ مَا هُوَ وَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ اِلَى الْمَشْرِقِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

ہاتھ میں ننگی تلوار ہوگی جو مجھے وہاں سے روک دے گا اور اس کے ہر راستہ پر فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہوں گے ۳۰؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عصا منبر پر مارا اور فرمایا یہ ہے طیبہ یہ ہے طیبہ یہ ہے طیبہ یعنی مدینہ منورہ بولو کیا ہم نے تم کو یہ خبریں دی تھیں لوگوں نے کہا ہاں ۳۱؎ آگاہ رہو کہ وہ شام یا یمن کے جنگل میں ہے نہیں بلکہ مشرق کی طرف وہ ہے اور اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا ۳۲؎ (مسلم)

(۵۲۴۲) ۱؎ آپ قرشیہ فہریہ ہیں یعنی فہر ابن مالک ابن نضر کی اولاد سے ہیں۔ ضحاک ابن قیس کی بہن ہیں۔ مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ صاحب جمال وعقل تھیں۔ پہلے عمرو ابن مغیرہ کے نکاح میں تھیں۔ ان سے طلاق کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ ابن زید سے نکاح کر دیا ۲؎ جب کبھی کوئی اہم مشورہ یا ضروری کام ہوتا تو نماز کے بعد مسجد میں کیا جاتا۔ اس موقع پر اعلان ہوتا تھا کہ سب لوگ فلاں نماز مسجد نبوی میں ادا کریں۔ لوگ اہتمام سے آ جاتے تھے۔ یہ ہی مراد یہاں ہے لہذا حدیث ظاہر ہے ۳؎ یہاں ہنسنا بمعنی تبسم فرمانا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری عمر شریف میں کبھی ٹھٹھا مار کر نہ ہنسے' ہاں تبسم بہت فرماتے تھے۔ شعر:-

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

۴؎ یعنی کوئی صاحب نہ ہٹے نہ اٹھے' ہمارا کلام وہاں ہی بیٹھے سنے جہاں اس نے نماز پڑھی ہے۔ ۵؎ یعنی نہ تو کوئی رحمت کی آیت نازل ہوئی ہے نہ عذاب کی آیت جسے سنانے کیلئے میں نے تم لوگوں کو جمع کیا ہو نہ مال غنیمت کہیں سے آیا ہے جو تم میں تقسیم کرنا ہے نہ دشمن کے مقابلہ کیلئے تم کو کہیں بھیجنا ہے۔ آج تو ایک نئی بات ہی سنانا ہے۔ ۶؎ حضرت تمیم ابن اوس مشہور صحابی ہیں۔ قبیلہ بنی عبدالدار سے ہیں۔ دار ایک بت کا نام تھا اس نسبت سے ان کے مورث اعلیٰ کا نام عبدالدار تھا بڑے عابد وزاہد شب زندہ دار تھے۔ اولاً مدینہ منورہ میں رہے۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد شام میں قیام پذیر ہوئے۔ وہاں ہی آپ کا مزار ہے۔ مسجد نبوی شریف میں سب سے پہلے چراغ جلانے والے بلکہ چراغاں کرنے والے آپ ہی ہیں۔ اولاً آپ عیسائی تھے۔ پھر یہ واقعہ دیکھا جو یہاں مذکور ہے۔ حضور کے ہاتھ پر ایمان لائے (اکمال) آپ ۹ھ میں ایمان لائے۔ بڑے پایہ کے صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔ ۷؎ یعنی ہماری خبر کی آنکھوں دیکھی تصدیق سن لو غالباً حضرت تمیم داری اس مجمع میں موجود تھے۔ حضور نے ان کی موجودگی میں یہ سب کچھ سنایا ۸؎ سفینہ بریہ یعنی ریت کا جہاز اونٹ کو کہتے ہیں اور سفینہ بحریہ یعنی سمندری جہاز بڑی کشتی کو نیز چھوٹی کشتی کو جو نہروں وغیرہ میں چلے زورق کہتے ہیں۔ بڑی کشتی کو سفینہ بحریہ۔ لخم یمن کا ایک قبیلہ ہے اور جذام ج کے پیش سے نجد کا ایک قبیلہ ہے (اشعہ' مرقات)۔ ۹؎ بے فائدہ کام کو لعب کہتے ہیں چونکہ دریا میں اتنے زور تک مارے مارے پھرنا بے فائدہ تھا اس لیے اسے لعب فرمایا۔ ۱۰؎ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بڑی کشتیوں کے اندر اس کے ساتھ چھوٹی کشتیاں رہتی تھیں۔ بڑی کشتی گہرے پانی میں رہتی تھی اور چھوٹی کشتی سے کنارہ پر آتے تھے اقرب جمع قارب کی بمعنی چھوٹی کشتی یہ جمع شاذ ہے فاعل کی جمع افعل کے وزن پر نہیں آتی۔ الا شاذاً۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب ان لوگوں نے ایک ماہ کے بعد زمین دیکھی تو غنیمت سمجھ کر وہاں اترے اور چھوٹی کشتی کے ذریعہ کنارہ پر پہنچے ۱۱؎ اھلب بنا ہے ھلب سے بمعنی موٹے بال یا دم پر زیادہ بال یہاں پہلے معنی میں ہے یعنی اس جانور کے بال بہت تھے اور موٹے تھے۔ دابۃ نر اور مادہ دونوں جانوروں کو کہا جاتا ہے۔ رب فرماتا ہے: وَمَا مِنْ

https://archive.org/details/@madni_library

دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (۱۱'٦) اورزمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔ (کنزالایمان) ۱۲؎ یعنی اس کے سر سے دم تک بال ہی بال تھے۔ پتا نہ لگتا تھا کہ سر کدھر ہے اور دم کدھر ہے گویا عجیب الخلقت مخلوق تھی۔ ۱۳؎ یعنی میرا کام ہے لوگوں کی خبریں دجال تک پہنچاؤں جو اس کلیسا میں بندھا ہوا ہے۔ سیدنا عبداللہ ابن عمرو ابن عاص فرماتے ہیں کہ یہ جانور وہی دابۃ الارض تھا جو قریب قیامت نمودار ہوگا۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے: اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً (۸۲'۲۷) ہم زمین سے ان کے لئے ایک چوپایا نکالیں گے۔ (کنزالایمان) ۱۴؎ یعنی ہم کو یہ خوف ہوا کہ شاید جناتنی ہو اور ہم کو جس کے پاس بھیج رہی ہے وہ جن ہو ہم جنات میں پھنس نہ جائیں۔ ۱۵؎ دیر بنا ہے دار سے اور دار بنا ہے دور سے بمعنی گول عمارت چونکہ گرجا اکثر گول ہوتا ہے اس لئے اسے دیر کہتے ہیں۔ غالبًا اس وقت دجال یہودیوں میں سے ہے جو ایک گرجے میں بندھا تھا۔ جیسا کہ آگے معلوم ہوگا ۱۶؎ یعنی اس سے پہلے ہم نے نہ تو اتنا قد آور آدمی دیکھا نہ ایسی مضبوط زنجیر دیکھی جس سے بندھا تھا۔ وہ بھی ہیبت ناک اس کی قید بھی ہیبت ناک۔ ۱۷؎ یعنی تم میرے پاس آگئے ہو تم میری خبریں سن ہی لو گے اور میں تم کو سب کچھ اپنے متعلق بتا ہی دوں گا پہلے تم بتاؤ کہ تم لوگ کون ہو۔ خیال رہے کہ یہ دجال ان لوگوں کے حالات پوچھنا چاہتا تھا نہ کہ ان کی حقیقت کیوں کہ اسے خبر تھی کہ یہ لوگ انسان ہیں۔ اس لئے اس نے ما کہا من نہ کہا (اشعہ، مرقات) ۱۸؎ یعنی ہم اہل عرب ہیں، تجارت وغیرہ کی غرض سے دریائی سفر کررہے تھے کہ سمندر کی موجوں میں ہم پھنس گئے۔ ۱۹؎ خیال رہے کہ بیسان دو بستیوں کے نام ہیں۔ ایک حجاز میں ہے دوسری فلسطین نہر اردن کے قریب۔ یہاں وہ اس دوسرے بیسان کے متعلق پوچھ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہ آزاد تھا اور اس نے یہ تمام مقامات دیکھے تھے۔ پھر یہاں قید کیا گیا۔ (مرقات، واشعہ) ۲۰؎ یعنی ابھی قیامت قریب نہیں دور ہے کیونکہ علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ ہے کہ یہ باغ خشک ہو جائے گا۔ اس کے پھل ختم ہو جائیں گے ۲۱؎ بحیرہ طبریہ ایک نہر ہے اور طبریہ ایک قصبہ کا نام ہے جو نہر اردن کے قریب واقع ہے۔ امام طبرانی اسی قصبہ کے رہنے والے ہیں۔ طبرانی اسی طبریہ کی طرف نسبت ہے۔ ۲۲؎ یعنی علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ یہ بحیرہ طبریہ خشک ہو جائے گا۔ ابھی قیامت دورر ہے۔ ۲۳؎ زغر بروزن زفر ایک شہر ہے شام کے علاقہ میں زغر ایک عورت کا نام تھا جس نے یہ شہر آباد کیا تھا۔ اس کے نام پر اس شہر کا نام زغر ہوا۔ یہاں ایک مشہور چشمہ ہے۔ اس کا نام عین زغر ہے۔ وہ اس کے متعلق پوچھ رہا ہے۔ ۲۴؎ یہاں دجال نے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا مگر مطلب وہ ہی ہے کہ عنقریب یہ چشمہ بھی خشک ہو جائے گا (مرقات) اور قریب قیامت اس کے پانی سے کھیتی باڑی بھی نہیں ہو سکے گی۔ جب پانی ہی نہ ہوگا تو اس کے پانی سے کھیتی باڑی کے کیا معنی۔ ۲۵؎ بعض یہود کا عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی تو ہیں مگر ہمارے نبی نہیں کہ ہم تو اہل علم ہیں۔ آپ عرب کے ناخواندہ لوگوں کے نبی ہیں۔ اس لحاظ سے وہ حضور کو نبی الامیین کہہ رہا ہے۔ (اشعہ، مرقات) معلوم ہوا کہ دجال یہود قوم سے ہے۔ ۲۶؎ یعنی جہادوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم غالب آچکے ہیں اور مدینہ منورہ کے آس پاس کے علاقے انہوں نے فتح کرلئے ہیں اور ان علاقوں کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہو چکے ہیں جو واقعات تھے صحیح صحیح بیان کردیئے۔ ۲۷؎ سبحان اللہ دشمن اور بے دین کے منہ سے حضور کی حقانیت کی گواہی نکل رہی ہے۔ چونکہ ابھی وہ دجال بن کر دنیا کے سامنے نہیں آیا ہے اس لئے سچی بات کہہ رہا ہے۔ جب دجال بن کر آئے گا تب وہ خدا تعالٰی کو بھی نہیں مانے گا۔ نبوت تو بہت دور ہے۔ یعنی ان لوگوں کیلئے دین و دنیا کی بہتری اس میں ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرلیں۔ شاید یہ ہی سن کر تمیم داری مدینہ منورہ میں آکر مسلمان ہو گئے۔ بعض صحابہ کو کفار کے ذریعہ ایمان ملا۔ تمیم داری کو دجال کے ذریعہ۔ ابوسفیان کو شاہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

روم ہرقل کے ذریعہ۔ ۲۸؎ غالبًا یہ مسیح بنا ہے سیاحہ سے بمعنی زمین میں چلنا پھرنا سیر کرنا چونکہ یہ مردود تھوڑے دنوں میں تمام زمین میں چکر لگالے گا اس لئے اسے مسیح کہا گیا ہے۔مسیح کے اور بہت معنی ہیں۔دجال بنا ہے دجل سے بمعنی فریب دینا۔اس کا نام کچھ اور ہے لقب دجال ہے۔اس وقت وہ اپنی حقیقت خود بیان کررہا ہے۔ ۲۹؎ یہ ہے اس کافر دجال کے علم کا حال کہ آئندہ ہونے والے واقعات تفصیلاً بتارہا ہے۔اپنا مقام اور ساتھ ہی حرمین طیبین کی شان بیان کررہا ہے۔خیال رہے کہ مدینہ منورہ کے نام ایک سو سے زیادہ ہیں۔ان میں سے بہت نام جذب القلوب شریف کے اول میں لکھے ہیں۔یہاں دجال نے اسے طیبہ کہا طیبہ کے معنی ہیں پاک وصاف کی ہوئی بستی۔ چونکہ دجال سے وہ بستی محفوظ رہے گی۔اس کی خباثت وہاں نہ پہنچ سکے گی اس لئے اس نے طیبہ کہا۔خیال ہے کہ دجال کے سوا دیگر کفار ومشرکین ومنافقین مدینہ منورہ میں جا تو سکتے ہیں مگر رہ نہیں سکتے۔زندگی میں یا مرے بعد وہاں سے نکال دیئے جائیں گے۔یہ زمین مقدس بھٹی ہے۔جولوہے کا میل نکال دیتی ہے مگر دجال وہاں جا بھی نہیں سکے گا۔ ۳۰؎ ہم نے پہلے عرض کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام بھی ان فرشتوں میں داخل ہوں گے ان کی تشریف آوری زمین پر بند نہ ہوئی ہاں وحی لانا بند ہوگیا۔کہ حضور انور کے بعد کوئی نبی نہیں۔خیال رہے کہ دجال یہ سب کچھ جانتے ہوئے حرمین طیبین میں داخلے کی کوشش کرے گا جیسے شیطان لاحول کا کوڑا جانتے ہوئے بلکہ یہ کوڑا کھاتے ہوئے بھی ہرایک کے پاس پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔مکھیاں مار کھاتے ہوئے بھی ہرجگہ پہنچتی ہیں لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب اسے یہ سب کچھ معلوم ہے تو پھر وہاں جانے کی کوشش کیوں کرے گا۔فطرت نہیں بدلتی۔یہ اس کی فطری چیز ہوگی۔ شیطان جانتا ہے کہ میں حضرات انبیاء اولیاء کو بہکا نہیں سکتا اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (۱۵:۴۰) مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں (کنزالایمان) مگر پھر کوشش میں رہتا ہے۔ ۳۱؎ حضور انور کا یہ عمل وفرمان انتہائی خوشی سے ہے۔خوشی ایک تو اس کی ہے کہ ہمارے فرمان عالی کی تصدیق ایک غیر مسلم سے ہوئی بلکہ وہ اس کے اسلام لانے کا سبب بنی۔دوسرے یہ کہ ہمارے مدینہ کی شان عالی یہ ہے: اللہ تعالٰی ہم سب کو مدینہ طیبہ کی زیارت نصیب فرمائے ۳۲؎ اس فرمان عالی پر بہت شرحیں لکھی گئی ہیں۔بہترین شرح یہ ہے کہ ماھو میں ما زائدہ ہے نافیہ نہیں۔مطلب یہ ہے کہ دجال کبھی بحر شام میں مقید رہتا ہے اور کبھی بحر یمن میں رکھا جاتا ہے۔آج کل ان دونوں جیلوں میں نہیں بلکہ مدینہ منورہ سے مشرق جانب میں ہے۔یا یہ مطلب ہے کہ وہ شامی یا یمنی جیلوں میں مقید رہتا ہے مگر قریب خروج مدینہ منورہ میں ان طرفوں سے نہ آئے گا بلکہ مشرق کی طرف سے آئے گا۔خیال رہے کہ مدینہ منورہ سے شام جانب شمال ہے اور یمن جانب جنوب اور نجد جانب مشرق۔لہٰذا دجال اس زمانہ میں نجد کی طرف سے آئے گا یہ ہے میرے محبوب کا علم۔صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَيْتُنِي اللَّيْلَةَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ فَرَاَيْتُ رَجُلًا اٰدَمَ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَآءٍ مِنْ اُدْمِ الرِّجَالِ لَهٗ لِمَّةٌ كَاَحْسَنِ مَا اَنْتَ رَآءٍ مِنَ اللِّمَمِ قَدْ رَجَّلَهَا فَهِيَ تَقْطُرُ مَآءً مُتَّكِئًا عَلٰى عَوَاتِقِ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيْحُ بْنُ مَرْيَمَ قَالَ ثُمَّ اِذَا اَنَا بِرَجُلٍ جَعْدٍ قَطَطٍ اَعْوَرِ الْعَيْنِ

(۵۲۴۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات اپنے کو کعبہ کے پاس دیکھا ۱؎ تو میں نے ایک شخص کو دیکھا گندمی رنگ ان سب سے اچھا جو تم نے گندمی رنگ کے لوگ دیکھے ان پٹھے والے بال میں تمام پٹھے والوں سے اچھے جو تم نے دیکھے ہوں اور اس میں کنگھی کی ہوئی ہے ان میں سے پانی ٹپک رہا ہے۔ ۲؎ دو شخصوں کے کندھوں پر ٹیک لگائے ہیں۔بیت اللہ کا طواف کررہے ہیں۔میں نے پوچھا یہ کون

https://archive.org/details/@madni_library

الْيُمْنٰى كَاَنَّ عَيْنَهٗ عِنَبَةٌ طَافِيَةٌ كَاَشْبَهِ مَنْ رَاَيْتُ مِنَ النَّاسِ بِابْنِ قَطَنٍ وَّاضِعًا يَدَيْهِ عَلٰى مَنْكِبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوْفُ بِالْبَيْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِيْحُ الدَّجَّالُ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ فِي الدَّجَّالِ رَجُلٌ اَحْمَرُ جَسِيْمٌ جَعْدُ الرَّاْسِ اَعْوَرُ عَيْنِ الْيُمْنٰى اَقْرَبُ النَّاسِ بِهٖ شَبَهًا ابْنُ قَطَنٍ وَّذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فِيْ بَابِ الْمَلَاحِمِ وَسَنَذْكُرُ حَدِيْثَ ابْنِ عُمَرَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فِيْ بَابِ قِصَّةِ ابْنِ الصَّيَّادِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰى .

ہیں لوگوں نے کہا یہ مسیح ابن مریم ہیں۳ فرمایا میں پھر ایک شخص پر تھا بال چھلے والے۴ داہنی آنکھ کا کانا گویا اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہے جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے ان میں سے سب سے زیادہ مشابہ ابن قطن سے تھا۔۵ اپنے دونوں ہاتھ دو شخصوں کے کندھوں پر رکھے بیت اللہ کا طواف کررہا تھا۶ میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے۔۷ (مسلم بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نے دجال کے بارے میں فرمایا کہ وہ سرخ رنگ موٹا بال داہنی آنکھ کانی والا آدمی ۸ لوگوں میں اس سے زیادہ مشابہ ابن قطن ہے اور ابوہریرہ کی حدیث **لاتقوم الساعة حتی تطلع الشمس من مغربها الخ** باب الملاحم میں ذکر کردی گئی اور ہم حضرت ابن عمر کی حدیث قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الناس ابن صیاد کے قصہ میں انشاءاللہ ذکر کریں گے۹

(۵۲۴۳) ۱ یا تو خواب میں دیکھا یا کشف میں (مرقات) بہرحال یہ دیکھنا ہے بالکل برحق کیونکہ نبی کا کشف بھی وحی ہے اور خواب بھی وحی۔۲ یہ پانی وضو کا ہے یا غسل کا یا رحمت الٰہی کا آپ باوضو طواف کررہے تھے۔۳ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر آیا کرتے ہیں مگر پردہ غیب میں رہ کر یہ کہ آپ حج وعمرہ بھی ادا کرتے ہیں مگر لوگوں کی نگاہ سے غائب اور یہ کہ حضور کی نگاہیں پوشیدہ چیزوں کو دیکھتی ہیں بلکہ حضرات انبیاء کرام بعد وفات روئے زمین کی سیر کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے حضور انور کے ساتھ حج کیا حجۃ الوداع۔ بعد وفات عالم کی سیر کرنا مشکل نہیں۔ یہ دو آدمی جن کے کندھوں پر آپ ہاتھ رکھے ہوئے طواف کررہے ہیں وہ حضرت خضر ہیں اور حضرت امام مہدی کی روح یہ دونوں حضرات مسیح کی مدد آپ کی خدمت کیلئے آپ کے ساتھ ہیں۔ (مرقات) اور ہوسکتا ہے کہ یہ دونوں مرد فرشتے ہوں، شکل انسانی میں۔ جو آپ کی خدمت کیلئے مقرر کئے گئے ہوں۔۴ جعد کے معنی ہیں گھونگھر یالے بال یعنی قدرے خم دار قطط کے معنی ہیں بہت ہی اٹھے ہوئے چھلے کی طرح گول جعود حسن ہے مگر چھلے والے بال بدصورتی۔۵ یعنی دجال عبدالعزیٰ ابن قطن یہودی کے ہم شکل ہے جسے تم نے دیکھا ہے اگر دجال کو دیکھنا ہو تو اسے دیکھ لو (اشعہ، مرقات)۔۶ یہ شخص وہ فرشتے تھے جو دجال کی قید میں نگرانی کرتے ہیں وہ اسے طواف کرانے ایسے لائے ہیں جیسے جیل کی پولیس ملزم قیدی کو کبھی حاکم کی کچہری وغیرہ میں اپنی نگرانی میں پیش کرتی ہے۔ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ابھی دجال کافر نہیں ہوا۔ جب اس کا خروج ہوگا تب کافر ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ابھی اس کا داخلہ مکہ معظمہ میں ممنوع نہیں۔ جب اس کا خروج ہوگا تب وہ حرمین شریفین میں داخل نہ ہو سکے گا۔ تیسرے یہ کہ دجال ابھی قید میں ہے مگر پھر بھی فرشتوں کے پہرے میں کعبہ وغیرہ تک پہنچتا ہے۔ چوتھے یہ کہ حضور نے دجال کو دیکھا ہے اسے پہچانتے ہیں کیونکہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے۔ یہاں اشعہ نے فرمایا کہ دجال کا یہ طواف جو حضور انور نے خواب میں دیکھا وہ اس مردود کا مکہ معظمہ کے اردگرد گھومنا ہے جو وہ قریب قیامت چکر لگائے گا لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے اور عیسیٰ علیہ السلام کا طواف یہ مکہ معظمہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

میں طواف کرکے دجال کے پیچھے گھومنا ہے۔اسے قتل کرنے کیلئے یہ خواب مثال ہے۔ ۷ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مسیح بمعنی ماسح یعنی چھوکر بیماروں کوشفا دینے والے دجال مسیح بمعنی ممسوح یعنی ایک آنکھ پونچھی ہوئی صاف اور بھی بہت فرق ہیں۔ ۸ یعنی دجال انسان ہے مرد ہے رنگ کا سرخ' بدن موٹا' بالوں کا چھلے دار' آنکھ کا کانا اس وقت اس کی داہنی آنکھ کانی ہے۔خروج کے وقت کبھی داہنی کانی ہوگی کبھی بائیں۔جیسا کہ پہلے گزر چکا۔واللہ ورسولہ اعلم ۔ ۹ یعنی یہ دونوں حدیثیں مصابیح میں اسی جگہ تھیں مگر ہم نے مناسبت کا لحاظ کرتے ہوئے پہلی حدیث تو باب الملاحم میں ذکر کردی اور دوسری حدیث انشاء اللہ ابن صیاد کے باب میں بیان کریں گے کہ وہ حدیثیں انہیں بابوں کے مناسب ہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ فِيْ حَدِيْثِ تَمِيْمِ ﹻ الدَّارِيِّ قَالَتْ قَالَ فَاِذَا اَنَا بِامْرَأَةٍ تَجُرُّ شَعْرَهَا قَالَ مَا اَنْتِ قَالَتْ اَنَا الْجَسَّاسَةُ اِذْهَبْ اِلٰى ذٰلِكَ الْقَصْرِ فَاَتَيْتُهٗ فَاِذَا رَجُلٌ يَجُرُّ شَعْرَهٗ مُسَلْسَلٌ فِي الْاَغْلَالِ يَنْزُوْا فِيْ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَقُلْتُ مَنْ اَنْتَ قَالَ اَنَا الدَّجَّالُ

(اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۲۴۴) روایت ہے حضرت فاطمہ بنت قیس سے تمیم داری کی حدیث میں مروی ہے ۱ فرماتی ہیں فرمایا کہ ناگاہ میں اس عورت پر گزرا جو اپنے بال گھسیٹ رہی تھی ۲ انہوں نے کہا کہ تم کون ہو وہ بولی میں ایک جاسوس ہوں۔اس محل کی طرف جاؤ ۳ میں وہاں گیا تو ایک شخص تھا جو اپنے بال گھسیٹ رہا تھا قیدوں میں جکڑا ہوا تھا آسمان وزمین کے درمیان کود رہا تھا ۴ میں نے کہا تو کون ہے وہ بولا میں دجال ہوں ۵ (ابوداؤد)

(۵۲۴۴) ۱ یعنی تمیم داری کی وہ دراز حدیث جو بروایت مسلم فاطمہ بنت قس سے مروی ہے وہ گزر چکی۔ابوداؤد میں وہ ہی حدیث قدرے اختلاف سے مروی ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرق صرف لفظی ہے مطلب ایک ہی ہے ۲ خیال رہے کہ ان دونوں حدیثوں میں پہلا اختلاف تو یہ ہے کہ وہاں مسلم کی روایت میں دابۃ تھا اور یہاں ابوداؤد کی روایت میں امراۃ یعنی عورت ہے۔ان دونوں میں کئی طرح سے مطابقت کی جاسکتی ہے۔ایک یہ کہ وہاں دابۃ بمعنی جانور نہیں بلکہ بمعنی زمین پر چلنے والی ہے۔جس میں انسان بھی داخل ہے۔رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ (۸:۲۳) لہذا وہاں دابۃ بمعنی عورت تھا۔دوسرے یہ کہ دجال نے بہت سے جاسوس رکھے ہوئے تھے کوئی جانور کی شکل میں کوئی عورت کی شکل میں۔تمیم داری کو دو جاسوس ملے ایک جانور ایک عورت۔وہاں ایک کا ذکر تھا یہاں دوسری کا ذکر ہے۔تیسرے یہ کہ جساسہ شیطانہ تھی کبھی جانور کی شکل میں نظر آئی کبھی عورت کی شکل میں جنات شکلیں بدل سکتے ہیں۔ ۳ وہاں مسلم کی حدیث میں دیر تھا بمعنی کلیسا یہاں قصر ہے مگر ان میں مخالفت نہیں وہ کلیسا محل کی شکل میں تھا لہذا کلیسا بھی کہا جاسکتا ہے محل بھی۔ ۴ یعنی قید میں تھا مگر اچھلتا تڑپتا تھا اسے سکون وچین نہ تھا۔اچھلتا تھا بہت اونچا ۵ وہاں مسلم کی روایت میں سائل پوری جماعت کو فرمایا گیا تھا۔ یہاں صرف تمیم داری کو کہ ارشاد ہوا' فقلت مگر ان دونوں میں تعارض نہیں۔جماعت کا کام ہر ایک کی طرف نسبت ہوسکتا ہے۔سب نے پوچھا تو تمیم داری نے بھی پوچھا یا تمیم داری نے پوچھا تو گویا سب نے ہی پوچھا۔بہرحال دونوں حدیثیں متفق ہیں۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّىْ حَدَّثْتُكُمْ عَنِ الدَّجَّالِ حَتّٰى خَشِيْتُ اَنْ لَّا تَعْقِلُوْا اَنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ قَصِيْرٌ اَفْحَجُ جَعْدٌ اَعْوَرُ مَطْمُوْسُ الْعَيْنِ لَيْسَتْ بِنَاتِيَةٍ وَّلَا حَجْرَآءَ فَاِنْ اُلْبِسَ عَلَيْكُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِاَعْوَرَ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗد)

(۵۲۴۵) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا میں نے تمہیں دجال کے متعلق خبریں دی حتیٰ کہ مجھے خوف ہوا کہ تم نہ سمجھو۱ مسیح دجال پستہ قد ٹیڑھے پاؤں والا۲ مٹھے ہوئے بال ایک آنکھ کا سپاٹ ہے وہ آنکھ نہ تو ابھری ہوئی ہے اور نہ دھنسی ہوئی۳ اگر تم پر اشتباہ ہو تو جان لو کہ تمہارا رب کانا نہیں۴ (ابوداؤد)

(۵۲۴۵) ۱یعنی ہم نے بہت ہی مجلسوں میں دجال کے بہت عیوب بیان کئے۔ممکن ہے کہ تم کو وہ سب یاد نہ رہیں تم بہت سی باتیں بھول جاؤ اس لئے ہم اس کے متعلق چند فیصلہ کن باتیں بتاتے ہیں۔جنہیں تم بے تکلف یاد کرلو۔۲افحج بنا ہے فحجٌ سے بمعنی ٹیڑھے قدم کہ جب کھڑا ہو تو اسکے پنجے بہت پھیلے ہوئے ہوں۔ایڑیاں قریب قریب ہوں پنڈلیاں پھیلی ہوں۔قصیر بمعنی پستہ قد ٹھگنا۔جن روایات میں اسے عظیم کہا گیا ہے وہاں مراد موٹا ہے بمعنی پستہ قد مگر بہت موٹا لہذا حدیث میں تعارض نہیں۔۳یعنی ایک آنکھ ابھری ہوئی دوسری سپاٹ لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ اس کی ایک آنکھ ابھری ہوئی ہوگی۔۴یعنی اگر تم اس کے کرشمے دیکھ کر دھوکہ کھانے لگے کہ شاید یہ خدا ہو تو اولاً تو اس کا کھانا پینا سونا وغیرہ بندہ ہونے کی علامت ہیں۔ساتھ ہی کانے ہونے کا عیب خاص بندہ ہونے کی علامت ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ عُبَيْدَةَ ابْنِ الْجَرَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ نَبِىٌّ بَعْدَ نُوْحٍ اِلَّا قَدْ اَنْذَرَ الدَّجَّالَ قَوْمَهٗ وَاِنِّىْ اُنْذِرُكُمُوْهُ فَوَصَفَهٗ لَنَا قَالَ لَعَلَّهٗ سَيُدْرِكُهٗ بَعْضُ مَنْ رَاٰنِىْ اَوْسَمِعَ كَلَامِىْ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَكَيْفَ قُلُوْبُنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ مِثْلُهَا يَعْنِى الْيَوْمَ اَوْخَيْرٌ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۲۴۶) روایت ہے حضرت ابوعبیدہ ابن جراح سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نوح علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہ ہوئے مگر انہوں نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا۱ اور میں نے تم کو اس سے ڈرایا پھر آپ نے ہم سے اس کے وصف بیان کئے فرمایا شاید اسے بعض وہ لوگ پائیں گے جنہوں نے مجھے دیکھا یا میرا کلام سنا۲ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ اس دن ہمارے دل کیسے ہوں گے فرمایا آج کی طرح یا اس سے بھی اچھے۔۳ (ترمذی وابوداؤد)

(۵۲۴۶) ۱یعنی دجال کا فتنہ اتنا بڑا ہے کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ سے حضرات انبیاء کرام نے اپنی امتوں کو ڈرانا شروع کیا حالانکہ اس مردود کا خروج قریب قیامت ہوگا وہ حضرات جانتے تھے کہ ہماری قومیں اسے نہ پائیں گی۔کیوں ڈرایا اسکی اہمیت وخطرناک ہونا دکھانے کیلئے جیسے قیام قیامت سے تمام نبیوں نے اپنی امتوں کو ڈرایا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ فتنہ صرف وہ ہی لوگ دیکھیں گے جو اس وقت موجود ہوں گے جن پر قیامت قائم ہوگی۔۲ظاہر یہ ہے کہ یہاں حضور انور کو دیکھنے سے مراد ہے انسان کا بیداری میں ان آنکھوں سے دیکھنا اور کلام سننے سے مراد ہے بلا واسطہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سننا چونکہ اس زمانہ میں حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہوں گے بلکہ اس کا مقابلہ کریں گے۔جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور حضرت خضر علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بھی ہے۔آپ کا کلام بھی سنا ہے بلکہ بیعت رضوان میں آپ نے ہاتھ شریف پر بیعت بھی کی ہے لہذا حدیث واضح ہے۔اس فرمان عالی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کے اور بہت مطلب بیان کئے گئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے وہ جن صحابی مراد ہیں جو اس وقت موجود ہوں گے بعض نے کہا کہ کلام سننے سے مراد بالواسطہ احادیث سننا ہے اور دیکھنے سے مراد خواب میں حضور کو دیکھنا ہے مگر یہ توجیہیں کمزور ہیں۔ ۳؎ یعنی اس زمانہ میں مسلمانوں کے دل ایمان سے بھرپور ہوں گے۔ ان کے دلوں میں دجال کے متعلق کوئی شبہ نہ ہوگا انہیں یقین ہوگا کہ یہ مردود وشعبدے باز کافر ہے ان کے دل حضرات صحابہ کرام کی طرح پاک وصاف ہوں گے اور صحابہ سے بڑھ کر آزمائش میں ثابت قدم رہیں گے کہ حضرات صحابہ کرام کا امتحان دجال سے نہیں لیا گیا لیکن درجہ صحابہ ہی کا بڑا ہوگا۔

وَعَنْ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ اَبِىْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدَّجَّالُ يَخْرُجُ مِنْ اَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ يُقَالُ لَهَا خُرَاسَانُ يَتْبَعُهُ اَقْوَامٌ كَاَنَّ وُجُوْهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطْرَقَةُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ)

(۵۲۴۷) روایت ہے حضرت عمرو ابن حریث سے ۱؎ وہ حضرت ابوبکر صدیق سے راوی فرمایا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی فرمایا دجال مشرقی زمین سے نکلے گا جسے خراسان کہا جاتا ہے۔ اس کے پیچھے کچھ قومیں ہوں گی گویا ان کے چہرے کٹی ہوئی ڈھالیں ہیں ۲؎ (ترمذی)

(۵۲۴۷) ۱؎ آپ کا نام عمرو ابن حریث ہے کنیت ابو سعید قرشی مخزومی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے وقت بارہ برس کے تھے۔ حضور نے ان کے سر پر ہاتھ شریف پھیرا ہے۔ دعائیں دی ہیں۔ آخر میں کوفہ میں رہے۔ ۲؎ خراسان پورے علاقہ کا نام ہے پھر ایک شہر کا نام بھی ہے۔ یہ علاقہ ایران کے ملک میں ہے۔ فقیر نے وہ علاقہ دیکھا ہے اس کا ایک حصہ ہرات تک پھیلا ہوا ہے۔ ہرات افغانستان کا ایک مشہور شہر ہے۔ اس کی اتباع کرنے والے وہ ترک ہوں گے جن کی تحقیق ہم پہلے کر چکے ہیں۔ یہ موجودہ ترک نہیں۔

وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ الدَّجَّالَ فَلْيَنْاَ مِنْهُ فَوَاللّٰهِ اَنَّ الرَّجُلَ لَيَاْتِيْهِ وَهُوَ يَحْسَبُ اَنَّهُ مُؤْمِنٌ فَيَتْبَعُهُ مِمَّا يُبْعَثُ بِهِ مِنَ الشُّبُهَاتِ. (اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۲۴۸) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دجال کو سنے وہ اس سے دور رہے ۱؎ اللہ کی قسم کوئی شخص اس کے پاس جائے گا یہ سمجھ کر کہ میں مسلمان ہوں ۲؎ تو پھر اس کی اتباع کرلے گا۔ ان شبہات کی وجہ سے جن کے ساتھ وہ بھیجا گیا ۳؎ (ابوداؤد)

(۵۲۴۸) ۱؎ یعنی کوئی شخص تماشہ دیکھنے کیلئے بھی دجال کے پاس نہ جائے کہ اس میں خطرہ ہوگا۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (۱۱:۱۱۳) اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ (کنزالایمان) بروں کی صحبت بری ہے ۲؎ یعنی وہ یہ سمجھے گا کہ میں پختہ مسلمان ہوں مجھے دجال اور اس کے شعبدے اسلام سے ہٹا نہیں سکتے۔ اپنی اس موہومہ پختگی کے دھوکے میں مارا جائے گا۔ آج بھی بعض لوگ اپنے ایمان کو ناقابل تسخیر قلعہ سمجھ کر بدمذہبوں کی صحبت ان کے وعظ ان کی کتب کا مطالعہ اختیار کرتے ہیں اور بے دین بن جاتے ہیں۔ بہت لوگ مرزا قادیان کو محض دیکھنے گئے اور قادیانی بن گئے ۳؎ یعنی یہ شخص اپنے کو پختہ مؤمن سمجھنے والا اس کی شعبدے بازیاں دیکھ کر شک میں ضرور پڑ جائے گا کہ شاید یہ خدا ہی ہے۔ یہ شبہ بھی کفر ہے۔ ان شبہات کے باوجود وہ اپنے کو مومن سمجھتا رہے گا اور آہستہ آہستہ اس کا کفر اور بھی پختہ ہوتا رہے گا۔ ایمان ایک دولت ہے۔ بے دین لوگ اس دولت

https://archive.org/details/@madni_library

کے چور ڈاکو ہیں۔ اگر اس دولت کی حفاظت کرنی ہے تو ان چوروں سے الگ رہو۔

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ بْنِ السَّكَنِ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْكُثُ الدَّجَّالُ فِي الْاَرْضِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً اَلسَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَالْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ وَالْيَوْمُ كَاضْطِرَامِ السَّعَفَةِ فِي النَّارِ .(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۵۲۴۹) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید ابن سکن سے ۱؎ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دجال زمین میں چالیس سال رہے گا ۲؎ ایک سال ایک مہینہ کی طرح ہوگا اور مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ ایک دن کی طرح اور دن آگ میں سوکھے پتے کے جلنے کی طرح ۳؎ (شرح سنہ)

(۵۲۴۹) ۱؎ آپ مشہور صحابیہ انصاریہ ہیں۔ بڑی عالمہ، عاقلہ، عابدہ، زاہدہ تھیں۔ ۲؎ گزشتہ احادیث میں ارشاد تھا کہ چالیس دن رہے گا یا تو یہ اختلاف احساس کا ہے کہ بعض کو وہ زمانہ چالیس سال کا محسوس ہوگا مگر سال بھی ایسے جو یہاں مذکور ہیں اور بعض کو چالیس دن محسوس ہوگا (مرقات) یا دجال کا زمین پر رہنا تو چالیس سال کا ہوگا مگر اس کا زور آخری چالیس دن ہوگا لہٰذا دونوں حدیثیں درست ہیں ان میں تعارض نہیں (اشعہ) ۳؎ سعفة جمع سعفة کی سعفہ کھجور کی سوکھی شاخوں سوکھے پتوں کو کہتے ہیں۔ یعنی اگر سوکھے پتوں، سوکھی شاخوں میں آگ لگا دو تو فوراً بھڑک اٹھتے ہیں اور جلدی راکھ بن کر بجھ جاتے ہیں۔ ایک دن ایسا گزرے گا اس کی شرح گزشتہ احادیث میں گزر گئی۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَيْهِمُ السِّيْجَانُ .(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۵۲۵۰) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میں سے ۱؎ ستر ہزار آدمی دجال کی پیروی کریں گے جن پر نقشیں لباس ہوگا ۲؎ (شرح سنہ)

(۵۲۵۰) ۱؎ غالب یہ ہے کہ امت سے مراد امت دعوت ہے جن پر فرض ہے کہ حضور انور پر ایمان لائیں۔ سارا عالم حضور کی امت دعوت ہے اور مسلمان امت اجابت اس صورت میں ایسی حدیث کی شرح وہ گزشتہ حدیث ہے کہ اصفہان کے یہودی دجال کی پیروی کرلیں گے۔ یہاں امتی سے مراد وہ ہی یہود ہیں کہ وہ حضور کی امت دعوت ہیں۔ اور ستر ہزار سے مراد ہزارہا آدمی ہیں نہ کہ یہ عدد خاص مگر یہ توجیہ ضعیف ہے کہ اس سے مراد کلمہ پڑھنے والے مال دار مسلمان ہیں جیسا کہ آگے مذکور ہے۔ ۲؎ یعنی میری امت کے وہ لوگ دجال کو مانیں گے جو پہلے سے ہی فیشن پرست یہود ونصاریٰ کے نقال ان کی سی شکل وصورت بنانے والے یہود کا سا نقشین فیشن ایبل لباس پہننے والے ہوں گے انہیں کا بیڑا غرق ہوگا یا یہ مطلب ہے کہ ستر ہزار امیر لوگ دجال پر ایمان لے آئیں گے تو غریبوں کی تو شمار ہی نہیں ایک ایک امیر کی دیکھا دیکھی بہت سے غریب بہک جائیں گے مگر آخری یہ توجیہ کمزور ہے کیونکہ فقراء مسلمین بفضلہ تعالیٰ دجال کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ ابن الوقت امیر لوگ زیادہ بگڑیں گے آج بھی دیکھا جارہا ہے کہ اسلام غرباء کے دم سے قائم ہے۔ نمازی، شہید، عالم، حافظ عموماً غریب ہی ہیں۔ امیروں کیلئے صرف کالج اسکول ہیں۔ امیر لوگ عزت وجاہ حاصل کرنے کیلئے ہر دین اختیار کرلیتے ہیں۔ (مرقات)

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِيْ فَذَكَرَ الدَّجَّالَ

(۵۲۵۱) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے تو آپ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

فَقَالَ اِنَّ بَیْنَ یَدَیْہِ ثَلٰثَ سِنِیْنَ سَنَۃٌ تُمْسِکُ السَّمَآءُ فِیْھَا ثُلُثَ قَطْرِھَا وَالْاَرْضُ ثُلُثَ نَبَاتِھَا وَالثَّانِیَۃُ تُمْسِکُ السَّمَآءُ ثُلُثَیْ قَطْرِھَا وَالْاَرْضُ ثُلُثَیْ نَبَاتِھَا وَالثَّالِثَۃُ تُمْسِکُ السَّمَآءُ قَطْرَھَا کُلَّہٗ وَالْاَرْضُ نَبَاتَھَا کُلَّہٗ فَلَا یَبْقٰی ذَاتُ ظِلْفٍ وَّلَا ذَاتُ ضِرْسٍ مِنَ الْبَھَآئِمِ اِلَّا ھَلَکَ وَاِنَّ مِنْ اَشَدِّ فِتْنَہٖ اَنَّہٗ یَاْتِی الْاَعْرَابِیَّ فَیَقُوْلُ اَرَاَیْتَ اِنْ اَحْیَیْتُ لَکَ اِبِلَکَ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ رَبُّکَ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیُمَثِّلُ لَہُ الشَّیْطَانُ نَحْوَ اِبِلِہٖ کَاَحْسَنِ مَایَکُوْنُ ضُرُوْعًا وَّاَعْظَمِہٖ اَسْنِمَۃً قَالَ یَاْتِی الرَّجُلَ قَدْمَاتَ اَخُوْہُ وَمَاتَ اَبُوْہُ فَیَقُوْلُ اَرَاَیْتَ اِنْ اَحْیَیْتُ لَکَ اَبَاکَ وَاَخَاکَ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ رَبُّکَ فَیَقُوْلُ بَلٰی فَیُمَثِّلُ لَہُ الشَّیٰطِیْنُ نَحْوَ اَبِیْہِ وَنَحْوَ اَخِیْہِ قَالَتْ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِحَاجَتِہٖ ثُمَّ رَجَعَ وَالْقَوْمُ فِیْ اِھْتِمَامٍ وَّغَمٍّ مِّمَّا حَدَّثَھُمْ قَالَتْ فَاَخَذَ بِلَحْمَتَیِ الْبَابِ فَقَالَ مَھْیَمْ اَسْمَآءُ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ خَلَعْتَ اَفْئِدَتَنَا بِذِکْرِ الدَّجَّالِ قَالَ اِنْ یَّخْرُجْ وَاَنَا حَیٌّ فَاَنَا حَجِیْجُہٗ وَاِلَّا فَاِنَّ رَبِّیْ خَلِیْفَتِیْ عَلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاللّٰہِ اِنَّا لَنَعْجِنُ عَجِیْنَنَا فَمَا نَخْبِزُہٗ حَتّٰی نَجُوْعَ فَکَیْفَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَئِذٍ قَالَ یُجْزِئُھُمْ مَا یُجْزِئُ اَھْلَ السَّمَآءِ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّقْدِیْسِ ۔

نے دجال کا ذکر کیا تو فرمایا کہ دجال سے آگے تین سال ہوں گے ایک سال ایسا جس میں آسمان اپنی تہائی بارش روک لے گا اورزمین تہائی پیداوار ا دوسرے سال آسمان دو تہائی بارش روک لے گا اور زمین اپنی کل پیداوار اور تیسرے سال آسمان اپنی پوری بارش روک لے گا اورزمین اپنی کل پیداوار ۲ تو کوئی کھر والا ڈاڑھ والا جانور نہ بچے گا مگر ہلاک ہو جائے گا ۳ اور اس کے سخت ترین فتنوں میں سے یہ ہوگا کہ ایک بدوی کے پاس آئے گا کہے گا بتا تو اگر میں تیرا اونٹ زندہ کردوں تو کیا یقین کرے گا کہ میں تیرا ربّ ہوں وہ کہے گا ہاں ۴ تو شیطان اس کے سامنے اس کے اونٹ کی شکل میں آجائے گا۔ جیسے تھن ہوتے ہیں اس سے خوب اچھے اور خوب بلند کوہان ۵ فرمایا اور آئے گا ایک شخص کے پاس جس کے بھائی باپ مرچکے ہوں گے تو کہے گا کہ بتا تو اگر میں تیرے سامنے تیرے باپ' بھائی زندہ کردوں تو کیا تو یقین کرے گا کہ میں تیرا ربّ ہوں وہ کہے گا ہاں ۶ تو اس کے سامنے شیطان اس کے باپ بھائی کی شکل میں آجائے گا ۷ فرماتی ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی کام کیلئے تشریف لے گئے پھر واپس ہوئے حالانکہ قوم بہت رنج وغم میں تھی ۸ اس خبر کی وجہ سے جو حضور نے انہیں دی فرماتی ہیں کہ حضور نے دروازے کے دو بازو پکڑ کر فرمایا اسماء کیا ہے ۹ میں نے عرض کیا یارسول اللہ دجال کے ذکر سے ہمارے دل نکل گئے ۱۰ فرمایا اگر وہ نکلا اور ہم زندہ ہوئے تو اس کے مقابل ہم ہوں گے ۱۱ ورنہ میرا ربّ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ ہے ۱۲ عرض کیا یارسول اللہ ہم اپنا آٹا گوندھتے ہیں تو روٹیاں نہیں پکاتے حتی کہ ہم بھوکے ہو جاتے ہیں تو اس دن مسلمانوں کا کیا حال ہوگا ۱۳ فرمایا انہیں وہ تسبیح وتہلیل کافی ہوگی جو آسمان والوں کو کافی ہوتی ہے۔ ۱۴

(۵۲۵۱) ۱ یعنی دجال کی آمد سے نو برس پہلے ہی بے برکتی قحط سالی نمودار ہو جائے گی پہلے تین سالوں میں جتنی بارش چاہئے اس کی تہائی ہوگی اور جتنا غلہ چاہئے اس کا تہائی پیدا ہوگا۔ اگلے چھ سالوں میں اس سے بھی کم بارش ہوگی اورکم پیداوار یہ سخت آزمائش ہوگی اللہ تعالٰی جسے بچائے گا اس کا ایمان بچے گا ۲ غرضکہ دجال کے آنے پر لوگ بالکل خالی ہاتھ بے دانہ قحط زدہ ہو چکے ہوں گے اب جب

https://archive.org/details/@madni_library

کہ اس کے نکلتے ہی اس کے ماننے والوں پر بارشیں غلہ کی بہتات دودھ گھی کی فراوانی ہوگی تو بولو لوگوں کا ایمان کیسے بچے گا' اللہ حافظ ہے۔۳؎ کھر والے جانوروں سے مراد گائے بھینس' بکری' ہرن وغیرہ ہیں داڑھ والے سے مراد اونٹ وغیرہ جانور ہیں۔ ہلاکت سے مراد صرف مرجانا ہی نہیں بلکہ مرجانا یا قریب موت ہو جانا ہے یعنی قحط اور خشک سالی کی وجہ سے جانور گویا فنا ہو جائیں گے لہٰذا یہ فرمان عالی اس فرمان کے خلاف نہیں کہ دجال کو مان لینے والوں کے جانور موٹے تازے اور خوب دودھ والے ہو جائیں گے اور انکار کرنے والوں کے جانور دبلے پتلے خشک ہو جائیں گے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جانور رہوں گے۔۴؎ یعنی جس بدوی کے اونٹ مرچکے ہوں گے اور وہ بڑا مغموم ہوگا اس سے دجال آ کر یہ کہے گا اور اس سے یہ وعدہ لے گا۔۵؎ معلوم ہوا کہ جن شیاطین جانوروں کی شکل میں آسکتے ہیں۔ چنانچہ جنات کتے اور سانپ کی شکل میں آجاتے ہیں جیسا کہ احادیث میں ہے اور جس جانور کی شکل میں آتے ہیں اس کے خواص بھی ان میں ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اگر سانپ کی شکل میں آئیں تو ان میں زہر ہوتا ہے ان اونٹوں میں دودھ ہوگا لوگ اسے پیئں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جب سانپ بنتی تھی تو کھاتی پیتی تھی۔ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ (۷:۱۱۷) ان کی بناوٹوں کو نگلنے لگا۔ (کنزالایمان)۶؎ اس سے معلوم ہورہا ہے کہ دجال کو یہ خبر ہوگی کہ کس کا کون کون عزیز قریبی فوت ہو چکے ہیں تب ہی تو وہ یہ سوال کرے گا اسے رب کی طرف سے علم بھی دیا جائے گا اور تسلط وقدرت بھی یہ سب کچھ لوگوں کی آزمائش کیلئے ہوگا۔ آج ابلیس کو ہر شخص کے دلی ارادے کی خبر ہے، وہ تمام شرعی احکام سے واقف ہے جانتا ہے کہ شریعت میں کون سا کام حرام ہے' کون سا کام فرض یا واجب۔ تب ہی تو وہ فرائض سے روکتا ہے' حرام کی ترغیب دیتا ہے۔ جب اس بیماری کے علم کا یہ حال ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو اس بیماری کا علاج ہیں وہ بے خبر کیسے ہوسکتے ہیں۔ ۷؎ معلوم ہوا کہ وہ حقیقت میں اس کے ماں باپ نہ ہوں گے بلکہ محض دھوکہ ہوگا۔ شیاطین ان کی شکل میں ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ دجال زندوں کو مردہ کرکے زندہ کرسکے گا مگر پرانے مردے زندہ نہ کرے گا بلکہ ان کی شکل میں شیاطین ہوں گے۔ ۸؎ یہ حضور انور کے کلام کی تاثیر تھی کہ لوگوں کے دل بدل گئے۔ بعض علماء کے وعظ سے بے نماز لوگ نمازی بن جاتے ہیں۔ حضور انور کے الفاظ شریفہ سادہ ہوتے تھے۔ مگر انسان کی کایا پلٹ دیتے تھے آج رنگین تقریروں میں تاثیر نہیں۔ ۹؎ لحمتی تثنیہ ہے لحمۃ کا لحمۃ چوکھٹ کے بازو کو کہتے ہیں۔ لحمتین دونوں بازو وعتبہ نیچے کی چوکھٹ۔ ۱۰؎ یعنی دجال کے حالات لوگوں کے معاملات سن کر ہم تو پریشان ہو گئے کہ اگر وہ ہمارے زمانہ میں نکل آیا تو ہمارا کیا بنے گا ورنہ اس زمانہ کے مسلمان کیا کریں گے۔ ۱۱؎ معلوم ہوا کہ اگر دجال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں آتا تو حضور کے مقابل فیل ہو جاتا۔ حضور کے ہاتھوں مارا جاتا۔ اب یہ کام حضور انور کی نیابت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔ حضور انور اپنی امت کے والی وارث نگہبان تھے اور ہیں اور رہیں گے۔ امام بوصیری کہتے ہیں: شعر:-

احل امته فی حذر ملته   کاللیث حل مع ابالا شبال فی الاجیم

۱۲؎ یہاں خلیفہ بمعنی نائب یا وکیل نہیں بلکہ حافظ ناصر والی وارث ونگہبان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کا نائب نہیں ہوتا یعنی اگر میرے بعد دجال نکلا تو میری امت رب کے حوالے ہے وہ ہی اس کا ناصر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مجموعی امت کا حقیقی نگہبان رب تعالیٰ اور ہر شخص اپنی ذات کا ذمہ دار ہے لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ہر شخص اپنی ذات کا ذمہ دار ہے ذمہ داریاں مختلف ہیں ۱۳؎ مقصد یہ ہے کہ مسلمان اس وقت دجال کے ماننے پر مجبور ہوں گے کہ ننگا بھوکا ہر نہ کرنے والا کام کرلیتا ہے اگر دجال کو نہ مانیں گے تو مرجائیں گے کیونکہ حالات وہ ہوں گے جو حضور فرمارہے ہیں تو مسلمانوں کا ایمان کیسے بچے گا۔ ۱۴؎ یعنی میری امت سے کہہ دو کہ اس وقت تنگی رزق سے دل تنگ نہ ہوں اس

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

زمانہ میں زمینی مومن عرشی فرشتوں کی طرح ہوں گے کہ ذکر اللہ سے ان کا پیٹ بھرتا رہے گا ذکر اللہ ہمیشہ ہی غذاء روحانی ہے مگر اس زمانہ میں غذا' جسمانی بھی ہو جائے گی۔بعض اولیاءاللہ نے تین تین سال تک پانی نہیں پیا مگر زندہ رہے کیسے ذکر اللہ کی برکت ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ مَا سَأَلَ اَحَدٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّجَّالِ اَكْثَرَ مِمَّا سَأَلْتُهُ وَاِنَّهُ قَالَ لِيْ مَا يَضُرُّكَ قُلْتُ اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ مَعَهُ جَبَلَ خُبْزٍ وَّنَهَرَ مَآءٍ قَالَ هُوَ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۵۲) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دجال کے متعلق جتنا میں نے سوال کیا اس سے زیادہ کسی نے سوال نہ کیا اور حضور نے فرمایا کہ دجال تم کو نقصان نہ دے گا۱ میں نے عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی نہر ہے۲ فرمایا وہ اللہ پر اس سے زیادہ آسان ہے۳ (مسلم بخاری)

(۵۲۵۲) ۱ یعنی تم دجال سے مطلقاً خوف نہ کرو گے کیونکہ دجال تم کو ایمان سے نہ ہٹا سکے گا یا اس لئے کہ وہ تمہاری زندگی میں نہ آئے گا اس لئے کہ تم ایمان میں پختہ ہو اگر وہ تمہارے زمانہ میں آ بھی گیا تو تم کو بہکا نہ سکے گا تم ایمانی قلعہ میں ہو بہر حال اس میں حضرت مغیرہ کی عمر اور آپ کی پختگی ایمان دونوں کی غیبی خبر ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے ہر حال میں خبردار ہیں۔۲ یعنی اس مردود کے ظہور کے وقت دنیا میں پانی اور رزق کی بہت تنگی ہوگی اور اس کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر ہوگی۔پھر مجھے وہ کیوں نہ بہکا سکے گا۔روٹی پانی کی ایسی تنگی میں روٹی پانی سے بڑے بڑے بہک جاتے ہیں۔سبحان اللہ یہ ہے اپنے ایمان کا خوف یہ خوف قوت ایمان کی دلیل ہے۔اس میں حضور انور کی خبر جھٹلانا نہیں بلکہ اپنے خوف کا اظہار ہے۔حضرات انبیاء کرام سے رب تعالٰی نے جنت کا وعدہ فرمالیا مگر انہیں پھر بھی خداء تعالٰی کی ہیبت ہے۔۳ ذالك سے اشارہ ہے گمراہ کرنے کی طرف یعنی دجال میرے صحابہ کو بہکانے سے مجبور ہے وہ اس سے زیادہ ذلیل ہے کہ میرے صحابہ پر داؤ چلائے۔یا ذالك سے اشارہ روٹیوں کے پہاڑ اور پانی کی نہر کی طرف ہے یعنی دجال اس سے زیادہ ذلیل وخوار ہے کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ وغیرہ ہو اس کے ساتھ جو کچھ ہوگا محض دھوکا ہوگا' شعبدہ ہوگا' جس کی حقیقت کچھ نہیں۔(اشعہ' مرقات)

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلٰى حِمَارٍ اَقْمَرَ مَابَيْنَ اُذُنَيْهِ سَبْعُوْنَ بَاعًا ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

(۵۲۵۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ دجال ایک سفید گدھے پر نکلے گا۱ جس کے پاس دو کانوں کے درمیان ستر باع کا فاصلہ ہوگا۲ (بیہقی کتاب البعث والنشور)

(۵۲۵۳) ۱ اقمر کے معنی ہیں تیز سفید' بعض شارحین نے فرمایا کہ قمرہ سفیدی مائل بہ سبزی یا سرخی مائل بہ سیاہی قاموس میں یہ ہی معنی کئے گئے مگر پہلے معنی قوی ہیں کہ یہ قمر بمعنی چاند سے بنا ہے یعنی چاند جیسا چٹا سفید چمکدار غرضکہ دجال کے گدھے کا رنگ تیز سفید ہوگا۔۲ دونوں ہاتھ لمبائی میں پھیلاؤ تو ایک ہاتھ کی انگلیوں سے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں تک باع ہے یعنی اس گدھے کی قامت کا یہ عالم

https://archive.org/details/@madni_library

ہے کہ اسکا چہرہ ستر باع قریباً سوگز ہے حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے ہم نے جنگلی بھینسے کا کلہ قریباً پانچ ہاتھ کا دیکھا ہے۔علی پورشریف میں مچھلی کے ایک کانٹے کا پورا شہتیر ہے۔ہم نے خود دیکھا ہے۔رب تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے۔لشکر صحابہ نے ایک مچھلی کا گوشت پندرہ دن کھایا۔اس کی آنکھ کے حلقہ میں ایک آدمی کھڑا ہوگیا۔

بَابُ قِصَّةِ ابْنِ صَيَّادٍ
ابن صیاد کا قصہ

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

اس کا نام عبداللہ ہے۔لقب صاف کنیت ابن صیاد یا ابن صائد یہود مدینہ میں سے ایک یہودی کا لڑکا تھا جو بچپن میں بڑے شعبدے دکھاتا تھا بعد میں جوان ہوکر مسلمان ہوگیا عبادات اسلامیہ ادا کرتا تھا اس کے متعلق علماء کے تین قول ہیں ایک یہ کہ وہ دجال نہیں تھا بلکہ مسلمان ہوگیا تھا۔دوسرے یہ کہ وہ دجال تو تھا مگر مشہور دجال نہ تھا۔حضور انور نے فرمایا کہ میری امت میں بہت سے دجال ہوں گے یہ بھی انہیں دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔تیسرے یہ کہ وہ دجال مشہور ہی تھا۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ مدینہ منورہ میں ہی مرا وہاں ہی دفن ہوا۔مگر یہ غلط ہے وہ جنگ حرہ تک دیکھا جاتا رہا۔حرہ کے دن غائب ہوگیا۔تمیم داری والی حدیث میں جو دجال کا ذکر ہے اس کے متعلق مرقات میں ہے کہ اس جزیرے میں دجال کا جو جسم تمیم داری نے دیکھا وہ اس کا مثالی جسم ہے یہ جسم ظاہری (واللہ اعلم)

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ انْطَلَقَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ قِبَلَ ابْنِ الصَّيَّادِ حَتّٰى وَجَدُوْهُ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فِي الْحَمِ بَنِيْ مَغَالَةَ وَقَدْ قَارَبَ ابْنُ صَيَّادٍ يَوْمَئِذٍ الْحُلُمَ فَلَمْ يَشْعُرْ حَتّٰى ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظَهْرَهٗ بِيَدِهٖ ثُمَّ قَالَ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَنَظَرَ اِلَيْهِ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ الْاُمِّيِّيْنَ ثُمَّ قَالَ ابْنُ صَيَّادٍ اَتَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرَصَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِرُسُلِهٖ ثُمَّ قَالَ لِابْنِ صَيَّادٍ مَاذَا تَرٰى قَالَ يَاْتِيْنِيْ صَادِقٌ وَّكَاذِبٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِطَ عَلَيْكَ الْاَمْرُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ خَبَاْتُ لَكَ خَبِيْئًا وَّخَبَاَلَهٗ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ فَقَالَ

(۵۲۵۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے کہ حضرت عمر ابن خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جماعت میں ابن صیاد کی طرف چلے حتیٰ کہ ان بزرگوں نے ابن صیاد کو بچوں کے ساتھ بنی مغالہ کے ٹیلوں میں کھیلتا ہوا پایا۱ اس دن ابن صیاد قریب بلوغ تھا تو اسے کچھ پتا نہ لگا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس کی پیٹھ پر مارا۲ پھر فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔۳ اس نے آپ کی طرف دیکھا اور بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بے پڑھوں کے رسول ہیں۔۴ پھر ابن صیاد بولا کہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں ۵ تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دبوچا ۶ پھر فرمایا کہ میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا ۷ پھر ابن صیاد نے فرمایا کہ تو کیا دیکھتا ہے ۸ کہ میرے پاس سچے جھوٹے دونوں آتے ہیں ۹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ پر یہ چیز خلط ملط کردی گئی ۱۰ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

هُوَ الدُّخُّ فَقَالَ اخْسَئْا فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ قَالَ عُمَرُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَاْذَنُ لِيْ فِيْهِ اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ هُوَ لَا تُسَلَّطُ عَلَيْهِ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ هُوَ فَلَا خَيْرَ لَكَ فِيْ قَتْلِهٖ قَالَ ابْنُ عُمَرَ انْطَلَقَ بَعْدَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاُبَيُّ ابْنُ كَعْبِ الْاَنْصَارِيُّ يُؤَمَّانِ النَّخْلَ الَّتِيْ فِيْهَا ابْنُ صَيَّادٍ فَطَفِقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ وَهُوَ يَخْتِلُ اَنْ يَّسْمَعَ مِنِ ابْنِ صَيَّادٍ شَيْئًا قَبْلَ اَنْ يَّرَاهُ وَابْنُ صَيَّادٍ مُضْطَجِعٌ عَلٰى فِرَاشِهٖ فِيْ قَطِيْفَةٍ لَّهٗ فِيْهَا زَمْزَمَةٌ فَرَاَتْ اُمُّ ابْنِ صَيَّادٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَّقِيْ بِجُذُوْعِ النَّخْلِ فَقَالَتْ اَيْ صَافُ وَهُوَ اسْمُهٗ هٰذَا مُحَمَّدٌ فَتَنَاهَى ابْنُ صَيَّادٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ تَرَكَتْهُ بَيَّنَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ ذَكَرَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنِّيْ اُنْذِرُكُمُوْهُ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ اِلَّا وَقَدْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ لَقَدْ اَنْذَرَ نُوْحٌ قَوْمَهٗ وَلٰكِنِّيْ سَاَقُوْلُ لَكُمْ فِيْهِ قَوْلًا لَّمْ يَقُلْهُ نَبِيٌّ لِّقَوْمِهٖ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ اَعْوَرُ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِاَعْوَرَ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

تیرے لئے ایک بات سوچی ہے۱۱ اور آپ نے یہ آیت سوچی یوم تاتی السماء بدخان مبین تو وہ بولا کہ وہ دخ ہے۱۲ فرمایا دور ہو جا تو اپنی حیثیت سے آگے نہ بڑھے گا۱۳ حضرت عمر نے عرض کیا یارسول اللہ کیا مجھے آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اس کی گردن ماردوں۱۴ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ وہی ہوا تو تم کو اس پر قابو نہ دیا جائے گا اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو اس کے قتل میں تمہارے لئے بھلائی نہیں۱۵ ابن عمر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابی ابن کعب ایک دن اس باغ میں تشریف لے گئے جس میں ابن صیاد تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی شاخوں میں چھپنے لگے۱۶ آپ اس حیلہ سے ابن صیاد سے کچھ سننا چاہتے تھے اس سے پہلے کہ وہ آپ کو دیکھے اور ابن صیاد اپنے بستر پر اپنی کمبلی میں لیٹا ہوا تھا جس میں اس کی کچھ گنگناہٹ تھی۱۷ ابن صیاد کی ماں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور کی شاخوں میں چھپتے دیکھ لیا تو بولی اے صاف یہ اس کا نام تھا۱۸ یہ ہیں محمد تو ابن صیاد نے گنگناہٹ بند کردی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ اسے چھوڑے رہتی تو یہ بیان کردیتا۱۹ فرمایا عبداللہ ابن عمر نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں کھڑے ہوئے تو اللہ تعالٰی کی وہ تعریف کی جو اس کے لائق ہے۲۰ پھر دجال کا ذکر فرمایا پھر فرمایا کہ میں نے تم کو اس سے ڈرایا ہے اور نہیں ہے کوئی نبی مگر اس نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا۲۱ چنانچہ حضرت نوح نے اپنی قوم کو ڈرایا اور میں تم سے اس کے متعلق وہ بات کہتا ہوں جو کسی نے اپنی قوم سے نہ کہی تم جانتے ہو کہ وہ کانا ہے اور اللہ کانا نہیں۲۲ (مسلم،بخاری)

(۵۲۵۴) ۱ بنی مغالہ یہود مدینہ کا ایک قبیلہ ہے اٰطم جمع ہے اَلْحَمَۃ کی بمعنی مضبوط قلعہ یا ٹیلہ یعنی اس وقت ابن صیاد یہود کے ان مکانات محلوں ٹیلوں کے پاس بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔۲ ابن صیاد کا دعوٰی تھا کہ وہ آگے پیچھے اندھیرے اجالے میں یکساں دیکھ لیتا ہے مگر اسے حضور انور کی تشریف آوری کا مطلقاً علم نہ ہوا۔ حضور انور اس کا دعوٰی جھوٹا کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے آپ نے پیچھے سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا۳ اس فرمان عالی میں سارے ایمانیات کی تلقین ہے جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مان لے وہ توحید وغیرہ تمام عقائد کو مان لے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ بچہ کو اسلام کی تبلیغ کی جائے اور اس کا اسلام قبول کرنا معتبر ہے ورنہ حضور انور

https://archive.org/details/@madni_library

اسے یہ تبلیغ کیوں فرماتے۔ ۴؎ یعنی آپ رسول تو ہیں مگر بے پڑھے لوگوں کے میں خود عالم ہوں آپ میرے رسول نہیں بعض یہود کا یہ عقیدہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کے رسول ہیں عام خلق کے رسول نہیں یہ عقیدہ بھی کفر ہے۔ اسی لئے ابن صیاد اس کہنے سے مومن نہ بنا۔ ۵؎ ابن صیاد کا یہ قول محض حضور انور کے فرمان عالی کے مقابلہ میں ہے ورنہ وہ مدعی نبوت نہ تھا خیال رہے کہ کافر ذمی کو قتل نہیں کیا جاتا نہ کافر بچہ کو قتل کیا جائے نابالغ بچہ کا ارتداد معتبر نہیں ہے۔ ان وجوہ سے ابن صیاد قتل نہیں کیا گیا۔ لہٰذا اس حدیث کی بنا پر قادیانی یہ نہیں کہہ سکتے کہ مدعی نبوت مرتد نہیں اور نہ اسے قتل کیا جائے اس حدیث کا منشا کچھ اور ہی ہے۔ ۶؎ مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں فرفضہ ہے رفض سے مشتق بمعنی چھوڑنا یعنی حضور انور نے اسے چھوڑ دیا پھر اس سے یہ سوال نہیں کیا عام نسخوں میں فرصہ ہے ص کے شد سے یہ بنا ہے رفصٌ سے بمعنی دبوچنا بعض اعضاء کو بعض سے ملا دیا اس سے ہے مرصوص رب تعالٰی فرماتا ہے: كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ (۶۱:۴) گویا وہ عمارت ہیں رانگا پلائی۔ (کنزالایمان) بعض نسخوں میں ہے فرضہ نقطہ والی ضاد سے رض کے معنی ہیں توڑنا مروڑنا۔ ۷؎ یعنی میرا ایمان سارے رسولوں پر ہے اور تو رسول ہے نہیں پھر میں تجھے رسول اللہ کیسے کہہ دوں۔ میں خاتم النبیین ہوں۔ سب سے آخری نبی نہ میرے زمانہ میں کوئی نبی ہوسکتا ہے نہ میرے بعد خیال رہے کہ حضور انور کے زمانہ میں بھی کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ جو ایسا مانے وہ مرتد ہے خاتم النبیین کا منکر۔ خیال رہے کہ جھوٹے مدعی نبوت سے معجزہ مانگنا کفر ہے جب اس کی تصدیق کی نیت سے ہو۔ ۸؎ یعنی تجھے غائبانہ کون سی چیزیں نظر آتی ہیں جن کی بنا پر تو بڑے بڑے دعوے کرتا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ ۹؎ یعنی میرے پاس جنات غیبی خبریں لاتے ہیں جن میں بعض سچی ہوتی ہیں اکثر جھوٹی۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ ابن صیاد نبوت کا مدعی نہ تھا بلکہ اپنے کو کاہن کہتا تھا یہ نہ کہتا تھا کہ میرے پاس حضرت جبریل آتے ہیں اور محمدی بیگم کے ساتھ میرے نکاح کی بشارت لاتے ہیں لہٰذا قادیانی لوگ اس حدیث سے یہ دلیل نہیں پکڑ سکتے مرزا جی اپنے کو صاف صاف نبی کہتے رہے۔ ۱۰؎ یعنی خود تجھے اپنی خبروں کے متعلق اطمینان نہیں تو تیرے ذریعہ کسی اور کو اطمینان کیسے ہوسکتا ہے لہٰذا تیری صحبت خطرناک ہے ۱۱؎ ابن صیاد کا دعوٰی تھا کہ میں لوگوں کے دلوں کے حالات خیالات جانتا ہوں۔ اس لئے حضور انور نے اس سے یہ سوال فرمایا معلوم ہوا کہ کاہنوں کو جھوٹا ثابت کرنے کیلئے ان سے غیبی خبریں پوچھنا جائز ہے۔ حضور انور نے اس کا جھوٹ ظاہر فرمانے کو یہ سوال کیا۔ انہیں اس طرح رسوا کرنا ثواب ہے۔ ۱۲؎ یعنی اس پوری آیت میں سے وہ پورا ایک لفظ بھی معلوم نہ کرسکا۔ لفظ دخان کا صرف دخ معلوم کرسکا یہ ہی حال کاہنوں کا ہوتا ہے۔ ان کی دس باتوں بلکہ سو میں سے ایک درست نکلتی ہے اور وہ سو میں سے ایک کا پتا چلاتے ہیں خیال رہے کہ حضور نے یہ آیت اس لئے دل میں سوچی کہ اس میں علامت قیامت کا ذکر ہے اور دجال بھی علامات قیامت سے ہے نیز قتل دجال مرخ پہاڑ کے نزدیک ہوگا ان وجوہ سے حضور نے یہ آیت سوچی (اشعہ، مرقات) ۱۳؎ یعنی تو صرف ایک کاہن ہے نہ تجھے علم غیب ہے نہ تو خدا ہے نہ خدا کا مقبول بندہ پھر تو مجھ سے کیوں کہتا ہے کہ کیا آپ میری نبوت کی گواہی دیتے ہیں تیری یہ حیثیت اور یہ بات ۱۴؎ یعنی چونکہ اس سے بڑا فتنہ پھیلنے کا اندیشہ ہے اس لئے اسے قتل کردینا مناسب ہے، یہ ہے حضرت فاروق کا جوش ایمانی۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ جو جادوگر لوگوں میں فساد پھیلاتے ہیں انہیں ہلاک کرتے ہیں بادشاہ اسلام انہیں قتل کرادے۔ ۱۵؎ یعنی اگر یہ دجال ہے تو ارادہ الٰہی یہ ہی ہے کہ دجال کو حضرت عیسٰی علیہ السلام قتل کریں اور اگر یہ دجال نہیں ہے تو یہ نابالغ بچہ بھی ہے۔ ہمارا ذمی کافر بھی اسے قتل کرنا جائز نہیں صرف کاہن ہونا قتل کے جواز کا سبب نہیں۔ حضور انور کا اگر مگر سے کلام فرمانا یا اس لئے تھا کہ اس وقت تک دجال کے متعلق حضور کو پورا علم عطا نہ ہوا تھا۔ بعد میں حضور نے دجال کی شکل

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اس کے اعمال اس کے خروج کا وقت سب کچھ بتادیا یہ اسرار الہیہ میں سے ہے جس کا اظہار مناسب نہیں یہ شک کیلئے نہیں بلکہ تشکیک کیلئے ہے ایسے صیغہ قرآن مجید میں بھی آئے ہیں۔ یہ بے علمی کی دلیل نہیں یہ ہی قول صحیح ہے۔ ۱۶عرب میں باغ والے لوگ اپنے باغ میں مکان بنالیتے ہیں وہاں ہی رہتے سہتے ہیں۔ ابن صیاد کے ماں باپ بھی انہیں میں سے تھے۔ ۱۷ابن صیاد کبھی گنگناہٹ میں اپنے حالات بیان کردیتا تھا۔ حضور انور کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت یہ اپنی مستی میں اپنے حالات بیان کررہا ہے ہم خود بھی سن لیں گے اور اس کے متعلق صحیح فیصلہ کردیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بے دین مفسدین کے حالات چھپ کر دیکھنا سننا جائز ہیں تاکہ ان کے فساد کی روک تھام ہو سکے۔ آج ملکی انتظامات میں جاسوسی کو بڑا دخل ہے جس تجسس سے قرآن کریم میں منع فرمایا گیا وہ مسلمانوں کی عیب جوئی کیلئے تجسس کرنا مراد ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ۱۸یعنی حضور انور یہاں تشریف فرما ہیں تو ان کا ادب واحترام کر، تعظیم کیلئے اٹھ، اپنا گانا چھوڑ ۱۹یعنی یہ بھی ربّ تعالٰی کی طرف سے ہوا کہ وہ سب کچھ اپنے متعلق بیان کررہا تھا ایک واقعہ درپیش آ گیا کہ وہ کہتے کہتے رک گیا۔ معلوم ہوا کہ ربّ تعالٰی کا یہ ہی منشاء ہے کہ اس کا حال صیغہ راز میں رہے ورنہ وہ اس وقت اپنی موج میں خود اپنے حالات بیان کررہا تھا کہ میں یہ ہوں میں وہ ہوں یہ کرسکتا ہوں ۲۰حضور انور کا طریقہ مبارکہ تھا کہ اپنا کلام حمد الٰہی سے شروع فرماتے تھے۔ وعظ عموماً دوسرے کلام خصوصاً یہ فرمان بطور وعظ تھا۔ ۲۱یہاں نبی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے پیغمبر ہیں جیسا کہ گزشتہ حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کا ڈرانا اس کی اہمیت کیلئے تھا۔ جیسے حضور نے صحابہ کو قیامت سے ڈرایا حالانکہ ان حضرات کے زمانہ میں قیامت آنے والی نہ تھی۔ ۲۲یہ فرمان عالی ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ابن صیاد دجال نہیں کہ حضور نے فرمایا کہ وہ کانا ہے اور ابن صیاد کانا نہ تھا۔ نیز یہ صاحب اولاد تھا مدینہ منورہ میں رہتا تھا۔ مکہ معظمہ حج کیلئے جاتا تھا۔ کیونکہ حضور کے بعد وہ مسلمان ہوگیا تھا۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ ابن صیاد مدینہ منورہ میں مرا اس پر مسلمانوں نے نماز پڑھی اسے وہاں ہی دفن کیا مگر دوسری روایات میں ہے کہ وہ جنگ حرہ میں گم ہوگیا واللہ اعلم بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یقین دلایا تھا کہ ابن صیاد دجال نہیں تمیم داری کی حدیث آپ پڑھ ہی چکے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ ٍالْخُدْرِیِّ قَالَ لَقِیَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُیَعْنِیْ ابْنَ صَیَّادٍ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِیْنَةِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ هُوَ اَتَشْهَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ مَاذَا تَرٰی قَالَ اَرٰی عَرْشًا عَلَی الْمَآءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَرٰی عَرْشَ اِبْلِیْسَ عَلَی الْبَحْرِ قَالَ وَمَا تَرٰی قَالَ اَرٰی صَادِقِیْنِ وَکَاذِبًا اَوْ کَاذِبَیْنِ وَصَادِقًا فَقَالَ

(۵۲۵۵) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ اس سے یعنی ابن صیاد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکر اور عمر مدینہ منورہ کے بعض راستوں میں ملے ۱تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں ۲تو وہ بولا کہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں ۳تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالٰی، اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں، اس کے رسولوں پر ایمان لایا تو کیا دیکھتا ہے بولا میں عرش پانی پر دیکھتا ہوں ۴تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو دریا پر ابلیس کا تخت دیکھتا ہے فرمایا تو اور کیا دیکھتا ہے وہ بولا میں دو سچے ایک جھوٹا یا دو جھوٹے اور ایک سچا دیکھتا ہوں تب رسول

https://archive.org/details/@madni_library

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لُبِسَ عَلَیْہِ فَدَعُوْہُ .(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر شبہ ڈال دیا گیا ہے۔ ۵؎اسے چھوڑو (مسلم)

(۵۲۵۵) ۱؎یعنی کا فاعل حضرت ابوسعید خدری ہیں (مرقات) یہ ملاقات عوالی مدینہ میں اتفاقاً تھی اور ابن صیاد کے گھر تشریف لے جانے کا واقعہ دوسرا ہے اس وقت ابن صیاد مسلمان نہ ہوا حضور انور کے پردہ فرمانے کے بعد مسلمان ہوگیا صحابہ کرام کے ساتھ اس نے حج کیا۔ ۲؎اس کے متعلق پہلے عرض کیا گیا کہ ابن صیاد کا یہ قول حضور انور کے مقابلہ میں تھا اور نہ وہ مدعی نبوت نہ تھا۔ ۳؎جیسے بعض اولیاء اللہ ابلیس اور اس کے تخت کو آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں اور اس پر لاحول پڑھ کر اسے دفع کردیتے ہیں بعض بے دین کاہنوں کو بھی وہ نظر آجاتا ہے اور وہ اس سے بہک جاتے ہیں۔ خدا کی پناہ ابن صیاد کا یہ دیکھنا اسی طرح کا تھا وہ یہ ہی بیان کررہا ہے۔ ۴؎یعنی اسے اپنی معلومات پر خود ہی یقین نہیں کہ سچی خبر کون سی ہے جھوٹی کون سی تو اس سے کچھ پوچھ گچھ کرنا بے کار ہے۔ ۵؎اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں ابن صیاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معتقد ہوگیا تھا کہ حضور سے غیبی خبریں پوچھنے لگا تھا اور آپ کے جواب پر کسی قسم کی جرح قدح نہیں کرتا تھا حضور کے پردہ فرمانے کے بعد تو مسلمان ہوگیا تھا۔ معلوم یہ بھی ہوا کہ ابن صیاد بھی یہ جانتا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہے وہ جنت و دوزخ زمین و آسمان سب کی خبر رکھتے ہیں۔

وَعَنْہُ اَنَّ ابْنَ صَیَّادٍ سَاَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ تُرْبَۃِ الْجَنَّۃِ فَقَالَ دَرْمَکَۃٌ بَیْضَاءُ مِسْکٌ خَالِصٌ .(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۵۶) روایت ہے انہیں سے کہ ابن صیاد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی مٹی کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ سفید میدہ، خالص مشک ۱؎(مسلم)

(۵۲۵۶) ۱؎درمکۃ بروزن جعفرۃ بمعنی سفید میدہ بعد میں بیضاء فرمانا توضیح کیلئے ہے یعنی جنت کی مٹی رنگت میں سفید خوشبو مشک خالص کی سی ہے۔ حضور کیوں نہ بتاتے حضور تو جنت کی سیر کرکے آئے ہیں۔

وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ لَقِیَ ابْنُ عُمَرَ ابْنَ صَیَّادٍ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِیْنَۃِ فَقَالَ لَہٗ قَوْلًا اَغْضَبَہٗ فَانْتَفَخَ حَتّٰی مَلَاَ السِّکَّۃَ فَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ عَلٰی حَفْصَۃَ وَقَدْ بَلَغَھَا فَقَالَتْ لَہٗ رَحِمَکَ اللّٰہُ مَا اَرَدْتَّ مِنِ ابْنِ صَیَّادٍ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا یَخْرُجُ مِنْ غَضْبَۃٍ یَغْضَبُھَا . (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۵۷) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر مدینہ منورہ کے بعض راستوں میں ابن صیاد سے ملے ۱؎تو آپ نے اس سے ایسی بات کہی جس نے اسے غضب ناک کردیا تو وہ پھولا حتی کہ گلی بھردی ۲؎پھر ابن عمر جناب حفصہ کے پاس گئے انہیں یہ خبر پہنچ چکی تھی۔ انہوں نے ان سے کہا اللہ تم پر رحمت کرے تم نے ابن صیاد سے کیا چاہا کیا تمہیں خبر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال ایک غصہ کی حالت میں ہی نکلے گا جس پر اسے غصہ آئے گا ۳؎(مسلم)

(۵۲۵۷) ۱؎یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد کا ہے جیسا کہ مضمون حدیث سے واضح ہے۔ ۲؎حدیث بالکل ظاہر پر ہے واقعی وہ پھول کر اتنا موٹا ہوگیا کہ گلی ساری بھرگئی۔ اب بھی بعض چیزوں میں ہوا بھردی جائے تو موٹی ہوجاتی ہیں۔ ۳؎یعنی اے ابن عمر تم اسے غصہ نہ دلاؤ اگر یہ واقعی دجال ہوا تو ابھی تم اسے غصہ سے دجال بنادو گے اور ابھی اس کے خروج کا وقت نہیں ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ

(۵۲۵۸) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں مکہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

صَیَّادٍ اِلٰی مَکَّۃَ فَقَالَ لِیْ مَا لَقِیْتُ مِنَ النَّاسِ یَزْعُمُوْنَ اَنِّی الدَّجَّالُ اَلَسْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّہٗ لَا یُوْلَدُ لَہٗ وَقَدْ وُلِدَلِیْ اَلَیْسَ قَدْ قَالَ ھُوَ کَافِرٌ وَّاَنَا مُسْلِمٌ اَوَلَیْسَ قَدْ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْمَدِیْنَۃَ وَلَا مَکَّۃَ وَقَدْ اَقْبَلْتُ مِنَ الْمَدِیْنَۃِ وَاَنَا اُرِیْدُ مَکَّۃَ ثُمَّ قَالَ لِیْ فِیْ اٰخِرِ قَوْلِہٖ اَمَا وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ مَوْلِدَہٗ وَمَکَانَہٗ وَاَیْنَ ھُوَ وَاَعْرِفُ اَبَاہُ وَاُمَّہٗ قَالَ فَلَبَّسَنِیْ قَالَ قُلْتُ لَہٗ تَبًّا لَّکَ سَائِرَ الْیَوْمِ قَالَ وَقِیْلَ لَہٗ اَیَسُرُّکَ اَنَّکَ ذَاکَ الرَّجُلُ قَالَ لَوْ عُرِضَ عَلَیَّ مَا کَرِھْتُ ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

مکرمہ تک ابن صیاد کے ساتھ رہا تو اس نے مجھ سے کہا میں نے لوگوں سے بہت مصیبت پائی۱ وہ گمان کرتے ہیں کہ میں دجال ہوں۲ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنتے نہ تھے کہ دجال کے اولاد نہ ہوگی اور میری اولاد ہے کیا حضور نے یہ نہ فرمایا کہ وہ کافر ہے اور میں مسلمان ہوں۳ کیا حضور نے یہ نہ فرمایا کہ وہ نہ مدینہ میں داخل ہوسکے گا نہ مکہ میں اور میں مدینہ سے آرہا ہوں اور مکہ کا ارادہ کررہا ہوں۴ پھر اس نے مجھ سے اپنے آخری قول میں کہا کہ آگاہ رہو کہ میں اس کی پیدائش گاہ اور اس کی جگہ جانتا ہوں اور یہ کہ وہ کہاں ہے اور میں اس کے باپ وماں کو پہچانتا ہوں۵ فرماتے ہیں کہ اس نے مجھے شبہ میں ڈال دیا۶ میں نے اس سے کہا کہ تو ہمیشہ ہلاک رہے فرمایا اور اس سے کہا گیا کہ کیا تجھے یہ پسند ہے کہ تو ہی وہ دجال ہے فرماتے ہیں وہ بولا کہ اگر یہ مجھ پر پیش کیا جائے تو میں ناپسند نہ کروں۷ (مسلم)

(۵۲۵۸) ۱یہاں ما استفہامیہ ہے تعجب کیلئے یعنی مجھے کیسی مصیبت پڑی ہے جو لوگوں سے میں سنتا ہوں۲ یعنی لوگ مجھے دجال کہتے ہیں حالانکہ میں دجال نہیں ہوں میرے دجال نہ ہونے کی دلیلیں یہ ہیں جو میں خود عرض کررہا ہوں۳ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن صیاد اس وقت مسلمان ہوچکا تھا۴ ان دلائل کی بنا پر اکثر علماء فرماتے ہیں کہ ابن صیاد دجال معروف نہیں مگر جو حضرات فرماتے ہیں کہ وہ دجال ہی ہے وہ ان کے جواب یہ دیتے ہیں کہ ابھی ابن صیاد دجال نہیں بنا تھا جب دجال بن کر آئے گا تب اس کے یہ حالات ہوں گے کہ وہ کافر بھی ہوگا لاولد بھی ہوگا۔ کانا بھی اور حرمین طیبین کی زمین سے محروم بھی۔۵ غالب یہ ہے کہ ابن صیاد نے یہ سب کچھ جھوٹ بولا اسے کچھ بھی پتا نہ تھا صرف شیخی سے یہ کہہ رہا تھا (مرقات) بعض لوگوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں ہی دجال ہوں اس کی ہر حالت جانتا ہوں (اشعہ)۶ یعنی پہلے تو مجھے خیال ہوگیا تھا کہ واقعی یہ دجال نہیں مگر اس کی گفتگو سے مجھے اشتباہ ہوگیا کہ یہ دجال ہے یا نہیں ۷ یعنی اگر میں ہی دجال بنادیا جاؤں اور اس کے تمام عیوب مجھ کو دے دیئے جائیں تو میں اس سے راضی ہوں اس سے اس کا کفر ظاہر ہے کہ رضا بالکفر کفر ہے (لمعات، اشعہ) اس سے معلوم ہوا کہ وہ اسلام ظاہر کرنے پر بھی دل سے مسلمان نہ تھا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَقِیْتُہٗ وَقَدْ نَفَرَتْ عَیْنُہٗ فَقُلْتُ مَتٰی فَعَلَتْ عَیْنُکَ مَا اَرٰی قَالَ لَا اَدْرِیْ قُلْتُ لَا تَدْرِیْ وَھِیَ فِیْ رَاْسِکَ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ خَلَقَھَا فِیْ عَصَاکَ قَالَ فَنَخَرَ کَاَشَدِّ نَخِیْرِ حِمَارٍ سَمِعْتُ ۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۵۹) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ میں ابن صیاد سے ملا اس کی آنکھ سوج گئی۱ تو میں نے کہا کہ تیری آنکھ نے کیا کیا جو میں دیکھ رہا ہوں بولا مجھے خبر نہیں۲ میں نے کہا کہ تجھے خبر نہیں حالانکہ وہ تیرے سر میں ہے بولا اگر اللہ چاہے تو تمہاری لاٹھی میں آنکھ پیدا کردے۳ فرماتے ہیں پھر گدھے کی سی سخت آواز

https://archive.org/details/@madni_library

نکالی جو تو نے سنا ہو۔۴ (مسلم)

(۵۲۵۹) ۱؎ یعنی پہلے اس کی آنکھ اچھی بھلی تھی کہ اچانک سوج گئی اور کسی علاج سے اچھی نہ ہوئی پہلے میں نے اس کی آنکھ اچھی دیکھی تھی آج ورم ہو گیا۔ ۲؎ یعنی بغیر سبب بغیر وجہ خود بخود یہ آنکھ ایسی ہو گئی۔ ۳؎ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن صیاد خدا کو مانتا تھا اس کے قادر مطلق ہونے پر ایمان رکھتا تھا وہ کہہ یہ رہا ہے کہ مجھے یہ ورم تکلیف کے بغیر ہوا ہے اس لئے مجھے پتا نہ لگا اگرچہ آنکھ میرے سر میں تھی جیسے اے ابن عمر اگر ربّ تعالیٰ اچانک تمہاری لاٹھی میں آنکھ پیدا کر دے بغیر کسی سبب کے تو اگرچہ لاٹھی تمہارے ہاتھ میں رہتی ہے مگر تمہیں پتا نہ لگے گا کیونکہ یہ کام اچانک ہوگا ایسے ہی میرا معاملہ ہے۔ ۴؎ یعنی تم نے جتنے گدھوں کی آواز سنی ہو ان میں سخت تر آواز سے وہ رینکنے لگا کوئی گدھا اتنی سخت آواز سے نہیں رینکتا اس میں دو احتمال ہیں یا سمعت متکلم کا صیغہ ہو یا سمعت واحد مخاطب کا صیغہ دونوں مطلب درست ہیں (مرقات)

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ قَالَ رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ يَحْلِفُ بِاللّٰهِ اَنَّ ابْنَ الصَّيَّادِ الدَّجَّالُ قُلْتُ تَحْلِفُ بِاللّٰهِ قَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ عُمَرَ يَحْلِفُ عَلٰى ذٰلِكَ عِنْدَالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۶۰) روایت ہے حضرت محمد ابن منکدر سے ۱؎ فرماتے ہیں میں نے حضرت جابر بن عبداللہ کو دیکھا کہ وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ابن صیاد دجال ہے ۲؎ میں نے کہا کہ آپ اللہ کی قسم کھا رہے ہیں فرمایا کہ میں نے حضرت عمر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس پر قسم کھاتے سنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار نہ فرمایا ۳؎ (مسلم بخاری)

(۵۲۶۰) ۱؎ آپ مشہور جلیل القدر تابعی ہیں بڑے عالم فاضل زاہد ہیں بہت صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے اور بہت سے تابعین نے آپ سے روایات لی ہیں ۱۳۰ ایک سو تیس ہجری میں وفات پائی (اشعہ) آپ سے سفیان ثوری، عمرو ابن دینار جیسے حضرات نے روایات لیں ۲؎ حضرت جابر کا یہ قسم کھانا کسی نص شرعی کی بنا پر نہ تھا بلکہ اپنے ذاتی خیال کی وجہ سے تھا جو انہوں نے بعض علامات سے قائم کیا تھا اسی علامت کا ذکر آگے ہے۔ ۳؎ بعض علماء نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ غالب گمان پر قسم کھالینا جائز ہے قسم کیلئے یقین ضروری نہیں مگر بعض نے فرمایا کہ قسم صرف یقین پر کھائی جاسکتی ہے اور یہاں دجال سے مراد جھوٹا دجال ہے یعنی فتنہ گر فسادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں تیس دجال ہوں گے اور ظاہر ہے کہ ابن صیاد ان تیس میں سے یقینی ہے خصوصاً اس وقت جب کہ اس نے اسلام ظاہر نہ کیا تھا اس معنی سے وہ یقیناً دجال تھا اور یہ قسم یقین پر تھی اور ہوسکتا ہے کہ حضرت جابر کا یہ مذہب ہو کہ یقیناً ابن صیاد دجال اکبر ہے اپنے یقین پر قسم کھائی ہو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ وَاللّٰهِ مَا اَشُكُّ اَنَّ الْمَسِيْحَ الدَّجَّالَ ابْنُ صَيَّادٍ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

(۵۲۶۱) روایت ہے حضرت نافع سے فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کہتے تھے اللہ تعالیٰ کی قسم میں اس میں شک نہیں کرتا کہ مسیح دجال ابن صیاد ہے ۱؎ (ابوداؤد، بیہقی، کتاب بعث والنشور)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۵۲۶۱) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں دجال سے مراد وہ ہی بڑا دجال ہے اور یہ حضرت ابن عمر کی اپنی رائے ہے علامات کی بنا پر۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَدْ فَقَدْنَا ابْنَ صَيَّادٍ يَوْمَ الْحَرَّةِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۵۲۶۲) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ہم نے حرہ کے دن ابن صیاد کو گم پایا ۱؎ (ابوداؤد)

(۵۲۶۲) ۱؎ جنگ حرہ وہ حادثہ ہے جو یزید مردود کے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے پر نمودار ہوا۔ واقعہ کربلا کے بعد اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنگ حرہ تک تو ہم نے ابن صیاد کو مدینہ منورہ میں دیکھا پھر اس کے بعد وہ ہم کو نظر نہ آیا۔ یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ ابن صیاد مدینہ منورہ میں مرا اور ہم نے اس پر نماز پڑھی اسے دفن کیا کیونکہ حضرت جابر کو اس واقعہ کی اطلاع نہ ملی وہ اپنے علم کے مطابق فرمارہے ہیں (مرقات، اشعہ)

وَعَنْ اَبِىْ بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْكُثُ اَبُو الدَّجَّالِ ثَلٰثِيْنَ عَامًا لَايُوْلَدُ لَهُمَا وَلَدٌ ثُمَّ يُوْلَدُ لَهُمَا غُلَامٌ اَعْوَرُ اَضْرَسُ وَاَقَلُّهٗ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ ثُمَّ نَعَتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَوَيْهِ فَقَالَ اَبُوْهُ طُوَالٌ ضَرْبُ اللَّحْمِ كَاَنَّ اَنْفَهٗ مِنْقَارٌ وَّاُمُّهٗ امْرَاَةٌ فِرْضَاخِيَّةٌ طَوِيْلَةُ الْيَدَيْنِ فَقَالَ اَبُوْبَكْرَةَ فَسَمِعْنَا بِمَوْلُوْدٍ فِى الْيَهُوْدِ بِالْمَدِيْنَةِ فَذَهَبْتُ اَنَا وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى اَبَوَيْهِ فَاِذَا نَعْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمَا فَقُلْنَا هَلْ لَكُمَا وَلَدٌ فَقَالَا مَكَثْنَا ثَلٰثِيْنَ عَامًا لَايُوْلَدُ لَنَا وَلَدٌ ثُمَّ وُلِدَ لَنَا غُلَامٌ اَعْوَرُ اَضْرَسُ وَاَقَلُّهٗ مَنْفَعَةً تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهٗ قَالَ فَخَرَجْنَا مِنْ عِنْدِهِمَا فَاِذَا هُوَ مُنْجَدِلٌ فِى الشَّمْسِ فِىْ قَطِيْفَةٍ وَّلَهٗ هَمْهَمَةٌ فَكَشَفَ عَنْ رَأْسِهٖ فَقَالَ مَا قُلْتُمَا قُلْنَا وَهَلْ سَمِعْتَ مَا قُلْنَا قَالَ نَعَمْ تَنَامُ عَيْنَاىَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِىْ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ)

(۵۲۶۳) روایت ہے حضرت ابوبکرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دجال کا باپ تیس سال تک لا ولد رہے گا کہ اس کے ۱؎ اولاد نہ ہوگی پھر ان کا کانا بڑی ڈاڑھ والا کم نفع والا لڑکا پیدا ہوگا ۲؎ جس کی آنکھیں سوئیں گی اس کا دل نہ سوئے گا ۳؎ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ماں باپ کا ذکر فرمایا تو فرمایا کہ اس کا باپ دراز قد دبلا ہوگا گویا اس کی ناک چونچ ہے اور اس کی ماں موٹی لمبے ہاتھ والی عورت ہے ۴؎ ابوبکرہ کہتے ہیں کہ ہم نے مدینہ منورہ میں یہود میں ایک بچہ سنا تو میں اور زبیر ابن عوام گئے ۵؎ حتی کہ ہم اس کے ماں باپ کے پاس گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ اوصاف ان دونوں میں تھے ۶؎ تو ہم نے کہا کیا تمہارے کوئی بچہ ہے تو وہ دونوں بولے ہم تیس سال رہے کہ ہمارے اولاد نہ ہوئی پھر ہمارے کانا ۷؎ بڑی ڈاڑھ والا بچہ پیدا ہوا کم نفع والا جس کی آنکھیں سوتی ہیں اور اس کا دل نہیں سوتا ۸؎ فرماتے ہیں کہ ہم ان کے پاس سے نکلے تو وہ دھوپ میں ایک کمبل میں لیٹا ہوا تھا اس کی کچھ گنگناہٹ تھی ۹؎ تو اس نے اپنا سر کھولا تو بولا کہ تم نے کیا کہا ہم نے کہا کہ کیا تم نے ہماری بات سن لی بولا ہاں میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا ۱۰؎ (ترمذی)

(۲۵۶۳) ۱؎ یہ وہ علامات ہیں جن کی بنا پر بعض صحابہ کو یقین ہوگیا کہ ابن صیاد دجال ہے۔ ممکن ہے اس حدیث میں دجال سے مراد بڑا دجال نہ ہو بلکہ چھوٹے دجالوں میں سے ایک ہو۔ (مرقات) ۲؎ اضرس کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ اس کے منہ میں پیدائشی داڑھ ہوگی کہ اپنے منہ میں ماں کے پیٹ سے داڑھ لائے گا دوسرے یہ کہ پیدا تو بغیر دانت وداڑھ کے ہی ہوگا۔ مگر جب اس کی

https://archive.org/details/@madni_library

داڑھیں نکلیں گی تو دوسرے انسانوں سے بڑی ہوں گی دوسرے معنی کو ترجیح دی گئی ہے۔ ۳؎ یعنی اس بچہ میں دوسری حیرت ناک بات یہ ہوگی کہ وہ گھر والوں یا دوسروں کو کوئی فائدہ نہ دے گا یا بہت کم دے گا کام کاج کم کرے گا۔ ماں باپ کی فرمانبرداری کرے گا مگر نقصان زیادہ دے گا اس کے ذریعہ چیزیں زیادہ خراب ہوں گی۔ لوگوں سے لڑائی دنگے بہت کرے گا۔ سوتے میں اس کا دل بیدار رہے گا کہ لوگوں کی باتیں سن لیا کرے گا۔ ہر چیز دیکھ لیا کرے گا۔ ۴؎ یعنی جیسے اس لڑکے میں چند حیرت ناک علامات ہوں گی ایسے ہی اس کے ماں باپ میں چند خصوصیات ہوں گی۔ جن علامات سے وہ دوسرے لوگوں میں ممتاز ہوں گے۔ باپ لمبا' دبلا' ناک چونچ کی طرح' ماں موٹی' لمبے ہاتھ والی' اللہ نے اپنے محبوب کو ہر چیز بتائی بلکہ دکھائی ہے۔ ۵؎ یعنی ہم کو خبر لگی کہ یہود مدینہ میں ایک بچہ اس شکل و شباہت کا پیدا ہوا ہے جو حضور انور نے ہم کو ارشاد فرمائی تھی ہم کو اس کے دیکھنے کا شوق ہوا۔ اس لئے ہم اس محلہ میں اس کے گھر گئے۔ ۶؎ ان بزرگوں نے اس بچہ کو دیکھنے سے پہلے اس کے ماں باپ کی تحقیق کی انہیں اسی طرح کا پایا جو حضور انور نے دجال کے ماں باپ کے متعلق خبر دی تھی خیال رہے کہ کافرہ' فاسقہ' بے پردہ آوارہ عورتوں کا دیکھنا حرام نہیں خصوصاً ضرورت کے وقت۔ ان بزرگوں نے اس کی ماں کو تحقیق کیلئے دیکھا۔ طبیب مریضہ کو' قاضی شاہدہ کو' گواہ مدعیہ کو' ضرورۃً دیکھ سکتے ہیں۔ ۷؎ غالبًا وہ پیدائشی ایک آنکھ کا کانا ہوگا بعد میں یہ ہی آنکھ سوج گئی ہوگی یا دوسری آنکھ۔ ہم نے پوچھا کب سوجی وہ بولا مجھے خبر نہیں۔ ۸؎ چنانچہ اس کے سونے کی حالت میں جو کچھ کہا جائے وہ سن لیتا ہے۔ جو کوئی آئے اسے دیکھ لیتا ہے۔ پھر خراٹے بھی لیتا ہے۔ خیال رہے کہ دجال کیلئے یہ صفت عیب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت کمال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوتے میں سب کچھ دیکھتے' سنتے ہیں ان کی حفاظت و ہدایت کیلئے۔ وہ سب کو دیکھتا ہے، گمراہ کرنے کیلئے دجال کی گمراہ گری کبھی بند نہیں ہوتی۔ حضور انور کی ہدایت کبھی نہیں رکتی۔ اب بھی حضور ہم سب کو دیکھتے ہیں ہم سب کی سنتے ہیں۔ ۹؎ ھمھمۃ گائے کی ہلکی آواز کو کہتے ہیں یہاں وہ آواز مراد ہے جو سوتے میں نکلتی ہے جس میں انسان کچھ باتیں کرتا ہے۔ اسے اردو میں گنگناہٹ یا بڑبڑانا کہتے ہیں۔ (مرقات) ۱۰؎ اس لئے میں نے سوتے میں ہی تم کو دیکھ بھی لیا اور تمہاری باتیں سن بھی لیں۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ امْرَاَةً مِنَ الْيَهُوْدِ بِالْمَدِيْنَةِ وَلَدَتْ غُلَامًا مَمْسُوْحَةً عَيْنُهٗ طَالِعَةً نَابُهٗ فَاَشْفَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّكُوْنَ الدَّجَّالُ فَوَجَدَهٗ تَحْتَ قَطِيْفَةٍ يُهَمْهِمُ فَاٰذَنَتْهُ اُمُّهٗ فَقَالَتْ يَا عَبْدَاللّٰهِ هٰذَا اَبُو الْقَاسِمِ فَخَرَجَ مِنَ الْقَطِيْفَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَهَا قَاتَلَهَا اللّٰهُ لَوْ تَرَكَتْهُ لَبَيَّنَ فَذَكَرَ مِثْلَ مَعْنٰى حَدِيْثِ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ائْذَنْ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَقْتُلُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْ يَّكُنْ هُوَ فَلَسْتَ صَاحِبَهٗ اِنَّمَا صَاحِبُهٗ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَاِلَّا يَكُنْ هُوَ فَلَيْسَ لَكَ اَنْ تَقْتُلَ رَجُلًا مِنْ

(۵۲۶۴) روایت ہے حضرت جابر سے کہ ایک یہودیہ عورت نے مدینہ میں ایک بچہ جنا جس کی ایک آنکھ سپاٹ تھی اس کی داڑھ اگی ہوئی تھی ۱؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف کیا کہ یہ ہی دجال ہوگا ۲؎ اسے ایک کمبل کے نیچے پایا گنگنا رہا تھا ۳؎ اس کی ماں نے خبر دے دی بولی اے اللہ کے بندے یہ ابوالقاسم ہیں ۴؎ تو وہ کمبل سے نکل پڑا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا اسے غارت کرے اسے کیا ہوا ۵؎ اگر یہ اسے چھوڑ دیتی تو یہ بیان کردیتا پھر حضرت ابن عمر کے معنی کی مثل ذکر کیا تب جناب عمر بن خطاب نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے اجازت دیں کہ میں اسے قتل کردوں ۶؎ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ وہ ہی ہے تو اس کے قاتل تم نہیں اس کے قاتل حضرت عیسیٰ ابن مریم ہیں ۷؎ اور اگر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَهْلِ الْعَهْدِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُشْفِقًا اَنَّهُ هُوَ الدَّجَّالُ . (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

یہ وہ نہیں ہے تو تمہیں مناسب نہیں کہ ذمہ والوں میں سے کسی کو قتل کرو ۸ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوف فرماتے رہے کہ یہ دجال ہو ۹ (شرح سنہ)

(۵۲۶۴) ۱ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیدائشی کانا اور داڑھ والا تھا۔ حدیث پاک کے ظاہری معنی یہ ہی ہیں۔ بعض شارحین نے کہا کہ یہاں ناب جنسی معنی میں ہے مطلب یہ ہے کہ اس کی ساری داڑھیں کیلیں پیدائشی تھیں۔ ۲ اس کے متعلق عرض کیا جا چکا ہے، کہ یہاں دجال سے مراد چھوٹا دجال ہے اور ممکن ہے کہ بڑا دجال ہی مراد ہو اور یہ پہلے کا واقعہ ہو بعد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے دجال کی بہت سی نشانیاں بیان فرمائی ہوں ۳ اس گنگنانے میں وہ اپنے حالات خصوصی بیان کررہا تھا کہ میں یہ ہوں میں وہ ہوں وہ سب کچھ ہی کہہ جاتا اگر اسے روکا نہ جاتا۔ ۴ یعنی یہ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اپنا گنگنانا چھوڑ ان کا ادب واحترام کر معلوم ہوتا ہے کہ ماں کی نیت بری نہ تھی اور منظور الٰہی یہ تھا کہ ابن صیاد کے حالات پردہ میں ہی رہیں۔ ۵ یعنی اسے سوجھا گیا کہ میری خبر ابن صیاد کو دے کر اسے خاموش کردیا کچھ دیر خاموش رہی ہوتی خیال رہے کہ عربی میں قاتلہ اللہ اظہار غضب کیلئے کہا جاتا ہے اس سے بددعا مقصود نہیں ہوتی۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ (۹:۳۰) اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ (کنز الایمان) ۶ کیونکہ یہ بڑا فتنہ گر فسادی ہوگا اگرچہ یہ ابھی بے قصور بچہ ہے مگر حضرت خضر نے بھی تو ایک بے قصور بچہ کو اس لئے قتل کیا کہ وہ آگے چل کر فساد پھیلاتا مجھے بھی اس کے قتل کی اجازت دیجئے تاکہ فساد کی جڑ کٹ جائے ۷ یعنی اگر یہ وہ ہی بڑا دجال ہے جس کا خروج قریب قیامت ہوگا تو تم اس کے قتل پر قادر نہ ہوگے کہ یہ ارادہ الٰہی کے خلاف ہے۔ ۸ یعنی اسلامی قانون سے اس کا قتل جائز نہیں کہ یہ ہے یہودی ذمی اور ذمی کا قتل بغیر بڑے جرم کے جائز نہیں حضرت خضر علیہ السلام بھی اب کسی بے قصور بچے کو قتل نہیں کرسکتے کہ اب وہ بھی اسلامی قوانین کے پابند ہیں یہ دین موسوی نہیں جس سے حضرت خضر یا کوئی شخص الگ ہو ۹ اس کے متعلق پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حضور انور کا یہ خوف اولاً تھا پھر بعد میں تو حضور نے دجال کے ایسے حالات بیان فرمائے جن سے ہم سننے والوں کو یقین ہے کہ وہ دجال ابھی نہیں آیا ادھر تمیم داری کی وہ حدیث کہ انہوں نے ایک کلیسا میں اسے زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھا واضح کرتی ہے کہ ابن صیاد دجال نہیں لہٰذا حضور انور کو بعد میں یقین تھا کہ یہ دجال نہیں ماں باپ کے حالات یکساں ہوسکتے ہیں، صفات کے ایک ہونے سے چند موصوف ایک نہیں ہوجاتے لہٰذا اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی یا کم علمی ثابت نہیں ہوتی۔

بَابُ نُزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ — عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

قریب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر تشریف لائیں گے دین محمدی کے تابع ہوں گے۔ حضور کی شریعت پر عمل کریں گے اور لوگوں سے عمل کرائیں گے جزیہ اور سود کو ختم فرمادیں گے یعنی کسی شخص کو کافر رہ کر جزیہ دینے کا اختیار نہ ہوگا کوئی سور نہ کھاسکے گا۔ سور فنا کردیئے جائیں گے یہ دونوں حکم آپ منسوخ نہ کریں گے خود حضور انور نے فرمادیا تھا کہ ان کی تشریف آوری پر یہ دونوں حکم منسوخ ہوجائیں گے ان کے ناسخ خود حضور انور کے فرمان ہیں جن کا ظہور اس وقت ہوگا۔

https://archive.org/details/@madni_library

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَیُوْشِكَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْكُمْ اِبْنُ مَرْیَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَیَكْسِرُ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَةَ وَیَفِیْضُ الْمَالُ حَتّٰى لَا یَقْبَلَهٗ اَحَدٌ حَتّٰى تَكُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَیْرًا مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا ثُمَّ یَقُوْلُ اَبُوْهُرَیْرَةَ فَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ الْاٰیَةُ .(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۵۲۶۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے قریب ہے کہ تم میں ۱؎ ابن مریم حاکم‘ عادل ہوکر اتریں وہ صلیب کو توڑیں گے سوروں کو فنا کردیں گے ۲؎ جزیہ کو ختم فرمادیں گے مال کو بہا دیں گے حتیٰ کہ اسے کوئی قبول نہ کرے گا حتیٰ کہ ایک سجدہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہوگا ۳؎ پھر جناب ابوہریرہ فرماتے تھے کہ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو کہ کوئی اہل کتاب سے نہیں مگر وہ ان پر ان کی وفات سے پہلے ایمان لے آئے گا (مسلم‘ بخاری) ۴؎

(۵۲۶۵) ۱؎ یعنی تم مسلمانوں میں وہ آئیں گے نہ کہ تم صحابہ میں۔ ۲؎ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ سوروں کا شکار کرتے رہیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو نہ کافر رہنے کی اجازت ہوگی نہ سور کھانے‘ شراب پینے کی اس وقت کفار کیلئے دو ہی صورتیں ہوں گی یا اسلام یا قتل یہ حضور ہی کا حکم ہے جس کا ظہور اس دن ہوگا۔ ۳؎ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی برکت سے دنیاوی مال و دلی تقویٰ بہت ہی ہو جائے گا‘ سارے لوگ متقی‘ پرہیزگار‘ عبادت گزار‘ شب بیدار ہو جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے دم قدم سے زمانے بدل جاتے ہیں دل تقویٰ سے بھر جاتے ہیں۔ دلوں پر ان کا اثر پڑتا ہے۔ یہ حضرات لوگوں کے دل رنگ دیتے ہیں۔ لوگ سوچ لیں کہ کیا مرزائے قادیان کے زمانہ میں یہ کام ہوئے وہ تو خود چندہ کرتے ہوئے قبریں فروخت کرتے ہوئے مرا پھر کس طرح وہ مسیح موعود ہوسکتا ہے۔ رب تعالٰی اس کے شر سے مسلمانوں کو بچائے ۴؎ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے یہودی اور عیسائی سارے ہی آپ کو اللہ کا بندہ‘ اللہ کا رسول مان لیں گے اور ابھی تو سب مسلمان ہوئے نہیں معلوم ہوا کہ ابھی عیسیٰ علیہ السلام کی وفات بھی نہیں ہوئی قبل موتہ میں ہ ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے نہ کہ اہل کتاب کی طرف کیونکہ اپنی موت کے وقت کا ایمان قبول نہیں ہوتا لہذا اس آیت کے معنی یہ نہیں کہ سارے اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت مسیح پر ایمان لے آتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزائے قادیانی مسیح موعود نہیں وہ تو خود عیسائیوں کی سلطنت میں ان کا غلام بن کر رہا انہیں کی غلامی میں مرا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَیَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْیَمَ حَكَمًا عَادِلًا فَلَیَكْسِرَنَّ الصَّلِیْبَ وَلَیَقْتُلَنَّ الْخِنْزِیْرَ وَلَیَضَعَنَّ الْجِزْیَةَ وَلَیُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا یُسْعٰى عَلَیْهَا وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحْنَآءُ وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ وَلَیَدْعُوَنَّ اِلَى الْمَالِ فَلَا یَقْبَلُهٗ اَحَدٌ .

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِیْ رِوَایَةٍ لَّهُمَا قَالَ كَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ)

(۵۲۶۶) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی قسم ابن مریم اتریں گے حاکم‘ عادل ہوکر ۱؎ تو صلیب کو توڑ دیں گے اور سور فنا کردیں گے جزیہ ختم فرمادیں گے ۲؎ اونٹنیاں آوارہ چھوڑ دی جائیں گی جن پر کام کاج نہ کیا جائے گا ۳؎ اور کینے‘ بغض‘ حسد جاتے رہیں گے۔ ۴؎ وہ مال کی طرف بلائیں گے تو کوئی اسے قبول نہ کرے گا ۵؎ (مسلم) اور مسلم بخاری کی روایت میں ہے فرمایا تم کیسے ہوگے جب تم میں ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا ۶؎

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۵۲۶۶) ۱؎ چونکہ قریب قیامت آپ چوتھے آسمان سے فرش پر آئیں گے اسی لئے نزول فرمایا گیا چونکہ آپ بغیر والد کے پیدا ہوئے اسی لئے ابن مریم فرمایا نیز ابن مریم فرما کر یہ بتایا کہ یہ مسیح وہ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے جو پہلے دنیا میں تشریف لا چکے تھے اس نام کا کوئی اور آدمی نہ ہوگا۔ افسوس ہے کہ مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ماں کا نام چراغ بی بی اور وہ آسمان سے اترے نہیں بلکہ ماں کے پیٹ سے جنے گئے مگر پھر بھی کہتے ہیں کہ وہ مسیح موعود میں ہوں بھلا کچھ حد ہے اس ڈھٹائی کی۔ ۲؎ ان تینوں کے معنی پہلے عرض کئے جا چکے ہیں کہ صلیب توڑنے کے معنی یہ ہیں کہ صلیب فنا کردی جائے گی کسی کو اس کی پرستش کی اجازت نہ ہوگی۔ اسی طرح سور فنا کردیئے جائیں گے۔ کہ نہ کوئی انہیں کھا سکے نہ پال سکے گا۔ مرزائی ان باتوں کا مذاق اڑاتے ہیں کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام سوروں کا شکار کھیلتے پھریں گے وغیرہ وغیرہ وہ اس کا مطلب یا سمجھتے نہیں یا دیدہ دانستہ یہ کہتے ہیں ۳؎ اس فرمان عالی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اونٹوں کی زکوۃ نہ لی جائے گی کہ مال کی زیادتی کی وجہ سے زکوۃ لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ یعنی یسعٰی بنا ہے سعایۃ سے جس سے ہے ساعی دوسرے یہ کہ اونٹنیوں پر سواری باربرداری نہ کی جائے گی کیونکہ دوسری سواریاں ان کاموں کیلئے بہت ایجاد ہو چکی ہوں گی۔ خیال رہے کہ ابھی اونٹنیاں معطل نہ ہوئیں ان سے بہت کام لئے جارہے ہیں لہٰذا مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ میرے زمانہ میں اونٹ بے کار ہوگئے ریل موٹر وغیرہ کی وجہ سے محض غلط ہے۔ آنکھوں دیکھو لوکہ اونٹوں سے صدہا کام لئے جارہے ہیں لوگوں میں امیری نہیں خود مرزا جی مانگتے رہے یا اونٹوں کو شکاری جانوروں سے خطرہ نہ رہے گا کوئی ان کی حفاظت نہ کرے گا ۴؎ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت سے لوگوں کے دلوں سے حسد، بغض، کینے نکل جائیں گے کیونکہ کسی کے دل میں دنیا کی محبت نہ رہے گی۔ ہر ایک کو دین وایمان کی لگن لگ جائے گی محبت دنیا ان سب کی جڑ ہے جب جڑ ہی کٹ گئی تو شاخیں کیسے رہیں نیز مختلف دین نہ رہیں گے سب کا دین ایک اسلام ہوگا۔ غرضکہ نہ دنیاوی جھگڑے رہیں گے نہ دینی اختلافات نہ کسی کو حرص مال ہوگی نہ عزت وجاہ کی خواہش غرض کہ آپ کی برکت سے دلوں کی دنیا بدل جائے گی۔ ۵؎ یعنی لوگوں کو مال کی نہ ضرورت رہے گی نہ ہوس، کفایت، قناعت دونوں میسر ہوں گی۔ اس لئے مال لینا منظور نہیں کریں گے کہ انہیں رغبت نہ ہوگی۔ ۶؎ اس فرمان عالی کے چند معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ و امامکم میں واو حالیہ ہے مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس حالت میں اتریں گے کہ نماز کی جماعت ہورہی ہوگی اور مسلمانوں کو ان کا امام نماز پڑھا رہا ہوگا۔ یعنی امام مہدی بعد میں نمازیں عیسیٰ علیہ السلام ہی پڑھایا کریں گے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خلیفۃ المسلمین ہوں گے مگر امامت نماز حضرت مہدی کیا کریں گے جو عرب ہوں گے قریشی ہاشمی مسلمین میں سے ہوں گے۔ تیسرے یہ کہ خود عیسیٰ علیہ السلام ہی تم مسلمانوں میں سے ہوں گے اور امام ہوں گے نماز پڑھایا کریں گے بعض شارحین نے اس تیسرے معنی کو ترجیح دی ہے کیونکہ پہلے دو معنی سے لازم آئے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس وقت بھی مسلمانوں میں سے نہ ہوں بلکہ ان کا دین اپنا پرانا دین ہو پہلے دو معنی سے معلوم ہورہا ہے کہ عیسی علیہ السلام اور ہوں گے امام کوئی اور ہوگا مگر مرزائے قادیان کہتا ہے کہ میں ہی عیسیٰ ہوں میں ہی امام مہدی میں ہی کرشن میں ہی خدا اور یہ حدیث پیش کرتا ہے یہ حدیث اس کے خلاف ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِىْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قَالَ فَيَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ

(۵۲۶۷) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کی ایک جماعت حق پر قیامت تک لڑتی رہے گی۔ ۱؎ فرمایا تب عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں

https://archive.org/details/@madni_library

فَيَقُوْلُ اَمِيْرُهُمْ تَعَالَ صَلِّ لَنَا فَيَقُوْلُ لَا اِنَّ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اُمَرَآءُ تَكْرِمَةَ اللّٰهِ هٰذِهِ الْاُمَّةَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّهٰذَا الْبَابُ خَالٍ عَنِ الْفَصْلِ الثَّانِيْ)

گے تو ان کا امیر کہے گا آیئے ہم کو نماز پڑھایئے تو وہ کہیں گے ۲؎ نہیں تم میں سے بعض بعض پر امیر ہیں یہ اللہ کی طرف سے اس امت کے احترام کی وجہ سے ۳؎ (مسلم) اور یہ باب دوسری فصل سے خالی ہے۔

(۵۲۶۷) ۱؎ قیامت سے مراد قریب قیامت ہے کہ جب دنیا میں مومن و کافر دونوں ہوں گے قیامت کے قیام کے وقت تو مومن نہ رہیں گے اور طائفہ سے مراد اسلام کے غازی مجاہد اور علماء ربانی' صوفیاء کرام' اولیاء عظام ہیں کہ تاقیامت اسلام میں یہ جماعتیں رہیں گی اس سے معلوم ہوا کہ جہاد قیامت تک ہے مگر مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں نے جہاد منسوخ کردیا ۲؎ امیر سے مراد امام مہدی ہیں جو مسلمانوں کے اس وقت دینی امیر حاکم ہوں گے رضی اللہ عنہ وہ کہیں گے کہ آپ مجھ سے افضل ہیں کہ اپنے وقت کے نبی اور اس وقت کے عالم مجتہد ہیں آپ نماز پڑھایئے۔ ۳؎ یعنی میں نماز پڑھانے نہیں آیا دین اسلام کی دوسری خدمتیں کرنے آیا ہوں امام آپ ہی ہیں اول وقت تو آپ یہ فرمائیں گے بعد میں بہت سی نمازیں بارہا پڑھائیں گے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امامت کریں گے (مرقات)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَّاَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوْتُ فَيُدْفَنُ مَعِيَ فِيْ قَبْرِيْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَعِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ فِيْ قَبْرٍ وَّاحِدٍ بَيْنَ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ۔ (رَوَاهُ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِيْ كِتَابِ الْوَفَاءِ)

(۵۲۶۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عیسیٰ ابن مریم زمین کی طرف اتریں گے نکاح کریں گے ان کے اولاد ہوگی ۱؎ اور پینتالیس سال قیام کریں گے ۲؎ پھر وفات پائیں گے میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن کیے جائیں گے ۳؎ تو ہم اور عیسیٰ ابن مریم ابوبکر و عمر کے درمیان ایک مقبرے سے اٹھیں گے ۴؎ (ابن جوزی' کتاب الوفا)

(۵۲۶۸) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ آپ نکاح ایک ہی کریں گے اور اولاد ایک سے زیادہ ہوگی۔ تفصیل معلوم نہ ہوسکی ۲؎ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین میں ٹھہرنے کے متعلق تین روایتیں ہیں سات سال' چالیس سال' پینتالیس سال۔ ان میں مطابقت اس طرح سے کی جا سکتی ہے کہ آپ تینتیس سال کی عمر میں آسمان پر تشریف لے گئے اور اب قریب قیامت تشریف لاکر بارہ سال زمین میں رہیں گے جن روایات میں پینتالیس سال ہے وہاں یہ مجموعہ پورا قیام مراد ہے جن میں چالیس ہے وہاں مجموعی دونوں قیاموں کی دہائی لے لی گئی ہے اکائی جو مثل کسر کے ہے چھوڑ دی گئی ہے سات سال والی روایت میں آئندہ قیام کا ذکر ہے پانچ سال دجال کو فنا کرنے یا جوج ماجوج سے مسلمانوں کو بچانے دنیا میں انتظام قائم کرنے میں صرف ہوں گے اور سات سال مستقل امان کے ساتھ خلافت کرنے میں (مرقات) ۳؎ چنانچہ اب روضہ شریف میں تین قبریں ہیں چوتھی قبر کی جگہ خالی ہے وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے لوگوں نے امام حسن کو وہاں دفن کرنا چاہا۔ حضرت عائشہ نے اجازت دے دی مگر بنی امیہ نے دفن نہ ہونے دیا پھر عبدالرحمن ابن عوف کو دفن کرنا چاہا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

جناب عائشہ نے اجازت دے دی مگر یہ نہ ہو سکا۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ وہاں دفن ہوں کہ یہ گھر آپ ہی کا ہے مگر آپ نے فرمایا نہیں مجھے میری سہیلیوں یعنی دوسری ازواج کے ساتھ دفن کرنا بقیع میں۔ ارادہ الٰہی تھا کہ وہ جگہ خالی رہے (اشعہ)

۲؎ یہاں قبر سے مراد مقبرہ ہے یعنی قیامت کے دن روضہ انور سے ہم چار صالحین اٹھیں گے جن میں دو نبی ہوں گے بیچ میں اور داہنے بائیں صدیق اور عمر فاروق شہید اکبر ہوں گے گویا مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِينَ (۶۹:۴) یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔ (کنزالایمان) اس آیت کا پورا مظہر اور چاروں کا مجمع یہاں ہوگا حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق بعد انبیاء سب سے افضل اور سب سے بڑھ کر خوش نصیب ہیں۔

بَابُ قُرْبِ السَّاعَةِ وَاِنَّ مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ
قیامت کا قریب ہونا اور جو مر گیا تو اس کی قیامت قائم ہوگئی

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

قیامت کو ساعت اس لئے کہتے ہیں کہ قیامت کا قیام بھی پل بھر میں اچانک ہو جائے گا حدیث شریف میں قیامت تین معنی میں ارشاد ہوتا ہے قیامت صغریٰ (چھوٹی) یعنی انسان کی اپنی موت قیامت وسطیٰ (درمیانی) ایک زمانہ کا ختم ہونا جسے قرن کہتے ہیں قیامت کبریٰ (بڑی) یعنی لوگوں کا سزا جزا کیلئے اٹھنا یہاں پہلی ساعت سے مراد قیامت کبریٰ ہے اور دوسری سے مراد قیامت صغریٰ ہے قیامت کبریٰ کے قریب ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کا بہت زمانہ گزر چکا جتنا باقی ہے وہ بہت تھوڑا ہے۔ خیال رہے کہ قیامت کبریٰ کے بہت سے مواقع ہیں پہلا نفخہ جب سب فنا یا بے ہوش ہو جائیں گے۔ دوسرا نفخہ جب سب زندہ یا باہوش ہو جائیں گے پھر اول حال ظہور جلال کا وقت پھر درمیانہ حال جب حساب و کتاب اس کے علاوہ دوسرے کام ہوں گے جب آخر حال فیصلہ کا وقت ان مختلف اوقات میں مختلف حال ہوں گے۔

عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ قَالَ شُعْبَةُ وَسَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُوْلُ فِيْ قَصَصِهٖ كَفَضْلِ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَلَا اَدْرِيْ اَذَكَرَهٗ عَنْ اَنَسٍ اَوْقَالَهٗ قَتَادَةُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۶۹) روایت ہے حضرت شعبہ سے وہ قتادہ سے وہ جناب انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں اور قیامت ان انگلیوں کی طرح بھیجے گئے ہیں۔؎ شعبہ نے فرمایا کہ میں نے قتادہ کو ان کے وعظوں میں فرماتے سنا؎۲ کہ جیسے ان دونوں میں سے ایک کی زیادتی دوسری پر؎۳ مجھے یہ خبر نہیں کہ اسے حضرت انس سے روایت کیا یا قتادہ نے خود کہا (مسلم بخاری)

(۵۲۶۹) ۱؎ یعنی کلمہ کی اور بیچ کی انگلی کی طرف ہے اور اس فرمان عالی کے چند معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جیسے ان دو انگلیوں کے درمیان میں کوئی انگلی نہیں ایسے ہی میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ ہمارا دین قیامت سے ملا ہوا اور قیامت تک ہے یا ہم قیامت سے بہت قریب ہیں کلمہ کی انگلی بیچ کی انگلی سے قریب یا ہم قیامت سے وہاں کے حالات سے خبردار ہیں جیسے قریب والا اپنے قریب والے کے حالات سے خبردار ہوتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ بڑی انگلی کا کنارہ کلمہ کی انگلی کے کنارہ سے اوپر ہے مگر ہے

https://archive.org/details/@madni_library

قریب ایسے ہی قیامت ہمارے بعد مگر ہے قریب۔حضور کی تشریف آوری علامات قیامت سے ایک علامت ہے۔۲؎ جس تقریر میں احکام شرعی یا رحمت وعذاب کا ذکر ہو اسے وعظ کہتے ہیں اور جس میں یہ چیزیں نہ ہوں بلکہ گزشتہ یا آئندہ کے واقعات وغیرہ ہوں اسے قصہ کہتے ہیں۔اور مقرر کو قاصی ۳؎ یہ دوسری حدیث ہے اس میں آخری معنی مراد ہیں کہ بڑی انگلی کلمے کی انگلی سے کچھ ہی بڑی ہے ایسے ہی قیامت ہم سے کچھ ہی دور ہے یہ جملہ پہلے جملہ کی شرح نہیں ہے (مرقات)

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتَ بِشَهْرٍ تَسْئَلُوْنِىْ عَنِ السَّاعَةِ وَاِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ مَا عَلَى الْاَرْضِ مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوْسَةٍ يَّاْتِىْ عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَّهِىَ حَيَّةٌ يَّوْمَئِذٍ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۷۰) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات پر فرماتے سنا کہ تم مجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہو ۱؎ اس کا علم اللہ کے پاس ہے ۲؎ اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ زمین پر ایسی کوئی نفاس سے پیدا ہونے والی ذات نہیں ۳؎ جس پر سو سال گزریں اور وہ اسی دن زندہ ہو ۴؎ (مسلم)

(۵۲۷۰) ۱؎ یعنی تم مجھ سے یہ پوچھتے ہو کہ قیامت کس سنہ کس دن کس مہینے کس تاریخ میں قائم ہوگی یہاں قیامت سے مراد پہلا نفخہ ہے۔جس میں وہ سب فنا ہو جائیں گے ۲؎ یعنی قیامت کا وقوع اسرار الٰہیہ میں سے ہے۔جس کا علم صرف خدا تعالٰی کو ہے۔کسی اندازے،تخمینے،اٹکل،قیاس سے معلوم نہیں ہوسکتی ہاں اللہ تعالٰی ہی کسی کو بتائے تو وہ قادر ہے حق یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو قیامت کا علم بھی عطا فرمایا اس لئے حضور انور نے قیامت کی ساری علامتیں بیان فرمادیں قیامت کا دن تاریخ مہینہ بتادیا کہ جمعہ کے دن محرم کے مہینہ دسویں تاریخ کو قائم ہوگی ہاں سنہ نہ بتایا کہ یہ صیغہ راز میں رہے اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو بلکہ اللہ تعالٰی حضور کے توسل سے بعض اولیاء اللہ کو بھی علم قیامت بخشتا ہے اس لئے حضور انور نے یہ نہ فرمایا کہ مجھے اللہ نے قیامت کا علم نہ دیا ہے نہ دے گا۔ ۳؎ نفس بمعنی زندہ چیز منفوسہ بنا ہے نفاس سے یعنی جو زندہ نفاس والی عورت سے پیدا ہوا ہے۔وہ آج سے سو برس کے بعد زندہ نہ رہے گا خیال رہے کہ اس فرمان عالی سے مراد ہے کہ جو انسان ظاہری زمین پر موجود ہے وہ سو برس کے اندر وفات پا جائے گا۔جنات،انسان نہیں حضرت عیسیٰ وادریس علیہما السلام زمین پر نہیں آسمان یا جنت میں ہیں حضرت خضر زمین پر نہیں رہتے پانی میں رہتے ہیں،الیاس علیہ السلام اور اصحاب کہف ظاہری زمین پر نہیں جو سب کو نظر آئیں۔سانپ گدھ وغیرہ جانور نفس تو ہیں مگر منفوسہ یعنی نفاس والی عورت سے پیدا نہیں لہذا یہ سب چیزیں اس فرمان عالی سے علیحدہ ہیں۔چار نبی زندہ ہیں دو زمین میں حضرت خضر والیاس کہ خضر پانی میں اور الیاس خشکی میں رہتے ہیں دو آسمان میں حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر ادریس جنت میں علیہم السلام (مرقات،اشعہ) حضور غوث پاک کبھی دوران وعظ فرماتے تھے اے اسرائیلی!ٹھہریئے،ایک محمدی کا کلام سنتے جانا یعنی حضرت خضر سے فرماتے تھے (اشعہ)۔۴؎ یعنی آج کی تاریخ سے سو برس بعد یہ فرق ختم ہوجائے گا اگرچہ بعض صحابہ کی عمریں سو برس سے زیادہ ہوئیں۔جیسے حضرت سلمان فارسی اور حضرت انس مگر آج کی تاریخ سے سو برس میں سب وفات پاچکیں گے معلوم ہوا کہ حضور انور کو سب کی موت کا علم دیا گیا۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَاْتِىْ مِائَةُ سَنَةٍ وَّعَلَى الْاَرْضِ نَفْسٌ مَّنْفُوْسَةٌ الْيَوْمَ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۷۱) روایت ہے حضرت ابوسعید سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ سو برس ایسے نہ گزریں گے کہ زمین پر کوئی جنی ہوئی ذات آج کی جو موجود رہے۔۱؎ (مسلم)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۵۲۷۱) ۱؎ ہم ابھی عرض کر چکے ہیں کہ منفوسہ سے مراد انسانی ذات ہے کہ نفاس والی عورتوں سے انسان ہی پیدا ہوتا ہے اور علی الارض فرما کر اصحاب کہف حضرت خضر والیاس علیہم السلام کو مستثنیٰ فرمادیا کہ وہ اگرچہ زمین میں ہیں مگر زمین پر نہیں یعنی لوگوں پر ظاہر نہیں اور حضرت عیسیٰ وادریس علیہما السلام زمین میں ہیں نہ پانی پر وہ تو آسمان پر ہیں لہذا حدیث بالکل واضح ہے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ يَاْتُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْئَلُوْنَهٗ عَنِ السَّاعَةِ فَكَانَ يَنْظُرُ اِلٰى اَصْغَرِهِمْ فَيَقُوْلُ اِنْ يَّعِشْ هٰذَا لَايُدْرِكُهُ الْهَرَمُ حَتّٰى تَقُوْمَ عَلَيْكُمْ سَاعَتُكُمْ .(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۷۲) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ دیہاتی لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے تو آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے تھے ۱؎ تو آپ ان میں سے سب سے چھوٹے کی طرف نظر فرماتے تھے کہ اگر یہ زندہ رہا تو اسے بڑھاپا نہ آئے گا حتی کہ تم پر تمہاری قیامت قائم ہو جائے گی ۲؎ (مسلم بخاری)

(۵۲۷۲) ۱؎ وہ لوگ ساعت سے قیامت کبریٰ یعنی حشر ونشر کا دن مراد لیتے تھے پوچھتے تھے کہ اب سے کتنے عرصہ بعد قیامت کبریٰ قائم ہوگی۔حضور انور جواب میں یہ نہ فرماتے تھے کہ تم مشرک ہوگئے کہ تم نے قیامت کا سوال مجھ سے کیا یہ تو اللہ تعالٰی ہی کو معلوم ہے کسی اور کو اس کا علم ماننا شرک ہے' کفر ہے' بلکہ احسن طریقہ سے اس کا جواب دیتے تھے ۲؎ یہاں ساعت سے مراد قیامت صغریٰ یعنی ہر ایک کی اپنی موت ہے یا قیامت وسطیٰ یعنی اس قرن کا ختم ہو جانا یہ جواب حکیمانہ ہے کہ تم بڑی قیامت کی فکر کیوں کرتے ہو تم اپنی قیامت کی فکر کرو یعنی موت کی وہ بہت قریب ہے اسی بچہ کے بڑھاپے سے پہلے تم سب مرجاؤ گے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِيْ — دوسری فصل

عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ فِيْ نَفَسِ السَّاعَةِ فَسَبَقْتُهَا كَمَا سَبَقَتْ هٰذِهٖ مِنْ هٰذِهٖ وَاَشَارَ بِاِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى .(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۲۷۳) روایت ہے حضرت مستورد ابن شداد سے ۱؎ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا میں قیامت کے اندر بھیجا گیا ہوں ۲؎ میں تو قیامت سے اس طرح پہلے ہوں جیسے یہ انگلی اس سے اور اپنی دو انگلیوں کلمہ اور بیچ کی طرف اشارہ کیا۔۳؎ (ترمذی)

(۵۲۷۳) ۱؎ آپ بہت کمسن صحابی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت چھوٹے تھے مگر آپ سے بہت احادیث مروی ہیں اولاً کوفہ میں پھر مصر میں رہے ۲؎ یعنی میری بعثت اس وقت ہوئی جب علامات قیامت شروع ہو چکی ہیں۔بعض شارحین نے فرمایا کہ نفس سے مراد ابتداء ہے جب کہ اس کی نشانیاں ظاہر ہونے لگی ہیں اسی سے ہے وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری علامت قیامت ہے۔۳؎ اس جملہ کی شرح ابھی گزر گئی۔اس میں اشارۃً فرمایا کہ ہم قیامت کے پڑوسی ہیں جیسے ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی سے بے خبر نہیں ہوتا ایسے ہی ہم قیامت سے بے خبر نہیں۔اور جیسے بیچ کی انگلی کچھ ہی بڑی ہے' پہلی انگلی سے یونہی قیامت کچھ ہی دور ہے ہم سے ہماری آمد ہو چکی اب قیامت ہی کا انتظار کرو۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّيْ لَاَرْجُوْا اَنْ لَّا تَعْجِزَ اُمَّتِيْ عِنْدَ

(۵۲۷۴) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ میں امید کرتا ہوں کہ میری

https://archive.org/details/@madni_library

رَبِّهَا اَنْ يُّؤَخِّرَهُمْ نِصْفَ يَوْمٍ قِيْلَ لِسَعْدٍ وَّكَمْ نِصْفُ يَوْمٍ قَالَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ . (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

امت اپنے رب کے نزدیک اس سے عاجز نہیں ہوگی انہیں آدھے دن کی مہلت دے؎ سعد سے کہا گیا کہ آدھا دن کتنا فرمایا پانچ سو سال؎۲ (ابوداؤد)

(۵۲۷۴) ؎۱ اس فرمان کے بہت مطلب بیان کئے گئے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالٰی پانچ سو سال تک میری امت کو اعمال کرنے کی مہلت ضرور دے گا کہ اس سے پہلے قیامت نہ آئے گی۔اس سے زیادہ مہلت دیدے تو اس کی مہربانی ہے۔الحمد للہ یہ خبر بالکل درست ہوئی اب قریباً چودہ سو برس گزر گئے اور ابھی قیامت نہیں آئی۔دوسرے یہ کہ پانچ سو سال تک میری امت بڑے فتنوں،بڑی آفتوں سے محفوظ رہے گی پھر بڑے بڑے فتنے آفتیں نمودار ہوں گی (مرقات،اشعہ)؎۲ یعنی اس فرمان عالی میں دن سے مراد اللہ کا دن ہے اور اللہ کے دن کے متعلق رب فرماتا ہے:اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (۲۲،۴۷) بے شک تمہارے رب کے یہاں ایک دن ایسا ہے جیسے تم لوگوں کی گنتی میں ہزار برس۔(کنزالایمان) شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے ایک ہزار سال کے بعد جو پانچ سو سال ہوں گے یہ امت اس سے آگے نہ بڑھے۔قیامت اس دوران آجائے گی۔اب پونے چودہ سو برس ہوئے ڈیڑھ سو سال باقی ہیں۔(اشعہ) ایک روایت میں ہے انسانی دنیا کی عمر ساڑھے سات ہزار سال ہے حضور انور کی ولادت پاک حضرت آدم سے ساڑھے چھ ہزار سال بعد ہے۔بعض شارحین نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پانچ سو سال تک اسلامی نظام نہ بگڑنے پائے گا اس مدت کے بعد اس میں خلل پیدا ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ هٰذِهِ الدُّنْيَا مَثَلُ ثَوْبٍ شُقَّ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰى اٰخِرِهٖ فَبَقِىَ مُتَعَلِّقًا بِخَيْطٍ فِىْ اٰخِرِهٖ فَيُوْشِكُ ذٰلِكَ الْخَيْطُ اَنْ يَّنْقَطِعَ .(رَوَاهُ الْبَيْهَقِىُّ فِىْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۵۲۷۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس دنیا کی مثال اس کپڑے سی ہے جو اول سے آخر تک کاٹ دیا گیا پھر وہ آخر میں ایک دھاگے سے ہلکا رہ گیا قریب ہے کہ یہ دھاگہ ٹوٹ جائے؎۱ (بیہقی،شعب الایمان)

(۵۲۷۵) ؎۱ یہ تشبیہ نہایت ہی بلیغ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ دنیا اب قریب الختم ہے مگر یہ قرب رب تعالٰی کہ علم کے لحاظ سے ہے نہ کہ ہمارے حساب سے وہاں کا ایک دھاگہ بھی بہت دراز ہوتا ہے۔اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قریباً اس فرمان کو چودہ سو برس ہو چکے ہیں اب تک وہ دھاگہ ٹوٹا ہی نہیں۔خیال رہے کہ آدم علیہ السلام تو آخری مخلوق ہیں اور انسان ان کی اولاد۔دنیا آپ سے کروڑوں بلکہ اربوں سال پہلے پیدا ہوچکی تھی۔فرشتے،آسمان،زمین،چاند،ستارے،سورج پھر زمین کے جانور وغیرہ سب پہلے ہی پیدا ہو چکے تھے اور قیامت میں یہ ساری مخلوق فنا کردی جائے گی یا بیہوش اور قیامت حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ساڑھے سات ہزار سال بعد قائم ہوگی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم آدم علیہ السلام سے چھ ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ کے بعد پیدا ہوئے تو ظاہر ہے کہ اس فرمان عالی کے وقت دنیا دھاگے میں لگی رہ گئی تھی۔اب تو اس فرمان عالی کو بھی پونے چودہ سو سال گزرے اب تو قیامت بہت ہی قریب ہے۔رب تعالٰی اس کا خوف نصیب کرے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بَابُ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةِ اِلَّا عَلٰی شِرَارِ النَّاسِ

قیامت قائم نہ ہوگی مگر بدترین لوگوں پر

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ

پہلی فصل

بدترین سے مراد کفار اور بدکار ہیں یعنی مومنین، صالحین قیامت سے پہلے ہی مرچکے ہوں گے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے نیکوں کا وجود دنیا کا تعویذ ہے جب تک یہ لوگ ہیں قیامت نہیں آسکتی۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى لَايُقَالَ فِي الْاَرْضِ اللّٰهُ اَللّٰهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰى اَحَدٍ يَقُوْلُ اللّٰهُ اَللّٰهُ. (مُسْلِمٌ)

(۵۲۷۶) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ قائم ہوگی قیامت حتی کہ زمین میں اللہ اللہ نہ کہا جائے گا ۱ اور ایک روایت میں ہے کہ اس شخص پر قیامت نہ قائم ہوگی جو اللہ اللہ کہتا ہو۔۲ (مسلم)

(۵۲۷۶) ۱ اللہ اللہ کی تکرار تاکید کیلئے ہے یعنی اس وقت کوئی ایسا آدمی نہ رہے گا جو اللہ کا نام لے اس وقت سارے انسان بت پرست، کفار ہوں گے معلوم ہوا کہ عالم کی بقا علماء و عاملین اور صالحین کی برکت سے ہے۔ معلوم ہوا کہ علماء صالحین کی برکت جن، فرشتے، حیوانات، جمادات، نباتات سب کو پہنچتی ہے کہ ان کی وجہ سے یہ تمام قیامت کی وحشت سے امن میں ہیں (مرقات) اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے علماء کی بقاء کیلئے پانی میں مچھلیاں دعا کرتی ہیں ۲ یہاں احد سے مراد انسان ہیں ورنہ فرشتے تو اس وقت بھی اللہ اللہ کرتے ہوں گے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰى شِرَارِ الْخَلْقِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۷۷) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی مگر بدترین مخلوق پر ۱ (مسلم)

(۵۲۷۷) ۱ اشرار سے مراد عقائد، اعمال، اخلاق میں بدترین، خلق سے مراد صرف انسان ہیں یعنی جن انسانوں پر قیامت قائم ہوگی وہ سارے کافر، بے حیا، بدکار، بے شرم ہوں گے۔ نیکی کا نام بھی نہ لیں گے، فرشتے اس وقت ہوں گے جو اللہ اللہ کرتے ہوں گے لہٰذا اس حدیث پر کوئی اعتراض نہیں گناہ انسان یا جنات ہی کرتے ہیں دوسری مخلوق نہیں کرتی۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَضْطَرِبَ اَلْيَاتُ نِسَاءِ دُوْسٍ حَوْلَ ذِي الْخَلَصَةِ وَذُوالْخَلَصَةِ طَاغِيَةُ دَوْسٍ الَّتِيْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۷۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ دوس کی عورتوں کے چوتڑ ذی الخلصہ کے اردگرد تھل تھل ہوں گے ۱ اور ذوالخلصہ دوس کا وہ بت ہے جس کی وہ زمانہ جاہلیت میں پوجا کرتے تھے ۲ (مسلم، بخاری)

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۲۷۸) ۱؎ دوس یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے اس ہی قبیلہ کے حضرت ابو ہریرہ تھے دوسی کفار نے کعبہ معظمہ کے مقابلہ میں ایک بت خانہ بنایا تھا۔جس میں ایک بت تھا خلصہ نام اس لئے اس گھر کو کعبہ یمانیہ بھی کہتے تھے اور ذوالخلصہ بھی۔اس ذوالخلصہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر ابن عبداللہ اور دیگر غازی صحابہ کے ذریعہ آگ سے جلوا کر فنا کروادیا تھا۔یہاں ارشاد ہورہا ہے کہ قریب قیامت دوس کے کفار پھر اس بت خانہ کو آباد کریں گے اور وہاں کے لوگ اس کا طواف کریں گے۔عورتوں کے چوتڑ ہلنے سے مراد ہے کہ ان کی عورتیں تک اس بت خانہ کے اردگرد طواف کعبہ کی طرح چکر لگائیں گی حالانکہ مردوں کے مقابلہ میں عورتیں دین پر بہت پختہ ہوتی ہیں۔اس وقت وہ بھی بہک جائیں گی۔۲؎ خلصہ بت کا نام تھا اور ذوالخلصہ بت خانہ کا نام یعنی خلصہ والا گھر' یہ تفسیر یا تو حضرت ابوہریرہ کی ہے یا کسی اور راوی کی۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْـهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَايَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰـى يُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ كُـنْـتُ لَاَظُـنُّ حِيْـنَ اَنْـزَلَ الـلّٰـهُ هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَـهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّـهٖ وَلَـوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اَنَّ ذٰلِكَ تَامًّا قَالَ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ مِنْ ذٰلِكَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتُوَفِّـى كُلَّ مَنْ كَانَ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَـرْدَلٍ مِّـنْ اِيْمَانٍ فَيَبْقٰى مَنْ لَاخَيْرَ فِيْهِ فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى دِيْنِ اٰبَائِهِمْ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۷۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ رات و دن ختم نہ ہوں گے حتی کہ لات وعزی کی پرستش کی جانے لگے ۱؎ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں گمان کرتا تھا کہ جب یہ آیت کریمہ اتری کہ وہ اللہ وہ ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور حق دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکین ناپسند کریں کہ یہ لازوال ہے ۲؎ فرمایا کہ جس قدر اللہ چاہے گا تب تک رہے گا ۳؎ پھر اللہ تعالٰی ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا تو ہر وہ شخص وفات دے دیا جائے گا ۴؎ جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہے تو وہ باقی رہ جائیں گے جن میں بھلائی نہیں وہ اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے ۵؎ (مسلم)

(۵۲۷۹) ۱؎ لات بنا ہے لتّ سے بمعنی ستو گوندھنا لات ایک شخص تھا جو حاجیوں کیلئے ستو گھولا اور گوندھا کرتا تھا۔اس کے مرے بعد قبیلہ ثقیف نے ایک بت رکھ لیا۔عزیٰ قبیلہ غطفان کا بت تھا یہ دونوں پہلے کعبہ معظمہ میں تھے۔قریب قیامت جب کعبہ معظمہ ڈھادیا گیا ہوگا مکہ کے لوگ مشرک ہوکر پھر لات وعزیٰ بت بنا کر اسے پوجنے لگیں گے خیال رہے کہ جب تک دنیا میں اسلام' قرآن' کعبہ معظمہ ہے تب تک حجاز مقدس میں بت پرستی ہرگز نہیں ہوسکتی۔جب روئے زمین میں سے یہ چیزیں اٹھ جائیں گی تب حجاز میں بھی مشرکین اور بت پرستی ہوگی۔لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ شیطان حجاز والوں سے شرک نہیں کرا سکتا کیونکہ قریب قیامت تو روئے زمین پر کہیں ایک مسلمان نہ ہوگا تو حجاز میں مومن کہاں سے آئیں گے۔۲؎ یعنی میں نے لِيُظْهِرَهٗ کے معنی یہ سمجھے تھے کہ اب دنیا سے اسلام کبھی بھی ختم نہ ہوگا مگر حضور والا کے فرمان عالی سے معلوم ہورہا ہے کہ قریب قیامت اسلام بھی ختم ہو جائے گا میرا یہ خیال درست نکلا مجھے اس پر تعجب ہے ۳؎ سبحان اللہ کیسا پیارا محققانہ جواب ہے۔یعنی اسلام دین تام بھی ہے غالب بھی مگر اس غلبہ کی ایک حد ہے جس پر پہنچ کر ختم کردیا جائے گا سورج یقیناً منور ہے مگر بعد غروب سورج کالا نہیں ہوجاتا بلکہ زمین اس کا فیض لینے سے محروم ہو جاتی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہے۔نقصان سورج میں نہیں آیا زمین کے فیض لینے میں آیا لہذا اسلام تام ہی ہے۴ جب اس طیب ہوا سے تمام روئے زمین کے مسلمان وفات پا جائیں گے تو حجاز مقدس میں مسلمان کیسے رہ سکتے ہیں وہاں بھی مشرکین ہی رہ جائیں گے۔خیال رہے کہ رائی بھر ایمان سے یہ بتایا کہ فاسق سے فاسق مسلمان جس نے کبھی کوئی نیکی نہ کی ہو صرف عقائد کا درست ہو وہ بھی وفات پا جائے گا نیک وصالحین کا تو ذکر ہی کیا۵ اس فرمان عالی کا مطلب یہ ہے کہ جو عنداللہ مومن ہے جن کا خاتمہ ایمان پر ہونے والا ہے وہ تو اس ہوا سے وفات پا جائیں گے اور جو دنیا میں کلمہ گو تھے مگر اللہ کے علم میں کافر مرنے والے تھے وہ مرتد ہوکر باپ دادوں کا دین اختیار کرلیں گے یعنی مرتد ہو جائیں گے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب سارے مسلمان فوت ہوگئے تو مرتد کون ہوا۔لطیفہ مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے تقویت الایمان میں لکھا کہ وہ ہوا چل چکی اور سارے مسلمان مشرک ہو چکے جس سے لازم آیا کہ مولوی اسماعیل اور ان کی ذریت بھی مرتد مشرک ہو چکے کیونکہ وہ بھی زمین پر ہی رہتے تھے وہ کیسے مسلمان رہ گئے۔مسلمانوں کو مشرک بنانے کے شوق میں اپنے اور اپنوں پر بھی ہاتھ صاف کرگئے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَمْكُثُ اَرْبَعِيْنَ لَا اَدْرِىْ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا اَوْ شَهْرًا اَوْ عَامًا فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ كَاَنَّهٗ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ فَيَطْلُبُهٗ فَيُهْلِكُهٗ ثُمَّ يَمْكُثُ فِى النَّاسِ سَبْعَ سِنِيْنَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيْحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِىْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ اَوْ اِيْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْهُ حَتّٰى لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ دَخَلَ فِىْ كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ حَتّٰى تَقْبِضَهٗ قَالَ فَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِىْ خِفَّةِ الطَّيْرِ وَاَحْلَامِ السِّبَاعِ لَا يَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفًا وَّلَا يُنْكِرُوْنَ مُنْكَرًا فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُوْلُ اَلَا تَسْتَحْيُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ فَمَا تَاْمُرُنَا فَيَاْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَهُمْ فِىْ ذٰلِكَ دَارٌّ رِزْقُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ ثُمَّ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَلَا يَسْمَعُهٗ اَحَدٌ اِلَّا اَصْغٰى لِيْتًا وَّرَفَعَ لِيْتًا قَالَ وَاَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهٗ رَجُلٌ يَّلُوْطُ حَوْضَ اِبِلِهٖ فَيَصْعَقُ وَيَصْعَقُ النَّاسُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَطَرًا كَاَنَّهُ الطَّلُّ فَيُنْبِتُ مِنْهُ اَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ

(۵۲۸۰) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال نکلے گا تو چالیس تک پھرے گا میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا مہینے یا سال۱ پھر اللہ تعالٰی عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا گویا وہ عروہ ابن مسعود ہیں۲ آپ اسے تلاش کریں گے ہلاک کردیں گے۔پھر آپ لوگوں میں سات سال ٹھہریں گے۳ کہ دو شخصوں کے درمیان دشمنی نہ ہوگی۴ پھر اللہ ایک ٹھنڈی ہوا شام کی طرف سے بھیجے گا۵ تو روئے زمین پر کوئی نہ رہے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی یا ایمان ہو مگر وہ ہوا اسے وفات دے دی گی حتی کہ اگر تم میں سے کوئی وسط پہاڑ میں داخل ہو جائے تو وہ اس تک میں داخل ہوگی کہ اسے وفات دیدے گی ۶ فرمایا پھر بدترین لوگ ہی رہ جائیں گے چڑیوں کی طرح ہلکے درندوں کی سی والے۷ نہ کسی اچھی بات کو جانیں گے نہ کسی برائی کو برا جانیں گے۸ ان کے پاس شیطان انسانی شکل اختیار کرکے آئے گا کہے گا تم شرم کیوں نہیں کرتے۹ وہ کہیں گے تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے وہ انہیں بت پرستی کا حکم دے گا۱۰ وہ اس حال میں ہوں گے ان کا رزق بہتا ہوگا ان کا عیش خوب ہوگا۱۱ پھر صور پھونکا جائے گا تو اسے کوئی نہیں سنے گا مگر گردن کبھی جھکائے گا اور کبھی اٹھائے گا۱۲ فرمایا پہلے جو شخص سنے گا وہ شخص ہوگا جو اپنے اونٹ کا حوض لیپتا

https://archive.org/details/@madni_library

یُنۡفَخُ فِیۡهِ اُخۡرٰی فَاِذَا هُمۡ قِیَامٌ یَّنۡظُرُوۡنَ ثُمَّ یُقَالُ یَآ یُّهَا النَّاسُ هَلُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ قِفُوۡهُمۡ اِنَّهُمۡ مَّسۡئُوۡلُوۡنَ فَیُقَالُ اَخۡرِجُوۡا بَعۡثَ النَّارِ فَیُقَالُ مِنۡ کَمۡ کَمۡ فَیُقَالُ مِنۡ کُلِّ اَلۡفٍ تِسۡعَ مِائَةٍ وَّتِسۡعِیۡنَ قَالَ فَذٰلِكَ یَوۡمٌ یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبًا وَّذٰلِكَ یَوۡمٌ یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ۔

(رَوَاهُ مُسۡلِمٌ وَّذُکِرَ حَدِیۡثُ مُعَاوِیَةَ لَا تَنۡقَطِعُ الۡهِجۡرَةُ فِیۡ بَابِ التَّوۡبَةِ)

ہوگا ۱۳ پھر لوگ بے ہوش ہو جائیں گے ۱۴ پھر اللہ شبنم کی طرح بارش بھیجے گا تو اس سے لوگوں کے جسم اگیں گے ۱۵ پھر صور میں دوبارہ پھونکا جائے گا تو اچانک سب لوگ کھڑے دیکھتے ہوں گے ۱۶ پھر کہا جائے گا اے لوگو اپنے ربّ کی طرف چلو انہیں ٹھہراؤ ان سے پوچھ گچھ کی جائے گی ۱۷ پھر کہا جائے گا کہ آگ کی رسد نکالو تو کہا جائے گا کتنی سے کتنی تو فرمایا جائے گا ہر ہزار سے نو سو ننانوے ۱۸ فرمایا کہ وہ وقت ہوگا جو بچوں کو بڈھا کر دیگا اور یہ وہ دن ہوگا جب پنڈلی کھولی جائے گی ۱۹ (مسلم) اور جناب معاویہ کی حدیث لاتنقطع الهجرة توبہ کے باب میں ذکر کر دی گئی ۲۰

(۵۲۸۰) ۱ یہ شک ان راوی کو ہے کہ حضور انور نے کیا چالیس دن فرمائے یا چالیس ماہ یا سال ورنہ حضور انور نے چالیس دن فرمایا ایک دن ایک سال کے برابر وغیرہ ۲ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت عروہ ابن مسعود کے ہم شکل ہوں گے عروہ ابن مسعود سید نا عبداللہ ابن مسعود کے بھائی ہیں۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ عروہ ابن مسعود ثقفی ہیں جو صلح حدیبیہ کے دن کفار کی طرف سے حضور انور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے پھر ۹ھ میں غزوہ طائف کے بعد یہ اسلام لائے پھر اپنی قوم کو دعوت اسلام دی جس پر قوم نے انہیں قتل کر دیا یہ عبداللہ ابن مسعود کے بھائی نہیں کہ وہ تو عبداللہ ابن مسعود ابن غافل ہذلی ہیں یہ ہی صحیح ہے۔ (مرقات) ۳ اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے کہ بعض روایات میں ہے چالیس سال بعض میں ہے سات سال، سات سال والی روایت میں آپ کا پہلا قیام جو ۳۳ سال تھا اور سات سال یہ قیام بعد نزول والا ملا کر مراد ہے اور بھی زیادہ کی روایات ہیں۔ ۴ یعنی ان سات سال میں تمام دنیا میں اسلام ہی ہوگا سب مسلمان متقی ہوں گے سب کے سینے کینہ سے پاک وصاف ہوں گے ۵ حضرت عیسیٰ کے پردہ فرمانے کے بعد کچھ عرصہ تو یہ ہی خیر وبرکت رہے گی پھر انسان کافر بھی ہونے لگیں گے۔ حتیٰ کہ کچھ عرصہ بعد دنیا میں کفار بھی بہت ہو جائیں گے لہذا حدیث شریف واضح ہے اس پر یہ اعتراض نہیں کہ جب سارے انسان مسلمان ہو چکے تھے تو اس ہوا کے چلنے پر کافر کہاں سے آئے جو زندہ رہے۔ ۶ خلاصہ یہ ہے کہ اس ہوا سے کوئی مسلمان کسی طرح بچے گا نہیں جہاں بھی ہوگا وفات پا جائے گا یہ موت اللہ تعالٰی کی بڑی رحمت ہوگی کہ بدترین لوگوں میں مسلمان نہ رہیں گے ہم کو اس دعا کی تعلیم دی گئی ہے۔ وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ۷ یعنی وہ لوگ بالکل بے عقل ہوں گے اور سخت خونخوار چڑیا ہر کام میں جلدی کرتی ہے ایسے ہی وہ ہر برائی بغیر سوچے سمجھے جلدی کریں گے گویا گناہ پر اڑ کر پہنچیں گے اور بے رحمی، غصہ، وحشت، بربریت، طیش میں خونخوار درندوں کی طرح ہوں گے بغیر سوچے سمجھے ایک دوسرے کو بات بات پر قتل وغارت کریں گے ۸ بلکہ برعکس اچھائیوں کو برا سمجھیں گے اور برائیوں کو اچھا سمجھیں گے عقل وعلم سے خالی ہوں گے اور ساتھ ہی بڑے مالدار ہوں گے جب مال ہو مگر عقل، دین، علم نہ ہو تو مال زہر ہے، مال سانپ ہے جس کا تریاق دین ہے ۹ شیطان کا انسان کے دل میں وسوسے ڈالنا اس کا ادنیٰ فریب ہے مگر شکل انسانی میں آکر بہکانا اس کا بڑا ہی سخت فریب ہے جس سے بچنا مشکل ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں انسان شیطان کو جن شیطان سے سخت تر فرمایا کہ شَیٰطِیۡنَ الۡاِنۡسِ وَالۡجِنِّ (۶،۱۱۲) آدمیوں اور جنوں میں کے شیطان (کنزالایمان) (مرقات) وہ کہے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

گا کہ تم خدارسی کا ذریعہ کیوں اختیار نہیں کرتے اللہ کی راہ سے کیوں بہکے ہوئے ہو۔ ۱۰؎ یعنی تم لوگ بت پرستی کرو خدارسی کیلئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اولاً کسی چیز کی عبادت نہ کرتے ہوں گے نہ خدا تعالٰی کی نہ بتوں کی جانوروں کی طرح یوں ہی زندگی گزارتے ہوں گے شیطان انہیں برے راستہ پر لگادے گا ۱۱؎ یعنی ان پر بڑا عذاب یہ ہوگا کہ اس بے علمی، بے عقلی، بے دینی کے ساتھ ان کے پاس مال دولت رزق بہت ہی وسیع ہوگا کہ اس سے ان پر گناہوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ ۱۲؎ لیت لام کے کسرہ سے گردن کی ایک طرف ایک حصہ کو کہتے ہیں یعنی وہ گھبراہٹ میں کبھی گردن کی داہنی کروٹ اونچی کرے گا بائیں نیچی کبھی اس کے برعکس اس کی یہ حرکت انتہائی گھبراہٹ میں ہوگی کہ کبھی وہ صور کی آواز داہنے کان سے سنے گا کبھی بائیں سے۔ ۱۳؎ صور کی آواز اولاً نہایت ہلکی اور باریک ہوگی جسے سوا اس شخص کے کوئی نہ سنے گا پھر آہستہ آہستہ تیز ہوتی جائے گی ۱۴؎ پہلے بے ہوش ہوں گے پھر فنا یا بے ہوشی سے مراد ہلاکت ہے اشعۃ اللمعات نے یہ ہی معنی کئے ۱۵؎ یہ واقعہ پہلے نفخہ سے چالیس سال بعد ہوگا اس دوران میں ان مردوں کے جسم گل چکے ہوں گے اس بارش سے لوگوں کے جسم ایسے اگیں گے جیسے کھیت میں سبزہ اگتا ہے۔ ۱۶؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ جسموں کی بالیدگی تو اس ہلکی بارش سے ہوگی اور سب کا زندہ ہونا صور کی آواز سے ہوگا۔ ۱۷؎ یہ پہلا خطاب زندہ ہونے والے لوگوں سے تھا کہ اے زندہ ہونے والو یہاں سے میدان حشر کی طرف یعنی شام کی طرف چلو جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں گے تب فرشتوں سے کہا جائے گا کہ انہیں یہاں کھڑا کردو یہاں ہی ان کا حساب ہوگا۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ فرشتوں کی نگرانی میں محشر تک جائیں گے اور انہیں فرشتے وہاں کھڑا کریں گے۔ ۱۸؎ یہ سوال جواب ربّ تعالٰی اور ان فرشتوں کے درمیان ہوگا یعنی اے فرشتو! تمام لوگوں میں سے آگ کے مستحقین کو الگ کردو تب وہ یہ سوال کریں گے کہ آگ کا حصہ کتنا ہے فرمایا جائے گا ہزار میں سے نوسو ننانوے اس فرمان عالی کی دو شرحیں ہیں ایک یہ کہ نوسو ننانوے میں کفار گناہ گار جو بھی دوزخ کے لائق ہیں سب ہوں گے پھر سارے گناہ گار حضور کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے۔ بعض تو یہاں ہی اور بعض دوزخ میں سزا پاکر۔ صرف کفار وہاں رہیں گے دوسری شرح یہ ہے کہ محشر کی اس جماعت میں یاجوج و ماجوج بھی ہوں گے۔ ان کی تعداد کا یہ حال ہے کہ یہاں بیرونی زمین کے انسان ان کے مقابلے میں فی ہزار ایک ہیں۔ (اشعۃ اللمعات) بہرحال یہ خطاب بہت ہی ہولناک ہوگا۔ ۱۹؎ یعنی اس دن کی وحشت اور دہشت کا یہ حال ہوگا کہ اگر اس دن بچے ہوتے تو بڈھے ہو جاتے۔ غم واندوہ کی وجہ سے۔ پنڈلی کھلنے سے مراد ہے سخت پریشان ہونا یعنی لوگوں کو اس وقت انتہائی پریشانی ہوگی۔ مرقات نے فرمایا کہ جب حاملہ اونٹنی کے پیٹ میں بچہ مرجاتا ہے تو آدمی ہاتھ ڈال کر اسے نکالتا ہے پہلے بچہ کی پنڈلی نمودار ہوتی ہے یہ اونٹنی پر سخت تر وقت ہوتا ہے۔ پھر محاورہ میں ہر مشکل میں پھنسنے کو پنڈلی کھل جانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں جو ارشاد ہوا کہ یَوۡمَ یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ وَّیُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ (۶۸،۴۲) جس دن ایک ساق کھولی جائے گی (جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے) اور سجدہ کو بلائے جائیں گے۔ (کنزالایمان) وہاں پنڈلی کھولے جانے سے مراد بعض کے نزدیک یہ ہے کہ ربّ تعالٰی اپنی ساق قدرت کھولے گا۔ لوگوں کو حکم دے گا کہ ہماری ساق کو سجدہ کرو۔ ۲۰؎ وہ حدیث مصابیح میں اسی جگہ تھی ہم نے وہاں بیان کی وہاں کے زیادہ مناسب ہے۔

https://archive.org/details/@madni_library

بَابُ النَّفْخِ فِی الصُّوْرِ — صور پھونکے جانے کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

صور سینگ کے اس بگل کا نام ہے جو قیامت میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے۔ پہلی پھونک جانداروں کو بے جان کرنے کیلئے دوسری پھونک مردوں کو زندہ کرنے کیلئے ان دونوں نفخوں میں چالیس سال کا فاصلہ ہوگا کہ اگر سورج ہوتا اور دن رات نکلتے تو چالیس سال کی مدت ہوتی۔ اس صور کی بڑائی اس کی آواز کی ہیبت ہمارے خیال و وہم سے وراء ہے۔ آج ایٹم بم اور چیخنے والے بم کی آواز ہی لوگوں کو مار دیتی ہے۔ بستیوں میں زلزلے ڈال دیتی ہے وہ تو صور ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا بَیْنَ النَّفْخَتَیْنِ اَرْبَعُوْنَ قَالَ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَرْبَعُوْنَ یَوْمًا قَالَ اَبَیْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ شَهْرًا قَالَ اَبَیْتُ قَالُوْا اَرْبَعُوْنَ سَنَةً قَالَ اَبَیْتُ ثُمَّ یُنْزِلُ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَیَنْبُتُوْنَ کَمَا یَنْبُتُ الْبَقْلُ قَالَ وَلَیْسَ مِنَ الْاِنْسَانِ شَیْءٌ اِلَّا یَبْلٰی اِلَّا عَظْمًا وَّاحِدًا وَّهُوَ عَجْبُ الذَّنَبِ وَمِنْهُ یُرَکَّبُ الْخَلْقُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَفِیْ رِوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ قَالَ کُلُّ ابْنِ اٰدَمَ یَاْکُلُهُ التُّرَابُ اِلَّا عَجْبَ الذَّنَبِ مِنْهُ خُلِقَ وَفِیْهِ یُرَکَّبُ ۔

(۵۲۸۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دونفخوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہے لوگوں نے عرض کیا اے ابوہریرہ کیا چالیس دن فرمایا میں نہیں کہہ سکتا لوگوں نے عرض کیا کیا چالیس مہینے فرمایا میں نہیں کہہ سکتا لوگوں نے عرض کیا چالیس سال فرمایا میں نہیں کچھ کہہ سکتا۱ پھر اللہ آسمان سے پانی اتارے گا تو لوگ ایسے اگیں گے جیسے ساگ اگتا ہے۲ اور نہیں ہے انسان کی کوئی چیز مگر وہ گل جائے گی سواء ایک ہڈی کے اور وہ ریڑھ کی ہڈی ہے۔۳ اس سے قیامت کے دن مخلوق کی ترکیب دی جائے گی۴ (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں یوں بھی ہے کہ سارے انسان مٹی کھالے گی سواء ریڑھ کی ہڈی کے اس سے پیدا کیا گیا۵ اور اس میں ترکیب دیا جائے گا۔

(۵۲۸۱) ۱ یعنی مجھے یاد نہیں کہ حضور انور نے دن فرمایا یا مہینے یا سال اس لئے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر دوسری روایات میں چالیس سال وارد ہے۔ ۲ یعنی اس غیبی بارش سے یہ گلے جسم درست ہو جائیں گے روح پڑنے کے لائق ہو جائیں گے پھر صور پھونکنے پر یہ اجسام زندہ ہو جائیں گے۔ ۳ عجب الذنب کے لفظی معنی ہیں دم کی جڑ عجب بمعنی اصل ذنب بمعنی دم جانور کی دم اس ہڈی کے کنارہ سے شروع ہوتی ہے۔ اس کا نام ہے ریڑھ کی ہڈی جو گردن سے شروع ہوتی ہے چوتڑ پر ختم ہوتی ہے اسی پر انسان بیٹھتا ہے۔ یہ یہ اس کے لیے ایسی ہے جیسے دیوار کے لیے بنیاد اگر یہاں یہ ہی ہڈی مراد ہے تو حدیث کے معنی یہ ہیں کہ یہ ہڈی جلد فنا نہیں ہوتی اسے خاک سو برس کے بعد گلاتی ہے اور اگر اس سے مراد ہیں اجزاء اصلیہ جو انسان کی جسم کی اصل ہیں تو وہ واقعی کبھی نہیں فنا ہوتے یہ ایسے باریک اجزاء ہیں جو خوردبین سے بھی دیکھنے میں نہیں آتے۔ انہیں انگریزی میں ایٹم کہتے ہیں عربی میں اجزاء لایتجزی انسان جل جائے اسے شیر کھا جائے اور پاخانہ بن کر اس کے پیٹ سے نکل جائے وہ اجزاء ویسے ہی رہتے ہیں حتی کہ غذا خون نطفہ میں یہ اجزاء ہوتے ہیں انہیں اجزاء سے انسان پہلے بھی بنا تھا اور آئندہ بھی بنے گا اس لئے ہم بڈھے کو کہتے ہیں کہ یہ وہ ہی ہے جو پہلے بالشت بھر کا بچہ بلکہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نطفہ تھا'' وہ ہی'' کیسے کہا جاتا ہے انہیں اصلی اجزاء کو یہ خوب یاد رہے۔ زائد اجزاء میں فرق ہوتا رہتا ہے کہ بیماری میں گل کر نکل جاتے ہیں آدمی دبلا ہو جاتا ہے۔عیش میں اور اجزاء بڑھ جاتے ہیں مگر اصل اجزاء اسی طرح رہتے ہیں۔۴ لہذا اگرچہ جنت میں سارے انسان جوان اور ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے دوزخی انسان اتنا بڑا کہ اس کی ایک داڑھ پہاڑ کے برابر مگر ہوں گے وہ ہی دنیا کے انسان کیونکہ ان کے اصل اجزاء وہ ہی ہوں گے روح وہ ہی ہوگی جو دنیا میں تھی لہذا اسلام کا محشر اور ہے آریوں کا تناسخ کچھ اور حتی کہ جو لوگ دنیا میں بندر سور بنادیئے گئے ان کے اجزاء اصلیہ وہ ہی تھے اور روح وہ ہی تھی لہذا وہ بھی تناسخ نہیں۔۵ ہمارا جسم پہلے مٹی تھا پھر دانہ بنا پھر آٹا پھر غذا پھر خون پھر نطفہ پھر گوشت کا ٹکڑا پھر یہ انسانی جسم مگر اصلی اجزاء ہر جگہ وہ ہی رہے۔شعر:-

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَطْوِى السَّمَآءَ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۸۲) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو سمیٹ لے گا ۱ اور آسمان کو اپنے داہنے ہاتھ پر لپیٹ لے گا ۲ پھر فرمائے گا کہ میں بادشاہ ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں ۳ (مسلم، بخاری)

(۵۲۸۲) ۱ آج سائنس والے کہتے ہیں کہ اصل زمین ایک انچ کی تھی جسے پھیلا کر اتنا فراخ کردیا گیا ہے ان کے قول پر تو یہ حدیث بالکل ہی ظاہر ہے کہ زمین جتنی پہلے تھی اتنی ہی چھوٹی سی کردی جائے اسلام بھی کہتا ہے کہ پہلے زمین پانی پر جھاگ تھی یہ جھاگ کعبہ معظمہ کی جگہ محفوظ ہے۔ وہ ہی زمین کی اصل ہیں قیامت میں بھی ایسی ہی کردی جائے گی اس کی کیفیت رب تعالیٰ ہی جانے۔۲ قرآن کریم میں ہے: وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ (۳۹،۶۷) اور وہ قیامت کے دن سب زمینوں کو سمیٹ دے گا اور اس کی قدرت سے سب آسمان لپیٹ دیے جائیں گے۔ (کنزالایمان) یہ حدیث اس آیت کا بیان ہے یمین کے معنی اگر داہنا ہاتھ ہے تو وہ آیت اور یہ حدیث متشابہات میں سے ہے کہ اس پر ایمان لاؤ۔اس میں بحث نہ کرو اور اگر اس سے مراد قدرت ہے تو معنی ظاہر ہیں کہ آسمان وزمین اللہ تعالیٰ کی قدرت سے حقیر وذلیل ہوں گے جیسے مٹھی کی چیز مٹھی والے کے ہاتھ میں یا ہاتھ پر لپٹی ہوئی چیز ہاتھ والے کے قبضے میں ہوتی ہے۔ ایسے ہی آسمان وزمین اس کے قبضہ میں حقیر ہوں گے۔۳ یعنی تمام بادشاہوں کی بادشاہت عارضی، فانی تھی جو ختم ہوگئی۔ ہماری بادشاہت اصلی دائمی ہے اس لئے فنا نہیں ہوئی۔خیال رہے کہ بادشاہ زمین ہی میں تھے وہ ہی تکبر وغرور کرتے تھے اس لئے الارض کی قید ارشاد ہوئی۔ آسمان کی مخلوق فرشتے وغیرہ نہ بادشاہ تھے نہ متکبر انہیں علیحدہ فرمادیا۔ نیز صرف بادشاہوں کا ذکر فرمایا۔حضرات انبیاء اولیاء کا ذکر نہ فرمایا کہ ان حضرات نے تکبر کبھی نہیں کیا۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَطْوِى اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ يَاْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ثُمَّ يَطْوِى الْاَرَضِيْنَ بِشِمَالِهٖ وَفِىْ رِوَايَةٍ يَاْخُذُهُنَّ بِيَدِهٖ

(۵۲۸۳) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ دے گا ۱ پھر انہیں اپنے داہنے ہاتھ میں لے گا پھر فرمائے گا کہ میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جابر لوگ کہاں ہیں تکبر والے لوگ پھر زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا

https://archive.org/details/@madni_library

الْاُخْرٰی ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَیْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَیْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۲اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں اپنے دوسرے ہاتھ میں لے گا ۳پھر کہے گا کہ میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جابر لوگ کہاں ہیں تکبر وغرور والے لوگ۴ (مسلم)

(۵۲۸۳) ۱آسمان ایسے لپیٹے جائیں گے جیسے دفتر لپیٹ دیئے جاتے ہیں۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (۲۱:۱۰۴) ہم آسمان کو لپیٹیں گے جیسے سجل فرشتہ نامہ اعمال کو لپیٹتا ہے۔ (کنزالایمان) ۲ہاتھ سے مراد قدرت ہے لپیٹنے سے مراد ان سب کو مسخر اور تابع فرمان بنالینا ہے اگرچہ آج بھی آسمان وزمین تابع فرمان ہیں مگر قیامت میں اس کا پورا ظہور ہوگا۔ آسمان کیلئے داہنا ہاتھ فرمانا اور زمین کیلئے بایاں ہاتھ فرمانا اس لئے ہے کہ آسمان پر کبھی کسی کی بادشاہت نہ ہوئی۔ زمین پر بادشاہتیں لوگوں کی رہی ہیں۔ اس لئے زمین کیلئے شمال فرمایا تاکہ اس کی زیادہ مقہوری ظاہر ہو۔ (مرقات) کہا جاتا ہے کہ یہ کام تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے یعنی نہایت معمولی ہے میرے قبضہ میں ہے۔ ۳یہ الفاظ اس حدیث کے زیادہ مناسب ہیں کہ اللہ تعالٰی کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں اور شمال کے جو معنی ابھی ہم نے عرض کئے ہیں اس معنی سے یہ مضمون اس حدیث کے خلاف نہیں۔ ۴یہ فرمانا اظہار غضب کیلئے ہوگا اس وقت جواب دینے والا کوئی نہ ہوگا۔ حضور انور نے آج ہم کو یہ سب کچھ سنادیا تاکہ ہم لوگوں میں تکبر غرور پیدا نہ ہو۔ خیال رہے کہ ملک بمقابلہ مالک کے عظیم تر ہے مگر بعض لحاظ سے مالک عظیم تر ہے۔ ملک سے مالک اور ملک کے بہت نفیس فرق ہماری تفسیر نعیمی مالک یوم الدین کی تفسیر میں ملاحظہ کرو۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ حِبْرٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی اِصْبَعٍ وَّالْاَرَضِیْنَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَّالْجِبَالَ وَالشَّجَرَ عَلٰی اِصْبَعٍ وَّالْمَآءَ وَالثَّرٰی عَلٰی اِصْبَعٍ وَّسَآئِرَ الْخَلْقِ عَلٰی اِصْبَعٍ ثُمَّ یَهُزُّهُنَّ فَیَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَنَا اللّٰهُ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُعَجُّبًا مِّمَّا قَالَ الْحِبْرُ تَصْدِیْقًا لَهٗ ثُمَّ قَرَاَ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیَّاتٌ بِیَمِیْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۵۲۸۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں کہ یہود کا ایک بڑا عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو بولا اے محمد اللہ قیامت کے دن آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور پہاڑوں کو درختوں کو ایک انگلی پر اور پانی مٹی کو ایک انگلی پر اور ساری مخلوق کو ایک انگلی پر رکھے گا پھر انہیں ملائے گا۱ پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں میں اللہ ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم کے قول پر تعجب کرتے ہوئے اس کی تصدیق کرتے ہوئے ہنسے۲ پھر آپ نے تلاوت کی کہ ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہ جانی ۳جو اس کا حق ہے اور زمین ساری اس کے قبضہ میں ہے قیامت کے دن اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اس کے داہنے ہاتھ میں پاک ہے وہ اور برتر ہے اس سے جسے یہ شریک ٹھہراتے ہیں۴ (مسلم بخاری)

(۵۲۸۴) ۱اس عالم نے غالبًا یہ مضمون توریت شریف یا کسی اور اپنی دینی کتاب سے بیان کیا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید نہ کی بلکہ تصدیق فرمائی لہذا درست ہے ان چیزوں کو انگلیوں پر رکھنے سے مراد نہایت ہی اعلٰی درجہ کی تسخیر ہے یہ ہی بتانا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مقصود ہے اردو میں کہتے ہیں کہ تم تو اپنی انگلیوں پر گھماتے ہو یعنی مجھ پر پورے پورے قابض ہو تمہارے اشاروں پر میں کام کرتا ہوں لہٰذا یہ بالکل واضح ہے اگرچہ آج بھی ہر چیز رب کے قبضہ میں ہے مگر اس دن اس کا ظہور ہوگا۔۲؎ اس تبسم اور تردید نہ فرمانے سے معلوم ہوا کہ حضور انور نے اس یہودی عالم کی اس بات کی تصدیق فرمادی لہٰذا یہ درست ہے۔۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی اور ممکن ہے کہ حضرت ابن مسعود نے تلاوت کی ہو۔ اس پوپ کی تصدیق کیلئے مَا قَدَرُوا اللّٰهَ الخ اسی طرف اشارہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی شان نہ جانی کہ اس کی یہ قدرتیں جانتے ہوئے اس کیلئے اولاد یا شریک مانا ایسی قدرتوں والا اولاد شریک سے پاک ہے کہ اولاد اور شریک اختیار کرنا مجبوری کی بنا پر ہوتا ہے۔ فانی اور کمزور کو بقاء نسل اور دشمنوں کے مقابلہ کیلئے اولاد کی ضرورت ہوتی ہے یوں ہی شریک وہ اختیار کرتا ہے جو اکیلا کچھ نہ کر سکے۔۴؎ زمین کے قبضہ میں ہونے اور آسمانوں کے لپٹے ہوئے ہونے کے معنی ابھی کچھ پہلے عرض کئے گئے کہ یہ حدیث یا تو متشابہات میں سے ہے یا یمین سے مراد قدرت ہے اور مطویات کے معنی ہیں قبضہ میں ہونا اس صورت میں معنی ظاہر ہیں۔

وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِهٖ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ فَاَيْنَ يَكُوْنُ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ قَالَ عَلَى الصِّرَاطِ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۲۸۵) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رب تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق پوچھا کہ جس دن زمین دوسری زمین سے اور آسمان بدل دیئے جائیں گے۱؎ کہ اس دن لوگ کہاں ہوں گے فرمایا پل صراط پر۲؎ (مسلم)

(۵۲۸۵) ۱؎ خیال رہے کہ تبدیلی ذات جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے روپیہ کو پیسوں سے بدل لیا اور صفات کی تبدیلی جیسے کہا جاتا ہے کہ میں نے اس چھلے کو انگوٹھی سے بدل لیا یعنی اسے پگھلا کر انگوٹھی کی شکل میں بنالیا قیامت کے دن تبدیلی زمین و آسمان کے متعلق دو قول ہیں ایک یہ کہ زمین و آسمان کی ذات بدل دی جائے گی کہ زمین چاندی کی اور آسمان سونے کے کردیئے جائیں گے دوسرے یہ کہ ذات تو یہ ہی رہے گی مگر ان کے اوصاف بدل دیئے جائیں گے کہ زمین میں نہ پہاڑ رہیں گے نہ غار نہ دریا نہ نہریں ساری زمین روٹی کی طرح صاف ہو جائے گی۔ پہلا احتمال قوی ہے کہ ذات ہی بدل دی جائے گی۔ (مرقات، اشعہ) ۲؎ سوال کا مقصد یہ ہے کہ زمین بدلنے کی حالت میں زمین پر رہنے والے انسان کہاں جائیں گے وہ اس پر تو رہ نہیں سکتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المومنین تبدیلی ذات ہی سمجھی ہیں۔ حضور انور نے بھی اس کی تائید کی کہ فرمایا ہاں واقعی اس وقت لوگ اس زمین پر نہ ہوں گے بلکہ پل صراط پر ہوں گے (مرقات) یا کسی اور راستے پر ہوں گے (اشعہ)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ . (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۲۸۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سورج و چاند قیامت کے دن سیاہ کردیئے جائیں گے۱؎ (بخاری)

(۵۲۸۶) ۱؎ مکوران کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ ان دونوں کو ایسا لپیٹ دیا جائے گا جیسے گیلا دھلا کپڑا لپیٹ کر گھر کے گوشہ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ چاند سورج بے نور کردیئے جائیں گے مگر سورج کی گرمی باقی رہے گی چنانچہ میدان حشر میں تجلی نور الٰہی کی ہوگی گرمی سورج کی رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (۳۹:۶۹) اور زمین جگمگا اٹھے گی اپنے رب کے نور سے

https://archive.org/details/@madni_library

(کنزالایمان) غرضکہ عجیب نظارہ ہوگا۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْعَمُ وَصَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَهٗ وَاَصْغٰی سَمْعَهٗ وَحَنٰی جَبْهَتَهٗ یَنْتَظِرُ مَتٰی یُؤْمَرُ بِالنَّفْخِ فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا تَاْمُرُنَا قَالَ قُوْلُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۵۲۸۷) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں کیسے خوشی کروں حالانکہ صور والا فرشتہ ہاتھ میں لئے ہوئے ہے اور اپنے کان لگائے ہوئے ہے[۱] اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہے انتظار کررہا ہے کہ کب پھونکنے کا حکم دیا جائے[۲] لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو آپ کیا حکم دیتے ہیں[۳] فرمایا کہو ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔[۴] (ترمذی)

(۵۲۸۷) [۱] یعنی میں دیکھ رہا ہوں کہ حضرت اسرافیل منہ میں صور لئے عرش اعظم کی طرف سے دیکھ رہے ہیں کہ کب پھونکنے کا حکم ملے اور میں بلا تاخیر صور پھونک دوں جب میری آنکھیں یہ نظارہ کررہی ہیں تو میرے دل کو چین وخوشی کیسے ہو۔ ادھر خوف لگا ہوا ہے معلوم ہوا کہ حضور کی نظریں سب کچھ دیکھتی ہیں۔ شعر:۔

اے فروغت صبح آثار دھور چشم تو بینندہ ما فی الصدور

خیال رہے کہ یہ فرمان عالی اظہار خوف وخشیت کیلئے ہے اس لئے نہیں کہ ابھی صور پھونک جانے قیامت آجانے کا اندیشہ ہے قیامت تو اپنے وقت پر آئے گی۔ اس سے پہلے بہت سی علامات ہوں گی خروج دجال' حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے آندھی بادل آنے پر سرکار پر خوف کے آثار ظاہر ہو جاتے تھے۔ ہیبت الٰہی کی وجہ سے اس لئے نہیں کہ عذاب الٰہی آنے کا اندیشہ ہے۔ رب تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ (۳۳:۸) اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔ (کنزالایمان) [۲] کان لگانا' سر جھکانا' تیار رہنے کی علامت ہے۔ خیال رہے کہ یہ تیاری قیامت کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے ہے اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کی فرمانبرداری کہ بندہ وقت سے پہلے کام کیلئے تیار رہتا ہے۔ [۳] یعنی ہم قیامت قائم ہونے پر یا مصیبتوں پر یا ہر وقت یا اب ہمارے دلوں پر بہت گھبراہٹ ہے کیا کریں کون سا عمل کریں جس سے دل کو چین ہو آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں۔ [۴] خیال رہے کہ یہ کلمات بڑے مبارک ہیں جب حضرت خلیل اللہ نمرود کی آگ میں جارہے تھے تو آپ کی زبان شریف پر یہ ہی کلمات تھے اور جب صحابہ کرام کو خبر پہنچی کہ کفار ہمارے مقابلہ کیلئے بڑی تعداد میں جمع ہوئے ہیں تو انہوں نے بھی یہ ہی کلمات کہے۔ یہ کلمات مصیبتوں' تکلیفوں میں بہت ہی کام آتے ہیں (مرقات) ہر مصیبت میں یہ کلمات پڑھنے چاہئیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصُّوْرُ قَرْنٌ یُنْفَخُ فِیْهِ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارِمِیُّ)

(۵۲۸۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا صور ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔[۱] (ترمذی' ابوداؤد' داری)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۵۲۸۸) ۱؎ رب جانے کہ وہ سینگ کتنا بڑا ہے اس کا سرا جو منہ میں لیا جائے گا اس کی فراخی آسمان کے برابر ہے۔(مرقات) قیامت میں یہ دوبار پھونکا جائے گا ایک بار دنیا کو فنا کرنے کیلئے دوبارہ مردے زندہ کرنے کیلئے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ الصُّوْرِ قَالَ وَالرَّاجِفَةُ النَّفْخَةُ الْاُوْلٰی وَالرَّادِفَةُ الثَّانِیَةُ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ فِیْ تَرْجُمَةِ بَابٍ)

(۵۲۸۹) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرمایا آپ نے رب تعالٰی کے اس قول کی تفسیر میں فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ فرمایا صور ہے ۱؎اور راجفہ پہلی بار پھونکنا ہے اور رادفہ دوسری پھونک ۲؎(بخاری) ایک باب کے عنوان میں

(۵۲۸۹) ۱؎یعنی اس آیت کریمہ میں ناقور کے معنی ہیں صور اور نقر کے معنی صور میں پھونکنا لہذا آیت کے معنی ہوئے جب صور میں پھونکا جائے گا ناقور کے لغوی معنی ہیں کریدنے والا کھودنے والا چونکہ صور دوبارہ پھونکنے پر قبریں اکھیڑ کر مردے باہر ہو جائیں گے اس لئے ناقور کہتے ہیں۔ ۲؎یعنی قرآن مجید کا فرمان: یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ (۷۹، ۶،۷) کہ کافروں پر ضرور عذاب ہوگا جس دن تھرتھرائے گی تھرتھرانے والی اس کے پیچھے آئے گی پیچھے آنے والی۔ (کنزالایمان) میں راجفہ سے مراد صور کا پہلا نفخہ ہے اور رادفہ سے مراد دوسرا نفخہ راجفہ بنا ہے رجف سے' بمعنی کانپنا تھرتھرانا رادفہ کے معنی ہیں پیچھے آنے والا چونکہ پہلے نفخہ پر تمام زمین آسمان تھرتھرا کر پھٹیں گے اس لئے اس کا نام راجفہ ہے دوسرا نفخہ اس کے بعد ہے لہذا وہ رادفہ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَاحِبَ الصُّوْرِ وَقَالَ عَنْ یَمِیْنِهٖ جِبْرَئِیْلُ وَعَنْ یَسَارِهٖ مِیْکَائِیْلُ ۔

(۵۲۹۰) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صور والے کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ ان کی داہنی طرف جبریل ہیں اور ان کی بائیں طرف جناب میکائیل ۱؎

(۵۲۹۰) ۱؎یعنی جس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ کے داہنے ہاتھ کی طرف ہوں گے اور حضرت میکائیل علیہ السلام بائیں طرف اس حالت میں آپ صور پھونکیں گے اس کی وجہ رب تعالٰی ہی جانے۔

وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنِ ِالْعَقِیْلِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ یُعِیْدُ اللّٰهُ الْخَلْقَ وَمَا اٰیَةُ ذٰلِكَ فِیْ خَلْقِهٖ قَالَ اَمَا مَرَرْتَ بِوَادِیْ قَوْمِكَ جَدْبًا ثُمَّ مَرَرْتَ بِهٖ یَهْتَزُّ خَضِرًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَتِلْكَ اٰیَةُ اللّٰهِ فِیْ خَلْقِهٖ کَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰی ۔ (رَوَاهُمَا رَزِیْنٌ)

(۵۲۹۱) روایت ہے حضرت ابورزین عقیلی سے ۱؎فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ خدا تعالٰی مخلوق کو کیسے لوٹائے گا اور اس کی خلقت میں اس کی نشانی کیا ہے ۲؎فرمایا کیا تم اپنی قوم کے جنگل میں خشک سالی میں نہیں گزرے تھے وہاں اس وقت نہ گزرے جب سبزہ سے لہلہارہی ہیں میں نے عرض کیا ہاں فرمایا تو یہ اللہ کی نشانی ہے اس کی مخلوق ہیں اسی طرح اللہ مردے زندہ کردے گا ان دونوں کو رزین نے روایت کیا ۳؎

(۵۲۹۱) ۱؎آپ کا نام لقیط ابن عامر ہے۔ طائف والوں سے ہیں۔ مؤلف نے آپ کا ذکر اسماء الرجال میں نہیں کیا (اشعہ

https://archive.org/details/@madni_library

مرقات) ۲؎ یعنی دنیا آخرت کا نمونہ ہے۔ آخرت میں مرے ہوئے لوگ زندہ کئے جائیں گے۔ اس کی مثال دنیا میں کیا ہے۔ جسے ہم اس کی دلیل بنا سکیں۔ ۳؎ سبحان اللہ کیسی پاکیزہ دلیل ہے کہ خشک زمین میں بارش سے تر ہوکر سوکھے سبزہ کے ریزہ دوبارہ ہرے ہو جاتے ہیں ایسے ہی صور کی آواز سے مردوں میں جان بھی پڑ جائے گی۔ قرآن مجید میں اسی مثال سے قیامت میں اٹھنے کو سمجھایا گیا ہے۔ دنیا کی چیزیں عالم غیب کی دلیلیں ہیں ان میں غور کرنا ضروری ہے۔

بَابُ الْحَشْرِ — حشر کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

قیامت کے بہت سے نام ہیں جن میں سے ایک نام حشر بھی ہے جس کے معنی ہیں جمع کرنا یا جمع ہونا اسے حشر یا تو اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن سارے اولین وآخرین ایک وقت میں ایک جگہ جمع ہو جائیں گے بخلاف دنیا کے یہاں مختلف جگہ میں لوگ پیدا ہوتے مرتے رہتے ہیں یا اس لئے کہتے ہیں کہ اسی دن ہر شخص اپنے اعمال اپنے احباب کے ساتھ جمع ہوگا۔ مومن مومنین کے ساتھ' کافر کفار کے ساتھ المرء مع من احب اس دن محبت جامع ہوگی قیامت تک کے حضور کے شیدائی انشاء اللہ حضور کے ساتھ ہوں گے۔ اس کا مقابل ہے نشر بمعنی بکھیرنا یا جدا ہونا' جدا کرنا چونکہ قیامت میں بعض وقت لوگ جمع ہوں گے بعض وقت ایک دوسرے سے الگ بلکہ بیزار اس لئے اسے یوم حشر ونشر کہتے ہیں یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ (۸۰،۳۴،۳۵) اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی اور ماں اور باپ سے (کنزالایمان) اس لئے اسے یوم الفصل بھی کہتے ہیں کہ اس دن مومن وکافر الگ الگ کردیئے جائیں گے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُحْشَرُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰى اَرْضٍ بَیْضَاءَ عَفْرَآءَ كَقُرْصَةِ النَّقِیِّ لَیْسَ فِیْهَا عَلَمٌ لِاَحَدٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۵۲۹۲) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ قیامت کے دن اس سفیدہ زمین میں جمع کئے جائیں گے ۱؎ جو میدہ کی روٹی کی طرح ہے ۲؎ جس میں کسی کا نشان نہ ہوگا ۳؎ (مسلم بخاری)

(۵۲۹۲) ۱؎ بیضاء بمعنی سفید' عفراء بمعنی مائل بہ سرخی یعنی زمین ہوگی تو سفید مگر خالص تیز سفید نہ ہوگی بلکہ سفیدی میں سرخی کی جھلک ہوگی۔ ۲؎ قرصہ بمعنی ٹکیہ یہ روٹی یا قرص سے بنا ہے شیخ سعدی نے گلستان میں فرمایا: شعر:-

قرص خورشید در سیاہی شد — یونس اندر دہان ماہی شد

نقی بمعنی میدہ قرصہ میں ت وحدت کی ہے یعنی ایک روٹی ۳؎ یعنی اس دن ساری روئے زمین پر نہ کسی کا مکان ہوگا نہ باغ نہ کھیت نہ غار نہ پہاڑ صاف شفاف میدان ہوگا جس میں نہ کسی کو ٹھوکر لگے نہ کوئی غار میں گرے سب کی نظریں آسمان کی طرف ہوں گی اور زمین طے کرتے ہوں گے۔ اس طرح سب زمین شام تک پہنچیں گے جہاں قیامت کا اجتماع ہوگا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ الْاَرْضُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

(۵۲۹۳) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن زمین ایک

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

خُبْزَةً وَّاحِدَةً يَتَكَفَّأُهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهٖ كَمَا يَتَكَفَّأُ اَحَدُكُمْ خُبْزَتَهٗ فِي السَّفَرِ نُزُلاً لِّاَهْلِ الْجَنَّةِ فَاَتٰى رَجُلٌ مِّنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ بَارَكَ الرَّحْمٰنُ عَلَيْكَ يَا اَبَا الْقَاسِمِ اَلاَ اُخْبِرُكَ بِنُزُلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قَالَ بَلٰى قَالَ تَكُوْنُ الْاَرْضُ خُبْزَةً وَّاحِدَةً كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْنَا ثُمَّ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ ثُمَّ قَالَ اَلاَ اُخْبِرُكَ بِاِدَامِهِمْ بَالَامٌ وَّالنُّوْنُ قَالُوْا وَمَا هٰذَا قَالَ ثَوْرٌ وَّنُوْنٌ يَاْكُلُ مِنْ زَائِدَةِ كَبِدِهَا سَبْعُوْنَ اَلْفًا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

روٹی ہو جائے گی جسے اللہ تعالٰی اپنے دست قدرت سے تیار کرے گا۱ جیسے تم میں سے کوئی سفر میں اپنی روٹی تیار کرتا ہے جنت والوں کی مہمانی کیلئے۲ پھر ایک یہودی شخص حاضر ہوا بولا اے ابوالقاسم اللہ آپ پر برکت نازل کرے کیا میں آپ کو جنتیوں کی مہمانی جو قیامت کے دن ہوگی اس کے متعلق خبر نہ دوں۳ فرمایا ہاں بولا زمین ایک روٹی ہو جائے گی جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا پھر تبسم فرمایا حتی کہ آپ کی کیلیں مبارک نمودار ہوگئیں۔۴ پھر بولا کیا میں آپ کو ان کے سالن کی خبر نہ دوں بالام اور مچھلی۵ صحابہ نے کہا وہ کیا چیز ہے بولا بیل اور مچھلی کہ ان دونوں کی کلیجی کے ٹکڑے سے ستر ہزار کھائیں گے۶ (مسلم بخاری)

(۵۲۹۳) ۱یعنی ساری زمین کو رب تعالٰی صرف کلمہ کن سے بغیر واسطہ فرشتہ روٹی بنادے گا چونکہ روٹی ہاتھ سے پکتی ہے اس لئے یہاں یہ ارشاد ہوا مراد دست قدرت ہے ظاہر یہ ہے کہ حدیث شریف اپنے ظاہری معنی پر ہے واقعی یہ زمین روٹی میں تبدیل ہو جائے گی جو جنتیوں کو اولاً ہی کھلادی جائے گی۔ زمین سے یہ پھل، پھول، میوہ پیدا ہوتے ہیں اس لئے اس روٹی میں یہ سارے مزے ہوں گے اگرچہ کڑوی زہریلی خاردار چیزیں بھی زمین سے ہی نکلتی ہیں مگر ان کی آمیزش اس روٹی میں بالکل نہ ہوگی۔ کریلے کڑواہٹ نکال کر پکائے جاتے ہیں کوارگندل کا جب حلوہ بناتے ہیں تو اس کی کڑواہٹ دور کر دیتے ہیں۔۲یعنی جنتیوں کو پہلے یہ غذا دی جائے گی پھر وہ غذا سے مستغنی ہوں گے۔ پھل فروٹ لذت کیلئے کھایا کریں گے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ کلام شریف بطور تشبیہ ہے کہ روٹی قدرتی ہوگی مگر زمین کی سی ہوگی ان کی دلیل وہ حدیث ہے کہ قیامت کے بعد اس زمین اور سمندر کو آگ سے پر کر دیا جائے گا اور دوزخ کے ساتھ اسے ملادیا جائے گا۔۳یعنی ہماری توریت شریف میں اہل جنت کی پہلی غذا کے متعلق جو لکھا ہے کیا میں حضور کی خدمت میں عرض کروں۔ معلوم ہوا کہ وہ یہودی ادب والا تھا کہ حضور سے اجازت لے کر کچھ سنا رہا ہے۔ بزرگوں سے اجازت لے کر عرض کرنا ہی ادب کا تقاضا ہے۔۴حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تبسم خوشی کے طور پر تھا کہ حضور کے فرمان عالی کی تصدیق ایک یہودی عالم نے کردی معلوم ہوا کہ توریت وانجیل کی وہ باتیں جو اسلام کے موافق ہوں قبول کی جاسکتی ہیں۔ اسلام کی تائید کیلئے نہ کہ محض ان کی تصدیق کیلئے۔۵بالام عبرانی زبان کا لفظ ہے بمعنی بیل یا گائے چونکہ حضرات صحابہ اسے سمجھے نہیں اس لئے اس نے ترجمہ کیا۔۶ستر ہزار سے مراد بے حساب بے اندازہ لوگ ہیں یا ستر ہزار وہ حضرات ہیں جو بغیر حساب جنت میں جائیں گے سب سے پہلے جائیں گے انہیں یہ غذا دی جائے گی۔ (مرقات) شاید یہ بیل وہ ہوگا جس پر زمین قائم ہے اور مچھلی وہ ہے جس پر بیل قائم ہے۔ زائدہ کہہ کر یہ بتایا کہ یہ ستر ہزار جنتی اس بیل کی پوری کلیجی نہ کھائیں گے بلکہ کلیجی کا اوپر والا حصہ۔ اسی سے سب سیر ہو جائیں گے۔ خیال رہے کہ یہ غذا جنت میں آگ سے نہ پکے گی کہ وہاں آگ نہیں بلکہ قدرتی طور پر پکی ہوئی ہوگی جیسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے آسمانی دسترخوان میں بھونی ہوئی مچھلی اور روٹی

https://archive.org/details/@madni_library

آسمان سے اتری تھی۔ یہ بھی خیال رہے کہ اہل جنت اس کے بعد پھر کبھی غذا نہ کھائیں گے آئندہ پھل ہی کھایا کریں گے صرف لذت کیلئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى ثَلٰثِ طَرَآئِقَ رَاغِبِيْنَ رَاهِبِيْنَ وَاثْنَانِ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّثَلٰثَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّاَرْبَعَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّعَشَرَةٌ عَلٰى بَعِيْرٍ وَّتَحْشُرُ بَقِيَّتَهُمُ النَّارُ تَقِيْلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوْا وَتَبِيْتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوْا وَتُصْبِحُ مَعَهُمْ حَيْثُ اَصْبَحُوْا وَتُمْسِىْ مَعَهُمْ حَيْثُ اَمْسَوْا ۔ (مُسْلِمٌ بُخَارِیٌّ)

(۵۲۹۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ تین طریقوں سے جمع کئے جائیں گے[۱] رغبت کرتے' خوف کرتے'[۲] اور دو ایک اونٹ پر[۳] اور تین ایک اونٹ پر اور چار ایک اونٹ پر اور دس ایک اونٹ پر[۴] باقیوں کو آگ جمع کرے گی ان کے ساتھ قیلولہ کرے گی جہاں وہ لوگ قیلولہ کریں گے اور رات گزاریں گے اور ان کے ساتھ صبح کرے گی جہاں صبح کریں گے اور ان کے ساتھ شام کریں گے[۵] (مسلم بخاری)

(۵۲۹۴) [۱] یعنی مردے زندہ ہو کر اپنی قبروں سے میدان قیامت کی طرف تین طرح جائیں گے۔ اس دراز راستہ کو تین طریقہ سے طے کریں گے۔ ان طریقوں کا ذکر اگلی حدیثوں میں آرہا ہے کہ بعض تو سواریوں پر' بعض پیدل اور بعض منہ کے بل گھسٹتے[۲] یہ ان طریقوں کا بیان نہیں بلکہ اس کے علاوہ دوسرے حالات کا بیان ہے کہ حضرات اولیاء اللہ تو خوشی خوشی راغب ہو کر جائیں گے جن کے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۱۰'۶۲) نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ (۲۱'۱۰۳) انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ (کنزالایمان) اور فرمایا: يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا (۱۹'۸۵) جس دن پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر۔ (کنزالایمان) ان حضرات پر قیامت کی گھبراہٹ بالکل طاری نہ ہوگی۔ رہے خائفین یہ وہ لوگ ہیں جو گنہگار ہیں ان کی بخشش کی امید ہے خوف سے مراد پکڑے جانے کا خوف ہے۔ پہلے لوگ طیارین ہیں۔ دوسرے سیارین[۳] واثنان کا واؤ حالیہ ہے۔ یہ راغبین راہبین کی ضمیر سے حال ہے۔[۴] یہ اونٹ قربانی کے جانور نہ ہوں گے بلکہ قدرتی ہوں گے اور ان میں سے ایک ایک پر چند کا سوار ہونا یا تو اجتماعاً ہوگا کہ سب یک دم اس پر سوار ہوں گے یا باری باری والے کہ ایک سوار ہوگا باقی پیدل چلیں گے پھر دوسرے کی باری۔ جتنا درجہ زیادہ اتنی ہی شرکت تھوڑی ہوگی۔[۵] بعض شارحین نے فرمایا کہ اس حشر سے مراد وہ اجتماع جو قیامت سے پہلے ہوگا کہ لوگ اپنی زندگی میں زمین شام میں پہنچ جائیں گے اور اس طرح پہنچیں گے مگر ترجیح اس کو ہے کہ یہ حشر قبروں سے اٹھنے کے بعد ہوگا جو کہ علاوہ شام کے اور زمین میں دفن ہوئے ان کو میدان حشر میں ان طریقوں سے پہنچایا جائے گا (اشعہ' مرقات)۔ خیال رہے کہ یہاں محشر تک جانے کا ذکر ہے اور اگلی حدیث میں قبروں سے اٹھنے کا تذکرہ لہٰذا مطلب واضح ہے۔ اس کے متعلق اور بہت قول ہیں۔ اس جگہ صبح شام سے مراد حقیقی صبح و شام نہیں بلکہ اتنا وقت مراد ہے کیونکہ اس دن رات و دن' صبح و شام نہ ہوں گے۔ یہاں مرقات نے بہت تحقیق کی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّكُمْ مَحْشُوْرُوْنَ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا ثُمَّ قَرَاَ

(۵۲۹۵) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ تم حشر کئے جاؤ گے ننگے پاؤں' ننگے بدن' بے ختنہ[۱] پھر آپ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ وَأَوَّلُ مَنْ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِبْرَاهِيمُ وَإِنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِي يُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ أُصَيْحَابِي أُصَيْحَابِي فَيَقُولُ إِنَّهُمْ لَنْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلٰى أَعْقَابِهِمْ مُذْ فَارَقْتَهُمْ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ إِلٰى قَوْلِهِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نے تلاوت فرمائی کہ جیسے ہم نے اولاً پیدائش کی ابتدا کی تھی ویسے ہی لوٹائیں گے ہمارے ذمہ یہ وعدہ ہے ہم کرنے والے ہیں۲ اور پہلے جسے لباس پہنایا جائے گا قیامت کے دن وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۳ اور میرے ساتھ والوں میں سے کچھ لوگ بائیں طرف پکڑ لئے جائیں گے۴ تو میں فرماؤں گا کہ میرے ساتھ والے ہیں میرے ساتھ والے۵ تو کہیں گے کہ یہ لوگ جب سے آپ ان سے جدا ہوئے اپنی ایڑیوں پر لوٹے رہے۶ تو جو اس نیک بندے نے کہا ہے وہ ہی میں کہوں گا کہ میں ان کا ذمہ دار نگران تھا۔ جب میں ان میں رہا عزیز الحکیم تک ۷ (مسلم، بخاری)

(۵۲۹۵) ۱؎ اس فرمان عالی میں انکم فرما کر بتایا گیا کہ تم عام لوگ اس حالت میں اٹھو گے۔ ننگے بدن، ننگے پاؤں، بے ختنہ مگر تمام انبیاء کرام اپنے کفنوں میں اٹھیں گے حتی کہ بعض اولیاء اللہ بھی کفن پہنے اٹھیں گے تاکہ ان کا ستر کسی اور پر ظاہر نہ ہو۔ جامع صغیر کی روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میں قبر انور سے اٹھوں گا اور فوراً مجھے جنتی جوڑا پہنا دیا جائے گا۔ لہذا یہاں اس فرمان عالی سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء بعض اولیاء مستثنیٰ ہیں (مرقات، اشعہ) اس لئے یہاں انتم فرمایا نحن نہیں فرمایا۔ یہ خوب خیال رہے۔ ۲؎ یعنی جیسے تم اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے ایسے ہی اپنی قبروں کے پیٹ سے اٹھو گے خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ننگے نہیں پیدا ہوئے تھے حریر میں لپٹے ہوئے پیدا ہوئے تھے۔ شعر:-

آنکھوں میں سرمہ بالوں میں شانہ دیا ہوا لپٹے ہوئے حریر میں ختنہ کیا ہوا

حضور فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر وعمر کے ساتھ اپنی قبروں سے اٹھیں گے پھر جنت البقیع والوں کا انتظار فرمائیں گے پھر مکہ معظمہ والے جنت معلّٰی کے مردوں کا۔ پھر محشر کی طرف اس برات کے ساتھ جائیں گے۔ ایسی حالت میں حضور بغیر لباس کیسے ہو سکتے ہیں (مرقات) ۳؎ یعنی کفن اتار کر جنتی جوڑا پہلے حضرت خلیل اللہ کو پہنایا جائے یا تو اس حکم سے حضور علیحدہ ہیں متکلم مستثنیٰ ہوتا ہے یا یہ بدلہ ہے اس کا کہ نمرودی آگ میں جاتے وقت آپ کے کپڑے اتار لئے گئے تھے۔ یہ خصوصی فضیلت ہے (مرقات) نیز آپ ننگوں کو کپڑے پہناتے تھے نیز آپ حضور انور کے جد امجد ہیں۔ ان وجوہ سے آپ کا یہ اکرام فرمایا گیا۔ ۴؎ اصیحاب تصغیر ہے اصحاب کی یہاں شرعی صحابہ مراد نہیں کہ شرعاً صحابی وہ ہیں جنہیں بحالت ایمان حضور انور کی صحبت نصیب ہو اور ان کا خاتمہ ایمان پر ہو بلکہ لغوی اصحاب مراد ہیں یعنی میرے پاس بیٹھنے والے لوگ یہ وہ لوگ ہیں جو حضور انور کے پردہ فرمانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ جیسے منکرین زکوۃ یا مسیلمہ کذاب پر ایمان لے آنے والے بن گئے تھے۔ خوارج کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت علی و فاطمہ ہیں روافض کہتے ہیں کہ ان سے مراد سوا تین چار شخصوں کے باقی تمام صحابہ ہیں جیسے ابوبکر صدیق وغیرہم۔ دونوں فرقے جھوٹے ہیں اگر حضرت علی یا صدیق مرتد ہیں تو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں رہ سکتا کہ ہم تک حضور کا دین پہنچانے والے تو وہی حضرات ہیں ۵؎ یعنی یہ لوگ میرے ساتھی ہیں انہیں میرے پاس آنے دو حضور انور کا یہ فرمان عالی بطور عتاب ہوگا۔ جیسے رب تعالٰی دوزخی کافر سے فرمائے گا: ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ (۴۹:۴۴) چکھ ہاں ہاں تو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے (کنز الایمان) اس کا مطلب نہیں کہ حضور کو اپنے پرائے کی پہچان نہ ہوگی۔ یہاں تو بتا رہے ہیں وہاں

https://archive.org/details/@madni_library

کیسے بھول جائیں گے۔ نیز قیامت میں کافر و مومن چہروں اور دوسری علامات سے پہچانے جائیں گے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ (۵۵:۴۱) مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے۔ (کنزالایمان) نیز دوسری روایت میں ہے: اعرف ھم ویعرفوننی میں انہیں پہچانتا ہوں وہ مجھے جانتے ہیں لہٰذا اس فرمان عالی سے وہابی حضور کی بے علمی پر دلیل نہیں پکڑ سکتے۔ ۶؎ یعنی یہ لوگ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد یا منکر زکوۃ ہو کر یا مسیلمہ کذاب کے امتی بن کر مرتد ہو گئے تھے۔ فرشتوں کا یہ عرض کرنا ان مردودوں کو رسوا کرنے کیلئے ہوگا نہ کہ حضور انور کو مطلع کرنے کیلئے۔ حضور کو رب نے ہر غیب پر مطلع فرمادیا۔ شعر:-

خدا مطلع ساخت بر جملہ غیب   علی کل شیء خبیر آمدی

جو کہتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت صدیق و فاروق ہوں گے وہ یہ نہیں سوچتے کہ اگر صدیق و فاروق مرتد ہیں تو ان کے ہاتھ پر بیعت لینے والے اہل بیت اطہار پر کیا فتویٰ ہوگا۔ امام حسین نے یزید فاسق کی بیعت نہ کی تو ان حضرات نے حضرت صدیق و فاروق کی بیعت کیوں کرلی۔ ۷؎ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی اپنی بیزاری ظاہر فرمانے کیلئے ہے یعنی جب تک میں ان میں رہا ان کی نگرانی کرتا رہا انہیں کفر سے بچاتا رہا میری وفات کے بعد میری نگرانی ختم ہوگئی پھر تو جانے وہ جانے۔ یہ عرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائی کفار کے متعلق کریں گے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح عرض کریں گے۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ فَقَالَ يَا عَآئِشَةُ الْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يَّنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۹۶) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے ختنہ جمع کئے جائیں گے ۱؎ میں نے عرض کیا یارسول اللہ مرد و عورتیں سارے بعض بعض کو دیکھیں گے ۲؎ تو فرمایا اے عائشہ وہ حال اس سے سخت تر ہوگا کہ بعض بعض کی طرف نظر بھی کریں ۳؎ (مسلم بخاری)

(۵۲۹۶) ۱؎ الناس فرما کر بتایا کہ یہ حالت عام لوگوں کی ہوگی۔ حضرات انبیاء و خاص اولیاء کی یہ حالت نہیں۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا نیز جنات جانوروں کے جمع ہونے کی اور نوعیت ہوگی۔ وہ بھی الناس سے خارج ہیں۔ ۲؎ یعنی رب تعالیٰ پاک باز نیک بی بیوں کی بے پردگی کیوں فرمائے گا، وہ مردوں کے سامنے صرف بے پردہ ہی نہیں بلکہ ننگی ہوں۔ بڑا پیارا سوال ہے خیال رہے کہ ازواج پاک اور فاطمہ زہرہ باپردہ اٹھیں گی۔ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ وہ خاص اولیاء اللہ میں داخل ہیں۔ ۳؎ یعنی اس دن جلال و ہیبت حجاب بن جائے گی کوئی کسی کو نہ دیکھے گا۔ سب کی نظر آسمان پر ہوگی۔ قدم زمین پر آج بھی بڑی آفت میں سامنے والا آدمی پاس کی چیز نظر نہیں آتی۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ اَلَيْسَ الَّذِىْ اَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِى الدُّنْيَا قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۹۷) روایت ہے حضرت انس سے ایک شخص نے عرض کیا یا نبی اللہ قیامت کے دن کافر اپنے چہرے کے بل کس طرح محشر میں لایا جائے گا ۱؎ فرمایا کہ جس نے دنیا میں دو پاؤں پر چلایا وہ اس پر قادر نہیں کہ اسے قیامت کے دن اس کے منہ کے بل چلائے ۲؎ (مسلم بخاری)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۵۲۹۷) ۱؎ان صاحب نے یہ سوال جب کیا جبکہ حضور انور نے خبر دی کہ کفار اپنی قبروں سے زمین حشر تک منہ کے بل گھسٹتے یا رینگتے ہوئے جائیں گے ۲؎یعنی اللہ تعالٰی کی قدرت سے یہ بعید نہیں کہ اس دن کفار کو سانپ کی طرح رینگتا ہوا زمین شام تک لے جائے۔اس پر شبہ یا تعجب نہ کرو۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَلْقٰی اِبْرَاهِیْمُ اَبَاهُ اٰزَرَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَعَلٰی وَجْهِ اٰزَرَ قَتَرَةٌ وَّغَبَرَةٌ فَیَقُوْلُ لَهٗ اِبْرَاهِیْمُ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ لَا تَعْصِنِیْ فَیَقُوْلُ لَهٗ اَبُوْهُ فَالْیَوْمَ لَا اَعْصِیْكَ فَیَقُوْلُ اِبْرَاهِیْمُ یَا رَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَّنِیْ اَلَّا تُخْزِیَنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ فَاَیُّ خِزْیٍ اَخْزٰی مِنْ اَبِی الْاَبْعَدِ فَیَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنِّیْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَی الْكَافِرِیْنَ ثُمَّ یُقَالُ لِاِبْرَاهِیْمَ مَا تَحْتَ رِجْلَیْكَ فَیَنْظُرُ فَاِذَا هُوَ بِذِیْخٍ مُّتَلَطِّخٍ فَیُؤْخَذُ بِقَوَآئِمِهٖ فَیُلْقٰی فِی النَّارِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۲۹۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا حضرت ابراہیم اپنے باپ آزر سے قیامت کے دن کہیں گے آزر کے منہ پر سیاہی اور مٹیلا رنگ ہوگا ۱؎اس سے ابراہیم فرمائیں گے کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کر۔ان کا باپ کہے گا کہ اب میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا ۲؎جناب ابراہیم کہیں گے اے رب تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے تو مجھے رسوا نہ کرے گا تو میرے ہلاکت والے باپ سے بڑھ کر کون سی رسوائی بڑی ہے۔۳؎اللہ تعالٰی فرمائے گا کہ میں نے کفار پر جنت حرام کردی ہے۔۴؎پھر حضرت ابراہیم سے کہا جائے گا کہ تمہارے پاؤں کے نیچے کیا ہے وہ دیکھیں گے ۵؎کہ وہ ایک لتھڑے ہوئے بھیڑیئے پر ہے ۶؎پھر آزر کے ہاتھ پاؤں پکڑ لئے جائیں گے اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا ۷؎(بخاری)

(۵۲۹۸) ۱؎تحقیق یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا ہے۔قرآن کریم یا حدیث شریف میں اسے باپ کہنا مجازًا ہے۔ان کے والد کا نام تارح ہے وہ مومن موحد تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد از آدم علیہ السلام تا حضرت عبداللہ سارے ہی مومن موحد ہیں۔کوئی مشرک' کافر' زانی نہیں۔یہ نسب پاک ان دونوں عیبوں سے منزہ ہے۔قیامت کے دن کفار کے چہرے کالے ہوں گے۔مومنوں کے منہ اجیالے۔یہ چہروں کے رنگ دلوں کے رنگ کے مطابق ہوں گے۔حضرت بلال کا حسن وہاں دیکھنا انشاء اللہ۔یہاں باپ کہہ کر آزر فرمادیا گیا تاکہ کوئی حقیقی والد نہ سمجھ لے چچا ہی سمجھے (اشعہ) ۲؎آزر یہ الفاظ بطور توبہ کہے گا کہ میں نے گزشتہ زمانہ میں غلطی کی اب ہر طرح تمہاری اطاعت کروں گا۔مجھے بچالو مگر توبہ کی جگہ دنیا ہے۔اس لئے اب یہ سب کچھ بے کار ہوگا۔۳؎یعنی آزر کا دوزخ میں جانا میرے لئے بدنامی کا باعث ہے تو اسے بخش دے ابعد فرما کر یہ بتایا کہ یہ تیری رحمت سے یا مجھ سے بہت دور رہا۔متقی مومن اللہ سے نبی سے قریب ہے۔اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (۷:۵۶) بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔(کنزالایمان) اور گنہگار مومن ان سے کچھ دور ہے۔مگر کافر ان سے بہت ہی دور ہے کہ عملاً بھی دور ہے۔عقیدۃً بھی دور یا یہ مطلب ہے کہ یہ میری محبت سے دور ہے۔مجھے اس سے محبت نہیں بلکہ اپنی بدنامی کا خوف ہے۔قیامت میں کسی مسلمان کو کسی کافر قرابت دار سے مطلقاً محبت نہ ہوگی۔۴؎یعنی اے میرے پیارے خلیل اس کے دوزخی ہونے میں آپ کو رسوائی قطعاً نہیں۔اگر یہ مومن متقی ہوتا پھر دوزخی ہوتا تو آپ کی بدنامی ہوتی کہ نبی کی خبر غلط نکلی انہوں نے متقی مومنوں سے جنت کا وعدہ کیا تھا غلط ہوا۔یہ تو اپنے کفر کی وجہ سے

https://archive.org/details/@madni_library

دوزخ میں جارہا ہے نہ کہ آپ کا عزیز قریبی ہونے کی وجہ سے۔ یہ ہے رب تعالیٰ کا کرم اپنے خلیل پر۔ ۴؎ معلوم ہوا کہ حضرت خلیل اللہ کی نگاہ بچا کر آزر کو دوزخ میں پھینکا جائے گا آپ کے سامنے نہیں اس میں بھی جناب خلیل اللہ کا احترام ہے یا یہ مطلب ہے کہ حضرت خلیل خود آزر کو اپنے پاؤں کے نیچے دیکھیں گے یہ ہی ظاہر ہے۔ ۵؎ ذیخ کا ترجمہ ہے بھیڑیا متلطخ بمعنی لتھڑا ہوا گارے کیچڑ وغیرہ میں یعنی اب حضرت خلیل دیکھیں گے کہ آزر بجائے شکل انسانی کے بھیڑیئے کی شکل میں ہے۔ ڈراؤنا' ہیبت ناک' اور وہ بھی کیچڑ میں لتھڑا ہوا' گھناؤنا' اس حالت کو دیکھ کر آپ کے دل میں سخت نفرت پیدا ہوگی۔ خیال رہے کہ وہاں شکلوں پر دلوں کا حال نمودار ہوگا۔ چونکہ آزر دنیا میں حضرت ابراہیم کیلئے بھیڑیا یا موذی تھا اور اس کا دل کفر میں لتھڑا ہوا تھا اس لئے اس کی شکل یہ ہوگی۔ ۶؎ خیال رہے کہ اس واقعہ میں نہ تو حضرت خلیل نے آزر کی شفاعت فرمائی اور نہ رب تعالیٰ نے آپ کی شفاعت روکی بلکہ آپ نے اپنی عزت کا سوال فرمایا۔ رب تعالیٰ نے آپ کو مطمئن فرما کر آپ کی عزت کی حفاظت فرما کر آزر کو اس کے اصلی روپ میں دکھا کر حضرت خلیل اللہ کو اس سے متنفر فرما کر اسے دوزخ میں ڈالا لہذا یہ حدیث شریف پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ نبی نے کافر کی شفاعت کیوں فرمائی۔ نہ یہ کہ نبی کی شفاعت منظور کیوں نہ ہوئی۔ آپ نے اس کی شفاعت یا دعا کا ایک لفظ بھی یہاں نہ فرمایا۔ اپنے متعلق عرض کیا جیسے حضرت نوح نے کنعان بیٹے کے متعلق فرمایا تھا: اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ (۴۵:۱۱) یہ شفاعت نہ تھی بلکہ ایک مسئلہ کا جواب پوچھنا تھا کہ اگر کفار مجھ پر سوال کریں تو میں کیا جواب دوں اسی لئے کنعان کے ڈوبنے کے چھ ماہ بعد یہ عرض کیا۔ جب کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرَقُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يَذْهَبَ عَرَقُهُمْ فِي الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا وَّيُلْجِمُهُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰذَانَهُمْ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۲۹۹) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن لوگ پسینہ پسینہ ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر گز چلا جائے گا اور ان کی لگام بن جائے گا حتیٰ کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا ۱؎ (مسلم بخاری)

(۵۲۹۹) ۱؎ یہ حال ان لوگوں کا ہوگا جنہیں عرش اعظم کا سایہ میسر نہ ہوگا۔ سایہ والے لوگ بڑے آرام سے ٹھنڈی چھاؤں میں ہوں گے۔ وہاں پسینہ کیسا' عادل بادشاہ' جوان صالح' اکیلے میں اپنے گناہ یاد کرکے رونے والا' عرش کے سایہ میں ہوں گے پھر اولیاء انبیاء کا کیا پوچھنا' دنیا ان کے سایہ میں ہوگی۔ وہ خود سایہ ہوں گے۔ شعر:-

امی ودقیقہ داں عالم بے سایہ وسائبان عالم

یہ پسینہ سورج اور دوزخ کی گرمی' انتہائی پریشانی وفکر اور ندامت کی وجہ سے ہوگا۔ (مرقات) اور مطابق اپنے اعمال کے ہوگا۔ زیادہ گناہ کئے تو پسینہ زیادہ۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ ہر ایک کا پسینہ الگ ہوگا۔ دوسروں کے پسینہ سے مل کر دریا نہ بنے گا۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مچھلی سے پانی میں طاق بن گیا۔ بعض نے فرمایا کہ تمام پسینوں کا دریا بن جائے گا مگر یہ دریا کسی کے ٹخنوں تک کسی کے منہ تک جیسے ایک ہی قبر میں مومن مردہ جنت میں ہے کافر مردہ دوزخ میں' ایک چار پائی پر دو آدمی سو رہے ہیں' ایک اچھی خواب سے خوش ہے دوسرا بری خواب سے پریشان (مرقات)

وَعَنِ الْمِقْدَادِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ

(۵۳۰۰) روایت ہے حضرت مقداد سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن سورج مخلوق کے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَّاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ .(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

قریب کردیا جائے گا حتیٰ کہ ان سے میل کی مقدار رہ جائے گا۱تو لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینہ میں ہوں گے۲بعض وہ ہوں گے کہ ان کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا۔بعض وہ جن کے گھٹنوں تک ہوگا اوربعض وہ جن کی کمر تک ہوگا اور ان میں بعض وہ ہوں گے کہ پسینہ ان کی لگام بن جائے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ شریف سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۳(مسلم)

(۵۳۰۰) ۱ظاہر یہ ہے کہ میل سے مراد راستہ کا میل ہے کوس کا تہائی حصہ آج کل ہمارے ہاں آٹھ فرلانگ کا میل ہوتا ہے۔ عرب میں پانچ فرلانگ کا جسے کیلو کہتے ہیں۔بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں میل سے مراد سرمہ کی سلائی ہے بہرحال ہوگا نہایت ہی قریب۔۲اعمال سے مراد گناہ ہیں یعنی بعض اعمال خواہ کفر ہو یا دوسرے گناہ اس پسینہ کی تحقیق ابھی ابھی ہو چکی ۳اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اس پسینہ میں ڈوبا نہ ہوگا۔بعض قریب ڈوبنے کے ہوں گے اس اختلاف حال کی وجہ ابھی کچھ پہلے عرض کردی گئی ہے۔ خیال رہے کہ فم منہ کو کہتے ہیں اور وجہ چہرہ کو۔فی بنا ہے فم سے بمعنی منہ۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ ۣالْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَاٰدَمُ فَيَقُوْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ قَالَ اَخْرِجْ بَعْثَ النَّارِ قَالَ وَمَا بَعْثُ النَّارِ قَالَ مِنْ كُلِّ اَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ فَعِنْدَهٗ يُشِيْبُ الصَّغِيْرُ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَاَيُّنَا ذٰلِكَ الْوَاحِدُ قَالَ اَبْشِرُوْا فَاِنَّ مِنْكُمْ رَجُلًا وَّمِنْ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ اَلْفٌ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا رُبُعَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا ثُلُثَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا نِصْفَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَكَبَّرْنَا فَقَالَ مَا اَنْتُمْ فِي النَّاسِ اِلَّا كَالشَّعْرَةِ السَّوْدَاءِ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَبْيَضَ اَوْ كَشَعْرَةٍ بَيْضَاءَ فِيْ جِلْدِ ثَوْرٍ اَسْوَدَ .
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۰۱) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے آدم وہ عرض کریں گے حاضر ہوں۔خدمت گزار ہوں اور ساری بھلائی تیرے قبضہ میں ہے۱فرمائے گا آگ کا حصہ نکالو۲عرض کریں گے آگ کا حصہ کیا ہے فرمائے گا ہر ہزار سے نو سو ننانوے۳تو اس وقت بچے بڈھے ہو جائیں گے اور ہر حمل والی اپنا حمل گرادے گی۴اور تم لوگوں کو نشہ میں دیکھو گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے۵لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے۔لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ وہ ایک ہم میں سے کون ہوگا۶فرمایا خوش ہو جاؤ کہ تم میں سے ایک شخص اور یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار ۷پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں امید کرتا ہوں کہ تم لوگ جنتیوں کے چوتھائی ہو گے تو ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم جنتیوں کے تہائی ہوؤ گے ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم جنتیوں میں آدھے ہو گے ۸ہم نے تکبیر کہی ۹پھر فرمایا تم لوگوں میں نہیں مگر ایسے جیسے سفید بیل کی کھال میں ایک کالا بال یا جیسے کالے بیل کی کھال میں ایک سفید بال ۱۰(مسلم بخاری)

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۳۰۱) ۱؎ یہ فرمان عالی قیامت کے دن ہوگا۔حساب سے پہلے شاہی آستانہ کا ادب یہ ہے کہ نداء کے جواب میں صرف بلی یا لبیک نہ کہا جائے بلکہ اپنی وفاداری' سلطان کی اور دربار کی خدمت گزاری کا بھی ذکر کیا جائے بادشاہ کی تعریف بھی کی جائے ۲؎ یعنی اپنی اولاد میں سے کفار کو جو آگ کا حصہ ہیں مومنین سے الگ کرو معلوم ہوا کہ یہ چھانٹ حضرت آدم علیہ السلام سے کرائی جائے گی ۳؎ یہاں فی ہزار ایک جنتی فرمایا گیا باقی دوزخی حضرت ابوہریرہ سے روایت فی سینکڑہ ایک جنتی تھا باقی دوزخی اس فرق کی چند وجوہ ہوسکتی ہیں یا تو وہاں یاجوج ماجوج کے سواء باقی انسانوں کا ذکر تھا اور یہاں مع یاجوج ماجوج کا ذکر ہے یا وہاں صرف کفار کا ذکر تھا جو ہمیشہ کے دوزخی ہیں اور یہاں کفار اور مومن گنہگار سب شامل ہیں۔مومن گنہگار عارضی دوزخی ہیں یا وہاں صرف انسان کفار کا ذکر تھا یہاں جن وانس سارے کافروں کا ذکر ہے اور ممکن ہے کہ دونوں عدد کثرت وزیادتی بیان کرنے کے ہوں خاص تعداد مراد نہ ہو جیسے ہم کہتے ہیں جلسہ میں بیسیوں آدمی تھے ۴؎ یعنی اگر اس دن نومولود بچے اور عورتوں کے حمل ہوتے تو اس صدمہ سے بچے تو بڈھے ہوجاتے اور عورتیں حمل گرادیتیں۔اس فرمان کی دہشت سے۔۵؎ یہاں حقیقت مراد ہے یعنی یہ سن کر لوگوں کے ہوش اڑ جائیں گے جیسے انہوں نے نشہ پیا ہے مگر یہ نشہ نہ ہوگا ہیبت الٰہی ہوگی۔اس سے بھی حضرات انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ علیحدہ ہیں اور تمہیں اس دن گھبراہٹ نہ ہوگی نہ خوف رب تعالٰی فرماتا ہے: لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ (۲۱:۱۰۳) انہیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ (۱۰:۶۲) نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔(کنزالایمان) ۶؎ حضرات سامعین پر خوف الٰہی ایسا طاری ہوا کہ وہ سمجھے ہم مومنین یا ہم صحابہ میں سے ایک فی ہزار جنتی ہوگا۔تب یہ عرض کی ۷؎ یعنی یہ تعداد صرف تم میں سے نہ پوری کی جائے گی بلکہ اولین وآخری جس میں قوم یاجوج اور قوم ماجوج بھی داخل ہے انہیں ملا کر پوری کی جائے گی اس لحاظ سے واقعی مومن ایک ہے اور کافر نوسوننانوے تم کو اس کا کیا خوف۔۸؎ یعنی اولاً تم لوگ تمام اولین وآخرین جنتیوں میں چہارم ہوگے کہ تین حصوں میں سارے جنتی انسان از آدم تا عیسٰی علیہ السلام اور چوتھائی تم پھر تم نصف تہائی ہو جاؤ گے پھر آدھے دوسری روایات میں ہے کہ دو تہائی جنتی حضور کی امت ایک تہائی میں سارے لوگ۔مگر اس طرح کہ مسلمان جنت میں آگے پیچھے پہنچیں گے جب سارے مسلمان داخل ہوجائیں گے تب حضور کی امت ۲/۳ اور باقی امتیں ۱/۳ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوزخی انسان زیادہ ہیں جنتی تھوڑے وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (۳۴:۱۳) لیکن جنت میں فرشتے اور حور وغلمان بھی ہوں گے ان کا مجموعہ دوزخی جن وانسانوں سے بڑھ جائے گا۔غلبت رحمتی علی غضبی اس طرح ہوگا ۹؎ اس سے معلوم ہوا کہ وعظ وتقریر اچھی خوشخبری اعلٰی نکتہ سن کر نعرہ تکبیر لگانا سنت صحابہ ہے۔جو آج کل بھی رائج ہے۔۱۰؎ یعنی سارے مومنین یا میری امت کے سارے مومنین تمام کفار جن وانس کے مقابلہ ایسی نامعلوم نسبت رکھتے ہیں جیسے کالے بیل کی کھال میں ایک سفید بال۔خیال رہے کہ یہ نسبت سارے کفار کے لحاظ سے ہے۔مجموعہ کفار سے مسلمان واقعی تھوڑے ہیں۔ورنہ آج دنیا میں مسلمانوں کی مردم شماری ہر کافر قوم سے زیادہ ہے۔آج مسلمان دنیا میں قریباً ایک ارب ہیں ان کے بعد عیسائیوں کی تعداد ہے پھر دوسری قوموں کی لیکن اگر سب کافر ملائے جائیں اور قوم یاجوج ماجوج بھی ملالی جائے تو اس مجموعہ میں مسلمان کالی گائے کی کھال میں ایک سفید بال ہی ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ یَکْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهٖ وَیَسْجُدُلَهٗ کُلُّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ وَّیَبْقٰی مَنْ کَانَ یَسْجُدُ فِی الدُّنْیَا

(۵۳۰۲) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہمارا رب اپنی پنڈلی قدرت کھولے گا ۱؎ اور اسے ہر مومن مرد وعورت سجدہ کریں گے ۲؎ وہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

رِيَآءً وَّسُمْعَةً فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ فَيَعُوْدُ ظَهْرُهُ طَبَقًا وَّاحِدًا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

لوگ باقی رہ جائیں گے جو دنیا میں دکھلاوے یا شہرت کیلئے سجدہ کرتے تھے وہ سجدہ کرنے لگیں گے تو ان کی پیٹھ ایک تختہ بن جائے گی۳؎ (مسلم، بخاری)

(۵۳۰۲) ۱؎ احتیاط یہ ہے کہ اس حدیث کو متشابہات سے مانو اس پر ایمان لاؤ مگر اس کا مطلب رب کے حوالہ کرو کیونکہ رب تعالیٰ پنڈلی وغیرہ اعضاء وغیرہ سے پاک ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اپنے نور کی تجلی فرمائے گا تجلی نور کو ساق سے تعبیر فرمایا گیا۔ قرآن کریم میں ہے یَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ (۶۸،۴۲) جس دن ایک ساق کھولی جائے گی (جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے) اور سجدہ کو بلائے جائیں گے۔ (کنزالایمان) وہاں پنڈلی سے مراد انسانوں کی پنڈلی ہوسکتی ہے کہ ان پر ایسی مصیبت طاری ہوگی کہ ان کی پنڈلی کھل جائے گی مگر یہاں یہ مطلب نہیں ہوسکتا کیونکہ یہاں ساقہ فرمایا گیا کہ رب اپنی پنڈلی ظاہر فرمائے گا۔ ۲؎ یہ اس وقت ہوگا جب کھلے کافر چھانٹ کر الگ کئے جا چکے ہوں گے یہاں صرف مومنین مخلصین اور منافقین رہ جائیں گے۔ یہ سجدہ مخلصین اور منافقین میں چھانٹ کیلئے ہوگا۔ ۳؎ یعنی مخلصین تو درست سجدے کرلیں گے مگر ریاکار اور منافقین سجدہ کرنے کی کوشش کریں گے مگر نہ کرسکیں گے ان کی پیٹھ تختہ کی طرح اکڑ جائے گی جس سے وہ بجائے سجدہ کے اوندھے گر جائیں گے یہ سجدہ مخلص و منافق میں چھانٹ کیلئے ہوگا مگر ان مخلصین میں متقی و گنہگار شامل ہوں گے۔ یہ سب اپنے رب کو سجدہ کریں گے اور صحیح کریں گے وہ سجدہ بڑے مزے کا ہوگا یار سامنے ہے گنہگار سجدہ میں گر رہا ہے اللہ وہ سجدہ ہمیں بھی نصیب کرے۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَاْتِي الرَّجُلُ الْعَظِيْمُ السَّمِيْنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَزِنُ عِنْدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَّقَالَ اقْرَءُوْا فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۰۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک بڑا موٹا آدمی قیامت کے دن آئے گا ۱؎ اللہ کے نزدیک مچھر کے پر برابر وزن نہ دے گا ۲؎ اور فرمایا کہ یہ تلاوت کرو کہ ہم قیامت کے دن ان کا وزن نہ رکھیں گے ۳؎ (مسلم، بخاری)

(۵۳۰۳) ۱؎ عظیم سے مراد ہے دنیا میں درجہ کا بڑا، سمین سے مراد ہے جسم کا موٹا تازہ فربہ یعنی وہ دنیا میں سردار مالدار بھی تھا اور تندرست و توانا بھی مگر تھا منافق یا کافر ۲؎ یعنی وہ کافر و منافق اور اس کے اعمال مچھر کے پر برابر بھی وزن نہ دیں گے کیونکہ ان میں ایمان نہیں وزن ایمان و اخلاص کا ہوتا ہے۔ ۳؎ اس آیت کریمہ کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ وزن بمعنی میزان ہے یعنی ہم قیامت میں کفار کیلئے میزان قائم ہی نہیں کریں گے کیونکہ وہاں وزن بات سے نہ ہوگا بلکہ نیکیوں کا بدیوں سے ہوگا۔ کافر کے پاس نیکیاں ہی نہیں پھر وزن کیسا دوسرے یہ کہ وزن بمعنی بوجھ ہے اور معنی یہ ہیں کہ کفار کی نیکیوں میں ہم وزن نہیں رکھیں گے کہ ان کی نیکیاں صدقات خیرات وغیرہ تولے جائیں گے مگر بہت ہی ہلکے ہوں گے یہ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں کیونکہ قرآن کریم دوسری جگہ فرماتا ہے: وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (۱۰۱،۸-۹) اور جس کی تولیں ہلکی پڑیں وہ نیچا دکھانے والی گود میں ہے۔ (کنزالایمان) جس سے معلوم ہوا کہ کفار کی نیکیاں تولی جائیں گی مگر نہ اٹھیں گی۔

https://archive.org/details/@madni_library

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُهَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ اَخْبَارَهَا اَنْ تَشْهَدَ عَلٰی كُلِّ عَبْدٍ وَّاَمَةٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰی ظَهْرِهَا اَنْ تَقُوْلَ عَمِلَ عَلَیَّ كَذَا وَكَذَا یَوْمَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَهٰذِهٖ اَخْبَارُهَا ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ) وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ غَرِیْبٌ

(۵۳۰۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی کہ اس دن زمین اپنی خبریں دے گی فرمایا کہ جانتے ہو کہ زمین کی خبریں کیا ہیں۱؎ لوگوں نے عرض کیا اللہ رسول ہی خوب جانتے ہیں فرمایا اس کی خبریں یہ ہیں کہ ہر بندے اور بندی پر گواہی دے گی جو اس نے اس کی پشت پر عمل کئے۲؎ کہ کہے گی کہ مجھ پر فلاں فلاں دن فلاں فلاں عمل کئے فرمایا کہ زمین کی خبریں یہ ہیں۳؎ (احمد، ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(۵۳۰۴) ۱؎ حضور انور کا یہ سوال خود جواب دینے کیلئے ہے جو بات پوچھ کر بتائی جائے وہ خوب یاد رہتی ہے۔ اس لئے اس طرح بتایا خود سائل خود مجیب۔ ۲؎ زمین کی پیٹھ عام ہے خود زمین، مکان کی چھت، پہاڑ کی چوٹی، سمندر کی سطح، ہوائی جہاز کی سیٹ جہاں بھی کوئی عمل کیا جائے وہ زمین کی پیٹھ پر ہی ہے۔ کیونکہ پہاڑ بھی زمین پر ہے اور پانی و ہوا بھی زمین پر ان میں سے جہاں بھی کچھ کیا جائے وہ زمین کی پیٹھ پر ہی ہے۔ قبر کو زمین کا پیٹ کہا جاتا ہے اور ظاہری زمین کو زمین کی پیٹھ۔ ۳؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ زمین میں حواس ہیں یہ عمل کرنے والوں کو بھی پہچانتی ہے۔ ان کے عملوں کو بھی اس کی یہ جان پہچان تفصیل وار ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین کو قیامت کے دن ہر ایک کی پہچان ہوگی ان کا ہر عمل یاد ہوگا۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ یَّمُوْتُ اِلَّا نَدِمَ قَالُوْا وَمَا نَدَامَتُهٗ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ اَنْ لَّا یَكُوْنَ ازْدَادَ وَاِنْ كَانَ مُسِیْئًا نَدِمَ اَنْ لَّا یَكُوْنَ نَزَعَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۵۳۰۵) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی نہیں جو مرے مگر شرمندہ ہوگا۱؎ عرض کیا یارسول اللہ اس کی شرمندگی کیا ہوگی فرمایا اگر نیک کار ہوگا تو شرمندہ ہوگا کہ اس نے زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں۲؎ اور گنہگار ہوا تو شرمندہ ہوگا کہ وہ کیوں باز نہ آیا۳؎ (ترمذی)

(۵۳۰۵) ۱؎ لہذا ہر شخص کو چاہئے کہ موت سے پہلے زندگی کو، بیماری سے پہلے تندرستی کو، مشغولیت سے پہلے فراغت کو غنیمت جانے۔ جتنا موقع ملے کر گزرے۔ اشعار:

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کرلے ۔۔۔ اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

اس دنیا کا ایک ہی پھیرا مڑ نہیں آنا دوجی وار ۔۔۔ جو کرنا ہے کر لے یار ہو جا سمجھدار

۲؎ حتی کہ اگر کوئی شخص اپنی ساری زندگی سجدہ سجود میں گزار دے وہ یہ کہے گا کہ میری عمر اور زیادہ کیوں نہ ہوئی کہ میں سجدے سجود اور

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

زیادہ کرلیتا اورآج سے بھی اونچا درجہ پاتا۔اس فرمان عالی سے بھی انبیاء کرام علیحدہ ہیں انہیں وہاں ندامت کیسی وہ تو عظمت کے انتہائی درجہ میں ہوں گے۔۳؎ اس فرمان میں کفار اور گناہگار سب داخل ہیں کفار کو شرمندگی ہوگی کہ ہم مسلمان کیوں نہ بنے۔گناہگاروں کو شرمندگی ہوگی ہم نیک کار پرہیزگار کیوں نہ بنے۔گناہوں سے باز کیوں نہ آئے مگر کفار کو اس وقت کی یہ ندامت کام نہ دے گی۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلٰثَةَ اَصْنَافٍ صِنْفًا مُشَاةً وَّصِنْفًا رُكْبَانًا وَّصِنْفًا عَلٰى وُجُوْهِهِمْ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَيْفَ يَمْشُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ قَالَ اِنَّ الَّذِىْ اَمْشَاهُمْ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ يُمْشِيَهُمْ اَمَا اِنَّهُمْ يَتَّقُوْنَ بِوُجُوْهِهِمْ كُلَّ حَدَبٍ وَّشَوْكٍ۔(رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ)

(۵۳۰۶) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ قیامت کے دن تین طرح جمع کئے جائیں گے۱؎ ایک قسم پیدل ایک قسم سوار۲؎ اور ایک قسم اپنے چہروں پر۔عرض کیا گیا یارسول اللہ وہ اپنے چہروں پر کیسے چلیں گے فرمایا جس نے انہیں ان کے قدموں پر چلایا ہے وہ اس پر قادر ہے کہ انہیں ان کے چہروں پر چلائے۳؎ آگاہ رہو کہ وہ اپنے چہروں سے ہر ٹیلے اور کانٹے سے بچیں گے۔(ترمذی)

(۵۳۰۶) ۱؎ غالبًا یہ تین جماعتیں محشر سے جنت دوزخ جاتے وقت ہوں گی کہ مسلمان گناہگار تو پیدل ہوں گے متقی حضرات سوار کفار اوندھے منہ پیٹ کے بل رینگتے ہوئے چلیں گے۔قبروں سے محشر کی طرف سب پیدل جائیں گے۔جیسا کہ پچھلی حدیث میں گزرا۔ممکن ہے کہ قبروں سے محشر کی طرف ان مختلف طریقوں سے لوگ جائیں دوسرا احتمال اس لئے قوی ہے کہ یہاں محشر فرمایا گیا یعنی جمع کئے جائیں گے یا محشر کی طرف جائیں گے۔۲؎ یہ دوسری جماعت اپنی قربانیوں نیک اعمال پر سوار ہوں گے خیال رہے کہ مومن اپنے اعمال پر سوار ہوں گے اور کفار پر ان کا مال ان کے اعمال سوار ہوں گے۔ربّ تعالٰی فرماتا ہے:وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ (۲۹،۱۳) اور بے شک ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ۔(کنزالایمان) جیسے تندرست آدمی غذا پر سوار ہوتا ہے اور پیٹ کے مریض پر غذا سوار ہوتی ہے۔چونکہ پیدل لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگی سواروں کی کم اس لئے پیدل لوگوں کا ذکر پہلے فرمایا۔درجہ ان سواروں کا زیادہ ہوگا۔۳؎ یعنی یہ بات اللہ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں وہ بڑی قدرتوں والا ہے وہ اس دن انہیں سانپ کی طرح چلائے گا یعنی اس طرح چلنے میں اس کا سر آگے ہوگا باقی حصہ پیچھے اب اگر ٹیلے روڑے وغیرہ کی ٹھوکر کھائے گا تو سر سے کانٹا لگے گا تو سر میں غرضکہ راستہ کی ہر آفت سر برداشت کرے گا۔جیسے دنیا میں راستہ کی ہر مصیبت پاؤں برداشت کرتے ہیں۔اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر محشر سے دوزخ کی طرف ہے کیونکہ قبروں سے محشر کی طرف جاتے وقت ساری زمین میدہ کی روٹی کی طرف صاف کردی جائے گی کہ وہاں نہ خار نہ غار نہ ٹیلہ نہ کنکر وغیرہ جیسا کہ پہلے احادیث میں گزر گیا۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّهٗ رَاْىُ عَيْنٍ فَلْيَقْرَاْ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ۔(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِىُّ)

(۵۳۰۷) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے یہ پسند ہو کہ قیامت کا دن آنکھوں دیکھے کی طرح دیکھے۱؎ تو اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ کی تلاوت کرے۲؎

(احمد،ترمذی)

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۳۰۷) ۱؎ سن کر یقین کو علم الیقین کہتے ہیں۔ دیکھ کر یقین عین الیقین کہلاتا ہے۔ اندر داخل ہو کر آزما کر یقین حق الیقین کہلاتا ہے۔ ابھی ہم لوگوں کو قیامت اور وہاں کے حالات کا یقین ہے مگر علم الیقین۔ سرکار فرماتے ہیں کہ اگر تم قیامت کا عین الیقین چاہتے ہو تو یہ سورتیں پڑھو۔ ان میں قیامت کا ایسا نقشہ کھینچا گیا ہے جیسے کہ بندہ اسے خود دیکھ ہی رہا ہے۔ بعض بیان ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سننے سے خبر گویا سامنے آجاتی ہے۔ ۲؎ ان سورتوں میں قیامت کا بیان اس کے حالات ایسے طریقہ سے بیان ہوئے ہیں کہ قیامت گویا سامنے آجاتی ہے۔ بعض وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کا ذکر ایسے ہی فرماتے تھے کہ قیامت کا نقشہ نگاہوں کے سامنے کھنچ جاتا تھا۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ اِنَّ الصَّادِقَ الْمَصْدُوْقَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنِیْ اَنَّ النَّاسَ یُحْشَرُوْنَ ثَلٰثَةَ اَفْوَاجٍ فَوْجًا رَاكِبِیْنَ طَاعِمِیْنَ كَاسِیْنَ وَفَوْجًا یَسْحَبُهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ وَتَحْشُرُهُمُ النَّارُ وَفَوْجًا یَمْشُوْنَ وَیَسْعَوْنَ وَیُلْقِی اللّٰهُ الْاٰفَةَ عَلَی الظَّهْرِ فَلَا یَبْقٰی حَتّٰی اَنَّ الرَّجُلَ لَتَكُوْنُ لَهُ الْحَدِیْقَةُ یُعْطِیْهَا بِذَاتِ الْقَتَبِ لَا یَقْدِرُ عَلَیْهَا۔
(رَوَاهُ النِّسَائِیُّ)

(۵۳۰۸) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں کہ سچ کہنے والے سچی خبر دینے والے ۱؎ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ لوگ تین فوجوں میں جمع کئے جائیں گے ۲؎ ایک فوج سوار عیش والے لباس پہنے ہوئے ۳؎ اور ایک فوج فرشتے ان کے چہروں پر گھسیٹیں گے اور انہیں آگ جمع کرے گی ۴؎ اور ایک فوج جو چلیں گے اور دوڑیں گے ۵؎ اللہ تعالٰی ان کی سواری پر آفت ڈال دے گا وہ باقی نہ رہے گی حتی کہ ایک شخص جس کے پاس باغ ہوگا وہ ایک قابل سواری اونٹ کے عوض دے گا مگر وہ اس پر قادر نہ ہوگا ۶؎ (نسائی)

(۵۳۰۸) ۱؎ یعنی حضور انور کی دو صفتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آپ ہم کو سچی خبریں دیتے ہیں دوسرے یہ کہ رب تعالٰی انہیں سچی خبریں دیتا ہے۔ سچ سننے والے، سچ بولنے والے صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۲؎ حشر کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ قریب قیامت عدن سے ایک عالمگیر آگ اٹھے گی۔ جو تمام دنیا کو فلسطین میں پہنچا دے گی۔ یہ حشر اول ہے۔ دوسرے یہ کہ دوسرا صور پھونکنے پر مردے قبروں سے اٹھ کر فلسطین پہنچیں گے۔ تیسرے یہ کہ فیصلہ ہو چکنے پر لوگ اپنے ٹھکانوں کی طرف چلیں گے۔ غالب یہ ہے کہ یہاں پہلا حشر مراد ہے جیسا کہ آگے والے مضمون سے ظاہر ہے۔ ممکن ہے کہ دوسرا یا تیسرا حشر مراد ہو۔ ۳؎ یعنی یہ لوگ اطمینان سے اپنی سواریوں پر سوار ہو کر سفر کریں گے اعلٰی لباس پہنے ہوئے۔ اگر پہلا حشر مراد ہے تو سواریوں سے مراد ان کی اپنی مملوکہ سواریاں جو اس وقت ان کے قبضے میں ہوں گی اور اگر تیسرا حشر مراد ہے تو قربانی یا اپنے اعمال پر سواریاں مراد ہیں اور اگر دوسرا حشر مراد ہے تو سواری پر خاص خاص لوگ ہوں گے۔ باقی لوگ پیدل یہ سواری ان خاص لوگوں کو رب کی طرف سے مہیا کی جائے گی۔ ۴؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں آگ سے مراد وہی عالمگیر آگ ہے جو عدن سے اٹھ کر تمام لوگوں کو حشر کے میدان تک پہنچادے گی۔ اس صورت میں ملائکہ کے کھینچنے سے مراد ہے ان کا نہایت ذلت کے ساتھ چلنا فرشتے انہیں نظر نہیں آئیں گے۔ مگر کام کریں گے۔ جیسے آج فرشتے ہمارے ساتھ رہتے اپنا کام کرتے ہیں ہم کو نظر نہیں آتے یہ اس صورت میں ہے کہ حشر سے مراد پہلا حشر ہو یعنی زندہ لوگوں کا زمین فلسطین میں پہنچنا، جمع ہونا اور اگر دوسرا یا تیسرا حشر مراد ہے تو فرشتوں کا انہیں کھینچنا ظاہر ہے۔ اس صورت میں تحشر کا فاعل فرشتے ہیں اور النار کو فتح ہے اصل میں الی النار تھا یعنی فرشتے انہیں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

دوزخ کی طرف گھسیٹیں گے۔ (اشعہ) ۵؎ یعنی یہ پیادہ لوگ اطمینان سے نہیں جائیں گے بلکہ بھاگتے ہوئے جائیں گے۔ ۶؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پہلا حشر مراد ہے یعنی اپنی قبروں سے زمین فلسطین کی طرف جانا اور مطلب یہ ہے کہ اس وقت سواریاں بہت زیادہ ہلاک ہو چکی ہوں گی جب اس بھاگڑ کا وقت آئے گا تو باغ یا کھیت یا باغ کا مالک چاہے گا کہ کوئی میری یہ زمین لے لے اور مجھے ایک اونٹ قابل سواری دیدے مگر کوئی نہ دے گا کیونکہ اب باغ کھیت بے کار ہو چکے ہوں گے۔ جب یہاں سے بھاگ جانا ہی ہے تو باغ یا کھیت کا کیا فائدہ۔ یہ حدیث علامات قیامت میں آنی چاہئے تھی نہ کہ حشر کے بیان میں مگر صاحب مصابیح کی اتباع میں صاحب مشکوٰۃ نے یہاں ہی بیان کردی بعض نے فرمایا کہ اس پوری حدیث میں دوسرے یا تیسرے حشر کا ذکر ہے مگر بعض راویوں نے یلقی اللہ الافۃ الخ ایک دوسری حدیث کا ٹکڑا اس میں داخل کردیا ہے۔ اس صورت میں مطلب ظاہر ہے (مرقات) خیال رہے کہ قبروں سے محشر کی طرف سب لوگ پیدل جائیں گے مگر حضرات انبیاء اور خاص اولیاء اس وقت بھی سواریوں پر ہوں گے (مرقات) پھر محشر سے جنت کی طرف جاتے ہوئے اور پل صراط پر عام متقی مسلمان سواریوں پر ہوں گے اور سواریوں کی رفتار مختلف ہوگی۔ یہ سواریاں قربانیاں اور اعمال کی ہوں گی۔ (از مرقات)

بَابُ الْحِسَابِ وَالْقِصَاصِ وَالْمِيزَانِ — حساب، بدلہ، ترازو کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

حساب کے معنی ہیں گنتی وشمار یہاں مکلّف جن وانس کے اعمال کی گنتی مراد ہے۔ جو قیامت میں بندے کے سامنے کی جائے گی سزا و جزا کیلئے۔ اس حساب کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے۔ اس پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ قصاص بنا ہے قص سے بمعنی برابری یہاں مراد اعمال کا بدلہ جو اعمال کے برابر ہو۔ حساب سب کا نہ ہوگا مگر قصاص سب سے لیا جائے گا اسی لئے قیامت میں جانوروں کو بھی اٹھا کر قصاص دلوا کر مٹی کردیا جائے گا۔ (اشعہ)

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ اَحَدٌ يُحَاسَبُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا هَلَكَ قُلْتُ اَوَ لَيْسَ يَقُوْلُ اللّٰهُ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا فَقَالَ اِنَّمَا ذٰلِكِ الْعَرْضُ وَلٰكِنْ مَنْ نُوْقِشَ فِی الْحِسَابِ يَهْلِكُ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۰۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے کہ کوئی جس کا قیامت کے دن حساب لیا جائے گا۱؎ مگر وہ ہلاک ہوجائے گا میں نے عرض کیا کیا اللہ تعالٰی یہ نہیں فرماتا کہ اس کا حساب آسان لیا جائے گا۔ ۲؎ فرمایا یہ تو صرف پیشی ہوگی لیکن جس سے حساب میں جرح کرلی گئی ۳؎ وہ ہلاک ہو جائے گا ۴؎ (مسلم، بخاری)

(۵۳۰۹) ۱؎ میزان یعنی اعمال تولنے کی ترازو حق ہے۔ اس کا ثبوت قرآنی آیات اور احادیث سے ہے۔ اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کے دو پلڑے، ڈنڈی، زبان سب کچھ ہے۔ دو پلڑوں کا فاصلہ اتنا ہے جتنا مشرق ومغرب میں فاصلہ ہے۔ اعمال نامے یا خود اعمال اس میں وزن کئے جائیں گے۔ حضرات انبیاء کرام اور بعض اولیاء کے اعمال کا وزن نہ کیا جائے گا وہاں وزن بات سے:

https://archive.org/details/@madni_library

ہوگا بلکہ نیکیوں کا گناہوں سے ہوگا۔۲؎ حساب سے مراد ہے جرح والا حساب تو نے کیا کیا اور گناہ کیوں کئے ہلاکت سے مراد ہے عذاب میں گرفتاری جس سے کیوں پوچھ لیا وہ گیا۔۳؎ یعنی حضور کا یہ فرمان عالی قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق کیونکر ہوا کہ جب حساب آسان ہوگا تو سزا کیسے ہوسکتی ہے۔۴؎ یعنی ہمارے فرمان عالی میں حساب سے مراد ہے تحقیق وجرح والا حساب جس میں ہر عمل کی پوچھ گچھ ہو کوئی گناہ نظر انداز نہ کیا جائے۔ پھر وجہ گناہ بھی پوچھی جائے اور قرآن مجید میں حساب سے مراد صرف پیشی کا حساب ہے جس میں بعض موٹے موٹے گناہ پیش ہوں اور اکثر نظر انداز کردیئے جائیں۔ ان پیش فرمودہ اعمال کو دکھا کر اقرار کرا کر معاف کردیا جائے۔ وہاں بخشش ہی بخشش ہے۔ اعلیٰ حضرت نے عرض کیا۔ شعر:-

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے میرا حساب ‏ ‏ ‏ بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے

وَعَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا سَيُكَلِّمُهُ رَبُّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْجُمَانٌ وَّلَا حِجَابٌ يَحْجُبُهُ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ مِنْ عَمَلِهٖ وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَا يَرٰى اِلَّا مَا قَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَا يَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَآءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۱۰) روایت ہے حضرت عدی ابن حاتم سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہے تم میں سے کوئی مگر اس سے اس کا رب کلام کرے گا اس کے اور رب کے درمیان نہ کوئی ترجمان ہوگا۔۱؎ اور نہ پردہ جو اس کیلئے آڑ ہو تو وہ اپنے دائیں دیکھے گا تو نہ دیکھے مگر وہی عمل جو آگے بھیجے اور اپنے بائیں دیکھے گا تو نہ دیکھے گا مگر وہ ہی جو آگے بھیجے۲؎ اور اپنے سامنے دیکھے گا تو آگ کے سوا نہ دیکھے گا اپنے سامنے۳؎ تو تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کی قاش سے ہے۴؎ (مسلم، بخاری)

(۵۳۱۰) ۱؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ قیامت میں ہر ایک کو رب کا دیدار بھی ہوگا اور ہر ایک رب کا کلام بھی سنے گا مگر صالحین کو رحمت کا دیدار وکلام ہوگا۔ بدکاروں سے غضب وقہر کا۔ قرآن مجید میں جو ارشاد باری ہے کہ ہم سے کلام نہ کریں گے ہم ان کو دیکھیں گے نہیں وہاں رحمت وکرم کا دیدار وکلام مراد ہے۔۲؎ یعنی ہر چہار طرف اعمال ہوں گے بیچ میں عامل ہوگا اپنے ہر عمل کا نظارہ کرے گا۔۳؎ یعنی حساب یہاں ہو رہا ہوگا اور دوزخ کی آگ سامنے نظر آرہی ہوگی۔ کیسا بھیانک نظارہ ہوگا۔ خدا کی پناہ۴؎ یعنی دوزخ سے بچنے کیلئے اعلیٰ صدقہ والے کی نیت پر نظر ہوتی ہے۔ کھجور کی قاش کی ہی خیرات کردو شاید وہ ہی دوزخ سے بچالے یا یہ مطلب ہے کہ کسی کا معمولی حق بھی نہ مارو کہ وہ بھی دوزخ میں بھیج دے گا کسی کی کھجور کی قاش اس کی بغیر اجازت نہ لو (اشعۃ اللمعات)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ وَيَسْتُرُهٗ فَيَقُوْلُ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ اَيْ رَبِّ حَتّٰى قَرَّرَهٗ بِذُنُوْبِهٖ وَرَاٰى فِيْ نَفْسِهٖ اَنَّهٗ قَدْ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَاَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى كِتَابَ

(۵۳۱۱) روایت ہے ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ مسلمان کو قریب کرے گا۱؎ تو اس پر اپنا پردہ رکھے گا اور اسے چھپائے گا۲؎ پھر فرمائے گا کیا تو فلاں گناہ پہچانتا ہے۔ کیا تو فلاں گناہ پہچانتا ہے۔ وہ کہے گا ہاں یارب! حتیٰ کہ اس سے اس کے سارے گناہوں کا اقرار کرالے گا۳؎ اور وہ اپنے دل میں سمجھے گا کہ ہلاک ہوا۴؎ رب فرمائے گا کہ میں نے یہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

حَسَنَاتِهٖ وَاَمَّا الْكُفَّارُ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَيُنَادٰى بِهِمْ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ هٰؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

عیوب دنیا میں چھپالئے تھے۵ اور آج انہیں بخشتا ہوں۔ پھر اس کی نیکیوں کی تحریر اسے دے دی جائے گی۔ ۷ لیکن کفار ومنافقین کو مخلوق کے سامنے پکارا جائے گا کہ یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے رب پر جھوٹ بولے آگاہ رہو! کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ۸ (مسلم بخاری)

(۵۳۱۱) ۱ کنف کے کئی معنی ہیں پردہ' حفاظت' پناہ' نگہبانی' سایہ' پرندے کے بازو جن سے وہ اڑتا ہے۔ یہاں پردہ کے معنی ہیں۔ (اشعہ) چونکہ پرندہ ان ہی بازوؤں پروں سے اپنے انڈوں بچوں کو چھپاتا بھی ہے' ان کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ اس لئے کنف کہتے ہیں۔ ۲ یعنی مومن کو گناہوں کے حساب کے وقت محشر والوں سے چھپایا جائے گا کسی کو خبر نہ ہوگی کہ رب نے کیا حساب لیا اور بندے نے کیا حساب دیا۔ ۳ اس فرمان عالی سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ مومن اپنے گناہوں کا فوراً اقرار کرے گا۔ وہاں بہانے نہ بنائے گا کفار جھوٹ بولیں گے۔ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (۶٬۲۳) ہمیں اپنے رب کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے۔ (کنزالایمان) دوسرے یہ کہ مومنین کی نیکیوں کا حساب علانیہ ہوگا گناہوں کا حساب خفیہ ہوگا۔ بلکہ نیکیوں کی نیکی چہروں پر نمودار ہوگی کہ ان کے منہ چمکتے ہوں گے مگر بدوں کی برائیاں چہروں پر ظاہر نہ ہوں گی۔ ان کے منہ نہ بگڑیں گے کیوں نہ ہو کہ یہ لوگ پردہ پوش لجپال محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں۔ ان کی پردہ پوشی دنیا میں بھی ہے۔ آخرت میں بھی ہوگی۔ ۴ یعنی اب میں پکڑا گیا' عذاب میں گرفتار ہوا وہ شخص دل میں یہ سوچتا ہوگا کسی سے کہے گا نہیں اس لئے فی نفسہ فرمایا گیا رب بھی اس کے عیب چھپائے گا' بندہ بھی خاموش رہے گا۔ ۵ اس فرمان عالی سے ہی معلوم ہورہا ہے کہ یہاں دنیا کے چھپائے گناہوں کو بندہ خود ہی علانیہ کرتا رہا ہو ان کا وہاں بھی اعلان ہوگا لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ غدار کے چوتڑوں پر اس کی غداری کے مطابق جھنڈا لگایا جائے گا جس سے وہ سارے محشر میں مشہور ہوگا کہ وہ غداری بھی علانیہ تھی اس لئے اس کی سزا بھی علانیہ ہوئی۔ ۶ مومن کی بخشش ضرور ہوگی۔ کسی کی اول ہی سے کسی کو کچھ سزا دے کر کسی کی شفاعت کے پانی سے گناہ دھو کر کسی کی بخشش دوزخ کی آگ میں کچھ روز تپا کر بہرحال ہر گناہگار کی بخشش یقینی ہے کیوں نہ ہو کہ محبوب ﷺ کی امت تو ہے اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔ شعر:۔

واعظ! ان کا میں گنہگار وہ میرے شافع — اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے

۷ یہ تحریر گویا جنت کا پروانہ وہاں کا ویزا ہوگا۔ اس میں بندے کی نیکیوں کا ذکر تو ہوگا مگر گناہوں کا تذکرہ نہ ہوگا کہ وہ تو معاف کردیئے گئے۔ ۸ یعنی کفار ومنافقین کی نیکیوں کا ذکر تک نہ ہوگا کیونکہ وہ سب رد ہوچکیں۔ بغیر ایمان کوئی صدقہ وغیرہ قبول نہیں نیز وہ لوگ ان نیکیوں کے عوض دنیا میں اللہ کی نعمتیں استعمال کرچکے' ہاں ان کے گناہوں کا اعلان بھی ہوگا اور حساب علانیہ بھی کیونکہ وہ پردہ پوش نبی کے دامن سے دور رہے۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ دَفَعَ اللّٰهُ اِلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ يَهُوْدِيًّا اَوْنَصْرَانِيًّا فَيَقُوْلُ هٰذَا فِكَاكُكَ مِنَ النَّارِ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۳۱۲) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ ہر مسلمان کو ایک یہودی یا عیسائی عطا فرمائے گا تو کہے گا کہ یہ تیرا فدیہ ہے آگ سے ۱ (مسلم)

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۳۱۲) اِفک کے معنی گروی چیز کو چھڑانا۔ فکاک وہ مال ہے جو دے کر گروی چیز چھڑائی جائے ہر شخص کیلئے ایک ٹھکانہ دوزخ میں ہے۔ دوسرا جنت میں مومن جنت میں اپنا ٹھکانا بھی لے گا اور کسی کافر کا بھی اور کافر دوزخ میں اپنا مقام بھی لے گا اور کسی مومن کا بھی یہاں یہ ہی مطلب ہے کہ اے مومن تو جنت میں اپنا ٹھکانہ بھی لے اور اس یہودی عیسائی کا بھی۔ یہ تیرے لئے ایسا ہے جیسے گروی چیز کا فکاک چونکہ عیسائی یہودی مسلمانوں سے قریب ہوتے ہوئے بھی دور رہے تھے اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر ہوا یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں کے گناہوں کے عوض کافر دوزخ میں جائے گا کہ یہ اسلامی قانون کے خلاف ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (۶:۱۶۴) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ (کنزالایمان)

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُجَآءُ بِنُوْحٍ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَیُقَالُ لَهٗ هَلْ بَلَّغْتَ فَیَقُوْلُ نَعَمْ یَارَبِّ فَتُسْاَلُ اُمَّتُهٗ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَیَقُوْلُوْنَ مَاجَآءَ نَا مِنْ نَذِیْرٍ فَیُقَالُ مَنْ شُهُوْدُكَ فَیَقُوْلُ مُحَمَّدٌ وَّاُمَّتُهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَیُجَاءُ بِكُمْ فَتَشْهَدُوْنَ اَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۳۱۳) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن حضرت نوح کو لایا جائے گا۔ ان سے کہا جائے گا کہ آپ نے تبلیغ کی تھی وہ عرض کریں گے ہاں یا رب[۱] پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم کو تبلیغ کی گئی تھی وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہ آیا فرمایا جائے گا اے نوح! تمہارے گواہ کون ہیں[۲] عرض کریں گے محمد مصطفٰی اور ان کی امت حضور نے فرمایا کہ پھر تمہیں کہہ دیا جائے گا تم گواہی دو گے کہ انہوں نے تبلیغ کی تھی۔[۳] پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی کہ اسی طرح ہم نے تم کو بہترین امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور یہ رسول تمہارے نگران گواہ ہوں[۴] (بخاری)

(۵۳۱۳) [۱] چونکہ نوح علیہ السلام پہلے وہ نبی ہیں جو کفار کی طرف بھیجے گئے اس لئے ابتدا انہیں سے ہوگی۔ گزشتہ کافر امتیں اپنے نبیوں کی تبلیغ کا انکار کریں گی اس لئے مقدمہ چلے گا اور اس مقدمہ کی نوعیت یہ ہوگی ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا کوئی کافر انکار نہ کر سکے گا [۲] یعنی تم تبلیغ کردینے کے مدعی ہو تمہاری امتیں اس کی منکر اور مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا ہوتا ہے وہ اگر گواہ قائم نہ کر سکے تو مدعیٰ علیہ قسم کھا کر مقدمہ جیت لیتا ہے معلوم ہوا کہ مقدمہ کا فیصلہ اس قانون کے ماتحت ہوتا ہے۔ حاکم کے ذاتی علم پر فیصلہ نہیں ہوتا۔ دیکھو رب تعالٰی علیم و خبیر ہے مگر تحقیقات ہو رہی ہیں۔[۳] تشهدون میں خطاب صحابہ سے نہیں بلکہ ساری امت رسول اللہ سے ہے اولین وآخرین صالحین اور ہم جیسے گنہگار اور یہ گواہی صرف نوح علیہ السلام کے حق میں نہیں بلکہ قریباً تمام نبیوں کے حق میں ہوگی کیونکہ سب کی کافر امتیں ان حضرات کی تبلیغ کا انکار کریں گی۔ یہ امت ان انبیاء کرام کی گواہ ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی تصدیق خود فرمائیں گے۔ کہ واقعی یہ سچ کہہ رہے ہیں۔ میں نے ان کو ان حضرات انبیاء کرام کی تبلیغ کی خبر دی تھی اور حضور اسی امت کی صفائی بھی یہاں بیان فرمائیں گے کہ الٰہی میری امت گواہی دینے کے قابل ہے۔ مدعی کو گواہ بڑا پیارا ہوتا ہے۔ تمام نبیوں کو یہ امت پیاری ہے۔ ہم کو بھی چاہیے کہ مسلمان بن کر رہیں کہ کل قیامت میں ہم نے نبیوں کی گواہی دینی ہے۔ فاسق کی گواہی قبول نہیں ہوتی۔ رب تعالیٰ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

توفیق دے۔ ۴؎ اس آیت کریمہ کی نفیس ولذیذ تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو اور شان حبیب الرحمٰن میں دیکھو۔ یہاں دو باتیں سمجھ لو کہ اس آیت میں وسط کے معنی بہترین ہے۔ رب فرماتا ہے: قَالَ اَوسَطُهُم درمیانی زمانہ والی مراد نہیں کیونکہ یہ امت تو آخری ہے دوسرے یہ کہ یہاں یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲، ۱۴۳) اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ (کنزالایمان) میں شہید بمعنی گواہ نگران ہے۔ اسی لئے یہاں علیکم ارشاد ہوا۔ یہاں مرقات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میدان میں حاضر وناظر ہیں (مرقات) بے خبر نہ گواہ بن سکتا ہے نہ کسی کی صفائی بیان کر سکتا ہے حضور اپنے ہر امتی کے ہر عمل سے خبردار ہیں۔ اسی لئے آپ ان کی صفائی بیان فرمائیں گے۔ اس لئے وہ انبیاء کرام عرض کریں گے۔ محمد و امته۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَحِكَ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مِمَّا اَضْحَكُ قَالَ قُلْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ مِنْ مُخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهٗ يَقُوْلُ يَا رَبِّ اَلَمْ تُجِرْنِيْ مِنَ الظُّلْمِ قَالَ يَقُوْلُ بَلٰى قَالَ فَيَقُوْلُ فَاِنِّيْ لَا اُجِيْزُ عَلٰى نَفْسِيْ اِلَّا شَاهِدًا مِنِّيْ قَالَ فَيَقُوْلُ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ شَهِيْدًا وَّبِالْكِرَامِ الْكَاتِبِيْنَ شُهُوْدًا قَالَ فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيْهِ فَيُقَالُ لِاَرْكَانِهٖ اَنْطِقِيْ قَالَ فَتَنْطِقُ بِاَعْمَالِهٖ ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَلَامِ قَالَ فَيَقُوْلُ بُعْدًا لَّكُنَّ وَسُحْقًا فَعَنْكُنَّ كُنْتُ اُنَاضِلُ۔

(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۳۱۴) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو حضور ہنسے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں کس چیز سے ہنستا ہوں؟ فرماتے ہیں، ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانیں۔ فرمایا: بندے کے اپنے رب سے عرض معروض کرنے پر، عرض کرے گا اے رب کیا تم نے مجھے ظلم سے امان نہیں دی۔ فرمائے گا ہاں۔ فرمایا تو بندہ کہے گا کہ میں اپنی ذات پر کوئی گواہی روا نہیں رکھتا مگر اپنے میں سے گواہ ۲؎ فرمایا کہ رب فرمائے گا آج تو ہی اپنے نفس پر کافی گواہ ہے اور کراماً کاتبین فرشتے گواہ ہیں ۳؎ فرمایا پھر اس کے منہ پر مہر کر دی جائے گی ۴؎ پھر اس کے اعضاء سے کہا جائے گا بولو! فرمایا وہ اس کے اعمال کے متعلق کلام کریں گے ۵؎ پھر بندے اور اس کے کلام کے درمیان خلوت کر دی جائے گی ۶؎ فرمایا کہ وہ کہے گا کہ تمہیں دوری اور ہلاکت ہو میں تم ہی سے دفع کرتا تھا (مسلم)

(۵۳۱۴) ۱؎ یعنی ہم کو خبر نہیں کہ حضور انور کس چیز سے ہنس رہے ہیں اس مجلس میں ہنسی کی بات تو ہو نہیں رہی ہے۔ اس کی حقیقت حضور کو معلوم ہے نہ معلوم کیا خیال آ گیا کہ حضور ہنس پڑے۔ ۲؎ یہ بندہ کافر ہو گا اور کافر بھی وہ جو اپنے کفر و گناہوں کا انکار کرے گا کہ میں نہ مشرک و کافر تھا نہ گناہگار میں تو نہایت ہی نیک اعمال والا مومن تھا تیرے فرشتوں نے میرے نامہ اعمال غلط بھرے ان میں غلط اندراج کیا ہے یعنی سخت ڈھیٹ کافر ہو گا۔ کہے گا مجھے تو میرے جسم میں سے گواہ چاہئیں۔ میں تو ان کی گواہی مانوں گا مجھے انہیں کا اعتبار ہے۔ ۳؎ رب تعالیٰ فرمائے گا کہ ہم تیرے انہی اعضاء سے گواہی لے لیتے ہیں جن سے تو گناہ کرتا تھا اور اس گواہی کی تائید میں کراماً کاتبین فرشتوں کی تحریریں پیش کرتے ہیں تو اپنے ان اعضاء کا بیان سن اور وہ تحریریں دیکھ دونوں کو یکساں پائے گا سبحان اللہ! کون ہے جو رب کے حساب پر جرح کر سکے یا بہانہ بنا سکے۔ رب تعالیٰ رحم فرمائے۔ شعر:-

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے میرا حساب   بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے

۴؎ اس طرح کہ اس کے دونوں ہونٹ ملا کر ان پر مہر لگا دی جائے گی تاکہ ہونٹ ہل نہ سکیں اور بندہ بول نہ سکے۔ معلوم ہوا کہ کافر

https://archive.org/details/@madni_library

انسان کی زبان بڑی ہی بے حیا ہے۔ ربّ تعالٰی کی بارگاہ میں بھی جھوٹ بولنے دھوکہ دینے کی کوشش سے باز نہ آئے گی۔ سارے اعضاء سچ بول دیں گے مگر زبان جھوٹ ہی بولتی رہے گی۔ ربّ کی پناہ۔ ۵؎ یعنی اس کا ہر عضو اپنے اعمال کی خبر اور دوسرے عضو کے اعمال کی گواہی دے گا لہٰذا یہ ہی اعضاء زبان کے کفر وشرک جھوٹ غیبت کی بھی گواہی دیں گے لہٰذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ زبان کے گناہوں کی گواہی کون دے گا۔ بہرحال سارے گناہ سامنے آجائیں گے۔ سائیں بلھے شاہ فرماتے ہیں۔ شعر:-

جندڑی تینوں یار دے اگے نچنا پیناں جندڑیئے گھنڈ چک کے

۶؎ یعنی اعضاء کی ان گواہیوں کے بعد اسے تنہا چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ اپنے اعضاء سے باتیں کرے۔ اسے کلام کا موقع دیا جائے گا جہاں کوئی دوسرا نہ ہو۔ ۷؎ یعنی تمہارا بیڑا غرق ہو میں تمہاری ہی مدد سے تو گناہ کرتا تھا لوگوں کو دفع کرتا تھا اور تم نے ہی میرے خلاف گواہی دے دی۔ تم نے یہ کیا کیا میں تم سے لوگوں کی تکالیف دور کرتا تھا۔ تم کو ہر شر اور ہر تکلیف سے بچاتا تھا مگر تم نے مجھ سے دشمنی کی مجھے نہ بچایا بلکہ مجھے پھنسادیا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ هَلْ تُضَآرُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الشَّمْسِ فِی الظَّهِیْرَةِ لَیْسَتْ فِیْ سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ لَیْسَ فِیْ سَحَابَةٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَاتُضَآرُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ رَبِّكُمْ اِلَّا كَمَا تُضَآرُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ اَحَدِهِمَا قَالَ فَیَلْقَی الْعَبْدَ فَیَقُوْلُ اَیْ فُلُ اَلَمْ اُكْرِمْكَ وَاُسَوِّدْكَ وَاُزَوِّجْكَ وَاُسَخِّرْ لَكَ الْخَیْلَ وَالْاِبِلَ وَاَذَرْكَ تَرَاسُ وَتَرْبَعُ فَیَقُوْلُ بَلٰی قَالَ فَیَقُوْلُ اَفَظَنَنْتَ اَنَّكَ مُلَاقِیَّ فَیَقُوْلُ لَا فَیَقُوْلُ فَاِنِّیْ قَدْ اَنْسَاكَ كَمَا نَسِیْتَنِیْ ثُمَّ یَلْقَی الثَّانِیْ فَذَكَرَ مِثْلَهٗ ثُمَّ یَلْقَی الثَّالِثَ فَیَقُوْلُ لَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ وَبِرُسُلِكَ وَصَلَّیْتُ وَصُمْتُ وَتَصَدَّقْتُ وَیُثْنِیْ بِخَیْرٍ مَا اسْتَطَاعَ فَیَقُوْلُ هٰهُنَا اِذًا ثُمَّ یُقَالُ اَلْاٰنَ نَبْعَثُ شَاهِدًا عَلَیْكَ وَیَتَفَكَّرُ فِیْ نَفْسِهٖ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْهَدُ عَلَیَّ فَیُخْتَمُ عَلٰی فِیْهِ وَیُقَالُ لِفَخِذِهٖ انْطِقِیْ فَتَنْطِقُ فَخِذُهٗ وَلَحْمُهٗ وَعِظَامُهٗ بِعَمَلِهٖ وَذٰلِكَ لِیُعْذِرَ مِنْ نَفْسِهٖ وَذٰلِكَ

(۵۳۱۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں ہیں لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم قیامت کے دن اپنے ربّ کو دیکھیں گے ۱؎ فرمایا کیا تم دوپہر میں جب کہ سورج بادل میں نہ ہو اس کے دیکھنے میں کچھ تردد کرتے ہو لوگ بولے نہیں ۲؎ تو کیا تم چودھویں رات چاند کے دیکھنے میں شک کرتے ہو جب کہ وہ بادل میں نہ ہو عرض کیا نہیں فرمایا تو اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اپنے ربّ کے دیکھنے میں نہیں شک کرو گے مگر جیسا کہ شک کرتے ہو تم ۳؎ ان دونوں میں سے ایک کے دیکھنے میں فرمایا ربّ بندے سے ملے گا ۴؎ فرمائے گا اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تجھے سردار نہیں بنایا تجھے بیوی نہیں دی گھوڑے اونٹ کو تیرا فرمانبردار نہیں کیا اور تجھے نہ کہا کہ تو سردار بنے چہارم غنیمت سے وہ کہے گا ۵؎ ہاں پھر فرمائے گا کیا تجھے یقین تھا کہ تو مجھ سے ملے گا عرض کرے گا نہیں ۶؎ فرمائے گا میں تجھے بھولا ہوا چھوڑتا ہوں ۷؎ جیسے تو نے مجھے بھلادیا تھا پھر دوسرے بندے سے ملے گا اس طرح ذکر فرمایا ۸؎ پھر تیسرے بندے سے ملے گا اس کی مثل فرمائے گا وہ عرض کرے گا الٰہی میں تجھ پر تیری کتاب پر تیرے رسولوں پر ایمان لایا تھا میں نے نمازیں پڑھی ہیں روزے رکھے خیرات کی۔ جہاں تک ہو سکے گا اپنی تعریفیں کرے گا ۹؎ تو رب فرمائے گا اچھا تو تو یہاں ہی ٹھہر ۱۰؎ پھر فرمایا جائے گا اب ہم تجھ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَلْمُنَافِقُ وَذٰلِكَ الَّذِيْ سَخِطَهُ اللّٰهُ ۔
(رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ يَدْخُلُ مِنْ اُمَّتِيَ الْجَنَّةَ فِيْ بَابِ التَّوَكُّلِ بِرِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ ۔

پر گواہ لائیں گے وہ اپنے دل میں سوچے گا کہ ایسا کون ہے جو میرے خلاف گواہی دے گا[۱] تب اس کے منہ پر مہر کردی جائے گی اور اس کی ران سے کہا جائے گا کہ تو بول۔ اس کی ران اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال بتائیں گی[۲] یہ اس لئے ہوگا تاکہ بندہ کے عذر دور کردے[۳] یہ بندہ منافق ہوگا یہ وہ ہوگا جس سے اللہ ناراض ہے[۴] (مسلم) اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث کہ میری امت سے جنت میں جائیں گے (باب توکل میں بروایت حضرت ابن عباس روایت کردی گئی)[۵]

(۵۳۱۵) [۱] دیدار الٰہی قیامت میں بھی ہوگا اور جنت میں بھی قیامت میں تو ہر کافر و مومن دیکھے گا مگر کافر کو دیدار غضب وقہر والا ہوگا جیسا کہ ابھی کچھ پہلے گزر چکا۔ مومن کو رحمت والا یہاں محشر والے دیدار کے متعلق یہ سوال ہے۔[۲] سبحان اللہ! کیسا پیارا پاکیزہ جواب ہے کہ سورج جیسی چمکدار چیز جب حجاب میں نہ ہو تو اس کے دیدار میں کوئی تردد نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہاں دیدار میں کوئی شک وشبہ نہ ہوگا۔[۳] یعنی جیسے تم ان حالات میں سورج اور چاند کو دیکھنے میں شک نہیں کرتے ایسے ہی رب تعالٰی کا دیدار کرو گے کہ تمہیں اس میں کسی قسم کا تردد نہ ہوگا۔ یقین سے دیکھو گے۔ خیال رہے کہ تضارون اگر رکے شد سے ہے تو یہ صرف بمعنی نقصان سے بنا ہے اور اگر ر پر پیش سے ہے تو خیر بمعنی مضائقہ ومناظرہ سے بنا ہے۔ معنی یہ ہیں کہ تم لوگ رب تعالٰی کے دیدار میں ایک دوسرے سے جھگڑو گے نہیں سب مان لیں گے کہ واقعی رب کا دیدار ہوا۔ مطلب یہ ہی ہے کہ اس دیدار میں کسی کو شک نہ ہوگا شک سے ہی تو مناظرے اور جھگڑے ہوتے ہیں۔ چودھویں کے چاند دوپہر کے سورج میں کوئی مناظرہ نہیں کرتا سب مان لیتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیا نفیس تشبیہ ہے۔[۴] ظاہر یہ ہے کہ اس بندہ سے مراد بندہ کافر ومشرک ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے اور ملنے سے مراد رب تعالٰی کو دیکھنا قیامت میں رب کا دیدار اس سے ہم کلام کفار بھی ہوں گے مگر یہ دیدار اور کلام غضب کے ہوں گے نہ کہ رحمت کے دوزخ میں پہنچ کر نہ انہیں رب کا دیدار ہوگا نہ اس سے کلام۔ مسلمانوں کو یہ دونوں چیزیں قیامت میں بھی میسر ہوں گی۔ دیدار وکلام رحمت والا میسر ہوگا اور جنت میں میسر ہوا کرے گا۔ لہٰذا یہ حدیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہے اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (۸۳:۱۵) بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔ (کنزالایمان) اور نہ اس فرمان کے خلاف ہے: لا یکلمهم الله ولا ینظر الیهم (۳:۷۷) قرآن کریم میں رحمت کے دیدار وکلام کی نفی ہے۔ یہاں غضب کے دیدار وکلام کا ثبوت ہے یا قرآن مجید میں دوزخ میں پہنچنے کے بعد دیدار وکلام کی نفی ہے۔ یہاں قیامت میں دیدار وکلام کا ثبوت دونوں برحق ہیں۔[۵] زمانہ جاہلیت میں سرداران قوم جنگوں میں اگرچہ شریک نہ ہوتے مگر وہاں کے لوٹے ہوئے مال میں سے چہارم حصہ خود لیتے تھے اپنی سرداری کا حق۔ یہاں اسی کا ذکر ہے یعنی ہم نے تجھ کو دنیا میں عمومی نعمتیں بھی عطا کی تھیں اور خصوصی نعمتیں بھی۔ خیال رہے کہ اسلام میں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غنیمت کا پانچواں حصہ پیش کیا جاتا تھا اور حضور انور اس میں سے بھی بقدر ضرورت خود لے کر باقی مسلمانوں کی ضرورتوں میں خرچ فرمادیتے تھے۔ لہٰذا اس چہارم اور خمس میں بڑا فرق ہے۔[۶] اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ کلام کافر سے ہے جو قیامت کا منکر تھا۔[۷] یہ فرمان اس آیت کی شرح ہے وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى (۲۰:۱۲۶) اور ایسے ہی آج تیری کوئی خبر نہ لے گا۔ (کنزالایمان) یہاں بھولنے سے مراد ہے چھوڑ دینا کیونکہ اللہ تعالٰی بھول چوک سے

https://archive.org/details/@madni_library

پاک ہے۔ ۸؎ یعنی اس دوسرے کافر بندے سے بھی وہ ہی سوال ہوگا اور وہ بندہ وہی جواب دے گا یعنی اپنے کفر وعناد کا اقرار کرے گا۔ ۹؎ یہ تیسرا بندہ بھی کافر بلکہ منافق ہوگا مگر ڈھیٹ کافر کہ اپنے کفر وشرک اور تمام گناہوں کا انکار کردے گا اور اپنے تقویٰ وطہارت کا دعویٰ کرے گا۔رب تعالٰی سے بھی شرم نہ کرے گا۔ ۱۰؎ پچھلے دونوں بندوں کو دوزخ میں بھیج دیا جائے گا مگر ان کا عذاب اس ڈھیٹ سے ہلکا ہوگا کیونکہ عدالت کو دھوکا دینا جرم ہے۔ یہ جرم اس تیسرے نے کیا۔ ان دونوں نے نہیں کیا۔ اسے اس دھوکے کی سزا بھی ملے گی یعنی جب تو یہ کہتا ہے تو ٹھہر جا تیرا فیصلہ گواہی وغیرہ کے بعد ہوگا کیونکہ تو اپنے جرموں سے انکاری ہے۔ جرم کے اقراری پر گواہ قائم نہیں کئے جاتے۔ ھہنا سے پہلے وقف پوشیدہ ہے یعنی تو اسی حساب کی جگہ ٹھہرا رہ۔ ۱۱؎ کیونکہ میں نے کفر وشرک اور صدہا گناہ لوگوں سے چھپ کر کئے تھے میرے خلاف گواہی کون دے سکتا ہے۔ گواہ باخبر چاہیے لوگ بے خبر ہیں۔ لوگوں کو تو میرے کلمہ نمازوں کی خبر ہے۔ ۱۲؎ یعنی اس کے سارے اعضاء جن سے اس نے گناہ کئے تھے وہ اپنے عمل کا اقرار کریں گے اور دوسرے اعضاء اس پر گواہ ہوں گے مثلاً آنکھ کان کے خلاف گواہ اور کان آنکھ کے خلاف گواہ۔ ۱۳؎ لیعذر باب افعال کا مضارع ہے۔ اس کا مصدر اعذار ہے بمعنی دفع عذر یعنی رب تعالٰی بندے کے سارے عذر ختم کرکے پھر سزا کا فیصلہ سنائے گا ۱۴؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ یہ بندہ اپنی دانست میں سچ کہے گا۔ واقعی وہ دنیا میں ریاکاری کیلئے نمازیں وغیرہ ادا کرتا تھا۔ منافقت سے کلمہ پڑھتا تھا مگر اس کے یہ اعمال قابل قبول نہ تھے۔ اس لئے رد ہوگئے۔ خفیہ طور پر کفر وفسق کرتا تھا ان پر پکڑا گیا۔ ۱۵؎ یعنی صاحب مصابیح امام بغوی نے وہ حدیث یہاں روایت کی تھی بروایت ابوہریرہ اور باب التوکل میں بھی بیان کی تھی۔ بروایت حضرت ابن عباس گویا مکرر بیان کی تھی۔ ہم نے یہاں سے ابوہریرہ والی روایت حذف کردی اور باب التوکل میں بروایت ابن عباس نقل کردی۔ (مرقات) اس عبارت میں بظاہر اشکال دور ہوگیا کہ حدیث ایک ہے مگر دوراویوں سے دوجگہ مصابیح میں ذکر کی گئی تھی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ اَنْ یُّدْخِلَ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفٍ لَاحِسَابَ عَلَیْهِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ کُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا وَّثَلٰثُ حَثَیَاتٍ مِّنْ حَثَیَاتِ رَبِّیْ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۵۳۱۶) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ سے میرے رب نے وعدہ فرمالیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار کو جنت میں اس طرح داخل فرمائے گا کہ نہ ان کا حساب ہوگا نہ عذاب ۱؎ ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ۲؎ اور میرے رب کے لپوں میں سے تین لپ ۳؎ (احمد' ترمذی' ابن ماجہ)

(۵۳۱۶) ۱؎ عربی زبان میں لفظ سبعتین یا لفظ سبعین الف زیادتی بیان کرنے کیلئے آتا ہے وہ ہی مراد ہے لاحساب کے معنی ہیں کہ ان سے مطلقاً حساب نہ ہوگا نہ حساب یسیر نہ حساب مناقشہ مگر مرقات نے فرمایا کہ یہاں حساب مناقشہ کی نفی ہے۔ پیشی والا حساب تو ہوگا مگر قوی یہ ہی ہے کہ مطلقاً حساب نہ ہوگا اور جب حساب ہی نہ ہوا تو عذاب کا سوال ہی نہیں حساب سے مراد حساب قیامت ہے اور ہو سکتا ہے کہ حساب قیامت اور حساب قبر دونوں مراد ہوں نہ حساب قبر سب کیلئے ہے نہ حساب محشر سب کیلئے۔ بعض حضرات ان حسابوں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

سے علیحدہ ہیں۔ ۲؎ پہلے ستر ہزار تو وہ تھے جو اپنے نیک اعمال کی وجہ سے بے حساب جنتی ہوئے اور دوسرے ستر ہزار وہ ہیں جو ان پہلوں کے طفیل ان کی خدمت، ان کے قرب کی وجہ سے بے حساب جنت میں گئے۔ گلدستہ میں پھولوں کے ساتھ گھاس بندھ جاتی ہے تو وہ بھی عزت پا جاتی ہے۔ یعنی ان میں سے ہر ایک کے ساتھ بے شمار لوگ ہوں گے۔ جو ان کے طفیل بخشے جائیں گے۔ شعر:-

شنیدم کہ در روز امید و بیم بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

۳؎ ظاہر یہ ہے کہ ثلث معطوف ہے سبعون الفا پر مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار اور رب تعالٰی کے تین لپ بعض نے فرمایا کہ یہ معطوف ہے سبعین الفا پر اور یدخل کا مفعول ہے یعنی مجھ سے رب نے وعدہ فرمایا کہ تین لپ بھر اور بھی جنت میں بے حساب بھیجے گا مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں لپ سے مراد ہے بے اندازہ کیونکہ جب کسی کو بغیر گنے بغیر تولے ناپے دینا ہوتا ہے تو وہاں لپ بھر بھر کر دیتے ہیں یا کہو کہ یہ حدیث متشابہات میں سے ہے۔ ورنہ رب تعالٰی مٹھی اور لپ سے پاک ہے۔

وَعَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُعْرَضُ النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثَلٰثَ عَرَضَاتٍ فَاَمَّا عَرْضَتَانِ فَجِدَالٌ وَّمَعَاذِیْرُ وَاَمَّا الْعَرْضَةُ الثَّالِثَةُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَطِیْرُ الصُّحُفُ فِی الْاَیْدِیْ فَاٰخِذٌ بِیَمِیْنِهٖ وَاٰخِذٌ بِشِمَالِهٖ۔
(رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ) وَقَالَ لَایَصِحُّ هٰذَا الْحَدِیْثُ مِنْ قِبَلِ اَنَّ الْحَسَنَ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَقَدْ رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی۔

(۵۳۱۷) روایت ہے حضرت حسن سے ۱؎ وہ حضرت ابو ہریرہ سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی۔ دو پیشیاں تو بحث اور معذرت کی ہیں ۲؎ اور رہی تیسری پیشی تو اس وقت نامہ اعمال ہاتھوں میں اڑ کر پہنچ جائیں گے ۳؎ بعض داہنے ہاتھوں میں لیں گے۔ بعض بائیں ہاتھوں میں ۴؎ (احمد، ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث اس وجہ سے صحیح نہیں کہ حسن نے حضرت ابو ہریرہ سے سنا نہیں ۵؎ بعض محدثین نے یہ حدیث بروایت حسن عن ابی موسیٰ روایت کی ہے۔ ۶؎

(۵۳۱۷) ۱؎ حسن سے مراد حضرت خواجہ حسن بصری ہیں آپ تابعی ہیں۔ آپ کی والدہ حضرت ام سلمہ کی خادمہ تھیں۔ ایک بار آپ رو رہے تھے آپ کی ماں ام سلمہ کا کام کر رہی تھیں۔ ام المومنین نے آپ کو گود میں لے کر اپنا پستان آپ کے منہ میں دیدیا۔ اس پستان شریف کی برکت تھی کہ علوم کے دریا بے پایاں ہوگئے۔ تمام طریقت کے سلسلوں کے مرکز ہیں رضی اللہ عنہ ۲؎ جدال سے مراد کفار ومنافقین کا اپنے جرموں سے انکار کردینا پھر ان کے اعضاء کی گواہی ان کے خلاف معاذیر سے مراد ہے اپنے گناہوں کا اقرار کرنا ساتھ ہی اپنی مجبوری ومعذوری پیش کرنا کہ میں نے فلاں مجبوری سے یہ گناہ کیا تھا۔ پہلے گناہوں کا انکار کریں گے پھر اقرار مع ان بہانوں کے مگر گناہگار مسلمان بغیر حیل وحجت اپنے گناہوں کا اقرار کرلے گا اس پر رحمت ہوگی۔ ۳؎ یعنی اس بار سب کے نامہ اعمال نہایت تیزی سے اچانک تقسیم ہوجائیں گے گویا اڑ کر ہاتھوں میں پہنچ گئے پل بھر میں تقسیم ہوگی۔ ۴؎ یعنی نامہ اعمال بعض کو داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ بائیں میں نہ پکڑسکیں گے۔ یہ مومنین ہوں گے۔ بعض کو بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے یہ داہنے میں نہ لے سکیں گے۔ یہ کفار ومنافقین ہوں گے اس سے ہی مومنین وکفار کی پہچان ہوجائے گی۔ جو کہے کہ حضور انور کو اپنے پرائے کی پہچان نہ ہوگی وہ جھوٹا ہے۔ ۵؎ لہذا یہ حدیث منقطع ہے اس میں کوئی راوی رہ گیا ہے خیال رہے کہ بخاری نے تین حدیثیں عن الحسن عن ابی ہریرہ روایت کیں۔ مسلم

https://archive.org/details/@madni_library

نے روایت نہیں کیں۔ بخاری کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ حسن بصری کی ملاقات حضرت ابوہریرہ سے ہے یہ تو سب مانتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابوہریرہ کا زمانہ پایا ہے۔ غالب ہے کہ ملاقات بھی کی ہو۔ (مرقات، اشعہ) ے صاحب مشکوۃ نے اکمال میں لکھا ہے کہ خواجہ حسن بصری نے حضرت انس ابن مالک، ابوموسیٰ اشعری اور عبداللہ ابن عباس وغیرہم سے ملاقات کی ہے لہذا حسن عن ابی موسیٰ والی روایت ان کے نزدیک متصل ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ سَيُخَلِّصُ رَجُلًا مِّنْ اُمَّتِيْ عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَنْشُرُ عَلَيْهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِّثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا اَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُوْنَ فَيَقُوْلُ لَا يَارَبِّ فَيَقُوْلُ اَفَلَكَ عُذْرٌ قَالَ لَا يَارَبِّ فَيَقُوْلُ بَلٰى اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَّاِنَّهٗ لَاظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ فَيَقُوْلُ احْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَيَقُوْلُ اِنَّكَ لَا تُظْلَمُ قَالَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كَفَّةٍ وَّالْبِطَاقَةُ فِيْ كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۵۳۱۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی میری امت میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن مخلوق کے سامنے چھانٹے گا ۱ تو اس کے سامنے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے۔ ہر دفتر تاحد بصر ہوگا ۲ پھر فرمائے گا تو ان میں سے کسی چیز سے انکار کرتا ہے ۳ کیا تجھ پر میرے نگران کاتبین نے ظلم کیا ہے عرض کرے گا نہیں یا ربّ پھر فرمائے گا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے عرض کرے گا نہیں ۵ یا رب تو فرمائے گا ہمارے پاس تیری ایک نیکی بھی ہے اور تجھ پر ظلم آج نہ ہوگا ۶ تو ایک ورقہ نکالا جائے گا جس میں ہوگا اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله ۷ رب فرمائے گا جا تو اپنے تول پر حاضر ہو ۸ وہ کہے گا یارب یہ ورقہ ان دفتروں کے مقابل کیا ہے ۹ رب فرمائے گا کہ تو ظلم نہیں کیا جائے گا فرمایا کہ پھر یہ دفتر ایک پلڑے میں اور یہ پرچہ دوسرے پلے میں رکھا جائے گا ۱۰ تو یہ دفتر ہلکے ہو جائیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہو جائے گا ۱۱ اللہ کے نام کے مقابل کوئی چیز وزنی نہ ہوگی ۱۲ (ترمذی، ابن ماجہ)

(۵۳۱۸) ۱ یعنی ایک شخص کو دوسرے لوگوں سے علیحدہ کردیا جائے گا جس کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے گا جو کہ آگے مذکور ہے۔ ۲ سجل سین اور جیم کے کسرہ لام کے شد سے بڑی کتاب یعنی دفتر قرآن کریم میں دفتر کے محافظ فرشتے کو سجل فرمایا گیا ہے۔ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (۲۱:۱۰۴) جیسے سجل فرشتہ نامہ اعمال کو لپیٹتا ہے۔ (کنزالایمان) یعنی اس شخص کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانوے دفتر پیش کئے جائیں گے اسے دکھائے جائیں گے۔ یہ ہے پیشی والا حساب جسے یسیر کہا جاتا ہے۔ (مرقات) ۳ خیال رہے کہ قیامت میں کوئی شخص اندھا، کانا، بے پڑھا نہ ہوگا۔ ہر جاہل سے جاہل شخص بھی اس دن سب کچھ پڑھے گا۔ ۴ خیال رہے کہ بندہ کا یہ اقرار جرم ہی رب تعالٰی کو آج بھی پیارا ہے کل قیامت میں بھی پیارا ہوگا۔ اللہ تعالٰی اقرار جرم کی توفیق دے۔ بہانہ بازیاں اور انکار جرم پر بڑی سخت پکڑ ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب کہا۔ شعر:-

عذر بد تر از گناہ کا ذکر کیا ہم بے پوچھے ہی رحمت کیجئے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

۵یہاں عذر سے مراد اپنی معذوری یا بہانہ ہے جو گناہ کا باعث ہو یعنی کیا تیرے پاس کوئی وجہ گناہ موجود ہے۔ مجبوری' بے خبری وغیرہ بندہ اس کا انکار کرے گا۔عرض کرے گا میں نے بغیر کسی مجبوری' بے علمی کے گناہ کیے ہیں۔ میں گناہگار ہوں معافی دیدے۔ جس لائق میں تھا میں نے کرلیا۔ جو تیری شان عالی کے لائق ہے وہ تو کر۔ میں گناہگار تو ستار و غفار ہے مہربانی فرما یا ببول کے درخت میں کانٹے ہی ہوں گے پھل نہیں۔ ۶بندے کے اس عذر پر دریائے رحمت جوش میں آ جائے گا۔ بطاقہ وہ چھوٹا سا پرچہ جو حفاظت کیلئے کپڑے میں لپیٹ کر رکھا جائے طاقہ کہتے ہیں کپڑے کی تہ کو ب زائد ہے۔ (قاموس' ولمعات) معلوم ہوتا ہے کہ مومن کا کلمہ طیبہ رب کی بارگاہ میں بڑی حفاظت سے رہتا ہے۔ ۷یہ کلمہ طیبہ وہ ہوگا جسے مومن زندگی میں صدق دل سے پڑھا کرتا تھا اور جو اس نے مرتے وقت پڑھا تھا۔ اسی پر جان' رب کے سپرد کی تھی۔ اللہ تعالٰی ہم سب کو کلمہ طیبہ پر خاتمہ نصیب کرے۔ ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر:-

وہی موت ہے وہی زندگی جو خدا نصیب کرے ہمیں
کہ مرے تو ان کے ہی نام پر جو جئے تو ان پہ نثار ہے

۷یعنی میزان اعمال پر جا اپنے ان دفتروں کو اس پرچہ سے وزن کرا معلوم ہوا کہ وہاں وزن باٹوں سے نہ ہوگا بلکہ نیک اعمال کا برے اعمال سے ہوگا۔ اس لئے حضرات انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ کیلئے وزن نہیں کہ وہاں گناہ کوئی نہیں پھر وزن کس چیز سے ہو۔ ۸یعنی یارب اس وزن سے سوائے میری رسوائی کے اور کیا ہوگا۔ ابھی تو میرا معاملہ تیرے حضور ہے اور جب وزن ہوا تو اس وزن کو سب دیکھیں گے وہاں یہ پرچہ یقیناً ہلکا ہوگا تو میری رسوائی ہی ہوگی۔ اس لئے وزن نہ کرا میرا پردہ رکھ لے۔ ۹اس طرح کہ نیکیوں کے پلڑے میں یہ پرچہ رکھا جائے گا اور گناہوں کے پلڑے میں وہ لاکھوں من کے دفتر اس سے معلوم ہوا کہ وزن خود اعمال کا نہ ہوگا بلکہ اعمال کی تحریروں کا ہوگا۔ بعض علماء کا یہی قول ہے۔ ۱۰خیال رہے کہ قیامت کے دن وزن بقدر اخلاص ہوگا۔ منافقین بھی کلمہ پڑھتے تھے آج مرزائی' چکڑالوی وغیرہ بھی کلمہ پڑھتے ہیں۔ ان کے کلمہ کا کوئی وزن نہیں گویا یہ بے معنی الفاظ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا جب یہ وزن ہے تو سمجھو کہ حضور کے اعمال کا وزن کیسا ہوگا۔ حضور کا ایک سجدہ ہم جیسے کروڑوں گناہگاروں کے گناہوں سے زیادہ وزنی ہوگا۔ خدا تعالٰی ہماری بدکاریوں کو ہماری نیکیوں سے نہ تولے بلکہ اس راتوں کو رونے والے گناہگاروں کا غم کھانے والے امت کے رکھوالے کے سجدہ سے وزن فرمادے تاکہ ہم ڈوبتوں کا بیڑا پار لگ جائے۔ ۱۱بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور کے اعمال کا وزن نہ ہوگا کیونکہ کارخانہ قدرت میں کوئی ترازو ایسی نہیں بنی جو حضور کے اعمال تول سکے۔ جیسے آج کوئی ترازو ایسی نہیں جو سمندر کا پانی یا ہوا تول سکے۔ سورج کی روشنی کا کوئی میٹر نہیں۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ اَنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبَكَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُبْكِيْكِ قَالَتْ ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُوْنَ اَهْلِيْكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا فِيْ ثَلٰثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ اَحَدٌ اَحَدًا عِنْدَ الْمِيْزَانِ حَتّٰى يَعْلَمَ اَيَخِفُّ مِيْزَانُهٗ اَمْ يَثْقُلُ وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِيْنَ يُقَالُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ حَتّٰى يَعْلَمَ اَيْنَ يَقَعُ

(۵۳۱۹) روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ انہیں دوزخ یاد آگئی تو رونے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کون سی چیز رلاتی ہے بولیں مجھے آگ یاد آگئی تو میں رو پڑی اے مردو! کیا تم قیامت میں اپنے گھر والوں کو یاد کرو گے ۲تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین موقعوں میں کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ میزان کے پاس حتی کہ جان لے کہ اس کا وزن ہلکا ہے یا بھاری اور نامہ اعمال ملنے کے وقت جب کہا جائے آؤ اپنا نامہ اعمال پڑھو حتی کہ

https://archive.org/details/@madni_library

كِتَابُهُ اَفِيْ يَمِيْنِهِ اَمْ فِيْ شِمَالِهِ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِهِ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

جان لے کہ اس کا نامہ اعمال کہاں پڑتا ہے اس کا داہنے ہاتھ میں یا بائیں یا پیٹھ کے پیچھے اور پل صراط کے نزدیک جب کہ وہ دوزخ کے کناروں کے درمیان رکھا جائے گا۳(ابوداؤد)

(۵۳۱۹)۱یہاں ذکر سے مراد زبان سے ذکر کرنا نہیں بلکہ دل سے سوچنا مراد ہے۔ یہ ہیبت کمال ایمان کی دلیل ہے ورنہ آپ کے جنتی ہونے پر آیت قرآنیہ احادیث نبویہ دلیل ہیں۔ آپ یقیناً جنتی ہیں مگر خوف خدا رلا رہا ہے۲اس میں خطاب عام خاوندوں سے ہے یعنی اے خاوندو! تم لوگ قیامت میں اپنے بال بچوں کو بخشواؤ گے یا نہیں اس خطاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم علیحدہ ہیں حضور کی شفاعت تو ہر مسلمان کو پہنچے گی چہ جائیکہ خاص اپنے گھر والے لہذا مطلب واضح ہے اس سے شفاعت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۳یعنی کوئی خاوند اس وقت تک اپنے بیوی بچوں کو یاد نہ کرے گا جب تک اسے اپنے متعلق ان تین باتوں کا اطمینان ہوجائے۔ وزن کے وقت نیکیوں کا پلہ بھاری ہوجائے' نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں مل جائے' پل صراط سے بخیریت پار لگ جائے ان تین منزلوں سے گزر کر مطمئن ہوکر اپنے بال بچوں کو یاد کرے گا۔ جواب شریف سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ ان خاوندوں کے متعلق ہے جن کو یہ تین الجھنیں ہوں انہیں اپنی فکریں ہوں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن گنہگاروں کی فکر ہوگی اپنی فکر نہ ہوگی۔ حضرت انس نے حضور انور سے سوال کیا تھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں آپ کے ملنے کے مقامات کون کون سے ہیں۔ وہاں آپ کو کہاں ڈھونڈوں۔ تو حضور نے اپنے ملنے کے یہی مقامات بیان فرمائے۔ میزان' حوض کوثر' پل صراط۔ غرضکہ یہ سوال وجواب عوام کے متعلق ہے نہ کہ حضور کے متعلق۔ خیال رہے کہ قیامت میں پل صراط دوزخ پر رکھی جائے گی جس پر گزرنا ہر ایک کیلئے ضروری ہے کفار وہاں ہی گر جائیں گے۔ مومن بخیریت گزر جائیں گے وہاں سے گزرنا ضروری ہے کہ جنت کے راستہ میں یہ پل ہے۔ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (۱۹:۷۱) تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو۔ (کنزالایمان)

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَآءَ رَجُلٌ فَقَعَدَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اِنَّ لِيْ مَمْلُوْكِيْنَ يَكْذِبُوْنَنِيْ وَيَخُوْنُوْنَنِيْ وَيَعْصُوْنَنِيْ وَاَشْتِمُهُمْ وَاَضْرِبُهُمْ فَكَيْفَ اَنَا مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يُحْسَبُ مَا خَانُوْكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَبُوْكَ وَعِقَابُكَ اِيَّاهُمْ فَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ كِفَافًا لَالَكَ وَلَا عَلَيْكَ فَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ دُوْنَ ذَنْبِهِمْ كَانَ فَضْلًا وَاِنْ كَانَ

(۵۳۲۰) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک شخص حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ عرض کرنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کچھ غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور میری خیانت کرتے ہیں میری نافرمانی کرتے ہیں میں انہیں گالیاں دیتا ہوں' مارتا ہوں۱تو ان کے متعلق میرا کیا حال ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ان خیانتوں' نافرمانیوں اور جھوٹوں کا اور تیرا انہیں سزا دینے کا حساب لگایا جائے گا۲پھر اگر تیرا انہیں سزا دینا ان کے جرموں کے بقدر ہوگا تو ادلا بدلا ہوجائے گا نہ تجھے مفید نہ مضر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمْ اُقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ فَتَنَحَّى الرَّجُلُ وَجَعَلَ يَهْتِفُ وَيَبْكِيْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَا تَقْرَأُ قَوْلَ اللهِ تَعَالٰى وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَارَسُوْلَ اللهِ مَا اَجِدُ لِيْ وَلِهٰؤُلَآءِ شَيْئًا خَيْرًا مِنْ مُفَارَقَتِهِمْ اُشْهِدُكَ اَنَّهُمْ كُلُّهُمْ اَحْرَارٌ ۔
(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

۳؎ اور اگر تیرا انہیں سزا دینا ان کے قصوروں سے کم ہوگا تو تجھے ان پر بزرگی حاصل ہوگی ۴؎ اور اگر تیرا انہیں سزا دینا ان کے قصور سے زیادہ ہوا تو زیادتی کا بدلہ تجھ سے لیا جائے گا ۵؎ تو وہ آدمی الگ ہٹ گیا اور چیخیں مارنے اور رونے لگا ۶؎ تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو رب کا یہ فرمان نہیں پڑھتا کہ ہم قیامت کے دن انصاف والی ترازو رکھیں گے ۷؎ تو کوئی جان کچھ بھی ظلم نہیں کی جائے گی اگر رائی کے دانہ کے برابر عمل ہوگا تو ہم اسے بھی لائیں گے۔ہم کافی حساب لینے والے ہیں ۸؎ تو وہ شخص بولا یارسول اللہ میں اپنے اور ان غلاموں کیلئے ان کی جدائی سے بہتر کوئی چیز نہیں پاتا۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سارے آزاد ہیں ۹؎ (ترمذی)

(۵۳۲۰) ۱؎ یعنی اس عمل کی وجہ سے میرا کیا حال ہوگا۔آیا میں اس مار پیٹ گالی گلوچ میں حق بجانب ہوں یا نہیں اور اس کی وجہ سے میری کوئی پکڑ تو نہیں ہوگی۔ ۲؎ یعنی ان غلاموں کے جرم اور تیری سزا کا حساب لگایا جائے گا کہ دونوں برابر ہیں یا ایک دوسرے سے کچھ کم وبیش' میں معلوم ہوا کہ سزا وجزا کی حدود مقرر ہیں۔ ۳؎ یعنی چونکہ نہ ان کے جرم کم ہیں نہ تیری سزا زیادہ ہے اس لئے نہ تجھ پر کچھ وبال ہوگا نہ تجھے کوئی ثواب ملے گا حساب برابر رہے گا۔ ۴؎ یعنی اگر غلاموں کے جرم زیادہ ہوئے اور تیری سزا کم تو غلاموں کی پکڑ ہوگی اور تجھے ثواب ملے گا کہ تو نے ان غلاموں کو ان کے جرموں سے کم سزا دی ان کے بعض جرموں پر عفو وتحمل سے کام لیا ہے۔ ۵؎ اس فرمان عالی سے حکام' مدرسین' معلمین' خاوندوں' ماں باپ کو عبرت لینی چاہئے اگر یہ لوگ اپنے ماتحتوں کو ان کے جرم سے زیادہ سزا دیں گے تو یقیناً پکڑے جائیں گے۔کبھی استاد غصہ میں اپنے شاگردوں کو بے تحاشہ مار دیتا ہے۔اس کی بھی پکڑ ہے۔علامہ شامی نے فرمایا کہ تین طمانچہ سے زیادہ ہرگز نہ مارے اور طمانچہ بھی منہ پر نہ مارے۔بلاقصور ہرگز نہ مارے۔بعض لوگ اپنی بیویوں کو بات بات پر مارتے ہیں اور بہت مارتے ہیں ان کی بھی پکڑ ہے۔ان کے اس عمل کا بھی حساب ہے۔ہروقت اللہ کا خوف دل میں رکھو۔ ۶؎ یہ ہے اس زبان حق ترجمان کی تاثیر کہ دو لفظوں میں اس کے دل کی دنیا ہی بدل دی۔رب تعالٰی ہم کو بھی حضور کے فرمان پر عمل اور حضور کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔آمین! ۷؎ یعنی حضور انور نے اپنے فرمان کی تائید قرآن مجید سے پیش کی۔ ۸؎ یہ آیت کریمہ حضور کے فرمان عالی کی حرف بحرف تائید کررہی ہے۔اس آیت میں چند چیزیں فرمائیں گئیں۔ایک یہ کہ میزان اور اس کے ذریعہ اعمال کا وزن برحق ہے۔دوسرے یہ کہ اس ترازو کے وزن میں کمی بیشی کا شائبہ نہیں نہ اس میں پاسنگ ہے نہ تولنے والوں میں ڈنڈی مارنے کا اندیشہ' تیسرے یہ کہ غیر مجرم کو سزا دے دینا یا مجرم کو جرم سے زیادہ سزا دے دینا بھی ظلم ہے۔اللہ تعالٰی اس ظلم سے پاک ہے۔ظلم کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ کسی کی چیز اس کی بغیر اجازت تصرف میں لانا۔ظلم کے یہ معنی رب تعالٰی کیلئے ممکن نہیں کہ ہر چیز اللہ تعالٰی کی ملک' چوتھے یہ کہ حساب دانہ دانہ اور قطرہ قطرہ کا لیا جائے گا یہ ہے قانون اگر اللہ تعالٰی کسی کو معافی دیدے حساب نہ لے تو اس کی مہربانی ہے قانون اور چیز ہے مہربانی کچھ اور یہاں قانون کا ذکر ہے اس آیت کریمہ میں ہے: يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (۴۰:۴۰) جنت میں داخل کئے

https://archive.org/details/@madni_library

جائیں گے وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔ (کنزالایمان) لہذا آیتوں میں تعارض نہیں۔ ۹؎ آزاد کرنے کی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ یہ غلام نہ میرے پاس میری ملکیت میں رہیں گے نہ آئندہ مجھ سے ایسے قصور ہوں گے ان تمام قصوروں کی وجہ ان لوگوں کا میری ملکیت میں رہنا ہے۔ دوسرے یہ کہ غلام آزاد کرنا بہت سے گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔ میں ان کو آزاد کرتا ہوں تاکہ گزشتہ کوتاہیوں کا کفارہ ہو جائے۔ میں اس آزاد کرنے کی وجہ سے ان گناہوں سے دنیا ہی میں پاک ہو جاؤں۔

وَعَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ بَعْضِ صَلَاتِهٖ اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَسِيْرًا قُلْتُ يَانَبِيَّ اللّٰهِ مَا الْحِسَابُ الْيَسِيْرُ قَالَ اَنْ يَّنْظُرَ فِيْ كِتَابِهٖ فَيُتَجَاوَزُ عَنْهُ اِنَّهٗ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ يَوْمَئِذٍ يَاعَآئِشَةُ هَلَكَ. (رَوَاهُ اَحْمَدُ)

(۵۳۲۱) روایت ہے انہیں سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بعض نمازوں میں فرماتے سنا الٰہی مجھ سے آسان حساب لے۱؎ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! آسان حساب کیا چیز ہے ۲؎ فرمایا یہ ہے کہ اس کے نامہ اعمال پر نظر کرادی جائے پھر اسے معافی دے دی جائے ۳؎ جس سے حساب میں اس دن جرح کرلی گئی اے عائشہ وہ ہلاک ہو جائے گا ۴؎ (احمد)

(۵۳۲۱) ۱؎ یہ دعا اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کررہی ہے: فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا (۸۴،۸) اس سے عنقریب سہل حساب لیا جائے گا۔ (کنزالایمان) حضرت ام المومنین کے سوال نے یہ آیت حل کرادی۔ خیال رہے کہ حضور انور کی یہ دعا امت کی تعلیم کیلئے ہے ورنہ حضور انور کا حساب نہ ہوگا۔ ان محبوب اعظم کی شان تو بہت ارفع واعلیٰ ہے۔ ان کے خاص غلام بے حساب بخشے جائیں گے۔ جیسا کہ ہماری پیش کردہ آیت اور دوسری احادیث سے ثابت ہے۔ ۲؎ یعنی جس حساب یسیر کی آپ دعا ہم کو سکھا رہے ہیں اور رب تعالیٰ اپنے کلام میں خبر دے رہا ہے یہ حساب یسیر ہے کیا چیز' اپنے فرمان عالی کی شرح اور رب کی آیت کی تفسیر حضور ہی فرماویں۔ ۳؎ یعنی جرم دکھانا اور معافی دے دینا۔ حساب یسیر ہے اور جرم دکھانا اور ان پر جرح فرمانا کہ تم نے یہ گناہ کیوں کئے یہ سخت حساب ہے۔ ۴؎ یعنی جرموں پر جرح کی ہی اس سے جائے گی جس کو سزا دینا ہوگی۔ جسے بخشنا ہوگا اسے دکھا کر معافی دے دی جائے گی۔ بعض وہ بندے بھی ہوں گے جن کا حساب مطلقاً نہ ہوگا نہ جرح کا نہ پیشی کا بلا حساب جنت میں بھیج دیئے جائیں گے۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَخْبِرْنِيْ مَنْ يَّقْوٰى عَلَى الْقِيَامِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الَّذِيْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فَقَالَ يُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ عَلَيْهِ كَالصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ.

(۵۳۲۲) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا مجھے خبر دیجئے کہ قیامت کے دن کھڑے ہونے پر کون قدرت رکھے گا جس کے متعلق اللہ عز وجل نے فرمایا کہ جس دن لوگ رب للعالمین کے حضور کھڑے ہوں گے ۱؎ تو فرمایا کہ وہ دن مومن پر ہلکا کردیا جائے گا حتیٰ کہ اس پر ایک فرض نماز کی طرح ہو جائے گا ۲؎

(۵۳۲۲) ۱؎ یعنی قرآن کریم کی ایک آیت فرمارہی ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (۷۰،۴) جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔ (کنزالایمان) دوسری یہ آیت فرمارہی ہے کہ اس دن کسی کو بیٹھنے لیٹنے کی اجازت نہ ہوگی۔ سب کھڑے ہی ہوں گے تو اتنی دراز مدت تک کون کھڑا رہ سکے گا حضرت عبداللہ ابن عمر نے یہ ہی سورت تلاوت کی جب اس

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

آیت پر پہنچے تو پھوٹ کر رونے لگے حتی کہ آگے نہ پڑھ سکے۔ (مرقات) ۲؎ یہاں نماز فرض سے مراد نماز کا وقت نہیں بلکہ اداء نماز مراد ہے۔ نماز بھی چار رکعت والی یعنی مومن متقی کو قیامت کا دن ایسا معلوم ہوگا جیسے اس نے چار رکعت نماز فرض پڑھی۔ فرض کی قید اس لئے لگائی کہ بمقابلہ سنت ونفل کے فرض جلد ادا کئے جاتے ہیں کہ اس کی آخری دو رکعت خالی ہوتی ہیں نیز اس میں قومہ اور جلسہ میں دعائیں نہیں ہوتیں۔ خیال رہے کہ غم کی تھوڑی مدت بہت محسوس ہوتی ہے اور خوشی کی دراز مدت کا کم احساس ہوتا ہے۔ وصال کی رات منٹوں میں فراق کی رات گھنٹوں میں درد و بیماری کی بے خوابی کی رات سالوں میں گزرتی معلوم ہوتی ہے۔ مومن دیدار مصطفیٰ، دیدار خدا کی خوشی میں پھولا نہ سمائے گا۔ اسے قیامت کا کیا معلوم ہو۔

وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ مَاطُوْلُ هٰذَا الْيَوْمِ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّهٗ لَيُخَفَّفُ عَلَى الْمُؤْمِنِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَهْوَنَ عَلَيْهِ مِنَ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ يُصَلِّيْهَا فِي الدُّنْيَا ۔

(رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِيْ كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

(۵۳۲۳) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن کے متعلق پوچھا گیا ۱؎ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے کہ اس دن کی کتنی درازی ہے ۲؎ تو فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ دن مومن پر ہلکا کردیا جائے گا حتی کہ اس پر اس فرض نماز سے بھی زیادہ آسان ہوجائے گا جسے وہ دنیا میں پڑھتا تھا ۳؎ (بیہقی، کتاب البعث والنشور)

(۵۳۲۳) ۱؎ یعنی میری موجودگی میں یہ سوال کسی اور نے کیا میں نے سوال بھی سنا حضور کا جواب بھی۔ ۲؎ یعنی کتنی دراز مدت ہے اللہ اکبر! یہ ما اظہار تعجب کیلئے ہے۔ یارسول اللہ اس مدت میں لوگوں کا کیا حال ہوگا کیسے کھڑے رہ سکیں گے۔ (مرقات) ۳؎ قرآن مجید میں قیامت کو ایک ہزار سال بھی فرمایا گیا ہے اور پچاس ہزار سال بھی اس حدیث شریف نے اسے چار رکعت نماز سے بھی کم فرمایا یہ اختلاف احساس کا ہے۔ دن تو پچاس ہزار برس ہی کا ہے مگر کسی کو ایک ہزار سال محسوس ہوگا کسی کو چار رکعت نماز کی بقدر۔ شعر:-

کسی کی شب وصل سوتے کٹے ہے
کسی کی شب ہجر روتے کٹے ہے
الٰہی ہماری یہ شب کیسی آئی
نہ سوتے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے

وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُحْشَرُ النَّاسُ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ فَيَقُوْلُ اَيْنَ الَّذِيْنَ كَانَتْ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ فَيَقُوْمُوْنَ وَهُمْ قَلِيْلٌ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ثُمَّ يُؤْمَرُ بِسَائِرِ النَّاسِ اِلَى الْحِسَابِ ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۵۳۲۴) روایت ہے حضرت اسماء بنت یزید سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا لوگ قیامت کے دن ایک میدان میں جمع کئے ۱؎ جائیں گے تو پکارنے والا پکارے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو اپنی خواب گاہوں سے الگ رہتے تھے ۲؎ پس وہ لوگ کھڑے ہوجائیں گے اور وہ تھوڑے ہوں گے ۳؎ تو وہ جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے ۴؎ پھر باقی لوگوں کو حساب کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا ۵؎ (بیہقی شعب الایمان)

(۵۳۲۴) ۱؎ صعید چٹیل سفیدہ ہموار زمین کو کہتے ہیں۔ یہ زمین شام یا زمین فلسطین ہوگی۔ جہاں قیامت قائم ہوگی۔ اس جگہ سب اچھے برے اکٹھے ہوں گے یعنی سارے مومن، رہے کفار تو وہ پہلے ہی چھانٹ دیئے گئے ہوں گے وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا

https://archive.org/details/@madni_library

اَلْمُجْرِمُوْنَ (۵۹'۳۶) اور آج الگ پھٹ جاؤ اے مجرمو! (کنز الایمان) فرما کر۔ ۲؎ یعنی پابندی سے نماز تہجد پڑھنے والے مسلمان پہلے حاضر ہوں جن کا حال یہ تھا کہ رات کے آخری حصہ میں جب سب سوتے ہیں تو یہ مصلوں پر روتے تھے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو عشاء اور فجر جماعت سے پڑھتے ہیں مگر پہلا قول قوی ہے کیونکہ تہجد والے لوگ تھوڑے ہوں گے یہاں ارشاد ہے وَهُمْ قَلِيْلٌ ۳؎ یعنی مسلمانوں میں تہجد پر پابند تھوڑے ہی ہوں گے رب فرماتا ہے: وَقَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ (۱۷'۵۱) وہ رات میں کم سویا کرتے۔ (کنز الایمان) اور فرماتا ہے: وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (۱۳'۳۴) اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔ (کنز الایمان) اور فرماتا ہے: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ (۲۴'۳۸) مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔ (کنز الایمان) (مرقات) ۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ تہجد کی نماز پر پابندی ذریعہ ہے قیامت کے حساب سے بچنے کا۔ رب فرماتا ہے: اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۱۰'۳۹) صابروں کو ہی ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے گنتی۔ (کنز الایمان) خیال رہے کہ یہ لوگ اس وقت جنت کے دروازے پر تو پہنچ جائیں گے مگر ابھی وہاں داخل نہ ہوں گے کیونکہ جنت کا دروازہ پہلے حضور کیلئے کھولا جائے گا اور حضور گنہگاروں کو بخشوا کر حساب دلوا کر جنت کی طرف روانہ ہوں گے۔ یدخلون کے معنی ہیں دخول کے مستحق ہو جائیں گے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں ۵؎ یعنی تہجد والوں کو یہ حکم روانگی سنا کر پھر دوسروں کا حساب شروع ہوگا۔

بَابُ الْحَوْضِ وَالشَّفَاعَةِ
حوض اور شفاعت کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

حوض کے معنی ہیں پانی کا جمع ہونا اور بہنا اسی سے ہے حیض رحم سے خون بہنا۔ اصطلاح میں پانی کے تالاب کو حوض کہا جاتا ہے حضور کے حوض دو ہیں ایک میدان محشر میں دوسرا جنت میں دونوں کا نام کوثر ہے۔ محشر والے حوض کا پانی مومنوں کو وزن اعمال سے پہلے ملے گا۔ تمام نبیوں کے الگ الگ حوض ہوں گے۔ حضور کے حوض کا نام کوثر ہے۔ کوثر کے معنی ہیں بہت ہی زیادہ (مرقات) بعض شارحین نے فرمایا کہ حوض کوثر ایک ہی ہے جنت میں وہاں سے ایک نہر میدان محشر میں آئے گی۔ شفاعت بنا ہے شفع سے بمعنی ملنا اور جوڑا ہوا اس کا مقابل ہے وتر رب تعالٰی فرماتا ہے: وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ الخ شفیع وہ جو قیامت میں گنہگاروں سے مل کر اسے اپنے سینے سے لگا لے گا اب اس کا ترجمہ ہوتا ہے سفارش۔ شفاعت دو قسم کی ہے شفاعت کبریٰ اور شفاعت صغریٰ۔ شفاعت کبریٰ صرف حضور کریں گے۔ اس شفاعت کا فائدہ ساری خلقت حتی کہ کفار کو بھی پہنچے گا کہ اس شفاعت کی برکت سے حساب کتاب شروع ہو جائے گا اور قیامت کے میدان سے نجات ملے گی۔ یہ شفاعت قیامت کے اول وقت جبکہ عدل خداوندی کا ظہور ہوگا حضور ہی کریں گے اس وقت کوئی نبی اس شفاعت کی جرأت نہ فرمائیں گے۔ شفاعت صغریٰ ظہور فضل کے وقت ہوگی۔ یہ شفاعت بہت لوگ بلکہ قرآن، رمضان، خانہ کعبہ بھی کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع درجات کیلئے صالحین حتی کہ نبیوں کی بھی شفاعت فرمائیں گے اور گناہوں کی معافی کیلئے ہم گنہگاروں کی شفاعت کریں گے لہذا آپ کی شفاعت سے انبیاء کرام بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ اللھم ارزقنا شفاعة حبیبك صلی اللہ علیه وسلم۔ حضور کی شفاعت ہم گنہگاروں کا سہارا ہے۔ شعر:-

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

گرتے ہوؤں کو مژدہ سجدے میں گرے مولیٰ رو رو کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

حضور کی شفاعت نوقسم کی ہے۔

☆ حساب شروع کرانے کیلئے جس کا فائدہ سب کو ہوگا۔

☆ بے حساب جنتیوں کو جنت میں پہنچانے کیلئے۔

☆ جن کی نیکیاں بدیاں برابر ہوں ان کی نیکی کا پلہ وزنی کرانے کیلئے۔

☆ ہم جیسے دوزخ کے لائق لوگوں کو چھڑانے کیلئے۔

☆ صالحین کے درجے بلند کرانے کیلئے۔

☆ دوزخ میں گرے ہوئے گناہگاروں کو وہاں سے نکلوانے کیلئے۔

☆ جنت کا دروازہ کھلوانے کیلئے۔

☆ اہل مدینہ اور زائرین روضہ رسول کو اپنا قرب دلوانے کیلئے۔(اشعہ)

☆ بعض کفار کا عذاب ہلکا کرنے کیلئے۔(اشعۃ للمعات)

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَنَا اَسِيْرُ فِي الْجَنَّةِ اِذَا اَنَا بِنَهْرٍ حَافَتَاهُ قِبَابُ الدُّرِّ الْمُجَوَّفِ قُلْتُ مَا هٰذَا يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ هٰذَا الْكَوْثَرُ الَّذِيْ اَعْطَاكَ رَبُّكَ فَاِذَا طِيْنُهُ مِسْكٌ اَذْفَرُ .(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۳۲۵) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ہم جنت میں سیر فرمارہے تھے تو ایک نہر پر پہنچے جس کے کناروں پر کھکل موتی کے خیمے تھے۱ہم نے کہا اے جبریل یہ کیا ہے انہوں نے عرض کیا یہ وہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمایا اس کی مٹی خالص مشک تھی۲(بخاری)

(۵۳۲۵)۱ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ شب معراج کا ہے جب حضور نے سارا عالم غیب دیکھا غالباً یہ وہ ہی نہر ہے جو حوض کوثر سے نکل کر محشر کی طرف پہنچائی جائے گی۲کوثر کے معنی ہیں خیر کثیر حوض کوثر بھی اس کی ایک فرد ہے حضور کے بے شمار فضائل حضور کے اہل بیت اطہار، علماء، اولیاء سب ہی کوثر میں داخل ہیں۔ یہاں حوض کوثر کو کوثر فرمایا گیا (اشعہ)

وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْضِيْ مَسِيْرَةُ شَهْرٍ وَّزَوَايَاهُ سَوَاءٌ وَّمَاءُهُ اَبْيَضُ مِنَ اللَّبَنِ وَرِيْحُهُ اَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَكِيْزَانُهُ كَنُجُوْمِ السَّمَاءِ مَنْ يَّشْرَبُ مِنْهَا فَلَا يَظْمَأُ اَبَدًا .

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۲۶) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا حوض ایک مہینہ کی مسافت کا ہے۱اور اس کے گوشے برابر ہیں۲اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۳اس کی خوشبو مشک سے زیادہ اچھی ہے۴اس کے کوزے آسمان کے تاروں کی طرح ہیں۵جو اس سے پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۶(مسلم بخاری)

(۵۳۲۶)۱یعنی حوض کوثر جو میرا حوض ہے اس کی لمبائی چوڑائی کا یہ حال ہے کہ اگر اس کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ کی طرف چلا جائے تو چلنے والا ایک مہینہ میں وہاں پہنچے۲یعنی حوض کوثر مربع ہے لمبائی چوڑائی برابر اور اس کا ہر گوشہ زاویہ قائمہ ہے۔ حادہ یا منفرجہ

https://archive.org/details/@madni_library

نہیں بلکہ گہرائی بھی ہر جگہ یکساں ہے یہ نہیں کہ کنارہ پر کم گہرا بیچ میں زیادہ گہرا۔ ۳؎ نحوی قاعدہ سے اشد بیاضاً چاہئے کیونکہ رنگت، اور عیب سے فعل تعجب اور تفضیل بروزن افعل نہیں آتا مگر اس فرمان سے معلوم ہوا کہ یہ بھی جائز ہے۔ حضور تو نحویوں' صرفیوں' عربیوں کے امام اعظم ہیں۔ نحو ان کی پابند ہے۔ ۴؎ یعنی اس حوض میں دودھ بلکہ دودھ سے بھی اعلیٰ چیز جس کی خوشبو مشک خالص سے بھی اچھی اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب کرے۔ ۵؎ تعداد اور چمک دمک میں تاروں کی طرح ہیں۔ ۶؎ کوثر کا پانی اولاً تو پیاس بجھانے کیلئے ہم لوگ پئیں گے قبروں سے پیاسے اٹھیں گے پھر جنت میں پہنچ کر وہ ہی کوثر پیا کریں گے مگر پیاس بجھانے کیلئے نہیں صرف لذت کیلئے۔ رب فرماتا ہے: وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى (۱۱۸،۲۰) اور یہ کہ تجھے نہ اس میں پیاس لگے گی اور نہ دھوپ۔ (کنزالایمان) مگر بغیر پیاس بھی اس کے پینے میں لذت آئے گی جیسے بغیر بھوک وہاں کے پھل کھانے میں مزا آئے گا دنیا میں بغیر بھوک پیاس غذا و شربت میں مزہ نہیں آتا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ حَوْضِیْ اَبْعَدُ مِنْ اَيْلَةَ مِنْ عَدْنٍ لَهُوَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ الثَّلْجِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ بِاللَّبَنِ وَلَاٰنِيَتُهٗ اَكْثَرُ مِنْ عَدَدِ النُّجُوْمِ وَاِنِّىْ لَاَصُدُّ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَصُدُّ الرَّجُلُ اِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِهٖ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنَا يَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِيْمَاءُ لَيْسَتْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْاُمَمِ تَرِدُوْنَ عَلَیَّ غُرًّا مُّحَجَّلِيْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِیْ رِوَايَةٍ لَّهٗ عَنْ اَنَسٍ قَالَ تُرٰى فِيْهِ اَبَارِيْقُ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ كَعَدَدِ نُجُوْمِ السَّمَاءِ وَفِیْ اُخْرٰى لَهٗ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سُئِلَ عَنْ شَرَابِهٖ فَقَالَ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ يَغُتُّ فِيْهِ مِيْزَابَانِ يَمُدَّانِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ اَحَدُهُمَا مِنْ ذَهَبٍ وَّالْاٰخَرُ مِنْ وَّرِقٍ.

(۵۳۲۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرا حوض زیادہ بڑا ہے ایلہ سے عدن تک کے فاصلہ سے ۱؎ وہ برف سے زیادہ سفید ہے، شہد سے زیادہ میٹھا جو دودھ سے مخلوط ہو ۲؎ اس کے برتن تاروں کے شمار کے ہیں اور میں دوسرے لوگوں کو اس سے روکوں گا جیسے کوئی شخص دوسرے لوگوں کے اونٹ کو اپنے حوض سے روکتا ہے ۳؎ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا اس دن آپ ہم کو پہچان لیں گے فرمایا ہاں تمہاری وہ نشانی ہوگی جو کسی دوسری امت کی نہ ہوگی۔ ۴؎ تم میرے پاس آثار وضو کی وجہ سے روشن منہ پنج کلیان آؤ گے ۵؎ (مسلم) اور مسلم کی روایت حضرت انس سے یوں ہے کہ فرمایا اس میں سونے چاندی کے لوٹے آسمان کے ستاروں کی شمار میں دیکھے جائیں گے ۶؎ اور اس کی دوسری روایت میں حضرت ثوبان سے مروی ہے فرمایا حضور سے کہ پانی کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ دودھ سے زیادہ سفید ہے، شہد سے زیادہ میٹھا اس میں جنت سے دو پرنالے گرتے ہیں جو اسے بڑھاتے ہیں ۷؎ ایک سونے کا ہے دوسرا چاندی کا۔

(۵۳۲۷) ۱؎ ایلہ شام اور یمن کا سرحدی شہر ہے کوہ طور کے پاس واقع ہے یہاں شام کا علاقہ ختم ہوجاتا ہے اور عدن وسط شام میں ہے وہاں کا دارالخلافہ ہے۔ بحر ہند پر واقع ہے۔ ان دونوں شہروں میں بڑا فاصلہ ہے۔ خیال رہے کہ بعض روایات میں عدن و عمان کا ذکر ہے بعض میں صنعاء اور مدینہ منورہ فرمایا گیا یہ تمام فرمان سمجھانے کیلئے ہیں۔ قطعی حد بندی کیلئے نہیں جیسا آدمی ویسے اس سے خطاب جن صاحبوں کو ایلہ اور عدن کے فاصلہ کی خبر تھی ان سے ان دونوں شہروں کا ذکر فرمایا۔ جنہیں دوسرے مذکورہ شہروں کی خبر تھی' ان سے وہ شہر بیان فرمائے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۲؎ برف سفید بھی ہوتی ہے ٹھنڈی بھی۔ وہاں کا پانی بھی ایسا ہی ہوگا اس لئے برف

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

سے تشبیہ دی ہے۔ دودھ شہد سے مخلوط ہو کر بڑا لذیذ ہوتا ہے۔اس لئے اس سے تشبیہ دی۔ یہ تشبیہیں صرف سمجھانے کیلئے ہیں ورنہ دنیا کی کوئی چیز حوض کوثر کے پانی کی طرح نہیں ہو سکتی۔ ۳؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوسرے لوگوں سے مراد مرتدین ومنافقین ہیں جو مسلمانوں کے علاوہ ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس سے دوسری امتوں کے مومنین مراد ہوں کیونکہ ہر نبی کا حوض الگ ہوگا۔ان میں اپنی امت ہی ان کے حوض پر پئے گی۔ فقیر کے نزدیک دوسرے معنی قوی ہیں یعنی دنیا میں کوئی شخص دوسرے کے اونٹوں کو اپنے حوض پر پانی نہیں پینے دیتا تا کہ جانور مخلوط نہ ہو جائیں ایسے ہی وہاں ہوگا۔ ۴؎ یعنی قیامت میں ساری امتوں کے مومنین جمع ہوں گے پھر کیا آپ اپنی امت کے مومنوں کو پہچانیں گے۔ اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں دوسری امتوں کو دور فرمانے کا ذکر ہے۔ ۵؎ اگر چہ ساری امتوں کے مومنین وضو کرتے تھے مگر آثار وضو اعضاء کا چمکنا صرف تمہارے لئے ہوگا۔ خیال رہے کہ حضور کا پہچاننا اس پر موقوف نہ ہوگا۔ یہ علامت تو عام پہچاننے کی ہے۔ حضور کی امت میں بعض وہ لوگ ہیں جو وضو فرض ہونے سے پہلے فوت ہو گئے۔ جیسے اولین مومنین یا چھوٹے بچے یا دیوانے یا بے نماز مسلمان یا وہ لوگ جو مسلمان ہوتے ہی فوت ہو گئے۔ حضور ان کو بھی پہچانیں گے حالانکہ نہ انہوں نے کبھی وضو کیا تھا نہ ان کے چہروں پر وضو کا پانی پہنچا تھا۔ ان کی پہچان نور نبوت سے فرمائیں گے۔ یہ حدیث باب فضل الوضو میں گزر چکی۔ حق یہ ہے کہ گزشتہ نبوتوں میں وضو تھا مگر وضو کا یہ اثر صرف امت مصطفوی کیلئے ہے جیسا قاسم ویسی تقسیم' ڈول کی تقسیم اور رہٹ کی اور ٹیوب ویل کی تقسیم اور ہے پانی ایک ہے تقسیم مختلف۔ نماز وضو ایک ہے مگر نتیجہ مختلف۔ ۶؎ پچھلی حدیث میں کیزان ارشاد ہوا معلوم ہوا کہ کوزے بھی بہت ہوں گے۔ لوٹے بھی بے شمار لہٰذا ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں۔ ۷؎ یعنی پہلے سے بھی حوض کوثر میں پانی ہے، اور جنت سے دو پرنالے اس میں گریں گے۔ تا کہ پانی کم نہ ہونے پائے۔ میزاب بنا ہے ذب سے۔ بمعنی بہنا یغث بنا ہے غث سے بمعنی گرنا اور پے در پے پانی پینا' پیٹ میں ڈالنا۔

وَعَنْ سَهْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَّرَّ عَلَىَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ اَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَىَّ اَقْوَامٌ اَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُوْنَنِىْ ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِىْ وَبَيْنَهُمْ فَاَقُوْلُ اِنَّهُمْ مِنِّىْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِىْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِىْ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۲۸) روایت ہے حضرت سہل ابن سعد سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں ۱؎ جو مجھ پر گزرے گا وہ پئے گا اور جو پئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا ۲؎ میرے پاس کچھ قوم آئیں گی جنہیں میں پہچانتا ہوں اور وہ مجھے پہچانتے ہیں ۳؎ پھر میرے اور ان کے درمیان آڑ کر دی جائے گی ۴؎ تو میں کہوں گا یہ تو میرے ہیں ۵؎ تو فرمایا جائے گا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا باتیں پیدا کیں ۶؎ میں کہوں گا اسے دوری ہو جو میرے بعد تبدیلی کرے ۷؎ (مسلم، بخاری)

(۵۴۲۸) ۱؎ فرط صفت مشبہ ہے اس کا مصدر فرط بمعنی آگے ہونا پیشوائی کرنا فرط کے معنی ہیں پیش رو یعنی حوض کوثر پر تم لوگ میرے پیچھے پیچھے حوض کوثر پہنچو گے۔ حوض کوثر پر رہبری بھی ہم ہی کریں گے یا مطلب یہ ہے کہ حوض کوثر پر پہلے ہم پہنچ چکے ہوں گے وہاں کا انتظام فرمانے کیلئے بعد میں تم پہنچو گے۔ غالب یہ ہے کہ یہاں حوض سے مراد وہ حوض ہے جو میدان حشر میں ہوگا کہ پیاس یہاں ہی بجھے گی۔ ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ پینا حساب کتاب سے فارغ ہو کر نصیب ہوگا۔ (مرقات) بعض شارحین نے فرمایا کہ مومن میدان حشر میں پہنچ

https://archive.org/details/@madni_library

کر میزان وحساب سے پہلے یہ پانی پئیں گے اللہ نصیب کرے۔ ۳؎ یعنی تا قیامت جتنے مرتدین وہاں حوض کوثر سے روکے جانے والے ہیں انہیں میں آج ہی پہچانتا ہوں اور اس دن بھی پہچانتا ہوں گا جو بعد پردہ فرمانے کے مرتد ہوگئے تھے جیسے منکرین زکوۃ اور مسیلمہ کذاب پر ایمان لے آنے والے مرتد ہیں جس سے حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق نے جہاد کئے۔ ۴؎ اس طرح کہ انہیں دھکے دے کر وہاں سے نکال دیا جائے گا اتنی دور کہ وہ مجھے نظر نہ آئیں میں انہیں نظر نہ آؤں۔ یہ مطلب نہیں کہ انہیں وہاں ہی رکھا جائے اور بیچ میں پردہ حائل کردیا جائے۔ خیال رہے کہ ان مرتدین کو یہاں لاکر سب کچھ دکھا کر انہیں دور کیا جائے گا تاکہ انہیں بہت ہی افسوس ہو۔ ۵؎ یعنی میرے دوست یا میرے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے میرا نام لینے والے ہیں۔ حضور انور کا یہ فرمان ان کو زیادہ ذلیل کرنے کیلئے ہوگا جیسے رب تعالٰی دوزخیوں سے فرمائے گا: ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ (۴۴:۴۹) چکھ ہاں ہاں تو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے۔ (کنزالایمان) یہ مطلب نہیں کہ حضور انور پہچانیں گے نہیں ابھی فرمان عالی گزرا اعرفھم میں انہیں پہچانتا ہوں نیز یہ واقعہ حضور کو آج تو معلوم ہے کل کیسے بھول جائے گا۔ نیز ان کے منہ کالے ہاتھ بندھے ہوئے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال لئے ہوں گے۔ رب فرماتا ہے: یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ (۵۵:۴۱) مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے۔ (کنزالایمان) ۶؎ فرشتوں کا یا رب تعالٰی کا یہ کہنا کہ تم نہیں جانتے ان مرتدین پر اظہار غضب کیلئے ہے جیسے بلاشبہ باپ بیٹے کو مارنے لگے ماں جو اس سے سخت نالاں تھی محبت مادری میں بچانا چاہے باپ کہے تو اس خبیث کو نہیں جانتی اسے تو میں ہی جانتا ہوں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اسے مت بچا مجھے سزا دے لینے دے۔ رب تعالٰی منافقین کے متعلق فرماتا ہے:

لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (۹:۱۰۱) تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔ (کنزالایمان) حالانکہ حضور منافقین کو خوب جانتے تھے۔ فرمایا ہے: وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ (۴۷:۳۰) اور ضرور تم انہیں بات کے اسلوب میں پہچان لوگے۔ (کنزالایمان) ۷؎ یعنی میری وفات کے بعد اپنا دین بدلے کہ اسلام چھوڑ کر کافر ہوجائے۔ خیال رہے کہ اس حدیث کی بنا پر روافض کہتے ہیں کہ سارے حضرات صحابہ مرتد ہوگئے تھے نعوذ باللہ اگر یہ مطلب ہے تو حضرت علی وغیرہم بھی صحابی ہیں۔ ان پر بھی الزام آجائے گا اگر وہ حضرات مرتد ہوتے تو حضرت علی نہ ان سے بیعت کرتے نہ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے نہ ان کے ہدایا لیتے اور دیوبندی کہتے ہیں کہ حضور انور کو قیامت میں بھی مخلص مؤمن اپنے پرائے کی پہچان نہ ہوگی۔ اس کے جواب ابھی عرض کئے گئے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُحْبَسُ الْمُؤْمِنُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یُهَمُّوْا بِذٰلِكَ فَیَقُوْلُوْنَ لَوِ اسْتَشْفَعْنَا اِلٰی رَبِّنَا فَیُرِیْحُنَا مِنْ مَّكَانِنَا فَیَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَیَقُوْلُوْنَ اَنْتَ اٰدَمُ اَبُو النَّاسِ خَلَقَكَ بِیَدِهٖ وَاَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ وَاَسْجَدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَعَلَّمَكَ اَسْمَآءَ كُلِّ شَیْءٍ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتّٰی یُرِیْحَنَا مِنْ مَّكَانِنَا هٰذَا فَیَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَیَذْكُرُ خَطِیْئَتَهُ الَّتِیْ اَصَابَ اَكْلَهٗ مِنَ الشَّجَرَةِ وَقَدْ نُهِیَ

(۵۳۲۹) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین قیامت کے دن روکے جائیں گے ۱؎ حتی کہ اس کی وجہ سے سخت غمگین ہوں گے تو کہیں گے کہ ہم اپنے رب کی بارگاہ کو شفیع لاتے کہ وہ ہمیں اس جگہ سے راحت دے چنانچہ وہ حضرت آدم کے پاس حاضر ہوجائیں گے ۲؎ عرض کریں گے آپ انسانوں کے باپ ہیں اللہ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے بنایا آپ کو اپنی جنت میں رکھا۔ آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا آپ کو ہر چیز کے نام بتائے اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کریں ۳؎ کہ وہ ہم

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

عَنْهَا وَلٰكِنِ ائْتُوْا نُوْحًا اَوَّلَ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَرْضِ فَيَاْتُوْنَ نُوْحًا فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ سُؤَالَهُ رَبَّهُ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلٰكِنِ ائْتُوْا اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلَ الرَّحْمٰنِ قَالَ فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ ثَلٰثَ كَذِبَاتٍ كَذَبَهُنَّ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُوْسٰى عَبْدًا اٰتَاهُ اللهُ التَّوْرٰةَ وَكَلَّمَهُ وَقَرَّبَهُ نَجِيًّا قَالَ فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَيَذْكُرُ خَطِيْئَتَهُ الَّتِيْ اَصَابَ قَتْلَهُ النَّفْسَ وَلٰكِنِ ائْتُوْا عِيْسٰى عَبْدَاللهِ وَرَسُوْلَهُ وَرُوْحَ اللهِ وَكَلِمَتَهُ قَالَ فَيَاْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ هُنَاكُمْ وَلٰكِنِ ائْتُوْا مُحَمَّدًا عَبْدًا غَفَرَ اللهُ لَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَاَخَّرَ قَالَ فَيَاْتُوْنِيْ فَاسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهِ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَاشَآءَ اللهُ اَنْ يَّدَعَنِيْ فَيَقُوْلُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهُ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَآءٍ وَّتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيُحَدُّلِيْ حَدًّا فَاُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّانِيَةَ فَاسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهِ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَاشَآءَ اللهُ اَنْ يَّدَعَنِيْ ثُمَّ يَقُوْلُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهُ قَالَ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاُثْنِيْ عَلٰى رَبِّيْ بِثَنَآءٍ وَّتَحْمِيْدٍ يُعَلِّمُنِيْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَيُحَدُّلِيْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ ثُمَّ اَعُوْدُ الثَّالِثَةَ فَاسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فِيْ دَارِهِ فَيُؤْذَنُ لِيْ عَلَيْهِ فَاِذَا رَاَيْتُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا فَيَدَعُنِيْ مَاشَآءَ اللهُ اَنْ يَّدَعَنِيْ ثُمَّ يَقُوْلُ ارْفَعْ مُحَمَّدُ وَقُلْ تُسْمَعْ

کو اس جگہ سے نجات دے وہ فرمائیں گے کہ میں تمہارے اس مقام میں نہیں ہوں۴ اور اپنی وہ خطا یاد کریں گے جو انہوں نے کی تھی یعنی درخت سے کھانا حالانکہ اس سے منع کیا گیا تھا۵ لیکن تم حضرت نوح کے پاس جاؤ کہ وہ پہلے نبی ہیں جنہیں اللہ نے زمین والے کفار کی طرف بھیجا۔۶ تو وہ حضرت نوح کے پاس آئیں گے وہ فرمائیں گے کہ میں تمہارے اس مقام میں نہیں ہوں اور وہ اپنی خطا یاد کریں گے جو کی تھی یعنی اپنے رب سے بغیر جانے سوال کرنا ۷ لیکن تم اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ فرمایا تو لوگ جناب ابراہیم کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے کہ میں تمہارے اس مقام کا نہیں اور اپنی تین خلاف واقعہ باتیں یاد کریں گے ۸ لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ بندے جنہیں اللہ نے توریت بخشی اور ان سے کلام کیا اور انہیں مشورہ کیلئے قرب بخشا فرمایا تو لوگ جناب موسیٰ کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے میں تمہارے اس مقام کا نہیں اور اپنی وہ خطا یاد کریں گے جو انہوں نے کی یعنی ایک کا قتل ۹ لیکن تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ اللہ کے بندے اس کے رسول اللہ کی طرف سے روح اس کا کلمہ فرمایا پھر لوگ جناب عیسیٰ کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے میں تمہارے اس مقام کا نہیں ۱۰ لیکن تم حضور محمد مصطفیٰ کے پاس جاؤ وہ بندے جن کی طفیل اللہ نے ان کے گنا ہگاروں کے سارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ۱۱ فرمایا تو سب میرے پاس آئیں گے تو میں اپنے رب کے پاس اس کے مقرر گھر میں حاضری کی اجازت مانگوں گا ۱۲ مجھے اجازت دی جائے گی میں جب رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا پھر جتنا اللہ چاہے گا مجھے چھوڑے رکھے گا ۱۳ پھر فرمائے گا اے محمد سر اٹھاؤ کہو تمہاری سنی جائے گی شفاعت کرو قبول کی جائے۔ مانگو تم کو دیا جائے گا ۱۴ فرمایا تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو اللہ کی وہ حمد وثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا ۱۵ پھر شفاعت کروں گا میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی میں وہاں سے چلوں گا انہیں آگ سے

https://archive.org/details/@madni_library

وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ قَالَ فَارْفَعُ رَاْسِیْ فَاُثْنِیْ عَلٰی رَبِّیْ بِثَنَآءٍ وَّتَحْمِیْدٍ یُعَلِّمُنِیْهِ ثُمَّ اَشْفَعُ فَیُحَدُّلِیْ حَدًّا فَاَخْرُجُ فَاُخْرِجُهُمْ مِنَ النَّارِ وَاُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ حَتّٰی مَا یَبْقٰی فِی النَّارِ اِلَّا مَنْ قَدْ حَبَسَهُ الْقُرْاٰنُ اَیْ وَجَبَ عَلَیْهِ الْخُلُوْدُ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا قَالَ وَهٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِیْ وَعَدَهُ نَبِیَّكُمْ .

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

نکالوں گا اور جنت میں داخل کروں گا ۱۶ پھر دوسری بار لوٹوں گا اپنے رب سے اس کے گھر میں اجازت مانگوں گا ۱۷ مجھے وہاں کی اجازت دی جائے گی جب میں رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا جتنا سجدے میں رہنا رب چاہے گا اتنا مجھے سجدے میں چھوڑے گا پھر فرمائے گا محمد سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری سنی جائے گی۔ شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ مانگو دیئے جاؤ گے۔ فرمایا تب میں سر اٹھاؤں گا اپنے رب کی ایسی حمد و ثنا کروں گا جو مجھے سکھائے گا پھر شفاعت کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی۔ میں روانہ ہوں گا۔ انہیں آگ سے نکالوں گا جب جنت میں داخل کروں گا ۱۸ پھر میں تیسری بار لوٹوں گا اپنے رب سے اس کی جگہ میں اجازت مانگوں گا مجھے اس پر اجازت دی جائے گی تو جب میں رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا۔ جب تک اللہ مجھے چھوڑے رکھنا چاہے گا چھوڑے رکھے گا ۱۹ پھر فرمائے گا محمد سر اٹھاؤ کہو تمہاری سنی جائے گی۔ شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ فرمایا تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا تو اپنے رب کی وہ حمد و ثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا پھر شفاعت کروں گا۔ ۲۰ تو میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی پھر میں وہاں سے روانہ ہوں گا انہیں آگ سے نکالوں گا۔ جنت میں داخل کروں گا حتی کہ آگ میں صرف وہ ہی رہ جائیں گے جنہیں قرآن نے روکا یعنی جن پر ہمیشگی ضروری ہوگئی۔ ۲۱ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر اٹھائے فرمایا یہ مقام محمود وہ ہے جس کا تمہارے نبی سے وعدہ فرمایا ہے ۲۲ (مسلم بخاری)

(۵۳۲۹) مومنین سے مراد از آدم علیہ السلام تا روز قیامت سارے اہل ایمان ہیں روکے جانے سے مراد میدان حشر میں کھڑا رہنا اور حساب کتاب کا انتظار کرنا ہے اس سے حضرات انبیاء علیحدہ ہیں۔ ۲ طلب شفیع کا ولولہ مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوگا مگر تلاش میں کفار ساتھ ہوں گے۔ سارے انسان ڈھونڈیں گے معلوم ہوا کہ اللہ کے بندوں کا وسیلہ پکڑنا یہ وہ کام ہے جس سے قیامت کے کاموں کی ابتداء ہوگی وہاں پہلے یہ ہی کام وسیلہ والا ہوگا بعد میں دوسرے کام۔ ۳ معلوم ہوا کہ کسی سے کچھ مانگنا ہو تو پہلے اس کی تعریف کی جائے بعد میں عرض و معروض اس لئے آج بھی پہلے ہم لوگ اللہ کی حمد، حضور کی نعت و درود کے بعد دعا مانگتے ہیں مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے ان فضائل و کمالات کے ذریعہ ہماری شفاعت کریں۔ ۴ یعنی تمہاری شفاعت کبریٰ فرمانا میرا منصب میرا درجہ نہیں یہ دروازہ کسی اور ہی کے ہاتھ پر کھلنے والا ہے۔ ۵ آپ کا یہ قول رب تعالیٰ سے انتہائی ہیبت وخوف کی بنا پر ہے کہ آپ اپنی وہ خطا یاد کرکے رب کے حضور جانے سے جھجکتے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہیں کہ کبھی میری اس خطا کا تذکرہ نہ آجائے تو میں شفاعت کیسے کروں گا ورنہ رب تعالٰی نے معافی دے کر انہیں زمین کا خلیفہ بنایا ان کی معافی کا اعلان توریت وزبور وانجیل وقرآن میں کیا گیا خوف وخشیت اور چیز ہے رب تعالٰی کے وعدوں پر بے اعتباری کچھ اور لہذا اس حدیث سے مسئلہ امکان کذب پر دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔ ۶؎ زمین سے مراد نوح علیہ السلام کی قوم کی زمین ہے جہاں وہ آباد تھی۔ اور ساری کافر تھی۔ سارے کفار کی طرف رسول پہلے آپ ہی ہیں۔ حضرت آدم وشیث ادریس صالح علیہم السلام مومنین یا مومن وکافر مخلوط کی طرف بھیجے گئے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ آپ سے پہلے حضرات نبی تھے رسول ومرسل نہ تھے پہلے رسول آپ ہی ہیں۔ ۷؎ یعنی میں نے اپنے کافر بیٹے کنعان کے متعلق رب تعالٰی سے عرض کیا تھا اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَہۡلِیۡ (۱۱:۴۵) میرا بیٹا بھی تو میرا گھر والا ہے۔ (کنزالایمان) وہ میرا اہل بیت ہے اس پر رب نے فرمایا تھا: اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَہۡلِکَ (۱۱:۴۶) وہ تیرے گھر والوں میں نہیں۔ (کنزالایمان) اگر اس کا تذکرہ آ گیا تو میں تمہاری شفاعت کیسے کروں گا۔ خیال رہے کہ نوح علیہ السلام نے کنعان کی شفاعت نہیں کی تھی کیونکہ آپ کا یہ عرض کرنا اس وقت تھا جب کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر چکی تھی کنعان کو ڈوبے ہوئے عرصہ گزر چکا تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں صراحۃً معلوم ہو رہا ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ مولٰی میں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ میرے اہل طوفان سے محفوظ رہیں گے اور کنعان ڈوب گیا میں لوگوں کو کیا جواب دوں مگر چونکہ اس کے جواب پر ظاہر عتاب تھا اس لئے آج انہیں یہ خوف ہے سوال بغیر علم کا مطلب یہ ہے کہ تم کو علم ہے کہ تمہارا اہل نہیں ورنہ سوال تو اس چیز کا ہوتا ہے جس کا علم نہ ہو ۸؎ ایک یہ کہ میں بیمار ہوں۔ دوسرے یہ کہ یہ کام اس بڑے نے کیا۔ تیسرے یہ کہ سارہ میری بہن ہے۔ خیال رہے کہ یہ تینوں کلام سچے ہیں مگر ظاہر کے خلاف۔ اس لئے آپ نے رب کے سامنے پیش ہونے سے انکار فرمایا ہماری مراد دل کی بیماری یعنی کفار سے بیزاری ہے اور **کبیرھم** کا مقصد یہ ہے کہ اس بڑے بت نے دوسرے بت توڑے ہوں گے۔ یہ کلام بطور استہزاء ہے۔ بت پرستوں کی حماقت ظاہر کرنے کو اور حضرت سارہ کو دینی بہن فرمایا نہ کہ نسبی بہن۔ ۹؎ اس قتل سے مراد قبطی کو گھونسہ مار کر ہلاک کر دینا ہے۔ خیال رہے کہ موذی کافر کو مار ڈالنا گناہ نہیں بلکہ عبادت ہے نیز آپ نے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا نیز اس خطا کی معافی کا اعلان بھی ہو چکا مگر ہیبت الٰہی کے باعث حاضر دربار نہیں ہوتے کہ حکم الٰہی آنے سے پہلے مجھ سے یہ قتل واقع ہو گیا ورنہ بعد میں تو آپ کی دعا سے سارے قبطی ہلاک کر دیئے گئے۔ یہ بات خوب خیال رہے۔ ۱۰؎ حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنی کوئی خطا بیان نہ فرمائیں گے مگر پھر بھی شفاعت کی ہمت نہ کریں گے یا تو اس لئے کہ آپ کو عیسائیوں نے خدا کا بیٹا کہا تھا چنانچہ آپ سے سوال ہوگا: ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِیۡ وَ اُمِّیَ اِلٰـہَیۡنِ (۵:۱۱۶) کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو۔ (کنزالایمان) یا اس لئے کہ آپ جانتے ہیں شفاعت کبرٰی صرف حضور انور فرمائیں گے۔ ۱۱؎ یہاں چند باتیں خیال رہیں۔ ایک یہ کہ یہاں حضور کے طفیل لوگوں کے گناہ معاف کرنا مراد ہے۔ حضور انور نے کبھی گناہ کرنے کا ارادہ بھی نہیں کیا ورنہ مغفرت تو سارے نبیوں کی ہو چکی ہے۔ خصوصیت سے حضور انور کیلئے یہ کیوں فرمایا گیا۔ دوسرے یہ کہ دنیا میں بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام نے حضور انور کی تشریف آوری کی بشارت دی: مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ قیامت میں بھی حضرت کا پتا آپ ہی دیں گے۔ حضرت مسیح صبح کا وہ تارا ہیں جو سورج کی خبر دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ ان تلاش کرنے والوں میں سارے محدثین وفقہاء ہوں گے۔ جنہوں نے یہ حدیث روایت کی ہم کو سمجھائی۔ مگر کسی کو یاد نہ آئے گا کہ حضور شفیع المذنبین ہیں چلو وہاں چلیں حتی کہ حضرات انبیاء کرام کو بھی یاد نہ رہے گا۔ یہ لوگ اپنے خیال سے آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور حضرات انبیاء کرام کے بھیجنے سے ایک دوسرے کے پاس یہ سب کچھ اس لئے ہے تاکہ حضور کی شان معلوم ہو اگر پہلے ہی لوگ حضور کے پاس پہنچ جاتے اور

https://archive.org/details/@madni_library

شفاعت ہو جاتی تو کوئی کہہ سکتا تھا کہ شفاعت ہر جگہ ہو سکتی تھی۔ ہم اتفاقاً یہاں آ گئے اور حضور نے شفاعت کر دی۔ یہ خیال دفع فرمانے کیلئے اس طرح پھرایا گیا یہ بات مرقات نے بیان کی اعلیٰ حضرت نے فرمایا شعر:۔

خلیل ونجی مسیح وصفی سبھی سے کہی کہیں نہ بنی یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

چوتھے یہ کہ اس وقت تو مخلوق حضور کو ڈھونڈے گی بعد میں حضور انور اپنے ہر گنا ہگار کو تلاش فرمائیں گے شعر:۔

میں جن کی جستجو میں ہوں وہ مجھ کو آپ ڈھونڈیں گے خداوندا! میں تیرے حشر کے میدان کے صدقے

۲؎ دارہ میں ہ کی ضمیر یا تو ربّ تعالیٰ کی طرف ہے تو یہ اضافت عزت وشرف کی ہے یا شفاعت کی طرف یعنی میں اس شفاعت کی جگہ تشریف فرما ہوں گا یہ جگہ یا تو مقام محمود ہے یا مقام وسیلہ ہے یا عرش کے نیچے کوئی جگہ یا کوئی اور خاص جگہ جہاں صرف حضور کی رسائی ہے۔ خیال رہے کہ لوگ تلاش کرتے کرتے حضور تک ایک ہزار سال میں پہنچیں گے ۳؎ رب تعالیٰ بے حجاب حضور انور کو اپنا دیدار عطا کرے گا حضور سجدہ کریں گے۔ یہ سجدہ شفاعت کبریٰ کی چابی ہے جس سے دروازہ شفاعت کھلے گا اور ربّ تعالیٰ عدل سے فضل کی طرف توجہ فرمائے گا حضور کا سجدہ میں گرنا ہم گرتے ہوئے گنا ہگاروں کے سنبھلنے کا ذریعہ ہوگا۔ یہ سجدہ عرض معروض کی اجازت حاصل کرنے کیلئے ہوگا جیسے شاہی دربار میں جب کچھ عرض کرنا ہو تو پہلے سلامی مجرا ادا کیا جاتا ہے۔ حضور کا وہاں سے ہٹ کر یہاں آنا اس لئے ہے کہ وہ جگہ حساب کی تھی اور یہ جگہ اکرام واحترام کی۔ یہ عرض اسی جگہ ہونی چاہئے تھی (مرقات) یہ سجدہ ایک ہفتہ کے برابر رہے گا ۴؎ اس سجدے سے دربار رحمت جوش میں آ جائے گا۔ حکم ہوگا پہلے سر اٹھاؤ تم ہم کو دیکھو ہم تم کو دیکھیں پھر عرض کرو۔ آج ہماری تمہاری بات آمنے سامنے ہوگی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ ۵؎ یعنی وہ حمد وثنا مجھے بطور الہام وہاں ہی سکھائی جائے گی۔ ابھی ہم کو معلوم نہیں خیال رہے کہ ربّ تعالیٰ کے اوصاف دنیا کے واقعات نہیں۔ حضور کا علم دنیا کے واقعات کو محیط ہے نہ کہ صفات الٰہیہ کو لہذا یہ واقعہ علم غیب کے خلاف نہیں ۶؎ یعنی یہ جگہ تو شفاعت کی تھی۔ بخشش کی جگہ دوسری ہوگی چونکہ ہم یہاں سے چل کر وہاں پہنچیں گے جہاں بخشش کا ظہور ہوگا حد مقرر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حکم ہوگا اپنی اتنی امت کو جنت میں داخل کردو۔ معلوم ہوا کہ لوگ جنت میں حضور کے پہنچائے پہنچیں گے اپنے آپ نہ جائیں گے۔ ۷؎ دارہ کی تحقیق ابھی کی جا چکی ہے کہ اس سے مراد ہے شفاعت کی جگہ یا اللہ کا گھر جو شفاعت کیلئے خاص کیا گیا۔ وسیلہ یا اور جگہ۔ ۸؎ خیال رہے کہ اس حدیث میں اختصار ہے۔ حضور کی شفاعتیں چند ہوں گی۔ پہلی شفاعت جس کی تمام دنیا طلب گار ہوگی وہ تو ہے حساب کتاب شروع کرانا۔ لوگوں کو میدان محشر سے نجات دلانا یہ اس وقت ہوگی جب کہ کوئی جنت یا دوزخ میں نہ گیا ہوگا کہ ابھی تو حساب ہی نہیں ہوا ہے وہاں جانا کیسا۔ اسی مطالبہ اور عرض معروض کا ذکر اول حدیث میں ہوا۔ آخری شفاعت' دوزخ میں گرے ہوئے مسلمانوں کو وہاں سے نکالنا اس کا ذکر یہاں ہو رہا ہے۔ یہ شفاعت سب سے آخر میں ہوگی۔ درمیان میں بہت سی شفاعتیں ہوں گی۔ کسی کا ہلکا پلہ بھاری کرانا۔ صراط پر گرتے ہوؤں کو سہارا دے کر گزار دینا۔ بندھے ہوئے گنا ہگاروں کو کھلوا دینا' پکڑے ہوئے گنا ہگاروں کو چھڑوا دینا' ہم جیسے روسیاہوں کے منہ کی کالک صاف کرا کر چہرے اوجیالے کرا دینا وغیرہ ان شفاعتوں کا یہاں ذکر نہیں فمایا گیا۔ ابتداء انتہاء کا ذکر ہے اس کی اور توجیہیں بھی کی گئی ہیں مگر مرقات نے اس کو ترجیح دی غرضکہ حدیث میں اختصار ہے۔ ایسے اختصار قرآن مجید میں بہت ہیں۔ ۹؎ ہم پہلے بہ حوالہ مرقات عرض کر چکے کہ حضور انور کے یہ سجدے ایک ایک ہفتہ کی بقدر ہوں گے یعنی اگر دن رات ہوتے تو فی سجدہ ایک ہفتہ گزرتا نہ معلوم اتنے دراز سجدوں میں حضور کیا کیا اور کیسی کیسی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

حمد کریں گے اور رب تعالٰی حضور کے کیسے کیسے درجے بلند فرمائے گا۔ یہ تو یا دینے والا ربّ جانے یا لینے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۲۰معلوم ہوا کہ اس آخری شفاعت کے تین حصے ہوں گے۔ ہر حصہ میں تہائی گنہگار دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ خیال رہے کہ فَاسْتَاذِنُ عَلٰی رَبِّی میں اس مقام شفاعت میں داخلہ کی اجازت مراد ہے اور یہاں سجدہ کے بعد جو اجازت ہے وہ شفاعت کی اجازت ہے۔لہٰذا فرمان عالی میں تکرار نہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضور انور کا ان دوزخیوں کو نکالنا بلا واسطہ بھی ہوگا اور بالواسطہ بھی یعنی بعض کو خود حضور انور نکالیں گے۔ بعض کو حضور انور کے غلام یعنی مومنین لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ جنتی مومن دوزخ میں جا کر وہاں دوزخی مومنین کو نکالیں گے۔ اولاً انہیں جن کے دل میں درہم برابر ایمان ہے پھر انہیں جن میں نصف درہم برابر ایمان ہے حتی کہ آخر میں انہیں جن میں رائی برابر ایمان ہے۔ ۲۱یعنی جن کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا کہ: خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا (۴۰۵۷) ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ (کنزالایمان) اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہو رہا ہے کہ دوزخ میں پہنچے ہوئے گناہگار مومنین کو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء وعلماء نکالیں گے۔ یہ مومنین خواہ امت محمدیہ کے ہوں یا دوسری امتوں کے سب کی رہائی حضور کی شفاعت سے ہوگی۔ دوسرے نبیوں کا گناہگاروں کو دوزخ سے نکالنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس امت کے گناہگاروں کو تو حضور انور اور آپ کے خدام نکالیں گے، دوسری امتوں کے دوزخی گناہگاروں کو وہ حضرات نکالیں واللہ ورسولہ اعلم ۲۲ظاہر یہ ہے کہ یہ فرمان عالی خود حضور انور کا اپنا ہے نبیکم فرمانا ایسا ہی ہے جیسے ربّ تعالٰی قرآن مجید میں فرماتا ہے: هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ (۱۱۹،۵) یہ ہے وہ دن جس میں سچوں کو ان کا سچ کام آئے گا۔ (کنزالایمان) یعنی کبھی متکلم اپنا نام یا اپنے القاب سے اپنا ذکر کرتا ہے اور ممکن ہے یہ کلام کسی راوی کا ہو تب نبیکم فرمانا بالکل ظاہر ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِيْ بَعْضٍ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ اشْفَعْ اِلٰى رَبِّكَ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِاِبْرَاهِيْمَ فَاِنَّهٗ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ فَيَاْتُوْنَ اِبْرَاهِيْمَ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوْسٰى فَاِنَّهٗ كَلِيْمُ اللّٰهِ فَيَاْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيْسٰى فَاِنَّهٗ رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ فَيَاْتُوْنَ عِيْسٰى فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَلٰكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ فَيَاْتُوْنِيْ فَاَقُوْلُ اَنَا لَهَا فَاَسْتَاْذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فَيُؤْذَنُ لِيْ وَيُلْهِمُنِيْ مَحَامِدَ اَحْمَدُهٗ بِهَا لَا تَحْضُرُنِي الْاٰنَ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَاَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ

(۵۳۳۰) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ بعض بعض میں مخلوط ہو جائیں گے ا پھر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ عرض کریں گے اپنے رب کی بارگاہ میں شفاعت کیجئے وہ فرمائیں گے میں اس کیلئے نہیں لیکن تم حضرت ابراہیم کا دامن پکڑو وہ اللہ کے خلیل ہیں ۲ تو وہ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے۔ وہ بھی کہیں گے میں اس کیلئے نہیں لیکن تم جناب موسیٰ کو پکڑو کہ وہ اللہ کے کلیم ہیں تو وہ حضرت موسیٰ کے پاس جائیں گے وہ بھی کہیں گے اس کیلئے میں نہیں ۳ لیکن تم حضرت عیسیٰ کو پکڑو کہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں تو لوگ حضرت عیسیٰ کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے اس کیلئے میں نہیں ہوں لیکن تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرو ۴ تو وہ میرے پاس آئیں گے میں فرماؤں گا اس میں اس کیلئے ہوں پھر میں اپنے رب سے اجازت مانگوں گا ۵ مجھے

https://archive.org/details/@madni_library

فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ شَعِيْرَةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَانْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ثُمَّ اَعُوْدُ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ اَوْ خَرْدَلَةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَانْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ثُمَّ اَعُوْدُ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَيُقَالُ يَامُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ يَارَبِّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ اَدْنٰى اَدْنٰى اَدْنٰى مِثْقَالِ حَبَّةِ خَرْدَلَةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ مِنَ النَّارِ فَانْطَلِقُ فَاَفْعَلُ ثُمَّ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهٗ سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَاْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ ائْذَنْ لِيْ فِيْمَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَيْسَ ذٰلِكَ لَكَ وَلٰكِنْ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكِبْرِيَائِيْ وَعَظَمَتِيْ لَاُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اجازت ملے گی اور ایسی حمدیں مجھے الہام کرے گا جو ابھی میرے علم میں حاضر نہیں ۶ میں ان حمدوں سے حمد کروں گا اور رب کیلئے سجدہ میں گر جاؤں گا پھر کہا جائے گا اے محمد اپنا سر اٹھاؤ کہو تمہاری سنی جائے گی۔ مانگو دیئے جاؤ گے شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا یا رب میری امت میری امت ۷تو فرمایا جائے گا جاؤ اس کو نکالو جس کے دل میں جو برابر ایمان ہو تو میں چلوں گا اور یہ عمل کروں گا ۸ پھر واپس لوٹوں گا انہیں حمدوں سے رب کی حمد کروں گا پھر اس کیلئے سجدہ میں گروں گا تو کہا جائے گا اے محمد اپنا سر اٹھاؤ کہو سنی جائے گی۔ مانگو تمہیں وہ دیا جائے گا۔ شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔تو میں عرض کرونگا یارب میری امت میری امت تو کہا جائے گا چلو اسے نکال لو جس کے دل میں ذرہ یا رائی کے دانہ برابر ایمان ہو ۹ چنانچہ میں چلوں گا یہ عمل کروں گا پھر لوٹ کر آؤں گا تو رب کی انہیں حمدوں سے ثنا کروں گا۔ پھر اس کیلئے سجدہ میں گر جاؤں گا تو کہا جائے گا اے محمد اپنا سر اٹھاؤ کہو سنی جائے گی۔ مانگو تمہیں دیا جائے گا شفاعت کرو قبول کی جائے گی تو میں کہوں گا یارب میری امت میری امت فرمایا جائیگا ۱۰ جاؤ اسے نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کمتر ایمان ہو چنانچہ میں جاؤں گا اسے آگ سے نکال لاؤں گا چنانچہ ہم جائیں گے اور یہ کام کریں گے ۱۱ پھر میں چوتھی بار لوٹوں گا اور رب تعالیٰ کی حمد وثنا انہیں محامد سے کروں گا۔ پھر میں اس کے حضور سجدہ کناں عرض کروں گا تو کہا جائیگا اے محمد سر اٹھاؤ کہو تمہاری سنی جائے گی۔ مانگو دیئے جاؤ گے شفاعت کرو قبول کی جائیگی ۱۲ تو میں عرض کروں گا یارب مجھے اس کے متعلق اجازت دے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو ۱۳ رب فرمائے گا یہ تمہارا نہیں لیکن میری عزت وجلالت اور کبریائی کی اور میری عظمت کی قسم میں وہاں سے اسے نکال دوں گا جس نے کہا لا الٰہ الا اللہ ۱۴ ۱ (مسلم بخاری)

(۵۳۳۰) ۱ ماج بنا ہے موج سے بمعنی مخلوط ہونا بے قرار ہونا یعنی اولاً تو لوگ محشر میں اکیلے اکیلے حیران کھڑے ہوں گے بہت دراز عرصہ گزرنے پر بعض بعض سے ملیں گے اور مشورہ کریں گے۔ اس ناس میں از آدم علیہ السلام تا روز قیامت سارے انسان داخل ہیں کافر ہوں یا مومن سواء حضرات انبیاء کرام کے تلاش شفیع کیلئے سب ہی نکلیں گے۔ حضرات انبیاء کرام نہ نکلیں گے اور ممکن ہے کہ ان

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

لوگوں میں وہ لوگ شامل نہ ہوں جو عرش الٰہی کے سایہ میں ہوں گے کیونکہ انہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی جس کو دفع کرانے کیلئے شفیع ڈھونڈیں گے۔ دوسرے لوگ رسائی کیلئے کہ حساب شروع ہو رب کا دیدار اس سے ہم کلامی نصیب ہو۔ ۲؎ یہاں ایک واسطہ کا ذکر نہیں فرمایا یعنی نوح علیہ السلام کا۔ حضرت آدم علیہ السلام بھیجیں گے نوح علیہ السلام کے پاس وہ بھیجیں گے ابراہیم علیہ السلام کے پاس مگر چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے بھیجنے سے نوح علیہ السلام کے پاس گئے ہوں گے اس لئے نوح علیہ السلام کا بھیجنا بالواسطہ آدم علیہ السلام کا بھیجنا ہے لہذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں۔ وہاں تفصیل تھی اور یہاں اجمال ہے۔ ۳؎ یہاں بھی کچھ اجمال ہے پہلے لوگ ان سے شفاعت کیلئے کہیں گے۔ اس کے جواب میں آپ یہ فرمائیں گے لست لھا کا مطلب یہ ہے کہ شفاعت کبری میرا کام نہیں اس درجہ میں میں نہیں ہوں۔ یہ کوئی اور ہی کرے گا۔ ہم شفاعت صغری کریں گے۔ ۴؎ حضور تک پہنچتے پہنچتے لوگوں کو ہزار سال تک لگ جائیں گے۔ اتنی بڑی بھیڑ میں تلاش کرنا آسان نہیں نہ معلوم یہ حضرات کہاں کہاں ملیں گے۔ ۵؎ پہلے کہا جا چکا ہے کہ یہ اجازت اس جگہ داخل ہونے کی ہے نہ کہ عرض ومعروض کرنے کی۔ عرض ومعروض کی اجازت تو سجدہ کرکے حاصل کرلی جائے گی۔ ۶؎ یعنی وہ صفات جن سے میں اس سجدے میں اللہ کی حمد کروں گا وہ مجھے ابھی نہیں بتائے گئے اس وقت ہی بتائے جائیں گے۔ خیال رہے کہ ہم بذات خود رب تعالٰی کی حمد نہیں کرسکتے جب تک کہ ہم کو حضور نہ سکھائیں۔ ہماری حمد حضور کے سکھانے سے ہے اور حضور کی حمد رب تعالٰی کے سکھانے اور رب کی جیسی حمد حضور انور نے کی ہے اور کریں گے مخلوق میں کسی نے ایسی حمد نہ کی۔ اسی لئے آپ کا نام احمد ہے۔ اس سجدہ میں حضور انور رب کی بے مثال حمد کریں گے اور مقام محمود پر رب تعالٰی حضور کی ایسی حمد کرے گا جو کوئی نہ کرسکا ہوگا۔ اس لئے حضور انور کا نام محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ خیال رہے کہ حضور انور کا علم واقعات کو گھیرے ہوئے ہے کہ ہر واقعہ حضور کے علم میں ہے مگر اللہ تعالٰی کے اوصاف کوئی نہیں گھیر سکتا کہ اس کے اوصاف غیر محدود ہیں لہذا یہ واقعہ حضور کے علم غیب کلی کے خلاف نہیں۔ ۷؎ یعنی میری امت کو بخش دے میری امت کو بخش دے۔ اللہ تعالٰی نے ہر نبی رسول کو ایک خصوصی دعا عطا فرمائی تھی۔ جس کی قبولیت کا پورا وعدہ فرمایا تھا۔ سارے نبیوں نے اپنی دعائیں دنیا ہی میں مانگ لیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وہ دعاء خاص محفوظ رکھی ہے۔ اس دعا سے امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ یہ وہ ہی دعا ہے جس سے آپ شفاعت فرمارہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۸؎ خیال رہے کہ ایمان واسلام میں حقدار کی زیادتی کمی ناممکن ہے کیونکہ یہ ایک بسیط چیز ہے جس کے اجزاء نہیں ہاں کیفیات میں یا نتائج میں زیادتی کمی ہوسکتی ہے جیسے علم الیقین سے عین الیقین اور عین الیقین سے حق الیقین اعلٰی ہے۔ مگر کیفیت میں نیز بعض مومنین کو اعمال کی توفیق ملتی ہے بعض کو عرفان الٰہی یہ نتیجہ میں فرق ہے جو غیرہ کا ذکر اسی فرق کی بنا پر ہے۔ لہذا احادیث واضح ہیں۔ ۹؎ ذرہ سے مراد یا چھوٹی چیونٹی ہے یا ریت کا ذرہ یا ھباء مور یعنی جو اندھیری کوٹھڑی میں کسی روزن سے دھوپ آنے سے اس میں باریک باریک روئیں اڑتے نظر آتے ہیں۔ بہر حال مقصود ایمان کا ادنٰی درجہ ہے۔ جس کے ساتھ اور کوئی نیکی نہ ہو۔ ۱۰؎ حمد الٰہی وہ ہی ہوگی۔ شفاعت کے الفاظ بھی وہ ہی ہوں گے مگر ان سے فائدہ اٹھانے والے جداگانہ پہلی بار اور لوگ نکالے گئے اس بار دوسرے لوگ ہر بار میں مختلف گنہگار بخشے جائیں گے جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے۔ ۱۱؎ اس پوری حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گنہگاروں کو نکالنے کیلئے دوزخ میں تشریف لے جائیں گے جس سے پتا لگا کہ حضور ہم گنہگاروں کی خاطر ادنٰی جگہ پر تشریف لے جائیں گے۔ اگر آج میلاد شریف یا مجلس ذکر میں حضور تشریف لائیں تو ان کے کرم سے بعید نہیں اس سے ان کی شان نہیں گھٹتی ہمارے اور ہمارے گھروں کی شان بڑھ جاتی ہے۔ شعر:

https://archive.org/details/@madni_library

ز شان وشوکت سلطان نہ گشت چیزے کم ز التفات بمہمان سرائے دہقانے
کلاہ گوشہ دہقان بہ آفتاب رسید کہ سایہ بر سرش افگند چوں تو سلطانے

ہم نے عرض کیا ہے۔شعر:-

جو کرم سے اپنے شاہ امم رکھیں مجھ غریب کے گھر قدم مرے شاہ کی نہ ہو شان کم کہ گدا سے ان کا یہ پیار ہے
ولے مجھ غریب کا غمکدہ بنے رشک خلد بریں شہا کرے ناز اپنے نصیب پر بلے شاہ وہ جو گنوار ہے

دوسرے یہ کہ دوزخ کی آگ نور میں اثر نہیں کرسکتی۔حضور نور ہیں آگ سے تکلیف حضور کو نہیں پہنچ سکتی۔ہمارا نورنظر آگ سے نہیں جلتا بلکہ حضور کے خاص خدام بھی شفاعت کرنے دوزخ سے نکالنے کیلئے دوزخ میں کود جائیں گے۔انہیں بھی آگ نقصان نہیں دے گی۔تیسرے یہ کہ ربّ تعالیٰ بخشنے والا' رحمت فرمانے والا مگر اپنی ساری نعمتیں حضور کی معرفت دیتا ہے۔دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان لوگوں کو دوزخ سے رہائی دی۔دنیا میں بھی ہم کو قرآن' ایمان' اسلام' عرفان جو کچھ دیا سب ربّ نے دیا مگر حضور انور کے ذریعہ دیا بغیر ان کے واسطے کے کسی کو کچھ نہیں دیتا۔شعر:-

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

حضور کی شفاعت پہلے ہوئی گناہگار کی رہائی بعد میں بلکہ رہائی شفاعت کی وجہ سے ہوئی۔چوتھے یہ کہ شرعی ایمان والوں کی حضور صرف شفاعت ہی نہیں کریں گے بلکہ شفاعت بھی کریں گے اور دستگیری بھی۔سجدہ کرکے عرض معروض کرنا شفاعت ہے۔دوزخ میں جا کر انہیں نکالنا دستگیری ہے۔حضور دستگیر دو جہاں ہیں جو انہیں دستگیر مددگار نہ مانے وہ اس فرمان عالی کا منکر ہے۔پانچویں یہ کہ ایمان شرعی والوں کی حضور شفاعت ودستگیری دونوں کریں گے۔جن کا ایمان شرعی نہ تھا ان کی شفاعت تو فرمائیں گے دستگیری نہیں جیسا اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔۱۲؎ خیال رہے کہ یہ چوتھی شفاعت ان لوگوں کیلئے ہے جو دنیا میں شرعی مومن نہ تھے عنداللہ مومن تھے ورنہ شرعی مومن تو ادنیٰ سے ادنیٰ بھی پہلی تین شفاعتوں سے دوزخ سے رہا کردیئے گئے ہیں۔اب یہ وہ ہی لوگ ہیں جو شرعاً مومن تھے ہی نہیں عنداللہ مومن تھے۔۱۳؎ اس کے متعلق بڑی گفتگو ہے کہ یہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والے کون لوگ ہیں بعض شارحین نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو عمر بھر کافر رہے مرتے وقت مومن ہوکر مرے عمل کوئی نہ کیا۔بعض نے فرمایا کہ یہ گزشتہ امتوں کے کلمہ گو گناہگار لوگ ہیں نہ کہ حضور کی امت کے۔یہ مرقات نے فرمایا مگر یہ دونوں توجیہیں کچھ ضعیف سی ہیں کیونکہ یہ دونوں تو مومن ہیں بلکہ پہلا شخص بے گناہ مومن ہے کہ اسے گناہ کا وقت نہیں ملا فقیر کے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جن کے دل میں ایمان تھا مگر زبان سے اس کا اقرار نہیں کیا یہ لوگ اللہ کے نزدیک مومن ہیں۔شریعت میں کافر۔جیسے ابوطالب وغیرہ انہیں شریعت میں ساتر کہتے ہیں اور جس کی زبان پر ایمان ہو دل میں کفر ہو اسے منافق کہتے ہیں اور جو دل میں زبان دونوں کا مومن ہو اسے مخلص مومن اور جو دل وزبان دونوں کا کافر ہو اسے مجاہر کہا جاتا ہے۔فیمن قال میں قال سے مراد دلی قول ہے یعنی ماننا اور لا الٰہ الا اللہ سے مراد سارے اسلامی عقیدے ہیں لہذا حدیث بالکل واضح ہے۔اس میں منافقین یا دوسرے توحیدی عقیدہ رکھنے والے کفار داخل نہیں صرف ساترین مراد ہیں لہذا موجودہ مرزائی' چکڑالوی وغیرہ اس سے خارج ہیں۔۱۴؎ یعنی ان ساترین کے متعلق تمہاری یہ چوتھی شفاعت قبول ہے مگر انہیں نکالنے کیلئے آپ کو تکلیف نہیں دی جائے گی کیونکہ وہ صراحۃً آپ کی امت میں داخل نہیں ہوئے اور دنیا میں ان پر شریعت کے احکام جاری نہیں ہوئے حتی کہ ان کا اسلامی کفن دفن نہ کیا گیا۔آج

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بھی مخلص مومن اور یہ سا تریں تمہاری شفاعت سے تو نکلیں گے مگر تمہارے ہاتھوں سے نہیں کیونکہ دنیا میں ان کے ہاتھ میں تمہارا ہاتھ نہ تھا ہماری اس شرح سے پتا لگا کہ یہ لوگ بھی حضور کی شفاعت سے ہی نکلے۔شفاعت سے کوئی بے نیاز نہیں اس لئے انہیں اس سجدہ سے اور شفاعت سے پہلے دوزخ سے نہیں نکالا گیا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ اَوْمِنْ نَفْسِهٖ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۳۳۱) روایت ہے جناب ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا لوگوں میں زیادہ کامیاب میری شفاعت سے قیامت کے دن وہ ہوگا[۱] جس نے اپنے خالص دل یا خالص نفس سے کہا لا الہ الا اللہ[۲] (بخاری)

(۵۳۳۱)[۱] یعنی میری شفاعت سے ہر انسان کو حصہ ملے گا کافر ہو یا مومن، مخلص ہو یا منافق مگر پورا بہرہ ور میری شفاعت سے مومن ہی ہوں گے کہ وہ اس کی برکت سے دوزخ سے نجات پا جائیں گے۔ عام کفار شفاعت کی وجہ سے محشر کی تکلیف سے نجات پائیں گے اور بعض کفار کے عذاب ہلکے ہو جائیں گے۔اس لئے یہاں اسعد فرمایا گیا (مرقات) اس کی اور بہت شرحیں کی گئی ہیں۔[۲] لا الہ الا اللہ کہنے سے مراد ہے سارے عقائد اسلامیہ کا اقرار کرنا جیسے کہا جاتا ہے نماز میں الحمد پڑھنا واجب ہے یعنی پوری سورہ فاتحہ خالصاً فرما کر منافقین کو علیحدہ فرما دیا کہ وہ صرف زبان سے اسلام مانتے ہیں دل میں کافر ہوتے ہیں۔اخلاص کے ساتھ قلب کا ذکر صرف تاکید کیلئے ہے ورنہ اخلاص تو دل ہی سے ہوتا ہے۔ جیسے رب فرماتا ہے: اثم قلبه (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهٗ فَنَهَسَ مِنْهَا نَهْسَةً ثُمَّ قَالَ اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسَ مِنَ الْغَمِّ وَالْكَرْبِ مَالَا يُطِيْقُوْنَ فَيَقُوْلُ النَّاسُ اَلَا تَنْظُرُوْنَ مَنْ يَّشْفَعُ لَكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ فَيَاْتُوْنَ اٰدَمَ وَذَكَرَ حَدِيْثَ الشَّفَاعَةِ وَقَالَ فَاَنْطَلِقُ فَاٰتِيْ تَحْتَ الْعَرْشِ فَاَقَعُ سَاجِدًا لِّرَبِّيْ ثُمَّ يَفْتَحُ اللهُ عَلَيَّ مِنْ مَّحَامِدِهٖ وَحُسْنِ الثَّنَآءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَّمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِيْ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَرْفَعُ رَاْسِيْ فَاَقُوْلُ اُمَّتِيْ يَارَبِّ اُمَّتِيْ يَارَبِّ اُمَّتِيْ يَارَبِّ فَيُقَالُ يَامُحَمَّدُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَّاحِسَابَ عَلَيْهِمْ مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَآءُ النَّاسِ فِيْمَا

(۵۳۳۲) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا تو آپ کی خدمت میں دستی پیش کی گئی۔حضور کو دستی پسند تھی[۱] تو آپ نے اس میں سے نوچ کر کھایا[۲] پھر فرمایا میں قیامت کے دن لوگوں کا سردار ہوں[۳] جس دن لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے[۴] اور سورج قریب ہوگا لوگوں کو اس قدر غم و تکلیف پہنچے گی جس کی وہ طاقت نہ رکھیں گے[۵] پھر لوگ کہیں گے تم کسی ایسے شخص کو کیوں نہیں دیکھتے جو تمہارے رب کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کرے[۶] چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور شفاعت کی حدیث ذکر فرمائی اور فرمایا کہ پھر میں چلوں گا تو عرش کے نیچے پہنچوں گا پھر اپنے رب کے حضور سجدہ میں گروں گا[۷] پھر اللہ مجھ پر اپنی وہ حمد و اچھی ثنائیں کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی پر نہ کھولی تھیں[۸] پھر فرمائے گا اے محمد اپنا سر اٹھاؤ مانگو دیئے جاؤ گے۔شفاعت کرو قبول کی جائے گی[۹] تو میں اپنا سر اٹھاؤں گا عرض کروں گا یارب میری امت میری امت تو کہا

https://archive.org/details/@madni_library

سِوٰی ذٰلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ مَا بَیْنَ الْمِصْرَاعَیْنِ مِنْ مَصَارِیْعِ الْجَنَّةِ كَمَا بَیْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

جائے گا ۱۰؎ اے محمد اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں ۱۱؎ جنت کے دروازوں میں سے داہنے دروازے سے داخل کرو اور یہ لوگ دوسرے دروازوں میں لوگوں کے ساتھ برابر کے حقدار ہیں ۱۲؎ پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جنت کے دروازوں میں سے ایک کی دو چوکھٹوں کے درمیان ۱۳؎ اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ معظمہ اور ہجر کے درمیان ہے ۱۴؎ (مسلم بخاری)

دستی کا گوشت بے ریشہ ہوتا ہے اور نرم بھی' مزیدار بھی جلد گل جاتا ہے سارے جانور میں یہ ہی گوشت بہت اچھا ہوتا ہے۔ ۲؎ نہسن خالی سین سے اگلے دانتوں سے نوچنا اور نہش نقطہ والے شین سے داڑھوں سے گوشت نوچنا یعنی ہڈی سے بوٹی چھڑانا دونوں لفظ روایات میں وارد ہیں۔ ۳؎ اس ناس میں سارے انسان داخل ہیں۔ حضرات انبیاء کرام اور ان کی ساری امتیں' اگرچہ حضور ہمیشہ سے ہی ساری مخلوق کے سردار ہیں مگر اس سرداری کا ظہور قیامت کے دن ہوگا کہ سارے لوگ آپ سے شفاعت کی درخواست کریں گے اور سب حضور کا منہ تکیں گے کوئی آپ کی سرداری کے انکار کرنے کی ہمت نہ کر سکے گا' کفار بھی اس کا اقرار کریں گے اور نادم ہوں گے اس لیے یوم القیامت کا ذکر فرمایا۔ ۴؎ یہ یوم القیامۃ کا بیان ہے چونکہ یہ حاضری بارگاہِ قیامت کا مقصود ہے اس لیے اس کا ذکر پہلے فرمایا ورنہ قیامت میں اور بھی کام ہوں گے جیسے کہ آگے سے معلوم ہو رہا ہے۔ ۵؎ گرمی کی شدت کا یہ حال ہوگا کہ انسان کا پسینہ ستر گز زمین میں جذب ہو کر اس کے منہ کی لگام بن جائے گا یعنی منہ تک پسینہ میں آدمی ڈوبا ہوگا۔ ۶؎ معلوم ہوا کہ قیامت کے کاروبار کی ابتداء توسل یعنی وسیلہ کی تلاش سے ہوگی۔ آج جو حضور کے وسیلہ کے منکر ہیں۔ وہ بھی یہ ہی کام پہلے کریں گے۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا:

ہم بھی محشر میں سیر دیکھیں گے نجدی آج ان سے التجا نہ کرے

۷؎ یہاں جہاں مجھے لوگ پائیں گے اور ساری مخلوق مجھے گھیرے گی وہاں سے روانہ ہو کر اپنے مقام شفاعت میں پہنچوں گا جو میرے لئے خاص تیار کیا گیا ہے غالب یہ ہے کہ حضور انور ان سب کو لے کر وہاں پہنچیں گے۔ واللہ ورسولہ اعلم وہ نظارہ عجیب ہوگا۔ ۸؎ یعنی اس دن جیسی حمد اپنے ربّ کی میں کروں گا ایسی حمد مخلوق الٰہی میں کسی نے نہیں کی ہوگی۔ یہ حمد مجھے میرا رب بطور الہام سکھائے گا۔ ۹؎ اسے کہتے ہیں عرض سے پہلے قبولیت ابھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعا کیلئے لب نہیں ہلائے کہ قبولیت کا ربّ نے وعدہ فرمالیا۔ ۱۰؎ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں یہاں عبارت میں اجمال ہے۔ ابتداء ہوئی شفاعت عامہ کے ذکر سے اور انتہا ہوئی شفاعت خاصہ کے ذکر پر۔ یہ شفاعت اپنی امت کو جنت میں پہنچانے کی ہے۔ عام لوگوں کیلئے شفاعت محشر سے نجات دلانے کی ہوگی۔ ۱۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں سب کا حساب نہ ہوگا بعض بے حساب جنت میں بھیجے جائیں گے جو دنیا میں اپنا حساب خود لیتے رہے گا اس کا حساب یا تو ہوگا نہیں ہوگا تو ہلکا ہوگا۔ ۱۲؎ یعنی ان بے حساب جنتیوں کیلئے ایک دروازہ خاص ہے جس سے دوسرے جنتی داخل نہیں ہو سکتے۔ مگر یہ حضرات ان دروازوں سے جا سکتے ہیں جیسے ریل کا فرسٹ کلاس کا مسافر ہر درجہ میں سفر کر سکتا ہے مگر تھرڈ والے فرسٹ میں سفر نہیں کر سکتے۔ ۱۳؎ ایک دروازے کے حصے ہوں تو ہر حصہ مصرع کہلاتا ہے۔ اس سے مقصود ہے دروازہ جنت کی چوڑائی بیان کرنا۔ ۱۴؎ ہجر مدینہ منورہ کے علاقہ میں ایک گاؤں کا نام بھی ہے۔ اور بحرین کے ایک شہر کا نام بھی یہاں یہ ہی شہر مراد ہے جو بحرین میں ہے۔ اس تشبیہ سے مقصود ہے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اس دروازے کی فراخی بیان فرمانا حد بندی فرمانا مقصود نہیں (اشعہ، مرقات)

وَعَنْ حُذَيْفَةَ فِيْ حَدِيْثِ الشَّفَاعَةِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَتَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَشِمَالًا . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۳۳۳) روایت ہے حضرت حذیفہ سے شفاعت کی حدیث کے بارے میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ا؎ فرمایا کہ امانت اور رحمی رشتے بھیجے جائیں گے ۲؎ وہ پل صراط کے دونوں طرف داہنے بائیں کھڑے ہوں گے ۳؎ (مسلم)

(۵۳۳۳) ا؎ حضرت حذیفہ نے پوری حدیث شفاعت بیان کی اس طرح جو بھی ذکر کی گئی مگر اس حدیث میں یہ زیادتی اور ہے ۲؎ امانت داری مومن کی ایک پاکیزہ صفت ہے اس کی بہت قسمیں ہیں بات کی، مال کی، عزت و آبرو کی۔ امانت داری کا مقابلہ ہے خیانت جو انسان کا بڑا عیب ہے۔ رحم سے مراد ہے آپس کی نسبی قرابت داریاں یہ بہت قسم کی ہیں۔ یہ دونوں شکل والی چیزیں ہوں گی۔ وہاں اوصاف اعراض کی شکلیں ہوں گی وہ کلام کریں گی۔ ۳؎ یہ ان دونوں وصفوں کی انتہائی تعظیم ہوگی کہ ان دونوں کو پل صراط کے آس پاس کھڑا کیا جائے گا۔ شفاعت اور شکایت کیلئے کہ ان کی شفاعت پر نجات ان کی شکایت پر پکڑ ہوگی۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ انسان امانت داری اور رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی ضرور اختیار کرے کہ ان دونوں میں کوتاہی کرنے پر سخت پکڑ ہے۔ ان کی شفاعت پر دوزخ سے نجات ہے ان کی شکایت پر وبال گرتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللهِ تَعَالٰى فِيْ اِبْرَاهِيْمَ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَقَالَ عِيْسٰى اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اُمَّتِيْ اُمَّتِيْ وَبَكٰى فَقَالَ اللهُ تَعَالٰى يَا جِبْرَئِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ وَّرَبُّكَ اَعْلَمُ مَسَلْهُ مَايُبْكِيْهِ فَاَتَاهُ جِبْرَئِيْلُ فَسَاَلَهٗ فَاَخْبَرَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ اللهُ لِجِبْرَئِيْلُ اذْهَبْ اِلٰى مُحَمَّدٍ فَقُلْ اِنَّا سَنُرْضِيْكَ فِيْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْٓءُكَ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۳۳۴) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالٰی کا یہ کلام تلاوت کیا جو حضرت ابراہیم کے متعلق ہے ا؎ یارب ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا تو جس نے میری پیروی کی وہ تو میرا ہوگیا ۲؎ اور جناب عیسیٰ کہیں گے اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں ۳؎ تو حضور نے اپنے ہاتھ اٹھائے عرض کیا الٰہی میری امت اور روئے ۴؎ تو اللہ تعالٰی نے فرمایا اے جبریل جناب محمد کے پاس جاؤ تمہارا رب خوب جانتا ہے مگر ان سے پوچھو انہیں کیا چیز رلا رہی ہے ۵؎ تو حضور کے پاس حضرت جبریل آئے حضور سے پوچھا انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عرض معروض کی خبر دی ۶؎ تو اللہ تعالٰی نے حضرت جبریل سے فرمایا تم جناب محمد کے پاس جاؤ کہو کہ ہم تم کو تمہاری امت کے معاملہ میں راضی کرلیں گے تمہیں غمگین نہ کریں گے ۷؎ (مسلم)

(۵۳۳۴) ا؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور انور نے نماز کے باہر یہ آیت کریمہ سورہ ابراہیم کی تلاوت فرمائی جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ ۲؎ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالٰی حضرات ابراہیم علیہ السلام کی وہ عرض معروض بیان فرمارہا ہے جو آپ قیامت میں بطور شفاعت عرض کریں گے۔ کہ خدایا جن لوگوں نے میری اطاعت کی وہ تو میرے ہو چکے تو انہیں میرے طفیل بخش دے اور جنہوں نے میری نافرمانی کی تو

https://archive.org/details/@madni_library

مولیٰ تو گناہگاروں کا بخشنے والا ہے۔غرضکہ شکایت ان کی بھی نہیں کی انہیں بھی بد دعا نہ دی یہ ہے شان جمالی۔۳؎ اس پوری آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کی شفاعت کا ذکر ہے وہ بھی جمال الٰہی کا مظہر ہیں۔آپ کی عرض بھی یہ ہے کہ میرے مولیٰ اگر تو ان گناہگاروں کو عذاب دے تو تو ان کا رب ہے وہ تیرے بندے کون تجھے عذاب دینے سے روک سکتا ہے اور تو انہیں معافی دیدے تو تو عزیز ہے حکیم ہے تیرے ہر کام میں حکمت ہے تو سب پر غالب ہے جسے جو چاہے دیدے تجھ سے کوئی پوچھ نہیں سکتا۔۴؎ یعنی ان دو محبوب نبیوں کی شفاعت کا ذکر پڑھا تو شفیع المذنبین کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا اپنی گناہگار امت یاد آ گئی اور اس وقت شفاعت فرمائی۔معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں جیسی آیت تلاوت کرے اس طرح کی دعا مانگے یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔دعا کے وقت رونا علامت قبولیت ہے پھر حضور انور کا رونا حضور کے آنسو سبحان اللہ حضور کا رونا ہماری ہنسی وخوشی کا ذریعہ ہے۔بادل روتا ہے تو چمن ہنستا ہے۔شعر:-

تانہ گریہ ابر کے خند وچمن تانہ گریہ طفل کے جو شد لبن

۵؎ سبحان اللہ کس ناز کا سوال ہے۔خود جانتا ہے مگر پوچھتا ہے تاکہ محبوب صراحۃً زبان پاک سے شفاعت کریں اور امت گناہگار کی مشکلیں حل ہوں۔دریائے بخشش الٰہی جوش میں آئے۔۶؎ کہ امت کی فکر ان کا غم میرے رونے کا سبب ہے۔خیال رہے کہ رونا بہت قسم کا ہے۔ان تمام قسموں میں افضل حضور کا شفاعت امت کیلئے رونا ہے۔۷؎ یعنی آپ اپنی امت کے متعلق جو چاہیں گے جو کہیں گے ہم وہ ہی کریں گے احادیث میں ہے کہ اس پر حضور انور نے عرض کیا کہ تیری عزت کی قسم میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک کہ میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہو۔خدا کرے ہم امتی رہیں۔(اشعہ)مرقات نے بھی اسی کے قریب فرمایا یہاں مرقات نے شفاعت ابراہیمی شفاعت عیسوی اور شفاعت محمدی میں بہت شاندار فرق بیان فرمایا کہ ان حضرات نے اجمالی شفاعت کی مگر حضور انور نے اپنی امت کا نام لے کر تفصیلی شفاعت فرمائی کہ گناہگار ہو مگر میرا امتی ہو اسے بخش دے۔شعر:-

خاک او باش و بادشاہی کن آن اوباش ہرچہ خواہی کن

نیز اس شفاعت میں میں اگر مگر نہیں جزم کے ساتھ دعا ہے کہ اسے ضرور بخش دے۔اس حدیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی شان امت پر بڑا کرم امت محمدیہ کا بڑا خوش نصیب ہونا معلوم ہوا سارے بندے اللہ کی رضا چاہتے ہیں۔اللہ تعالٰی حضور کو راضی کرنا چاہتا ہے۔اس کی تائید یہ آیت کررہی ہے۔وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰی (۹۳:۵)اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔(کنزالایمان)حضرت ابوبکر صدیق کیلئے بھی فرمایا:وَلَسَوۡفَ یَرۡضٰی (۹۲:۲۱)اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔(کنزالایمان)

وَعَنۡ اَبِیۡ سَعِیۡدِ ۣ الۡخُدۡرِیِّ اَنَّ نَاسًا قَالُوۡا یَارَسُوۡلَ اللهِ هَلۡ نَرٰی رَبَّنَا یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ قَالَ رَسُوۡلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ نَعَمۡ هَلۡ تُضَارُّوۡنَ فِیۡ رُؤۡیَةِ الشَّمۡسِ بِالظَّهِیۡرَةِ صَحۡوًا لَیۡسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَّهَلۡ تُضَارُّوۡنَ فِیۡ رُؤۡیَةِ الۡقَمَرِ لَیۡلَةَ الۡبَدۡرِ صَحۡوًا لَیۡسَ فِیۡهَا سَحَابٌ قَالُوۡا لَا یَارَسُوۡلَ اللهِ قَالَ مَا تُضَارُّوۡنَ فِیۡ رُؤۡیَةِ اللهِ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ اِلَّا كَمَا تُضَارُّوۡنَ فِیۡ رُؤۡیَةِ اَحَدِهِمَا اِذَا كَانَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ

(۵۳۳۵) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ۱؎ کیا تم صاف دوپہری میں جب سورج کے ساتھ بادل نہ ہو سورج کے دیکھنے میں شک کرتے ہو ۲؎ اور کیا تم چودھویں صاف رات میں جبکہ چاند کے ساتھ بادل نہ ہو چاند دیکھنے میں شک کرتے ہو عرض کیا یارسول اللہ نہیں ۳؎ فرمایا تم قیامت کے دن اللہ کے دیدار میں شک نہیں کرو گے مگر ایسا جیسا ان دونوں میں سے ایک کے دیکھنے میں شک کرتے ہو ۴؎ جب

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ لِيَتَّبِعْ كُلُّ أُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ فَلَا يَبْقٰى أَحَدٌ كَانَ يَعْبُدُ غَيْرَ اللهِ مِنَ الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَتَسَاقَطُوْنَ فِي النَّارِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ مِنْ بَرٍّ وَّفَاجِرٍ أَتَاهُمْ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ فَمَاذَا تَنْظُرُوْنَ يَتْبَعُ كُلُّ أُمَّةٍ مَاكَانَتْ تَعْبُدُ قَالُوْا يَا رَبَّنَا فَارَقْنَا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا أَفْقَرَ مَاكُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَمْ نُصَاحِبْهُمْ وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا مَكَانُنَا حَتّٰى يَأْتِيَنَا رَبُّنَا فَإِذَا جَآءَ رَبُّنَا عَرَفْنَاهُ وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ سَعِيْدٍ فَيَقُوْلُ هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ آيَةٌ تَعْرِفُوْنَهٗ فَيَقُوْلُوْنَ نَعَمْ فَيُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ فَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ لِلّٰهِ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهٖ إِلَّا أَذِنَ اللهُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ وَلَا يَبْقٰى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ اتِّقَاءً وَّرِيَاءً إِلَّا جَعَلَ اللهُ ظَهْرَهٗ طَبَقَةً وَّاحِدَةً كُلَّمَا أَرَادَ أَنْ يَسْجُدَ خَرَّ عَلٰى قَفَاهُ ثُمَّ يُضْرَبُ الْجِسْرُ عَلٰى جَهَنَّمَ وَتَحِلُّ الشَّفَاعَةُ وَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ فَيَمُرُّ الْمُؤْمِنُوْنَ كَطَرْفِ الْعَيْنِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيْحِ وَكَالطَّيْرِ وَكَأَجَاوِيْدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ وَّمَخْدُوْشٌ مُرْسَلٌ وَّمَكْدُوْشٌ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ حَتّٰى إِذَا خَلَصَ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْكُمْ بِأَشَدَّ مُنَاشَدَةً فِي الْحَقِّ قَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لِلّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا كَانُوْا يَصُوْمُوْنَ مَعَنَا وَيُصَلُّوْنَ وَيَحُجُّوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ أَخْرِجُوْا مَنْ عَرَفْتُمْ فَتُحَرَّمُ صُوَرُهُمْ عَلَى النَّارِ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا مَا بَقِيَ فِيْهَا أَحَدٌ مِّمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهٖ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ دِيْنَارٍ مِّنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوْهُ

قیامت کا دن ہوگا تو اعلانچی اعلان کریگا کہ ہر گروہ اس کے پیچھے جائے جس کی وہ پرستش کرتا تھا۵ تو جو بھی اللہ کے سوا بتوں اور پتھروں کی عبادت کرتے تھے اس میں سے کوئی نہ بچے گا مگر دوزخ میں گر جائیں گے۶ حتی کہ جب ان نیک و بدوں کے سواء جو اللہ کی عبادت کرتے تھے کوئی نہ بچے گا تو ان کے پاس رب العالمین آئے گا۷ فرمائے گا تم کیا انتظار کررہے ہو ہر امت اپنے معبود کے ساتھ جارہی ہے۸ پھر عرض کریں گے یارب ہم نے دنیا میں ان لوگوں کو چھوڑے رکھا جب کہ ہم ان کے بہت حاجت مند تھے اور ہم ان کے ساتھ نہ رہے۹ اور جناب ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ کہیں گے یہ ہی ہماری جگہ ہے۔حتی کہ ہمارے پاس ہمارا رب آئے پھر جب ہمارا رب جلوہ گر ہوگا ہم اسے پہچان لیں گے ۱۰ اور جناب ابوسعید کی روایت میں ہے کہ رب فرمائے گا کہ کیا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی نشانی کہ تم اسے پہچان لوگے وہ کہیں گے ۱۱ ہاں تو رب پنڈلی کھولے گا ۱۲ تو ان میں سے جو دل کے اخلاص سے رب کو سجدہ کرتے تھے کوئی نہ رہے گا مگر اللہ اسے سجدہ کی اجازت دے گا ۱۳ اور جو لوگ اپنے بچاؤ اور دکھلاوے کیلئے سجدہ کرتے تھے ان میں سے کوئی نہ بچے گا مگر اللہ اس کی پیٹھ ایک تختہ بنادے گا ۱۴ وہ جب بھی سجدہ کا ارادہ کرے گا اپنی پیٹھ پر گر جائے گا ۱۴ پھر دوزخ پر پل رکھا جائیگا ۱۵ اور شفاعت واقع ہوگی ۱۶ اور کہیں گے الٰہی سلامت رکھ سلامت رکھ ۱۷ تو مسلمان پلک جھپکنے کی طرح اور بجلی کی طرح اور ہوا کی طرح پرندے کی طرح اور تیز گھوڑے کی طرح اونٹ کی طرح ۱۸ گزریں گے بعض تو نجات پائیں گے سلامت رہیں گے بعض زخمی ہو کر چھوڑ دیئے جائیں گے ۱۹ بعض دوزخ کی آگ میں گرادیئے جائیں گے ۲۰ حتی کہ جب مسلمان آگ سے خلاصی پالیں گے تو اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے نہیں ہے تم میں سے کوئی زیادہ جھگڑنے والا اپنے اس حق میں جو تمہیں ظاہر ہو جائے بمقابلہ مسلمانوں کے جو وہ اللہ سے

https://archive.org/details/@madni_library

فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ نِصْفِ دِيْنَارٍ مِّنْ خَيْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ خَلْقًا كَثِيْرًا ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا لَمْ نَذَرْ فِيْهَا خَيْرًا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ شَفَعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوْا خَيْرًا قَطُّ قَدْ عَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقِيْهِمْ فِيْ نَهْرٍ فِيْ اَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهٗ نَهْرُ الْحَيٰوةِ فَيَخْرُجُوْنَ كَمَا تَخْرُجُ الْحِبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ فَيَخْرُجُوْنَ كَاللُّؤْلُؤِ فِيْ رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِمُ فَيَقُوْلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ هٰٓؤُلَآءِ عُتَقَاءُ الرَّحْمٰنِ اَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوْهُ فَيُقَالُ لَهُمْ لَكُمْ مَا رَاَيْتُمْ وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

جھگڑیں گے قیامت کے دن اپنے دوزخی بھائیوں کیلئے ۲۱عرض کریں گے یارب وہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے نمازیں پڑھتے تھے اور حج کرتے تھے ۲۲تو ان سے کہا جائے گا کہ جنہیں تم پہچانتے ہو نکال لو اور ان کی صورتیں آگ پر حرام کردی جائیں گی۔ ۲۳یہ لوگ بڑی خلقت کو نکال لائیں گے پھر کہیں گے یارب جن کے متعلق تو نے ہم کو حکم دیا تھا ان میں سے تو کوئی باقی نہ رہا ۲۴رب فرمائے گا واپس جاؤ جس کے دل میں دینار برابر بھلائی پاؤ اسے نکال لو تو وہ بڑی خلقت کو نکال لائیں گے پھر فرمائے گا واپس جاؤ جس کے دل میں آدھی دینار برابر بھلائی پاؤ اسے نکال لو ۲۵چنانچہ وہ بہت بڑی خلقت کو نکال لائیں گے پھر فرمائے گا لوٹ جاؤ جس کے دل میں ذرہ برابر بھلائی پاؤ اسے نکال لو وہ بڑی خلقت کو نکال لائیں گے۔ ۲۶پھر عرض کریں گے یارب ہم نے دوزخ میں کسی بھلائی والے کو نہ چھوڑا ۲۷تب اللہ تعالٰی فرمائے گا کہ فرشتوں نے شفاعت کرلی۔ رسولوں نے شفاعت فرمائی مومنوں نے شفاعت کرلی ۲۸اب سواء ارحم الراحمین کے اور کوئی باقی نہ رہا ۲۹تب آگ میں سے ایک مٹھی بھرے گا تو ان لوگوں کو وہاں سے نکال دے گا جنہوں نے کبھی کوئی بھلائی نہیں کی۔ ۳۰جو کوئلے ہوچکے ہوں گے ۳۱انہیں اس نہر میں ڈالے گا جو جنت کے دہانوں میں ہے جسے زندگی کی نہر کہا جاتا ہے تو وہ یوں اگیں گے جیسے دانہ سیلاب کے اوپر کے کوڑا میں اگتا ہے ۳۲پھر وہ نکلیں گے موتی کی طرح ان کی گردنوں میں مہریں ہوں گی انہیں لوگ کہیں گے کہ یہ اللہ کے آزاد کردہ ہیں جنہیں رب نے بغیر عمل کئے ہوئے بغیر بھلائی آگے بھیجے ہوئے جنت میں داخل فرمادیا ۳۴تو ان سے کہا جائے گا کہ تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے دیکھا اور اس کی مثل ۳۵ (مسلم،بخاری)

(۵۳۳۵) ۱؎ خیال رہے کہ قیامت میں حساب کے وقت سارے بندے رب کو دیکھیں گے مومن ہو یا کافر مگر مومن بہ شان رحمت دیکھیں گے اور کافر بہ شان غضب جیسا کہ پچھلی حدیث میں گزر چکا۔ پھر اس کے بعد جنتی تو رب تعالٰی کو دیکھا کریں گے کوئی تو جب چاہیں اور کوئی روز ایک بار کوئی ہفتہ میں ایک بار کوئی مہینہ میں کوئی سال میں ایک بار کوئی اس سے زیادہ عرصہ میں۔ مگر دوزخی لوگ دیدار سے محروم رہیں گے۔ رب تعالٰی فرماتا ہے: اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (۸۳:۱۵) بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

سے محروم ہیں۔ (کنزالایمان) جنتیوں کے بارے میں فرماتا ہے: اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (۷۵؍۲۳) اپنے رب کو دیکھتے (ہوں گے۔) (کنزالایمان) غالبًا یہاں سوال قیامت کے دن کے دیدار کے متعلق ہے۔جنتی عورتوں' فرشتوں' مغفور جنات کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں انہیں بھی دیدار ہوگا' بعض کہتے ہیں نہیں ہوگا۔ (مرقات) ۲؎ تضارون باب مفاعلت کا مضارع معروف ہے۔ضار یضار مضاراۃ کے معنی ہیں اژدہام اور بھیڑ میں پھنس جانا پھر شک کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ کیونکہ بھیڑ میں کوئی چیز صحیح نہیں دیکھی جاتی۔ صحو کے معنی ہیں صاف جبکہ آسمان پر بادل نہ ہو تو اسے صحو کہتے ہیں۔۳؎ سبحان اللہ! کیسی پیاری تشبیہ ہے جس میں یقینی دیدار کی مثال دے کر سمجھایا گیا۔ خیال رہے کہ قمر عام ہے اور ہلال' بدر' خاص ہے۔۴؎ مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کے دیکھنے میں تو شک ہوتا نہیں تو یقینًا رب تعالٰی کے دیدار میں بھی شک نہیں ہوگا۔۵؎ خیال رہے کہ قیامت میں رب کا دیدار دوبار ہوگا پہلی بار تو حساب کے وقت جیسا کہ پہلے گزر چکا دوسری بار حساب سے فارغ ہوکر یہ دوسرا دیدار صرف مسلمانوں کو ہی ہوگا کفار کو نہ ہوگا۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔لہٰذا یہ حدیث پچھلی احادیث کے خلاف نہیں ہے۔ اس موقع پر بت پرستوں کے تمام بت حتی کہ سورج' چاند بھی وہاں موجود ہوں گے۔خیال رہے کہ حضرت عیسٰی و مریم کو عیسائیوں نے اور حضرت عزیر کو یہود نے نہیں پوجا بلکہ ان کے فوٹوؤں کو اور صلیب کو پوجا تھا۔ وہ لوگ ان تصویروں اور صلیب کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر تو چاہیے کہ یہ حضرات بھی دوزخ میں جائیں کہ انہیں یہود و عیسائیوں نے پوجا تھا۔۶؎ بتوں میں سورج' چاند بھی داخل ہیں کہ ان کی پرستش بھی ہوتی تھی۔ خیال رہے کہ یہ چیزیں دوزخ میں جائیں گی مگر سزا پانے کیلئے نہیں بلکہ دوزخیوں کو سزا دینے کیلئے حتی کہ سورج کی گرمی آگ کی گرمی سے مل کر ان لوگوں کی تکلیف کو اور بھی زیادہ کردے گی لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ان پتھروں' بتوں کو بلاقصور دوزخ میں کیوں ڈالا گیا اسی طرح دوزخ میں مقرر شدہ فرشتے عذاب دیں گے عذاب پائیں گے نہیں ۷؎ رب تعالٰی کے آنے سے مراد ہے اس کا حکم آنا یا یہ متشابہات میں سے ہے اس ظاہری آنے جانے سے رب پاک ہے۔۸؎ یعنی تم لوگ بھی ان سے کسی کے ساتھ کیوں نہیں جاتے رب تعالٰی کا یہ سوال اس کی بے علمی کی بنا پر نہیں بلکہ اس جواب کیلئے ہے جو وہ دے رہے ہیں۔ خیال رہے کہ مشرکین تو اپنے معبودوں کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے مؤمن اپنے نبیوں کے ساتھ اور یہ امت اپنے حضور محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں جائے گی۔ رہے توحیدی کفار یا دھریئے کفار جو بت پرستی نہیں کرتے تھے انہیں فرشتے ہانک کر دوزخ میں ڈالیں گے۔لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دہریئے اور توحیدیئے کفار کس کے ساتھ جائیں گے۔۹؎ یعنی جب ہم دنیا میں کفار سے الگ رہے تو اب بھی ان سے الگ ہی رہیں گے وہاں تو ہم کو ان کے ساتھ رہنے کی ضرورت بھی تھی۔ یہاں تو ہم ان سے بے نیاز ہیں۔ ان کے ساتھ ہم کیوں جائیں۔۱۰؎ یہاں آنے سے مراد تجلی فرمانا اپنا جمال دکھانا ہے۔ خیال رہے کہ مسلمان قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قیامت میں رب تعالٰی کو تعلق ایمان سے پہچانیں گے۔ اگرچہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی دیدار نہ کیا تھا وہاں پہچان رشتہ ایمان سے ہوگی۔۱۱؎ وہ علامت ونشانی محبت الٰہی ہے جو ایمان وعرفان کا نتیجہ ہے اس ذریعہ سے ہم رب تعالٰی کو پہچان لیں گے۔۱۲؎ پنڈلی کھولنے کی بہت توجیہیں کی گئی ہیں مگر صحیح تر یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے۔ رب تعالٰی پنڈلی وغیرہ سے پاک ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد ان لوگوں کی پنڈلی مراد ہے۔ یعنی ان پر ایسی تکلیف نازل ہوگی کہ ان کی پنڈلی کھل جائے گی۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے رب تعالٰی کی پنڈلی مراد ہے جو اس کے شان کے لائق ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے رب تعالٰی کی تجلی صفات مراد ہے واللہ اعلم بمراد حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳؎ سبحان اللہ مزے دار سجدہ یہ ہوگا۔

https://archive.org/details/@madni_library

اب تک بغیر دیکھے سجدے کئے تھے آج مسجودلہ کی تجلی دیکھ کر سجدہ کریں گے۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

۴؎ یعنی ان ریاکار منافقوں کی پیٹھ اکڑ جائے گی' ٹیڑھی نہ ہوسکے گی اور سجدہ میں پیٹھ خم ہونا ضروری ہے۔اس لئے بجائے سجدہ کے اوندھے گریں گے۔ ۵؎ یہ سجدہ مخلصین ومنافقین کی چھانٹ ہوگا۔ جو درست سجدہ کرلے گا وہ مخلص مومن ہے۔ جو نہ کرسکے گا وہ منافق اس سے معلوم ہوا کہ یہ دیدار منافقین کو بھی ہوگا۔ (مرقات) مگر مومنوں کو محبت والا دیدار ہوگا' منافقوں کو ہیبت بلکہ وحشت والا۔ ۶؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ پل صراط آج قائم نہیں ہے قیامت میں اس وقت قائم کیا جائے گا اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو دوزخی اس سے پہلے دوزخ میں پہنچائے گئے وہ پل صراط سے نہ گزارے گئے کہ پل تو ان کے دوزخ میں پہنچنے کے بعد قائم کیا گیا۔ ۷؎ اس شفاعت سے مراد ہے دوزخ سے گزارنے کی شفاعت ورنہ بہت سی شفاعتیں اس سے پہلے ہوچکیں۔اب جب دوزخ پر سے گزرنے کا وقت آیا تو اللہ کے مقبول بندے شفاعت میں مشغول ہوگئے۔اسی شفاعت سے ہم گنہگار انشاء اللہ بخیریت گزریں گے۔ ۸؎ جب تک سارے مومنین بخیریت گزر نہ جائیں گے تب تک انبیاء کرام سلم سلم کہتے رہیں گے۔صرف دوبار ہی نہ کہیں گے۔اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔شعر:-

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

۹؎ یعنی مومن اپنے اعمال وتقویٰ واخلاص کے مطابق پل سے گزریں گے رکاب جمع ہے مگر اس کا واحد کوئی نہیں (مرقات) جیسے نساء کا واحد کوئی نہیں اور امراۃ کی جمع کوئی نہیں یعنی پل سے پار لگنے والوں کی رفتاریں مختلف ہوں گی۔بعض کی رفتار ایسی تیز جیسے نگاہ کی رفتار بعض کی ہوا کی سی رفتار آج ایسے ہوائی جہاز تیار ہوچکے ہیں جن کی رفتار آواز سے زیادہ ہے لہذا ان رفتاروں پر حیرت نہیں ہونی چاہیے۔ ۲۰؎ پل صراط کے کنارے پر دوطرفہ جگہ جگہ ٹیڑھے کانٹے یعنی کنڈے لٹکے ہوئے ہیں جو بار بار اوپر آتے اور گزرنے والوں کو لگتے ہوں گے بعض لوگوں کو یہ کنڈے لگیں گے زخمی کرکے چھوڑ دیں گے بعض لوگوں کے جسم میں داخل ہوکر انہیں نیچے کی طرف کھینچیں گے جس سے دوزخ میں گر جائیں گے مخدوش سے یہ ہی مراد ہے بعضوں کو یہ چھوئیں گے بھی نہیں وہ صحیح سلامت یہاں سے گزر جائیں گے۔اللہ تعالٰی ہم گنہگاروں کو بخیریت پار لگائے۔ ۲۱؎ مکدوش بنا ہے کدش سے بمعنی دفع یعنی پیچھے سے دھکیلنا یہ حال صرف کفار کا ہوگا جنہیں دوزخ میں ہمیشہ رہنا ہے (مرقات) بعض روایتوں میں مکدوش شین سے بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کردینا۔بعض میں مکروس ر سے بمعنی اوپر تلے ڈالنا۔خیال رہے کہ گنہگار مسلمانوں کو دوزخ میں اور طرح پہنچایا جائے گا جس سے ان کی پردہ دری نہ ہو انہیں سزا خفیہ دی جائے گی رسوا نہ کیا جائے گا ۲۲؎ یعنی نجات یافتہ مسلمان ان مسلمانوں کی سفارش میں رب تعالٰی سے جھگڑیں گے جو دوزخ میں پہنچ گئے۔ان کا اپنے رب سے جھگڑنا اس سے بھی زیادہ ہوگا کہ جب کوئی مقدمہ میں جیت جائے تو اپنا حق ہارے ہوئے مدعا علیہ سے مانگنے بتاؤ وہ کیسی جلدی کرتا ہے ایسے ہی یہ جنتی رب تعالٰی سے جھگڑ جھگڑ کر کہیں گے کہ مولٰی انہیں سب کو جلدی ہے دوزخ سے نکال دے یہ جھگڑنا ناز کا ہوگا نہ کہ بے ادبی کا۔ ۲۳؎ یعنی وہ دوزخی مسلمان دنیا میں ان عبادات میں ہمارے ساتھ رہے آج ہمارے ساتھ جنت میں کیوں نہیں مولٰی تو ان کے گناہ معاف فرمادے۔ جنت میں پہنچادے۔ ۲۴؎ یعنی ان دوزخی مسلمانوں کی صورتیں نہ بگڑیں گی نہ جل کر کوئلہ ہوں گی ان شفاعت کرنے والے جنتیوں کو حکم ہوگا کہ اچھا تم خود دوزخ میں جاؤ پہچان پہچان کر انہیں نکال لاؤ ۲۵؎ یعنی جو نمازی' روزہ دار' حاجی حضرات اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں گئے تھے انہیں تو ہم نکال لائے اب بے عمل لوگ جو صرف گناہ کرتے تھے وہ ہی رہ گئے۔معلوم ہوا کہ ان جنتیوں کو دوزخ کی آگ تکلیف

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نہ دے گی اور یہ حضرات لوگوں کے دلوں کے ایمان کو پہچانیں گے تو حضور کے علم کا کیا کہنا۔ ۲۶؎ اس کی شرح پہلے ہو چکی کہ ایمان کی زیادتی کمی مقدار کی نہیں بلکہ کیفیت کی زیادتی کمی مراد ہے۔ یہ تشبیہ صرف سمجھانے کیلئے ہے۔ ۲۷؎ یہ ذرہ برابر ایمان والے وہ لوگ ہوں گے جن کے عقیدے تو درست تھے باقی ان کے پاس کوئی نیک عمل نہ تھا اور گناہوں سے بچا نہ تھا۔ ہر قسم کے گناہ کرتے رہے مگر مرے مومن۔ ۲۸؎ یہاں خیر سے مراد اہل خیر ہیں اور اہل خیر سے مراد شرعی ایمان والے حضرات ہیں یعنی جس کے دل میں رائی برابر شرعی ایمان تھا ہم اسے نکال لائے ۲۹؎ یعنی جو لوگ شفاعت کے لائق تھے ان کی شفاعت ہو چکی اور وہ شفاعت کے ذریعہ دوزخ سے نکل کر جنت میں پہنچ چکے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت میں انسانوں کی شفاعت فرشتے بھی کریں گے جیسے آج حاملین عرش فرشتے مومن انسانوں کیلئے دعائیں کررہے ہیں جیسے ربّ تعالٰی فرماتا ہے۔ ۳۰؎ اگرچہ اس سے پہلے بھی دوزخیوں کو ربّ تعالٰی نے ہی بخشا تھا مگر شفاعت کے وسیلہ سے اور ان نکالنے والوں کی معرفت سے اب ان کے نکلنے کی باری آئی جن کی بخشش کیلئے شفاعت مصطفوی کا وسیلہ تو ہے مگر انہیں دوزخ سے نکالنے میں کسی کا وسیلہ نہیں خود ربّ تعالٰی انہیں نکالے گا۔ ۳۱؎ اس کی شرح پہلے گزر گئی کہ بعض شارحین فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے سواء کلمہ پڑھنے ایمان لانے کے اور کوئی نیکی نہیں کی مگر مرقات اور نووی شرح مسلم نے فرمایا کہ ان کے پاس صرف دل کے چھپے ایمان کے اور کچھ نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ایمان شرعی نہ تھا یعنی ساترین۔ خیال رہے کہ حضور کے والدین کریمین بلکہ سارے آباؤ اجداد جو ظہور نبوت سے پہلے وفات پاگئے دوزخ میں قطعاً نہیں جائیں گے کہ وہ حضرات اہل توحید تھے اور اس زمانہ میں صرف عقیدہ توحید نجات کیلئے کافی تھا۔ ان سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا گناہ وہ کام ہے جس سے ربّ تعالٰی منع کرے ان تک ممانعت پہنچی نہیں کہ انہوں نے زمانہ نبوت پایا نہیں۔ ۳۲؎ اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ میں جلتے رہنا موت نہ آنا کفار ومشرکین کیلئے ہوگا مومن گنہگار اور وہ لوگ جن کو دوزخ سے نکالا جانا ہے وہ جل کر کوئلہ ہوجائیں گے ان کی جان نکال لی جائے گی۔ انہیں دائمی عذاب نہ ہوگا۔ ۳۳؎ یعنی جو کوڑا سیلاب میں بہتا ہوا آجائے میں کوئی دانہ ہو وہ پانی کے اثر سے بہت جلد اُگ پڑتا ہے۔ اس طرح وہ بڑھیں گے۔ ۳۴؎ یعنی پہلے وہ کالے کوئلے تھے اب جو بڑھیں گے تو موتیوں کی طرح سفید چمکیلے ہوں گے۔ ان کی گردنوں میں سونے کا زیور پڑا ہوگا جس سے وہ پہچانے جائیں گے کہ یہ لوگ بغیر عمل جنت میں آئے یا یہ لوگ عند اللہ مومن تھے۔ شرعی ساتر تھے۔ ۳۵؎ یعنی ان لوگوں کا لقب ہوگا عتیق الرحمٰن نام ان کے وہ دنیا والے ہوں گے وہ لوگ اسی لقب سے بڑے خوش ہوا کریں گے۔ ۳۶؎ یعنی جہاں تک تمہاری نظر کام کرتی ہے وہ بھی اور اس کی مثل اتنا ہی اور علاقہ بھی ہے ان نعمتوں کے تم کو دیا گیا۔ خیال رہے کہ ان لوگوں کو صرف فضل کی جنت ملے گی اور مومنین عاملین کو عمل کی جنت بھی ملے گی اور فضل کی بھی۔ ربّ فرماتا ہے: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (۵۵:۴۶) اور جو اپنے ربّ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔ (کنزالایمان) اور دو جنتوں سے یہ ہی عدل وفضل کی جنتیں مراد ہیں۔ (مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجُوْهُ فَيُخْرِجُوْنَ قَدِ امْتُحِشُوْا وَعَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحَبَّةُ فِيْ حَمِيْلِ السَّيْلِ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّهَا

(۵۳۳۵) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالٰی فرمائے گا کہ جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہو اسے نکال لو۔ چنانچہ وہ نکال لیں گے۱؎ حالانکہ جل چکے ہوں گے اور کوئلے ہو گئے ہوں گے پھر وہ نہر حیوۃ میں ڈالے جائیں گے۲؎ تو ایسے اگیں گے جیسے دانہ سیلاب کے اور کوڑے میں اگتا ہے کیا تم

https://archive.org/details/@madni_library

تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً .(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نہیں دیکھتے کہ دانہ اولاً پیلا میڑھا نکلتا ہے۳(مسلم بخاری)

(۵۳۳۶)۱یہ خطاب حضرات انبیاء کرام فرشتوں اور جنتی مومنوں سے ہوگا کہ دوزخ میں جاؤ گنا ہگاروں کو نکال کر لاؤ کہ یہ سارے حضرات یہ ہی کام کریں گے۔۲نہرحیوٰۃ وہ ہی چشمہ ہے جس کا ذکر ابھی گزرا کہ یہ جنت کے دروازے پر واقع ہے چونکہ اس پانی میں ان مردوں کو زندہ کرنے کی تاثیر ہوگی اس لئے اسے نہرحیوٰۃ کہتے ہیں۳یعنی جیسے دانہ جب اگتا ہے تو نہایت کمزور، پیلا اور ٹیڑھا ہوتا ہے پھر ہوا، پانی، دھوپ پا کر بہتر، قوی اور سیدھا ہو جاتا ہے۔ یہ ہی حال ان لوگوں کا ہوگا کہ اس پانی سے اولاً جئیں گے، اگیں گے مگر کمزور زرد رنگ بعد میں قوت پائیں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّاسَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلْ نَرٰى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَذَكَرَ مَعْنٰى حَدِيْثِ اَبِیْ سَعِيْدٍ غَيْرَ كَشْفِ السَّاقِ وَقَالَ يُضْرَبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرَا فِیْ جَهَنَّمَ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يَّجُوْزُ مِنَ الرُّسُلِ بِاُمَّتِهٖ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ اِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ وَفِیْ جَهَنَّمَ كَلَالِيْبُ مِثْلُ شَوْكِ السَّعْدَانِ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عِظَمِهَا اِلَّا اللهُ تَخْطَفُ النَّاسَ بِاَعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُّوْبَقُ بِعَمَلِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّخَرْدَلُ ثُمَّ يَنْجُوْا حَتّٰى اِذَا فَرَغَ اللهُ مِنَ الْقَضَآءِ بَيْنَ عِبَادِهٖ وَاَرَادَ اَنْ يُّخْرِجَ مِنَ النَّارِ مَنْ اَرَادَ اَنْ يُّخْرِجَهٗ مِمَّنْ كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اَمَرَ الْمَلٰٓئِكَةَ اَنْ يُّخْرِجُوْا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِ السُّجُوْدِ وَحَرَّمَ اللهُ تَعَالٰى عَلَى النَّارِ اَنْ تَاْكُلَ اَثَرَ السُّجُوْدِ فَكُلُّ ابْنِ اٰدَمَ تَاْكُلُهُ النَّارُ اِلَّا اَثَرَ السُّجُوْدِ فَيُخْرِجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدِ امْتُحِشُوْا فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَآءُ الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِیْ حَمِيْلِ السَّيْلِ وَيَبْقٰى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ اٰخِرُ اَهْلِ النَّارِ دُخُوْلًا الْجَنَّةَ مُقْبِلٌ بِوَجْهِهٖ قِبَلَ النَّارِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اصْرِفْ وَجْهِیْ عَنِ النَّارِ وَقَدْ قَشَبَنِیْ رِيْحُهَا وَاَحْرَقَنِیْ ذَكَاؤُهَا فَيَقُوْلُ هَلْ عَسَيْتَ اِنْ اَفْعَلَ

(۵۳۳۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے پھر حضرت ابوسعید کی حدیث کے معنی بیان کئے۱سوا پنڈلی کھلنے کے اور فرمایا کہ دوزخ کے دونوں کناروں کے درمیان پل صراط قائم کیا جائیگا۲تو جو پیغمبر اپنی امت کو لے کر گزریں گے ان میں پہلا میں ہوں گا۳اور اس دن سواء رسولوں کے اور کوئی کلام نہ کرے گا اور رسولوں کا کلام اس دن ہوگا الٰہی سلامت رکھ سلامت رکھ اور دوزخ میں خم دار کانٹے ہوں گے۴سعدان کے کانٹوں کی طرح۵جن کی بڑائی اللہ کے سواء کوئی نہیں جانتا وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اچک لیں گے۶ان میں سے بعض وہ ہوں جو اپنی بدعملی کی وجہ سے ہلاک کئے جائیں گے۷حتی کہ جب اللہ تعالٰی اپنے بندوں کے فیصلے سے فارغ ہو جائے گا ۸اور جن کو آگ سے نکالنے کا ارادہ ہو چکا ہے انہیں نکالا جائے گا ان لوگوں میں سے جنہوں نے لا الہ الا اللہ کی گواہی دی ہے تو فرشتوں کو حکم دے گا۹کہ انہیں نکال لو جو اللہ کی عبادت کرتے تھے وہ انہیں نکال لیں گے اور انہیں سجدہ کے نشانوں سے پہچانیں گے اور اللہ تعالٰی آگ پر یہ ناممکن کردے گا کہ سجدہ کے نشان کو جلائے ۱۰چنانچہ انسان کے سارے جسم کو آگ کھا جائے گی سواء سجدہ کے اثر کے تو وہ آگ سے نکلیں گے جل کر کوئلے ہو چکے ہوں گے ۱۱پھر ان پر زندگی کا پانی بہایا جائے گا تو وہ ایسے اگیں گے جیسے دانہ سیلاب کے اوپری کوڑے میں اگتا ہے اور ایک شخص جنت و دوزخ کے درمیان باقی رہے گا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ذٰلِكَ اَنْ تَسْئَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ
فَيُعْطِي اللّٰهَ مَا شَآءَ اللّٰهُ مِنْ عَهْدٍ وَّمِيْثَاقٍ فَيَصْرِفُ
اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّارِ فَاِذَا اَقْبَلَ بِهٖ عَلَى الْجَنَّةِ وَرَاٰى
بَهْجَتَهَا سَكَتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ ثُمَّ قَالَ يَا
رَبِّ قَدِّمْنِىْ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ
وَتَعَالٰى اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ وَالْمِيْثَاقَ اَنْ
لَاتَسْاَلَ غَيْرَ الَّذِىْ كُنْتَ سَاَلْتَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ
لَااَكُوْنُ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ فَمَا عَسَيْتَ اِنْ
اُعْطِيْتَ ذٰلِكَ اَنْ تَسْاَلَ غَيْرَهٗ فَيَقُوْلُ لَا وَعِزَّتِكَ
لَااَسْاَلُكَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيُعْطِىْ رَبَّهٗ مَاشَآءَ مِنْ عَهْدٍ
وَّمِيْثَاقٍ فَيُقَدِّمُهٗ اِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَاِذَا بَلَغَ بَابَهَا
فَرَاٰى زَهْرَتَهَا وَمَا فِيْهَا مِنَ النَّضْرَةِ وَالسُّرُوْرِ
فَسَكَتَ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّسْكُتَ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ
اَدْخِلْنِى الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَيْلَكَ يَا
ابْنَ اٰدَمَ مَا اَغْدَرَكَ اَلَيْسَ قَدْ اَعْطَيْتَ الْعُهُوْدَ
وَالْمِيْثَاقَ اَنْ لَّا تَسْاَلَ غَيْرَ الَّذِىْ اُعْطِيْتَ فَيَقُوْلُ يَا
رَبِّ لَا تَجْعَلْنِىْ اَشْقٰى خَلْقِكَ فَلَا يَزَالُ يَدْعُوْا
حَتّٰى يَضْحَكَ اللّٰهُ مِنْهُ فَاِذَا ضَحِكَ اَذِنَ لَهٗ فِىْ
دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى حَتّٰى اِذَا انْقَطَعَ
اُمْنِيَّتُهٗ قَالَ اللّٰهُ تَمَنَّ مِنْ كَذَا وَكَذَا اَقْبَلَ يُذَكِّرُهٗ رَبُّهٗ
حَتّٰى اِذَا انْتَهَتْ بِهِ الْاَمَانِىُّ قَالَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ
وَمِثْلُهٗ مَعَهٗ وَفِىْ رِوَايَةِ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ
وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

۱۲اور وہ تمام دوزخیوں میں سب سے آخری جنت میں داخل ہونے والا ہوگا ۱۳اپنا منہ آگ کی طرف کئے ہوگا ۱۴عرض کرے گا یارب میرا منہ آگ سے پھیر دے مجھے اس کی لو نے جھلسا دیا اور اس کی تیزی نے مجھے جلا دیا ۱۵تو رب فرمائے گا کیا ممکن ہے کہ اگر میں یہ کروں تو اس کے علاوہ اور مانگے ۱۶وہ کہے گا نہیں قسم تیری عزت کی تو اللہ تعالٰی کو عہد و پیمان دے جو اللہ چاہے چنانچہ اللہ تعالٰی اس کا منہ آگ سے پھیر دے گا ۱۷پھر جب اس کو جنت کے سامنے کرے گا اور یہ اس کی تروتازگی دیکھے گا ۱۸تو جب تک رب اس کی خاموشی چاہے یہ خاموش رہے گا ۱۹پھر کہے گا یا رب مجھے جنت کے دروازے کے پاس پہنچا دے ۲۰رب تعالٰی فرمائے گا کہ کیا واقعہ یہ نہیں کہ تو عہد و پیمان دے چکا ہے کہ پہلی مانگی چیز کے سوا اور کچھ نہ مانگے گا۔ وہ عرض کرے گا یا رب میں تیری مخلوق میں بڑا بدنصیب رہوں ۲۱تو رب فرمائے گا کہ کیا ممکن ہے کہ تجھے یہ دیدیا جائے تو تو اس کے سوا کچھ اور نہ مانگے کہے گا تیری عزت کی قسم اس کے سواء میں اور کچھ نہ مانگوں گا ۲۲چنانچہ وہ اپنے رب کو عہد و پیمان دے گا۔ جو رب چاہے اسے اللہ تعالٰی جنت کے دروازے تک بڑھائے گا پھر جب وہ اس کے دروازے تک بڑھا دے گا پھر جب وہ اس کے دروازہ پر پہنچے گا وہاں کی تروتازگی اور جو کچھ وہاں بہار اور خوشی دیکھے گا ۲۳تو جب تک اس کا خاموش رہنا اللہ چاہے وہ خاموش رہے گا پھر عرض کرے گا یا رب مجھے جنت میں داخل فرمادے ۲۴تو اللہ تعالٰی فرمائے گا افسوس تجھ پر اے ابن آدم تو کتنا عہد شکن ہے ۲۵کیا تو نے عہد و پیمان نہیں دیا تھا کہ تو اس کے سوا نہ مانگے گا جو تجھے دے دیا گیا ۲۶تو عرض کرے گا یا رب مجھے اپنی خلقت میں بدنصیب نہ بنا ۲۷تو وہ دعا کرتا رہے گا حتی کہ اس سے اللہ تعالٰی خوش ہوجائے گا ۲۸تو جب خوش ہو جائے گا تو اسے جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دے گا پھر فرمائے گا تمنا کر وہ تمنا کرے گا حتی کہ جب اس کی تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو رب فرمائے گا فلاں فلاں تمنا کر خود رب تعالٰی اسے یاد دلانے لگے گا ۲۹حتی کہ جب اس کی

https://archive.org/details/@madni_library

آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالٰی فرمائے گا کہ تیرے لئے یہ ہے اور اس کی مثل اور ۳۰ اور حضرت ابوسعید کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰی فرمائے گا تیرے لئے یہ ہے اور اس سے دس گنا اور ۳۱ (مسلم بخاری)

(۵۳۳۷) ۱؎ یعنی انہوں نے وہ ہی حدیث بیان فرمائی جو ابھی گزری مگر اس کے الفاظ مختلف ہیں۔مضمون یکساں ہے صرف پنڈلی کھلنے کا ذکر نہیں باقی سارا مضمون وہی ہے۔اس حدیث میں یہ مضمون زیادہ ہے جو ابھی بیان ہو رہا ہے۔۲؎ معلوم ہوا کہ پل صراط آج نہیں ہے کیونکہ وہ تو گزرگاہ ہے جب گزرنے والے ہی ابھی نہیں ہیں تو اس پل کی کیا ضرورت ہے۔قیامت کے دن یہ پل قائم کیا جائے گا بدوں کیلئے تنگ ہوگا نیکوں کیلئے وسیع ہوگا۔جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔۳؎ قیامت کے حساب سے فارغ ہوکر اپنی امت کو لے کر پہلے وہاں سے میں گزروں گا اس طرح کہ امت کو اپنے آگے رکھوں گا میں پیچھے ان کی حفاظت فرماتا روانہ ہوں گا تاکہ ساری امت میرے سامنے رہے۔حضور اس موقع پر گرتوں کو سہارا دیتے ہوں گے۔ ہر نبی اپنی امت کے ساتھ اس طرح ہوں گے کہ آگے امت پیچھے نبی ۴؎ کلالیب جمع ہے کلوب کی لوہے کی لمبی سیخ اوپر سے خمدار کلوب کہلاتی ہے۔اردو میں اوکھنڈی کہتے ہیں۔۵؎ سعدان عرب میں ایک خاص قسم کی گھاس ہوتی ہے۔خاردار جس کے شاخوں پتوں میں بڑے بڑے کانٹے ہوتے ہیں۔اسے اونٹ شوق سے کھاتا ہے اس کے کانٹوں کو خشک السعدان کہا جاتا ہے۔اس کے پتے پستان کی گھنڈی کی طرح ہوتے ہیں (اشعہ،مرقات) ۶؎ اس طرح کہ لوگ گزرتے ہوں گے اور یہ کانٹے حرکت میں بار بار آتے ہوں گے کسی کو تو چھوئیں گے بھی نہیں کسی کو چھو کر زخمی کرکے الگ ہوجائیں گے کسی کو چھو کر نیچے گرادیں گے۔خدا کی پناہ یہ فرق لوگوں کے ایمان و اعمال کی وجہ سے ہوگا۔۷؎ کسی کو صرف خراش آئے گی کسی کو زخم کاری لگے گا مگر بچ جائے گا ۸؎ اس طرح کہ دوزخیوں کو دوزخ میں اور جنتیوں کو جنت میں داخل فرمادے گا یہ فیصلہ سے مراد عملی فیصلہ ہے۔کیونکہ قولی فیصلہ یعنی احکام کا صدور تو کب کا ہو چکا ہوگا۔۹؎ یا تو یہ فرشتے وہ ہیں جو لوگوں کے نامہ اعمال لکھا کرتے تھے یا حاملین عرش اور ان کے اردگرد کے جو مسلمانوں کیلئے دعائیں کیا کرتے تھے ہم کو بھی چاہئے کہ ان فرشتوں کیلئے دعا کیا کریں۔ ہر ختم و ایصال کے موقع پر ان کا نام لیا کریں۔۱۰؎ یعنی دوزخ کی آگ ان لوگوں کے سارے اعضاء کو جلادے گی مگر اس کی پیشانی خصوصاً سجدہ گاہ کو نہ جلا سکے گی کہ یہ نور الٰہی کی جگہ ہے۔نور کو نار نہیں جلا سکتی۔بعض شارحین نے فرمایا کہ سجدہ کے ساتوں عضو بھی محفوظ رہیں گے۔ (اشعہ) بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد پورا چہرہ ہے۔اس قول کی تائید بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۱۱۰۷ باب رد عمل الجھمیہ میں اس حدیث سے ہوتی ہے: **ویحرم اللہ صورھم علی النار** بہرحال اس کے متعلق کئی احتمال ہیں۔۱۱؎ یہ لفظ بنا ہے امتحاش سے بمعنی جل کر کوئلہ سیاہ ہوجانا۔اس سے بھی معلوم ہوا کہ گناہگار مومن دوزخ میں جاکر مردہ بلکہ جل کر کوئلہ ہوجائیں گے۔وہاں جلنا اور نہ مرنا کفار کیلئے ہوگا ۱۲؎ اس ایک شخص سے مراد یا تو نوعاً ایک ہے یعنی ایک قسم کے لوگ جنہوں نے اس قسم کے جرم کئے تھے یا شخصاً ایک ہے یعنی ایک آدمی یعنی جو لوگ دوزخ سے نکال کر جنت میں بھیجے جائیں گے ان میں سب سے آخر میں یہ نکالا جائے اور سب سے آخر میں یہ جنت میں پہنچایا جائے گا اسے راستہ میں بہت دیر لگے گی۔۱۳؎ یعنی اسے دوزخ سے نکال کر کنارہ پر بٹھادیا جائے گا کہ جنت کی طرف اس کی پیٹھ ہوگی اور دوزخ کی طرف اس کا منہ ہوگا جہاں اس کی تپش پہنچ رہی ہوگی۔جیسا کہ اگلے مضمون سے واضح ہے۔ جنت تو ابھی دور ہوگی۔۱۵؎ قشبنی بنا ہے قشب سے بمعنی جسم میں زہر کا سرایت کرجانا یا آگ کا جسم میں اثر کرکے اسے بگاڑ دینا اس کا ترجمہ جھلسانا بہت موزوں ہے۔۱۶؎ یعنی ہم تیری یہ عرض پوری کردیں گے مگر شرط یہ ہے کہ تو اس کے سواء اور کچھ نہ مانگے اسی منہ پھیر دینے پر قناعت کرے۔۱۷؎ اگر رکھے گا منہ اسی طرف۔وہاں سے ہٹائے گا نہیں اب بجائے منہ کے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اس کی پیٹھ کو تپش پہنچے۔جیسا کہ مضمون سے ظاہر ہے اور ہوسکتا ہے کہ یہاں سے اسے دور کردیا جائے۔مگر پہلا احتمال قوی ہے۔ ۱۸؎ اس دن ہر شخص کی نظر بہت تیز ہوگی۔یہاں سے جنت بہت دور ہوگی مگر یہ دیکھ لے گا۔قرآن مجید فرماتا ہے: فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (۵۰:۲۲) تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے۔(کنزالایمان) ہاں بعض کفار قیامت میں اٹھتے وقت اندھے اٹھیں گے مگر بعد میں کوئی اندھا رہے گا نہ کانا۔ ۱۹؎ اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بندے کا خاموش رہنا پھر دعا کرنا رب تعالٰی کی طرف سے ہوگا۔آج بھی ہمارا عبادات کرنا، دعائیں مانگنا اسی کی ہی توفیق سے ہے۔وہ ہی ذوق دیتا ہے وہ الفاظ دعا القاء کرتا ہے۔وہ ہی بھیک کیلئے ہم کو جھولی دیتا ہے وہ ہی بھر دیتا ہے۔ ۲۰؎ اس سے معلوم ہورہا ہے کہ اب تک اس کا صرف منہ پھیرا گیا تھا۔جنت تک نہ پہنچایا گیا تھا۔اس نے دور سے یہاں کی تروتازگی دیکھی تھی۔ ۲۱؎ یہاں خلق سے مراد جنتی لوگ ہیں یعنی اے مولیٰ جو جنت میں آرام کررہے ہیں وہ بھی تیری مخلوق تیرے بندے ہیں اور میں بھی تیری مخلوق ہوں تیرا بندہ ہوں میں ان سب سے بدتر کیوں رہوں۔مجھ پر کرم فرمادے ان کے پاس پہنچادے۔ ۲۲؎ اس حدیث میں بڑی حوصلہ افزائی ہے۔اس بندے کا قسمیں کھا کھا کر توڑتے رہنا بھی رب تعالٰی کو پسند ہوگا کہ قسم توڑنا سرکشی کیلئے نہ ہوگا بلکہ اللہ کی رحمت کے لالچ میں حضرت جندع ابن ضمیرہ نے مدینہ منورہ حاضر ہونے کیلئے کفار کے مجبور کرنے پر کفریہ باتیں منہ سے نکال دی تھیں جن کے متعلق یہ آیت کریمہ آئی: اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ (۱۶:۱۰۶) سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔(کنزالایمان) ایسے گناہوں پر ریاکاری کی نیکیاں قربان ہوجائیں ان گناہوں کی بنا عشق و محبت یا ناز پر ہے۔ ۲۳؎ یہ شخص دروازہ جنت پر پہنچ کر اندر جھانک کر دیکھنے لگے گا وہاں کی نعمتیں دیکھ کر دنگ رہ جائے گا۔رب تعالٰی ہی صبر دے گا تو کچھ روز خاموش رہے گا ورنہ وہ فوراً ہی چیخ پڑتا۔یہ صبر و خاموشی بھی رب کی طرف سے ہوگی۔ ۲۴؎ یہ اس کی آخری عرض ہوگی اور یہ شخص بہت عرصہ میں یہاں تک پہنچ سکے گا اور یہ عرض کرسکے گا۔رب جانے کتنا عرصہ لگے گا۔ ۲۵؎ ویل دوزخ کے ایک طبقہ کا نام ہے مگر کبھی ہلاک و خرابی کے معنی میں آتا ہے۔یہاں بمعنی افسوس ہے۔یہ فرمان عالی انتہائی کرم کا ہوگا جیسا کہ اگلے فرمان سے معلوم ہورہا ہے۔ مـــا اغـــدرك فعل تعجب ہے یعنی تو کیسا عہد شکن ہے وعدہ توڑنے والا ہے اللہ تعالٰی افسوس اور تعجب سے پاک ہے یہ دونوں فرمان تعجب دلانے افسوس دلانے کے لیے ہیں نہ کہ تعجب یا افسوس کیلئے۔ ۲۶؎ یعنی تو مجھ سے کتنے عہد کرچکا ہے ہر دفعہ عہد توڑ دیتا ہے یہ تیری آخری بار ہے خیال رہے کہ اگر گناہ کرکے یار کو منالیا جائے تو وہ گناہ نہیں ہوتا ہزارہا نیکیوں سے افضل ہوتا ہے۔ ۲۷؎ اس عرض کا مقصد یہ ہے کہ میں بارہا توڑ کر دیکھ چکا کہ میری ہر عہد شکنی پر تیرا کرم ہے پھر میں کیوں نہ عہد توڑوں۔شعر:-

چوں طمع خواہد ز من سلطان دین   خاک برفرق قناعت بعد ازیں

اس عہد شکنی پر ہزارہا وفاء عہد قربان ہوجائیں۔میں سمجھ گیا کہ میں بدنصیب خلق یعنی دائمی دوزخی نہیں ہوں۔میں نصیب ور ہوں یعنی مومن ہوں ورنہ دوزخ سے نکالا نہ جاتا(مرقات) ۲۸؎ یعنی اس کی اس عرض پر دریائے کرم جوش میں آجائے گا یہاں ضحک کے معنی ہنسنا نہیں اللہ تعالٰی ہنسنے رونے سے پاک ہے۔ ۲۹؎ اس کرم کی ترتیب یہ ہوگی کہ پہلے اسے جنت میں داخلہ کی اجازت دی جائے گی پھر جب وہ داخل ہوجائے گا تب اسے آرزوئیں کرنے کا حکم ہوگا۔جب اس کی آرزوئیں ختم ہوجائیں گی تب رب تعالٰی اس سے خود فرمائے گا بندے یہ بھی مانگ لے۔خیال رہے کہ مانگنے میں ہماری اپنی بندگی کا اظہار ہے۔رب چاہتا ہے کہ بندہ مجھ سے مانگتا رہے میں دیتا رہوں اور مانگنا سکھاتا ہے۔پھر دیتا ہے۔ہمارا مانگنا بھی اس کی رحمت ہے۔شعر:-

مری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے   قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

https://archive.org/details/@madni_library

۳۰؎ وہ تیری طلب پر تمہیں مثل میری عطاء وفضل سے اپنی منہ مانگی مرادیں بھی لے اور میرا فضل وکرم بھی لے سبحان اللہ۔ ۳۱؎ یعنی یہ زیادتی مقدار میں تو اس سے ایک گنا ہوگا مگر کیفیت میں دس گنا لہذا احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔ مقدار اور کیفیت میں بڑا فرق ہے۔ (مرقات)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اٰخِرُ مَنْ يَّدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فَهُوَ يَمْشِيْ مَرَّةً وَيَكْبُوْا مَرَّةً وَتَسْفَعُهُ النَّارُ مَرَّةً فَاِذَا جَاوَزَهَا الْتَفَتَ اِلَيْهَا فَقَالَ تَبَارَكَ الَّذِىْ نَجَّانِىْ مِنْكَ لَقَدْ اَعْطَانِىَ اللهُ شَيْئًا مَا اَعْطَاهُ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فَتُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ فَيَقُوْلُ اَىْ رَبِّ اَدْنِنِىْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَاَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا فَيَقُوْلُ اللهُ يَا ابْنَ اٰدَمَ لَعَلِّىْ اِنْ اَعْطَيْتُكَهَا سَاَلْتَنِىْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ لَا يَارَبِّ وَيُعَاهِدُهٗ اَنْ لَّايَسْاَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَالَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَلْيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَّائِهَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ هِىَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلٰى فَيَقُوْلُ اَىْ رَبِّ اَدْنِنِىْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ لِاَشْرَبَ مِنْ مَائِهَا وَاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا لَااَسْاَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْنِىْ اَنْ لَّاتَسْاَلَنِىْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ لَعَلِّىْ اِنْ اَدْنَيْتُكَ مِنْهَا تَسْاَلُنِىْ غَيْرَهَا فَيُعَاهِدُهٗ اَنْ لَّايَسْاَلَهٗ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَالَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ فَيُدْنِيْهِ مِنْهَا فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَآءِ هَا ثُمَّ تُرْفَعُ لَهٗ شَجَرَةٌ عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ هِىَ اَحْسَنُ مِنَ الْاُوْلَيَيْنِ فَيَقُوْلُ اَىْ رَبِّ اَدْنِنِىْ مِنْ هٰذِهِ فَلاَسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا وَاَشْرَبَ مِنْ مَآءِ هَا لَا اَسْاَلُكَ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ يَا ابْنَ اٰدَمَ اَلَمْ تُعَاهِدْ فِىْ اَنْ لَّا تَسْاَلَنِىْ غَيْرَهَا قَالَ بَلٰى يَا رَبِّ هٰذِهٖ لَا اَسْاَلُكَ غَيْرَهَا وَرَبُّهٗ يَعْذِرُهٗ لِاَنَّهٗ يَرٰى مَالَا صَبْرَ لَهٗ عَلَيْهِ

(۵۳۳۸) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا وہ شخص ہوگا جو کبھی چلے گا اور کبھی گرے گا ۱؎ اور کبھی اسے آگ جھلسائے گی۔ ۲؎ پھر جب اس سے نکل جائے گا تو اس کی طرف دیکھے گا کہے گا مبارک ہے وہ جس نے مجھے تجھ سے نجات دی ۳؎ اللہ نے مجھے وہ شے دی ہے جو اگلوں پچھلوں میں سے کسی کو نہیں دی ۴؎ پھر اس کے سامنے ایک درخت پیش کیا جائے گا ۵؎ وہ کہے گا اے میرے ربّ مجھے اس درخت سے قریب کردے میں اس کا سایہ لوں گا اور اس کا پانی پیوں گا ۶؎ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے ابن آدم ممکن ہے کہ اگر میں تجھے یہ دیدوں تو تو مجھ سے اس کے سواء بھی کچھ مانگے ۷؎ وہ عرض کرے گا نہیں اے ربّ اور اس سے وعدہ کرے گا کہ اس کے سواء اور نہ مانگے ۸؎ اس کا رب اسے معذور جانے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس پر صبر نہیں ہو سکتا تو اسے اس درخت سے قریب کردے گا وہ اس کا سایہ لے گا اور اس کا پانی پیئے گا ۹؎ پھر دوسرا درخت اس کے سامنے کیا جائے جو پہلے سے اچھا ہوگا تو کہے گا اے میرے ربّ مجھے اسی درخت سے قریب کردے ۱۰؎ تاکہ میں اس کا پانی پیوں اور اس کا سایہ لوں میں تجھ سے اس کے سوا نہ مانگوں گا ۱۱؎ تو ربّ فرمائے گا اے ابن آدم کیا تو نے مجھ سے معاہدہ نہ کیا تھا کہ تو اس کے سواء اور مجھ سے نہ مانگے گا پھر فرمائے گا ممکن ہے کہ اگر میں تجھے اس سے قریب کردوں تو تو مجھ سے اس کے سواء مانگے ۱۲؎ وہ ربّ سے وعدہ کرے گا کہ اس کے سوا نہ مانگوں گا اور اس کا ربّ اسے معذور جانے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھے گا جس پر صبر ناممکن ہے ربّ اسے اس درخت سے قریب کردے گا ۱۳؎ وہ اس کا سایہ لے گا اس کا پانی پیئے گا پھر اس کے سامنے جنت کے دروازے کے پاس ایک درخت ظاہر ہوگا جو پہلے دو سے اچھا ہوگا ۱۴؎ تو کہے گا اے میرے ربّ اب مجھے اس سے قریب کردے تاکہ میں اس کا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

فَیُدْنِیْهِ مِنْهَا فَاِذَا اَدْنَاهُ مِنْهَا سَمِعَ اَصْوَاتَ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُ اَیْ رَبِّ اَدْخِلْنِیْهَا فَیَقُوْلُ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَا یَصْرِیْنِیْ مِنْكَ اَیُرْضِیْكَ اَنْ اُعْطِیَكَ الدُّنْیَا وَمِثْلَهَا مَعَهَا قَالَ اَیْ رَبِّ اَتَسْتَهْزِئُ مِنِّیْ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ فَضَحِكَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ اَلَا تَسْاَلُوْنِیْ مِمَّ اَضْحَكُ فَقَالُوْا مِمَّ تَضْحَكُ فَقَالَ هٰكَذَا ضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا مِمَّ تَضْحَكُ یَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ مِنْ ضِحْكِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حِیْنَ قَالَ اَتَسْتَهْزِئُ مِنِّیْ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ فَیَقُوْلُ اِنِّیْ لَا اَسْتَهْزِئُ مِنْكَ وَلٰكِنِّیْ عَلٰی مَا اَشَاءُ قَدِیْرٌ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِیْ رِوَایَةٍ لَهٗ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ نَحْوَهٗ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ یَذْكُرْ فَیَقُوْلُ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَا یَصْرِیْنِیْ مِنْكَ اِلٰی اٰخِرِ الْحَدِیْثِ وَزَادَ فِیْهِ وَیُذَكِّرُهُ اللهُ سَلْ كَذَا وَكَذَا حَتّٰی اِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْاَمَانِیُّ قَالَ تَعَالٰی هُوَ لَكَ وَعَشَرَةُ اَمْثَالِهٖ قَالَ ثُمَّ یَدْخُلُ بَیْتَهٗ فَتَدْخُلُ عَلَیْهِ زَوْجَتَاهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ فَتَقُوْلَانِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَاكَ لَنَا وَاَحْیَانَا لَكَ قَالَ فَیَقُوْلُ مَا اُعْطِیَ اَحَدٌ مِثْلَ مَا اُعْطِیْتُ۔

سایہ لوں اور اس کا پانی پیوں۔ ۱۵اس کے سواء تجھ سے کچھ نہ مانگوں گا تو فرمائے گا اے ابن آدم کیا تو نے مجھ سے یہ عہد نہ کیا تھا کہ تو مجھ سے اس کے سواء کچھ نہ مانگے گا عرض کرے گا ہاں یا رب یہ ہی آخری سوال ہے ۱۶اس کے سواء تجھ سے اور نہ مانگوں گا اور اس کا رب اسے معذور رکھے گا کیونکہ وہ ایسی چیز دیکھے گا جس پر اس سے صبر نہ ہوگا ۱۷تو اس کو اس سے قریب کردے گا تو جب اس سے قریب کردے گا وہ جنت والوں کی آواز سنے گا ۱۸تو کہے گا اے رب مجھے اس میں داخل فرما رب فرمائے گا ابن آدم مجھے تجھ سے فراغت نہیں ہوتی ۱۹کیا تجھے یہ بات راضی کرے گی کہ میں تجھے دنیا اور دنیا کی مثل اس کے ساتھ دوں ۲۰عرض کرے گا اے رب مجھ سے تو مذاق کرتا ہے تو رب العالمین ہے ۲۱حضرت ابن مسعود ہنس پڑے پھر فرمایا تم مجھ سے پوچھتے کیوں نہیں کہ میں کس چیز سے ہنستا ہوں لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کس چیز سے ہنستے ہیں۔ فرمایا ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ حضور سرکار کس چیز سے ہنستے ہیں فرمایا رب العالمین کے ہنسنے سے جب وہ بندہ کہے گا ۲۲کہ کیا تو مجھ سے مذاق فرماتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے تو فرمائے گا میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا لیکن میں اپنے ہر چاہے پر قادر ہوں۔ (مسلم) ۲۳اور اسی مسلم کی ایک روایت میں ہے جو حضرت ابوسعید سے ہے اسی طرح ہے مگر انہوں نے یہ ذکر نہ کیا کہ اے ابن آدم مجھے تجھ سے فراغت نہیں ہوتی ۲۴آخر حدیث تک اس میں یہ زیادتی کی ہے کہ اللہ اسے یاد دلائے گا کہ فلاں فلاں چیز مانگ ۲۵حتیٰ کہ جب اس کی خواہشیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ وہ سب کچھ تیرا ہے اور اس سے دس گنا اور ۲۶فرمایا پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوگا تو اس پر اس کی دو بیویاں آنکھ والی حوریں داخل ہوں گی۔ ۲۷کہیں گی شکر ہے اس اللہ کا جس نے تجھے ہمارے لئے اور ہمیں تیرے لئے زندہ رکھا ۲۸فرماتے ہیں وہ کہے گا کہ جیسا مجھے عطیہ کیا گیا وہ کسی کو نہ دیا گیا ۲۹

(۵۳۳۸)۱فھو یمشی میں ف تفصیلیہ ہے جس سے اس شخص کے جنت میں داخلہ کی تفصیل بیان فرمائی گئی۔ تعقیبیہ نہیں ہے جنت میں داخل ہو جانے کے بعد چلنا اور گرنا کیسا یعنی جب جنت میں آتا ہوگا تو راستہ اس طرح طے کرے گا ۲سفع کے لفظی معنی ہیں جلا

https://archive.org/details/@madni_library

کر نشان لگا دینا بالکل جلا دینے کو خرق کہتے ہیں اور معمولی جلا کر چہرہ وغیرہ سیاہ کر دینے کو سفع (مرقات) لہٰذا اس کے معنی جھلسانا موزوں ہیں۔مومن کو دوزخ کی آگ بالکل جلا ڈالنے پر قادر نہ ہوگی ہاں جھلسا دے گی۔۳؎ اس کا آگ سے یہ کلام نہایت ہی فرحت وخوشی کی حالت میں ہوگا اس وقت اسے ایسی خوشی ہوگی کہ اگر موت ہوتی تو آج اسے شادی مرگ ہو جاتی۔۴؎ اس کا یہ کلام بھی انتہائی خوشی کا ہوگا۔ خیال رہے کہ ادنیٰ جنتی کو بھی یہ خیال نہ آئے گا کہ میں ادنیٰ ہوں اگر یہ خیال ہو جائے تو اسے رنج ہو اور جنت میں رنج کیسا۔۵؎ یہ درخت جنت سے باہر ہوگا اس کے پاس پانی کا چشمہ ہوگا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس درخت کی سرسبزی شادابی حسن وخوبصورتی بیان سے باہر ہے۔۶؎ یعنی میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں اس درخت تک پہنچ جاؤں ابھی اسے جنت کی خبر نہ ہوگی کہ وہاں کیا کیا ہے۔ ۷؎ رب تعالیٰ کا لعلی فرمانا اپنے شک کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ یا تو سامنے والے کے شک کی وجہ سے ہوتا ہے یا یقین کیلئے مطلب یہ ہے کہ تو یقیناً آگے اور بھی سوال کرے گا یا تو سوال نہ کرنے پر یقین نہ کر۔تیری حالت اس مقام کی فرحت ایسی ہے کہ تو اپنے اس یقین پر قائم نہ رہے گا۔۸؎ اس وقت بندے کو اپنے پر پورا اعتماد ہوگا کہ مجھے وہاں پہنچ جانا ہی کافی ہے میں اس کے سواء اور کچھ نہ مانگوں گا نعوذ باللہ جھوٹا وعدہ کرنے کی نیت نہ کرے گا۔لہٰذا اس فرمان پر کوئی اعتراض نہیں وہ جگہ جھوٹ بولنے کی ہوگی ہی نہیں۔۹؎ یہ شخص یہاں وہ عیش وبہار دیکھے گا جو اس کے خیال وگمان وہم سے وراء ہوں گے وہ چیزیں بیان میں نہیں آسکتیں۔۱۰؎ پہلا درخت بھی جنت کے راستہ ہی میں تھا اور یہ بھی وہاں ہی ہوگا مگر یہ درخت پہلے نظر نہ آئے گا اس درخت پر پہنچ کر نظر آئے گا۔یہ سب کچھ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوگا وہ ہی دکھائے گا وہ ہی دل میں سوال پیدا کرے گا وہ ہی عطا فرمائے گا۔۱۱؎ وہ شخص یہ دعا فوراً نہ کہے گا اولاً عرصہ تک خاموش رہے گا۔صبر کرنے کی کوشش کرے گا پھر جب صبر کا جام چھلک جائے گا تب یہ عرض کرے گا جیسا کہ دوسری روایات میں ہے۔۱۲؎ سبحان اللہ! یہ ارشاد عالی اسے مانگنے پر ابھارنے کیلئے ہے کہ تو مجھ سے اور مانگ یہ سارے کلام محبت وکرم پر ہیں۔۱۳؎ بعض علماء کو میں نے فرماتے سنا کہ یہ وہ شخص ہوگا جو تھا تو مومن مگر اپنے والدین کی خدمت میں کوتاہی کرتا تھا وہ جوان تھا کماؤ تھا اس کے ماں باپ بوڑھے اور معذور تھے یہ انہیں خرچہ دیتا تو تھا مگر ترسا ترسا کر بہت انتظار دکھا کر اس کی سزا کا ظہور اس طرح ہوگا کہ اسے جنت ملے گی تو مگر دکھا دکھا کر ترسا ترسا کر واللہ اعلم غرضکہ ہوگا اسی طرح کا مجرم کہ اسے بہت انتظار کے بعد جنت دی جائے ورنہ اور لوگ تو جنت میں بغیر انتظار داخل کئے جائیں گے۔۱۴؎ وہ دونوں درخت تو راستہ جنت میں تھے اب یہ درخت دروازہ جنت سے متصل ہوگا جو ان دونوں سے بہتر ہوگا۔اور یہاں سے جنت کا اندرونی حصہ دیکھنے میں آئے گا۔یہاں بہار ہی کچھ اور ہوگی جو بیان نہیں کی جاسکتی۔۱۵؎ وہ سمجھے گا کہ ان دونوں درختوں کی طرح وہاں بھی صرف سایہ اور پانی ہے۔اسے کیا خبر کہ وہاں جنت کے نظارے بھی ہیں۔اس لئے صرف سایہ لینے' پانی پینے ہی کا ذکر کرے گا ۔۱۶؎ یہاں ھذہ یا تو مبتداء ہے جس کی خبر پوشیدہ ہے یا مفعول ہے جس کا فعل پوشیدہ ہے۔یعنی آخری سوال میرا یہ ہی ہے کہ اس کے بعد اور سوال نہ کروں گا یا تجھ سے آخری یہ ہی چیز مانگتا ہوں اب نہ مانگوں گا وہ سمجھتا ہوگا کہ اس سے اعلیٰ تو کوئی چیز ہوسکتی ہی نہیں۔پھر سوال کیسا۔۱۷؎ لہٰذا یہ وعدہ خلافیاں بے صبری کی وجہ سے ہوں گی۔۱۸؎ یا تو جنتی لوگوں کی آپس کی بات چیت سنے گا یا ان کی تسبیح تہلیل تلاوت قرآن مجید کی آواز کہ جنت میں ذکر اللہ اور تلاوت وغیرہ ہوں گے۔خیال رہے کہ قیامت میں کوئی اندھا بہرہ نہ ہوگا۔سب کی یہ قوتیں بہت ہی تیز ہوں گی۔اس لئے یہ شخص جنت کے اندر کی آوازیں دروازے سے سن لے گا۔رب فرماتا ہے: فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (۵۰:۲۲) تو ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھایا تو آج تیری نگاہ تیز ہے (کنزالایمان)۱۹؎ یصرینی باب ضرب کا مضارع ہے۔یہ بنا ہے صری سے بمعنی ختم ہونا منقطع ہونا' چھٹکارا ملنا یعنی تیرا مجھ سے مانگنا ختم نہیں ہوتا۔میں تیری داد وحش سے فارغ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نہیں ہوتا۔بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں ما استفہامیہ ہے معنی یہ ہیں کہ کون چیز تجھے مجھ سے فارغ کریگی بتا کس چیز پر تیری مانگ ختم ہوتی ہوگی۔مرقات نے فرمایا کہ یہاں عبارت الٹی ہے اصل میں یہ تھا **مایصریك منی** میری کون سی عطا پر تیری طلب ختم ہوگی۔تو کس عطا پر مانگنے سے فارغ ہوگا یہ فرمان عالی نہایت ہی کرم ورحم کا ہے۔۲۰؎ یعنی اگر تجھے جنت کا اتنا رقبہ دے دوں جو ساری دنیا کے رقبہ سے دوگنا ہے تو کیا تو سوالات اور مانگ ختم کردے گا لے تو اتنا لے لے اور اپنی مانگ ختم کر۔۲۱؎ یہ شخص انتہائی خوشی میں دربار عالیہ کے آداب بھی اور عرض کرنے کا طریقہ بھی بھول جائے گا وہ سمجھے گا کہ جنت میں اتنی جگہ کہاں سے آئی مجھ سے یوں ہی میرا دل لگانے کیلئے فرمایا جارہا ہے استہزاء کے لغوی معنی ہیں دل لگی جو مخاطب کے دل کو لگ جائے اللہ تعالٰی دل اور دل لگنے سے پاک ہے اور دل لگی کے ظاہر معنی سے بھی پاک ہے۔کہ کچھ دینا تو نہ ہو صرف اس کا دل لبھانے کیلئے یہ فرمادے۔(اشعہ) مرقات نے فرمایا کہ اس کی یہ عرض ومعروض ایسی بے خودی میں ہوگی جیسی اس گم شدہ اونٹ والے نے اونٹ مل جانے پر کہا: **الٰھی انت عبدی وانا ربك** خدایا تو میرا بندہ ہے میں تیرا ربّ، اسے خبر ہی نہ رہی کہ میرے منہ سے کیا نکل رہا ہے۔ایسی جوش کی حالت کی بے ادبی معاف ہوجاتی ہے۔یہ بے ادبی نہیں بلکہ بے خودی کی بدحواسی ہے۔۲۲؎ رب تعالٰی کے ہنسنے سے مراد ہے اس کا خوش ہوجانا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا ہے آپ کا تبسم فرمانا یہ تبسم بھی اظہار خوشی کیلئے ہے۔حضرت ابن مسعود کا ہنسنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل فرماتے ہوئے ہے۔حضرات صحابہ کرام حضور کے افعال کریمہ کی روایت بالعمل بھی کرتے تھے۔جب غضب ہو تو بندہ کی عبادت پر ناراض ہوجائے اور جب کرم ہو تو اس کے گناہ پر خوش ہوجائے۔بلاتشبیہ شیخ سعدی کا وہ مقولہ دیکھو۔ ؎ گہے برسلامے برنجند گہے بہ دشنامے خلعت دہند۔اس کی تحقیق یہاں مرقات میں دیکھو۔اعلٰی حضرت نے فرمایا

اس میں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف   ہوش میں جو نہ وہ وہ کیا نہ کرے

رب ہم سے زیادہ ہم پر مہربان ہے۔۲۳؎ یعنی تو نے میری قدرت جانی نہیں تیری طلب سے میری رحمتیں زیادہ ہیں۔میری عطائیں، تیرے وہم وگمان سے وراء ہیں۔۲۴؎ یعنی مسلم کی روایت میں اتنی عبارت نہیں اور دوسری دراز عبارت ہے۔جو دوسری روایت میں مذکور ہے۔۲۵؎ سبحان اللہ! کیسا کریم رحیم ہے کہ خود ہی مانگنا سکھائے اور خود ہی عطائیں فرمائے جب حاکم فرمائے کہ تم فلاں مضمون کی درخواست ہم کو دے دو مطلب یہ ہوتا ہے کہ نوکر رکھ لیا ہے۔قانونی کارروائی کیلئے درخواست مانگی ہے۔یہ ہی وہاں بنے گا بلکہ دنیا میں بھی ایسا ہی ہے وہ ہی دعا سکھاتا ہے۔وہ ہی عطائیں فرماتا ہے۔۲۶؎ اس کا مطلب پہلے بیان ہوچکا ہے اولًا ایک مثل کی عطا ہوگی پھر دس گنا کی لہذا روایات میں کوئی تعارض نہیں ۲۷؎ اس کی یہ بیبیاں اس کی منتظر تھیں۔خیال رہے کہ اس جنتی کو دو بیویاں تو حورعین ملیں گی اور اسکی دنیا کی بیوی جو اس کے نکاح میں فوت ہوئی اگر اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے وہ بھی ملے گی اور ان کے سواء اور وہ عورتیں جو کنواری فوت ہوئیں یا وہ جن کے خاوند کافر مرے وہ بھی اسے ملے گی۔ہر جنتی کا یہ حال ہوگا چنانچہ حضرت مریم اور حضرت بی بی آسیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہوں گی۔یہاں دو فرمانا صرف حوروں کیلئے ہے۔لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ **وَلَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ** (۲:۲۵) اور ان کے لئے ان باغوں میں ستھری بیبیاں ہیں۔(کنزالایمان) وہاں ازواج جمع ارشاد ہوا ہے۔یہاں دو حوریں فرمایا گیا دونوں درست ہیں۔۲۸؎ یعنی اس رب نے تم کو ہمارے لئے اور ہم کو تمہارے لئے دائمی زندگی بخشی کہ اب نہ مرنا ہے نہ یہاں سے نکلنا نہ ہماری تمہاری جدائی۔تجھے ہم تک پہنچایا۔۲۹؎ یا تو اس شخص کو اعلیٰ درجات والے جنتیوں کی عطاؤں کی خبر نہ ہوگی وہ سمجھے گا سب سے اعلیٰ نعمتیں مجھے ہی دی گئی ہیں یا اسے ان حضرات کے عطیوں کی طرف دھیان نہ جائے گا اپنی نعمتوں پر ہی دھیان رہے گا

https://archive.org/details/@madni_library

تاکہ اسے رنج نہ ہو کہ جنت میں رنج و غم نہیں مرقات نے پہلی توجیہ اختیار کی غرضکہ اس کی خوشی کی انتہاء نہ ہوگی۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيُصِيْبَنَّ اَقْوَامًا سَفْعٌ مِّنَ النَّارِ بِذُنُوْبٍ اَصَابُوْهَا عُقُوْبَةً ثُمَّ يُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِهٖ وَرَحْمَتِهٖ فَيُقَالُ لَهُمُ الْجَهَنَّمِيُّوْنَ .(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۳۳۹) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ قوموں کو ان کے کئے ہوئے گناہوں کی وجہ سے آگ کی لپٹ پہنچے گی ا؎ سزا کے طور پر پھر اللہ انہیں جنت میں داخل فرمادے گا اپنے فضل اپنی رحمت سے انہیں جہنمی کہا جائے گا ۲؎ (بخاری)

(۵۳۳۹) ا؎ ایسی لپٹ پہنچے کہ جس سے ان کے چہرے جھلس تو جائیں گے مگر بالکل جلیں گے نہیں۔ سفع کے معنی ہیں حرق قلیل تھوڑی سی جلن ۲؎ مگر انہیں اس نام سے خوشی ہوگی کہ رب تعالٰی کی بخشش، رحمت انہیں یاد آئے گی۔ رنج مطلقاً نہ ہوگا کہ جنت میں رنج کیسا۔

وَعَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَيُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ) وَفِیْ رِوَايَةٍ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِّنْ اُمَّتِیْ مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَتِیْ يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ .

(۵۳۴۰) روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ محمد مصطفٰی کی شفاعت سے ایک قوم آگ سے نکالی جائے گی جو جنت میں داخل ہوں گے اور ان کا نام جہنمین رکھا جائے گا ا؎ (بخاری) اور ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں سے ایک قوم میری شفاعت کی بنا پر آگ سے نکالی جائے گی جو جہنمی نام دیئے جائیں گے ۲؎

(۵۳۴۰) ا؎ ان میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جنہوں نے صرف کلمہ پڑھا۔ اچھے عقیدے اختیار کئے مگر کوئی نیکی نہ کی اور وہ بھی داخل ہیں جنہوں نے کلمہ بھی نہیں پڑھا ان کا ایمان شرعی نہ تھا مگر وہ عند اللہ مومن تھے۔ دل میں ایمان رکھتے ہیں زبان سے ظاہر نہ کرتے تھے۔ کسی وجہ سے ان پر نماز جنازہ بھی نہ ہوئی۔ انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہیں کیا گیا۔ انہیں رب تعالٰی اپنی قدرت والی مٹھی میں بھر کر جنت میں ڈالے گا۔ یہ سب حضور کی شفاعت سے ہی دوزخ سے نکلیں گے۔ اس کی تحقیق ابھی کچھ پہلے کی جا چکی ہے۔ ۲؎ یہ وہ لوگ ہیں جو کلمہ پڑھ کر مسلمان تو ہو گئے مگر غفلت میں زندگی گزار گئے۔ کوئی نیکی نہیں کی۔ کیونکہ انہیں امتی فرمایا گیا۔

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْهَا وَاٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ حَبْوًا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَيَاْتِيْهَا فَيُخَيَّلُ اِلَيْهِ اَنَّهَا مَلْاٰی فَيَقُوْلُ يَارَبِّ وَجَدْتُهَا مَلْاٰی فَيَقُوْلُ اذْهَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَاِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشَرَةَ اَمْثَالِهَا فَيَقُوْلُ اَتَسْخَرُ مِنِّیْ اَوْتَضْحَكُ مِنِّیْ وَاَنْتَ الْمَلِكُ فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰی بَدَتْ

(۵۳۴۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں جانتا ہوں دوزخ والوں میں سے آخری نکلنے والے کو اور جنت میں آخری داخل ہونے والے کو ا؎ ایک شخص آگ سے گھسٹتا ہوا نکلے گا تو رب فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا وہ وہاں جائے گا اسے خیال بندھے گا کہ جنت بھری ہوئی ہے ۲؎ وہ کہے گا یارب میں نے جنت بھری ہوئی پائی ۳؎ تو رب فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا کیونکہ تیری ملکیت دنیا کے برابر اور اس کا دس گنا ہے ۴؎ وہ کہے گا کیا تو مجھ سے تمسخر کرتا ہے یا مجھ سے ہنسی فرماتا ہے حالانکہ تو بادشاہ ہے تو میں نے رسول اللہ صلی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

نَوَاجِذُهٗ وَكَانَ يُقَالُ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور ہنسے حتیٰ کہ آپ کی ڈاڑھیں مبارک چمک گئیں۔۵ اور کہا جاتا تھا کہ یہ جنت والوں میں ادنیٰ درجہ کا ہوگا ۶ (مسلم بخاری)

(۵۳۴۱) ۱ رجل سے مراد صرف ایک شخص نہیں ہے بلکہ اس قسم کے لوگ ہیں۔حضور ان سب کو تفصیلاً جانتے ہیں ان کے نام ان کے خاندان ان کی شکل وصورت وغیرہ جیسا کہ اعلم سے معلوم ہوا۔شعر:-

ہم نے عرض کیا ہے:

ع ایک ماہ مدن گورا سا بدن نیچی نظریں کُل کی خبریں

۲ کیونکہ جہاں تک اس کی نگاہ کام کرے گی وہاں تک آدمی ہی آدمی نظر آئیں گے کوئی جگہ جنتیوں سے خالی اسے نظر نہ آئے گی۔ ۳ میرے مولیٰ اب میں کہاں جاؤں گا جنت میں تو کوئی جگہ خالی ہی نہیں۔۴ اس دس گنا فرمانے میں عجیب حکمت ہوگی۔کیونکہ مومن کا دنیا میں رہنا بھی نیکی ہے اور نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (۶،۱۶۰) جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں۔(کنزالایمان) لہٰذا اس قانون سے اسے دنیا کا دس گنا رقبہ عطا ہوا۔(مرقات) ۵ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے سے مراد ہوتا ہے آپ کا تبسم فرمانا کیونکہ قہقہہ لگانا حضور سے کبھی ثابت نہیں رب تعالیٰ کے استہزاء کے معنی بیان ہو چکے۔۶ یہ قول یا تو حضرت ابن مسعود کا ہے یا کسی اور راوی کا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں۔اس لئے کان یقال فرمایا گیا۔یعنی لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ یہ ادنیٰ درجہ کا جنتی ہوگا جس کی املاک اس قدر وسیع ہوں گی۔اعلیٰ جنتیوں کی ملکیت کا رقبہ تو ہمارے خیال سے باہر ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّىْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلاً نِ الْجَنَّةَ وَاٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِّنْهَا رَجُلٌ يُّؤْتٰى بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُقَالُ اَعْرِضُوْا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوْبِهٖ وَارْفَعُوْا عَنْهُ كِبَارَهَا فَتُعْرَضُ عَلَيْهِ صِغَارُ ذُنُوْبِهٖ فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا وَعَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّنْكِرَ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِّنْ كِبَارِ ذُنُوْبِهٖ اَنْ تُعْرَضَ عَلَيْهِ فَيُقَالُ لَهٗ فَاِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً فَيَقُوْلُ رَبِّ قَدْ عَمِلْتُ اَشْيَآءَ لَا اَرَاهَا هٰهُنَا وَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۳۴۲) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں جانتا ہوں جنتیوں میں سے آخری داخل ہونے والے کو جنت میں اور دوزخیوں میں سے وہاں سے آخری نکلنے والے کو ۱ کہ یہ شخص ہوگا جسے قیامت کے دن لایا جائے گا کہا جائے گا کہ اس پر اس کے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس سے اس کے بڑے گناہ اٹھا رکھو ۲ چنانچہ اس پر اس کے چھوٹے گناہ پیش کئے جائیں گے۔کہا جائے گا تو نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے اور فلاں فلاں دن فلاں فلاں گناہ کئے وہ کہے گا ہاں ۳ انکار کرنے کی طاقت نہ رکھے گا ۴ اور وہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ اس پر وہ پیش کردیئے جائیں ۵ کہا جائے گا کہ تیرے لئے ہر گناہ کے عوض ایک نیکی ہے۔۶ تب وہ کہے گا کہ میں نے تو اور بڑے کام بھی کئے تھے جنہیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں۔۷ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور سرکار ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں چمک گئیں۔۸ (مسلم)

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۳۴۲)۱؎ یہ دونوں چیزیں لازم وملزوم ہیں جو دوزخ سے آخر میں نکلے گا وہ ہی جنت میں آخر میں جائے گا۔مرد سے مراد نوع مرد ہے نہ کہ شخصی مرد اس قسم کے بہت لوگ ہوں گے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تفصیلاً جانتے ہیں۔۲؎ یعنی اس کے سامنے اس کے چھوٹے گناہ اقرار کرانے کیلئے پیش کرو ابھی بڑے گناہ اسے نہ دکھاؤ۔خیال رہے کہ ابھی ان بڑے گناہوں کی معافی نہیں ہے بلکہ اس سے چھپانا ہے۔جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔۳؎ اس دن اپنے گناہ مان لینا سعادت کی نشانی ہوگی اور بخشش کا پیش خیمہ کہ انکار کرنے پر مصیبت آجائے گی۔مسلمان یہ بات یاد رکھیں ۴؎ یعنی اس کے دل میں اس میں سے کسی گناہ کے انکار کی ہمت نہ ہوگی۔یہ بے ہمتی نیک بختی کی علامت ہے۔اللہ تعالٰی یہاں گناہ کرنے کی ہم کو ہمت ہی نہ دے یہ ہمت ہارنا ان شاءاللہ جیتنے کا پیش خیمہ ہے۔یہ ہمت عذاب ہے کم ہمتی رحمت ۵؎ معلوم ہوا کہ اس دن ہر شخص کو اپنا ایک ایک عمل یاد ہوگا۔نامہ اعمال اس کی یاد کی تصدیق کرے گا۔رب فرماتا ہے:اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (۱۴،۱۷) فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ (نامۂ اعمال) پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔(کنزالایمان) بلکہ مرتے وقت بھی انسان کے سامنے اپنے ہر نیک و بد اعمال آجاتے ہیں۔بہتر ہے کہ ہر شخص روزانہ سوتے وقت اپنے اعمال کا حساب کرلیا کرے۔۶؎ ظاہر یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہوگا جس نے اپنے ان گناہوں سے توبہ نہیں کی تھی بغیر توبہ مرگیا تھا اور یہ تبدیلی محض کرم وفضل سے ہوگی۔اس تبدیلی کا مطلب یہ نہیں کہ گناہ نیکیاں بن جائیں گے کہ زنا جہاد بن جائے اور جھوٹ سچ ہو جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسے فی گناہ ایک عطیہ دیدو اگر وہ نیکی کرتا تو یہ پاتا اسے ویسے ہی دیدو۔خیال رہے کہ توبہ،ایمان،نیک اعمال کی برکت سے گناہوں کی تبدیلی قانون ہے۔رب فرماتا ہے:اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (۷۰،۲۵) مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔(کنزالایمان) وہاں یہ تبدیلی صرف فضل ومہربانی ہے۔شعر:-

گنہگار پہ جب لطف آپ کا ہو گا کیا بغیر کیا بے کیا کیا ہو گا
بنیا نہ کیتی کیتی ٹھکرائی! بن کیتی لکھ دین برائی

اللہ تعالٰی انصاف نہ کرے رحم فرمادے کہ ہماری کی ہوئی برائیاں بے کی ہوئی بنادے یعنی محو فرمادے۔سب پر مہربانی ومعافی کا قلم پھیردے۔شعر:-

من نہ گویم کہ طاعتم بہ پذیر قلم عفو بر گناہم کش

۷؎ یعنی اس کرم کریمانہ کو دیکھ کر پکار اٹھے گا کہ مولیٰ میرے بڑے بڑے گناہ تو یہاں موجود ہی نہیں وہ بھی لائے جائیں اور ان بڑے گناہوں پر بڑے عطیے دیئے جائیں۔تو بخشش بے حساب کہ ہیں جرم بے حساب ۸؎ حضور نے اس کے انقلاب حال پر تبسم فرمایا کہ ابھی تو گناہ کبیرہ سے ڈر رہا تھا اب خود مانگ رہا ہے۔رب کا فضل تو آن کی آن میں کایا پلٹ دیتا ہے وہ اگر چاہے تو ہم جیسے لاکھوں گناہگار پرہیزگار بن جائیں وہاں کیا کمی ہے۔پانچ منٹ کی بارش مردہ زمین کو زندہ کردیتی ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ اَرْبَعَةٌ فَيُعْرَضُوْنَ عَلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُؤْمَرُ بِهِمْ اِلَى النَّارِ فَيَلْتَفِتُ اَحَدُهُمْ فَيَقُوْلُ اَيْ رَبِّ لَقَدْ كُنْتُ اَرْجُوْا اِذَا اَخْرَجْتَنِيْ مِنْهَا اَنْ لَّا

(۵۳۴۳) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ سے چار آدمی نکالے جائیں گے۱؎ پھر بارگاہ الٰہی میں پیش کئے جائیں گے پھر انہیں آگ کی طرف جانے کا حکم دیا جائے گا۲؎ تو ان میں سے ایک مڑ مڑ کر دیکھے گا عرض کرے گا یارب

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

تُعِيْدَنِىْ فِيْهَا قَالَ فَيُنْجِيْهِ اللّٰهُ مِنْهَا . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

میں امیدوار تھا جب تو نے مجھے وہاں سے نکال لیا تو اب دوبارہ نہ لوٹائے گا۔فرمایا تو ربّ اسے آگ سے نجات دیدے گا۔۳ (مسلم)

(۵۳۴۳)۱یعنی چار قسم کے لوگ نکالے جائیں گے یا ہر بار میں چار چار افراد نکالے جائیں گے اور ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ شخصی ہو۔ خیال رہے کہ یہ سب لوگ بخشے جائیں گے۔حضور کی شفاعت سے ہی کوئی آگے پیچھے کوئی کسی طرح کوئی کسی طرح' شفاعت سے پہلے تو ربّ نہ کسی سے کلام فرمائے گا نہ قیامت کا کاروبار شروع فرمائیگا۲ سبحان اللہ! کیسا پیارا حکم ہے۔دوزخ سے نکل کر ہمارے حضور آ ؤ۔اچھا پھر وہاں ہی لوٹ جاؤ اس حکم حکیمانہ پر دل و جان فدا۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔شعر:-

جملہ عالم بندۂ اکرام تو　　　　صد چو جاں من فدائے نام تو

۳ معلوم ہوا کہ ربّ تعالٰی سے امید بھی بڑی عبادت ہے۔ایسی عبادت کہ مشکلیں حل کردیتی ہے۔امید ہی وہ عبادت ہے جو اس عالم میں بھی ہوگی اور کام آئے گی۔امید ہی وہ عبادت ہے جو ہم جیسے گناہگاروں کا سہارا ہے۔شعر:-

ز طاعت نہ آورد م الا امید　　　　خدایا مگر واں مرا ناامید

اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چار میں سے ایک شخص یہ عرض کرے گا باقی تین بھی اسی کی طرح عرض سے بخش دیئے جائیں گے۔رحمت والے کا ساتھ بھی رحمت کا حصہ دلاتا ہے۔یا وہ چاروں باری باری یہ عرض کریں گے۔یہاں صرف ایک کا ذکر ہوا ہے۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْلُصُ الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ النَّارِ فَيُحْبَسُوْنَ عَلٰى قَنْطَرَةٍ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَيُقْتَصُّ لِبَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ مَظَالِمُ كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِى الدُّنْيَا حَتّٰى اِذَا هُذِّبُوْا وَنُقُّوْا اُذِنَ لَهُمْ فِىْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ فَوَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَاَحَدُهُمْ اَهْدٰى بِمَنْزِلِهٖ فِى الْجَنَّةِ مِنْهُ بِمَنْزِلِهٖ كَانَ لَهٗ فِى الدُّنْيَا . (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۵۳۴۴) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسلمان آگ سے نجات پائیں گے تو وہ جنت دوزخ کے درمیان ایک پل پر روکے جائیں گے۱ تو بعض کا بعض ان ظلموں کا بدلہ لیا جائیگا جو ان کے درمیان دنیا میں تھے۲ حتیٰ کہ جب پاک وصاف کردیئے جائیں گے تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔۳ تو اس کی قسم جس کے قبضہ میں محمد مصطفٰی کی جان ہے ان میں سے ہر ایک اپنے جنتی گھر کا اس سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوگا جو اپنے دنیاوی گھر کا ہدایت یافتہ تھا۔۴ (بخاری)

(۵۳۴۴)۱ غالب یہ ہے کہ یہ پل جنت دوزخ کے درمیان کوئی اور پل ہے سواء پل صراط کے کیونکہ پل صراط تو دوزخ کے اوپر واقع ہے۔جنت کے درمیان نہیں۔نیز یہاں ارشاد ہے کہ مومن آگ سے نجات پا کر اس پل پر پہنچیں گے۔یعنی پل صراط سے گزر جانے کے بعد اور اگر اس سے پل صراط ہی مراد ہو تو اس کا دوسرا کنارہ مراد ہوگا جو دوزخ کے دوسری طرف جنت کی جانب اس کا پہلا کنارہ میدانِ حشر کی طرف عام شارحین نے اس سے پل صراط مراد لیا ہے۔واللہ اعلم۔۲ یعنی ظالموں سے مظلوموں کو بدلہ دلوایا جائے گا خواہ جانی ظلم ہو یا مالی عزت وآبرو کا ظلم غالبًا اس سے معمولی ظلم مراد ہیں۔بڑے ظلم جیسے قتل' مال مارلینا وغیرہ کی سزا میں تو دوزخ میں رکھا جائے گا۔یہاں قصاص یا تو اس طرح لیا جائے گا کہ مظلوم سے معاف کرادیا جائے گا یا مظلوم کا درجہ بڑھادیا جائے یا ظالم کا درجہ گھٹادیا

https://archive.org/details/@madni_library

جائے۔قصاص کی بہت صورتیں ہوسکتی ہیں۔۳؎اس سے معلوم ہوا کہ کوئی گندا جنت میں نہ جائے گا وہاں تو پاک وصاف کی جگہ ہے۔ مومن بعض گناہوں سے تو دنیاوی تکالیف فکریں،بیماریوں وغیرہ سے صاف کردیئے جاتے ہیں،بعض گناہوں سے سکرات موت کی وجہ سے بعض گناہوں سے عذاب قبر کی وجہ سے مگر بعض گناہ ایسے ہیں جنہیں کچھ دن دوزخ کی آگ میں رکھ کر دور کئے جائیں گے۔جیسے سونے چاندی کے معمولی میل صابن برش سے صاف کئے جاتے ہیں مگر بعض میل آگ میں تپا کر ہی دور کئے جاسکتے ہیں۔یہ ہی ہمارے میلوں کا حال ہے۔(اشعہ)۴؎چنانچہ کوئی جنتی جنت میں پہنچ کر کسی سے اپنے گھر کا پتا نہ پوچھے گا بلکہ خود بخود بے تکلف وہاں ایسے پہنچ جائے گا جیسے وہاں کا پرانا باشندہ ہے۔کیونکہ گناہ ڈھل جانے کی وجہ سے اس کا دل نورانی خالص ہوگیا نور سے کچھ نہیں چھپا۔(اشعہ) ربّ فرماتا ہے: یَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ (۱۰؍۹) ان کا ربّ ان کے ایمان کے سبب انہیں راہ دے گا۔(کنزالایمان) اللہ تعالٰی دنیا میں بھی ہم کو کامل نور ایمان عطا فرمادے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ اَحَدٌ نِ الْجَنَّةَ اِلَّا اُرِیَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ لَوْ اَسَاءَ لِيَزْدَادَ شُكْرًا وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ اِلَّا اُرِیَ مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ لَوْ اَحْسَنَ لِيَكُوْنَ عَلَيْهِ حَسْرَةً.(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۳۴۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا مگر پہلے اسے اس کا دوزخی ٹھکانہ دکھایا جائے گا اگر وہ جرم کرتا۱؎تاکہ وہ زیادہ شکر کرے اور کوئی آگ میں نہ جائے گا مگر اسے اس کا جنتی ٹھکانہ دکھایا جائے گا اگر وہ نیکیاں کرتا تاکہ اس پر حسرۃ ہوجائے۲؎(بخاری)

(۵۳۴۵)۱؎ہر شخص کیلئے دو ٹھکانے مقرر ہیں ایک دوزخ میں دوسرا جنت میں مومن اپنا اور کافر کا جنتی مقام لے گا اور کافر دوزخ میں اپنا اور مسلمان کے مقام کو سنبھالے گا۔یہاں قبر کے امتحان میں کامیاب ہوجانے پر دکھایا جائے گا۔پھر قیامت میں دکھانا مراد ہے۔ جیسا کہ مضمون ہے اور عذاب قبر کے باب میں خود قبر میں دکھانے کا ذکر تھا۲؎مومن کی خوشی کی انتہاء نہ رہے گی اور کافر کے رنج وغم بے حد ہوجائیں گے۔آگ کی تکلیف اور جنت کا گھر چھوٹ جانے کا صدمہ۔

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَارَ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَى الْجَنَّةِ وَاَهْلُ النَّارِ اِلَى النَّارِ جِیْءَ بِالْمَوْتِ حَتّٰی يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ ثُمَّ يُنَادِیْ مُنَادٍ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَامَوْتَ وَيَا اَهْلَ النَّارِ لَامَوْتَ فَيَزْدَادُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا اِلٰى فَرَحِهِمْ وَيَزْدَادُ اَهْلُ النَّارِ حُزْنًا اِلٰى حُزْنِهِمْ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۴۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت لائی جائے گی حتی کہ جنت ودوزخ کے درمیان رکھی جائے گی۱؎پھر ذبح کردی جائے گی۲؎پھر پکارنے والا پکارے گا اے جنتیو! اب موت نہیں اور اے دوزخیو اب موت نہیں۳؎تو جنتی لوگوں کو خوشی پر خوشی پڑ جائے اور دوزخی لوگوں کو غم پر غم زیادہ ہوجائے گا۴؎(مسلم بخاری)

(۵۳۴۶)۱؎دنبہ کی شکل میں موت اعراف پر کھڑی ہوجائے گی۔خیال رہے کہ دنیا کے اعراض صفات وغیرہ سب کی صورتیں ہیں جو آخرت میں ظاہر ہوں گی۔آج ہم خواب میں حالات کو اجسام کی شکل میں دیکھ لیتے ہیں۔شاہ مصر نے سات سال کا قحط سات بالیوں سات گایوں کی شکل میں دیکھا تھا۔۲؎اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ موت وجودی چیز ہے۔محض عدم نہیں۔ربّ فرماتا ہے: اَلَّذِیْ خَلَقَ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

الۡمَوۡتَ وَالۡحَيٰوةَ (۶۷،۲) وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی۔ (کنزالایمان) لہٰذا موت فنا ہوسکتی ہے کہ وہ بھی مخلوق ہے۔ ۳؎ لہٰذا اب ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہو نہ مرنا ہے نہ یہاں سے نکلنا نہ بیماری نہ کوئی تکلیف تمہیں بھی یہاں ہمیشگی ہے اور تمہارے عیش و آرام کو بھی دوام ۴؎ اس خوشی اور غم کا بیان نہیں ہوسکتا اگر وہاں موت ہوتی تو جنتی تو خوشی سے مرجاتے اور دوزخی غم سے ہلاک ہوجاتے۔

اَلۡفَصۡلُ الثَّانِیۡ

دوسری فصل

عَنۡ ثَوۡبَانَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَوۡضِیۡ مِنۡ عَدَنٍ اِلٰی عَمَّانَ الۡبَلۡقَاءِ مَآءُهٗ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحۡلٰی مِنَ الۡعَسَلِ وَاَکۡوَابُهٗ عَدَدُ نُجُوۡمِ السَّمَآءِ مَنۡ شَرِبَ مِنۡهُ شَرۡبَةً لَمۡ يَظۡمَاۡ بَعۡدَهَا اَبَدًا اَوَّلُ النَّاسِ وُرُوۡدًا فُقَرَاءُ الۡمُهَاجِرِيۡنَ الشُّعۡثُ رُءُوۡسًا الدُّنۡسُ ثِيَابًا الَّذِيۡنَ لَا يَنۡكِحُوۡنَ الۡمُتَنَعِّمَاتِ وَلَا يُفۡتَحُ لَهُمُ السُّدَدُ۔ (رَوَاهُ اَحۡمَدُ وَالتِّرۡمِذِیُّ وَابۡنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرۡمِذِیُّ هٰذَا حَدِيۡثٌ غَرِيۡبٌ)

(۵۳۴۷) روایت ہے حضرت ثوبان سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ میرا حوض عدن سے لے کر عمان بلقاء تک ہے۱؎ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھا۳؎ اور اس کے کوزے آسمان کے تاروں کے برابر۴؎ ہیں جو ایک گھونٹ پئے گا اس کے بعد پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۵؎ لوگوں میں سب سے پہلے وہاں پہنچنے والے وہ مہاجر فقیر ہیں جن کے بال پراگندہ ہیں کپڑے میلے جو امیر عورتوں سے نکاح نہ کرسکیں ان کے دروازے نہ کھولے جائیں ۶؎ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۳۴۷) ۱؎ عدن آج کل یمن کا دارالخلافہ ہے۔ مشہور شہر ہے بحر ہند کے کنارہ پر واقع ہے۔ حجاج کا جہاز پہلے عدن ٹھہرتا ہے پھر جدہ پہنچتا ہے۔ ۲؎ عمان عین کے فتحہ میم کے شد سے اردن کا مشہور شہر ہے۔ وہاں کا دارالخلافہ ہے۔ اور عمان عین کے پیش میم کے شد سے یمن کا ایک شہر بھی ہے۔ شام کا اہم مقام بھی اور بلقاء شام کی مشہور جگہ عمان کو بلقاء کی طرف مضاف فرما کر بتایا کہ یہاں شام والا عمان مراد ہے۔ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ یہ بیان حد بندی کیلئے نہیں بلکہ سننے والے کو وسعت سمجھنے کیلئے ہے۔ اسی واسطے مختلف احادیث میں مختلف شہروں کے نام لئے گئے جو شخص جن شہروں سے واقف تھا اسے وہ ہی شہر بتائے گئے۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ حوض کوثر بعض لوگوں کی نگاہ میں دراز ہوگا بعض کی نگاہ میں بہت ہی دراز جیسے مومن کی قبر کی فراخی مختلف ہے (مرقات) ۳؎ مٹھاس کے بیان کیلئے شہد کا ذکر فرمایا کہ شہد میٹھا بھی ہوتا ہے لذیذ بھی اور اس میں شفاء بھی ہے دیگر شیرینی میں یہ خوبیاں جمع نہیں۔ ۴؎ کوزوں اور تاروں کی گنتی حضور کو معلوم ہے۔ دوسروں کے علم سے وراء ہے چونکہ تارے بہت بھی ہیں چمکدار بھی خوشنما بھی، اس لئے ان کا ذکر فرمایا۔ ذرات یا قطرات کا ذکر نہیں فرمایا۔ ان کوزوں میں کثرت بھی ہے چمک دمک بھی بے مثال حسن بھی۔ ۵؎ حوض کوثر جنت میں ہے اس کی ایک نہر میدان حشر میں اسی میں تاثیر یہ ہے کہ نہ اب پیاس رہے نہ آئندہ پیاس محسوس ہو۔ سبحان اللہ! ۶؎ یہاں فقراء سے مراد وہ فقراء ہیں جو صالحین مومنین ہوں جو علم و عبادت میں مشغولیت کی وجہ سے مال و عزت حاصل نہ کرسکے۔ اپنے کو خدمت دین کیلئے وقف رکھا۔ دوسری روایت میں بھی اسے یوں واضح فرمایا کہ دنیا میں بھوکے رہنے والے آخرت میں سیر ہوں گے۔ (مرقات) جنہیں دنیا والے نہیں پوچھتے انہیں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول پوچھتے ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں اشعث وغیرہ کا مطلب نہیں کہ وہ گندے رہتے تھے

https://archive.org/details/@madni_library

بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ہر وقت جسمانی صفائی کے پیچھے نہیں لگتے۔اس صفائی میں مشغول ہو کر آخرت کو نہیں بھولتے۔لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ارشاد ہے کہ صفائی وطہارت بہت اعلیٰ چیزیں ہیں۔فرمایا گیا طہارت نصف ایمان ہے نیز اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ وہ لوگوں کے دروازہ پر جاتے ہیں مگران کیلئے دروازے نہیں کھلتے۔یہ فرض وتقدیر کا بیان ہے کہ اگر بالفرض وہ کسی دنیادار کے دروازہ پر جائیں تو وہ ان بے چاروں کی طرف التفات نہ کریں ورنہ یہ فقراء تمام عالم سے غنی ہوتے ہیں۔مصرع:۔

کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلْنَا مَنْزِلاً فَقَالَ مَا اَنْتُمْ جُزْءٌ مِّنْ مِائَةِ اَلْفِ جُزْءٍ مِمَّنْ يَرِدُ عَلَيَّ الْحَوْضَ قِيْلَ كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ قَالَ سَبْعُمِائَةٍ اَوْ ثَمَانَ مِائَةٍ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۵۳۴۸) روایت ہے حضرت زید بن ارقم سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک منزل پر اترے تو فرمایا کہ تم ان کا لاکھواں حصہ بھی نہیں ہو جو میرے پاس حوض پر پہنچیں گے۔۱؎ کہا گیا تم اس دن کتنے تھے فرمایا سات سو یا آٹھ سو ۲؎ (ابوداؤد)

(۵۳۴۸)۱؎ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت مراد ہے کہ انشاء اللہ ہر امتی حوض کوثر پر حاضر ہوگا۔وہاں کا پانی پیئے گا کیوں نہ پیئے کہ وہ اس کے نبی کا حوض ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔۲؎ یہ فقط سمجھانے کیلئے ہے۔ورنہ حضور کی امت تو اربوں کھربوں کی تعداد میں ہے آج مسلمان دنیا میں تقریباً ایک ارب ہیں پھر تا قیامت کتنے ہوں گے ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔

وَعَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوْضًا وَاِنَّهُمْ لَيَتَبَاهَوْنَ اَيُّهُمْ اَكْثَرُ وَارِدَةً وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ وَارِدَةً (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۵۳۴۹) روایت ہے حضرت سمرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کا حوض ہے اور وہ حضرات اس پر فخر کریں گے کہ ان میں سے کس کے پاس سب سے زیادہ آنے والے ہیں۱؎ اور میں امید کرتا ہوں کہ میں ان سب میں سے زیادہ ہوں گا آنے والوں میں۲؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۳۴۹)۱؎ ہر نبی کا حوض علیحدہ ہوگا مگر ہمارے حضور کا حوض جس کا نام کوثر ہے ان سب سے بڑا سب سے خوبصورت اور سب سے لذیذ ہوگا۲؎ کیونکہ ہر نبی کے حوض پر ان کی امت ہی حاضر ہوگی۔امت کی زیادتی نبی کیلئے شاگردوں کی زیادتی استاد کیلئے مریدین کی زیادتی شیخ کیلئے رعایا کی کثرت بادشاہ کیلئے باعث فخر ہوتی ہے۔اس زیادتی کا ذکر دوسری حدیث میں ہے کہ جنتی لوگوں کی کل صفیں ایک سوبیس ہوں گی جن میں سے اسی صفیں حضور کی امت باقی چالیس صفوں میں ساری امتیں۔خیال رہے کہ ایسے موقع پر لعل شک کیلئے نہیں بلکہ یقین کیلئے ہوتا ہے۔جیسے قرآن مجید میں بہت جگہ لعل فرمایا گیا ہے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّشْفَعَ لِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ اَنَا فَاعِلٌ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللهِ فَاَيْنَ اَطْلُبُكَ قَالَ اُطْلُبْنِيْ اَوَّلَ مَا تَطْلُبُنِيْ عَلَى الصِّرَاطِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عَلَى

(۵۳۵۰) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا قیامت کے دن میری شفاعت فرما دیں۱؎ فرمایا میں شفاعت کروں گا۔میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور کو کہاں تلاش کروں ۲؎ فرمایا تم مجھے پہلے تو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْمِیْزَانِ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَلْقَكَ عِنْدَ الْمِیْزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْحَوْضِ فَاِنِّیْ لَااُخْطِئُ هٰذِهِ الثَّلٰثَ الْمَوَاطِنَ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

تلاش کرنا پل صراط پر میں نے عرض کیا اگر آپ کو پل صراط پر نہ پاؤں فرمایا پھر مجھے میزان کے پاس ڈھونڈنا۳ میں نے عرض کیا اگر میں حضور کو میزان کے پاس نہ پاؤں۴ فرمایا پھر مجھے حوض کے پاس تلاش کرنا۵ کیونکہ میں ان تین جگہوں کے علاوہ میں نہ ہوں گا ۶ ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۳۵۰)۱یہاں شفاعت سے مراد خاص شفاعت ہے جو خاص غلاموں کی ہوگی۔شفاعت عامہ تو ہر مومن کی ہوگی۔خیال رہے کہ حضرت انس نے ایک شفاعت مانگ کر ایمان، تقویٰ، حسن خاتمہ، قبر کے امتحان میں کامیابی سب کچھ مانگ لی کہ یہ چیزیں شفاعت خاصہ کی تمہیدیں ہیں۔شعر:-

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی دو جہاں کی خیر — مجھ سا کوئی گدا نہیں تجھ سا کوئی سخی نہیں

اس ایک کلمہ میں بہت سے وعدے ہیں تم ایمان پر جیو گے تمہاری زندگی تقویٰ میں گزرے گی۔تمہارا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔تمہاری خطائیں قابل معافی ہوں گی۔تمہاری شفاعت میرے ذمہ ہوگی کیونکہ کفر، حقوق العباد کی شفاعت نہیں ہوگی۔آج بھی مسلمان روضہ اطہر پر عرض کرتے ہیں یارسول اللہ ہم آپ سے شفاعت کی بھیک مانگتے ہیں۔یہ حدیث اس مانگنے کی اصل ہے۔معلوم ہوا کہ حضور سے بھیک مانگنا جائز ہے کہ دنیا کی ہر چیز شفاعت سے نیچے ہے۔حضور کسی سائل کو محروم نہیں کرتے۔وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ حضور سے اولاد مانگو، دین و دنیا مانگو، دنیا کی ہر نعمت مانگو، جو مانگو گے پاؤ گے، وہاں سے محروم کوئی نہیں پھرتا۔۲ خیال رہے کہ قیامت میں ایک وقت تو وہ ہوگا جب سارا جہان حضور کو ڈھونڈے گا۔پھر وقت وہ آئے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گناہگاروں کو ڈھونڈیں گے۔شعر:-

عزیز بچے کو ماں جس طرح تلاش کرے — خدا گواہ یہ ہی حال آپ کا ہو گا

وہ لیں گے چھانٹ اپنے نام لیواؤں کو محشر میں — غضب کی بھیڑ میں ان کی میں اس پہچان کے صدقے

حضرت انس کا سوال غالباً پہلے وقت کے متعلق ہے کبھی ایسا بھی ہوگا کہ گناہگار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور غمخوار محبوب اپنے گناہگار کو تلاش کریں گے۔دوطرفہ تلاش ہوگی۔حضور پل صراط کے کنارے پر کھڑے ہوں گے تاکہ گرتوں کو سہارا دیں۔شعر:-

سیس پہ گٹھڑی ڈگر گھائل میرے پاؤں — پیارے تمہیں سنبھالیو جب ڈگمگ میں ہو جاؤں

۳ حضور میزان پر اپنی امت کے عمل کا وزن اپنے اہتمام سے کرائیں گے کہ اگر کسی امتی کی نیکیاں ہلکی ہوں اور وہ دوزخ میں لے جایا جانے لگے تو اپنا کوئی عمل اپنا قدم رکھ کر شفاعت فرما کر اس کی نیکیاں وزنی کرادیں، دوزخ سے بچالیں کیونکہ حضور کے اعمال کا وزن نہ ہوگا۴ سبحان اللہ! کیا پیارا سوال ہے۔یعنی آپ کو اس دن ایک جگہ تو مستقل قرار ہوگا نہیں کبھی ان مجرموں کے پاس کبھی دوسروں کے پاس

کوئی قریب ترازو کوئی لب کوثر — کوئی صراط پر ان کو پکارتا ہوگا
کسی طرف سے صدا آئے گی حضور آؤ — نہیں تو دم میں غریبوں کا فیصلہ ہو گا
کوئی کہے گا ... — تو کوئی تھام کے دامن مچل رہا ہو گا

https://archive.org/details/@madni_library

غرضکہ ایک جان اور فکر جہان۔ اللھم صل علی سیدنا محمد و اله و اصحبه وسلم تو اگر آپ میزان پر نہ ملیں تو پھر کہاں تلاش کروں ۵؎ غالبًا یہاں حوض سے مراد کوثر کی وہ نہر ہے جو میدانِ محشر میں ہوگی۔ اصل حوض کوثر تو جنت میں ہے۔ محشر میں پیاسے پانی پئیں گے۔ حضور اپنے اہتمام سے انہیں پلوائیں گے۔ یہاں وہ موجودگی مراد ہے۔ ٦؎ اس حدیث کے متعلق چار باتیں خیال میں رکھو ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خصوصی شفاعت کے اوقات میں ان تین جگہ ہوں گے ورنہ عمومی شفاعت کی جگہ تو مقام محمود ہے۔ رب فرماتا ہے: عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۱۷،۷۹) قریب ہے کہ تمہارا ربّ تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (کنز الایمان) حاکم کا مقام مقدمات کے وقت کچہری ہوتا ہے۔ کھانے وغیرہ کے وقت گھر' نماز کے وقت مسجد لہٰذا یہ حدیث نہ تو قرآن مجید کے خلاف ہے نہ دوسری احادیث کے دوسرے یہ کہ یہاں ان تین مقاموں کا ذکر وہاں کی ترتیب کے مطابق نہیں کیونکہ میزان پہلے ہے حوض کی نہر اس سے آگے۔ پل صراط اس کے آگے تیسرے یہ کہ حضور کی شفاعت سے ہمارے نیک اعمال ایسے بھاری ہو جائیں گے۔ جیسے روئی پانی میں بھیگ کر وزنی ہو جاتی ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ حدیث اس حدیث حضرت عائشہ کے خلاف نہیں کہ حضور نے فرمایا کہ ان تین مقام پر کوئی کسی کو یاد نہ کرے گا۔ وہاں عام شوہروں کا ذکر ہے نہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِيْلَ لَهُ مَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ قَالَ ذٰلِكَ يَوْمٌ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى كُرْسِيِّهٖ فَيَاطُّ كَمَا يَاطُّ الرَّحْلُ الْجَدِيْدُ مِنْ تَضَايُقِهٖ وَهُوَ كَسَعَةِ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَيُجَآءُ بِكُمْ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا فَيَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّكْسٰى اِبْرَاهِيْمُ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اُكْسُوْا خَلِيْلِيْ فَيُؤْتٰى بِرِيْطَتَيْنِ بَيْضَاوَيْنِ مِنْ رِّبَاطِ الْجَنَّةِ ثُمَّ اُكْسٰى عَلٰى اِثْرِهٖ ثُمَّ اَقُوْمُ عَنْ يَمِيْنِ اللّٰهِ مَقَامًا يَغْبِطُنِي الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ ۔ (رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۵۳۵۱) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں حضور سے عرض کیا کہ مقام محمود کیا چیز ہے۔ فرمایا قیامت وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر نزول فرمائے گا تو وہ ایسے چرچرائے گی جیسے نیا کجاوا چرچراتا ہے۔ اپنی تنگی کی وجہ سے ۲؎ حالانکہ وہ آسمانوں وزمین کی فراخی کی طرح ہے ۳؎ اور تم کو ننگے پاؤں' ننگے بدن' بے ختنہ لایا جائے گا ۴؎ تو جنہیں پہلے پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے خلیل کو پہناؤ تو دو سفید حلے لائے جائیں گے پھر ان کے بعد مجھے پہنایا جائے گا ۵؎ پھر میں اللہ تعالیٰ کے داہنے طرف اس جگہ کھڑا ہوں گا کہ مجھ پر اگلے اور پچھلے رشک کریں گے ٦؎ (دارمی)

(۵۳۵۱) ۱؎ حق یہ ہے کہ یہ عبارت متشابہات میں سے ہے۔ کرسی پر اللہ تعالیٰ کا نزول اس معنی سے ہے جو وہ ہی جانے۔ بعض نے فرمایا کہ اس کے احکام وہاں نازل ہوں گے۔ اور وہاں سے نافذ ہوں گے۔ اور کرسی کا چرچرانا ذات الٰہی کے بوجھ سے نہیں بلکہ ہیبت سے ہوگا یہاں مرقات نے فرمایا کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے کرسی پر نازل ہونے سے مراد ہے حضور انور کا اس پر قدم رنجہ ہونا جیسے اگر اولاً حضور نہ ہوتے تو افلاک اور املاک نہ ہوتے یونہی اگر آخر حضور نہ ہوتے تو ہلاکت لوگوں میں واقع ہو جاتی۔ لہٰذا حضور اول ہیں۔ حضور آخر حضور باطن ہیں حضور ظاہر' مظہر کل ہیں جس سے ذات جامع صفات جسے اللہ کہتے ہیں۔ وہ ظاہر ہے۔ (مرقات) ۲؎ یعنی باوجود یہ کہ کرسی کی وسعت سارے آسمانوں اور زمین کے برابر ہے' مگر اس دن ربّ کے عدل یا اس کی حکومت یا اس کے فرشتوں یا حضور انور کی جلوہ گری کی وجہ سے تنگ ہو جائے گی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ اگر سارے آسمان اور زمین کرسی میں رکھے جائیں تو ایسے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

معلوم ہوں جیسے میدان میں سات چھلے ان دونوں احادیث میں تعارض نہیں کہ مقصود ہے کرسی کی وسعت دکھانا نہ کہ معین کرنا۔۳؎ کم فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ پابرہنہ بدن برہنہ یا بے ختنہ ہونا عوام کا حال ہوگا۔حضرات انبیاء کرام خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔۴؎ حضرات انبیاء کرام پر ستر کا لباس تو پہلے ہی ہوگا۔زینت کا لباس اب ترتیب وار پہنایا جائیگا۔اس لیے یہاں لباس کا حسن مذکور ہوا۔۵؎ یعنی یہ لباس زینت لباس فاخرہ سب سے پہلے حضرت خلیل کو پھر مجھے پہنایا جائے گا۔خیال رہے کہ یہ حضرت خلیل اللہ کی جزوی فضیلت ہے کلی فضیلت حضور ہی کو حاصل ہے۔ہر جگہ اولیت کا سہرا حضور کے سر ہے۔جیسا کہ قرآن واحادیث سے ثابت ہے اور حضرت خلیل کی یہ عظمت خصوصی بھی اس لئے ہے کہ آپ حضور کے والد ہیں اور دین اسلام ان کی ملت کے مطابق ہے۔۶؎ یعنی مقام محمود عرش اعظم کے داہنے طرف ہے۔وہ خاص ہمارا مقام ہے۔جس پر سارے انبیاء اولیاء رشک فرمائیں گے۔خیال رہے کہ دینی عظمت پر رشک کرنا اچھی چیز ہے۔حسد بری چیز۔خیال رہے کہ اس فرمان عالی میں جواب ہوگیا۔سائل نے پوچھا تھا کہ مقام محمود کیا چیز ہے جواب عطا ہوا کہ مقام محمود عرش اعظم کے داہنے ہاتھ ایک خاص عظمت والی جگہ ہے۔جہاں صرف ہم جلوہ گر ہوں گے اس سے معلوم ہوا کہ بعد از خدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام ملائکہ انسان وغیرہ ساری مخلوق سے افضل ہیں۔(مرقات)

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِعَارُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلَى الصِّرَاطِ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۵۳۵۲) روایت ہے حضرت مغیرہ ابن شعبہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومنوں کی علامت ۱؎ قیامت کے دن صراط پر یہ ہوگی الٰہی سلامت رکھ سلامت رکھ۲؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۳۵۲) ۱؎ مومنین سے مراد دوسری امتوں کے مومنین لوگ ہیں۔اس دن سب کی زبان عربی ہوگی۔حضرات انبیاء کرام بھی فرمائیں گے۔سلم سلم یعنی مولیٰ ان گزرنے والوں کو سلامت رکھ مومن بھی کہیں گے۔رب سلم اے اللہ ہم کو سلامت رکھ۔لہذا حضرات انبیاء کا یہ کلام شفاعت ہوگا۔ان کا یہ کلام اپنے لئے دعا۔کفار گھبرائے ہوئے گزریں گے اور پھسل کر گریں گے۔یہ عرض مومنوں کی علامت ہوگی۔۲؎ خیال رہے کہ دوسری امتوں کے منہ میں رب سلم ہوگا حضور کی امت کے مومنین کی زبان پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ہوگا۔لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ مومنین لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ کہتے گزریں گے کیونکہ وہاں حضور کی امت مراد ہے اور یہاں دوسری امتیں۔(مرقات) ابن مردویہ میں حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ مومنین یہ کہتے ہوئے گزریں گے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ امام شیرازی نے حضرت ام المومنین سے روایت کی ہے کہ مومنین اس اندھیری میں کہیں گے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ (مرقات) ہوسکتا ہے کہ مختلف طبقہ کے مومنین یہ مختلف دعائیں عرض کریں گے۔

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَفَاعَتِيْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِيْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَاَبُوْدَاوُدَ وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ جَابِرٍ)

(۵۳۵۳) روایت ہے حضرت انس سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری شفاعت میری امت کے گناہ کبیرہ والوں کیلئے ہے۔(ترمذی،ابوداؤد،ابن ماجہ بروایت جابر)

(۵۳۵۳) ۱؎ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ حضور کی شفاعت بہت قسم کی ہے جن میں سے ایک شفاعت گناہ کبیرہ والوں کیلئے ہے یہاں وہ ہی شفاعت مراد ہے یعنی معافی گناہ کی شفاعت اس سے معلوم ہوا کہ جس کا خاتمہ بالخیر ہوگیا وہ شفاعت کا حقدار ہوگیا۔اگرچہ

https://archive.org/details/@madni_library

کیسا ہی گناہگار ہو۔جس حدیث میں ہے کہ ہم زکوۃ نہ دینے والوں کی شفاعت نہ کریں گے وہاں منکرین زکوۃ مراد ہیں جو کافر و مرتد ہیں کہ فرض کا انکار کفر ہے۔جب گناہ کبیرہ والوں کی شفاعت ہوگی تو زکوۃ نہ دینا گناہ صغیرہ ہے۔اس کی شفاعت کیوں نہ ہوگی۔خیال رہے کہ سوا چند گناہوں کے باقی گناہ صغیرہ ہیں۔دیکھو مرات جلد اول باب الکبائر۔یہ حدیث بڑی ہمت افزا ہے۔حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ میں تم سے عذاب دفع نہیں کرسکتا ہاں یہ ہی مطلب ہے کہ اگر تم نے ایمان قبول نہ کیا تو شفاعت سے محروم رہو گی۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ شفاعت عقلاً جائز ہے اور شرعاً واجب کہ اس پر بہت آیات واحادیث وارد ہیں۔ہم نے شفاعت کی مکمل بحث تفسیر نعیمی میں مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (۲'۲۵۵) وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بغیر اس کے حکم کے (کنزالایمان) میں کی ہے وہاں ملاحظہ کرو۔

وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِیْ اٰتٍ مِّنْ عِنْدِ رَبِّیْ فَخَيَّرَنِیْ بَيْنَ اَنْ يُّدْخِلَ نِصْفَ اُمَّتِی الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِیَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ)

(۵۳۵۴) روایت ہے حضرت عوف ابن مالک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے پاس رب تعالٰی کے پاس سے آنے والا آیا تو مجھے اختیار دیا[۱] اس کا کہ میری آدھی امت جنت میں داخل فرمائے اور درمیان شفاعت کے[۲] تو میں نے شفاعت اختیار فرمائی یہ شفاعت اس شخص کیلئے ہے جو کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائے[۳] (ترمذی،ابن ماجہ)

(۵۳۵۴)[۱] یعنی حضرت جبریل امین یا کوئی اور فرشتہ یہ حکم رب العالمین کا ہمارے پاس لایا جس میں مجھے اختیار دیا۔سبحان اللہ! اللہ تعالٰی ہمارے حضور کو پوچھ کر دیتا ہے۔یہ ہے محبوبیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (۹۳'۵) اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔(کنزالایمان) شعر:-

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

[۲] اس طرح کہ محبوب تم جتنوں کی شفاعت کرو اتنوں کو بخش دوں پہلی صورت میں حد بندی ہے اس میں بے عطا کا وعدہ ہے اس لئے حضور انور نے اسی کو اختیار فرمایا کہ میرے مولٰی میں بخشواتا جاؤں تو بخشتا جا۔شعر:-

☆ قدرت کی تحریریں جانے ☆ امی اور تقریریں جانے ☆ بخشش کی تدبیریں جانے ☆ وہ ہے رحمت والا

☆ جس کا نام ہے محمد ان سے دو جگ ہے اجیالا۔

[۳] یہاں شرک سے مراد کفر ہے کسی یقینی عقیدہ اسلامیہ کا انکار کفر ہے۔خیال رہے کہ خوارج،بعض معتزلہ اور اسماعیلی وہابی شفاعت کے انکاری ہیں۔وہ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔بالکل ان بدنصیبوں کی شفاعت نہ ہوگی۔خوارج اور معتزلہ کا انکار شفاعت تو مرقاۃ میں اس جگہ ہے اور اسماعیلیہ کا انکار تقویت الایمان میں دیکھو۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِی الْجَدْعَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اَكْثَرُ مِنْ بَنِیْ

(۵۳۵۵) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن ابی الجدعاء سے[۱] فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے ایک امتی کی شفاعت سے[۲] قبیلہ بنی تمیم سے زیادہ لوگ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

تَمِیْمٍ ۔(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ) جنت میں جائیں گے۳؎(ترمذی، دارمی، ابن ماجہ)

(۵۳۵۵)۱؎آپ صحابی ہیں قبیلہ بنی کنانہ سے ہیں۔آپ سے صرف دو حدیثیں مروی ہیں ایک یہ دوسری کنت نبیا و آدم فی الروح والجسد (اشعہ ومرقات)۲؎وہ صاحب حضرت عثمان غنی ہیں رضی اللہ عنہ۔بعض نے فرمایا حضرت اویس قرنی ہیں جو تابعی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ میری امت کے ایک ایک بزرگ کی شفاعت سے اتنے اتنے لوگ بخشے جائیں گے (پہلی دو باتیں مرقات نے فرمائیں آخری بات اشعہ اللمعات نے)۔۳؎خیال رہے کہ اس شفاعت سے مراد شفاعت صغریٰ ہے کیونکہ شفاعت کبریٰ صرف حضور ہی کریں گے بنی تمیم عرب کا بہت بڑا قبیلہ ہے۔جب حضور کے امتی ایسی شفاعت کریں گے تو حضور کی شفاعت تو عالم کے خیال سے وراء ہے۔ان کی شفاعت سے تقدیریں بدل جائیں گی۔سب کی مشکلیں حل ہو جائیں گی۔شعر:-

ایسے بندھے نصیب کھلے مشکلیں کھلیں
دونوں جہاں میں دھوم تمہاری کمر کی ہے

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلْفِئَامِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلْقَبِیْلَۃِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلْعُصْبَۃِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتّٰی یَدْخُلُوا الْجَنَّۃَ ۔ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ)

(۵۳۵۶) روایت ہے حضرت ابی سعید سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے بعض وہ ہیں جو ایک جماعت کی شفاعت کریں گے بعض وہ جو ایک خاندان کی شفاعت کریں گے بعض وہ ہیں جو ایک کنبہ کی شفاعت کریں گے۱؎بعض وہ ہیں جو صرف ایک آدمی کی شفاعت کریں گے حتی کہ یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔۲؎(ترمذی)

(۵۳۵۶)۱؎فِئَام جمع ہے اس کا واحد کوئی نہیں اس کے معنی ہیں جماعت بعض نے فرمایا یہ جمع ہے فئۃٌ کی قبیلہ وہ جماعت جو ایک دادا کی اولاد ہو۔عصبۃ بھی جمع ہے جس کا واحد کوئی نہیں۔یہ دس سے چالیس تک پر بولی جاتی ہے۔اس حدیث کی تفصیل دوسری احادیث میں وارد ہے۔کہ حافظ پانچ پشت کی، عالم چودہ پشت کی۔شہید اتنی جماعت کی شفاعت کریں گے وغیرہم۔پہلے عرض کر چکے ہیں کہ قیامت میں اولاً عدل الٰہی کا ظہور ہوگا۔اس وقت حضور کے سواء کوئی شفاعت نہ کرے گا۔بعد میں فضل الٰہی کا ظہور ہوگا اس وقت اور حضرات بھی شفاعت کریں گے یہاں دوسرے وقت کا ذکر ہے۔اس وقت مومنین بھی شفاعت کریں گے۔من امتی فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شفاعتیں امت محمدیہ کیلئے ہیں۔کہ ان کے علماء صالحین شفاعت کریں۔دوسری امتوں کے علماء وصلحاء کو یہ درجے نہ ملیں گے۔واللہ اعلم ورسولہ اعلم۔۲؎اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور کی ساری امت جنتی ہے۔کوئی پہلے ہی سے جنت میں پہنچ جائے گا کوئی کچھ سزا بھگت کر یہ ہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ حتیٰ شفاعت کی انتہاء کیلئے ہے یعنی یہ شفاعت ہوتی رہے گی۔یہاں تک کہ سارے مسلمان جنت میں پہنچ جائیں گے۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ وَعَدَنِیْ اَنْ یُّدْخِلَ الْجَنَّۃَ مِنْ اُمَّتِیْ اَرْبَعَ مِائَۃِ اَلْفٍ بِلَا حِسَابٍ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ زِدْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَھٰکَذَا فَحَثَا بِکَفِّہٖ

(۵۳۵۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میری امت میں سے چار لاکھ کو بغیر حساب جنت میں داخل کرے گا۱؎تو جناب ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ ہم کو اور زیادہ دیجئے فرمایا

https://archive.org/details/@madni_library

وَجَمَعَهُمَا فَقَالَ اَبُوبَكْرٍ زِدْنَا يَارَسُوْلَ اللهِ قَالَ وَهٰكَذَا فَقَالَ عُمَرُ دَعْنَا يَا اَبَابَكْرٍ فَقَالَ اَبُوبَكْرٍ وَّمَا عَلَيْكَ اَنْ يُّدْخِلَنَا اللهُ كُلَّنَا الْجَنَّةَ فَقَالَ عُمَرُ اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ اِنْ شَآءَ اَنْ يُّدْخِلَ خَلْقَهُ الْجَنَّةَ بِكَفٍّ وَّاحِدٍ فَعَلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ عُمَرُ.

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

اور اس طرح پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ ملائے ان کا لپ بھرا ۲؎ اور حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ ہمیں زیادہ دیجئے ۳؎ فرمایا اور ایسے تو حضرت عمر نے فرمایا اے ابوبکر ہمیں چھوڑو بھی ۴؎ تو ابوبکر نے فرمایا تمہارا کیا حرج ہے کہ ہم کو اللہ جنت میں داخل فرمائے ۵؎ تو حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو ایک مٹھی میں ساری خلقت کو جنت داخل کردے وہ کرسکتا ہے ۶؎ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر نے سچ کہا ۷؎ (شرح سنہ)

(۵۳۵۷) ۱؎ یہ تعداد حضور کی امت کی ہے جو احکام شرعیہ کے مکلّف تھے۔ حضرات انبیاء کرام، مومنوں کے فوت شدہ ناسمجھ بچے، دیوانے جو دیوانگی میں فوت ہوئے ان کا کچھ حساب نہیں۔ حضرات انبیاء کرام کا بھی حساب نہیں اس کی تائید وہ آیت فرمارہی ہے یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَيُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۲؎ یعنی ان چار لاکھ کے علاوہ ربّ تعالٰی کے لپ (بک) بھر اور بھی بغیر حساب جنت میں جائیں گے کہ حق تعالٰی ان مومنوں کو اپنے دونوں دست قدرت میں لے کر وہاں پہنچادے گا۔ خدا کرے ہم بھی اس میں آجائیں۔ منہ چھوٹا ہے طلب بڑی ہے۔ وہ قدرتوں والا ہے۔ حضور نے دونوں ہاتھ جمع فرماکر یہ بتایا کہ ربّ تعالٰی مٹھی بھر کر نہیں بلکہ دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر بخشے گا۔ ۳؎ یعنی اور زیادہ بخشش کی خبر دیجئے یا اور زیادہ بخشش کرائیے کہ حضور دعا فرمائیں کہ ربّ اس سے بھی زیادہ کو بے حساب بے عذاب بخشے۔ کیونکہ ربّ تعالٰی آپ کی بات ٹالتا نہیں جو آپ کہتے ہو وہ ہی ربّ کرتا ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (۹۳:۵) اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا ربّ تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔ (کنزالایمان) ۴؎ یعنی اے ابوبکر یہ اجمال رہنے دو زیادہ کی تصریح نہ کراؤ تاکہ ہم خوف وامید پر رہیں اعمال کئے جائیں۔ ۵؎ یعنی اے عمر ذرا خاموش تو رہو۔ میں حضور سے ساری امت رسول کیلئے بے حساب جنتی ہونے کا وعدہ لے لیتا ہوں۔ اے عمر تمہارا اس میں کیا بگڑتا ہے کہ سارے امتی رسول اللہ بے حساب جنتی ہوجائیں۔ خیال رہے کہ اللہ رسول کے بعد حضرت ابوبکر صدیق سب سے بڑھ کر رحیم وکریم ہیں۔ ان کا رحم وکرم تو مجھ سے پوچھو اللہ ان کی قبر نور سے بھردے مجھ پر ان کا ان کی دختر جمیلہ ام المومنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سورہ نور والی نورانی ماں کا بہت ہی احسان ہے۔ ۶؎ یعنی اے ابوبکر تم جو کچھ چاہتے ہو وہ تو حاصل ہوگیا کہ صرف چار لاکھ کا حضور نے ذکر نہیں فرمایا۔ ساتھ ہی ربّ کے لپ بھر کر بھی ذکر ہے۔ یہ لپ بڑا ہی وسیع ہے۔ ۷؎ خیال رہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی عرض ومعروض میں غلبہ امید کی جھلک ہے۔ اور حضرت عمر فاروق کی عرض معروض میں رضا بالقضاء کا ظہور ہے۔ اس لیے حضرت عمر کے قول کی تائید بارگاہ نبوت سے ہوئی۔ نیز سب لوگ بغیر حساب بخش دیئے جائیں تو شفیعوں کی شفاعت محبوبوں کی محبوبیت گرتوں کے سہارے دینے والے، ڈوبتوں کے ترانے بگڑتوں کو بنانے گرتوں کو سنبھالنے کا ظہور کیسے ہو اس لئے حضرت عمر کے قول کو ترجیح دی گئی اور بھی بہت وجوہ ہوسکتی ہیں۔ قیامت میں گناہگاروں کو بخشنا بھی مگر محبوبیت کی شان بندہ نوازی بھی تو دکھانی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَفُّ اَهْلُ النَّارِ فَيَمُرُّبِهِمُ الرَّجُلُ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ

(۵۳۵۸) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخی لوگ صف بستہ ہوں گے ۱؎ تو جنتیوں میں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ يَا فُلَانُ اَمَا تَعْرِفُنِيْ اَنَا الَّذِيْ سَقَيْتُكَ شَرْبَةً وَقَالَ بَعْضُهُمْ اَنَا الَّذِيْ وَهَبْتُ لَكَ وُضُوْءً فَيَشْفَعُ لَهٗ فَيُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ۔ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

سے ایک شخص ان پر گزرے گا تو ان میں سے ایک دوزخی کہے گا کہ اے فلاں کیا تو مجھے پہچانتا نہیں میں وہ ہی ہوں جس نے تجھے ایک گھونٹ پانی پلایا تھا اور بعض دوزخی کہے گا کہ میں وہ ہوں جس نے وضو کا پانی دیا تھا۲ یہ جنتی ان کی شفاعت کرے گا پھر اسے جنت میں داخل کرے گا۳ (ابن ماجہ)

(۵۳۵۸)۱؎ یعنی جنتیوں کے راستے میں گنہگار مومن دوزخ میں جانے کیلئے ایسے صف بستہ کھڑے ہوں گے جیسے امیر وغنی کی راہ میں بھکاری صف بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (مرقات) ان سے آس لگانے کہ کوئی ہمیں پہچان لے اور چھڑائے۔ ادھر جنتی آگے پیچھے گزر رہے ہوں گے۲؎ یا میں نے تجھے فلاں وقت کھانا کھلایا یا فلاں وقت تجھے سلام کیا تھا یا فلاں وقت کپڑا دیا تھا یا فلاں وقت تیرے پاس محبت سے کچھ معمولی ہدیہ پیش کیا تھا۔ غرضکہ ڈوبتا ہوا تنکے کا سہارا لیتا ہے یہ بھی اسی طرح سہارا لے گا۔ یہ دو چیزیں بطور مثال ارشاد ہوئی ہیں۔ (مرقات) ۳؎ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ صالحین، علماء، شہداء کی شفاعت برحق ہے۔ دوسرے یہ کہ شفاعت سے ہم جیسے گناہگاروں کی تقدیریں پلٹ جائیں گی۔ دیکھو یہ پکارنے والا دوزخیوں کی صف میں آ گیا تھا۔ شفاعت کی برکت سے وہاں سے نکل کر جنتی ہو گیا۔ دنیا میں بھی یہ ہی حال ہے دعا سے قضا بدل جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ ہم جیسے گناہگاروں کو چاہئے کہ صالحین مقبولین کی خدمت کیا کریں۔ ان کی خدمت بڑی کام آئے گی۔ ان سے تعلق رکھیں۔ ان سے تعلق بہت فائدہ دے گا۔ انہیں ہدیہ پیش کریں اگرچہ کھجور کی کھانپ یا اچھی بات ہی ہو۔ یہ تیسری بات مرقات اور اشعہ نے فرمائی۔ چوتھے یہ کہ رب تعالٰی کی قدرت یہ ہے کہ ہر ایک کو براہ راست بغیر وسیلہ ہر چیز دے مگر قانون ہے کہ گناہگاروں کو نیک کاروں کے وسیلہ سے دے دیکھو ان دوزخی صفوں والوں کو رب تعالٰی ہی بخشے گا مگر جنتی راہ گزاروں کی شفاعت سے بلکہ ان لوگوں کو جنتیوں کے راستہ میں اسی لئے کھڑا کرے گا کہ انہیں ان کے ہاتھوں شفاعت کی بھیک ملے۔ پانچویں یہ کہ دنیا میں اللہ والوں سے تعلق چاہئے۔ ان کا دیکھنا بھی کل قیامت میں کام آئے گا۔ شعر:-

اٹھ جاگ فریدا ستیا خلقت ویکھن جا مت کوئی بخشیا مل پوے تے توں وی بخشیا جا

دیکھو قیامت میں یہ جان پہچان کام آئے گی۔ یدخلہ الجنۃ فرما کر یہ بتایا کہ وہ جنتی اس دوزخی کو اپنے ساتھ جنت میں لے گا۔ شعر:

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو کہ رستہ میں ہیں جا بجا تھانے والے

چھٹے یہ کہ قیامت میں لوگوں کو اپنے اچھے برے اعمال یاد ہوں گے۔ یہاں کی دوستیاں آپس کے سلوک یاد ہوں گے۔ ایک دوسرے کی پہچان ہوگی۔ ساتویں یہ کہ وفات یافتہ بزرگوں کی فاتحہ بزرگوں کی فاتحہ وغیرہ انشاء اللہ قیامت میں کام آئے گی کہ اس میں بھی ان حضرات کی خدمت میں کھانے پانی وغیرہ کا ثواب ہدیہ کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کے ذریعہ ہم کو ان کی شفاعت نصیب ہو جائے۔ **سقیتك شربة** یہ الفاظ یاد رکھو۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَجُلَيْنِ مِمَّنْ دَخَلَ النَّارَ اشْتَدَّ صِيَاحُهُمَا فَقَالَ الرَّبُّ تَعَالٰى اَخْرِجُوْهُمَا

(۵۳۵۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دوزخ میں جا چکے ہوں گے ان میں سے دو کا شور و پکار بہت زیادہ ہوگا تو رب تعالٰی فرمائے گا کہ ان دونوں کو

https://archive.org/details/@madni_library

فَقَالَ لَهُمَا لِاَيِّ شَيْءٍ اِشْتَدَّ صِيَاحُكُمَا قَالَا فَعَلْنَا ذٰلِكَ لِتَرْحَمَنَا قَالَ فَاِنَّ رَحْمَتِيْ لَكُمَا اَنْ تَنْطَلِقَا فَتُلْقِيَا اَنْفُسَكُمَا حَيْثُ كُنْتُمَا مِنَ النَّارِ فَيُلْقِيْ اَحَدُهُمَا نَفْسَهٗ فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ بَرْدًا وَّ سَلَامًا وَيَقُوْمُ الْاٰخَرُ فَلَا يُلْقِيْ نَفْسَهٗ فَيَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ تَعَالٰى مَا مَنَعَكَ اَنْ تُلْقِيَ نَفْسَكَ كَمَا اَلْقٰى صَاحِبُكَ فَيَقُوْلُ رَبِّ اِنِّيْ لَاَرْجُوْا اَنْ لَّا تُعِيْدَنِيْ فِيْهَا بَعْدَ مَا اَخْرَجْتَنِيْ مِنْهَا فَيَقُوْلُ لَهُ الرَّبُّ تَعَالٰى لَكَ رَجَاءُكَ فَيُدْخَلَانِ جَمِيْعًا اَلْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

نکالو پھر ان سے فرمائے گا کہ کس مقصد کیلئے تمہارا شور زیادہ ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے یہ اس لئے کیا کہ تو ہم پر رحم کرے ۲؎ فرمائے گا تم پر میری رحمت یہ ہی ہے کہ چلو اپنے کو وہاں ہی ڈال دو جہاں تم دونوں تھے ۳؎ چنانچہ ان میں سے ایک تو اپنے کو ڈال دے گا تو اللہ اس پر آگ کو ٹھنڈی سلامتی والی کردے گا ۴؎ اور دوسرا کھڑا رہے گا وہ اپنے کو نہ ڈالے گا اس سے رب فرمائے گا کہ تجھے اپنے کو گرانے سے کس چیز نے روکا جیسا کہ تیرے ساتھی نے اپنے آپ کو گرا دیا ۵؎ وہ کہے گا الٰہی میں امید کرتا ہوں کہ تو مجھے وہاں سے نکالنے کے بعد نہ لوٹائے گا ۶؎ تو اس سے رب تعالٰی فرمائے گا کہ تیرے لئے تیری امید ہے پھر دونوں اللہ کی رحمت سے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ ۷؎ (ترمذی)

(۵۳۵۹) ۱؎ یہ دونوں شخص گناہگار مومن ہوں گے جو اپنی شامت نفس سے دوزخ میں گئے۔ نکالنے کا حکم ان فرشتوں کو ہوگا جو دوزخ پر مقرر ہیں یہ دونوں شخص یا تو آہ و بکا کرتے ہوں گے یا ارحم الراحمین سے فریاد۔ ۲؎ کیونکہ ہم نے سنا تھا کہ زاری پر رحمت باری ہوتی ہے۔ دنیا میں ہم اس سے غافل رہے آج کفارہ کررہے ہیں۔ ۳؎ میرے اس حکم اطاعت کرو یہ اطاعت رحمت کا ذریعہ ہوگی۔ لہٰذا اس فرمان پر یہ اعتراض نہیں کہ اپنے کو دوزخ میں ڈالنا رحمت کیسے ہوا۔ ۴؎ جیسے دنیا میں نار نمرودی کو حضرت خلیل کیلئے معتدل ٹھنڈا کردیا تھا سبحان اللہ! اس کریم کے قہر میں بھی مہر ہے۔ غضب میں بھی کرم ہے ۵؎ یعنی کیا تو نے آج بھی اطاعت سے سرتابی کی دنیا میں میرے فرمانے پر سجدہ نہ گیا آج میرے فرمانے پر دوزخ میں اپنے کو نہ گرایا ۶؎ سبحان اللہ! کیا پیاری عرض و معروض ہے یعنی الٰہی سرتابی کی میری مجال نہیں۔ امید رحمت نے مجھے یہاں کھڑا رکھا رحم و کرم کا انتظار کررہا ہوں۔ غرضکہ عمل اس کے پاس ہے اور امید میرے پاس کرم فرما تو کریم ہے بخش دے۔ ۷؎ یعنی ایک اطاعت کی وجہ سے دوسرا امید کی وجہ سے رب کی رحمت کے مستحق ہو جائیں گے مگر دونوں جنت میں جائیں گے۔ اللہ کی رحمت سے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (۷:۵۶) بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

(کنز الایمان)

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرِدُ النَّاسُ النَّارَ ثُمَّ يَصْدُرُوْنَ مِنْهَا بِاَعْمَالِهِمْ فَاَوَّلُهُمْ كَلَمْحِ الْبَرْقِ ثُمَّ كَالرِّيْحِ ثُمَّ كَحُضْرِ الْفَرَسِ ثُمَّ كَالرَّاكِبِ فِيْ رَحْلِهٖ ثُمَّ كَشَدِّ الرَّجُلِ ثُمَّ كَمَشْيِهٖ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ)

(۵۳۶۰) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ آگ پر حاضر ہوں گے ۱؎ پھر وہاں سے گزریں گے اپنے اعمال کے مطابق ۲؎ تو ان میں سے اگلے لوگ بجلی کی کوند کی طرح پھر ہوا کی طرح پھر گھوڑے کی دوڑ کی طرح پھر اس کی طرح جو اپنے کجاوے میں سوار ہو پھر مرد کی دوڑ کی طرح پھر اس کے چلنے کی طرح۔ ۳؎ (ترمذی، دارمی)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۵۳۶۰)۱؎اس طرح کہ پل صراط سے گزریں گے جو جنت کے راستہ میں ہے اور دوزخ پر قائم ہے جیسے ہمارے لئے لاہور کے راستہ چناب یا راوی کا پل چونکہ اس پل پر سے آگ اور وہاں سے تمام احوال نظر آئیں گے اس لئے اس گزرنے کو دوزخ پر وارد ہونا فرمایا گیا۔اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (۱۹،۷۱) اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گذر دوزخ پر نہ ہو۔ (کنزالایمان) عربی میں وارد کہتے ہیں پانی پر پہنچنے کو چونکہ یہ گزرنا حوض کوثر پر پہنچنے کا ذریعہ ہے اس لئے اسے ورود فرمایا۔۲؎صدر کے لفظی معنی ہیں لوٹنا مگر یہاں مراد ہے آگے بڑھ جانا وہاں سے گزر جانا کیونکہ جنت وہاں سے آگے ہے پیچھے نہیں۔ وہاں ان کی رفتار اپنے اعمال کے مطابق ہوگی۔ قربانی دینے والے لوگ اپنی قربانیوں پر سوار ہوں گے مگر ان جانوروں کی رفتار اخلاص کے مطابق ہوگی۔ ۳؎غرضکہ بعض لوگ وہاں سے جلد گزر کر جلد جنت میں پہنچ جائیں گے۔بعض لوگ دیر سے گزریں گے اور دیر سے جنت میں پہنچیں گے۔ اللہ تعالٰی وہ سفر آسان فرمادے۔یعنی صراط سے آگے جنت کے قریب یا جنت میں حوض کوثر ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَمَامَكُمْ حَوْضِيْ مَابَيْنَ جَنْبَيْهِ كَمَا بَيْنَ جَرْبَآءَ وَاَذْرُحَ قَالَ بَعْضُ الرُّوَاةِ هُمَا قَرْيَتَانِ بِالشَّامِ بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ ثَلٰثِ لَيَالٍ وَّفِيْ رِوَايَةٍ فِيْهِ اَبَارِيْقُ كَنُجُوْمِ السَّمَآءِ مَنْ وَّرَدَهٗ فَشَرِبَ مِنْهُ لَمْ يَظْمَاءْ بَعْدَهَا اَبَدًا ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۶۱) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے آگے میرا حوض ہے۱؎اس کے دو کناروں کے درمیان ایسا فاصلہ ہے جیسا جرباء اور اذرح کے درمیان بعض راویوں نے کہا کہ یہ دو بستیاں ہیں شام میں جن کے درمیان تین رات کی مسافت ہے۲؎اور ایک روایت میں ہے کہ اس میں لوٹے آسمان کے تاروں کے برابر ہیں۳؎جو وہاں جائے گا اس سے پئے گا تو اس کے بعد کبھی پیاسا نہ ہوگا۴؎(مسلم بخاری)

(۵۳۶۱)۱؎اس فرمان عالی کے دو معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ جتنا فاصلہ مدینہ منورہ اور جرباء کے درمیان ہے یا مدینہ منورہ اور اذرح کے درمیان ہے اتنا فاصلہ حوض کوثر کے دو کناروں کے درمیان ہے۔ دوسرے یہ کہ جتنا فاصلہ خود ان دونوں شہروں جرباء اور اذرح کے درمیان ہے اتنا فاصلہ کوثر کے دو گوشوں کے درمیان ہے۔ دوسرے معنی کو ترجیح ہے۔ (مرقات) بعض نے فرمایا کہ جرباء اور اذرح بالکل قریب قریب ہیں۔ لہذا فاصلہ مدینہ منورہ سے وہاں تک مراد ہے۔۲؎صفائی، چمک، حسن اور تعداد میں وہاں کے لوٹے آسمانوں کے تاروں کی طرح ہیں (مرقات) ۳؎خیال رہے کہ جنت میں جنتی دودھ شراب طہور وغیرہ پیا کریں گے مگر پیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ لذت کیلئے پیا کریں گے۔ (مرقات) پیاس تو ہمیشہ کیلئے حوض کوثر کا پانی پیتے ہی بجھ چکی ہوگی۔ اگر یہ حوض جنت کے اندر ہے تو اس کا پانی بھی پیا کریں گے مگر وہ بھی لذت کیلئے۔

وَعَنْ حُذَيْفَةَ وَاَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ

(۵۳۶۲) روایت ہے حضرت حذیفہ اور ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی لوگوں کو جمع کرے گا۱؎تو مومن لوگ کھڑے ہوں گے۲؎حتی کہ جنت ان کے سامنے

https://archive.org/details/@madni_library

فَیَاْتُوْنَ اٰدَمَ فَیَقُوْلُوْنَ یَا اَبَانَا اسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّۃَ فَیَقُوْلُ وَھَلْ اَخْرَجَکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ اِلَّا خَطِیْئَۃُ اَبِیْکُمْ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِکَ اذْھَبُوْا اِلٰی اِبْنِیْ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلِ اللہِ قَالَ فَیَقُوْلُ اِبْرَاھِیْمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِکَ اِنَّمَا کُنْتُ خَلِیْلًا مِّنْ وَّرَآءَ وَرَآءَ اِعْمَدُوْا اِلٰی مُوْسٰی الَّذِیْ کَلَّمَہُ اللہُ تَکْلِیْمًا فَیَاْتُوْنَ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَیَقُوْلُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِکَ اذْھَبُوْا اِلٰی عِیْسٰی کَلِمَۃِ اللہِ وَرُوْحِہٖ فَیَقُوْلُ عِیْسٰی لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِکَ فَیَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْمُ فَیُؤْذَنُ لَہٗ وَتُرْسَلُ الْاَمَانَۃُ وَالرَّحِمُ فَیَقُوْمَانِ جَنْبَتَیِ الصِّرَاطِ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا فَیَمُرُّ اَوَّلُکُمْ کَالْبَرْقِ قَالَ قُلْتُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَیُّ شَیْءٍ کَمَرِّ الْبَرْقِ قَالَ اَلَمْ تَرَوْا اِلَی الْبَرْقِ کَیْفَ یَمُرُّ وَیَرْجِعُ فِیْ طَرْفَۃِ عَیْنٍ ثُمَّ کَمَرِّ الرِّیْحِ ثُمَّ کَمَرِّ الطَّیْرِ وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِیْ بِھِمْ اَعْمَالُھُمْ وَنَبِیُّکُمْ قَآئِمٌ عَلَی الصِّرَاطِ یَقُوْلُ یَا رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰی تَعْجِزَ اَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰی یَجِیْءَ الرَّجُلُ فَلَا یَسْتَطِیْعُ السَّیْرَ اِلَّا زَحْفًا وَقَالَ وَفِیْ حَافَتَیِ الصِّرَاطِ کَلَالِیْبُ مُعَلَّقَۃٌ مَاْمُوْرَۃٌ تَاْخُذُ مَنْ اُمِرَتْ بِہٖ فَمَخْدُوْشٌ نَاجٍ وَّمَکْرُدَسٌ فِی النَّارِ وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ بِیَدِہٖ اِنَّ قَعْرَ جَھَنَّمَ لَسَبْعِیْنَ خَرِیْفًا۔

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

قریب کی جائے گی ۳؎ تو آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے عرض کریں گے اے والد صاحب ہمارے لئے جنت کھلوایئے ۴؎ وہ فرمائیں گے تم کو جنت سے نہیں نکالا مگر تمہارے والد کی خطا نے میں اس کام والا نہیں ہوں ۵؎ تم میرے فرزند ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ ۶؎ فرمایا کہ حضرت ابراہیم فرمائیں گے اس کام والا میں نہیں ہوں میں تو دور کا دوست ہوں ۷؎ ان موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن سے خوب ہی باتیں کیں ۸؎ تو وہ موسیٰ علیہ السلام کی پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے میں اس کام والا نہیں ہوں جاؤ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جو اللہ کا کلمہ اللہ کی روح ہیں۔ تو حضرت عیسیٰ فرمائیں گے میں اس کام کا نہیں ہوں تب سب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں گے ۹؎ آپ اٹھیں گے تو آپ کو اجازت دی جائے گی ۱۰؎ اور امانت و رحم بھیجے جائیں گے وہ پل صراط کے دو طرفہ کھڑے ہو جائیں گے ۱۱؎ دائیں بائیں ان کی پہلی جماعت بجلی کی طرح گزرے گی۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ فدا بجلی کے گزرنے کی طرح کون چیز ہے۔ ۱۲؎ فرمایا کیا تم بجلی کو نہیں دیکھتے کہ وہ پلک جھپکنے میں کیسے گزرتی اور جاتی ہے ۱۳؎ پھر ہوا کی گزر کی طرح پھر پرندے کی طرح اور تیز مردوں کے دوڑ کی طرح ان کے اعمال انہیں لے جائیں گے ۱۴؎ اور تمہارے نبی صراط پر کھڑے ہوئے فرماتے ہوں گے الٰہی سلامت رکھ سلامت رکھ ۱۵؎ حتی کہ بندوں کے اعمال عاجز رہ جائیں گے ۱۶؎ یہاں تک کہ ایک شخص آئے گا جو چل نہ سکے گا سواء گھسٹنے کے فرمایا کہ صراط کے دونوں کناروں پر کنڈے لٹکے ہوئے ہیں جو تابع حکم جس کے پکڑنے کا حکم دیئے جائیں گے ۱۷؎ اسے پکڑ لیں گے تو بعض زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور بعض آگ میں ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ۱۸؎ اس کی قسم جس کے قبضے میں ابوہریرہ کی جان ہے کہ دوزخ کی گہرائی ستر سال کی ہے۔ ۱۹؎ (مسلم)

(۵۳۶۲) ۱؎ محشر میں ساری مخلوق جمع ہوگی صرف انسانوں کا ذکر ان کی فضیلت کی بنا پر ہے نیز آگے جنت کے داخلہ کا ذکر ہے جو صرف انسانوں کو میسر ہوگا۔ ۲؎ میدان محشر سے نجات دلانے کی درخواست تو انسان کریں گے۔ مومن ہوں یا کافر مگر جنت کے داخلہ کی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

شفاعت کی درخواست صرف مومن کریں گے کہ یہ نعمت صرف مومن انسانوں کو میسر ہوگی۔ اس لئے یہاں مومنوں کا ذکر فرمایا۔ ۳؎ جنت میدان محشر سے بہت ہی دور ہوگی مگر مسلمانوں کو وہاں سے نظر بھی آئے گی۔ اور قریب بھی محسوس ہوگی جیسے دوربین کے ذریعہ دور کی چیز قریب نظر آتی ہے۔ اس لئے تزلف فرمایا گیا لہٰذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کہ شفاعت کی درخواست محشر میں ہے۔ جنت پل صراط سے وراء ہے۔ پل صراط کروڑوں میل لمبا ہے۔ پھر جنت کیسے قریب ہوگی۔ ۴؎ یعنی جنت کا بند دروازہ کھلوایئے معلوم ہوا کہ انہیں وہ دروازہ بھی نظر آئے گا۔ اس کا بند ہونا بھی محسوس ہوگا۔ نگاہ بہت تیز ہوگی یا یہ مطلب ہے کہ ہم کو جنت میں داخل کرایئے کہ ہم پر وہ دروازہ آپ کی شفاعت سے کھل جائے۔ ۵؎ یعنی تم لوگ میری پشت میں تھے اور میرے ذریعہ جنت میں تھے۔ میں نے خطاءً گندم کھالیا۔ باہر آیا تم بھی میری پشت میں باہر آگئے۔ میں تو تم کو وہاں سے لانے والا ہوں اب وہاں پہنچانے والا کوئی اور ہی ہے۔ خیال رہے حضرت آدم صفی اللہ کا یہ فرمان تواضع وانکسار کی بنا پر ہوگا ورنہ اصل واقعہ یہ ہے کہ انہیں جنت سے باہر لانے والے مردود انسان ہیں کہ ان کی پشت میں کفار منافقین سب ہی تھے۔ رب کی منشا یہ تھی کہ حضرت آدم جنت سے باہر جائیں۔ ان مردودوں کو اپنی پشت سے نکال آئیں۔ پھر یہاں خالص ہوکر آئیں رہیں بسیں۔ اگر آپ جنت میں رہ گئے تو یہ مردود بھی یہاں ہی پیدا ہوجائیں گے۔ ۶؎ اس حدیث میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر نہیں یہاں اجمال ہے۔ دوسری حدیث میں تفصیل ہے کہ آپ تو حضرت نوح علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ان دونوں میں تعارض نہیں صرف اجمال وتفصیل کا فرق ہے ۷؎ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ بات مومنین کی اس عرض کے جواب میں فرمائیں گے کہ آپ تو اللہ کے خلیل ہیں فرمائیں گے کہ خلیل کہتے ہیں باہر کے دوست کو یہ شفاعت کبریٰ باہر کا دوست نہیں کرسکتا یہ تو اندرونی دوست جسے کہتے ہیں حبیب اللہ وہی کرسکتے ہیں۔ شعر:-

مغز ہو تم اور پوست اور ہیں باہر کے دوست　　　　تم ہو درونِ سرا تم پہ کروروں درود

خیال رہے کہ ہم کو دوستوں سے بھی محبت ہوتی ہے۔ اپنے عزیز وقرابت داروں سے بھی اپنے بچوں سے بھی اپنی بیوی سے بھی دوست یار بیٹھک میں ملتے ہیں۔ یہ ہیں بیرونی دوست عزیز واقارب رشتہ دار عام حالات میں گھر میں آکر ملتے ہیں یہ ہیں درون خانہ کے دوست مگر گھر کے اندر رہنے سہنے والے اپنے بال بچے ہوتے ہیں۔ یہ ہیں اندرونی دوست خلوت صرف بیوی سے ہوتی ہے یہ ہے خاص الخاص محبوبہ راز دار دوست سارے انبیاء کرام اللہ کے پیارے ہیں مگر حضور خلوت خاص کے راز دار محبوب ہیں۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے وادی سینا میں جو کلام کیا سب کچھ محبوب کو بتادیا وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يَا مُوْسٰى (۲۰،۱۷) اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ (کنزالایمان) مگر جو کلام معراج کے خلوت خانہ میں اپنے اندرونی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا وہ کسی کو نہ بتایا۔ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى (۵۳،۱۰) اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (کنزالایمان) وہاں اپنے بندہ کو جو وحی کی وہ کی یہ ہے اندرون خانہ سے محبت اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ ۸؎ لطف یہ ہے کہ جناب خلیل کو اس وقت یہ یاد نہ رہے گا کہ وہ اندرونی دوست حبیب اللہ ہے کون تاکہ لوگوں کو تلاش کرنے کا لطف تو آئے اور سب جان لیں کہ آج سواء حضور کے دروازے کے اور کہیں بھیک نہیں مل سکتی۔ یہ بھلانا ہزار ہا حکمتوں سے ہوگا۔ ۹؎ لوگوں کا حضور انور کی بارگاہ میں پہنچنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رہبری سے ہوگا۔ حضور بشارت مسیح ہیں۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ ہماری جانیں حضرت مسیح علیہ السلام پر فدا کہ وہ ہمارے حضور کے بشیر خاص ہیں اور ہوں گے۔ یہاں بھی فرمایا تھا وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ (۶،۶۱) اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد

https://archive.org/details/@madni_library

ہے۔ (کنز الایمان) ۱۰؎ حضور کو کلام کرنے عرض و معروض پیش کرنے کی اجازت دی جائے گی۔شفاعت کی اجازت تو ازل سے دی جا چکی ہے یہ سہرا ان کے سر پر باندھا جا چکا ہے۔آپ کا لقب شفیع المذنبین ہو چکا ہے۔اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔شعر:-

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا — اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

۱۱؎ صلہ رحمی کرنے والوں امانت داری کرنے والوں کی شفاعت کیلئے ان میں سے دوزخ میں گرتوں کو سنبھالنے کیلئے یہ دونوں وہاں کھڑے ہوں گے مگر شفاعت کبریٰ حضور ہی کریں گے۔دروازہ شفاعت کھل جانے کے بعد پھر دوسرے لوگ دوسری چیزیں شفاعت صغریٰ کریں گی۔ ۱۲؎ یعنی یا حبیب اللہ حضور انور ان کی رفتار کو بجلی کی کوند سے تشبیہ کس چیز میں دے رہے ہیں۔ان میں کون سی چیز بجلی کی طرح ہوگی۔ یہ پہلا طبقہ انبیاء کرام خاص اولیاء وعلماء ہوں گے۔ ۱۳؎ یعنی ہم تیز رفتاری میں بجلی سے تشبیہ دے رہے ہیں۔مگر سبحان اللہ بجلی میں تیزی کے ساتھ ساتھ چمک دمک نورانیت بھی تو ہوتی ہے۔ان حضرات کے چہرے چمکتے ہوں گے سجدے کے داغ بیٹری کا کام دیں گے۔پل صراط ان کی وجہ سے منور ہو جائے گا۔ ۱۴؎ یعنی ان کی رفتاروں میں یہ فرق ان کے نیک اعمال اور اخلاص کے فرق کی وجہ سے ہوگا جیسا عمل جیسا اخلاص ویسی وہاں کی رفتار۔یہاں اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اعمال سبب رفتار ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم اصلی وجہ رفتار کی ہے جتنا کہ حضور سے قرب زیادہ اتنی رفتار تیز۔ ۱۵؎ ظاہر یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط کے اس مختتم والے کنارہ پر قیام فرما ہوں کے اپنے گرتوں کو سنبھالتے ہوں گے۔آپ آخر میں وہاں سے تشریف لائیں گے۔مکہ معظمہ سے پہلے مسلمانوں کو ہجرت کرادی۔آخر میں وہاں سے آپ روانہ ہوئے۔اس کا ظہور وہاں ہوگا ۱۶؎ یعنی آخر میں وہ لوگ آئیں گے جن کو ان کے اعمال چلا نہ سکیں گے یا تو ان کے پاس اعمال نیک ہوں گے ہی نہیں یا ان میں اخلاص وغیرہ نہ ہوگا۔عمل میں قوت پرواز اخلاص سے ہوتی ہے۔ ۱۷؎ اس طرح کہ جنہیں زخمی کردینے کا حکم ہے انہیں زخمی کرکے چھوڑ دیں گے اور جنہیں دوزخ میں گرانے کا حکم ہے انہیں چھید کر گرادیں گے۔خدا کی پناہ ۱۸؎ مکردس اسم مفعول ہے۔کردستہ کا بمعنی ہاتھ باندھنا مکردس دست و پابستہ یعنی اس کنڈے سے ان کے ہاتھ پاؤں بندھ بھی جائیں گے اور دوزخ میں گر بھی جائیں گے۔ ۱۹؎ لہذا جو دوزخ میں گرایا جائے گا وہ ستر سال میں اپنے ٹھکانے پر پہنچے گا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ قَوْمٌ بِالشَّفَاعَةِ كَاَنَّهُمُ الثَّعَارِيْرُ قُلْنَا مَا الثَّعَارِيْرُ قَالَ اِنَّهُ الضَّغَابِيْسُ . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۶۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک قوم شفاعت کے ذریعہ آگ سے ایسی نکالی جائے گی جیسے کہ وہ ثعاریر ہوں ہم نے عرض کیا کہ ثعاریر کیا چیز ہے فرمایا وہ پتلی ککڑیاں ہیں ۱؎ (مسلم بخاری)

(۵۳۶۳) ۱؎ ضغابیس جمع ضغبوس کی جس کا ترجمہ پنجابی میں ہے گلے اردو میں چھوٹی ککڑی جس پر رواں ہو وہ بہت نرم اور نازک ہوتی ہے چونکہ ککڑی بہت جلد بڑھتی ہے۔اس لئے انہیں اس سے تشبیہ دی گئی کہ وہ بہت جلد بڑھیں گے۔خیال رہے کہ ان کی جسم کی سفیدی بھی شفاعت سے ہوگی۔لہذا یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں فرمایا گیا کہ وہ کوئلے ہوں گے یعنی کالے کیونکہ دوزخ سے نکلتے وقت تو وہ کالے ہوں گے مگر جنت میں پہنچتے پہنچتے سفید اور گورے ہو جائیں گے۔

وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلَاثَةٌ اَلْاَنْبِيَاءُ

(۵۳۶۴) روایت ہے حضرت عثمان ابن عفان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن تین جماعتیں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ) شفاعت کریں گی' انبیاء' پھر علماء' پھر شہید لوگ[۱] (ابن ماجہ)

(۵۳۶۴) [۱] اس ترتیب میں علماء کو شہداء پر مقدم رکھا گیا ہے کیونکہ علماء کے دوات کی روشنائی جس سے وہ دینی تحریر و تصنیف کریں وہ شہیدوں کے خون سے افضل ہے۔ جیسا کہ شیرازی نے حضرت انس سے ابن عبدالبر نے حضرت ابوالدرداء سے ابن جوزی نے حضرت نعمان ابن بشیر سے مرفوعًا روایت کی (مرقات) شہید اپنے ستر عزیزوں' دوستوں کی شفاعت کرے گا خیال رہے کہ یہاں خاص شفاعت مراد ہے ورنہ ہر نیک مسلمان گناہگاروں کی شفاعت کرے گا (اشعۃ اللمعات) بلکہ مسلمانوں کے چھوٹے بچے کعبہ معظمہ' قرآن' ماہ رمضان بھی شفاعت کریں گے۔

بَابُ صِفَةِ الْجَنَّةِ وَاَهْلِهَا — جنت اور جنت والوں کی صفات کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

جنت کے معنی ہیں گھنا باغ جس میں درختوں کی وجہ سے زمین چھپی ہو۔ جیم نون ملیں تو اس میں پوشیدگی کے معنی ہوتے ہیں اسی سے ہے جن' جنون' جنتی' جنہ چونکہ جنت میں گھنے درخت ہیں نیز وہ دنیا میں نگاہوں سے چھپی ہے۔ عالم غیب میں سے ہے۔ اس لئے اسے جنت کہتے ہیں (مرقات واشعہ) جنتی تین قسم کے ہیں۔ کسبی' وہبی' عطائی۔ کسبی جنتی وہ ہیں جو اعمال سے جنت میں جائیں۔ وہبی وہ جو کسی جنتی کے طفیل جنت میں جائیں۔ جیسے مسلمانوں کے چھوٹے بچے' عطائی جنتی وہ مخلوق جو جنت کو پر کرنے کیلئے پیدا کی جائے گی۔ مگر دوزخ صرف کسبی ہے۔ اپنی کرنی اپنی بھرنی۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصّٰلِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَّاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۶۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے[۱] وہ نعمتیں تیار کی جو نہ آنکھ نے دیکھیں اور نہ کانوں نے سنیں اور نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خطرہ گزرا[۲] اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ ان کیلئے کیسی آنکھ کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے[۳] (مسلم بخاری)

(۵۳۶۵) [۱] صالحین یا تو بنا ہے صلاح سے یا صلاحیت سے یعنی نیک اعمال والے بندوں کیلئے یا جنت کے قابل لوگوں کے لئے۔ پہلی صورت میں جنت کسبی مراد ہے۔ دوسری صورت میں عام۔ جنت کسبی ہو یا وہبی یا عطائی لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سواء نیک اعمال والوں کے کوئی جنت میں نہ جائے گا شفاعت وغیرہ کچھ نہیں۔ [۲] یعنی وہاں کی نعمتیں نہ تو بیان میں آسکتی ہیں نہ گمان میں وہ تو دیکھ کر ہی معلوم ہوں گی۔ اللہ تعالٰی خیریت سے دکھائے اپنے فضل و کرم سے۔ خیال رہے کہ یہاں آنکھ' کان' دل سے مراد عوام مسلمانوں کے آنکھ' کان' دل ہیں ورنہ حضرت آدم علیہ السلام وہاں رہ کر آئے۔ ہمارے حضور نے معراج میں وہاں کی سیر فرمائی۔ حضرت ادریس علیہ السلام تو وہاں موجود ہیں۔ یہ مطلب ہے کہ دنیا میں ان جیسی نعمتیں کسی آنکھ نے نہ دیکھیں نہ سنیں۔ واقعی دنیا میں

https://archive.org/details/@madni_library

نہ ایسی نعمتیں ہیں نہ کسی کے دیکھنے میں آئیں۔۳؎ اس آیت کریمہ میں بھی نفس سے مراد عام لوگ ہیں۔ آنکھ کی ٹھنڈک سے مراد دل کی خوشی وسرور کے اسباب ہیں جن سے دل چین میں رہیں۔ آج بیٹے کو کہا جاتا ہے قرۃ العین۔ اس آیت وحدیث سے معلوم ہوجاتا ہے کہ جنت اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہوچکی ہیں کیوں نہ ہو کہ حضرت آدم وحوا وہاں رہ چکے ہیں اور ہمارے حضور دیکھ آئے ہیں۔ وہاں کی بہت سی نعمتیں اب دنیا میں بھی آرہی ہیں۔ نیل وفرات وہاں سے آرہی ہیں حجر اسود جنت سے ہی آیا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۶۶) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ایک کوڑے کی جگہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے ۱؎ (مسلم بخاری)

(۵۳۶۶) ۱؎ کوڑے کی جگہ سے مراد ہے وہاں کی تھوڑی سی جگہ واقعی جنت کی نعمتیں دائمی ہیں دنیا کی فانی پھر دنیا کی نعمتیں تکالیف سے مخلوط وہاں کی نعمتیں خالص۔ پھر دنیا کی نعمتیں ادنیٰ وہ اعلیٰ اس لئے دنیا کو وہاں کی ادنیٰ جگہ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدْوَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ رَوْحَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَلَوْ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ نِّسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَتْ اِلَى الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَلَمَلَاَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيْحًا وَلَنَصِيْفُهَا عَلٰى رَاْسِهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۳۶۷) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی راہ میں صبح وشام چلنا ۱؎ دنیا سے اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے ۲؎ اور اگر جنت والی عورتوں میں سے کوئی عورت ۳؎ زمین کی طرف جھانکے تو ان دونوں کے درمیان کو چمکادے ۴؎ اور ان کے درمیان کو خوشبو سے بھردے ۵؎ اور اس کے سر کی مانگ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے۔ ۶؎ (بخاری)

(۵۳۶۷) ۱؎ یہاں او شک کیلئے نہیں بلکہ بیان نوعیت کیلئے ہے۔ اللہ کی راہ میں چلنے کی صدہا قسمیں ہیں۔ نماز کیلئے مسجد میں جانا' طلب علم دین کیلئے جانا' جہاد کیلئے نکلنا۔ حج وعمرہ کیلئے جانا' کسی زندہ یا وفات یافتہ کی زیارت کیلئے جانا' حلال روزی کی تلاش کیلئے جانا سنت سمجھ کر' (اشعہ) ۲؎ دنیا سے مراد ہے نفس کیلئے کاروبار واشغال اگر خدا کرم کرے تو کھانا پینا سونا بھی دین بن جائے اگر کرم نہ کرے تو نماز وحج جہاد بھی دنیا بن جائے یا مراد ہے دنیا کے عیش وآرام۔ ۳؎ یعنی حور جو آج موجود ہے یا جنت' میں پہنچ چکنے کے بعد دنیا کی جنتی عورت بلکہ جنتی عورتوں کا حسن حوروں سے زیادہ ہوگا کہ ان پر عبادات کا حسن بھی ہوگا۔ ۴؎ یا تو مشرق ومغرب کے درمیان کو چمکادے یا جنت اور زمین کے درمیان کے تمام علاقہ کو چمکادے دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ یہاں جنت اور زمین ہی کا ذکر ہورہا ہے۔ (مرقات بلکہ اشعۃ اللمعات نے اس آخری معنی کو اختیار فرمایا) جنتی عورتوں کا حسن دیکھنے کیلئے آنکھیں بھی دوسری ہی عطا ہوں گی جو اس تابش کو جھیل سکیں ہم تو ان آنکھوں سے سورج کو نہیں دیکھ سکتے مخلوق تو ان آنکھوں سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل رنگ روپ نہیں دیکھ سکتے۔ اس لئے معراج رات میں لوگوں سے چھپا کر کرائی گئی یعنی سارے معجزے دکھائے گئے مگر یہ بڑا معجزہ معراج دکھایا نہ گیا چھپالیا صرف سنایا گیا۔ کیونکہ اس دن حسن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصلی رنگ میں تھا۔ ۵؎ یعنی جنت اور زمین کے درمیانی علاقہ کو مہکادے وہ مہک بھی ایسی ہو جس کی دنیا والے تاب نہ لاسکیں۔ ہم خالص مشک سونگھیں تو ناک سے خون جاری ہوجاتا ہے۔ وہ مہک تو اللہ اکبر! ۶؎ نصیف سے مراد یا تو جنتی عورت کی مانگ ہے مانگ میں موتیوں کی لڑی لگائی جاتی ہے۔ اس لڑی کے موتیوں کی قیمت دنیا کے سارے خزانوں سے زیادہ ہے یا سر پر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

باندھنے کا رومال جو امیر عورتیں دوپٹے کے نیچے رکھتی ہیں۔ یا دوپٹہ جو معنی بھی ہوں مطلب یہ ہی ہے۔ جنتی حوروں کی یہ چیزیں اتنی بیش قیمت ہیں کہ دنیا بھر کے سونے چاندی ہیرے جواہرات لعل گوہر اس ایک کی قیمت نہیں بن سکتے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةً يَسِيْرُ الرَّاكِبُ فِیْ ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ لَايَقْطَعُهَا وَلَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ فِی الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۶۸) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سوار سو برس چلے گا[1] اور وہ طے نہ کر سکے گا اور تم میں سے ایک کے کمان کی جگہ جنت میں اس سے بہتر ہے جس پر سورج طلوع یا غروب ہوگا[2] (مسلم بخاری)

(۵۳۶۸) [1] یہ درخت شجرہ طوبیٰ ہے جس کے ہر پتا پر لکھا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سایہ سے مراد اس کے نیچے کا ایریا وہاں کا علاقہ ہے۔ یا تجلی الٰہی اور وہاں کی نورانیت اس کا سایہ ہوگا یا خود اس درخت کا نور۔ ظل دھوپ اور روشنی کو بھی کہتے ہیں۔ غرضیکہ یہ سورج والا سایہ مراد نہیں کہ وہاں سورج نہیں ہوگا۔ سو اس سے مراد اتنا عرصہ ہے کہ اگر وہاں دن رات مہینے و سال ہوتے تو سو سال لگتے۔ [2] اس کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر چکی۔ قاب کے معنی ہیں برابر یا اندازہ۔ رب فرماتا ہے: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی (۵۳:۹) تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو کمانوں کی مقدار بلکہ اس سے بھی کم۔ (خزائن العرفان) کنارہ کمان کو بھی قاب کہتے ہیں۔ (اشعہ) اس سے مراد ہے کم سے کم جگہ ورنہ وہاں کسی جنتی کو اتنی چھوٹی جگہ نہ ملے گی وہاں تو ادنیٰ جنتی کا علاقہ دنیا بھر سے زیادہ ہوگا۔

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلْمُؤْمِنِ فِی الْجَنَّةِ لَخَيْمَةً مِّنْ لُؤْلُؤَةٍ وَّاحِدَةٍ مُجَوَّفَةٍ عَرْضُهَا وَفِیْ رِوَايَةٍ طُوْلُهَا سِتُّوْنَ مِيْلًا فِیْ كُلِّ زَاوِيَةٍ مِّنْهَا اَهْلٌ مَا يَرَوْنَ الْاٰخَرِيْنَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمُ الْمُؤْمِنُ وَجَنَّتَانِ مِنْ فِضَّةٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَجَنَّتَانِ مِنْ ذَهَبٍ اٰنِيَتُهُمَا وَمَا فِيْهِمَا وَمَا بَيْنَ الْقَوْمِ وَبَيْنَ اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ اِلَّا رِدَآءُ الْكِبْرِيَآءِ عَلٰى وَجْهِهٖ فِیْ جَنَّةِ عَدْنٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۳۶۹) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مؤمن کا جنت میں ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا جس کی چوڑائی اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی لمبائی ساٹھ میل کی ہے[1] اس کے ہر گوشہ میں اس کے گھر والے ہوں گے کہ دوسروں کو نہ دیکھ سکیں گے[2] جن پر مؤمن گشت کرے گا[3] اور اس کے دو باغ ہوں گے جن کے برتن اور سامان چاندی کے ہوں گے[4] اور دو باغ ہوں گے جن کے برتن اور سامان سونے کے ہوں گے[5] وہاں کی ہر چیز اور قوم اور رب تعالیٰ کو دیکھنے کے درمیان صرف کبریائی کی چادر ہوگی[6] رب کی ذات پر جنت عدن میں ہے[7] (مسلم بخاری)

(۵۳۶۹) [1] اندازہ لگاؤ کہ اگر وہ موتی دنیا میں آجائے تو اس کی قیمت کیا ہو۔ یہاں تو آدھے ماشے کا ایک سچا موتی کئی ہزار روپے کا ہوتا ہے۔ وہاں تو ساٹھ میل چوڑا ساٹھ میل لمبا ایک موتی ہے۔ پھر اس کی صفائی اس کی چمک دمک کیسی ہے۔ وہ خیال میں بھی نہیں آسکتی۔ ان شاء اللہ دیکھ کر ہی پتا چلے گا۔ اللہ نصیب کرے۔ [2] یعنی اس موتی کے مکان کے چاروں گوشوں میں اس کے مختلف گھر والے آباد ہوں گے۔ کہیں اپنی دنیاوی بیوی بچے کہیں وہ دنیاوی عورتیں جن کے خاوند کافر مرے اور ان کے نکاح میں دے دی گئیں۔ وہ کنواری لڑکیاں جو دنیا میں بغیر شادی فوت ہو گئیں کہیں حوریں کہیں خدام ان کے علاوہ انہیں ایک دوسرے کو نہ دیکھنا فاصلہ کی وجہ سے نہ ہوگا کہ جنتی

https://archive.org/details/@madni_library

مومن کی نگاہ بہت دور سے دیکھے گی بلکہ ان جگہوں میں عمارتیں مختلف ہوں گی۔ کوٹھیاں، بنگلے۔ خیال رہے کہ جنت میں پردہ ہوگا۔ رب فرماتا ہے: حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ اور فرماتا ہے قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۔ پردہ اس لئے نہیں ہوگا کہ وہاں لوگ فاسق و فاجر ہوں گے بلکہ اس لئے کہ شرم و حیاء اچھی چیز ہے۔ بے پردگی میں بے شرمی ہے ہاں دوزخ میں پردہ نہیں ہوگا۔ وہاں ننگے مرد و عورت ایک ہی تنور میں جلیں گے ۳؎ کہ مومن کبھی اپنے اس گھر میں جائیگا کبھی اس گھر میں اس جانے میں نہ اسے سواری کی ضرورت پڑے گی نہ دیر لگے گی۔ آن کی آن میں ہر جگہ پہنچ جائے گا۔ ہر گھر میں گشت کرے گا۔ ۴؎ خیال رہے کہ جنت پوری جنت کو بھی کہتے ہیں اور وہاں کے ہر باغ کو بھی۔ دوسرے معنی سے یہ تثنیہ بھی ہوتی ہے جمع بھی مگر پہلے معنی سے مراد ہمیشہ واحد ہی آتی ہے۔ جیسے زمین پورے روئے زمین کو بھی کہتے ہیں اور زمین کے حصوں کو بھی۔ یعنی جنتی کو چار باغ ملیں گے۔ دو باغ وہ جن کے در و دیوار برتن سامان درخت وغیرہ سب چاندی کے ہوں گے اور دو وہ جن کی ہر چیز سونے کی ہوگی۔ ۵؎ خیال رہے جیسے دنیا کے پھلوں کو جنت کے پھلوں سے کوئی نسبت ہی نہیں صرف نام یکساں ہیں یوں ہی دنیا کے سونے چاندی کو وہاں کے سونے چاندی سے کوئی نسبت نہیں وہاں کا ایک ماشہ سونا دنیا کے منوں سونے سے زیادہ قیمتی ہوگا یہ ہی حال وہاں کے موتیوں وغیرہ تمام چیزوں کا ہے۔ چنانچہ وہاں کا سونا چاندی شیشے کی طرح شفاف ہوگا۔ یہاں یہ بات کہاں۔ ۶؎ اس کی بحث انشاء اللہ دیدار الٰہی کی تحقیق میں آئے گی۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ کبریائی کی چادر دیدار کرانے کیلئے ہوگی۔ نہ کہ آڑ کیلئے۔ جیسے سورج پر بخارات کی چادر ہو تو بخوبی دیکھ لیا جاتا ہے۔ اگر یہ چادر نہ ہو تو کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا۔ ۷؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں جنت عدن لغوی معنی میں ہے۔ یعنی پوری جنت کیونکہ ساری جنت دائمی قیام کی جگہ ہے۔ یعنی دیدار الٰہی جنت ہی میں نصیب ہوگا۔ قیامت میں یہ دیدار نہ ہوگا وہاں دیدار کی دوسری نوعیت ہوگی۔

وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَالْفِرْدَوْسُ اَعْلَاهَا دَرَجَةً مِّنْهَا تُفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْاَرْبَعَةُ وَمِنْ فَوْقِهَا يَكُوْنُ الْعَرْشُ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْئَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَلَمْ اَجِدْهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ وَلَا فِي كِتَابِ الْحُمَيْدِيِّ)

(۵۳۷۰) روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں سو منزلیں ہیں ہر دو منزل کے درمیان فاصلہ ایسا ہے جیسے آسمان و زمین کے درمیان ۱؎ اور فردوس اعلیٰ درجہ ہے جس سے جنت کی چاروں نہریں پھوٹتی ہیں ۲؎ اور اس کے اوپر عرش ہوتا ہے ۳؎ تو تم جب بھی اللہ سے مانگو تو اس سے فردوس مانگو ۴؎ (ترمذی) اور یہ حدیث میں نے مسلم بخاری میں پائی نہ کتاب حمیدی میں ۵؎

(۵۳۷۰) ۱؎ اب تک دنیا میں پچاس منزلہ عمارتیں بن سکی ہیں یہ بھی سنا ہے رب جانے غلط ہے یا درست۔ یہ منزلیں چھوٹی چھوٹی ہیں وہاں سو منزلہ عمارتیں ہر منزل کی چھت آسمان کی طرح اونچی۔ بعض روایت میں ہے کہ جنت کی منزلیں قرآن مجید کی آیات کے برابر ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ یہ سو منزلیں ایک جنتی کی ملک ہوں۔ (مرقات) یا یہ مطلب ہے کہ جنت کے اوپر تلے سو طبقات ہیں۔ ہر دو طبقات کے درمیان فاصلہ اتنا ہے جتنا فاصلہ زمین و آسمان کے درمیان ہے ۲؎ شارحین فرماتے ہیں کہ فردوس میں تمام وہ نعمتیں جمع ہیں جو دوسری جنتوں میں ہیں۔ ان سب کے علاوہ اور بہت نعمتیں ہیں اس طبقہ میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہاں سے جنت کی چاروں نہریں پانی، دودھ، شہد اور شراب طہور کی جاری ہیں۔ سب نہروں کا سرچشمہ یہاں ہے۔ خیال رہے کہ جنت میں جتنا درجہ اونچا اتنا وہاں آرام

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

زیادہ اور دوزخ میں جتنا طبقہ نیچا اتنی تکلیف زیادہ۔ ۳؎ معلوم ہوا کہ سب سے اونچا طبقہ یہ ہی فردوس ہے جس پر جنت ختم ہے۔ اسی لئے اس کی طلب کا حکم دیا جارہا ہے۔ یہ حکم سب کو ہے۔ ۴؎ رب تعالٰی دے گا اپنی مرضی سے مگر ہم مانگنے میں کمی کیوں کریں۔ خوب بلند حوصلہ کرکے مانگیں کبھی کرم کی عطا مانگنے والے کے حوصلے کے مطابق ہوتی ہے۔ ۵؎ یہ صاحب مصابیح پر اعتراض ہے کہ انہوں نے پہلی فصل میں وہ حدیث بیان کی جو ترمذی کی ہے نہ تو بخاری میں ہے نہ مسلم میں نہ ان دونوں کی جامع یعنی کتاب حمیدی میں ہے۔ مگر یہ حدیث بخاری میں دو جگہ ہے۔ کتاب الجہاد میں اور باب کان عرشہ علی الماء میں اور مسلم میں باب فضل الجہاد میں بخاری میں بروایت ابوہریرہ تھوڑے فرق سے ہے۔ (مرقات واشعہ) غالبًا صاحب مشکوٰۃ کو ملی نہیں اسی لئے کہا لم اجد مجھے نہ ملی۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَسُوْقًا يَاْتُوْنَهَا كُلَّ جُمُعَةٍ فَتَهُبُّ رِيْحُ الشِّمَالِ فَتَحْثُوْا فِيْ وُجُوْهِهِمْ وَثِيَابِهِمْ فَيَزْدَادُوْنَ حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ وَقَدِ ازْدَادُوْا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُوْلُ لَهُمْ اَهْلُوْهُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا فَيَقُوْلُوْنَ وَاَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَقَدِ ازْدَدْتُمْ بَعْدَنَا حُسْنًا وَجَمَالًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۴۷۱) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ایک بازار ہے جہاں جنتی ہر جمعہ کو آئیں گے ۱؎ تو شمالی ہوا چلے گی ان کے چہروں ان کے کپڑوں میں بھر جائے گی جس سے ان کا حسن و جمال اور بڑھ جائے گا ۲؎ پھر یہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے جو حسن و جمال میں بڑھ چکے ہوں گے ۳؎ ان سے ان کے گھر والے کہیں گے اللہ کی قسم تم تو ہمارے پیچھے حسن و جمال میں بہت بڑھ گئے تو یہ کہیں گے رب کی قسم تم لوگ بھی ہمارے پیچھے حسن و جمال میں بہت بڑھ گئے ۴؎ (مسلم)

(۵۴۷۱) ۱؎ وہاں یہ بازار کاروبار یا خرید و فروخت کا نہیں بلکہ آپس کی ملاقات کا ہے اور رب کے دیدار کا وہاں سارے جنتی جمع ہوا کریں گے اور وہاں دیدار یار کے سودے ملیں گے۔ حضور کا دیدار صحابہ کرام کی ملاقات بلکہ رب العالمین کا دیدار یہاں ہوا کرے گا۔ جمعہ سے مراد پورا ہفتہ ہے اور اسی سے ہفتہ بھر کی مقدار مراد ہے کہ جنت میں نہ دن ہے نہ رات نہ ہفتہ مہینہ وغیرہ۔ مرقات نے فرمایا کہ جنت کے بعض وقت دوسرے وقتوں سے افضل ہوں گے جسے علماء دین ہی پہچانیں گے۔ اس افضل وقت کا نام جمعہ ہے۔ جنتی لوگ علماء سے وہ وقت معلوم کرکے اس بازار میں جایا کریں گے۔ وہاں ان سے رب تعالٰی فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ لوگ علماء سے پوچھ کر مانگیں گے لہذا علماء کی ضرورت وہاں بھی ہوگی۔ (مرقات) گویا جنت میں یہ جمعہ کا دن رب کی نعمتوں کی زیادتی کا دن ہوگا جیسے دنیا میں جمعہ زیادتی عطاء کا دن ہے اس میں ایک نیکی کا ثواب ستر گنا ہے۔ ۲؎ یعنی تم دنیا میں جس ہوا کو شمالی (اُتروالی) ہوا کہتے ہو جو بارش لاتی ہے وہاں ایسی ہوا چلے گی جو خوشبو عطر وغیرہ ان کے جسموں سے بھردے گی۔ خیال رہے کہ جب ہم مغرب کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوں تو داہنے ہاتھ کا رخ شمال ہے وہاں چونکہ مشرق و مغرب نہ ہوگا لہذا شمال و جنوب بھی نہ ہوگا۔ اہل عرب بلکہ تمام دنیا والے شمالی ہوا کو بہت مبارک سمجھتے ہیں اسے مون سون کہتے ہیں یہ بارش لاتی ہے۔ اس لئے اسے شمالی ہوا فرمایا (مرقات) ۳؎ یعنی یہ جنتی جب اس بازار سے اپنے گھر واپس ہوں گے تو ان کا حسن و جمال ان کی مہک خوشبو وغیرہ اور بھی زیادہ ہوچکی ہوگی جس پر ان کے گھر والے یہ کہیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بازار میں صرف مرد جایا کریں گے۔ عورتیں اپنے گھروں میں رہا کریں گی تاکہ عورتوں مردوں کا خلط ملط نہ ہو پردہ وہاں بھی ہوگا مگر [illegible] ے گا۔ جیسا کہ اگلے

https://archive.org/details/@madni_library

مضمون سے ظاہر ہے۔ ۴؎ یعنی اے بیو یو ہم تو اس بازار میں جا کر یہ حسن و جمال خوشبو مہک بھڑک لائے تم کو یہاں گھر بیٹھے ہی یہ سب پہنچ گیا۔ یا تو وہ ہوا ان بیویوں کو یہاں ہی پہنچ جایا کرے گی یا ان مردوں کے قرب سے انہیں بھی وہ حسن و مہک ملے گا۔ یا مردوں کو اپنا حسن اپنے گھر والوں میں نظر آئے گا۔ اپنی خوشبو ان سے بھی محسوس ہوگی۔ (مرقات) جس کا ہاتھ عطر سے مہک رہا ہو وہ جس سے مصافحہ کرے اسے بھی مہکا دیتا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ كَاَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّیٍّ فِی السَّمَآءِ اِضَاءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ لَا اخْتِلَافَ بَیْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِكُلِّ امْرِیءٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ یُرٰى مُخُّ سُوْقِهِنَّ مِنْ وَّرَآءِ الْعَظْمِ وَاللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ یُسَبِّحُوْنَ اللهَ بُكْرَةً وَّعَشِیًّا لَا یَسْقَمُوْنَ وَلَا یَبُوْلُوْنَ وَلَا یَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا یَتْفُلُوْنَ وَلَا یَمْتَخِطُوْنَ اٰنِیَتُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ وَاَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَوُقُوْدُ مَجَامِرِهِمُ الْاَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ عَلٰى خَلْقِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ عَلٰى صُوْرَةِ اَبِیْهِمْ اٰدَمَ سِتُّوْنَ ذِرَاعًا فِی السَّمَآءِ ۔(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

(۵۳۷۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا۱؎ وہ چودھویں رات کے چاند کی شکل پر ہوگا۲؎ پھر جو ان سے متصل ہوں گے آسمان کے تیز چمک دار تارے کی روشنی میں ہوں گے۳؎ ان سب کے دل ایک آدمی کے دل کے موافق ہوں گے کہ نہ ان میں مخالفت نہ بغض۴؎ ان میں سے ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے۵؎ جن کی پنڈلیوں کی مینگ حسن کی وجہ سے ہڈی و گوشت کے اوپر سے دیکھی جائے گی۔۶؎ صبح شام اللہ کی تسبیح پڑھیں گے۷؎ نہ کبھی بیمار ہوں گے نہ پیشاب پاخانہ کریں گے اور نہ تھوکیں گے۔ نہ ناک صاف کریں گے۸؎ ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے۔ ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن لوبان اور ان کا پسینہ مشک ہوگا۹؎ ایک آدمی کی عادت پر۱۰؎ اپنے باپ حضرت آدم کی شکل پر ساٹھ گز بلند۱۱؎ (مسلم، بخاری)

(۵۳۷۲) ۱؎ پہلے گروہ سے مراد یا حضرات انبیاء کرام ہیں یا انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ (مرقات) ظاہر یہ ہے کہ صرف انبیاء کرام مراد ہیں۔ کہ جنت میں پہلے وہ ہی تشریف لے جائیں گے۔ ۲؎ جنت میں سارے نبی چاند کی طرح حسین ہوں گے ہمارے حضور سورج کی طرح حسین ہوں گے (مرقات) کیوں نہ کہ حضور نبوت کے آسمان کے سورج۔ رب فرماتا ہے: وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا (۳۳-۴۶) اور چمکا دینے والا آفتاب۔ (کنزالایمان) ۳؎ یعنی حضرات انبیاء کرام کے بعد والے حضرات اولیاء، علماء، شہداء، صالحین چمکدار تاروں کی شکل میں ہوں گے۔ خصوصاً صحابہ کرام کہ وہ تو دنیا میں بھی آسمان ہدایت کے تارے ہیں۔ اصحابی کالنجوم ۔ ۴؎ یعنی جیسے اگر گھر میں اکیلا ایک آدمی ہو تو وہاں لڑائی جھگڑا ناممکن ہے ایسے ہی جنت میں بے شمار مخلوق ہوگی مگر لڑائی جھگڑا ناممکن ہوگا۔ ۵؎ حور جمع ہے حوراء کی بمعنی صاف و سفید عین جمع ہے عیناء کی بمعنی بڑی آنکھ والی یعنی خاص حسن والی بیویاں جنس حور سے صرف دو ہوں گی۔ اس کے علاوہ اور بہت سی ہوں گی۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ ان جنتیوں کی بیویاں ستر سے زیادہ ہوں گی۔ کہ وہاں دوسرے درجے کی بیویاں مراد ہیں (اشعہ) ۶؎ یعنی ان کا گوشت پوست ہڈیاں سب نورانی اور شفاف ہوں گی کہ ان میں کوئی چیز کسی چیز کے حجاب نہ ہوگی۔ یہ نورانیت اور شفافیت ان کے حسن کا باعث ہوگی۔ دنیا میں اگر گوشت پھٹ جائے اور مینگ نظر آجائے تو برا معلوم ہوتا ہے کہ یہ چیز نفرت انگیز ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ےیعنی ہروقت بلکہ ہر سانس میں رب کی حمد اور قدوسی ہوگی۔صبح شام سے مراد ہے ہیشگی ۸یعنی یہ فضلات جنت میں نہ ہوں گے۔کہ یہ چیزیں گھن اورنفرت کا باعث ہیں۔وہاں نفرت کہاں۔تفل تھوک کو کہتے ہیں اور تمخاط رینٹ کو۔۹خیال رہے کہ جنت میں کنگھی ہوگی جو بالوں میں کی جائے گی مگر میل دور کرنے کیلئے نہیں کہ وہاں میل جوں کھٹل نہیں بلکہ بال نکھارنے' حسن بڑھانے کیلئے یوں ہی وہاں انگیٹھی بھی ہوگی۔اس میں لوبان بھی سلگے گا۔مگر آگ کے بغیر کہ جنت میں آگ نہیں۔جیسے وہاں پرندوں کا بھنا ہوا گوشت ملے مگر یہ گوشت آگ پر نہ پکے گا۔رب فرماتا ہے:وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ (۵۶٬۲۱)اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں۔(کنزالایمان) نیز جنتیوں کو پسینہ آئے گا مگر گرمی سے نہیں کہ جنت میں نہ سورج کی گرمی نہ آگ کی تپش یہ پسینہ بہت ہی آرام دہ ہوگا۔ان الفاظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔۱۰اگر خلق خ کے پیش سے ہے تو اس کی شرح ابھی ہوچکی کہ وہاں لڑائی جھگڑا بغض وحسد نہ ہوگا اور اگر خ کے فتحہ سے ہے تو معنی یہ ہیں کہ سب جنتی ایک ہی قد کے ہوں گے ہم عمر ہوں گے۔تیس یا تینتیس سالہ۔جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے جیسا کہ معلوم ہوگا۔۱۱یعنی سارے جنتی ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے۔شرعی گز ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے۔وہ ہی یہاں مراد ہے۔حضرت آدم علیہ السلام کا قد اتنا ہی تھا فی السماء فرما کر بتایا گیا کہ اس سے لمبائی مراد ہے نہ کہ چوڑائی۔یہاں مرقات نے فرمایا کہ سارے نبی نہایت حسین اور بہت ہی خوش آواز ہوں گے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ يَاْكُلُوْنَ فِيْهَا وَيَشْرَبُوْنَ وَلَا يَتْفُلُوْنَ وَلَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَمْتَخِطُوْنَ قَالُوْا فَمَا بَالُ الطَّعَامِ قَالَ جُشَاءٌ وَّرَشْحٌ كَرَشْحِ الْمِسْكِ يُلْهَمُوْنَ التَّسْبِيْحَ وَالتَّحْمِيْدَ كَمَا تُلْهَمُوْنَ النَّفَسَ .(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۳۷۳) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں کھائیں گے' پئیں گے۱اور نہ تو تھوکیں گے نہ پیشاب پاخانہ کریں گے اور نہ ناک جھاڑیں گے ۲صحابہ نے عرض کیا تو ان کے کھانے کا کیا ہوگا ۳فرمایا ڈکار اور مشک کی طرح پسینہ ۴تسبیح وحمد الہی ان کے دل میں ڈالی جائے گی جیسے تم سانس لئے جاتے ہو۵(مسلم)

(۵۳۷۳)۱جنتی جنت میں پرندوں کے گوشت اور اعلیٰ درجہ کے بے شمار پھل کھائیں گے اور دودھ' شہد' پانی' شراب طہور پئیں گے۔یہ کھانا پینا بھوک سے نہ ہوگا صرف لذت کیلئے ہوگا۔کہ وہاں نہ بھوک ہوگی نہ پیاس۔۲یعنی جنتیوں کے کھانے پینے کیلئے نعمتیں ہوں گی مگر بدن سے اس کے خارج کرنے کیلئے وہ ذریعہ نہ ہوں گے جو دنیا میں ہوتے ہیں پیشاب پاخانہ' تھوک' رینٹ وغیرہ ۳یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر کھانے کا فضلہ بدن سے کیسے خارج ہوگا۔اگر خارج نہ ہوگا تو وہاں تندرستی کیسے قائم ہوگی۔نہایت نفیس سوال ہے۔۴یعنی کھانا تو ڈکار سے ہضم ہوگا اور پانی وغیرہ پسینہ کے ذریعہ خارج ہوگا۔خیال رہے کہ جنت میں دنیا کی سی ڈکار نہ ہوگی جس کی حدیث شریف میں برائی آئی ہے اقسر ناحشاء ک مگروہ آواز کسی قدر اس میں بدبو بلکہ ڈکار ہی اور قسم کی ہوگی۔نیز وہاں کا پسینہ دنیا کا سا نہ ہوگا جو گرمی کی وجہ سے بدبودار تکلیف دہ ہوتا ہے وہ پسینہ اور ہی طرح کا ہوگا نہایت خوشبودار آرام دہ ۵سبحان اللہ! کس نفیس طریقہ سے سمجھایا ہے کہ جیسے تم دنیا میں سانس لیتے تھکتے نہیں ایسے ہی وہاں تسبیح وتہلیل کرتے تھکوگے نہیں جیسے کہ یہاں سانس ہروقت ہر حال میں جاری رہتی ہے ایسے ہی وہاں جنت میں تسبیح وتہلیل ہر حال ہروقت میں جاری ہوگی۔جیسے یہاں سانس کسی کام سے روکتی نہیں ایسے ہی وہاں ذکر اللہ کسی کام سے روکے گا نہیں بعض عارفین پاس انفاس کرتے ہیں یعنی ذکر اللہ ان کی سانس میں جاری ہوجاتا ہے جو سوتے جاگتے کھاتے پیتے جاری

https://archive.org/details/@madni_library

رہتا ہے۔ وہ لوگ ایک اعتبار سے دنیا میں ہی جنت میں ہیں۔ رب تعالٰی نے فرمایا کہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (۵۵:۴۶) اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ (کنزالایمان) دو جنتوں سے مراد ایک دنیاوی جنت ہے۔ دوسری اخروی جنت' دنیاوی جنت ذکر الٰہی ہے۔ اخروی جنت اس کا نتیجہ ہے۔ (مرقات) ارشاد باری تعالٰی ہے:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ (۸۲:۱۳-۱۴) بے شک نیکوکار ضرور چین میں ہیں اور بے شک بدکار ضرور دوزخ میں ہیں۔ (کنزالایمان) نیک لوگ دنیا میں ہی جنت میں ہیں یعنی ذکر اللہ کی جنت میں اور بدکار لوگ دُنیا میں ہی دوزخ میں ہیں یعنی غفلت کی دوزخ میں جس کا نتیجہ آخرت کی دوزخ ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ یَنْعَمُ وَلَا یَبْأَسُ وَلَا یَبْلٰی ثِیَابُهٗ وَلَا یَفْنٰی شَبَابُهٗ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۳۷۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جنت میں جائے گا خوش رہے گا کبھی غمگین نہ ہوگا۱ نہ اس کے کپڑے گلیں نہ اس کی جوانی ختم ہو۲ (مسلم)

(۵۳۷۴) ۱کسی قسم کا غم جنتی کو نہ ہوگا۔ اور ہر طرح کی خوشی اسے میسر ہوگی حتی کہ اپنی کافر اولاد کے دوزخ میں جانے کا بھی غم نہ ہوگا۔ اس سے قطعاً محبت نہ رہے گی۔ کوئی اپنے کو دوسرے سے ہلکا نہ سمجھے گا ۲غرضکہ جنت میں ہر چیز کو قرار ہے۔ تبدیلی کسی چیز میں نہیں۔ فنا کسی کو نہیں۔ جوانی' لباس' خوشی' عیش ہر چیز ہمیشہ کی ہے کوئی فنا نہ ہوگا۔ حتی کہ وہاں کے پھل کھا لینے کے بعد بھی فنا نہیں وہ ہی پھل جو کھایا ویسا ہی باقی' اکلہا دائم جیسے ہوا' دھوپ استعمال کرنے کے بعد بھی ویسے ہی باقی رہتی ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُنَادِیْ مُنَادٍ اِنَّ لَكُمْ اَنْ تَصِحُّوْا فَلَا تَسْقَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَحْیَوْا فَلَا تَمُوْتُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَشِبُّوْا فَلَا تَهْرَمُوْا اَبَدًا وَاِنَّ لَكُمْ اَنْ تَنْعَمُوْا فَلَا تَبْأَسُوْا اَبَدًا۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۳۷۵) روایت ہے حضرت ابوسعید وابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پکارنے والا پکارے گا۱ کہ تمہارے لئے یہ ہے کہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے اور تمہارے لئے یہ ہے کہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے اور تمہارے لئے یہ ہے کہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ ہو گے اور تمہارے لئے یہ ہے کہ خوش رہو گے کبھی غمگین نہ ہو گے۲ (مسلم)

(۵۳۷۵) ۱یا تو خود رب تعالٰی پکار کر فرمائے گا یا اس کی طرف سے کوئی فرشتہ پکارے گا ایک دفعہ یا بار بار۔ ۲ان بشارتوں سے جنتیوں کی خوشی میں اور بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ یَتَرَاءَوْنَ اَهْلَ الْغُرَفِ مِنْ فَوْقِهِمْ كَمَا تَتَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّیَّ الْغَابِرَ فِی الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَا بَیْنَهُمْ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِیَاءِ

(۵۳۷۶) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی لوگ اپنے اوپر بالا خانہ والوں کو اس طرح ایک دوسرے کو دکھائیں گے جیسے تم چمکدار تارے کو جو شرقی غربی کنارے میں ہو ایک دوسرے کو دکھاتے ہو۱ ان کے درمیان فضیلت کی وجہ سے۲ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو انبیاء کرام کی منزلیں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

لَایَبْلُغُهَا غَیْرُهُمْ قَالَ بَلٰی وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِیْنَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ)

ہوں گی جن تک ان کے سوا کوئی نہ پہنچ سکے گا ۲ فرمایا ہاں کیوں نہیں اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ لوگ وہاں پہنچیں گے جو اللہ پر ایمان لائے۔ رسولوں کی تصدیق کی ۳ (مسلم بخاری)

(۵۳۷۶) ۱یعنی جنت کے نیچے درجے والے جنتی اعلیٰ جنتیوں کو اس طرح ایک دوسرے کو دکھائیں گے جیسے دنیا میں مشرق سے نکلنے والے چاند تاروں کو ڈوبتے ہوئے دکھاتے ہیں کہ وہ ہی حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ حضرت بلال دیکھو وہ رہے حضرت حسین رضی اللہ عنہم یا یہاں کی عورتیں ایک دوسرے سے کہیں گی دیکھو وہ ہیں خاتون جنت فاطمہ زہرا۔ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھن ان حضرات کا دیدار بھی بڑی نعمت ہوگی۔ آج مدینہ کی گلیوں کو ہم ترستے ہیں۔ مدینہ دیکھ کر سب رنج و غم بھول جاتے ہیں جب مدینے والے محبوب اور ان کے خدام کو دیکھیں گے تو خوشی سے کیا حال ہوگا۔ شعر:-

میرا دل زار مدینہ میں ہے میں ہوں یہاں یار مدینہ میں ہے
خلد کا بازار مدینہ میں ہے احمد مختار مدینہ میں ہے

۲یعنی سب جنتی ایک درجہ کے نہ ہوں گے ان کے درجے مختلف ہوں گے۔ اعلیٰ درجہ کے جنتی اوپر کے طبقوں میں مگر نیچے والوں کو اپنے ادنیٰ ہونے کا خیال بھی نہ آئے گا بلکہ اوپر والوں کو دیکھ کر خوشی ہوگی۔ ایسی خوشی بیان نہیں ہوسکتی ۳ سائل کا مقصد یہ ہے کہ ایسے بلند درجات والے جو آسمانی تاروں کی طرح نظر آئیں وہ حضرات انبیاء کرام ہی ہو سکتے ہیں۔ ہم امتیوں میں سے تو کوئی ہوگا نہیں۔ ۴یہاں ایمان باللہ سے مراد عیانی ایمان ہے اور تصدیق رسل سے مراد فنا والی تصدیق ہے۔ یعنی ایمان و تصدیق کا اعلیٰ درجہ لہٰذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سارے ہی جنتی مؤمن ہوں گے وہاں کافر تو کوئی جائے گا نہیں تو پھر نیچے درجوں میں کون رہے گا۔ عیانی ایمان کی دلیل وہ آیت ہے قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ (۲۶۰:۲) عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجائے۔ (کنزالایمان) سن کر تصدیق دیکھ کر تصدیق داخل ہو کر تصدیق فنا ہو کر تصدیق ان سب میں بڑا فرق ہے۔ یہاں یہ آخری درجہ والی تصدیق مراد ہے۔ ہم نے عرض کیا شعر:-

اس طرح سما مجھ میں ہو جاؤں میں گم تجھ میں پھر تو ہی تماشا ہو اور تو ہی تماشائی

مرسلین جمع فرما کر اشارۃً فرمایا کہ یہ فرق مراتب صرف امت محمدیہ میں ہی نہ ہوگا بلکہ ساری امتوں میں ہوگا کہ ان کے جنتی بعض اوپر ہوں گے بعض نیچے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْئِدَةِ الطَّیْرِ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۳۷۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ایسی قومیں جائیں گی جن کے دل چڑیوں کے دل کی طرح ہیں ۱ (مسلم)

(۵۳۷۷) ۱چڑیوں کے دل میں اللہ پر توکل اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ شعر:-

رزق نہ رکھیں ساتھ میں پنچھی اور درویش جن کا رب پر آسرا ان کو رزق ہمیش

مالک سے مانوس ہوتے ہیں۔ اغنیاء سے متنفر کہ غیر کو دیکھا اور بھاگے۔ دلوں میں ڈر بہت زیادہ کینہ بغض ان کے پاس نہیں جس انسان میں یہ صفات پیدا ہو جائیں تو وہ فرشتہ بن جائے۔

https://archive.org/details/@madni_library

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِاَھْلِ الْجَنَّۃِ یَااَھْلَ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُوْنَ لَبَّیْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَیْكَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِیْ یَدَیْكَ فَیَقُوْلُ ھَلْ رَضِیْتُمْ فَیَقُوْلُوْنَ وَمَالَنَا لَانَرْضٰی یَارَبِّ وَقَدْ اَعْطَیْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَیَقُوْلُ اَلَا اُعْطِیْکُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَیَقُوْلُوْنَ یَا رَبِّ وَاَیُّ شَیْءٍ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَیَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَیْکُمْ رِضْوَانِیْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَیْکُمْ بَعْدَہٗ اَبَدًا .(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۵۳۷۸) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالٰی جنت والوں سے فرمائے گا! اے جنتیو! وہ عرض کریں گے ہم حاضر ہیں اے ہمارے رب بندے ہیں تیرے اور ساری خیر تیرے ہاتھ ہے[1] وہ فرمائے گا کیا تم خوش ہوگئے[2] عرض کریں گے ہم کیوں خوش نہ ہوں یارب تو نے ہم کو وہ دیا جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ دیا[3] تو فرمائے گا کیا تم کو اس سے بھی اعلٰی افضل نعمت نہ دوں وہ عرض کریں گے یارب اس سے افضل کونسی چیز ہے؟[4] تو فرمائے گا تم پر اپنی رضا نازل کروں گا تو اس کے بعد تم پر کبھی ناراض نہ ہوں[5] (مسلم بخاری)

(۵۳۷۸)[1] عربی میں آقا و مولٰی کی پکار کا جواب دیتے ہیں تو ایسے الفاظ بولتے ہیں حضور حاضر ہوں، خدمت گار ہوں، ہر چیز آپ کے ہاتھ میں ہے چونکہ جنت میں ہر کلام عربی زبان میں ہوگا آپس میں بھی اور رب تعالٰی سے بھی اس لئے عربی کے محاورہ وہاں استعمال ہوں گے بعض روایت میں ہے کہ اہل جنت کی عربی زبان ہے اور دوزخیوں کی زبان فارسی ہوگی کہ یہ رب تعالٰی کے قہر کے اظہار کی زبان ہے۔[2] سبحان اللہ! کیسا دل نواز سوال ہے۔ دوستو یہاں ہم رب کو راضی کرلیں وہاں ہم کو رب خوش کرے گا۔ یہ چند روزہ زندگی اس کی رضا میں گزاریں اللہ توفیق دے۔[3] یعنی مولٰی تو نے ہم کو یہاں وہ نعمتیں بخشیں جو فرشتوں، جنات وغیرہ میں کسی مخلوق کو نہ بخشیں۔ خیال رہے کہ جنات تو جنت میں جائیں گے ہی نہیں فرشتے اگرچہ وہاں ہوں گے مگر اہل جنت کی خدمت کیلئے نہ کہ وہاں کی نعمتیں استعمال کرنے کیلئے وہ کھانے پینے شہوت سے پاک ہیں۔ لہذا یہ عرض بالکل درست ہے۔[4] یعنی ہماری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ ان نعمتوں سے بہتر اور کون سی نعمت ہوسکتی ہے۔ اعلٰی سے اعلٰی نعمتیں تو تو نے ہم کو عطا فرمادی ہیں[5] اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ تعالٰی کی رضا تمام نعمتوں سے اعلٰی ہے کہ یہ رضا ہی بقا کا، دیدار کا ذریعہ ہے جس سے مالک خوش ہوگیا تو ہر چیز اس کی ہوگئی دوسرے یہ کہ اللہ تعالٰی کے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس سے راضی ہوجاتا ہے بندہ کے راضی ہوجانے کی علامت یہ ہے کہ وہ رب کے احکام اس کی بھیجی ہوئی تکالیف سے راضی رہتا ہے کبھی اس کی شکایت نہیں کرتا۔ دیکھو یہاں رب تعالٰی نے پہلے بندوں سے ان کی رضا پوچھی پھر اپنی رضا کی خبر دی۔ اس حدیث کی تائید وہ آیت کرتی ہیں وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَرُ (۹:۷۲) اور اللہ کی رضا سب سے بڑی۔ (کنزالایمان) اور رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (۵:۱۱۹) اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ (کنزالایمان) صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر بندہ یہ جاننا چاہے کہ رب مجھ سے راضی ہے یا نہیں تو وہ غور کرے کہ وہ رب سے راضی ہے یا نہیں راضی ہوجاؤ۔ راضی کرلو۔ اس کا ذکر کرو اپنا ذکر کراؤ۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر:

گفت اللہ گفتنت لبیک ماست   این گداز و سوز و درد از پیک ماست

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَدْنٰی مَقْعَدِ اَحَدِکُمْ مِنَ الْجَنَّۃِ اَنْ

(۵۳۷۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ادنٰی ٹھکانے والا جنتی سے رب فرمائے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

يَقُوْلَ لَهُ تَمَنَّ فَيَتَمَنّٰى وَيَتَمَنّٰى فَيَقُوْلُ لَهُ هَلْ تَمَنَّيْتَ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ لَهُ فَاِنَّ لَكَ مَا تَمَنَّيْتَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

گا۔ آرزو کر وہ آرزو کرے گا اور آرزو کرے گا۱؎ تو اس سے فرمائے گا کیا تو نے آرزو کرلی۔ وہ کہے گا ہاں تو اس سے فرمائے گا جو تو نے آرزوئیں کیں وہ اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور تیرے لیے۲؎ (مسلم)

(۵۳۷۹)۱؎ یتمنی دوبار فرمانا زیادتی بیان کرنے کیلئے ہے۔ یعنی بندہ آرزو کرے گا اور خوب ہی کرے گا۔ بار بار کرے گا۔ جہاں تک اس کا خیال پہنچے گا وہاں تک کی تمنائیں کرلے گا۔ خیال رہے کہ تمنا اور امید میں بڑا فرق ہے۔ امید تو صرف ہو سکنے والی بات کی ہوتی ہے مگر تمنا نہ ہونے والی بات کی بھی ہوسکتی ہے۔ ایک بڈھا تمنا کرسکتا ہے کہ کاش میری جوانی لوٹ آتی۔ نہ معلوم بندہ تمنا کیا کیا کرے گا مجھ گنا ہگار کی تمنا تو یہ ہے اور ہوگی۔ شعر:-

جو دل بخشا ہے مولیٰ بخش دے الفت محمد کی
جو آنکھیں دی ہیں دکھلا دے مجھے صورت محمد کی

۲؎ یعنی وہ تمنائیں پوری ہوئیں تیری مانگ سے اور اتنا ہی اور دیا اپنے رحم خسروانہ کرم شاہانہ سے پہلے ایک گنا ساتھ ہی دے گا آخر میں دس گنا لہذا یہ حدیث دس گنا والی حدیث کے خلاف نہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيْحَانُ وَجَيْحَانُ وَالْفُرَاتُ وَالنِّيْلُ كُلٌّ مِنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۳۸۰) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سیحان وجیحان۱؎ فرات ونیل یہ سب جنت کی نہروں میں سے ہیں۲؎ (مسلم)

(۵۳۸۰)۱؎ خیال رہے کہ سیحون اور جیحون ملک ارمن میں دو نہریں ہیں۔ یعنی ترکستان اور خراسان میں اور فرات ونیل ملک شام کی دو نہریں ہیں (اشعہ) ۲؎ فرات کوفہ میں ہے نیل مصر میں۔ ان چاروں نہروں کا جنت سے ہونا۔ اس کی بہت تو جیہیں کی گئی ہیں مگر قوی یہ ہے کہ کوئی تاویل نہ کی جائے اسے اپنے ظاہر پر رکھا جائے کہ جنت سے ان کا پانی پہاڑوں میں بھیجا گیا اور پہاڑوں سے ان میدانوں میں جاری کیا گیا۔ چنانچہ یہ پانی بہت شیریں ہیں ہاضم ہیں۔ ان نہروں پر حضرات انبیاء کرام بزرگان دین بہت ہی کثرت سے تشریف فرما ہوئے ہیں۔ قریب قیامت جب قوم یاجوج وماجوج کا خروج ہوگا تو قرآن مجید علم دین حجر اسود مقام ابراہیم اور یہ چاروں نہریں غائب کردی جائیں گی۔ رب فرماتا ہے: وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ (۲۳:۱۸) اور بے شک ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں۔ (کنزالایمان) (مرقات)

وَعَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ الْحَجَرَ يُلْقٰى مِنْ شَفَةِ جَهَنَّمَ فَيَهْوِىْ فِيْهَا سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا لَا يُدْرِكُ لَهَا قَعْرًا وَاللّٰهِ لَتُمْلَاَنَّ وَلَقَدْ ذُكِرَ لَنَا اَنَّ مَا بَيْنَ مِصْرَا عَيْنِ مِنْ مَصَارِيْعِ الْجَنَّةِ مَسِيْرَةُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً وَلَيَاْتِيَنَّ عَلَيْهَا يَوْمٌ وَّهُوَ كَظِيْظٌ مِنَ الزِّحَامِ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۳۸۱) روایت ہے حضرت عتبہ ابن غزوان سے۱؎ فرماتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا۲؎ کہ دوزخ کے کنارہ سے پتھر ڈالا جائے گا تو اس میں ستر سال گرے گا اس کی تہ نہ پائے گا۳؎ رب کی قسم وہ بھری جائے گی اور ہم سے ذکر کیا گیا کہ جنت کی چوکھٹوں میں سے دو چوکھٹوں کے درمیان چالیس سالوں کا فاصلہ ہے اور اس پر ایک ایسا دن آئے گا جب وہ بھیڑ کی وجہ سے ٹھنسا ہوگا۴؎ (مسلم)

(۵۳۸۱)۱؎ عتبہ ابن غزوان صحابی ہیں بدری ہیں ساتویں مسلمان ہیں کہ ان سے پہلے صرف چھ حضرات ایمان لائے تھے۔ بڑے

https://archive.org/details/@madni_library

تیر انداز تھے۔ ۲؎ یا تو حضور انور نے فرمایا یا کسی صحابی نے۔ خیال رہے کہ صحابی کی مرسل حدیث بالاتفاق قبول ہے۔ بعد والوں کے مرسلات میں اختلاف ہے۔ (مرقات) ۳؎ اللہ اکبر! یہ ہے دوزخ کی گہرائی پتھر اگر آسمان سے پھینکا جائے تو صبح سے چلا ہوا شام تک زمین پر پہنچ جائے مگر دوزخ کے کنارے سے چلا ہوا ستر سال میں اس کی تہ تک نہ پہنچے۔ سوچ لو گہرائی کتنی ہے۔ اتنی گہرائی دوزخ کو کفار انسانوں سے بھرنا ہے۔ ۴؎ یعنی جنت کے ہر دروازہ کی چوڑائی چالیس سال کی راہ ہے۔ اس قدر وسعت کے بعد جب جنتی اس میں داخل ہوں گے تو ان کے کھوے سے کھوے چھلتے ہوں گے اژدھام اور بھیڑ کا یہ حال ہوگا۔ خیال رہے کہ یہ ٹھنسنا جب ہوگا جبکہ عام جنتی داخل ہوں گے۔ سب سے پہلے ہمارے حضور داخل ہوں گے دروازہ کھلے گا انہیں کیلئے پھر دوسرے انبیاء کرام پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ترتیب وار پھر دوسری امتیں جس جماعت کے داخلہ کی باری آئے گی دروازہ ٹھس جائے گا۔ اللہ ہم کو بھی نصیب کرے۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مِمَّ خُلِقَ الْخَلْقُ قَالَ مِنَ الْمَآءِ قُلْنَا الْجَنَّةُ مَابِنَاءُ هَا قَالَ لَبِنَةٌ مِنْ ذَهَبٍ وَّلَبِنَةٌ مِنْ فِضَّةٍ وَّمَلَاطُهَا الْمِسْكُ الْاَذْفَرُ وَحَصْبَاؤُهَا اللُّؤْلُؤُ وَالْیَاقُوْتُ وَتُرْبَتُهَا الزَّعْفَرَانُ مَنْ یَّدْخُلُهَا یَنْعَمُ وَلَا یَبْاَسُ وَیَخْلُدُ وَلَا یَمُوْتُ وَلَا یَبْلٰی ثِیَابُهُمْ وَلَا یَفْنٰی شَبَابُهُمْ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَّالتِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۵۳۸۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کس چیز سے پیدا کی گئی فرمایا پانی سے ۱؎ ہم نے عرض کیا جنت کا میٹریل کیا ہے ۲؎ فرمایا ایک اینٹ سونے کی ایک اینٹ چاندی کی اور اس کا گارا خالص مشک کا ہے۔ اور اس کی بجری موتی اور یاقوت ہیں اس کی مٹی زعفران ہے۔ ۳؎ جو وہاں داخل ہوگا خوش رہے گا غمگین نہ ہوگا ہمیشہ رہے گا کبھی نہ مرے گا۔ ان کے کپڑے گلیں گے نہیں اس کی جوانی فنا نہ ہوگی ۴؎ (احمد، ترمذی، دارمی)

(۵۳۸۲) ۱؎ اگر خلق سے مراد جاندار مخلوق ہے، انسان و جانور وغیرہ تو پانی سے مراد نطفہ ہے۔ اس صورت میں حضرت آدم، حوا، عیسیٰ علیہ السلام اور وہ کیڑے مکوڑے اس حکم سے علیحدہ ہیں جو اولاً سریا چارپائی یا برسات کے موسم میں پیدا ہوتے ہیں کہ ان کی پیدائش نطفہ سے نہیں۔ اس معنی کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے: وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ (۳۰،۲) اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی۔ (کنزالایمان) ہم نے ہر جاندر چیز کو نطفہ سے پیدا فرمایا اور اگر خلق سے مراد عالم اجسام ہے تو ماء سے مراد یہ ہی پانی ہے اللہ تعالٰی نے پہلے ایک جوہر پیدا فرمایا اس پر نظر ڈالی تو ہیبت سے وہ جوہر پگھل کر پانی بن گیا۔ اس پانی میں قدرتی گرمی پیدا کی گئی اس سے ہوا بنی کہ پانی گرمی پا کر ہوا بن جاتا ہے۔ ہوا نے پانی کو حرکت دی اس سے جھاگ پیدا ہوئے وہ جما دیئے گئے تو زمین بنی گویا زمین پانی کا جما ہوا جھاگ ہے یہ پانی اور زیادہ گرم کیا گیا تو اس سے آگ بنی آگ سے دھواں پیدا ہوا۔ وہ جم کر آسمان بنے توریت شریف کے پہلے دفتر میں پیدائش کی یہ ہی ترتیب فرمائی گئی ہے۔ زمین پانی پر ٹھہر نہ سکی ہلتی تھی تو اس پر پہاڑوں کے لنگر ڈالے گئے۔ جس سے اسے قرار ہوا (اشعۃ اللمعات ولمعات) ۲؎ جس سامان سے مکان بناتے ہیں اسے انگریزی، اردو میں میٹریل کہتے ہیں جیسے اینٹ گارا چونا لوہا سیمنٹ وغیرہ یعنی یارسول اللہ جنت کی تعمیر کس سامان سے ہوئی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کا ایمان تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کی حقیقت سے واقف ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے باریک سوال کرتے ہیں اور سرکار یہ نہیں فرماتے کہ اچھا جبرئیل امین آئیں گے تو ان

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

سے پوچھتے ہیں کہ یہ باتیں تو حضرت جبرئیل کو بھی معلوم نہ تھیں جو حضور بیان فرمارہے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر:-

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر — بہر حق سوئے غریباں یک نظر

۳؎ دیکھو یہ ہے اس غیب داں صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کہ جنت کی ساری حقیقت بیان فرمادی جس کی نگاہ سے جنت کی حقیقت نہیں چھپی انہیں سب کی حقیقت بھی معلوم ہے۔ خیال رہے سونا پیلا ہوتا ہے۔ چاندی سفید جو دیواران اینٹوں سے بنے وہ کیسی خوش نما ہوگی۔ پھر زعفران پیلا ہوتا ہے۔ مشک سیاہ جو مٹی اس سے مخلوط ہو وہ کیسی حسین اور کیسی خوشبودار ہوگی۔ پھر موتی سفید چمکیلے ہوتے ہیں۔ یاقوت رنگ برنگے جو بجری ان سے مخلوط ہو وہ کیسی خوبصورت اور قیمتی ہوگی۔ پھر وہاں کے درخت گہرے رنگ کے سبز۔ ان رنگوں کے ملنے سے جو حسن پیدا ہوا ہے وہ بغیر دیکھے سمجھ میں نہیں آسکتا۔ انشاء اللہ دیکھ کر ہی سمجھیں گے اور سمجھائیں گے۔ خدا تعالٰی اس قال کو حال کردے۔ ۴؎ یعنی جنت میں رنج، غم، تکلیف، بیماریاں، موت، بڑھاپا، کپڑے میلے ہونے وغیرہ کوئی چیز نہ ہوگی۔ مرقات نے فرمایا کہ کپڑے فرما کر سارا سامان مراد لیا گیا ہے کہ وہاں نہ کپڑے میلے ہوں نہ پھٹیں نہ کوئی سامان ٹوٹے پھوٹے نہ مرمت کرایا جائے۔ دیکھ لو چاند سورج کی مرمت کون کرتا ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةٌ اِلَّا وَسَاقُهَا مِنْ ذَهَبٍ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۳۸۳) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں کوئی درخت نہیں مگر اس کا تنا سونے کا ہے ۱؎ (ترمذی)

(۵۳۸۳) ۱؎ جنت کے درختوں کا تنا سونے کا اس کی شاخیں چاندی کی، سونے کی یاقوت وزمرد سے جڑی ہوئی، ہر طرح کی کلیوں پھولوں سے بھری ہوئی، میووں، پھلوں سے لدی ہوئی، نیچے نہریں جاری، سمجھو ہر طرح بہار ہی بہار ہے۔ شعر:-

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا — ہم مجرم کیا مول چکائیں ہاتھ ہی اپنا خالی ہے

اچھا اللہ تعالٰی کسی کے طفیل ہم کو بھی بخش دے۔ شعر:-

شنیدم کہ در روز امید و بیم — بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ مَابَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ مِائَةُ عَامٍ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ)

(۵۳۸۴) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ایک سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کی مسافت ہے ۱؎ (ترمذی) اور فرمایا یہ حسن غریب ہے۔

(۵۳۸۴) ۱؎ اگر درجہ سے مراد سیڑھی کے درجے ہیں تب تو مطلب یہ ہے کہ جنت کی ایک منزل سے دوسری منزل کا فاصلہ اتنا ہے کہ وہاں سو درجوں والا زینہ ہو جس کے ہر دو درجوں کے درمیان سو برس کے فاصلہ کی مسافت ہو اور اگر ان درجوں سے مراد جنت کی منزلیں ہیں تو مطلب ظاہر ہے۔ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں۔ دیکھو مرقات یہی مقام۔

وَعَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ لَوْ اَنَّ

(۵۳۸۵) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں سو درجے ہیں اگر تمام

https://archive.org/details/@madni_library

الْعَالَمِيْنَ اجْتَمَعُوْا فِيْ اِحْدٰهُنَّ لَوَسِعَتْهُمْ . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

جہانوں کے لوگ ان میں سے ایک درجے میں جمع ہوں تو وہ ان سب کو کافی ہو[1] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۳۸۵)[1] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک جنتی کو بہت بڑا علاقہ دیا جائے گا کہ اتنی جنت صرف انسانوں کیلئے اور انسانوں میں بھی صرف مومنوں کیلئے خاص کردی گئی ہے۔اگر ایک کا علاقہ بہت وسیع نہ ہو تو پوری امتوں کی کھپت کیسے ہو۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِه تَعَالٰى وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ قَالَ ارْتِفَاعُهَا لَكَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ . (التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۵۳۸۶) روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی اللہ تعالٰی کے فرمان کے بارے میں وفرش مرفوعة فرمایا ان بستروں کی بلندی ایسی ہے جیسے آسمان وزمین کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت[1] (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۳۸۶)[1] اس فرش کی بہت تفسیریں کی گئی ہیں نمبرا جنت کے ایک درجے کا فرش زمین دوسرے درجے کے فرش زمین سے اتنا اونچا ہے جتنا آسمان زمین سے اونچا نمبر۲ جنتی لوگوں کے گھروں میں جو چارپائیاں ہوں گی جن پر ان کے بستر ہوں گے ان کے پائے اتنے اتنے اونچے۔نمبر۳ فرش سے مراد وہاں کی حوریں اور دوسری بیویاں ہیں بلندی سے مراد درجے کی بلندی ہے۔یعنی دنیا کی عورتوں کو ان عورتوں سے کچھ نسبت ہی نہیں جیسے زمین وآسمان میں فرق ہے ویسے ہی ان کے درجوں میں فرق ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُ وُجُوْهِهِمْ عَلٰى مِثْلِ ضَوْءِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالزُّمْرَةُ الثَّانِيَةُ عَلٰى مِثْلِ اَحْسَنِ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَآءِ لِكُلِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ عَلٰى كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُوْنَ حُلَّةً يُرٰى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَّرَآئِهَا . (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۳۸۷) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلا گروہ جو قیامت کے دن جنت میں جائے گا ان کے چہروں کی چمک چودھویں کی رات کے چاند کی چمک کی طرح ہوگی اور دوسرا گروہ آسمان میں بہترین چمکدار تارے کی طرح[1] ان میں ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی ہر بیوی پر ستر جوڑے ہوں گے۔ان کی پنڈلی کی مینگ ان سب کے اوپر سے دیکھی جائے گی[2] (ترمذی)

(۵۳۸۷)[1] پہلا گروہ حضرات انبیاء کرام ہیں دوسرا گروہ حضرات اولیاء اللہ شہداء صالحین کا ہے۔قلب کی حالت ان کے چہروں پر ظاہر ہوگی۔[2] یعنی اس کی بیویاں تو بہت ہوں گی مگر ان میں سے دو بیویاں ایسی لطافت والی ہوں گی کہ ستر جوڑے پہنیں گی۔پھر بھی ان کی پنڈلی کی ہڈی کی مینگ اوپر سے نظر آئے گی مگر خیال رہے کہ وہ دو بیویاں صرف اپنے خاوندوں کے سامنے ہی آئیں گی۔کوئی اور انہیں نہیں دیکھ سکے گا۔رب فرماتا ہے:قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ (۳۷:۴۸) جو شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی۔(کنزالایمان) لہذا اس پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ پھر ان کے سارے پوشیدہ اعضاء سب کو نظر آئیں گے۔لباس ستر کا فائدہ نہ دے گا اس لئے کہ وہاں کل بیویوں کا ذکر ہے۔اور یہاں ایسی لطافت والی بیویوں کا کل بیویاں بہتر ہیں جن میں سے دو ایسی لطیف اور انہیں سوا ان کے خاوندوں کے کوئی نہ دیکھے گا۔

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

(۵۳۸۸) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

يُعْطَى الْمُؤْمِنُ فِي الْجَنَّةِ قُوَّةَ كَذَا وَكَذَا مِنَ الْجِمَاعِ قِيلَ يَارَسُولَ اللهِ اَوَ يُطِيقُ ذٰلِكَ قَالَ يُعْطَى قُوَّةَ مِائَةٍ ۔(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

راوی فرمایا جنت میں مومن کو جماع کی اتنی اتنی طاقت دی جائے گی اعرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا ۲ فرمایا سو آدمیوں کی طاقت اسے دی جائے گی ۳ (ترمذی)

(۵۳۸۸) ایعنی جنتی مرد کو اپنی بیویوں سے صحبت کرنے کی بہت ہی طاقت دی جائے گی۔ اس کو صحبت سے کوئی کمزوری نہ ہوگی۔ خیال رہے کہ وہاں صحبت میں منی خارج نہیں ہوگی کہ یہ گندگی ہے۔ جیسے وہاں پیشاب پاخانہ نہیں ایسے ہی وہاں منی نہیں۔ صرف ہوا خارج ہوگی مگر اس ہوا میں لذت منی سے زیادہ ہوگی ھکذا قال بعض مشائخنا ۲ یعنی اتنی قوت مردی کو ایک مرد کیسے سنبھالے گا۔ دنیا میں بعض لوگوں میں یہ طاقت اتنی ہوتی ہے کہ وہ ایک بیوی پر صبر نہیں کر سکتے اور عورت کی پلیدی کا زمانہ بمشکل گزار سکتے ہیں پھر وہاں کیسے ضبط ہوگا۔ ۳ یعنی اللہ تعالٰی ایک جنتی کو دنیا کے سو مردوں کے برابر قوت شہوانی عطا فرمائے گا ساتھ ہی اس کو تحمل کی طاقت بھی دے گا اور مصرف بھی عطا فرمائے گا۔ خیال رہے کہ از روئے علم طب اعلٰی درجے کے جوان میں چوبیس گھنٹے میں پانچ بار صحبت کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ درمیانہ درجے میں تین بار کی مگر وہ اسے نبھا نہیں سکتا اور وہاں طاقت سو مردوں کی تو گویا اس میں چوبیس گھنٹے کی پانچ سو بار صحبت کی طاقت ہوگی۔ یہ بھی خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے سو جنتیوں کی طاقت دی تھی یعنی چار ہزار دنیاوی مردوں کی نو بیویوں پر حضور کا قناعت فرمانا انتہائی صبر تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک ہزار بیویاں تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔ یہاں مرقات نے فرمایا کہ دوسری طاقتوں کا بھی یہ ہی حال ہوگا۔ بہر حال ہر طرح اللہ تعالٰی کا فضل ہوگا۔

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَوْ اَنَّ مَايُقِلُّ ظُفُرٌ مِّمَّا فِي الْجَنَّةِ بَدَا لَتَزَخْرَفَتْ لَهُ مَابَيْنَ خَوَافِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَوْ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اطَّلَعَ فَبَدَا اَسَاوِرُهُ لَطَمَسَ ضَوْءُهُ ضَوْءَ الشَّمْسِ كَمَا تَطْمِسُ الشَّمْسُ ضَوْءَ النُّجُوْمِ ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ)

(۵۳۸۹) روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا جنت کی وہ نعمتیں جو جنتی کا ناخن اٹھائے ہوگا ا ظاہر ہو جائے تو اس سے آسمانوں اور زمین کے کناروں کے درمیان کی جزیں سج جائیں ۲ اور اگر کوئی جنتی آدمی جھانک لے اور اس کے کنگن ظاہر ہو جائیں تو ان کی روشنی سورج کی روشنی کو مٹا دے۔ ۳ جیسے سورج تاروں کی روشنی مٹا دیتا ہے ۴ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۳۸۹) ادنیا میں انسانوں کے ناخنوں میں میل بھرا ہوتا ہے جو گندا ہوتا ہے وہاں جنتیوں کے ناخنوں میں جو چیز ہوگی اس کا یہ حال ہوگا۔ خیال رہے کہ یہ فرمان عالی سمجھانے کیلئے ہے یعنی وہاں کی معمولی چیز کا یہ حال ہوگا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جنتیوں کے ناخن بڑے بڑے ہوں گے اس میں کچھ بھرا ہوا ہوگا۔ ۲ خوافق بنا ہے خفق سے بمعنی حرکت کرنا بے قرار ہونا اسی سے ہے خفقان دل۔ مشرق ومغرب کو خوافق اس لئے کہتے ہیں کہ وہاں سے ہی دن ورات طلوع وغروب ہوتے ہیں۔ چاند تارے سورج حرکت کرتے ہوئے نکلتے ڈوبتے ہیں۔ ۳ اساور جمع ہے اسورہ کی اور اسورہ جمع ہے سوار کی۔ سوار کنگن کو کہتے ہیں۔ دنیا میں مردوں کو زیور پہننا حرام ہے کہ یہاں جہاد وغیرہ کرتے ہیں وہاں مباح ہوگا۔ ہر جنتی زیوروں سے لدا پھندا ہوگا۔ پھر زیور کی قیمت کا یہ حال ہوگا۔ ۴ اس کی شرح ابھی کچھ پہلے گزر گئی جنتیوں کے چہرے دنیا کے سورج سے کہیں روشن ہوں گے۔ ان کے مقابل سورج تارا ہے ان کے چہروں کو دیکھنے کیلئے آنکھ بھی

https://archive.org/details/@madni_library

اور ہی قسم کی عطا ہوگی جو ان کی جھلک برداشت کر سکے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ كَحْلٰى لَا یَفْنٰى شَبَابُهُمْ وَلَا یَبْلٰى ثِیَابُهُمْ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَالدَّارِمِیُّ)

(۵۳۹۰) روایت ہے حضرت ابی ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنتی لوگ بغیر بال والے صاف بدن[۱] بے داڑھی والے، سرمہ کی آنکھ والے ہوں گے[۲] نہ ان کی جوانی ختم ہو۔ نہ ان کے کپڑے گلیں[۳] (ترمذی، دارمی)

(۵۳۹۰)[۱] جنتیوں کا جسم بغیر رونگٹے والا ہوگا مگر سر بغیر بال والا نہ ہوگا کہ بغیر رونگٹے جسم حسین معلوم ہوتا ہے مگر بغیر بال کے سر گنجا برا معلوم ہوتا ہے جرد جمع ہے اجرد کی[۲] سواء ابراہیم علیہ السلام کے جنت میں کسی کے منہ پر داڑھی نہ ہوگی۔ خیال رہے کہ بے داڑھی ہونا اور ہے داڑھی منڈوانا کچھ اور ہے۔ جنتی لوگ قدرتی طور پر بے داڑھی ہوں گے۔ قدرتی طور پر ان کی آنکھیں سرگیں ہوں گی۔ یہ سرمہ کبھی ان کی آنکھوں سے زائل نہ ہوگا۔[۳] لہذا وہ ہمیشہ تیس سالہ رہیں گے چونکہ جنت میں سورج نہیں، دن رات نہیں، مہینے سال نہیں، اس لئے ان کی عمروں میں اضافہ بھی نہ ہوگا۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَدْخُلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِیْنَ اَبْنَآءَ ثَلٰثِیْنَ اَوْ ثَلٰثٍ وَّثَلٰثِیْنَ سَنَةً۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۵۳۹۱) روایت ہے حضرت معاذ ابن جبل سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی جنت میں جائیں گے بغیر رونگٹے والے صاف بدن بے داڑھی سرگیں آنکھ۔ تیس سالہ یا تینتیس سالہ[۱] (ترمذی)

(۵۳۹۱)[۱] یہ شک راوی کو ہے کہ حضور انور نے تیس سالہ فرمایا یا تینتیس سالہ اور ہوسکتا ہے کہ جنتی مرد تینتیس سالہ ہوں اور عورتیں تیس سالہ یہ عمر اعلیٰ درجہ کے جوان کی ہوتی ہے۔

وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ لَهٗ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى قَالَ یَسِیْرُ الرَّاكِبُ فِیْ ظِلِّ الْفَنَنِ مِنْهَا مِائَةَ سَنَةٍ اَوْ یَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا مِائَةُ رَاكِبٍ شَكَّ الرَّاوِیْ فِیْهَا فَرَاشُ الذَّهَبِ كَاَنَّ ثَمَرَهَا الْقِلَالُ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

(۵۳۹۲) روایت ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا حضور کی خدمت میں سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر ہوا[۱] فرمایا۔ اس کی شاخوں کے سایہ میں سوار سو برس چلے گا یا اس کے سایہ میں سو سوار سایہ لیں گے راوی کو شک ہے[۲] اس میں سونے کے پتنگے ہیں اس کے پھل گویا مٹکے ہیں[۳] (جاٹیاں) ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۳۹۲)[۱] یہ بیری کا درخت ہے ساتوں آسمانوں کے اوپر یہاں فرشتوں کی انتہا ہے کہ کوئی فرشتہ جو زمین پر آتا ہے اس سے آگے نہیں بڑھتا اور عرشی فرشتے اس سے نیچے نہیں آتے حتی کہ لوگوں کے اعمال فرشی فرشتے یہاں تک پہنچاتے ہیں پھر وہاں اوپر والے فرشتے لے لیتے ہیں اور اوپر پہنچاتے ہیں اس لئے اسے منتہیٰ کہا جاتا ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے یا اس کی انتہا جنت میں ہے یا اس کے آگے کسی کا علم نہیں بڑھتا کہ اوپر کیا ہے ان وجوہ سے اسے منتہیٰ کہا جاتا ہے (از مرقات)[۲] یعنی بی بی اسماء کو شک ہے کہ حضور انور نے ان دو باتوں میں سے کیا بات فرمائی پہلی بات زیادہ ظاہر ہے یا یہ کہ بعض لوگوں کو وہ سایہ اس قدر محبوب ہوگا بعض کو اس قدر (از مرقات)[۳] یہ پتنگے وہاں پر مقرر شدہ فرشتے ہیں جن کے پر چمکیلے ہیں (اشعہ) اس بیری کے پھل بڑے مٹکوں کے برابر ہیں جو ٹھنڈے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

میٹھے مکھن جیسے گودے سے بھرے ہوئے ہیں۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْكَوْثَرُ قَالَ ذَاكَ نَهْرٌ اَعْطَانِيْهِ اللّٰهُ يَعْنِيْ فِي الْجَنَّةِ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ فِيْهِ طَيْرٌ اَعْنَاقُهَا كَاَعْنَاقِ الْجُزُرِ قَالَ عُمَرُ اِنَّ هٰذِهٖ لَنَاعِمَةٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰكِلَتُهَا اَنْعَمُ مِنْهَا۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۳۹۳) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کوثر کیا ہے۔ فرمایا یہ ایک نہر ہے جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی یعنی جنت میں دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھی ا اس میں پرندے جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہیں ۲ عمر بولے یہ تو خوب ہی ہے ۳ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں کے کھانے ان سے بھی خوب ہیں ۴ (ترمذی)

(۵۳۹۳) ا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حوض کوثر جنت کے اندر ہے وہاں کی شاخیں جنت کے باہر میدان محشر میں پہنچی ہوں گی جیسا کہ پچھلی احادیث میں گزرا ۲ گویا وہ وہاں کے شتر مرغ ہیں مگر ان کا حسن و جمال رب ذوالجلال ہی جانتا ہے۔ ۳ یعنی یہ نعمتیں بہت اچھی ہیں یا وہ شتر مرغ بہت عمدہ موٹے خوشنما ہوں گے۔ ۴ یعنی یہ پرندے تو فقط دیکھنے کی نعمت ہے جو بڑی بھلی معلوم ہوگی اگر وہاں کے کھانے دیکھو تو وہ اس سے کہیں زیادہ اچھے ہیں۔

وَعَنْ بُرَيْدَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ خَيْلٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ فَلَا تَشَاءُ اَنْ تُحْمَلَ فِيْهَا عَلٰى فَرَسٍ مِّنْ يَاقُوْتَةٍ حَمْرَاءَ يَطِيْرُ بِكَ فِي الْجَنَّةِ حَيْثُ شِئْتَ اِلَّا فُعِلَتْ وَسَاَلَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ فِي الْجَنَّةِ مِنْ اِبِلٍ قَالَ فَلَمْ يَقُلْ لَهٗ مَا قَالَ لِصَاحِبِهٖ فَقَالَ اِنْ يُّدْخِلْكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ يَكُنْ لَّكَ فِيْهَا مَا اشْتَهَتْ نَفْسُكَ وَلَذَّتْ عَيْنُكَ۔

(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۳۹۴) روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے ا فرمایا کہ اگر تجھے اللہ جنت میں داخل فرمادے تو تو وہاں نہ چاہے گا کہ سرخ یاقوت کے گھوڑے پر سوار کیا جائے جو تجھے جنت میں وہاں اڑا کر پہنچا دے جہاں تو چاہے مگر ایسا کیا جائے گا ۲ اور حضور سے ایک شخص نے پوچھا عرض کیا یارسول اللہ کیا جنت میں اونٹ ہوں گے راوی کہتے ہیں کہ اس سے وہ نہ فرمایا جو اس کے ساتھی سے فرمایا تھا ۳ بلکہ فرمایا اللہ اگر تجھے جنت میں داخل فرمادے تو وہاں تیرے لئے ہر وہ چیز ہوگی جو تیرا دل چاہے اور تیری آنکھیں پسند کریں ۴ (ترمذی)

(۵۳۹۴) ا شاید ان سائل صاحب کو گھوڑے پسند ہوں گے اس لئے وہ یہ سوال فرمارہے ہیں کہ میری مرغوب چیز بھی وہاں ہوگی یا نہیں۔ خیال رہے کہ جنت میں جو چاہو وہ ملے گا جو چیز وہاں کے لائق نہ ہو اس کی خواہش دل میں ہی پیدا نہ ہوگی کوئی وہاں حقہ چائے پان وغیرہ کی خواہش ہی نہ کرے گا ۲ یعنی اگر تم وہاں گھوڑے کی خواہش کرو گے تو تم کو یہ لید پیشاب کرنے والا اور زمین پر دوڑنے والا گھوڑا نہیں بلکہ یاقوتی گھوڑا دوڑانے والا عطا ہوگا۔ خیال رہے کہ وہاں جنتی کی اپنی رفتار بہت تیز ہوگی کہ اس کا گھر صدہا میل کے علاقہ میں ہوگا اور اس کا اپنا مملوکہ رقبہ تو دنیا بھر سے زیادہ ہوگا مگر وہ آن کی آن میں جہاں چاہے گا پہنچے گا یہ گھوڑے وغیرہ کی عطا اظہار عزت اور زینت کیلئے ہوگی۔ حضور معراج میں براق پر گئے مگر اس دن حضور کی خود اپنی رفتار براق سے کہیں تیز تھی اس لئے اس رات حضرات

https://archive.org/details/@madni_library

انبیاء براق کے پہنچنے سے پہلے آسمانوں میں اپنے مقامات پر پہنچ چکے تھے حالانکہ ان سب نے نماز بیت المقدس میں حضور کے پیچھے پڑھی تھی اور حضور کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے تھے۔۳؎ بلکہ اسے ایک جامع جواب عطا فرمایا جس سے اس کے تمام سوالات حل ہوگئے ورنہ اورلوگ بھیڑ بکریوں وغیرہ کے متعلق سوال کرتے۔۴؎ اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے وَفِیْھَا مَا تَشْتَھِیْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْیُنُ (۴۳:۷۱) اور اس میں جو جی چاہے اور جس سے آنکھ کولذت پہنچے۔(کنزالایمان) ان فرمانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں منہ سے مانگنے کی بھی ضرورت نہ پڑے گی بلکہ دل میں خیال آئے گا کہ چیز سامنے ہوگی حتی کہ وہاں سے پھل توڑنے کیلئے درختوں پر چڑھنا یا بانس سے ہلانا نہ پڑے گا بلکہ شاخیں خود ہی جھک کر پھل اس کے منہ سے لگادیں گی۔

وَعَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ اُحِبُّ الْخَیْلَ اَفِی الْجَنَّةِ خَیْلٌ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْ اُدْخِلْتَ الْجَنَّةَ اُتِیْتَ بِفَرَسٍ مِّنْ یَاقُوْتَةٍ لَهٗ جَنَاحَانِ فَحُمِلْتَ عَلَیْهِ ثُمَّ طَارَبِكَ حَیْثُ شِئْتَ .(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ) وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ لَیْسَ اِسْنَادُهٗ بِالْقَوِیِّ وَاَبُوْ سُوْرَةَ الرَّاوِیُّ یُضَعَّفُ فِی الْحَدِیْثِ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِیْلَ یَقُوْلُ اَبُوْسُوْرَةَ هٰذَا مُنْکَرُ الْحَدِیْثِ یَرْوِیْ مَنَاکِیْرَ .

(۵۳۹۵) روایت ہے حضرت ابوایوب سے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بدوی حاضر ہوا تو عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گھوڑے پسند کرتا ہوں تو کیا جنت میں گھوڑے ہوں گے۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو جنت میں داخل کیا گیا تو تیرے پاس ایک یاقوت کا گھوڑا لایا جائے گا جس کے دو پر ہوں گے۲؎ تو اس پر سوار کیا جائے گا پھر وہ تجھے اڑا کر لے جائے گا جہاں تو چاہے ۳؎(ترمذی) اور فرمایا اس حدیث کی سند قوی نہیں اور ابوسورہ راوی حدیث میں ضعیف مانا جاتا ہے میں نے محمد ابن اسماعیل کو فرماتے سنا ہے کہ یہ ابوسورہ منکر الحدیث ہے منکر احادیث روایات کرتا ہے۔

(۵۳۹۵)۱؎ اس کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ جنت میں گھوڑے کا وجود عبث ہے۔ مجھے دنیا میں گھوڑے کا شوق ہے اگر وہاں گھوڑا نہ ہوا تو میرا یہ شوق کیسے پورا ہوگا اور اگر میرا یہ شوق پورا ہوا تو ایک عبث بلکہ جنت کی شان کے خلاف چیز موجود ہوگی پھر وہاں وہ گندگی کرے گا' گھاس دانہ چاہے گا' یہ چیزیں وہاں کہاں حضور نے جواب ایسا شاندار دیا کہ سبحان اللہ! ۲؎ یعنی تو جنتی گھوڑے کی فکر نہ کر بلکہ اپنے جنتی ہونے کی فکر کر اگر تو اللہ کے فضل سے جنتی ہوگیا تو جو تو چاہے تجھے ملے گا مگر وہاں کی شان کے لائق۔ وہاں کا گھوڑا یاقوت کا ہوگا ۳؎ یعنی وہ گھوڑا نہ تو مستی کرے گا نہ اڑیل ہوگا نہ اسے لگام وغیرہ کی ضرورت ہوگی۔ تیرا چاہنا اور اس کا اڑنا اور پل بھر میں مقصود پر پہنچ جانا ہوگا۔۴؎ طبرانی نے بروایت حضرت ابوایوب انصاری مرفوعاً نقل فرمایا کہ جنتی لوگ اعلیٰ درجہ کے یاقوتی اونٹوں پر سوار ہوکر اپنے دوست واحباب سے ملنے جایا کریں گے۔ جنت میں صرف اونٹ اور پرندے نہ ہوں گے بلکہ خود جنت کی مخلوق ہوں گے جیسے حور وغلمان کہ جنت تو انسانوں کیلئے ہے۔ ہاں چند جانور وہاں جائیں گے۔حضور کی اونٹنی قصوا' اصحاب کہف کا کتا' صالح علیہ السلام کی اونٹنی' حضرت عیسیٰ کا دراز گوش جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ شعر:-

سگ اصحاب کہف روزے چند — پئے نیکاں گرفت مردم شد

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتا شکل انسانی میں ہوگا۔

وَعَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

(۵۳۹۶) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَسَلَّمَ اَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت والے ایک سو بیس صفیں ہیں۱ جن میں سے اسی صفیں اس امت کی ہیں اور چالیس صفیں باقی ساری امتوں کی ۲(ترمذی' دارمی' بیہقی' کتاب البعث والنشور)

(۵۳۹۶)۱؎ صفیں کتنی بڑی ہیں۔ یہ ہمارے خیال و وہم سے وراء ہے ان ایک سو بیس صفوں میں از آدم تا روز قیامت سارے مومن آ جائیں گے ۲؎ خلاصہ یہ ہے کہ کل جنتیوں میں دو تہائی حضور کی امت ہوگی اور ایک تہائی میں ساری پچھلی امتیں نوع میں وہ لوگ زیادہ کہ وہ ایک لاکھ تئیس ہزار نو سو ننانوے نبیوں کی امتیں ہوں گی مگر تعداد اشخاص میں یہ امت زیادہ۔ خیال رہے کہ اولاً یہ امت تمام جنتیوں کی نصف ہوگی پھر بعد میں اور زیادہ ہو کر دو تہائی ہو جائے گی لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں جس میں اس امت کو تمام جنتیوں کا آدھا فرمایا گیا۔ اس کے اور بھی بہت جواب دیئے گئے ہیں یہ جواب قوی ہے واللہ اعلم۔ دیکھو قرآن مجید میں بدری فرشتوں کی تعداد ایک ہزار بھی فرمائی گئی۔ تین ہزار بھی' پانچ ہزار بھی کہ وہاں اولاً ایک ہزار آئے' پھر دو ہزار اور آئے جس سے تین ہزار ہوگئے پھر دو ہزار اور آئے جس سے پانچ ہزار ہوگئے۔ ایسے ہی یہاں ہے۔

وَعَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَابُ اُمَّتِي الَّذِيْ يَدْخُلُوْنَ مِنْهُ الْجَنَّةَ عَرْضُهُ مَسِيْرَةُ الرَّاكِبِ الْمُجَوِّدِ ثَلٰثًا ثُمَّ اِنَّهُمْ لَيُضْغَطُوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى تَكَادَ مَنَاكِبُهُمْ تَزُوْلُ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ وَسَاَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَلَمْ يَعْرِفْهُ وَقَالَ يَخْلُدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ يَرْوِي الْمَنَاكِيْرَ.

(۵۳۹۷) روایت ہے حضرت سالم سے وہ اپنے والد سے راوی۱ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت کا وہ دروازہ جس سے وہ جنت میں داخل ہوں گے اس کی چوڑائی تیز سوار کی رفتار سے تین سال کا ہے۲ پھر وہ اس پر تنگ ہوں گے حتی کہ قریب ہوگا کہ ان کے کندھے مل جائیں۳ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث ضعیف ہے۴ اور میں نے محمد ابن اسماعیل سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اسے نہ پہچانا۔ فرمایا یخلد ابن ابی بکر منکر حدیثیں روایت کرتا ہے۵

(۵۳۹۷)۱؎ حضرت سالم جلیل القدر تابعی ہیں۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر کے فرزند ہیں اور حضرت فاروق اعظم عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے امام مالک فرماتے ہیں کہ سالم کے زمانہ میں ان سے بہتر کوئی نہ تھا۔ نہایت حق گو' بے خوف عالم' عابد' زاہد' حجاج ابن یوسف جیسے ظالم حاکم سے بہت سختی سے بات کرتے تھے۔ ۱۰۶ ایک سو چھ ہجری میں مدینہ میں وفات پائی۔ (اشعہ واکمال ومرقات وغیرہ) آپ کی اکثر روایات اپنے والد حضرت عبداللہ ابن عمر سے ہیں ۲؎ ظاہر یہ ہے کہ یہاں تین سے مراد تین سال ہیں نہ کہ تین دن۔ حضور کی امت کے داخلہ کے بہت دروازے ہیں جن کی فراخی مختلف ہے۔ یہاں ایک دروازے کی فراخی کا ذکر ہے اور چالیس سال والی روایات میں دوسرے دروازے کا تذکرہ ہے۔ لہذا احادیث پر تعارض نہیں ۳؎ یعنی وہ دروازہ اس قدر وسعت کے باوجود ان جنتیوں پر تنگ ہوگا کہ ان کے کندھے گویا مل جائیں ۴؎ کیونکہ اس حدیث کے الفاظ دوسری صحیح احادیث کے خلاف ہیں ۵؎ یہاں صاحب مشکوۃ سے خطا ہوئی۔ ان کا نام خالد ابن ابی بکر ہے نہ کہ یخلد۔ ترمذی اور اسماء الرجال کی کتابوں میں ان کا نام خالد ہی ہے۔ (مرقات)

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

(۵۳۹۸) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا

https://archive.org/details/@madni_library

وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ لَسُوْقًا مَا فِیْهَا شِرًی وَلَا بَیْعٌ اِلَّا الصُّوَرَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ فَاِذَا اشْتَهَی الرَّجُلُ صُوْرَةً دَخَلَ فِیْهَا۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ غَرِیْبٌ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں ایک بازار ہے جس میں خرید وفروخت نہیں ہے مگر یہ مردوں عورتوں کی صورتیں ہیں تو جب کوئی شخص کوئی صورت پسند کرے گا تو اس میں داخل ہو جائے گا(ترمذی)اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۳۹۸)ظاہر یہ ہی ہے کہ یہاں صورت سے مراد مردانہ وزنانہ صورتیں ہیں جونہایت حسین وجمیل وآراستہ ہوں گی جو جنتی مرد اور جنتی عورت جس صورت کو پسند کرے گا خود اس کی اپنی شکل وصورت ایسی ہو جائے گی مگر یہ تبدیلی ذات کی نہ ہوگی بلکہ تبدیلی صفت ہوگی جو دنیا میں بھی ہوتی رہتی ہے گورے کالے ہو جاتے ہیں۔کالے گورے بچہ کی صورت اور ہوتی ہے جوانی کی صورت اور بڑھاپے کی کچھ اور۔

وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّهٗ لَقِیَ اَبَاهُرَیْرَةَ فَقَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ اَسْئَالُ اللّٰهَ اَنْ یَّجْمَعَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ فِیْ سُوْقِ الْجَنَّةِ فَقَالَ سَعِیْدٌ اَفِیْهَا سُوْقٌ قَالَ نَعَمْ اَخْبَرَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ اِذَا دَخَلُوْهَا نَزَلُوْا فِیْهَا بِفَضْلِ اَعْمَالِهِمْ ثُمَّ یُؤْذَنُ لَهُمْ فِیْ مِقْدَارِ یَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ اَیَّامِ الدُّنْیَا فَیَزُوْرُوْنَ رَبَّهُمْ وَیَبْرُزُ لَهُمْ عَرْشُهٗ وَیَتَبَدّٰی لَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ فَیُوْضَعُ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ یَاقُوْتٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ زَبَرْجَدٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ ذَهَبٍ وَّمَنَابِرُ مِنْ فِضَّةٍ وَّیَجْلِسُ اَدْنَاهُمْ وَمَا فِیْهِمْ دَنِیٌّ عَلٰی كُثْبَانِ الْمِسْكِ وَالْكَافُوْرِ مَا یُرَوْنَ اَنَّ اَصْحَابَ الْكَرَاسِیِّ بِاَفْضَلَ مِنْهُمْ مَجْلِسًا قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَهَلْ نَرٰی رَبَّنَا قَالَ نَعَمْ هَلْ تَتَمَارُوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ قُلْنَا لَاقَالَ كَذٰلِكَ لَا تَتَمَارُوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ رَبِّكُمْ وَلَا یَبْقٰی فِیْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ رَجُلٌ اِلَّا حَاضَرَهُ اللّٰهُ مُحَاضَرَةً حَتّٰی یَقُوْلَ لِلرَّجُلِ مِنْهُمْ یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ اَتَذْكُرُ یَوْمَ قُلْتَ كَذَا وَكَذَا فَیُذَكِّرُهٗ بِبَعْضِ غَدَرَاتِهٖ فِی الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَفَلَمْ تَغْفِرْ لِیْ فَیَقُوْلُ بَلٰی

(۵۳۹۹) روایت ہے حضرت سعید ابن مسیب سے کہ وہ حضرت ابوہریرہ سے ملے تو جناب ابوہریرہ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالٰی سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے تمہیں جنت کے بازار میں ملائے ۱؎ تو جناب سعید نے کہا کہ اس میں بازار ہے ۲؎ فرمایا ہاں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ جنت والے جب جنت میں داخل ہوں گے ۳؎ تو وہاں اپنے اعمال کے مطابق داخل ہوں گے ۴؎ پھر انہیں دنیا میں کے دنوں کے حساب سے ایک ہفتہ میں اجازت دے دی جائے گی تو اپنے رب سے ملاقات کریں گے ۵؎ اور عرش الٰہی ان پر ہوگا ۶؎ اور رب ان پر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تجلی فرمائے گا ۷؎ تو ان کیلئے نور کے منبر موتیوں کے منبر رکھے جائیں گے ۸؎ ان میں سے ادنیٰ (حالانکہ ان میں ادنیٰ کوئی نہیں) مشک وکافور کے ٹیلہ پر ہوں گے ۹؎ وہ یہ تصور نہ کریں گے کہ کرسیوں والے ان سے اعلیٰ جگہ میں ہیں ۱۰؎ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے فرمایا ہاں کیا تم سورج کے اور چودھویں شب میں چاند کے دیکھنے میں شک کرتے ہو۔ہم نے کہا نہیں۔فرمایا: ایسے تم اپنے رب کے دیکھنے میں شک نہ کرو گے ۱۱؎ اس مجلس میں کوئی باقی نہ رہے گا مگر اللہ تعالٰی اس کے سامنے بے حجاب موجود ہوگا ۱۲؎ حتی کہ ان میں سے ایک شخص سے کہے گا اے فلاں کے بیٹے! فلاں کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب تو نے ایسا ایسا کہا تھا اسے اس کی بعض دنیاوی بدعہدیاں یاد دلائے گا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

فَبِسَعَةِ مَغْفِرَتِیْ بَلَغْتَ مَنْزِلَتَكَ هٰذِهٖ فَبَيْنَاهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ غَشِيَتْهُمْ سَحَابَةٌ مِّنْ فَوْقِهِمْ فَاَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ طِيْبًا لَّمْ يَجِدُوْا مِثْلَ رِيْحِهٖ شَيْئًا قَطُّ وَيَقُوْلُ رَبُّنَا قُوْمُوْا اِلٰى مَا اَعْدَدْتُ لَكُمْ مِّنَ الْكَرَامَةِ فَخُذُوْا مَا اشْتَهَيْتُمْ فَنَاْتِیْ سُوْقًا قَدْ حَفَّتْ بِهِ الْمَلٰٓئِكَةُ فِيْهَا مَالَمْ تَنْظُرِ الْعُيُوْنُ اِلٰى مِثْلِهٖ وَلَمْ تَسْمَعِ الْاٰذَانُ وَلَمْ يَخْطُرْ عَلَى الْقُلُوْبِ فَيُحْمَلُ لَنَا مَا اشْتَهَيْنَا لَيْسَ يُبَاعُ فِيْهَا وَلَا يُشْتَرٰى وَفِیْ ذٰلِكَ السُّوْقِ يَلْقٰى اَهْلُ الْجَنَّةِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا قَالَ فَيُقْبِلُ الرَّجُلُ ذُو الْمَنْزِلَةِ الْمُرْتَفِعَةِ فَيَلْقٰى مَنْ هُوَ دُوْنَهٗ وَمَا فِيْهِمْ دَنِیٌّ فَيَرُوْعُهٗ مَا يَرٰى عَلَيْهِ مِنَ اللِّبَاسِ فَمَا يَنْقَضِیْ اٰخِرُ حَدِيْثِهٖ يَتَخَيَّلُ عَلَيْهِ مَا هُوَ اَحْسَنُ مِنْهُ وَذٰلِكَ اِنَّهٗ لَا يَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّحْزَنَ فِيْهَا ثُمَّ نَنْصَرِفُ اِلٰى مَنَازِلِنَا فَيَتَلَقَّانَا اَزْوَاجُنَا فَيَقُلْنَ مَرْحَبًا وَّاَهْلًا لَقَدْ جِئْتَ وَاِنَّ بِكَ مِنَ الْجَمَالِ اَفْضَلَ مِمَّا فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ فَنَقُوْلُ اِنَّا جَالَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ وَيَحِقُّنَا اَنْ نَّنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا انْقَلَبْنَا.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

۱۳بندہ عرض کرے گا الٰہی کیا تو مجھے بخش نہ دے گا ۱۴فرمائے گا ہاں تو میری وسعت رحمت کی وجہ سے اپنے اس درجہ میں پہنچا تو جبکہ وہ اسی حالت میں ہوں گے کہ ان کے اوپر بادل چھا جائے گا ۱۵تو ان پر ایسی خوشبو برسائے گا کہ اس جیسی خوشبو کبھی کسی چیز میں نہ پائی ہوگی ۱۶اور ہمارا رب فرمائے گا کہ اس اعزاز کی طرف جاؤ جو میں نے تمہارے لئے تیار کیا ہوا ہے جو چاہو لو ۱۷تب ہم اس بازار میں پہنچیں گے جسے فرشتوں نے گھیرا ہوگا اس میں وہ چیزیں ہوں گی کہ ان کی مثل آنکھوں نے نہ دیکھی نہ کانوں نے سنی اور نہ دلوں پر ان کا خطرہ گزرا ۱۸تب ہم جو چاہیں گے ہم کو پہنچا دیا جائے گا ۱۹وہاں نہ تو خرید ہوگی نہ فروخت اور اس بازار میں بعض جنتی بعض سے ملیں گے ۲۰فرمایا کہ ایک اونچے درجے والا آئے گا وہ اپنے سے نیچے درجے والے سے ملے گا حالانکہ ان میں نیچا کوئی نہیں تو اس پر جو لباس دیکھے گا وہ اسے پسند آئے گا ابھی اس کی آخری بات ختم نہ ہوگی کہ اسے اپنے پر اس سے اچھا محسوس ہوگا ۲۱یہ اس لئے ہوگا کہ جنت میں کسی کا غمگین ہونا ممکن نہیں پھر ہم اپنے گھروں کو لوٹیں گے تو ہم سے ہماری بیویاں ملیں گی کہیں گی ۲۲خوب آئے اپنے گھر میں پہنچے تم اس حالت میں آئے ہو کہ تمہارا حسن و جمال اس سے اچھا ہے جس پر تم ہم سے جدا ہوئے تھے ۲۳تب ہم کہیں گے کہ آج ہم نے اپنے رب جبار کے پاس ہم نشینی کی ہے ہمارا حق یہی تھا کہ اس طرح لوٹیں جیسے لوٹے ۲۴(ترمذی، ابن ماجہ) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے

(۵۳۹۹)۱یعنی جیسے آج ہم تم بازار مدینہ میں ملتے ہیں ایسے ہی بازار جنت میں ملیں۔ مدینہ منورہ اس دنیا کی جنت ہے خلد اس دنیا کی بلکہ آج زمین مدینہ جنت سے افضل ہے کہ یہاں محبوب آرام فرما ہیں۔ جب حضور جنت میں تشریف لے جائیں گے تو وہ جگہ افضل ہو جائے گی جیسے ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ مدینہ منورہ سے افضل تھا اور ہجرت کے بعد امام مالک کے ہاں مدینہ منورہ مکہ معظمہ سے افضل ہوگیا اور قبر انور تو بالاتفاق سارے جہاں عرش و فرش سے افضل ہے۔ افضلیت ان کے قدم سے وابستہ ہے۔ شعر:-

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است اے خنک شہرے کہ در وے دلبر است

۲حضرت سعید کو تو تعجب اس پر ہوا کہ جنتیوں کی ساری ضروریت تو ان کے گھروں میں ہی موجود ہوں گی پھر بازار سے کیا خریدیں گے وہ یہ نہ سمجھے کہ وہاں بازار دیدار گاہ ہے نہ کہ کاروبار کا وہاں جنتی ایک دوسرے کا اور رب کا دیدار کریں گے۔۳اس طرح کہ

https://archive.org/details/@madni_library

اعلٰی اعمال والے اونچے درجے میں ہوں گے اور معمولی اعمال والے نیچے درجہ میں' غرضکہ جنت میں تفریق وتقسیم ہوگی۔ اجتماع نہ ہوگا۔ جیسے دنیا میں امیر لوگ کوٹھیوں میں رہتے ہیں فقیر جھونپڑیوں میں اگرچہ وہاں جھونپڑیاں کوئی نہیں' بہرحال ایک جگہ اجتماع نہ ہوگا۔ ۴؎ یعنی جیسے دنیا میں جمعہ کے دن سارے محلے بلکہ ساری بستی کے امیر وغریب' شاہ وگدا مسلمان جامع مسجد میں جمع ہوجاتے ہیں رب کا ذکر کرتے ہیں' نماز جمعہ پڑھتے ہیں' ایسے ہی جنت میں تمام ادنٰی واعلٰی جنتی اس بازار میں ہفتہ میں ایک بار جمع ہوکر رب کا دیدار کیا کریں گے۔ دنیا میں جامع مسجد جامع المتفرقین ہوتی ہے ایسے ہی جنت میں یہ بازار جامع المتفرقین ہوگا۔ اسی بازار میں ہم جیسے گنہگار انشاء اللہ شفیع روز شمار کی زیارت سے مشرف ہوا کریں گے۔ رب کا دیدار گھروں میں خلوت میں ہوا کرے گا۔ یہاں جلوت میں ہوگا۔ ۵؎ یہ ظہور خصوصی ہوا کرے گا ورنہ عرش الٰہی تو جنت کی چھت ہے۔ ہر وقت نظر آیا کرے گا مگر اس بازار میں بہت قریب سے نظر آئے گا۔ اس کے معنی بھی کئے گئے ہیں۔ ۶؎ یعنی اس بازار میں ایک خصوصی باغ ہوگا جس میں رب کا دیدار ہوگا۔ یوں سمجھو کہ بازار میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوا کرے گی اور اس باغ میں رب تعالٰی سے۔ ۷؎ منبر سے مراد کرسیاں ہیں جن پر جنتی بیٹھیں گے۔ چونکہ جنتی لوگ مختلف درجے والے ہوں گے اس لئے یہ کرسیاں بھی مختلف ہوں گی۔ کتنی کرسیاں ہوں گی اتنی جتنی گنتی میں نہ آسکیں وہاں عدد کام نہیں کرتا۔ ۸؎ ان ٹیلوں کا حسن ان کی ساخت' ان کی خوشبو ان کی عظمت بیان نہیں ہوسکتی انشاء اللہ دیکھ کر ہی بتائیں گے کہ دیکھو وہ ٹیلے یہ ہیں۔ ۹؎ یعنی یہ ٹیلے والے یہ تو محسوس کریں گے کہ کرسیوں والے ہم سے اعلٰی ہیں مگر یہ احساس نہ کریں گے کہ ہم ان سے گھٹیا ہیں۔ ان سے اعلٰی ہونے پر انہیں خوشی ہوگی جیسے آج حضور انور کی شان دیکھ کر ہم کو خوشی ہوتی ہے ہم خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ ۱۰؎ حضرت ابوہریرہ کو تعجب یہ ہوا کہ یہ آنکھیں رب کو کیسے دیکھ سکیں گی یہاں تو ہم سورج میں نظر نہیں جما سکتے۔ جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ تم دیدار الٰہی بغیر کیف کیا کرو گے اور خوب اچھی طرح کہ شک وشبہ نہ رہے جیسے دوپہری میں سورج اور چودھویں شب میں چاند میں شک نہیں ہوتا۔ ایسے ہی وہاں دیدار میں شک نہ ہوا کرے گا۔ خیال رہے کہ دنیا میں سورج بذریعہ دھوپ نظر آتا ہے اور چاند بغیر کسی ذریعہ کے مگر ہوتا ہے۔ دونوں پر یقین دونوں کا مشاہدہ۔ ۱۱؎ محاضرۃ کے معنی ہیں منہ درمنہ بغیر واسطہ کلام کرنا۔ رب تعالٰی جنتیوں سے کلام بھی کرے گا تو بالمشافہ بغیر واسطہ دیدار گفتار سب ایک ساتھ نصیب ہوا کرے گی۔ ۱۲؎ کہ تو نے فلاں فلاں وقت فلاں فلاں گناہ کئے تھے تجھے یاد ہیں۔ یہ ذکر بطور تذکرہ ہوگا سرزنش یا ناراضی کے طریقہ پر نہیں۔ اس ذکر سے بندہ کو مطلقًا رنج نہ ہوگا کہ جنت رنج کی جگہ نہیں۔ ۱۳؎ سبحان اللہ یہ بخشش ہی یاد دلائی تھی جس سے بندہ کی خوشی اور دوبالا ہوجائے گی۔ حضور کی شفاعت رب تعالٰی کی بخشش کی یاد دنیا میں بھی دل کا چین ہے وہاں بھی دل کا چین ہوگی۔ اعلٰی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں۔ شعر:-

اے کہ نمت راحت جان ودلم   اے کہ فضل تو کفیل مشکلم

۱۴؎ یعنی تو اپنے اعمال سے یہاں نہیں پہنچا بلکہ میرے رحم وکرم سے پہنچا۔ کوئی شخص بغیر فضل رب العالمین کے جنت میں نہیں پہنچ سکتا۔ ۱۵؎ یہ بادل رحمت خاص اللہ تعالٰی کی ہوگی جو بادل کی شکل میں نمودار ہوگی۔ جیسے دنیا میں بادل چھا جائیں تو عجیب سماں بندھ جاتا ہے۔ موسم بدل جاتا ہے ایسے ہی وہاں اس بادل کے آتے ہی مجلس کی حالت بدل جائے گی اور وہ سماں بندھے گا جو بیان نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالٰی دکھنا نصیب فرمائے۔ ۱۶؎ یعنی اس بادل سے پانی نہیں برسے گا عطر اور خوشبو برسے گی۔ وہ بھی ایسی بے مثال کہ دنیا میں تو کیا اسے پہلے جنت میں بھی کبھی ان لوگوں نے نہیں دیکھی تھی۔ ۱۷؎ یہ بازار یا تو وہ ہی ہوگا جس سے گزر کر ابھی یہ لوگ اس جہاں میں پہنچے تھے یا دوسرا اور کوئی بازار۔ یہاں نعمتوں کے ڈھیر ہوں گے جو انہیں بغیر قیمت عطا ہوں گے۔ غرضکہ یہ فروخت کا نہیں بلکہ تقسیم اور عطاء کا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بازار ہوگا۔ کچھ نعمتیں گھروں میں ملیں گی۔ خاص نعمتیں یہاں تا کہ یہ لوگ خالی ہاتھ اپنے گھر نہ جائیں۔ بھرے پرے جائیں۔ ۱۸؎ جن فرشتوں نے اس بازار کو گھیرا ہوگا وہ وہاں کے منتظم اور جنتیوں کی خدمت کرنے والے فرشتے ہوں گے جو شخص جس نعمت کی رغبت کرے گا وہ اسے اٹھا کر دیں گے بلکہ گھر تک پہنچائیں گے۔ ان نعمتوں کے نام ان کی خوبی بیان کرنے کیلئے الفاظ نہیں بنے۔ ہمارے الفاظ تو آگرہ کا تاج محل دہلی کا لال قلعہ بیان نہیں کر سکتے تو ان نعمتوں کو کیسے بیان کر سکتے ہیں۔ وہ دیکھ کر ہی معلوم ہوسکیں گی۔ ۱۹؎ تکمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بازار کی یہ نعمتیں ہم کو یہاں ہی نہیں دی جائیں گی بلکہ یہ فرشتے جو اس بازار کو گھیرے ہوئے تھے وہ یہ سامان اٹھا کر ان کے گھر پہنچائیں گے۔ ۲۰؎ یعنی لفظ بازار سے یہ نہ سمجھنا کہ وہاں قیمتاً چیزیں ملیں گی۔ بلکہ بازار کا وہ مطلب ہے جو حضور انور نے خود ارشاد فرمایا۔ یہ چیزیں حضور ہی بیان کر سکتے ہیں۔ دوسروں کو تو بیان کرنا بھی نہیں آتیں۔ ۲۱؎ اس سے معلوم ہوا کہ جنت میں ہر امید صرف دل میں خیال آتے ہی پوری ہو جائے گی۔ منہ سے بولنے کی بھی ضرورت نہ ہوا کرے گی یہاں جو اللہ رسول چاہیں وہ ہم کریں وہاں جو ہم چاہیں گے وہ ربّ کرے گا اللہ تعالٰی توفیق دے۔ خیال رہے کہ لفظ روع کبھی گھبرانے کے معنی میں آتا ہے کبھی خوش ہونا خوش کرنا پسند آنے پسند کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں بمعنی پسند آنا ہے (اشعۃ اللمعات) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ اپنے زفاف کے متعلق فرماتی ہیں: فلم یرعنی الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بھی روع کے معنی خوش کرنا ہیں۔ ۲۲؎ اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ نے سارے صیغے جمع متکلم کے ارشاد فرمائے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے اور سعید ابن مسیب کے بلکہ سارے صحابہ کے جنتی ہونے کا یقین ہے کیوں نہ ہو ربّ تعالٰی نے ان سے وعدہ فرمالیا ہے کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی (۴:۹۵) اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ (کنز الایمان) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارات دیں پھر شبہ یا دغدغہ کیسے ہو مشکوک معاملہ تو ہمارا ہے۔ اللہ تعالٰی ان حضرات صحابہ کے دامن سے ہم کو وابستہ کرکے یہ نعمتیں بخشے۔ ۲۳؎ یعنی ہمارا یہ حسن و جمال اور اس کی زیادتی اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس قرب الٰہی کا نتیجہ ہے جو ہم کو خصوصی طور پر میسر ہوا یہ غازہ اس قرب سے نصیب ہوا ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَدْنٰی اَھْلُ الْجَنَّۃِ الَّذِیْ لَہٗ ثَمَانُوْنَ اَلْفَ خَادِمٍ وَّاثْنَتَانِ وَسَبْعُوْنَ زَوْجَۃً وَتُنْصَبُ لَہٗ قُبَّۃٌ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَّزَبَرْجَدٍ وَّیَاقُوْتٍ کَمَا بَیْنَ الْجَابِیَۃِ اِلٰی صَنْعَاءَ وَبِھٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ مَنْ مَّاتَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ مِنْ صَغِیْرٍ اَوْ کَبِیْرٍ یُرَدُّوْنَ بَنِیْ ثَلٰثِیْنَ فِی الْجَنَّۃِ لَایَزِیْدُوْنَ عَلَیْھَا اَبَدًا وَکَذٰلِکَ اَھْلُ النَّارِ وَبِھٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ اِنَّ عَلَیْھِمُ التِّیْجَانَ اَدْنٰی لُؤْلُؤَۃٍ مِّنْھَا لَتُضِیْءُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَبِھٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ الْمُؤْمِنُ اِذَا اشْتَھَی الْوَلَدَ فِی الْجَنَّۃِ کَانَ حَمْلُہٗ وَوَضْعُہٗ وَسِنُّہٗ فِیْ سَاعَۃٍ کَمَا یَشْتَھِیْ وَقَالَ اِسْحٰقُ

(۵۴۰۰) روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ادنٰی جنتی وہ ہوگا ۱؎ جس کے اسی ہزار خادم ہوں اور بہتر بیویاں ۲؎ اور اس کیلئے موتیوں زبرجد اور یاقوت کا خیمہ لگایا جائے گا ۳؎ جیسا کہ جابیہ اور صنعاء کے درمیان کا فاصلہ ہے ۴؎ اور اسی اسناد سے ہے فرمایا جو جنتی چھوٹا یا بوڑھا مر جائے گا وہ جنت میں تیس سال کا بنا دیا جائے گا۔ یہ لوگ اس عمر سے کبھی نہ زیادہ ہوں گے ۵؎ اسی طرح آگ والے لوگ ۶؎ اور اسی اسناد سے ہے فرمایا مومن جب جنت میں اولاد کی خواہش کرے گا ۷؎ تو اس کا حمل اس کا جننا اس کا عمر رسیدہ ہونا پل بھر میں ہو جائے گا جیسا وہ چاہے ۸؎ اور کہا اسحاق ابن ابراہیم نے اس حدیث کے متعلق کہ جب مومن جنت میں اولاد چاہے گا تو ایک پل میں ہو جائے گی مگر

https://archive.org/details/@madni_library

بْنُ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ اِذَا اشْتَهَى الْمُؤْمِنُ فِي الْجَنَّةِ الْوَلَدَ كَانَ فِيْ سَاعَةٍ وَّلٰكِنْ لَايَشْتَهِيْ .(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

وہ چاہے گا نہیں ۹ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور ابن ماجہ نے چوتھی حدیث اور دارمی نے آخری حدیث نقل فرمائی۔

(۵۴۰۰) ۱یہاں ادنیٰ سے مراد کم بیویوں والا کم خدام والا جنتی ہے۔ جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ورنہ وہاں ادنیٰ کوئی نہیں سب اعلیٰ ہیں۔ ہاں بعض بہت ہی اعلیٰ ہیں۔ دیکھو نبی سب اعلیٰ۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (۲،۲۵۳) یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔ (کنزالایمان) ۲جن میں سے دو تو حورعین ہیں باقی دنیا کی وہ بیوی جو اس جنتی کے نکاح میں یا حق نکاح میں فوت ہوئی اور وہ عورت جو کنواری مری یا جس کا خاوند کافر مرا۔ مومنہ مری۔ لہٰذا یہ حدیث اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ ایک جنتی کو دو حورعین عطا ہوں گی مگر یہاں مرقات نے کہا کہ وہ بیویاں دنیا کی عورتیں اور ستر بیویاں حور اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ستر حوروں میں دو حورعین باقی اڑسٹھ دوسری حوریں۔ ۳یعنی اس خیمہ کی ساخت تو زبرجد لکڑی کی ہوگی مگر اس میں موتی و یاقوت جڑے ہوں گے (مرقات) لہٰذا یہ حدیث غریب ہے۔ ۴یعنی اس خیمہ کی لمبائی چوڑائی ایسی ہوگی کہ اس کے دو کناروں میں فاصلہ وہ ہوگا جو جابیہ اور صنعاء شہروں میں ہے۔ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ جابیہ شام کا ایک شہر ہے اور صنعاء یمن کی مشہور بستی ہے۔ ان میں فاصلہ بہت ہی دراز ہے۔ ۵یعنی دنیا میں مومن کسی عمر میں فوت ہو بچہ یا بوڑھا۔ جنت میں تیس سالہ جوان ہوگا اور اسی عمر پر ہمیشہ رہے گا کیونکہ وہاں دن رات مہینے سال نہیں جس سے عمر بڑھے خیال رہے کہ یہاں یردون کے معنی ہیں ہو جائیں گے۔ یہ معنی نہیں کہ لوٹائے جائیں گے ورنہ بچے کے لئے کلمہ درست کیسے ہو (مرقات) ۶یعنی دوزخی بھی ہمیشہ تیس سالہ رہیں گے۔ اگرچہ ان کے قد بہت بڑے ہوں گے۔ یہ عمر اس لئے تجویز کی گئی کہ تاکہ عیش و تکلیف پوری پوری ہو۔ خیال رہے کہ یہاں چھوٹے دوزخیوں سے مراد کفار کے بچے نہیں بلکہ کم عمر بالغ کافر مراد ہیں۔ ان کے بچوں کے متعلق دوسری حدیث میں ہے **هم عصافير الجنة** وہ جنت کی چڑیاں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کفار کے بے سمجھ بچوں کو دوزخ نہ دے گا (مرقات) کیونکہ دوزخیوں سے کہا: وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۳۷،۳۹) تم کو اپنے اعمال ہی کی سزا دی جائے گی۔ چھوٹے بچے کے پاس بدعقیدگی بدعملی ہے ہی نہیں۔ ۷یعنی اگر وہ موتی دنیا میں آ جائے تو پورب پچھم کو روشن کردے۔ آفتاب کی روشنی پر اس کی روشنی غالب آ جائے۔ ۸اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض جنتی اولاد چاہیں گے اور ان کے اولاد ہوگی مگر اولاد کی پیدائش، اس کی پرورش، اس کا تیس سالہ جوان ہو جانا ایک ہی گھڑی میں ہوگا۔ وہ بچے یا تو دنیا عورتوں سے ہوں گے یا حور کے شکم سے۔ معلوم ہوا کہ حور سے اولاد ہو سکتی ہے کہ جنتی نورانی ہیں اور حوریں نور مگر اولاد کی خواہش پر انہیں اولاد ملے گی۔ اسی نوری مخلوق سے۔ ۹یہ فرمان اسحاق ابن ابراہیم کا اپنی رائے سے ہے کہ مومن وہاں چاہے گا نہیں۔ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ چاہے گا اور اس کے اولاد ہوگی۔ بہرحال امکان یا وقوع بتا رہا ہے کہ جنتی لوگوں کے حوروں سے اولاد ہوگی یا ہو سکے گی۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں تو آپ کے اولاد کیسے ہوئی، نور کے اولاد نہیں ہوتی وہ اس حدیث پر غور کریں کہ جنتی لوگ اور حوریں نورانی مخلوق ہیں مگر ان کے اولاد ہوگی۔ حوریں تو اولاد آدم بھی نہیں ہیں مگر اولاد ہوگی۔

وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَمُجْتَمَعًا لِّلْحُوْرِ الْعِيْنِ يَرْفَعْنَ

(۵۴۰۱) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں آنکھ والی حوروں کا مجمع ہوتا ہے جو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بِاَصْوَاتٍ لَمْ تَسْمَعِ الْخَلَآئِقُ مِثْلَهَا يَقُلْنَ نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَبِيدُ وَنَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْاسُ وَنَحْنُ الرَّاضِيَاتُ فَلَا نَسْخَطُ طُوْبٰى لِمَنْ كَانَ لَنَا وَكُنَّا لَهٗ .(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

اپنی آوازیں بلند کرتی ہیں ایسی آواز مخلوق نے کبھی نہ سنی۲ کہتی ہیں ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی نہ فنا ہوں اور ہم خوش رہنے والیاں ہیں کبھی غمگین نہ ہوں ہم راضی رہنے والیاں ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گی۳ اسے خوشخبری ہو جو ہمارا ہو اور ہم اس کے ہوں۴ (ترمذی)

(۵۴۰۱) ۱؎ یہاں مرقات میں ہے کہ حوروں کی پیدائش جنتی زعفران اور فرشتوں کی تسبیح سے ہے یہ پیدائش ہو چکی ہیں۔ ان کے مجمعے وقتاً فوقتاً ہوتے ہیں۔ ان مجمعوں میں وہ یہ کہتی ہیں جو یہاں مذکور ہے۔ (مرقات) ۲؎ یعنی ایسی خوش آوازی سے وہ یہ کہتی ہیں کہ مخلوق نے کبھی ایسی دلکش و پیاری آواز کبھی نہ سنی۔ معلوم ہوا کہ حضور نے وہ آواز سنی ہے۔ ۳؎ یعنی ہم میں تین صفات ہیں۔ ہمیشہ کی زندگی ہمیشہ کا چین ہمیشہ اپنے خاوند سے خوش رہنا اور ہم تین عیبوں سے پاک ہیں۔ فنا یعنی موت محتاجی اور دوسری تکالیف بیماری وغیرہ ناراضی خاوند سے لڑائی جھگڑا۔ ہم کو جان پہچان لو۔ ۴؎ خیال رہے کہ ہر حور کو خبر ہے کہ میں کسی مسلمان کی بیوی ہوں جیسا کہ کتاب النکاح باب معاشرۃ النکاح میں گزرا کہ جب کسی مومن سے اس کی بیوی لڑتی جھگڑتی ہے تو اس کی بیوی یعنی جنتی حور پکارتی ہے کہ اس سے مت لڑ یہ تیرے پاس مہمان ہے میرے پاس آنے والا ہے لہذا یہاں من کان لنا کہنا ایک قاعدہ بیان کرنے کیلئے ہے نہ کہ حور کی بے علمی کی بناء پر یہ بھی خیال رہے کہ حوروں کا یہ کلام انسانوں کو سنانے کیلئے ہے اور واقعی وہ کلام ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت سن لئے۔ حضور کی ذات برزخ کبریٰ ہے۔ اس عالم اجسام اور عالم انوار وغیرہ کے درمیان حوروں کو اپنے خاوندوں کی خبر ہے مگر خاوندوں کو ان کی خبر نہیں کہ کون سی حور میرے نکاح میں ہوگی۔ ہم کو تو ابھی اپنے خاتمہ کی بھی خبر نہیں۔ حوریں قیامت کے بعد عطا ہوں گی۔ حضرت آدم کچھ عرصہ جنت میں رہے۔ حضور معراج میں جنت میں تشریف لے گئے۔ حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں رہتے ہیں مگر یہ حضرات حوروں سے تعلق نہیں رکھتے۔ بعد قیامت ان سے تعلق ہوگا۔ یہ حضرات اور شہداء جنت کے پھل فروٹ وغیرہ کھاتے رہے اور کھا رہے ہیں۔

وَعَنْ حَكِيْمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَحْرَ الْمَآءِ وَبَحْرَ الْعَسَلِ وَبَحْرَ اللَّبَنِ وَبَحْرَ الْخَمْرِ ثُمَّ تَشَقَّقُ الْاَنْهَارُ بَعْدُ .(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ عَنْ مُعٰوِيَةَ)

(۵۴۰۲) روایت ہے حضرت حکیم ابن معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں پانی کا دریا ہے اور شہد کا دریا ہے اور دودھ کا دریا ہے اور شراب کا دریا ہے پھر اس سے آگے نہریں نکلتی ہیں۱ (ترمذی)

(۵۴۰۲) ۱؎ یعنی جیسے دنیا میں بحر سے نہریں نکلتی ہیں ایسے ہی وہاں جنت میں پانی، دودھ، شراب طہور اور شہد کے الگ الگ دریا ہیں جو ان چیزوں کے مرکز یا خزانہ ہیں وہاں سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکلتی ہیں جو ہر جنتی کے گھروں میں پہنچتی ہیں جیسے دہلی کے لال قلعہ میں جمنا تک سے نہریں لائی گئی ہیں جو وہاں کے کمروں میں پہنچتی ہیں جن کا فرش اور دیواریں سنگ مرمر کی ہیں۔ بحر اور نہر میں بہت فرق ہیں جو ہم نے اپنی تفسیر میں عرض کئے ہیں۔ تجری من تحتھا الانھر (۲،۲۵) کے ماتحت خیال رہے کہ اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے: فِيْهَا اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (۴۷،۱۵) اس میں ایسی پانی کی نہریں ہیں جو کبھی نہ بگڑے اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ نہ بدلے اور ایسی شراب کی

https://archive.org/details/@madni_library

نہریں ہیں جس کے پینے میں لذت ہے اور ایسی شہد کی نہریں ہیں جو صاف کیا گیا۔ (کنزالایمان) وہ آیت اسی کی تائید ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ فِی الْجَنَّۃِ لَیَتَّکِئُ فِی الْجَنَّۃِ سَبْعِیْنَ مَسْنَدًا قَبْلَ اَنْ یَتَحَوَّلَ ثُمَّ تَاْتِیْہِ امْرَاَۃٌ فَتَضْرِبُ عَلٰی مَنْکِبِہٖ فَیَنْظُرُ وَجْھَہٗ فِیْ خَدِّھَا اَصْفٰی مِنَ الْمِرْاٰۃِ وَاِنَّ اَدْنٰی لُؤْلُؤَۃٍ عَلَیْھَا تُضِیْءُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ فَتُسَلِّمُ عَلَیْہِ فَیَرُدُّ السَّلَامَ وَیَسْاَلُھَا مَنْ اَنْتِ فَتَقُوْلُ اَنَا مِنَ الْمَزِیْدِ وَاِنَّہٗ لَیَکُوْنُ عَلَیْھَا سَبْعُوْنَ ثَوْبًا فَیَنْفُذُھَا بَصَرُہٗ حَتّٰی یَرٰی مُخَّ سَاقِھَا مِنْ وَّرَآءِ ذٰلِکَ وَاِنَّ عَلَیْھَا مِنَ التِّیْجَانِ اِنَّ اَدْنٰی لُؤْلُؤَۃٍ مِّنْھَا لَتُضِیْءُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (رَوَاہُ اَحْمَدُ)

(۵۴۰۳) روایت ہے حضرت ابوسعید سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ جنت کا ایک شخص جنت میں ستر مسندوں پر تکیہ لگائے ہوگا۱اس کے کروٹ لینے سے پہلے۲پھر اس کے پاس ایک عورت آئے گی جو اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے۳یہ شخص اس کے رخسار میں اپنا منہ دیکھے گا آئینہ سے زیادہ صاف ہوگا۔۴اس پر ادنیٰ موتی پورب پچھم کے درمیان کو چمکا دے گا۔ وہ اسے سلام کرے گی یہ اس کا جواب دے گا اور اس سے پوچھے گا تو کون ہے وہ کہے گی میں زائد نعمتوں سے ہوں۵اس پر ستر جوڑے ہوں گے جنہیں اس کی نظر آر پار کر جائے گی حتی کہ اس کی پنڈلی کی مینگ اس کے اوپر سے دیکھے گا۶اس عورت پر ایسے تاج ہوں گے کہ ان کا ادنیٰ موتی پورب پچھم کے درمیان کو چمکا دے گا۷(احمد)

(۵۴۰۳)۱یہ حدیث ترمذی نے حکیم ابن معاویہ سے روایت کی ہے اور دارمی نے معاویہ ابن ابوسفیان سے احمد نے معاویہ ابن عبدہ سے (مرقات) ۲یعنی جنت میں نیند نہیں، بیٹھنا، لیٹنا، چلنا، پھرنا، آرام کرنا سب کچھ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ مومن اپنے پلنگ پر جب بیٹھے گا تو اس کے نیچے اوپر تلے ستر مسندیں تکیوں کی طرح ہوں گی۔ یہ حالت تو لیٹنے اور کروٹ لینے سے پہلے ہوگی پھر اس کا لیٹنا کروٹ لینا کیسے بستروں پر ہوگا وہ تو رب ہی جانتا ہے اشعہ اور لمعات میں اس کا یہی مطلب بیان کیا۔ مرقات نے فرمایا کہ یہ ستر مسندیں آگے پیچھے بچھائی جائیں گی۔ رنگ برنگی کبھی کیسی کبھی کیسی۔ ۳یہ عورت اس کی بیوی ہوگی اور ہاتھ رکھنا اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے ہوگا۔ یہ مار پیٹ لڑائی جھگڑے کی ضرب نہ ہوگی۔ ۴یعنی جیسے تم دنیا میں آئینہ میں اپنا چہرہ صاف دیکھتے ہو ایسے ہی وہاں اس بیوی کے چہرہ میں اپنا چہرہ بلکہ ہر چیز صاف صاف دیکھو گے کہ اس کا چہرہ دنیاوی آئینہ سے زیادہ شفاف ہوگا۔ ۵یعنی تجھ کو وہاں دوسری نعمتیں اور دوسری بیویاں تیرے اعمال کے عوض دی گئی ہیں اور میں تیری وہ خصوصی بیوی ہوں جو محض رب ذوالجلال کے فضل سے زائد دی گئی ہوں۔ رب فرماتا ہے: لَھُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْھَا وَلَدَیْنَا مَزِیْدٌ (۵۰٬۳۵) ان کے لئے ہے اس میں جو چاہیں اور ہمارے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔ (کنزالایمان) مزید اور فرماتا ہے: لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ (۱۰٬۲۶) بھلائی والوں کے لئے بھلائی اور اس سے بھی زائد۔ (کنزالایمان) حسن تو جنت ہے اور وہاں کی نعمتیں، زیادتی اللہ کا دیدار ہے اور یہ خاص بیوی جو عطیہ ہے ۶یہ مختلف تاج وہ بیوی بہ یک وقت نہ پہنے گی بلکہ آگے پیچھے کبھی وہ تاج کبھی دوسرا اور تاج، ہر تاج دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہوگا۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(۵۴۰۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

كَانَ يَتَحَدَّثُ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ الْبَادِيَةِ اِنَّ رَجُلاً مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ اسْتَاْذَنَ رَبَّهُ فِي الزَّرْعِ فَقَالَ لَهُ اَلَسْتَ فِيمَا شِئْتَ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنِّي اُحِبُّ اَنْ اَزْرَعَ فَبَذَرَ فَبَادَرَ الطَّرْفَ نَبَاتُهُ وَاسْتِوَاءُهُ وَاسْتِحْصَادُهُ فَكَانَ اَمْثَالَ الْجِبَالِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى دُوْنَكَ يَا ابْنَ اٰدَمَ فَاِنَّهُ لَا يُشْبِعُكَ شَيْءٌ فَقَالَ الْاَعْرَابِيُّ وَاللّٰهِ لَا تَجِدُهُ اِلَّا قُرَيْشِيًّا اَوْ اَنْصَارِيًّا فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ زَرْعٍ وَّاَمَّا نَحْنُ فَلَسْنَا بِاَصْحَابِ زَرْعٍ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

وسلم باتیں کررہے تھے اور آپ کے پاس دیہات والوں میں سے ایک شخص تھا کہ جنتیوں میں سے ایک آدمی اپنے رب سے کھیتی باڑی کی اجازت مانگے گا؎۱ رب اس سے فرمائے گا کہ کیا تو اپنی چاہی نعمتوں میں نہیں ہے؎۲ عرض کرے گا ہاں لیکن میں کھیتی باڑی کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ وہ بیج بوئے گا؎۳ تو پلک جھپکنے سے پہلے اس کا اگنا پورا ہوگا' کٹ جانا ہوجائے گا اور پہاڑوں کی طرح ہوجائے گا؎۴ تب اللہ تعالٰی فرمائے گا اے ابن آدم کوئی چیز تیرا پیٹ نہیں بھرتی؎۵ تو وہ بدوی بولا رب کی قسم ایسا آدمی آپ قریشی یا انصاری ہی کو پائیں گے کہ وہ لوگ کھیتی باڑی والے ہیں؎۶ رہے ہم تو کھیتی والے ہیں ہی نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے؎۷ (بخاری)

(۵۴۰۴)؎۱ یہ شخص دنیا میں کھیتی باڑی کرتا تھا۔اسے اس کا شوق تھا وہ اپنا شوق پورا کرنے کو یہ عرض کرے گا کسی کمی کی وجہ سے نہیں ؎۲ یعنی باغات تو لذت کیلئے ہوتے ہیں وہ جنت میں موجود ہیں۔جن کے پھل کھارہا ہے سیر کررہا ہے' آرام کی زندگی گزار رہا ہے' کھیت ضرورت کیلئے دنیا میں ہوتے ہیں' یہاں تیری ساری ضرورتیں پوری ہیں۔کھیت کی ضرورت نہیں پھر تو یہ مصیبت کیوں مانگتا ہے۔؎۳ اس کی خواہش پر اسے بیج دیئے جائیں گے وہ اسی طرح زمین جنت میں یہ بیج پھینک دے گا اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہل بیل سے زمین نرم کرے گا۔وہاں بیل اور ہل نہ ہوں گے۔دنیا میں بعض پہاڑی علاقوں میں یوں ہی بیج پھینک دینے سے جم جاتے ہیں۔وہ زمین جنت ہے۔؎۴ یعنی ان تمام کاموں میں نہ وقت لگے گا نہ اسے محنت کرنا پڑے گی۔بیج ڈالے گا اور سامنے کھیتی کٹی ہوئی نہیں بلکہ دانہ صاف کئے ہوئے کے پہاڑ کے پہاڑ سامنے ہوں گے؎۵ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ جس حال میں جئیں گے اس حال میں مریں گے اور جس حال میں مریں گے اسی حال میں قیامت میں اٹھیں گے۔یہ شخص زندگی میں کھیتی کرتا تھا۔کرتا مرا تھا۔وہاں بھی یہ شوق وخیال رہا۔(مرقات) سنا ہے کہ حضرت بلال اذان کہتے ہوئے اٹھیں گے۔عشاق رسول عشق میں سرشار جھومتے ہوئے اٹھیں گے۔شعر:-

نہ ہم جنت میں جائیں گے نہ ہم دوزخ میں جائیں گے
کھڑے دیکھا کریں گے حشر میں صورت محمد کی

ایسے لوگوں کی حرص جنت میں بھی نہ جائے گی۔(اشعہ)؎۶ یعنی مکہ والے کچھ لوگ اور مدینہ والے عام لوگ ہی کھیتی باڑی کرتے ہیں انہیں کو یہ شوق وہاں بھی ہوگا ہم لوگ بدوی نہ کھیتی کریں نہ ہم کو یہ شوق ہو خیال رہے کہ بدوی لوگ عموماً جانور پالتے تھے۔؎۷ آپ کی یہ ہنسی اس بدوی کی حاضر جوابی اور عقلمندی کی وجہ سے تھی۔خیال رہے کہ حضور کو خوش کرنا' ہنسانا بھی عبادت ہے۔ایک لونڈی نے حضور انور کے سامنے دف بجانے کی منت مانی تھی جیسا کہ انشاء اللہ مناقب حضرت عمر کے باب میں اس کا ذکر آئے گا۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَنَامُ اَهْلُ الْجَنَّةِ قَالَ النَّوْمُ اَخُو الْمَوْتِ وَلَا يَمُوْتُ اَهْلُ الْجَنَّةِ

(۵۴۰۵) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا جنتی سویا کریں گے فرمایا نیند موت کی جنس سے اور جنتی مریں گے نہیں؎۱

https://archive.org/details/@madni_library

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ) (بیہقی، شعب الایمان)

(۵۴۰۵)؎ یہ جواب عالی مع دلیل کے ہے۔حضور انور نے لانہیں فرمایا بلکہ اتنی دراز عبارت فرمائی تاکہ اس کی سمجھ میں آجائے وہاں موت، اونگھ، غشی، بے ہوشی، نشہ غرضکہ غفلت پیدا کرنے والی عقل خراب کرنے والی کوئی چیز نہ ہوگی۔سرور وخوشی ہوگی مگر سرور کی مستی نہ ہوگی۔ورنہ عشاق وہاں رب کو دیکھ کر حضور سے ملاقات کرکے جان دے دیتے۔

بَابُ رُؤْيَةِ اللهِ تَعَالٰى — اللہ تعالیٰ کے دیدار کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

دیدار الٰہی کے متعلق چند مسائل اعتقادیہ یاد رکھو۔نمبر ا دنیا میں بندے اللہ تعالیٰ کو بصیرت یعنی نور قلبی سے دیکھتے ہیں۔اسے جانتے پہچانتے ہیں۔آخرت میں اسے بصارت یعنی نور نگاہ سے دیکھیں گے کہ وہاں بصارت میں بصیرت ہوگی نمبر۲ دنیا میں آنکھوں سے خدا تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے مگر واقع نہیں اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی دعا کی۔ناممکن کی دعا ناجائز ہے۔نبی ناجائز کام نہیں کرتے۔نمبر۳ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں اللہ تعالیٰ کا دیدار انہیں آنکھوں سے کیا اور خوب اچھی طرح کیا۔اس مسئلہ میں اختلاف ہے مگر صحیح یہ ہی ہے۔نمبر۴ جو شخص دعویٰ کرتے ہوئے کہے کہ میں نے خدا تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھا ہے یا دیکھتا ہوں وہ کافر ہے، کہ اپنے کو وہ نبیوں سے افضل کہتا ہے۔نمبر۵ قیامت میں ہر مومن وکافر کو رب کا دیدار ہوگا۔مومن کو رحمت کی شان میں اور کافر کو غضب وقہر کی شان میں۔نمبر۶ قیامت کے بعد صرف مومنوں کو جنت میں دیدار الٰہی ہوا کرے گا۔کفار کو دوزخ میں نہ ہوگا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (۸۳:۱۵) بے شک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔(کنزالایمان) نمبر۷ حق یہ ہے کہ جنت میں ہر مومن کو دیدار الٰہی ہوا کرے گا۔مرد ہوں یا جنتی عورتیں، عورتوں کے متعلق اختلاف ہے مگر حق یہ ہی ہے کہ انہیں بھی دیدار ہوگا۔نمبر۸ دنیا میں خواب میں دیدار الٰہی ہوسکتا ہے بلکہ ہوتا ہے ہمارے امام اعظم نے ایک سو بار رب کو خواب میں دیکھا۔امام احمد ابن حنبل نے خواب میں دیکھا پوچھا الٰہی کون سی عبادت افضل ہے فرمایا تلاوت قرآن، دوسری بار پھر دیکھا پوچھا الٰہی معنی سمجھ کر تلاوت افضل ہے یا بغیر سمجھے فرمایا ہر طرح افضل ہے۔(اشعۃ اللمعات)

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ عِيَانًا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَظَرَ اِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّوْنَ فِي رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ لَّا تُغْلَبُوْا عَلٰى صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَرَاَ

(۵۴۰۶) روایت ہے حضرت جریر ابن عبداللہ سے فرماتے ہیں فرمایا؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اپنے رب کو ظاہر ظہور دیکھو گے؎ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ حضور انور نے چودھویں شب میں چاند کو دیکھا؎۲ پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے چاند کو دیکھ رہے ہو تم اس کے دیکھنے میں شک نہیں کرتے؎۳ تو اگر تم یہ کرسکو کہ سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلی والی نماز پر مغلوب نہ ہو تو کرو؎۴ پھر

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا .(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حضور نے یہ قرأت کی سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے اپنے رب کی تسبیح کرو اس کی حمد کے ساتھ ۵؎(مسلم بخاری)

(۵۴۰۶)۱؎ یہ حدیث عامۃ المسلمین کی دلیل ہے کہ مومن رب تعالیٰ کو محشر میں بھی آنکھوں سے دیکھیں گے اور جنت میں بھی دیکھا کریں گے خوارج اور معتزلہ اس کے منکر ہیں۔ یہ حدیث ان کی سخت تردید کررہی ہے اس پر سوالات وجوابات علم کلام کی کتب میں تفصیل وار مذکور ہیں۔ خیال رہے کہ یہ دیدار بغیر کسی جہت وسمت کے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جہت وسمت سے پاک ہے۔ ۲؎ یعنی رحمان کے، چاند نے آسمان کے چاند کو دیکھا۔ ڈوبنے والے گہنے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو نہ غروب ہو نہ گہنے۔ ظاہر کے چمکانے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو دل وجان روح وایمان کو چمکاتا ہے۔ رات میں چمکنے والے چاند کو اس چاند نے دیکھا جو ابدالآباد تک ہروقت دن رات چمکتا ہے اور چمکے گا۔ میں کیا کہوں مجھے الفاظ بھی نہیں ملتے۔ اللھم صل وسلم وبارك علی بدر النبوة وشمس الرسالة صلی اللہ علیه وسلم یوں کہو کہ اس چاند کو جو سورج سے چمکتا ہے اس چاند نے دیکھا جو سورج کو چمکاتا ہے۔ جو دلوں پر دن نکال دیتا ہے۔ شعر:۔

یہ شمس نظرت الی لیلی چو بہ طیبہ رسی عرضے بکنی توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی موری شب نے نہ دن ہونا جانا

چاند بھی خوش نصیب ہے جسے محبوب نے دیکھا یہ چاند وہی ہے۔ جس پر حضور کی نگاہیں پڑی ہیں۔ ۳؎ لا تضامون یا تو بنا ہے ضیم سے بمعنی ظلم ونقصان تو میم پر پیش ہے شد نہیں یا بنا ہے ضمٌّ سے بمعنی ملنا بھیڑ کرنا تب میم پر شد اور پیش ہے یعنی تم دیدار الٰہی میں نقصان میں نہ رہو گے کہ کسی کو دیدار ہو کسی کو نہ ہو کسی کو یقین سے ہو کسی کو مشکوک طریقہ سے یا تم رب تعالیٰ کو بھیڑ کرکے دشواری سے نہ دیکھو گے بلکہ آرام سے دیکھو گے اطمینان کے ساتھ (اشعہ، مرقات) یہ دیدار قیامت میں تو ہوگا ہی جنت میں ہمیشہ ہوا کرے گا کسی کو جلد جلد کسی کو دیر سے۔ ۴؎ خیال رہے کہ جنت کی ساری نعمتیں نیک اعمال کا عوض ہوں گی۔ خواہ اپنے اعمال کا خواہ اس کے اعمال کا جس کے طفیل جنت میں گیا۔ مگر دیدار الٰہی کسی عمل کا عوض نہ ہوگا خالص عطاء ذوالجلال ہوگی۔ ان دو نمازوں پر پابندی اس دیدار کی لیاقت وقابلیت پیدا کرے گی یعنی فجر وعصر کی پابندی دنیا میں نماز ایسے پڑھو کہ گویا تم خدا کو دیکھ رہے ہو کیونکہ یہاں حجاب ہے وہاں حجاب اٹھ جائے گا گویہ ختم ہوجائے گا۔ اسے دیکھ کر اس سے کلام کرو گے۔ (اشعہ) ۵؎ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں تسبیح وتحمید سے مراد نماز ہے۔ چونکہ فجر وعصر کی نماز میں رات ودن کے محافظ فرشتے جمع ہوجاتے ہیں نیز فجر کی نماز سونے کی غفلت کا وقت ہے اور نماز عصر کاروبار سیر وتفریح کی غفلت کا وقت ان وجوہ سے ان نمازوں کی تاکید زیادہ کی ہے رب فرماتا ہے: اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (۱۷:۷۸) بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (کنزالایمان) نماز عصر کے متعلق فرماتا ہے: حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (۲:۲۳۸) نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی۔ (کنزالایمان)۔

وَعَنْ صُهَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى تُرِيْدُوْنَ شَيْئًا اَزِيْدُكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تُبَيِّضْ وُجُوْهَنَا اَلَمْ تُدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ قَالَ فَيُرْفَعُ الْحِجَابُ فَيَنْظُرُوْنَ اِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ فَمَا اُعْطُوْا شَيْئًا

(۵۴۰۷) روایت ہے حضرت صہیب سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم وہ چیز چاہتے ہو جو میں تم کو زائد دوں او وہ عرض کریں گے کیا تو نے ہمارے منہ اوجیالے نہ کردیئے کیا تو نے ہم کو جنت میں داخل نہ کردیا اور ہم کو آگ سے نجات نہ دے دی

https://archive.org/details/@madni_library

اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِنَ النَّظْرِ اِلٰی رَبِّهِمْ ثُمَّ تَلاَ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

۲؎ فرمایا کہ رب حجاب اٹھا دے گا ۳؎ یہ رب کی ذات کے نظارے کریں گے تو انہیں کوئی چیز رب کے دیدار سے زیادہ پیاری نہ دی گئی ۴؎ پھر حضور نے یہ تلاوت کی۔ نیک کاروں کیلئے اچھی ہے اور زیادتی ہے ۵؎ (مسلم)

(۵۴۰۷) ۱؎ یعنی ان نعمتوں کے علاوہ اور نعمت دوں یا تمہارے اعمال کی جزا سے زیادہ عطا کروں جو تمہارے کسی عمل کا بدلہ نہ ہو خاص میری عطاء ہو یا تم کو وہ نعمت دوں جو ان سب سے زیادہ ہو سب سے افضل و اعلیٰ ہو۔ ازید کی تین شرحیں ہیں۔ ۲؎ یعنی اے مولیٰ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان نعمتوں سے زیادہ ان سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی۔ تو نے ہمارا منہ اجیالا کیا' تو نے ہم کو نعمتوں کے مرکز جنت میں داخل فرمایا' جہاں ہر قسم کی راحتیں ہیں تو نے ہمیں دوزخ سے بچایا' تیرے نام پر ہماری جانیں فدا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا۔ شعر:۔

جملہ عالم بندہ اکرام تو ۔۔۔ صد چو جان من فدائے نام تو

۳؎ وہ حجاب اٹھا دے گا جو طالب و مطلوب کے درمیان آڑ تھا اور وہ حجاب باقی رکھا جائے گا جو دیدار کا ذریعہ ہے جسے رداء کبریائی کہتے ہیں جیسے سورج پر ہلکے پتے بادل کا حجاب جو سورج کو دھا دیتا ہے۔ اگر یہ حجاب نہ ہو تو سورج پر نظر نہیں ٹھہرتی۔ ۴؎ دیدار یار کی بہار یہ تو مصری عورتوں سے پوچھو جنہوں نے جمال یوسفی کی ایک جھلک سے مست ہو کر اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے یا جناب ابوبکر صدیق سے پوچھو جو جمال محمدی سے مست ہو کر اپنا سب کچھ فدا کر بیٹھے۔ آج مخلوق کے حسن پر گردنیں کٹ جاتی ہیں تو خالق کا حسن کیسا ہوگا۔ ۵؎ معلوم ہوا کہ زیادہ سے مراد دیدار الٰہی ہے۔ زیدہ کی تین شرحیں ابھی پچھلی حدیث میں عرض کی گئی ہیں۔ یہ نعمت سب سے زیادہ ہے۔ بقیہ نعمتوں میں عدل کا ظہور ہے۔ اس میں فضل کی جلوہ گری۔ اس پوری حدیث کی شرح میں صوفیاء فرماتے ہیں کہ صفات ذات کا پردہ بھی ہیں اور ذات کو دکھانے والی بھی ہیں جسم کو رنگت کے پردہ میں دیکھا جاتا ہے۔ اگر رنگ نہ ہو تو جسم نظر نہ آئے۔ اللہ تعالٰی ذات کا حجاب تو اٹھائے گا مگر صفات کی چلمن میں ذات کا دیدار کرائے گا (اشعہ) دنیا میں رب نے ہم کو اپنا دیدار کرایا مگر رخسار یار میں یعنی جمال محمدی میں وہ بے صورت اسی صورت میں نظر آتا ہے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے فرمایا۔ شعر:۔

ایہا صورت ہے بے صورت دی بے صورت ظاہر صورت تھیں
پر کم نہیں بے سوجھت دا کوئی ورلیاں موتی لے تریاں

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ — دوسری فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَدْنٰی اَهْلِ الْجَنَّةِ مَنْزِلَةً لَمَنْ یَّنْظُرُ اِلٰی جِنَانِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ نَعِیْمِهٖ وَخَدَمِهٖ وَسُرُرِهٖ مَسِیْرَةَ

(۵۴۰۸) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنتیوں میں ادنیٰ درجے والا وہ ہوگا جو اپنے باغات اپنی بیویوں اپنی نعمتوں اپنے خدام کو اور اپنے تختوں کو

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَلْفِ سَنَةٍ وَّاَكْرَمَهُمْ عَلَى اللهِ مَنْ يَّنْظُرُ اِلٰى وَجْهِهٖ غُدْوَةً وَّعَشِيَّةً ثُمَّ قَرَاَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۔ (رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ)

ایک ہزار سال کے پھیلاوے میں دیکھے گا اور اللہ کے نزدیک بڑی عزت والا ہوگا وہ جو صبح شام اس کی ذات کے نظارے کرے گا ۲؎ پھر تلاوت فرمائی بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھنے والے ۳؎ (احمد، ترمذی)

(۵۴۰۸) ۱؎ یعنی ادنیٰ جنتی کا اپنا رقبہ اور اس رقبہ میں اپنا سامان پھیلا ہوا اتنا وسیع ہوگا کہ اس کنارہ سے اس کنارہ تک انسان ایک ہزار سال میں پہنچے یہ تو ادنیٰ درجے کے جنتی کا رقبہ ہے تو سوچو کہ اعلیٰ درجے کے جنتی کا رقبہ کتنا ہوگا۔ پھر غور کرو کہ جنت کیسی وسیع ہے۔ ۲؎ جنتیوں کو رب کا دیدار حسب مراتب ہوگا کسی کو ہفتہ میں ایک بار کسی کو روزانہ دو بار کسی کو ہر وقت جیسے دنیا میں بعض لوگ ہر وقت عشق الٰہی میں محو رہتے ہیں بعض کبھی کبھی۔ ۳؎ یہاں وجوہ سے مراد ذات ہیں اور ناظرہ سے مراد وہ تروتازگی ہے جو مومنوں پر نمودار ہوگی جب تک مومن رب کو دیکھیں گے کسی نعمت کی طرف التفات نہ کریں گے۔

وَعَنْ اَبِیْ رَزِیْنِ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللهِ اُکُلُّنَا یَرٰی رَبَّهٗ مُخْلِیًا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ بَلٰی قُلْتُ وَمَا اٰیَةُ ذٰلِكَ فِیْ خَلْقِهٖ قَالَ یَا اَبَا رَزِیْنٍ اَلَیْسَ کُلُّکُمْ یَرَی الْقَمَرَ لَیْلَةَ الْبَدْرِ مُخْلِیًا بِهٖ قَالَ بَلٰی قَالَ فَاِنَّمَا هُوَ خَلْقٌ مِّنْ خَلْقِ اللهِ وَاللهُ اَجَلُّ وَاَعْظَمُ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْدَاوٗدَ)

(۵۴۰۹) روایت ہے حضرت ابورزین عقیلی سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا قیامت کے دن سب اپنے رب کو خلوت میں دیکھیں گے ۱؎ فرمایا ہاں میں نے عرض کیا اللہ کی مخلوق میں اس کی نشانی کیا ہے فرمایا اے ابورزین کیا تم سب چودھویں شب میں چاند کو خلوت میں نہیں دیکھتے' عرض کیا ہاں۔ ۲؎ فرمایا یہ تو اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے۔ اللہ تو بہت جلالت وعظمت والا ہے۔ ۳؎ (ابوداؤد)

(۵۴۰۹) ۱؎ ظاہر یہ ہے کہ قیامت کے دن سے مراد وہ ہی فیصلہ کا دن ہے کہ اس دن مسلمان ربّ تعالیٰ کو بیک وقت دیکھیں گے مگر ہر ایک کو رب سے خلوت بھی ہوگی اور ہوسکتا ہے کہ یوم قیامت سے مراد جنت ہو جس کا فیصلہ قیامت میں ہوگا سوال کا مقصد یہ ہے کہ خلوت اور جلوت دو ضدیں ہیں بیک وقت دونوں کیسے جمع ہوں گی۔ سبحان اللہ! نہایت ہی قوی سوال ہے جس میں منطق کی جان موجود ہے۔ ۲؎ سبحان اللہ! ایک مثال میں مسئلہ حل کردیا کہ بدر کو تمام دنیا اپنے اپنے گھر میں اکیلے بیٹھ کر دیکھے تو وہاں بندے کی خلوت ہے اور چاند کی طرف سے جلوت خلوت جمع ہیں۔ مگر دوسری طرف سے بندے کی طرف سے خلوت ہوگی رب کی طرف سے جلوت۔ شعر:۔

جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوئے اور فلسفیوں سے کھل نہ سکے
وہ بھید اک کملی والے نے سمجھا دیئے چند اشاروں میں

۳؎ اس سے معلوم ہوا کہ خالق کی صفات کو مخلوق کے ذریعہ سمجھانا جائز ہے محض تمثیل سے تشبیہ نہیں ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (۴۲:۱۱) اس جیسا کوئی نہیں۔ (کنزالایمان) وہاں تشبیہ کی نفی ہے لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ قَالَ نُوْرٌ اَنّٰى اَرَاهُ ۔

(۵۴۱۰) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا اپنے رب کو دیکھا۔ فرمایا

https://archive.org/details/@madni_library

(رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

میں نے اسے دیکھا ہے نور والا ہے۔[۱] (مسلم)

(۵۴۱۰)[۱] اس عبارت کی دو قراتیں ہیں ایک تو نورٌ کی تنوین سے اور اَنّیٰ حرف استفہام بمعنی کیف اور معنی یہ ہیں کہ رب تعالٰی عظیم الشان نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں اس نور سے نگاہ خیرہ ہو جاتی ہے۔اس صورت میں یہ حدیث ان حضرات کی دلیل ہے جو دیدار کے منکر ہیں اور دوسری قرأت ہے نورانی جیسے ربانی اور اراہ بمعنی ماضی ہے یعنی میں نے اسے دیکھا ہے ایسا دیکھا ہے گویا اب بھی دیکھ رہا ہوں وہ نورانی ہے فقیر کے نزدیک پہلی قرأت بھی دیدار الٰہی کی نفی نہیں کرتی وہ صاحب سوال کررہے تھے دنیا میں یعنی اس زمین پر رہتے ہوئے رب کے دیدار کے متعلق یارسول اللہ کیا آپ نے مدینہ میں رہتے ہوئے کبھی ان آنکھوں سے خدا کو دیکھا ہے۔فرمایا وہ نور عظیم ہے میں ان آنکھوں سے اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔یہ آنکھیں اس کے نور کی تاب نہیں لاتیں۔حضور نے رب کا دیدار کیا ہے معراج کی رات اس وقت آنکھ ہی دوسری تھی عالم ہی دوسرا تھا۔معراج کی رات کا دیدار تو قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا انشاءاللہ۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى قَالَ رَاٰهُ بِفُؤَادِهٖ مَرَّتَيْنِ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ) وَفِىْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِىِّ قَالَ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ قَالَ عِكْرِمَةُ قُلْتُ اَلَيْسَ اللّٰهُ يَقُوْلُ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ قَالَ وَيْحَكَ ذَاكَ اِذَا تَجَلّٰى بِنُوْرِهِ الَّذِىْ هُوَ نُوْرُهٗ وَقَدْ رَاٰى رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ .

(۵۴۱۱) روایت ہے حضرت ابن عباس سے دل نے وہ نہیں جھٹلایا جو دیکھا[۱] اور بے شک اس کو دوسری بار دیکھا فرمایا حضور نے رب کو اپنے دل سے دوبار دیکھا[۲] (مسلم) اور ترمذی کی روایت میں ہے فرمایا حضور محمد نے اپنے رب کو دیکھا[۳] عکرمہ فرماتے ہیں میں نے کہا کیا اللہ تعالٰی یہ نہیں کہتا کہ اسے آنکھیں نہیں پا سکتیں اور وہ آنکھوں کو پاتا ہے[۴] فرمایا تم پر افسوس ہے یہ جب ہے جب رب اپنے خاص نور سے تجلی فرمائے جو اس کا ذاتی نور ہے[۵] اور حضور نے یقیناً اپنے رب کو دوبار دیکھا۔

(۵۴۱۱)[۱] یہ سورہ نجم شریف کی آیت ہے جس میں معراج میں دیدار الٰہی کا اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ حضور نے رب کو آنکھوں سے دیکھا اور دل نے اس دیکھنے کو جھٹلایا نہیں بلکہ اس کی تصدیق کی دیکھا آنکھ نے تصدیق کی دل نے دل کی مدد سے آنکھ نے دیکھا اگر دل آنکھ کو جھٹلا دے تو دل سچا ہوتا ہے آنکھ جھوٹی۔چلتی ریل میں آنکھ دیکھتی ہے کہ سامنے کے درخت بھاگ رہے ہیں۔مگر دل کہتا ہے کہ نہیں بلکہ ریل بھاگ رہی ہے۔آنکھ جھوٹی ہوتی ہے دل سچا۔آیت میں فرمایا گیا کہ آنکھ نے رب کو دیکھا دل نے تصدیق کی آنکھ کی تصدیق کرنے والا دیکھنے والے کا غیر ہوتا ہے۔[۲] اس فرمان میں ابن عباس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی شب رب کو آنکھ سے دیکھا مگر دل کی مدد سے دیکھا اس طرح کہ دیدار کے وقت دل ہوش میں رہا آنکھ کی تائید کرتا رہا۔جناب کلیم اللہ کی طرح دل پر غشی طاری نہ ہوگئی۔مرتین کے معنی ہیں بار بار جیسے رب فرماتا ہے: ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ (۶۷:۴) پھر دوبارہ نگاہ اُٹھا۔(کنزالایمان) یعنی حضور رب کی بارگاہ میں معراج کی رات بار بار حاضر ہوتے رہے اسے دیکھتے رہے ایک بار تو ملاقات اول کے وقت اور نو بار نمازیں کم کرانے کیلئے حضرت ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ حضور انور نے اپنے رب کو آنکھوں سے دیکھا معراج میں۔شیخ نے مدارج میں فرمایا کہ اس رات یا تو آنکھ دل میں تھی یا دل آنکھ میں لہٰذا چاہیئے یوں کہ آنکھ سے دیکھا یا یوں کہو کہ دل سے دیکھا مطلب ایک ہی ہے۔(اشعہ) قریباً سارے صحابہ کا یہ ہی قول ہے کہ حضور انور نے اللہ تعالٰی کو دیکھا سواء حضرت عائشہ صدیقہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اور حضرت انس کے وہ فرماتے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا۔ ۳؎ یعنی ترمذی کی روایت میں بفؤادہ نہیں کہ دل سے دیکھا بلکہ یہ ہے کہ اپنے رب کو دیکھا یعنی آنکھ سے دیکھا اسی لئے حضرت عکرمہ نے وہ سوال کیا جو آگے آرہا ہے۔ ۴؎ یعنی اے صحابی رسول اور اہل بیت نبی آپ تو کہتے ہیں کہ حضور انور نے رب تعالٰی کو آنکھوں سے دیکھا مگر قرآن کریم یہ فرماتا ہے کہ آپ کا کلام قرآن مجید کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ حضرت عکرمہ نے رؤیت بصر اور ادراک بصر میں فرق نہیں کیا۔ آنکھ کا دیکھنا اور ہے آنکھ کا پانا یعنی اسے احاطہ کرنا، گھیرنا کچھ اور۔ ہم سمندر، زمین، آسمان کو دیکھتے تو ہیں مگر ان کا احاطہ نہیں کر سکتے کہ یہ چیزیں کلی اتنی لمبی چوڑی ہیں حضور کی آنکھوں نے رب تعالٰی کا دیدار کیا۔ اس کا احاطہ نہیں کیا۔ جنتی مومن رب کا دیدار کریں گے اس کا احاطہ نہیں کریں گے۔ یا الابصار سے مراد دنیا کی آنکھ ہے یا اس سے مراد کفار کی آنکھیں ہیں۔ غرضکہ اس آیت کے بہت معنی کئے گئے ہیں۔ ۵؎ یعنی لوگ خدا تعالٰی کو جب دیکھ سکتے ہیں جب وہ اپنی تجلی ان کی برداشت کے قابل فرمادے اگر اپنی ذاتی تجلی فرمادے جیسا وہ ہے ویسا ظاہر ہو تو لوگ کیا اور چیزیں بھی فنا ہو جائیں۔ خیال رہے کہ یہ گفتگو مومنین کے دیدار کے متعلق ہے۔ حضور انور نے عین ذات دیکھی جیسا رب ہے ویسا دیکھا اگر وہ تجلی خدا ہے تو یہ دیدہ مصطفٰی ہے صلی اللہ علیہ وسلم وہ سب کچھ جھیل سکتی ہے۔

وَعَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ لَقِيَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَعْبًا بِعَرَفَةَ فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَكَبَّرَ حَتّٰى جَاوَبَتْهُ الْجِبَالُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا بَنُوْهَاشِمٍ فَقَالَ كَعْبٌ إِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ رُؤْيَتَهُ وَكَلَامَهُ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَمُوْسٰى فَكَلَّمَ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ وَرَاٰهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ قَالَ مَسْرُوْقٌ فَدَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ فَقُلْتُ هَلْ رَاٰى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ فَقَالَتْ لَقَدْ تَكَلَّمْتَ بِشَيْءٍ قَفَّ لَهُ شَعْرِيْ قُلْتُ رُوَيْدًا ثُمَّ قَرَأْتُ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى فَقَالَتْ أَيْنَ تَذْهَبُ بِكَ إِنَّمَا هُوَ جِبْرَئِيْلُ مَنْ أَخْبَرَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰى رَبَّهُ أَوْ كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا أُمِرَ بِهِ أَوْ يَعْلَمُ الْخَمْسَ الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ فَقَدْ أَعْظَمَ الْفِرْيَةَ وَلٰكِنَّهُ رَاٰى جِبْرَئِيْلَ لَمْ يَرَهُ فِيْ صُوْرَتِهِ إِلَّا مَرَّتَيْنِ مَرَّةً عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَمَرَّةً فِيْ أَجْيَادٍ لَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ قَدْ سَدَّ الْأُفُقَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَرَوَى الشَّيْخَانِ مَعَ زِيَادَةٍ وَاخْتِلَافٍ وَفِيْ رِوَايَتِهِمَا قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَأَيْنَ قَوْلُهُ ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ

(۵۴۱۲) روایت ہے حضرت شعبی سے فرماتے ہیں حضرت ابن عباس کعب سے عرفہ میں ملے تو ان سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے تکبیر کہی جس سے پہاڑ گونج گئے ۱؎ تب حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم بنی ہاشم ہیں ۲؎ تب حضرت کعب نے فرمایا کہ اللہ نے اپنا دیدار اور اپنا کلام محمد مصطفٰی اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام سے دوبار کلام کیا ۳؎ اور محمد مصطفٰی نے رب کو دوبار دیکھا ۴؎ مسروق کہتے ہیں کہ پھر میں حضرت عائشہ کے پاس گیا میں نے عرض کیا حضور نے اپنے رب کو دیکھا ۵؎ آپ بولیں تم نے ایسی بات کہی جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے ۶؎ میں نے عرض کیا پھر میں نے یہ آیت پڑھی کہ حضور نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں ۷؎ آپ بولیں خیالات تمہیں کہاں لئے پھرتے ہیں وہ تو حضرت جبریل ہیں ۸؎ جو تمہیں خبر دے کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا یا جس کی تبلیغ کا حکم دیا گیا تھا اس میں سے کچھ چھپایا ۹؎ یا حضور ان پانچ باتوں کو جانتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے بارش تو اس نے بڑا بہتان باندھا ۱۰؎ لیکن آپ نے حضرت جبریل کو دیکھا ان کی اصلی صورت کبھی نہ دیکھی سواء دوبار کے ایک بار

https://archive.org/details/@madni_library

قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى قَالَتْ ذَاكَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَاْتِيْهِ فِيْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ وَاِنَّهٗ اَتَاهُ هٰذِهِ الْمَرَّةَ فِيْ صُوْرَتِهِ الَّتِيْ هِيَ صُوْرَتُهٗ فَسَدَّ الْاُفُقَ۔

سدرۃ المنتہٰی کے پاس اور دوسری بار محلہ اجیاد میں ان کے چھ سو پر تھے جن کے کنارہ نے آسمان بند کردیئے تھے۱۱؎ (ترمذی) اور مسلم بخاری نے کچھ زیادتی اور کچھ اختلاف کے ساتھ روایت کی۔ ان دونوں کی روایت میں ہے فرمایا میں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا تو رب کا یہ قول کہاں پھر قریب ہوا پھر دو کمانوں کی بلکہ اس سے بھی قریب تر آپ بولیں یہ جبریل علیہ السلام ہیں جو حضور کے پاس مرد کی صورت میں آئے تھے۱۲؎ اور اس دفعہ آپ کے پاس اپنی اصلی صورت میں آئے جو ان کی اپنی صورت ہے تو کنارہ آسمان بھر دیئے۔۱۳؎

(۵۴۱۲) ۱؎ یعنی نویں ذوالحجہ حج کے دن حضرت عبداللہ کی ملاقات جناب کعب احبار سے ہوئی۔ حضرت ابن عباس نے کعب سے رب تعالٰی کے دیدار کے متعلق پوچھا تو حضرت کعب نے اس سوال پر اتنی بلند آواز سے اللہ اکبر کہا کہ پہاڑ گونج گئے کعب نے یہ سوال ہی بڑا اہم سمجھا ۲؎ یعنی ہم اہل بیت نبوت ہیں۔ ہم کوئی غلط یا ناممکن بات نہیں پوچھتے۔ نیز امت پر ہمارا احترام ضروری ہے۔ اے کعب تم صرف تکبیر پر نہ ٹالو بلکہ جواب دو یا یہ کہ تم ہم سے جو چاہو پوچھو انشاء اللہ ہم جواب دیں گے۔ خیال رہے کہ حضرت کعب احبار تابعی ہیں پہلے یہود کے بڑے عالم تھے توریت شریف کے ماہر تھے۔ حضرت ابن عباس نے یہ سوال ان سے اس لئے کیا تاکہ بذریعہ توریت ان سے تائید کرائیں۔ ۳؎ موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار وادی ایمن میں رب سے کلام کیا۔ عطاء نبوت کے وقت اور دوسری بار کوہ طور پر۔ حضرت احبار نے یہ توریت شریف سے نقل کرکے بتایا (اشعہ) معلوم ہوا کہ حضور کے دیدار الٰہی کا ذکر توریت شریف میں بھی تھا۔ خیال رہے کہ مرتین سے شخصی بار مراد نہیں بلکہ نوعی بار مراد ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے طور پر رب سے بارہا کلام کیا مگر یہ کلام تھا ایک ہی نوعیت کا اور وادی ایمن میں عطاء نبوت کے وقت کلام کیا وہ دوسری نوعیت کا تھا۔ ۴؎ یعنی دنیا میں رب سے بلا واسطہ کلام کرنا موسیٰ علیہ السلام کی خصوصی صفت ہے ورنہ حضور نے معراج میں رب تعالٰی کا دیدار بھی بار بار کیا اس سے کلام بھی بار بار کیا۔ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى (۱۰:۵۳) اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (کنزالایمان) ۵؎ غالبًا حضرت مسروق وہاں موجود تھے جہاں حضرت ابن عباس اور کعب احبار کی مذکورہ گفتگو ہوئی جس میں یہ ثابت کیا گیا کہ حضور نے رب کو دیکھا آپ نے اس کی تصدیق حضرت عائشہ صدیقہ سے کرانی چاہی اس لئے یہ سوال کیا مسروق تابعی ہیں۔ امام شعبی کے استاذ ۶؎ یعنی تمہارے اس سوال سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے بھلا حضور رب کو کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ خیال رہے کہ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ جسمانی معراج کا انکار فرماتی ہیں پھر وہ دیدار الٰہی حضور کیلئے کیسے مان سکتی ہیں۔ یہ دیدار تو معراج کا ایک حصہ ہے۔ یہ دونوں انکار ان کے اجتہاد سے ہیں۔ انہیں دیدار اور معراج کی روایات نہیں پہنچیں یہ واقعات تو آپ کے حضور کی زوجیت میں آنے سے پہلے کے ہیں۔ اس لئے آپ نے کوئی حدیث اس پر پیش نہیں کی۔ صرف اپنا اجتہاد بیان فرمایا۔ ۷؎ یعنی میں نے سورہ والنجم کی وہ آیات پیش کیں جن میں یہ ہے: وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى (۱۳:۵۳) اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔ (کنزالایمان) صرف یہ آیت پیش نہ فرمائی صرف اس آیت سے ان کا منشا پورا نہ ہوتا کہ یہاں آیات رب دیکھنے کا ذکر ہے نہ کہ رب کو دیکھنے کا (مرقات) ۸؎ سورہ النجم کی یہ آیات ہی بتارہی ہیں کہ یہاں حضرت جبریل مراد نہیں۔ رب تعالٰی کا دیدار ہی مراد

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہوسکتا ہے۔ کہ آیت اولیٰ یہ ہے عَلَّمَهٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی (۵٫۵۳) انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے۔ (کنزالایمان) اس شدید القوی سے مراد اللہ تعالیٰ ہے کہ اس نے حضور کو قرآن سکھایا نہ کہ جبریل علیہ السلام نے۔ الرحمٰن علم القرآن آگے ہے فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی (۱۰٫۵۳) اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (کنزالایمان) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں نہ کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے جبکہ عبدہٗ کی ضمیر ربّ کی طرف ہے تو ساری ضمیریں اس کی طرف ہیں۔ ثم دنی فتدلّٰی سے۔ لے کر وَلَقَدۡ رَاٰہُ نَزۡلَۃً اُخۡرٰی (۱۳٫۵۳) اور انہوں نے تو وہ جلوہ دو بار دیکھا۔ (کنزالایمان) تک کی ساری ضمیریں شدید القوی کی طرف ہیں یعنی رب کی طرف اس آیت سے جسمانی معراج اور رب کا دیدار دونوں ہی ثابت ہیں۔ ام المومنین نے ادھر توجہ نہ فرمائی اس لئے، صحابہ نے آپ کی یہ تفسیر قبول نہ کی۔ ۹؎ یعنی حضور انور نے تبلیغی شرعی احکام میں سے کوئی حکم کسی سے نہ چھپایا سب پہنچادیئے اسی لئے مما امر بہ فرماتی ہیں رہے اموز واسرار وہ اغیار سے ضرور چھپائے متشابہات کی تفسیر نہ بتائی۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور انور سے ایک برتن علم کا وہ ملا ہے کہ اگر میں ظاہر کردوں تو میری گردن ماردی جائے ۱۰؎ یعنی حضور انور یہ پانچ چیزیں بغیر تعلیم الٰہی نہیں جانتے ہاں اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جانتے ہیں چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور سے پوچھا کہ ہم ازواج میں سے پہلے حضور سے کون ملے گا کس کی وفات پہلے ہوگی فرمایا لمبے ہاتھ والی یعنی حضرت زینب انہیں ام المومنین نے پوچھا یارسول اللہ کس کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہیں فرمایا عمر فاروق کی۔ حضور نے جنگ بدر سے پہلے خطوط کھینچ کر بتادیا کہ کل فلاں کافر یہاں مارا جائے گا فلاں کافر یہاں لہٰذا یہ حدیث ان احادیث کےخلاف نہیں اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔ ۱۱؎ اجیاد مکہ مکرمہ کا مشہور محلہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی جبریل امین کو دوبار ان کی اصلی شکل میں دیکھا اس پر تمام امت کا اتفاق ہے مگر گفتگو اس میں ہے کہ سورہ والنجم میں یہ ہی دیدار جبریل مراد ہے یا دیدار الٰہی۔ جمہور صحابہ اور عام مسلمانوں کا قول ہے کہ اس آیت میں دیدار الٰہی مراد ہے نہ کہ دیدار جبریل علیہ السلام ۱۲؎ حضرت جبریل دحیہ کلبی کی شکل میں آتے تھے۔ حضرت دحیہ کلبی بڑے ہی خوبصورت تھے۔ جناب جبریل انہیں کی شکل اختیار کرتے تھے۔ ۱۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ام المومنین حضور کے دیدار الٰہی کا انکار فرماتی ہیں کیونکہ آپ جسمانی معراج کی قائل نہیں۔ بعض صحابہ نے دل سے دیدار مانا ہے مگر عام صحابہ اور سارے بعد کے مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور انور نے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اسی طرح کہ دل ہوش میں رہا اور ایسا ٹکٹکی باندھ کر دیکھا کہ پلک بھی نہ مارا۔ مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَمَا طَغٰی (۱۷٫۵۳) آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔ (کنزالایمان) الحمد للہ! کہ فقیر بینوا بندہ گناہگار احمد یار نے دیدار کا مضمون آخر ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ میں لکھا اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اس گناہگار کو اپنے اور اپنے محبوب کے دیدار سے سرشار فرماوے کہ ہم فقیروں کی یہ معراج ہے۔ شعر:-

تیری معراج کہ تو لوح وقلم تک پہنچا
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

وَعَنِ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ فِیۡ قَوۡلِہٖ فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی وَفِیۡ قَوۡلِہٖ مَاکَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی وَفِیۡ قَوۡلِہٖ لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِ الۡکُبۡرٰی قَالَ فِیۡھَا کُلِّھَا رَاٰی جِبۡرَئِیۡلَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ لَهٗ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ . (مُتَّفَقٌ عَلَیۡہِ) وَفِیۡ رِوَایَةِ التِّرۡمِذِیِّ قَالَ مَا کَذَبَ

(۵۴۱۳) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے ربّ کے اس فرمان کے بارے میں تو ہوا دو کمانوں کے فاصلہ یا اور زیادہ قریب ۱؎ اور ربّ کے اس فرمان کے بارے میں کہ نہیں جھٹلایا دل نے جو دیکھا اور ربّ کے اس قول کے بارے میں کہ بے شک اپنے ربّ کی بڑی نشانیاں دیکھیں فرمایا ان سب میں حضور نے

https://archive.org/details/@madni_library

الْفُؤَادُ مَا رَاٰی قَالَ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرَئِيْلَ فِيْ حُلَّةٍ مِّنْ رَفْرَفٍ قَدْ مَلَاَ مَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلَهٗ وَلِلْبُخَارِيِّ فِيْ قَوْلِهٖ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى قَالَ رَاٰى رَفْرَفًا اَخْضَرَ سَدَّ اُفُقَ السَّمَآءِ وَسُئِلَ مَالِكُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ فَقِيْلَ قَوْمٌ يَقُوْلُوْنَ اِلٰى ثَوَابِهٖ فَقَالَ مَالِكٌ كَذَبُوْا فَاَيْنَ هُمْ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ قَالَ مَالِكٌ النَّاسُ يَنْظُرُوْنَ اِلَى اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِاَعْيُنِهِمْ وَقَالَ لَوْلَمْ يَرَ الْمُؤْمِنُوْنَ رَبَّهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَمْ يُعَيِّرِ اللّٰهُ الْكُفَّارَ بِالْحِجَابِ فَقَالَ كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ

(رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا جن کے چھ سو بازو تھے۲ (مسلم بخاری) اور ترمذی کی روایت میں ہے فرمایا دل نے نہ جھٹلایا جو دیکھا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو باریک ریشم کے جوڑے میں دیکھا کہ انہوں نے آسمان و زمین کو بھر دیا تھا۳ اور ترمذی و بخاری کی روایت میں ہے کہ رب کے اس فرمان کے متعلق بے شک ریشمی جوڑے میں دیکھا کہ انہوں نے آسمان و زمین کے درمیان کو بھر دیا تھا اور بخاری کی روایت میں اس آیت کے متعلق ہے کہ بے شک اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ فرمایا آپ نے باریک سبز ریشم دیکھا۔ جس نے آسمان کا کنارہ بھر دیا تھا۴ اور حضرت مالک ابن انس سے باری تعالٰی کے قول اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ کے متعلق پوچھا گیا کہا گیا کہ ایک قوم کہتی ہے کہ لوگ رب کے ثواب کو دیکھیں گے۵ امام مالک نے فرمایا جھوٹ کہا وہ اس فرمان باری سے جا رہے ہیں کہ خبردار وہ اس دن اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۔ امام مالک نے فرمایا۶ کہ قیامت کے دن لوگ اللہ تعالٰی کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ فرمایا اگر قیامت کے دن مومن اپنے رب کو نہ دیکھتے تو اللہ تعالٰی کفار کو حجاب سے عار نہ دلاتا۷ اس نے فرمایا کہ وہ اس دن اپنے رب سے حجاب میں ہوں گے۸ (شرح سنہ)

(۵۴۱۳) ۱؎ قاب قوسین کے متعلق صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ دو کمانیں مل کر دائرہ بن جاتا ہے جس کے بیچ میں مرکز ہوتا ہے۔ جب کسی سے معانقہ کیا جائے گلے لگایا جائے تو دونوں ہاتھوں کا دائرہ اس کی پیٹھ پر بناتے ہیں اور اسے گلے لگاتے ہیں مصافحہ میں قدرے دور کی ملاقات ہوتی ہے مگر معانقہ میں اتصال کی ملاقات۔ نور الٰہی رحمت الٰہی نے اس رات اپنے محبوب کو اپنی آغوش میں اس طرح لیا کہ رحمت خداوندی دائرہ تھی اور محبوب اس کا مرکز کہ ہر طرف رب کی رحمت اس کا نور بیچ میں حضور مصطفٰی کا ظہور صلی اللہ علیہ وسلم ۲؎ یعنی ان آیات میں ساری ضمیریں حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف ہیں وہ حضور کے قریب ہوئے انہیں حضور نے دیکھا وہ ہی دو کمانوں کے برابر ہوئے لیکن اس تفسیر میں مشکل یہ ہوگی کہ ان آیات میں ایک آیت ہے فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى (۵۳،۱۰) اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔ (کنز الایمان) عَبْدِهٖ کی ضمیر حضور کی طرف نہیں لوٹ سکتی کیونکہ حضور انور اللہ کے بندے ہیں نہ کہ جبریل علیہ السلام کے وہ آیت بتا رہی ہے کہ یہ ساری ضمیریں اللہ تعالٰی کی طرف ہیں جیسے عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى میں بیان فرمایا ہم ابھی کچھ پہلے اس کی تحقیق کر چکے ہیں نیز اس کی تحقیق ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں مطالعہ فرماؤ۔ ۳؎ تحقیق یہ ہے کہ رفرف جمع ہے اس کا واحد رفرفۃ دوسری جمع رفارف ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں بستر۔ رب فرماتا ہے: مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ (۵۵،۷۶) تکیہ لگائے ہوئے سبز

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

بچھونوں پر۔ (کنزالایمان) حضرت جبریل کے پر پھیلانے پر وسیع بستر محسوس ہوئے تھے اس سے رفرف کا لفظ فرمایا اب پرندے کے پر کہتے ہیں لباس کے جوڑے نرم کپڑے وغیرہ کو بھی رفرف کہتے ہیں یہاں رفرف بمعنی سبز ہے کیونکہ ساتھ ہی خضر فرمایا گیا ہے۔ ۴؎ خلاصہ کلام یہ ہے کہ دیدار الٰہی کے متعلق صحابہ کرام کے تین قول ہیں ایک یہ کہ معراج میں یا کبھی اور دیدار مطلقًا نہ ہوا۔ یہ قول حضرت عائشہ صدیقہ کا ہے دوسرا یہ کہ دل سے رب کو دیکھا نہ کہ آنکھوں سے یعنی بصیرت سے دیکھا بصارت سے نہیں۔ یہ قول حضرت ابن مسعود کی طرف منسوب ہے۔ تیسرا یہ کہ حضور انور نے اپنی آنکھوں سے رب کا دیدار کیا یہ آخری قول جمہور صحابہ کا ہے۔ حضرت ابن عباس سے یہ ہی مروی ہے وہ سورہ والنجم کی آیات کی تفسیر میں یہ ہی فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر پہلے اس دیدار کے منکر تھے بعد میں حضرت ابن عباس کے قول کی طرف رجوع فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ نے اس انکار کی کوئی دلیل نہیں دی صرف اپنے اجتہاد سے انکار فرمایا۔ حضرت ابن عباس کا یہ فرمان صرف اجتہاد سے نہیں فرماسکتے بلکہ کسی روایت کی بناء پر ہی کہہ سکتے ہیں۔ (اشعہ) ۵؎ معتزلہ خوارج دیدار الٰہی کے انکاری ہیں کہ جنت میں کسی کو رب کا دیدار نہیں ہوگا۔ ان کا ہی یہ قول ہے وہ ہی حضرت امام مالک کے سامنے پیش کیا گیا کہ وہ اس آیت کے یہ ہی معنی کرتے ہیں یہ تاویل نہیں تحریف ہے۔ ۶؎ یعنی اگر اس آیت میں دیدار الٰہی سے مراد اللہ کا ثواب دیکھنا ہے تو اس آیت کے کیا معنی کریں گے کہ کفار رب سے حجاب میں ہوں گے جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ مومنین حجاب میں نہ ہوں گے اس کا دیدار کریں گے۔ سبحان اللہ! کیسا پیارا جواب ہے۔ ۷؎ خلاصہ یہ ہے کہ جیسے جنتیوں کیلئے دیدار الٰہی ساری نعمتوں سے افضل و اعلیٰ نعمت ہے ایسے ہی دوزخیوں کیلئے دیدار سے محرومی سارے عذابوں سے بدتر عذاب ہوگا کہ محبوب کا فراق بھی بڑا عذاب ہے۔ ۸؎ یہاں اس سے مراد یا دوزخ میں کفار کے داخلہ کے بعد کا دن ہے اس دن کی انتہا کبھی نہیں تب تو آیت بالکل ظاہر ہے اور اگر قیامت کا دن مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ رب کی نظر کرم سے حجاب میں ہوں گے ورنہ قہر کا دیدار تو قیامت کے دن کفار کو بھی ہوگا۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَهْلُ الْجَنَّةِ فِيْ نَعِيْمِهِمْ اِذْ سَطَعَ لَهُمْ نُوْرٌ فَرَفَعُوْا رُءُوْسَهُمْ فَاِذَا الرَّبُّ قَدْ اَشْرَفَ عَلَيْهِمْ مِنْ فَوْقِهِمْ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ قَالَ وَذٰلِكَ قَوْلُهُ تَعَالٰى سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ قَالَ فَيَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَيَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ فَلَا يَلْتَفِتُوْنَ اِلٰى شَيْءٍ مِّنَ النَّعِيْمِ مَادَامُوْا يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ حَتّٰى يَحْتَجِبَ عَنْهُمْ وَيَبْقٰى نُوْرُهٗ ۔

(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۵۴۱۴) روایت ہے حضرت جابر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ جب کہ جنتی لوگ اپنی نعمتوں میں ہوں گے کہ اچانک ان کے سامنے ایک نور چمکے گا ۱؎ اپنے سر اٹھائیں گے تو اچانک اللہ تعالٰی ان پر ان کے اوپر سے متوجہ ہوگا ۲؎ فرمائے گا تم پر سلامتی ہو اے جنت والو ۳؎ فرمایا یہ ہی وہ رب کا فرمان ہے۔ سلام کا کلام ہوگا۔ مہربان رب کی طرف سے فرمایا پھر ان کی طرف نظر فرمائے گا وہ رب کو دیکھیں گے تو جب تک رب کو دیکھتے رہیں گے کسی نعمت کی طرف التفات نہ کریں گے ۴؎ یہاں تک کہ ان سے حجاب فرمائے گا اور اس کا نور باقی رہے گا ۵؎ (ابن ماجہ)

(۵۴۱۴) ۱؎ یعنی جنتی لوگ پھل فروٹ کھانے اپنے بچوں میں شغل خدام سے خدمت لینے اور دیگر نعمتوں میں مشغول ہوں گے کہ ایک نئے قسم کا نور اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے ۲؎ یہ نور اس کی تجلی کی جھلک ہوگی۔ خیال رہے کہ اللہ سمت سے یعنی اوپر نیچے ہونے سے پاک ہے اس کا اوپر تجلی فرمانا [illegible] تجلی فرمانا [illegible] کلام فرمانا کہ طور اور درخت

https://archive.org/details/@madni_library

تجلی گاہ الٰہی تھے۔ نہ کہ اس کا مکان۔ ۳؎ یہ کلام یا تو رب تعالٰی کی طرف سے خوشخبری ہے کہ تم ہمیشہ ہر آفت سے سلامت ہو یا اظہار کرم ہے غرضکہ دعا نہیں کہ اللہ تعالٰی دعا مانگنے سے پاک ہے۔ اس کے معنی ہیں تم پر سلامتی ہے یا تم پر سلامتی ہو عرب میں یہ دعائیہ کلمہ اظہار محبت کیلئے ہوتا ہے۔ ۴؎ مرقات نے فرمایا کہ یہ وہ معمولی درجے کے جنتی ہوں گے جو نعمتوں میں مشغول ہو کر اس طرف سے غافل ہو گئے تھے۔ مست الست والے ہر وقت ادھر ہی متوجہ رہیں گے ۵؎ جیسے کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد اس کا نور بہت دیر تک رہتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ ان کے جسم اور روح و دل پر اس نور کی تجلی رہے گی۔

بَابُ صِفَةِ النَّارِ وَاَهْلِهَا — آ گ اور آ گ والوں کا بیان

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ — پہلی فصل

نار اور نور دونوں کا مادہ ایک ہے نار کی جمع نیران ہے اور نور کی جمع نیار اور اینار ہے نار کے معنی ہیں آ گ نور کے معنی ہیں روشنی شریعت میں جہاں نار آتا ہے اس سے مراد دوزخ کی آ گ ہوتی ہے اہل نار سے مراد کفار ہوتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ گناہگار مسلمان اگرچہ کچھ دن دوزخ میں رہیں گے مگر وہ اہل نار نہیں کہے جاتے اہل خانہ وہ ہوتے ہیں جو گھر میں ہمیشہ رہیں۔ چند روزہ مہمان اہل خانہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی اہل نار وہ ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُكُمْ جُزْءٌ مِّنْ سَبْعِیْنَ جُزْءًا مِّنْ نَّارِ جَهَنَّمَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللهِ اِنْ كَانَتْ لَكَافِیَةً قَالَ فُضِّلَتْ عَلَیْهِنَّ بِتِسْعَةٍ وَّسِتِّیْنَ جُزْءًا كُلُّهُنَّ مِثْلُ حَرِّهَا .(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِیِّ وَفِیْ رِوَایَةِ مُسْلِمٍ نَارُكُمُ الَّتِیْ یُوْقِدُ ابْنُ اٰدَمَ وَفِیْهَا عَلَیْهَا وَكُلُّهَا بَدَلَ عَلَیْهِنَّ وَكُلُّهُنَّ .

(۵۴۱۵) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری آ گ دوزخ کی آ گ کا سترواں جزو ہے ۱؎ عرض کیا گیا یارسول اللہ یہ ہی آ گ کافی تھی ۲؎ فرمایا وہ آ گ ان آ گوں سے انہتر درجہ زیادہ تیز رکھی گئی ہے ہر درجہ اس آ گ کی مثل ہے ۳؎ (مسلم بخاری) اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں اور مسلم کی روایت میں ہے تمہاری وہ آ گ ہے جو انسان جلاتا ہے اور اس روایت میں علیہن اور کلہن کی عوض علیہا اور کلہا ہے ۴؎

(۵۴۱۵) ۱؎ یعنی دوزخ کی آ گ کی تیزی دنیا کی آ گ سے ستر گنا ہے جیسے دنیا کی آ گیں مختلف قسم کی گرم ہوتی ہیں۔ گھاس پھوس کی آ گ ہلکی ہوتی ہے لیکر وغیرہ کی لکڑی کی آ گ تیز ہوتی ہے۔ ویلڈنگ کی آ گ بہت ہی سخت تیز ہوتی ہے جو لوہے تانبہ کو بھی گلا دیتی ہے یوں ہی وہ آ گ یہاں کی اعلٰی سے اعلٰی آ گ سے ستر گنا زیادہ ہوگی۔ ۲؎ یعنی یہ یہی دنیا کی آ گ لوگوں کو جلا دینے کیلئے کافی تھی یہ ہی آ گ جلا کر راکھ کر ڈالتی ہے۔ جواب کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کی آ گ صرف ضرورت پوری کرنے کیلئے ہے مگر وہ آ گ سزا دینے کیلئے اتنی سخت تیز رکھی گئی۔ ۴؎ ان دونوں روایتوں میں فرق صرف ضمیروں کا ہے کہ اس روایت میں تمام ضمیریں واحد مونث کی ہیں اور اس روایت میں جمع مونث کی باقی مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں فرمایا کہ دوزخ کی آ گ سے کوئی نسبت نہیں حضور انور کا یہ فرمان عالی سمجھانے کیلئے ہے کہ دنیا میں سخت تر چیز آ گ ہی ہے۔

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ

(۵۴۱۶) روایت ہے ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لَهَا سَبْعُوْنَ اَلْفَ زِمَامٍ مَعَ كُلِّ زِمَامٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَجُرُّوْنَهَا .(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس دن دوزخ لائی جائے گی جس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اسے کھینچیں گے۲ (مسلم)

(۵۴۱۶)۱اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ پیدا ہو چکی ہے نیز وہ اس وقت اس جگہ نہیں جہاں قیامت کے بعد ہوگی یعنی محشر اور جنت کے درمیان راستہ میں ابھی یہ کسی اور جگہ ہے اس دن ملائکہ اسے کھینچ کر وہاں پہنچائیں گے جہاں اس نے رہنا ہے اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے وجاىء یومئذ بجهنم (۸۹:۲۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ کی سیر فرمائی اس جگہ جہاں وہ تھی۔ آج اتنا بڑا سورج کس قدر تیزی سے حرکت کر رہا ہے یوں ہی دوزخ اپنی جگہ سے ہٹا کر لائی جائے گی۔ ۲یہ فرمان عالی بالکل ظاہر پر ہے۔ کسی تاویل کی ضرورت نہیں وہ لگامیں کتنی بڑی ہوں گی کتنی مضبوط ہوں گی۔ یہ رب تعالی ہی جانتا ہے اور ہر لگام پر کتنے کتنے فرشتے مقرر ہوں گے یہ بھی اللہ رسول ہی جانتے ہیں۔ جنت اسی جگہ رہے گی جہاں پہلے سے تھی۔

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا مَنْ لَهُ نَعْلَانِ وَشِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهُ كَمَا يَغْلِي الْمِرْجَلُ مَا يَرٰى اَنَّ اَحَدًا اَشَدُّ مِنْهُ عَذَابًا وَاِنَّهُ لَاَهْوَنُهُمْ عَذَابًا . (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۱۷) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا وہ ہوگا جس کیلئے آگ کا جوتا اور دو تسمے ہوں گے جس سے اس کا دماغ کھولتا ہے جیسے ہانڈی کھولتی ہے۱وہ نہ سمجھے گا کہ کوئی اس سے سخت تر عذاب والا ہے حالانکہ وہ ان سب میں ہلکے عذاب والا ہوگا۲ (مسلم بخاری)

(۵۴۱۷)۱یعنی دوزخ کے مختلف طبقے ہیں۔ ہر طبقہ کا عذاب مختلف ہے اونچے طبقہ کا عذاب نیچے سے ہلکا ہوگا اونچے طبقے کے دوزخیوں میں بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کا ذکر یہاں ہے۔ خیال رہے کہ اگر کالا دانہ پاؤں کی انگلی میں نکل آئے تو اس سے سر چکراتا ہے۔ مریض کہتا ہے میری کھوپڑی پھٹی جا رہی ہے۔ اس کا نمونہ دنیا میں ہی قائم ہے۔ لہٰذا اس حدیث پر اعتراض نہ کرو کہ سر کا پاؤں سے کیا تعلق ہے۔ آگ کی جوتی یا تو انگاروں سے بنی ہوئی جوتی ہوگی یا آگ سے تپائی ہوئی جوتی۔ پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں یعنی اس کے صرف پاؤں میں آگ ہوگی باقی جسم میں نہیں ۲یعنی یہ دوزخی سمجھے گا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب مجھ پر ہی ہے۔ مگر واقعہ یہ ہوگا کہ سب سے ہلکا عذاب اسے ہوگا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَهْوَنُ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا اَبُوْ طَالِبٍ وَّهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِيْ مِنْهُمَا دِمَاغُهُ . (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۴۱۸) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے ابوطالب ہوں گے وہ دو جوتے پہنے ہوں گے جن سے ان کا دماغ کھولتا ہوگا۱ (بخاری)

(۵۴۱۸)۱کیونکہ ابوطالب اگرچہ شرعاً مسلمان نہ بنے مگر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ہی خدمت کی حتی کہ حضور انور نے اپنی یتیمی کا زمانہ عبدالمطلب کے بعد انہیں کے پاس گزارا۔ رب نے فرمایا: اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى (۹۳:۶) کیا اس نے

https://archive.org/details/@madni_library

تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔ (کنزالایمان) اس کے نتیجہ میں ان کا عذاب ہلکا ہوگا۔معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت وہ عمل ہے جو کافروں کے بھی کام آجاتا ہے۔مگر بغیر شرعی ایمان لائے جنت کا داخلہ میسر نہ ہوگا۔لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (۲۵،۲۳) اور جو کچھ انہوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔(کنزالایمان) ہم نے کفار کے نیک اعمال کو بکھرے ہوئے ریزوں کی طرح برباد کردیا کہ وہاں بخشش کی نفی ہے اور یہاں عذاب ہلکا ہونے کا ذکر ہے۔ابولہب کو دوشنبہ کے دن عذاب ہلکا کردیا جاتا ہے اور اسے کلمہ کی انگلی چوسنے پر پانی ملتا ہے۔دیکھو بخاری شریف۔کیونکہ اس نے حضور کی ولادت شریفہ کی خوشی منائی تھی۔ جب خدمتگار اور خوشی منانے والے کفار پر یہ کرم ہے تو جو مسلمان آج حضور کے دین کی خدمت کریں ان پر کرم کیوں نہ ہوگا۔شعر:-

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

یہ حدیث احمد نے بھی روایت کی (مرقات) خیال رہے کہ ابوطالب کے ایمان کے متعلق علماء اہل سنت میں اختلاف ہے علامہ احمد دحلان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے اسنی المطالب فی ایمان ابی طالب وہاں ان کا ایمان ثابت فرمایا ہے۔صاحب تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ وہ شرعاً مومن نہ تھے کہ انہوں نے صراحۃً کلمہ نہ پڑھا مگر عنداللہ مومن تھے۔ان بزرگوں کے نزدیک ابوطالب کو یہ عذاب عارضی ہوگا جیسے بعض گنہگار مسلمانوں کو اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس لپ کے ذریعہ دوزخ سے نکالے جائیں گے جو شفاعتیں ختم ہوجانے پر رب تعالیٰ دوزخیوں سے بھرا ہوا اپنا ایک لپ جنت میں ڈالے گا۔عام علماء فرماتے ہیں کہ ان کا ایمان ثابت نہیں۔خیال رہے کہ کوئی شخص ان پر زبان طعن دراز نہ کرے۔وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے ہی خدمت گزار ہیں۔حضور کو اپنے ساتھ لے کر سونے والے حضور کی خاطر کفار مکہ کے ہاتھوں بہت ہی دکھ درد سہنے والے۔ممکن ہے ان پر طعن کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ ہو ہم اپنی فکر کریں کہ ہمارا انجام کیا ہوگا۔

وَعَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِاَنْعَمِ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُصْبَغُ فِى النَّارِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ خَيْرًا قَطُّ هَلْ مَرَّبِكَ نَعِيْمٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ وَيُؤْتٰى بِاَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِى الدُّنْيَا مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِى الْجَنَّةِ فَيُقَالُ لَهٗ يَا ابْنَ اٰدَمَ هَلْ رَاَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ وَهَلْ مَرَّبِكَ شِدَّةٌ قَطُّ فَيَقُوْلُ لَا وَاللّٰهِ يَارَبِّ مَامَرَّبِىْ بُؤْسٌ قَطُّ وَلَا رَاَيْتُ شِدَّةً قَطُّ۔(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۴۱۹) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن عیش والے دنیا دار دوزخی کو لایا جائے گا۔اسے آگ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا۱؎ پھر کہا جائے گا اے انسان تو نے کبھی کوئی بھلائی دیکھی تھی کیا تجھ پر کبھی کوئی نعمت آئی تھی وہ کہے گا یا رب کبھی نہیں۲؎ اور دنیا میں سخت مصیبت زدہ جنتی کو لایا جائے گا اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا۳؎ پھر اس سے کہا جائے گا اے انسان تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی تھی تجھ پر کبھی کوئی سختی آئی تھی وہ کہے گا یارب واللہ کبھی نہیں۔۴؎ نہ مجھ پر کبھی تکلیف آئی نہ میں نے کبھی کوئی سختی دیکھی۔(مسلم)

(۵۴۱۹)۱؎ یہ واقعہ بعد قیامت ہوگا نہ کہ قبر میں کیونکہ دوزخ میں داخلہ اس وقت ہے قبر میں تو صرف دوزخ یا جنت کی کھڑکی کھل جاتی ہے۔۲؎ پتا لگا کہ دنیا بھر کے عیش و آرام وہاں کے منٹ بھر کے ایک غوطہ پر بھول جائیں گے وہ تو بڑی سخت جگہ ہے۔دنیا میں کوئی خاص

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

مصیبت پڑے تو سارے عیش فراموش ہوجاتے ہیں۔ ۳؎ یا تو حوض کوثر میں یا وہاں کی ہوا اور دوسری نعمتوں میں غوطہ دیئے جانے سے مراد ہے اور وہاں کی ہوا کا جھونکا دینا وہاں داخل فرما کر اس کی تجلی دکھانا۔ ۴؎ معلوم ہوا کہ وہاں کے عیش کی ایک جھلک وہاں کی ہوا کا ایک جھونکا عمر بھر کے دنیاوی غموں تکلیفوں کو بھلادے گا انسان کو چاہئے کہ اس طرف دل لگائے۔ خیال رہے کہ یہ عرض معروض جھوٹ نہ ہوگی بلکہ واقعی وہ شخص ان مصیبتوں کو بھول ہی جائے گا اس بناء پر یہ کہے گا۔ ۵؎ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میں نے دنیا میں جو مصیبتیں دیکھیں وہ درحقیقت مصیبتیں ہی نہ تھیں کیونکہ ان کا انجام یہ نعمتیں تھیں یا یہ مطلب ہے کہ وہ ان مصیبتوں کو بھول ہی گیا ان نعمتوں کی خوشی میں۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ لِاَهْوَنِ اَهْلِ النَّارِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَوْ اَنَّ لَكَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَيْءٍ اَكُنْتَ تَفْتَدِيْ بِهٖ فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْلُ اَرَدْتُّ مِنْكَ اَهْوَنَ مِنْ هٰذَا وَاَنْتَ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ اَنْ لَّا تُشْرِكَ بِيْ شَيْئًا فَاَبَيْتَ اِلَّا اَنْ تُشْرِكَ بِيْ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۲۰) روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں اللہ تعالٰی قیامت کے دن ہلکے عذاب والے دوزخی سے کہے گا ۱؎ اگر تیرے پاس ساری زمین کی چیزیں ہوتیں تو تو اس آگ سے بچنے کیلئے دے دیتا تو بندہ کہے گا ہاں! پھر اللہ تعالٰی فرمائے گا میں نے تجھ سے اس سے آسان چیز طلب کی تھی جبکہ تو آدم (علیہ السلام) کی پیٹھ میں تھا ۲؎ کہ تو کسی چیز کو میرا شریک نہ مان تو میرے شریک ٹھہرانے کے سوا سے انکاری ہوگیا ۳؎ (مسلم بخاری)

(۵۴۲۰) ۱؎ دنیا میں جب انسان بیماریوں' مصیبتوں کو پیسہ کے ذریعہ دفع کرتا تھا جان پر مال قربان کرتا تھا کہ گرفتاری کو مالداری کے ذریعہ مال دے کر دفع کرتا تھا اسی قاعدے سے ربّ تعالٰی پوچھے گا کہ اگر تیرے پاس روئے زمین کی دولت ہوتی اور تو وہ سب کچھ دے کر اس سے بچ سکتا تو کیا تو دے دیتا۔ وہ بندہ فوراً کہے گا یارب میں ایسا ضرور کرتا۔ یہ تو بہت سستا سودا تھا کہ وہ مال دے کر میں اپنی جان عذاب سے بچالیتا۔

حکایت: ہارون رشید بادشاہ نے پینے کیلئے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا۔ ایک عالم مصاحب نے پوچھا اے سلطان اگر تو جنگل میں پیاس سے مر رہا ہو پانی موجود نہ ہو تو یہ پیالہ کتنی قیمت میں خرید سکتا ہے۔ جان بچانے کیلئے۔ جواب دیا کہ آدھی سلطنت سے۔ اس نے پوچھا اگر تو یہ پانی خرید کر پی لے تیرے پیٹ میں پہنچ کر یہ پانی رک جائے پیشاب نہ آئے تکلیف سے تیری جان نکلتی ہو تو تو ڈاکٹر کو کتنی فیس دے کر پیشاب نکلوا سکتا ہے۔ سلطان نے کہا بقیہ آدھی سلطنت' عالم مصاحب نے کہا کہ غور کرلے تیری ساری بادشاہت ایک پیالہ پانی پیٹ میں جانے وہاں سے نکلنے پر قربان ہے۔ اب تو جتنا چاہے اس سلطنت پر ناز کر۔ ۲؎ یعنی میثاق کے دن ہم نے تجھ سے اپنی وحدانیت کا اقرار کرایا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ پھر دنیا میں تجھے یہ میثاق یاد دلانے اور اپنے احکام پہنچانے کیلئے تیرے پاس نبی بھیجے تجھے کفر وگناہ سے بچنے کا حکم دیا یہاں ارادے سے مراد حکم اور مطالبہ ہے نہ کہ ارادہ الٰہیہ کیونکہ اللہ کے ارادہ کے خلاف ہو جانا بالکل ناممکن ہے۔ فرماتا ہے: لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا (۳۱:۱۳) اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کردیتا۔ (کنزالایمان) اور فرماتا ہے: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ (۲۵۳:۲) اور فرماتا ہے: لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى (۳۵:۶) اور اللہ چاہتا تو ان کے بعد آنے والے آپس میں نہ لڑتے۔ (کنزالایمان) ہاں امر الٰہی کے خلاف لوگ دن رات حرکتیں کر رہے ہیں ارادہ اور امر الٰہی میں بڑا فرق ہے لہٰذا حدیث واضح ہے ارادہ بمعنی امر ہے۔ ۳؎ ان جیسی احادیث اور آیات میں شرک سے مراد کفر ہوتا ہے کہ کفر ہی دائمی دوزخی ہونے کا ذریعہ ہے۔

https://archive.org/details/@madni_library

شرک کفر کی ایک قسم ہے۔کسی کو اللہ تعالٰی کے برابر جاننا یا اللہ تعالٰی کو کسی کے برابر ماننا شرک ہے۔اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۲۶،۹۸) جب کہ تمہیں ربّ العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔(کنزالایمان) اور فرماتا ہے: ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ (۶،۱) اس پر کافر لوگ اپنے ربّ کے برابر ٹھہراتے ہیں۔(کنزالایمان) کفر کے معنی ہیں اسلام کے قطعی عقیدے کا انکار۔ہر کفر دوزخ میں ہمیشگی کا سبب ہے۔وہ ہی یہاں مراد ہے یعنی تو نے دنیا میں کفر ہی کیا۔

وَعَنْ سَمُرَةَ ابْنِ جُنْدَب اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰی کَعْبَیْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰی رُکْبَتَیْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰی رُکْبَتَیْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰی حُجْزَتِهٖ وَمِنْهُمْ مَنْ تَاْخُذُهُ النَّارُ اِلٰی تَرْقُوَتِهٖ ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۴۲۱) روایت ہے حضرت سمرہ ابن جندب سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض دوزخی وہ ہوں گے جنہیں ٹخنوں تک آگ پکڑے ہوگی اور بعض وہ ہوں گے جنہیں ان کے گھٹنوں تک آگ پکڑے ہوگی اور بعض وہ ہوں گے جنہیں ان کی کمر تک آگ پکڑے ہوگی اور بعض وہ ہوں گے جنہیں آگ ان کے گلے تک پکڑے ہوگی۔۱(مسلم)

(۵۴۲۱)۱؎ یعنی دوزخی لوگوں کو عذاب تو پورے جسم کو ہوگا مگر مختلف طریقوں کا ہوگا جیسا کافر ویسا اس کا عذاب۔دوزخ کی آگ کا تو ایک انگارا ہی سزا کیلئے کافی ہے۔جس کے گلے تک آگ ہو غور کرلو اس کا حال کیا ہوگا۔اللہ تعالٰی اس آگ سے بچائے۔یہ آگ کفار کو بھی پہنچے گی اور بعض گناہگار مومنوں کو کچھ دن کیلئے کافروں کو ہمیشہ کیلئے اور بھی کئی طرح فرق ہوگا۔ترقوت وہ ہڈی ہے کو گلے اور گردن کے درمیان ہے جسے ہندی میں ٹینٹوا کہتے ہیں۔فارسی میں چنبر(مرقات،اشعہ)۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ مَنْکِبِیِ الْکَافِرِ فِی النَّارِ مَسِیْرَةُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ لِلرَّاکِبِ الْمُسْرِعِ وَفِیْ رِوَایَةٍ ضِرْسُ الْکَافِرِ مِثْلُ اُحُدٍ وَّغِلَظُ جِلْدِهٖ مَسِیْرَةُ ثَلٰثٍ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَّذُکِرَ حَدِیْثُ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اشْتَکَتِ النَّارُ اِلٰی رَبِّهَا فِیْ بَابِ تَعْجِیْلِ الصَّلَوَاتِ)

(۵۴۲۲) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخ میں کافر کے دو کندھوں کے درمیان فاصلہ تیز سوار کی تین دن کی راہ کا ہوگا۱؎ اور ایک روایت میں ہے کہ کافر کی داڑھ احد پہاڑ کی طرح ہوگی۲؎ اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن کی راہ۳؎(مسلم) اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث کہ آگ نے اپنے رب سے شکایت کی تعجیل نماز کے بیان میں ذکر کردی گئی ہے۴؎

(۵۴۲۲)۱؎ یعنی دوزخ میں پہنچ کر کافر کا جسم بہت ہی بڑا ہوجائے گا۔بڑے جسم کو آگ بھی زیادہ گھیرے گی۔تکلیف بھی زیادہ دے گی وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ متکبر لوگ چیونٹیوں کی طرح ہوں گے۔وہاں محشر کے میدان کا ذکر ہے کہ وہ محشر میں چھوٹے ذلیل بے مقدار ہوں گے۔دوزخ میں پہنچ کر بڑے موٹے ہوجائیں گے۔لہذا حدیث میں تعارض نہیں نیز یہ جسم کی موٹائی کفار کیلئے ہوگی۔گناہگار مومنوں کیلئے نہیں(مرقات)۲؎ احد مدینہ منورہ کے مشہور پہاڑ کا نام ہے۔چونکہ وہ کسی پہاڑ سے ملا ہوا نہیں اس لئے احد کہلاتا ہے۔احد کے معنی ہیں اکیلا۔جب کافر کے منہ کی ایک داڑھ احد پہاڑ جیسی تو سوچ لو کہ اس کا منہ کیسا ہوگا۔پھر جسم کتنا بڑا ہوگا اس کی شکل بھی انسانوں کی سی نہ ہوگی۔کتوں گدھوں سوروں کی شکل میں ہوں گے۔۳؎ حدیث کے بالکل ظاہری معنی پر ہی ایمان لانا چاہیے بلاوجہ کسی قسم کی تاویل اینچ پینچ ہیر پھیر نہیں کرنا چاہیئے۔اللہ تعالٰی ہر چیز پر قادر ہے۔میں نے مچھلی کا ایک کانٹا موٹے شہتیر کے برابر دیکھا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہے۔ ۴؎ یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی۔ میں نے اس جگہ بیان کردی یہاں سے ہٹا کر کیونکہ اس باب سے زیادہ مناسب تھی۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ
دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُوْقِدَ عَلَی النَّارِ اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی احْمَرَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَیْهَا اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی ابْیَضَّتْ ثُمَّ اُوْقِدَ عَلَیْهَا اَلْفَ سَنَةٍ حَتّٰی اسْوَدَّتْ فَهِیَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۵۴۲۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا دوزخ کی آگ پر ایک ہزار سال تک دھونکا گیا۔ حتی کہ سرخ ہوگئی پھر اس پر ایک ہزار سال تک دھونکا گیا حتی کہ سفید ہوگئی ۱؎ پھر ایک ہزار سال تک دھونکا گیا حتی کہ سیاہ ہوگئی۔ چنانچہ وہ سیاہ تاریک ہے ۲؎ (ترمذی)

(۵۴۲۳) ۱؎ دھونکنے والے فرشتے تھے کہ ان کی دھونکنیاں جن سے دھونکا رب جانتا ہے کتنی بڑی اور کس چیز کی تھیں۔ آگ میں سرخی دھوئیں کی ملاوٹ سے ہوتی ہے۔ دھوئیں سے خالص آگ سفید ہوتی ہے۔ ویلڈنگ کی آگ کا رنگ دوسری آگوں سے مختلف ہوتا ہے۔ ۲؎ دنیا کی آگ میں گرمی بھی ہے روشنی بھی۔ مگر دوزخ کی آگ میں گرمی تو غضب کی ہے روشنی کوئی نہیں۔ اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اور اس کی آگ پیدا ہو چکی ہے۔ رب فرماتا ہے: اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ (۲،۲۴) تیار رکھی ہے کافروں کے لئے۔ (کنز الایمان) اہلسنت کا یہی مذہب ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ضِرْسُ الْكَافِرِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِثْلُ اُحُدٍ وَّفَخِذُهٗ مِثْلُ الْبَیْضَاءِ وَمَقْعَدُهٗ مِنَ النَّارِ مَسِیْرَةُ ثَلٰثٍ مِثْلُ الرَّبَذَةِ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۵۴۲۴) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن ۱؎ کافر کی داڑھ احد پہاڑ کی طرح ہوگی اور اس کی ران بیضاء پہاڑ کی طرح ۲؎ اور اس کی آگ کی نشست گاہ ربذہ کی طرح تین دن کی راہ ہوگی ۳؎ (ترمذی)

(۵۴۲۴) ۱؎ قیامت کے دن سے اس دن کا آخری حصہ مراد ہے۔ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ قیامت کے دن متکبرین چیونٹیوں کی طرح ہوں گے اور ہوسکتا ہے کہ متکبر غرور والے کافر چھوٹے ہوں دوسرے کافر بڑے جسم والے ہوں۔ بہرحال دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ ۲؎ بیضاء اس پہاڑ کا نام ہے جو مکہ معظمہ کے پاس تنعیم میں ہے جس کے دامن میں مسجد حضرت عائشہ واقع ہے جہاں سے عمرہ کرنے والے احرام باندھتے ہیں۔ یعنی دوزخی کی ران بیضاء پہاڑ کی طرح لمبی چوڑی ہوگی یہ فرمان عالی بالکل حق ہے واقعی ایسا ہوگا۔ ۳؎ ربذہ وہ ہی جگہ ہے جہاں حضرت ابوذر غفاری کا مزار مبارک ہے۔ یہ جگہ مکہ معظمہ سے قریب ہے مگر مدینہ منورہ سے دور ہے تین دن کی راہ پر ہے یعنی کافر اتنے بیچ میں بیٹھے گا اس کے چوتڑ اتنے بیچ میں سمائیں گے جیسے مدینہ منورہ سے مقام ربذہ ہے۔ تین دن کی مسافت۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ غِلَظَ جِلْدِ الْكَافِرِ اثْنَانِ وَاَرْبَعُوْنَ ذِرَاعًا وَاِنَّ ضِرْسَهٗ مِثْلُ اُحُدٍ وَّاِنَّ مَجْلِسَهٗ مِنْ جَهَنَّمَ مَا بَیْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۵۴۲۵) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کافر کی کھال کی موٹائی بیالیس گز ہوگی ۱؎ اور اس کی داڑھ احد پہاڑ کی طرح اور اس کی دوزخ کی بیٹھک ایسی ہوگی جیسے مکہ و مدینہ کے قریب کی مسافت ۲؎ (ترمذی)

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۴۲۵)یعنی کافر دوزخی کی کھال اولاً بیالیس گز موٹی ہوگی پھر اس میں اضافہ ہوتا رہے گا حتی کہ تین دن کی راہ کی مسافت برابر موٹی ہو جائے گی۔ یا بعض دوزخیوں کی کھال بیالیس گز موٹی اور بعض کی کھال اتنی موٹی لہٰذا یہ حدیث ابھی گزری ہوئی حدیث کے خلاف نہیں۔ جس میں ارشاد ہوا کہ اس کی کھال کی موٹائی تین دن کی مسافت ہوگی۔ ۲؎ یہ بیان تقریبی ہے لہٰذا ربذہ والی حدیث کے خلاف نہیں یا کہا جائے گا کہ بعض کفار کی نشست گاہ اتنی ہوگی جو وہاں مذکور ہوئی۔ مدینہ منورہ سے ربذہ تک کی زمین برابر اور بعض کی اتنی جو یہاں مذکور ہے۔ بہر حال حدیث پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْكَافِرَ لَيَسْحَبُ لِسَانَهُ الْفَرْسَخَ وَالْفَرْسَخَيْنِ يَتَوَطَّأُهُ النَّاسُ ۔ (اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ)

(۵۴۲۶) روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کافر اپنی زبان کو کوس دو کوس تک نکالے گا جسے لوگ روند دیں گے۔ ۱؎ (احمد، ترمذی) فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔

(۵۴۲۶)یعنی جب دوزخی ہانپے گا اور زبان نکالے گا کتے کی طرح تو دو تین میل باہر لٹک جائے گی اور لوگ اس پر چلیں پھریں گے۔ خدا کی پناہ ناس سے مراد دوزخی لوگ ہیں جو وہاں دوڑیں گے بھاگیں گے۔ اس دوڑ بھاگ میں اس کی زبان کو روندیں گے۔

وَعَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّعُوْدُ جَبَلٌ مِنْ نَارٍ يَتَصَعَّدُ فِيْهِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا وَيَهْوِىْ بِهٖ كَذٰلِكَ فِيْهِ اَبَدًا ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۴۲۷) روایت ہے حضرت ابوسعید سے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا صعود آگ کا پہاڑ ہے جس میں دوزخی ستر سال چڑھے گا اور وہاں سے گرے گا ہمیشہ ایسا ہی کرتا رہے گا۔ ۱؎ (ترمذی)

(۵۴۲۷)یعنی قرآن مجید میں جو سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ہے وہاں جو صعود ہے وہ اس پہاڑ کا نام ہے جو دوزخ میں ہوگا اور دوزخی اس پر چڑھتے گرتے رہیں گے اس کی بلندی خدا کی پناہ اتنے اونچے سے گرنا سخت عذاب ہوگا۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِىْ قَوْلِهٖ كَالْمُهْلِ اَىْ كَعَكَرِ الزَّيْتِ فَاِذَا قُرِّبَ اِلٰى وَجْهِهٖ سَقَطَتْ فَرْوَةُ وَجْهِهٖ فِيْهِ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۴۲۸) روایت ہے ان ہی سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا رب کے قول کالمھل کے متعلق ۱؎ یعنی تیل کے تلچھٹ کی طرح تو جب اس کے چہرے کے قریب کیا جائے گا تو اس کے چہرے کی کھال اس میں گر جائے گی۔

(۵۴۲۸)یعنی قرآن مجید میں جو ہے اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ۝ كَالْمُهْلِ يَغْلِىْ فِى الْبُطُوْنِ ۝۔ (۴۵تا۴۳:۴۴) تھوہر کا درخت ان مجرموں کی غذا ہے مھل کی طرح پیٹوں میں جوش مارے گا۔ حضور انور نے مھل کی تفسیر فرمائی۔ ۲؎ یعنی اس غذا کی رنگت ایسی ہوگی جیسے تیل کا تلچھٹ یعنی گاد گرم اس قدر جو یہاں مذکور ہے کہ منہ یا پیٹ میں پہنچنے کے بعد کیا بنے گا پینے سے پہلے منہ کے قریب پہنچنے پر ہی چہرہ بھون ڈالے گا غور کرو کہ پیٹ میں پہنچ کر کیسی آفت ڈھائے گا۔ ان سب تکالیف کے باوجود جان نہ نکلے گی کہ وہاں موت نہیں۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَمِيْمَ لَيُصَبُّ عَلٰى رُءُوْسِهِمْ فَيَنْفُذُ

(۵۴۲۹) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ گرم پانی دوزخیوں کے سر پر ڈالا جائے گا تو یہ گرم

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اَلْحَمِیْمُ حَتّٰی یَخْلُصَ اِلٰی جَوْفِهٖ فَیَسْلُتُ مَا فِیْ جَوْفِهٖ حَتّٰی یَمْرُقَ مِنْ قَدَمَیْهِ وَهُوَ الصَّهْرُ ثُمَّ یُعَادُ کَمَا کَانَ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

پانی اس میں سرایت کرجائے گا حتی کہ ان کے پیٹ تک پہنچ جائے گا۱ تو اس کے پیٹ کی چیزوں کو کاٹ ڈالے گا حتی کہ اس کے قدموں سے نکل جائے گا۲ صہر یہ ہی ہے۔۳ پھر جیسا تھا ویسا لوٹا دیا جائے گا۴ (ترمذی)

(۵۴۲۹)۱ماء حار کہتے ہیں گرم پانی کو اور حمیم کہتے ہیں کھولتے ہوئے پانی کو جو دیگچی میں ابلتا ہو یہ ہی پانی انہیں پینے کو دیا جائے گا اور اسی پانی سے انہیں غسل دیا جایا کرے گا۔ بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں جوف سے مراد ہے سر کا اندرونی حصہ مگر قوی یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں پیٹ اور ہوسکتا ہے کہ سر پر پانی پڑے پیٹ تک اس کا اثر پہنچے۔ دیکھا جاتا ہے کہ تلووں میں ٹھنڈی چیز ملو تو آنکھوں میں اثر پہنچتا ہے۔۲یعنی پیٹ کی آنتیں، پھیپھڑا، دل، جگر وغیرہ سب کچھ کاٹ ڈالے گا اور ان سب کے ٹکڑے پاخانہ کی راہ نکل جائیں مگر موت نہ آئے گی بلکہ ان سب کے نکلتے ہی دوبارہ پیٹ میں سب کچھ بن جائے گا دوبارہ کاٹنے کیلئے۔ سب ٹھیک کردیا جائے گا۔ جیسا کہ آگے ارشاد ہے۔۳یعنی قرآن مجید میں ارشاد ہے: یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ۝ یُصْهَرُ بِهٖ مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ (۲۲، ۲۰) ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس سے گل جائے گا جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں۔ (کنزالایمان) اس آیت میں یصھر ارشاد ہے اس سے یہ کٹ کر سب کچھ نکل جانا مراد ہے۔۴خود یہ نکلی ہوئی آنتیں وغیرہ واپس نہیں جائیں گی بلکہ پیٹ میں دوبارہ یہ سب چیزیں نئی بنادی جائیں گی۔ رب فرماتا ہے: بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا (۴، ۵۶) ہم ان کے سوا اور کھالیں انہیں بدل دیں گے۔ (کنزالایمان) دنیا میں جلی ہوئی کھال دوبارہ بن جاتی ہے بلکہ اب تو ڈاکٹر مریض کا دل نکال کر دوسرا دل ڈال دیتے ہیں اور آدمی زندہ رہتا ہے جیسا کہ ریڈیو اور اخباروں میں آرہا ہے لہذا ان باتوں کو بغیر چون وچرا مان لینا چاہیے۔

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَوْلِهٖ یُسْقٰی مِنْ مَّاءٍ صَدِیْدٍ یَّتَجَرَّعُهٗ قَالَ یُقَرَّبُ اِلٰی فِیْهِ فَیَکْرَهُهٗ فَاِذَا اُدْنِیَ مِنْهُ شَوٰی وَجْهَهٗ وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَاْسِهٖ فَاِذَا شَرِبَهٗ قَطَّعَ اَمْعَاءَهٗ حَتّٰی یَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهٖ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ وَیَقُوْلُ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَاءٍ کَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۵۴۳۰) روایت ہے حضرت ابوامامہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی رب کے اس قول کے متعلق کہ پلایا جائے گا پیپ کے پانی سے جسے بمشکل نگلے گا۱ فرمایا یہ اس کے منہ کے قریب کیا جائے گا۔ وہ اسے ناپسند کرے گا۲ جب اس سے قریب کیا جائے گا تو اس کا چہرہ بھون دے گا اور اس کے چہرے کی کھال گرجائے گی پھر جب اسے پئے گا تو اس کی آنتیں کاٹ دے گا۳ حتی کہ اس کی دبر سے نکل جائے گا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وہ گرم پانی پلائے جائیں گے وہ ان کی آنتیں کاٹ دے گا اور فرماتا ہے اگر پانی مانگے گا تو تلچھٹ جیسا پانی دیا جائے گا۔ جو چہرہ بھون دے گا یہ برا پانی ہے۔۴ (ترمذی)

(۵۴۳۰)۱عربی میں صدید کہتے ہیں کچے لہو کو یعنی پتلی پیپ۔ جس میں خون کی سرخی نمودار ہو یہ دوزخیوں کے پینے کا پانی ہوگا۔ خیال رہے کہ ان کو کبھی یہ کچ لہو پلایا جائے گا کبھی کھولتا پانی لہذا حمیم والی آیت بھی درست ہے۔ اور صدید والی آیت بھی صحیح ہے۔ ان میں تعارض نہیں۔۲کیونکہ اس میں بدبو سخت ہوگی شکل نہایت مکروہ مزہ نعوذ باللہ دیکھ کر کیا سن کر ہی دل گھبرائے گا مگر پینا پڑے گا سخت

https://archive.org/details/@madni_library

پیاس کی وجہ سے۔ ۳؎ یعنی اس بدبو بدمزہ ہونے ساتھ ساتھ سخت گرم بھی ہوگا جس کی گرمی کا یہ حال ہوگا کہ منہ کے قریب ہوتے ہی چہرہ کی کھال جلا کر گرا دے گا۔ ۴؎ وہ آیت پڑھو حدیث بغور دیکھو یہ اس آیت کی تفسیر اور تفصیل ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَسُرَادِقُ النَّارِ اَرْبَعَةُ جُدُرٍ کِثَفُ کُلِّ جِدَارٍ مَسِیْرَةُ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً (اَلتِّرْمِذِیُّ)

(۵۴۳۱) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا دوزخ کی دیواریں چار ہیں۔ ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال کی راہ ہے۔ (ترمذی)

(۵۴۳۱) ۱؎ سرادق سین کے فتحہ سے ہے پردہ کی دیوار اس کی جمع ہے سرادقات جیسے فارسی میں کہتے ہیں سراپردہ' جدر جمع ہے جدار کی بمعنی دیوار۔ قرآن کریم فرماتا ہے: اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (۲۹،۱۸) جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی۔ (کنزالایمان) مرقات نے فرمایا کہ سرادق اس دیوار کو کہتے ہیں جو اکیلی سارے گھر کو گھیرے ہو دوزخ کی یہ چار دیواریں آگے پیچھے ہیں ہر دیوار پورے دوزخ کو گھیرے ہوئے ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ دَلْوًا مِنْ غَسَّاقٍ یُهْرَاقُ فِی الدُّنْیَا لَاَنْتَنَ اَهْلَ الدُّنْیَا ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۵۴۳۲) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر غساق کا ۱؎ ایک ڈول دنیا میں گرا دیا جائے تو دنیا والے سخت بدبو میں مبتلا ہو جائیں ۲؎ (ترمذی)

(۵۴۳۲) ۱؎ غساق بھی دوزخیوں کو پلایا جانے والا پانی ہے یہ تمام دوزخیوں کی قے' خون' پیپ اور کچ لہو کا مجموعہ ہے جو نالیوں کے ذریعے نیچے گرتا ہوگا۔ اسے نیچے کے طبقے والے دوزخی پئیں گے۔ وہاں نیچے والے دوزخیوں کا عذاب بہت سخت ہوگا۔ خیال رہے کہ غساق وغیرہ کافر دوزخیوں کو پلایا جائے گا۔ اللہ تعالٰی مسلمان گنہگاروں کو جو کچھ عرصہ کیلئے دوزخ میں رکھے جائیں گے ان پانیوں سے محفوظ رکھے کیونکہ مسلمان کے منہ میں اللہ رسول کا نام پڑھا جاتا ہے۔ رب نے انسانیت کا اتنا احترام فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچہ کی غذا حیض کا خون ہوتا ہے مگر وہ منہ کے راہ پیٹ میں نہیں جاتا بلکہ بچہ کے ناف میں سوراخ دار ناڑو ہوتا ہے اسی ذریعہ سے پہنچتا ہے کیونکہ منہ اللہ رسول کے نام کی جگہ ہے مگر جب کفار نے خود ہی انسانیت کھودی تو انہیں یہ سزا دی گئی۔ رب فرماتا ہے: اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا جَزَآءً وِّفَاقًا (۷۸: ۲۵،۲۶) مگر کھولتا پانی اور دوزخیوں کا چلتا پیپ جیسے کو تیسا بدلہ۔ (کنزالایمان) ہم کو چاہئے کہ اپنا منہ جھوٹ غیبت وغیرہ سے محفوظ رکھیں کہ یہ منہ یار کے نام کی جگہ ہے۔ گندے گھر میں سلطان کو نہیں بٹھایا جاتا۔ رب تعالٰی ہمارے منہ دل دماغ کو گناہوں سے بچائے۔ ۲؎ یہاں ڈول سے مراد تھوڑا سا غساق ہے سمجھانے کیلئے ڈول ارشاد فرمایا ہے دنیا سے مراد زمین ہے یعنی غساق کی بدبو کا یہ حال ہے کہ اس کا ایک ڈول ساری روئے زمین کو بدبو سے سڑا دے۔ اس کی بدمزگی اس کی شکل کا کیا پوچھنا اس کا ایک قطرہ روئے زمین کی چیزیں کڑوی کردے۔ متن مقابل ہے نوح کا۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَاَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ قَطْرَةً مِّنَ الزَّقُّوْمِ قَطَرَتْ فِی الدُّنْیَا

(۵۴۳۳) روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی کہ اللہ سے ڈرو اس کے ڈرنے جیسا حق ۱؎ اور نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو ۲؎ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر زقوم کا ایک قطرہ زمین پر ٹپکا دیا

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

لَاَفْسَدَتْ عَلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ مَعَائِشَھُمْ فَکَیْفَ بِمَنْ یَکُوْنُ طَعَامَهٗ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ)

جائے تو دنیا والوں پر ان کی روزیاں خراب کردے۳ تو اس کا کیا حال ہوگا جس کا کھانا ہی زقوم ہو۴ (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے صحیح بھی۔

(۵۴۳۳) ۱؎ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی سے بچا جائے شکر کیا جائے ناشکری سے دور رہا جائے اسے یاد کیا جائے بھولا نہ جائے (حاکم، مرقات) اللہ اس قال کو حال بنادے ۲؎ اس طرح کہ اسلام و ایمان پر مرتے دم تک قائم رہو۔ مسلم جیو، مسلم مرو۔ شعر:

پانی بھریں پنھاریاں رنگ برنگ گھڑے بھریا اس کا جانئے جس کا توڑ چڑھے

۳؎ زقوم تھوہر کو کہتے ہیں وہاں دوزخیوں کی یہ غذا ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر زقوم (ناگ پھنی) نچوڑی جائے تو اس کی ایک بوند زمین پر ٹپکادی جائے لہذا اس فرمان عالی پر یہ اعتراض نہیں کہ زقوم کسی پانی کا نام نہیں پھر اس کا قطرہ کیسا اور ٹپکانا کیا۔ سیب پھل ہے مگر اس میں عرق تو ہے جو نچوڑنے سے ٹپکتا ہے۔ ۴؎ یعنی ایک قطرے کی کڑواہٹ، بدبو، گرمی کی وجہ سے روئے زمین کے سارے دانے پھل کردے بدبودار گرم ہوجائیں زقوم بھی کفار کو کھلایا جائے گا رب فرماتا ہے: اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ○ طَعَامُ الْاَثِیْمِ (۴۴، ۴۳) بے شک تھوہر کا پیڑ گنا ہگاروں کی خوراک ہے۔ (کنزالایمان) خیال رہے کہ زقوم بنا ہے زقم سے بمعنی سخت بدمزگی (مرقات) یہ غذا بھی ان پر سخت عذاب ہوگی مگر کھائیں گے کہ بھوک ان پر مسلط کردی جائے گی۔

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُمْ فِیْهَا کَالِحُوْنَ قَالَ تَشْوِیْهِ النَّارُ فَتَقَلَّصُ شَفَتُهُ الْعُلْیَا حَتّٰی تَبْلُغَ رَاْسَهٗ وَیَسْتَرْخِیْ شَفَتُهُ السُّفْلٰی حَتّٰی تَضْرِبَ سُرَّتَهٗ ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۵۴۳۴) روایت ہے حضرت ابوسعید سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا وہ دوزخ میں منہ سکوڑے ہوں گے ۱؎ فرمایا اسے آگ بھون دے گی تو اس کا اوپری ہونٹ سکڑ جائے گا حتی کہ اس کے سر تک پہنچ جائے گا اور اس کا نیچا ہونٹ لٹک جائے گا حتی کہ اس کی ناف پر پڑ جائے گا ۲؎ (ترمذی)

(۵۴۳۴) ۱؎ دوزخیوں کے منہ آگ میں جھلس کر سکڑ جائیں گے۔ جس سے ان کی شکلیں بگڑ جائیں گی کہ انہیں دیکھ کر ڈر لگے گا بھوت بنے ہوں گے۔ ۲؎ غور کرو کہ اگر اوپر کا ہونٹ سر سے لگ جائے نیچے کا ہونٹ لٹک جائے جس سے سارے دانت کھل جائیں تو شکل کیسی ڈراونی ہوگی۔ ہونٹ تو منہ کی زینت ہیں جن سے منہ حسین معلوم ہوتا ہے جب یہ ہی بگاڑ دیئے گئے تو آدمی بھوت چڑیل سے بدتر معلوم ہوگا۔

وَعَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ابْکُوْا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِیْعُوْا فَتَبَاکُوْا فَاِنَّ اَهْلَ النَّارِ یَبْکُوْنَ حَتّٰی تَسِیْلَ دُمُوْعُهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ کَاَنَّهَا جَدَاوِلُ حَتّٰی تَنْقَطِعَ الدُّمُوْعُ فَتَسِیْلُ الدِّمَآءُ فَتَقْرَحُ الْعُیُوْنُ فَلَوْ اَنَّ سُفُنًا اُزْجِیَتْ فِیْهَا لَجَرَتْ ۔ (رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ)

(۵۴۳۵) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا اے لوگو روؤ اگر رونہ سکو تو بہ تکلف روؤ ۱؎ کیونکہ دوزخی لوگ روئیں گے حتی کہ ان کے آنسو ان کے چہروں پر ایسے بہیں گے گویا وہ نالیاں ہیں ۲؎ حتی کہ آنسو ختم ہوجائیں گے آنکھوں کو زخمی کردیں گے ۳؎ اگر کشتیاں اس میں بہائی جائیں تو بہ جائیں ۴؎ (شرح سنہ)

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۴۳۵)۱؎ یعنی جیتے جی اپنے گناہوں کے ڈر کے خوف، اس کی رحمت کے شوق، اس کے حبیب کے عشق میں جتنا ہو سکے رو لو ایسے رونے کا انجام ان شاء اللہ خوشی و شادمانی ہے۔مولانا فرماتے ہیں۔شعر:-

از پس ہر گریہ آخر خندہ ایست　　مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

خوف، شوق کا رونا بڑا ہی لذیذ ہے انہیں آنسوؤں سے چمن ایمان کی آبیاری ہوتی ہے۔شعر:-

باش چوں دولاب دائم چشم تر　　تا درون صحن تو روید خضر

۲؎ کفار دنیا میں بے غم تھے وہاں غمگین ہوں گے یہاں خوش تھے وہاں مغموم رہیں گے یہاں ہنستے بہت تھے وہاں روئیں گے جس سے ان کے رخساروں پر نالیاں بن جائیں گی۔۳؎ پھر ان آنکھوں سے دو قسم کے خون جاری ہوں گے آنسو کی جگہ اور زخم چشم سے پھر اس رونے سے جو تکلیف ہوگی وہ بیان سے باہر ہے۔۴؎ ازجیت بنا ہے ازجاء سے بمعنی چھوڑنا، بہانا (مرقات، اشعہ)

وَعَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُلْقٰى عَلٰى اَهْلِ النَّارِ الْجُوْعُ فَيَعْدِلُ مَاهُمْ فِيْهِ مِنَ الْعَذَابِ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ مِّنْ ضَرِيْعٍ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِىْ مِنْ جُوْعٍ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالطَّعَامِ فَيُغَاثُوْنَ بِطَعَامٍ ذِىْ غُصَّةٍ فَيَذْكُرُوْنَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُجِيْزُوْنَ الْغُصَصَ فِى الدُّنْيَا بِالشَّرَابِ فَيَسْتَغِيْثُوْنَ بِالشَّرَابِ فَيُرْفَعُ اِلَيْهِمُ الْحَمِيْمُ بِكَلَالِيْبِ الْحَدِيْدِ فَاِذَا دَنَتْ مِنْ وُّجُوْهِهِمْ شَوَتْ وُجُوْهَهُمْ فَاِذَا دَخَلَتْ بُطُوْنَهُمْ قَطَّعَتْ مَا فِىْ بُطُوْنِهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا خَزَنَةَ جَهَنَّمَ فَيَقُوْلُوْنَ اَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا بَلٰى قَالُوْا فَادْعُوْا وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا مَالِكًا فَيَقُوْلُوْنَ يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ فَيُجِيْبُهُمْ اِنَّكُمْ مَّاكِثُوْنَ قَالَ الْاَعْمَشُ نُبِّئْتُ اَنَّ بَيْنَ دُعَآئِهِمْ وَاِجَابَةِ مَالِكٍ اِيَّاهُمْ اَلْفَ عَامٍ قَالَ فَيَقُوْلُوْنَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ فَلَا اَحَدَ خَيْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ قَالَ فَيُجِيْبُهُمْ اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنَ قَالَ فَعِنْدَ

(۵۴۳۶) روایت ہے حضرت ابوالدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دوزخیوں پر بھوک مسلط کی جائے تو یہ بھوک سارے عذابوں کے برابر ہو جائے گی۱؎ جس میں وہ مبتلا ہیں وہ فریاد کریں گے تو ضریع میں سے دیئے جائیں گے جو نہ موٹا کرے نہ بھوک سے نجات دے۲؎ پھر وہ کھانا مانگیں گے تو انہیں گلے والا کھانا دیا جائے گا۳؎ تو انہیں یاد آئے گا کہ وہ دنیا میں گلے پانی سے اتارتے تھے (نگلتے تھے)۴؎ چنانچہ وہ پانی مانگیں گے تو ان کی طرف کھولتا ہوا پانی پیش کیا جائے گا لوہے کی سنڈاسیوں سے۵؎ جب وہ ان کے منہ کے قریب ہوگا تو ان کے منہ بھون دے گا۶؎ پھر جب ان کے پیٹ میں داخل ہوگا تو ان کے پیٹوں کی ہر چیز کاٹ ڈالے گا تو کہیں گے دوزخ کے منتظمین کو پکارو۷؎ منتظمین کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول دلیلیں نہیں لائے۔عرض کریں گے ہاں کہیں گے تو پکارے جاؤ کافروں کی پکاریں ہیں ہی برباد۸؎ فرمایا پھر کہیں گے مالک کو پکارو کہیں گے اے مالک اب تو رب ہمارا فیصلہ ہی کردے۹؎ فرمایا وہ انہیں جواب دے گا تم یہاں ہی رہو اعمش فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی کہ دوزخیوں کی پکار اور مالک کے ان کو جواب دینے میں ایک ہزار سال کا فاصلہ ہوگا۱۰؎ پھر کہیں گے اپنے رب کو پکارو کہ تمہارے رب سے بہتر کوئی نہیں۱۱؎ تو کہیں گے اے ہمارے رب ہماری بدنصیبی ہم پر غالب آ گئی اور

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ذٰلِكَ يَئِسُوْا مِنْ كُلِّ خَيْرٍ وَّعِنْدَ ذٰلِكَ يَأْخُذُوْنَ فِي الزَّفِيْرِ وَالْحَسْرَةِ وَالْوَيْلِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَالنَّاسُ لَا يَرْفَعُوْنَ هٰذَا الْحَدِيْثَ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

ہم گمراہ قوم تھے ۱۲ اے ہمارے رب ہم کو اس سے نکال اگر اب ہم کفر کی طرف لوٹ آئیں تو ہم ظالم ہیں ۱۳ فرمایا کہ انہیں جواب دے گا پڑے رہو اس میں مجھ سے بات نہ کرو ۱۴ فرمایا کہ اس وقت ہر بھلائی سے ناامید ہو جائیں گے ۱۵ اور اس وقت ندامت اور خرابی کی پکار میں مشغول ہوں گے ۱۵ عبداللہ ابن عبدالرحمٰن نے فرمایا کہ لوگ اس حدیث کو مرفوع نہیں کرتے ۱۶ (ترمذی)

(۵۴۳۶) ۱ یعنی دوزخیوں پر اس شدت کی بھوک مسلط کی جائے گی کہ اس کی تکلیف دوزخ کی باقی تکالیف کے برابر ہو جائے گی۔ اس سے یہ لوگ غذا کیلئے بے تاب ہو جائیں گے کہ دنیا میں بعض دفعہ بھوکی عورتوں نے اپنے بچے ذبح کرکے کھالئے ہیں۔ رب پناہ دے اس بھوک کی وجہ سے انہیں جو بھی کھانے کیلئے دیا جائے گا بے تامل اسے دوڑ کر لیں اور کھائیں گے کہ کسی طرح پیٹ بھرے۔ ۲ ضریع عرب شریف میں ایک خاردار گھاس ہے جس کے کانٹے بھی خطرناک ہوتے ہیں اور وہ زہریلی بھی ہوتی ہے۔ اسے جانور منہ نہیں لگاتے بلکہ جس زمین میں وہ ہو وہاں جانور ڈر کے مارے چرتے بھی نہیں وہاں ٹھہرتے بھی نہیں دوزخی پیٹ بھرنے کیلئے وہی کھائیں گے اور سخت تکلیف اٹھائیں گے مگر اس سے بھی پیٹ نہ بھرے گا ۳ اس حدیث کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہے: اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا (۱۲-۱۳) بیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔ (کنزالایمان) ۴ یعنی کانٹوں والا کھانا یہ ہی ہے جو انہیں ضریع کے بعد دیا جائے گا ۴ یعنی یہ کھانا جب نگلیں گے تو وہ ان کے حلق سے نہ اترے گا۔ پھنس جائے گا نہ اگل سکیں گے نہ نگل سکیں گے تب انہیں دنیا کا حال یاد آئے گا کہ ہم گلے میں اٹکا ہوا لقمہ پانی سے نگلتے تھے۔ ۵ یہ بالٹیاں اور سنڈاسیاں قدرتی ہوں گی۔ جس میں کھولتا ہوا پانی بھرا ہوگا۔ فرشتے ان بالٹیوں کو اٹھائے ہوں گے اس کا ذکر یہاں ہے اس پانی کی گرمی اس حد تک ہوگی کہ کوئی شخص نہ اس بالٹی کے قریب جاسکے گا نہ ہاتھ لگا سکے گا اس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ ۶ جس پانی کی گرمی کا یہ حال ہو وہ جب منہ میں یا پیٹ میں پہنچے گا تو کیا حال ہوگا۔ اس بلا سے رب تعالٰی بچائے۔ ۷ یعنی آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے کہ دوزخ کے داروغہ مالک سے اور دیگر متعلقہ فرشتوں سے عرض کرو کہ ہم کو اس عذاب سے نجات ملے یا موت دے دی جائے۔ خیال رہے کہ دوزخی کبھی تو فرشتوں کو پکاریں گے، کبھی رب تعالٰی کو پکاریں گے لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اُدْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ (۴۰:۴۹) اپنے رب سے دعا کرو ہم پر عذاب کا ایک دن ہلکا کردے۔ (کنزالایمان) وہاں دوسری پکار کا ذکر ہے۔ ۸ اس فرمان عالی سے معلوم ہوا کہ یہ آیت کریمہ قیامت کے متعلق ہے کہ دوزخ میں کفار کی دعا پکار بے کار ہوگی کچھ نہ سنی جائے گی، دنیا میں کفار کی بعض دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ شیطان نے درازی عمر کی دعا کی جو قبول ہوئی۔ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (۱۵:۷) تجھے مہلت ہے۔ (کنزالایمان) (مرقات) اس آیت کے معنی ایک یہ بھی کئے گئے ہیں کہ کافروں کیلئے ان کی نجات کیلئے کسی کی دعا قبول نہیں ایسی دعائیں برباد ہیں (مرقات) ۹ یہاں فیصلہ سے مراد موت کا فیصلہ ہے یعنی ہم کو موت دے دے حکمی فیصلہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے کہ وہ دوزخ میں رہیں۔ ۱۰ اس ایک ہزار سال میں چیختے چلاتے ہی رہیں گے جواب کا انتظار بھی کریں گے اور چیختے چلاتے بھی رہیں گے ۱۱ یعنی وہ ارحم الراحمین ہے کاش دنیا میں وہ لوگ یہ مانتے اطاعت کرلیتے تو یہ دن کیوں دیکھتے۔ ۱۲ اگر یہ بات دنیا میں وہ لوگ مان لیتے اور ایمان قبول کرلیتے تو یہ نوبت نہ آتی۔ ہر کام وقت پر ہی درست ہوتا ہے توبہ اور ایمان کا وقت یہ زندگی ہے۔ موت کی سکرات کے وقت کا ایمان بھی قبول نہیں چہ جائیکہ اس وقت کا

https://archive.org/details/@madni_library

ایمان۔۱۳؎ یعنی ابھی ہم ظالم نہیں بلکہ دھوکا کھانے والوں میں ہیں ہم دنیا میں دھوکا کھا گئے کہ یہ جگہ ہم نے دیکھی نہ تھی۔نبیوں کا ہم نے اعتبار نہ کیا،اب ہم یہ عذاب اپنی آنکھوں دیکھ چکے اگر دوبارہ دنیا میں جا کر تیری نافرمانی کریں تو واقعی ہم بڑے مجرم ہوں گے۔ایک بار ہم کو دنیا میں اور بھیج دے ہمیں موقع اور عطا فرما۔۱۴؎ یعنی تمہاری درخواست نامنظور ہے۔اس ایمان و اعمال کا اعتبار ہے جو نبی کی زبان پر اعتماد کرکے بے دیکھے اختیار کیا جائے اب تم نے یہ عذاب اپنی آنکھوں دیکھ لیا اگر تم دنیا میں جا کر ایمان لاؤ بھی تو بھی ایمان بالغیب تم کو میسر نہ ہوگا۔ایمان بالشہادۃ ہوگا جو مردود ہے یا یہ مطلب ہے کہ اگر تم دوبارہ دنیا میں گئے تو بھی کفر و شرک و بدکاری ہی کرو گے عادی مجرم جب چھوٹتا ہے لوٹتا ہے لہذا ہم سے اس بارے میں کلام ہی نہ کرو ایسی درخواست پیش نہ کرو تمہاری اپیل خارج ۱۵؎ کیوں کہ اپیل کی آخری عدالت یہ ہی تھی جب یہاں سے ہی اپیل خارج ہوگئی تو اب کہاں جا کر فریاد کریں۔اگرچہ اس سے پہلے بھی وہ شور مچاتے رہے تھے مگر وہ شور و غل تکلیف کا تھا یہ شور و غل مایوسی اور حسرت افسوس کا ہوگا اور کیسا ہوگا وہ رب تعالٰی ہی جانے۔اس کا بیان نہیں ہوسکتا۔۱۶؎ یعنی اس روایت میں یہ حدیث مرفوع ہے مگر محدثین عمومًا اسے مرفوع نہیں کرتے بلکہ حضرت ابوالدرداء پر موقوف کرتے ہیں۔لیکن خیال رہے کہ ایسی موقوف حدیثیں مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں کہ ان میں قیاس کو دخل نہیں۔صحابی ایسی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی کہہ سکتے ہیں۔(مرقات،اشعہ)

وَعَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ اَنْذَرْتُكُمُ النَّارَ فَمَا زَالَ يَقُوْلُهَا حَتّٰى لَوْكَانَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا سَمِعَهُ اَهْلُ السُّوْقِ وَحَتّٰى سَقَطَتْ خَمِيْصَةٌ كَانَتْ عَلَيْهِ عِنْدَ رِجْلَيْهِ .(رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ)

(۵۴۳۷) روایت ہے حضرت نعمان ابن بشیر سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں نے تم کو آگ سے ڈرایا میں نے تم کو آگ سے ڈرایا ۱؎ آپ یہ فرماتے رہے حتی کہ اگر حضور میری اس جگہ ہوتے تو بازار والے سن لیتے ۲؎ اور حتی کہ جو چادر آپ پر تھی وہ آپ کے پاس قدموں میں گر گئی ۳؎ (دارمی)

(۵۴۳۷) ۱؎ یعنی میں نے تم کو بارہا دوزخ سے مختلف طریقوں سے ڈرایا کیونکہ میں اللہ تعالٰی کی طرف سے نذیر بھی تو ہوں میں نے اپنا یہ فرض ادا کردیا،تم لوگ گواہ رہو۔۲؎ یعنی حضور انور نے جوش میں آکر اس قدر بلند آواز سے یہ کلمات فرمائے کہ اگر حضور انور آج یہاں قیام فرما کر وہ فرماتے تو بازار تک آپ کی آواز پہنچ جاتی۔۳؎ یعنی جوش کے ساتھ آپ پر وجدانی حالت بھی طاری تھی اور آپ جنبش میں تھے جس کے اثر سے چادر مبارک کندھے شریف سے گر کر قدم مبارک پر آگئی۔یہ حدیث صوفیاء کرام کے وجد کی دلیل ہے وجدان شوق اور ذوق خوف ہر چیز سے آسکتا ہے۔

وَعَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَصَاصَةً مِثْلَ هٰذِهٖ وَاَشَارَ اِلٰى مِثْلِ الْجُمْجُمَةِ اُرْسِلَتْ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ وَهِيَ مَسِيْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَبَلَغَتِ الْاَرْضَ قَبْلَ اللَّيْلِ وَلَوْ اَنَّهَا اُرْسِلَتْ مِنْ رَّاْسِ السِّلْسِلَةِ لَسَارَتْ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ قَبْلَ اَنْ تَبْلُغَ اَصْلَهَا اَوْ قَعْرَهَا .(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ)

(۵۴۳۸) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ۱؎ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر اس جیسی رانگ کھوپڑی کی طرف اشارہ فرمایا ۲؎ آسمان سے زمین کی طرف گرائی جائے حالانکہ یہ فاصلہ پانچ سو سال کا ہے تو رات سے پہلے زمین پر پہنچ جائے اور اگر وہ رانگا زنجیر کے سرے سے ۳؎ گرایا جائے تو چالیس دن رات چلے اس کی جڑ یا اس کی تہ تک پہنچنے سے پہلے ۴؎ (ترمذی)

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

(۵۴۳۸) ؎ اعبداللہ بھی صحابی ہیں اور آپ کے والد عمرو بھی صحابی مگر دادا عاص ابن وائل کافر حضور انور کا سخت دشمن تھا' اس کا نام عاصی تھا عاص کے ساتھ مشہور ہو گیا۔ عاص کی کو گرا کر بہت دفعہ آخری ی دور کردی جاتی ہے جیسے باق سے باق متعال سے متعال مہتدی سے مہتد (مرقات) بعض محدثین نے فرمایا کہ عاص اجوف واوی یا اجوف یائی ہے اس کی جمع اعیاص ہے قاموس نے کہا الاعیاص میں قریش اولاد امیہ ابن عبدالشمس اس صورت میں اس کے آخر میں ی ہو ہی نہیں سکتی۔ (مرقات) ؎۲ رصاص ر کے فتحہ سے بمعنی رانگ یا سیسہ بعض لوگوں نے رضاض سے پڑھا بمعنی کنکریٹ مگر یہ غلط ہے مقصد یہ ہے کہ انسانی کھوپڑی کے برابر رانگا یا سیسہ پھینکو تو وہ رات کا چلا صبح سے پہلے زمین پر پہنچ جائے گا چڑھنے کی رفتار بہت سست ہوتی ہے۔ گرنے کی رفتار بہت ہی تیز جیسا کہ مشاہدہ ہے آسمان پر چڑھنے کی مدت پانچ سو سال ہے گرنے کی مدت دس گھنٹے یا اس سے بھی کم سادہ اشارہ میں مسئلہ سمجھا دیا گیا ہے۔ ؎۳ یہاں سلسلہ سے مراد وہ زنجیر ہے جس میں کفار باندھے جائیں گے جس کی لمبائی دست قدرت کے لحاظ سے ستر ہاتھ ہے یعنی ہمارے ہاتھ نہیں۔ رب فرماتا ہے: ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ (۶۹،۳۲) پھر ایسی زنجیر میں جس کا ناپ ستر ہاتھ ہے اسے پرودو۔ (کنزالایمان) اس زنجیر کی لمبائی کا یہ حال ہے۔ ؎۴ یہاں قعر سے مراد زنجیر کا دوسرا کنارہ ہے نہ کہ گہرائی کیونکہ زنجیر میں گہرائی کہاں یعنی اگر وہ زنجیر دوزخ کے کنارہ سے اس کی تہ تک لٹکائی جائے تو اس کی درازی کا یہ حال ہوگا کہ یہ سیسہ اس کنارہ سے پھینکا ہوا دوسرے کنارہ تک چالیس سال میں نہ پہنچ سکے۔ اس زنجیر سے کفار کو جکڑا جائے گا۔ اندازہ لگالو کہ وہ جکڑ اور پکڑ کیسی ہوگی۔

وَعَنْ اَبِیْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِیْ جَهَنَّمَ لَوَادِیًا یُقَالُ لَهٗ هَبْهَبُ یَسْكُنُهٗ كُلُّ جَبَّارٍ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ)

(۵۴۳۹) روایت ہے حضرت ابو بردہ سے وہ اپنے والد سے راوی ؎ا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ میں ایک جنگل ہے جسے ہبہب کہا جاتا ہے اس میں ہر ظالم سرکش رہے گا ؎۲ (ترمذی)

(۵۴۳۹) ؎ا آپ کا نام حارث ہے۔ کنیت ابو بردہ۔ آپ کے والد حضرت ابوموسیٰ اشعری مشہور صحابی ہیں۔ آپ تابعی ہیں۔ ابوموسیٰ اشعری' علی مرتضی وغیرہم صحابہ سے روایت کرتے ہیں کوفہ کے قاضی تھے۔ ۱۰۴ ایک سو چار ہجری میں وفات پائی۔ (اشعہ) ؎۲ ہبہب بروزن جعفر بمعنی تیزی' جلدی' چمک' چونکہ وہاں کی آگ بہت تیز ہے اور اپنے مجرموں کو یہ جگہ بہت جلد پکڑ لے گی اس لئے اسے ہبہب کہا جاتا ہے۔ وہاں نہایت ذلت وخواری سے مجرموں کو رکھا جائیگا اس لئے وہ جگہ متکبر کفار کی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ

تیسری فصل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَعْظُمُ اَهْلُ النَّارِ فِی النَّارِ حَتّٰی اَنَّ بَیْنَ شَحْمَةِ اُذُنِ اَحَدِهِمْ اِلٰی عَاتِقِهٖ مَسِیْرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ وَّاِنَّ غِلَظَ جِلْدِهٖ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا وَّاِنَّ ضِرْسَهٗ مِثْلُ اُحُدٍ.

(۵۴۴۰) روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا کہ دوزخی دوزخ میں بڑے ہو جائیں گے حتی کہ ان میں سے ہر ایک کی گدیا سے لے کر اس کے کندھے تک سات سو سال کا فاصلہ ہو جائے گا ؎ا اور اس کی کھال کی موٹائی ستر گز ہوگی اور اسکی داڑھ احد پہاڑ کی طرح ؎۲

(۵۴۴۰) ؎ا جب کان کی لو اور کندھے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے تو باقی جسم کتنا ہوگا' اندازہ لگالو۔ خیال رہے کہ اس قد کے متعلق

https://archive.org/details/@madni_library

روایات مختلف ہیں۔ جن میں مختلف قد بیان فرمائے گئے ہیں یا تو یہ سب اندازاً ہے سمجھانے کیلئے یا بعض کفار کے قد کتنے بعض کے کتنے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں۔ ۲؎ حدیث بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں واقعی ان کی کھال داڑھ اتنی ہی موٹی اور بڑی ہوگی۔ رسول اللہ سچے ہیں۔ ان کی زبان پر غلط بات آ سکتی ہی نہیں۔

وَعَنْ عَبْدِاللهِ ابْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِي النَّارِ حَيَّاتٍ كَاَمْثَالِ الْبُخْتِ تَلْسَعُ اِحْدٰهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَمْوَتَهَا اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا وَاِنَّ فِي النَّارِ عَقَارِبَ كَاَمْثَالِ الْبِغَالِ الْمُؤْكَفَةِ تَلْسَعُ اِحْدٰهُنَّ اللَّسْعَةَ فَيَجِدُ حَمْوَتَهَا اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا.
(رَوَاهُمَا اَحْمَدُ)

(۵۴۴۱) روایت ہے حضرت عبداللہ ابن حارث ابن جزء سے ۱؎ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آگ میں تو سانپ ہیں اونٹنی کی طرح ۲؎ ان میں سے ایک ڈسے گا ایک بار ڈسنا کہ وہ دوزخی اس کا زہر چالیس سال تک پائے گا ۳؎ اور آگ میں بچھو ہیں پالان والے خچروں کی طرح۔ ان میں سے ایک ڈنگ مارے گا ایک ڈنگ تو وہ اس کا زہر چالیس سال تک پائے گا ۴؎ (یہ دونوں حدیثیں احمد نے روایت فرمائیں)

(۵۴۴۱) ۱؎ آپ کا نام عبداللہ ہے، کنیت ابوالحارث ہے، سہمی ہیں، بدر میں شریک ہوئے بعد میں مصر میں رہے۔ وہاں ہی وفات پائی ۸۵ھ میں وفات ہوئی۔ ۲؎ وہ سانپ جسامت میں تو اونٹ کی طرح بڑے اور موٹے مگر زہر میں رفتار میں پتلے سانپ کی طرح ہوں گے۔ دنیا میں موٹا سانپ یعنی اژدھا زہریلا نہیں ہوتا۔ پتلا بہت زہریلا اور تیز رفتار ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا عصا ثعبان مبین یعنی اژدھا ہو جاتا ہے جسامت میں اور حرکت کرتا تھا پتلے سانپ کی طرح کانّھا جان لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دوزخ کے موٹے سانپوں میں زہر نہ ہوگا۔ پھر ان سے کیا فائدہ بلکہ وہاں زیادہ بڑا سانپ زیادہ زہریلا ہوگا۔ ۳؎ سانپ کے زہر سے جو جانکنی ہوتی ہے وہ بہت ہی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ خدا کی پناہ یہ جانکنی کی تکلیف اسے چالیس سال تک محسوس ہوتی رہے گی مگر جان نکلے گی نہیں اور موت آئے گی نہیں لیکن جانکنی کی شدت محسوس ہوتی رہے گی۔ ۴؎ بچھو کے ڈنگ کی تکلیف اس کو معلوم ہے جسے کبھی بچھو نے کاٹا ہو اس کا زہر سارے جسم کو پریشان کر دیتا ہے۔ خصوصاً کالا بچھو جو سانپ کو ڈنگ مارے تو وہ بھی مرجائے۔ بعض بچھو دنیا میں ایسے ہیں کہ تانبہ پر ڈنگ ماردیں تو راکھ بن جائے پھر دوزخ کے بچھو رب جانے کیسے زہریلے ہوں گے۔ پھر یہ زہر انہیں تکلیف تو دے گا مگر اس سے ان کی جان نہیں نکلے گی۔

وَعَنِ الْحَسَنِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ثَوْرَانِ مُكَوَّرَانِ فِي النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ الْحَسَنُ وَمَا ذَنْبُهُمَا فَقَالَ اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَكَتَ الْحَسَنُ
(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي كِتَابِ الْبَعْثِ وَالنُّشُوْرِ)

(۵۴۴۲) روایت ہے حضرت حسن سے فرماتے ہیں ہم کو حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنائی فرمایا سورج اور چاند قیامت کے دن گہنے ہوئے دو پنیر کے ٹکڑے ہوں گے ۱؎ خواجہ حسن نے کہا کہ ان دونوں کا گناہ کیا ہے۔ ابو ہریرہ نے فرمایا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنا رہا ہوں تو خواجہ حسن خاموش ہوگئے ۲؎ (بیہقی' بعث ونشور کا بیان)

(۵۴۴۲) ۱؎ ثور کہتے ہیں پنیر کے ٹکڑے کو پنیر جما ہوا دودھ جو عرب میں ہوتا ہے ہمارے ہاں نہیں ہوتا وہ قدرے سخت ہوتا ہے۔ ہم نے وہاں بہت کھایا ہے۔ یعنی چاند سورج دوزخ میں نہایت صاف چکنے ہوں گے مگر بے نور ہوں گے۔ اس لئے مکوران

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

فرمایا۔ ۲؎ یہ ہے کمال ایمان کہ حضور انور کا نام سن کر عقلی سوال کوئی نہ فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں چاند سورج عذاب پانے کیلئے نہیں جائیں گے بلکہ اپنے پجاریوں کو عذاب دینے جائیں گے۔ ان کی گرمی آگ کی گرمی سے مل کر عذاب کو دوبالا کردے گی۔ دیکھو دوزخ میں عذاب دینے کیلئے فرشتے بھی تو ہوں گے مگر وہ عذاب پانے کیلئے وہاں نہیں گئے۔ بلکہ عذاب دینے کیلئے ہوں گے۔ نیز یہ دونوں نور ہیں اور نور کو نار تکلیف نہیں دیتی دیکھو مومنین وہاں کے گنہگاروں کو نکالنے کیلئے دوزخ میں جائیں گے مگر بالکل تکلیف نہ پائیں گے۔

وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَدْخُلُ النَّارَ اِلَّا شَقِىٌّ قِيْلَ يَارَسُوْلَ اللهِ وَمَنِ الشَّقِىُّ قَالَ مَنْ لَمْ يَعْمَلْ لِلّٰهِ بِطَاعَةٍ وَّلَمْ يَتْرُكْ لَهٗ بِمَعْصِيَةٍ ۔(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۵۴۴۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آگ میں نہ جائے گا مگر بدنصیب ا؎ عرض کیا گیا یارسول اللہ بدنصیب کون ہے؟ فرمایا جو اللہ کی فرمانبرداری کا کام نہ کرے اور اس کی نافرمانی نہ چھوڑے ۲؎ (ابن ماجہ)

(۵۴۴۳) ا؎ یعنی دوزخ میں سزا پانے کیلئے صرف بدبخت جن وانس ہی ہوں گے اگر دائمی داخلہ مراد ہے تو شقی سے مراد پورا بدبخت یعنی کافر ہے اور اگر مطلقاً داخلہ مراد ہے دائمی ہو یا عارضی تو شقی سے مراد مطلقاً بدکار ہے خواہ کافر ہو یا فاسق مسلمان ۲؎ یہاں بھی وہ ہی دو احتمال ہیں۔ اگر کافر ہیں تو اس معصیت میں بدعقیدگی بھی داخل ہے اور طاعت میں اچھے عقیدے شامل یعنی وہ کافر دوزخ میں ہمیشہ کیلئے جائے گا جس نے اچھے عقیدے' اچھے اعمال اختیار نہ کئے برے عقیدے اور برے اعمال پر رہا۔ رب فرماتا ہے: لَايَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (۹۲'۱۵'۱۶) نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ (کنزالایمان) اور گنہگار مومن بھی اس میں داخل ہیں تو معصیت وطاعت سے مراد عمل وطاعت ہے۔ خیال رہے کہ دنیا میں خوش نصیبی مال سے سمجھی جاتی ہے مگر آخرت میں اعمال سے۔ وہاں کی دولت اعمال ہے۔

بَابُ خَلْقِ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ
جنت اور دوزخ کی پیدائش

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

اس باب میں بیان ہوگا کہ جنت دوزخ پیدا ہوچکی ہیں۔ یہ ہی تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے بعض نومولود بے دین کہتے ہیں ابھی پیدا نہیں بعد قیامت پیدا ہوں گی۔ اس کی تحقیق ہم اپنی تفسیر نعیمی پارہ اول میں اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (۲'۲۴) تیار رکھی ہے کافروں کے لئے۔ (کنزالایمان) کی تفسیر میں کرچکے ہیں۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَاجَّتِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ فَقَالَتِ النَّارُ اُوْثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ وَالْمُتَجَبِّرِيْنَ وَقَالَتِ الْجَنَّةُ فَمَالِىْ لَا يَدْخُلُنِىْ اِلَّا ضُعَفَآءُ النَّاسِ وَسَقَطُهُمْ وَغِرَّتُهُمْ قَالَ

(۵۴۴۴) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت اور دوزخ نے مناظرہ کیا ا؎ تو دوزخ بولی کہ میں غرور والوں' جابروں سے خاص کی گئی ہوں ۲؎ جنت بولی کہ پھر میرا کیا حال ہے کہ مجھ میں صرف کمزور لوگ ان میں سے گرے

https://archive.org/details/@madni_library

اللہُ لِلْجَنَّةِ اِنَّمَا اَنْتِ رَحْمَتِیْ اَرْحَمُ بِكِ مَنْ اَشَآءُ مِنْ عِبَادِیْ وَقَالَ لِلنَّارِ اِنَّمَا اَنْتِ عَذَابِیْ اُعَذِّبُ بِكِ مَنْ اَشَآءُ مِنْ عِبَادِیْ وَلِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْكُمَا مِلْؤُهَا فَاَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰى يَضَعَ اللہُ رِجْلَهٗ يَقُوْلُ قَطْ قَطْ قَطْ فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوٰى بَعْضُهَا اِلٰى بَعْضٍ فَلَا يَظْلِمُ اللہُ مِنْ خَلْقِهٖ اَحَدًا وَاَمَّا الْجَنَّةُ فَاِنَّ اللہَ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

پڑے سیدھے سادھے ہی داخل ہوں گے ۳؎ اللہ تعالٰی نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے تیرے ذریعے جس بندے پر چاہوں گا رحم کروں گا ۴؎ اور دوزخ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعہ جس بندے پر چاہوں گا عذاب کروں گا ۵؎ تم میں سے ہر ایک کا بھرنا طے شدہ ہے ۶؎ لیکن آگ تو وہ نہ بھرے گا حتی کہ اللہ تعالٰی اپنا قدم رکھے گا ۷؎ تو کہے گی بس بس اس وقت بھر جائے گی اور بعض بعض کی طرف سمٹ جائے گی ۸؎ اللہ تعالٰی اپنی کسی مخلوق پر ظلم نہ کرے گا ۹؎ رہی جنت تو اللہ تعالٰی اس کیلئے ایک مخلوق پیدا کرے گا ۱۰؎ (مسلم بخاری)

(۵۴۴۴) ۱؎ یہاں قولی زبانی مناظرہ مراد ہے نہ کہ صرف حال کا اللہ نے ہر چیز میں حواس وشعور کلام پیدا فرمایا ہے: وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (۱۷؍۴۴) اور کوئی چیز نہیں جو اسے سراہتی ہوئی اس کی پاکی نہ بولے۔ (کنزالایمان) سب چیزیں نماز تسبیح ذکر کرتی ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر:-

نطق آب ونطق خاک ونطق گل — ہست محسوس حواس اہل دل

فلسفی گو منکر حنانہ است — از حواس اولیاء بیگانہ است

۲؎ یعنی اے جنت میں تجھ سے اعلیٰ ہوں کہ مجھ میں اعلیٰ شاندار لوگ آ کر رہیں گے۔ بادشاہ، وزراء، متکبرین، مالدار، کفار اور تو مجھ سے کمتر ہے کہ کمترین لوگ ضعفاء تجھ میں رہیں گے۔ ۳؎ دوزخ کے کہنے پر جنت نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ مجھے کمزوروں کی جگہ کیوں بنایا گیا۔ میں نے کیا قصور کیا تھا۔ خیال رہے کہ ضعفاء سے مراد بدن اور مال کے لحاظ سے کمزور لوگ ہیں۔ سقط اور غرۃ سے مراد ہے احوال وصفات کے لحاظ سے کمزور سقط وہ جنہیں معتبر نہ سمجھیں۔ ان کی طرف التفات نہ کریں غرہ وہ جو دین میں مشغلہ رکھنے والے لوگ جنہیں دنیا کا تجربہ کم ہو کسی کو دھوکہ نہ دے سکیں۔ بلکہ چالاک انہیں دھوکہ دے دیں۔ حدیث شریف میں ہے المومن غر کریم الکافر محب لئیم ۴؎ چونکہ جنت اللہ تعالٰی کی رحمت کا مظہر ہے۔ اور اللہ تعالٰی کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس لئے پہلے اس سے خطاب فرمایا گیا یعنی جنہیں تو ضعیف سمجھتی ہے وہ درحقیقت کمزور نہیں وہ تو میرے رحم وکرم کا مرکز ہیں۔ بڑے درجے والے ہیں۔ ۵؎ یعنی اے دوزخ تو میرے غضب وقہر کا مظہر ہے تجھ میں وہ لوگ رکھے جائیں گے جو اپنے شامت اعمال کی وجہ سے میرے غضب وقہر کے مستحق ہو گئے تم دونوں ہی اچھی ہو کہ میری صفات کا مظہر ہو عذابی سے مراد ہے عذاب کی جگہ محل عذاب۔ عدل بھی میری صفت ہے فضل بھی۔ ۶؎ یعنی تم دونوں کا کمال اسی میں ہے کہ تم دونوں ہی بھر دی جاؤ چنانچہ ہم تم میں سے کسی میں جگہ خالی نہیں چھوڑیں گے۔ دونوں کو بھر دیں گے۔ ۷؎ شارحین نے رجل یعنی قدم کے بہت معنی کئے ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ پاؤں بمعنی قدم ہی ہو اور اللہ کے قدم سے مراد وہ ہو جو وہ ہی جانے یہ فرمان عالی متشابہات سے ہے ورنہ اس گوشت وپوست کے ہاتھ پاؤں سے رب تعالٰی پاک اور منزہ ہے۔ ۸؎ یعنی جب اللہ تعالٰی آگ میں اپنا قدم قدرت رکھ دے گا تو آگ کا جوش ختم ہو جائے گا اور زیادتی کا مطالبہ ھل من مزید بند ہو جائے گا یہ قدم وہاں رہے گا نہیں بالکل نکال لیا جائے گا ۹؎ یعنی دوزخ بھرنے عذاب دینے کیلئے کوئی مخلوق پیدا نہیں کی جائے گی کیونکہ یہ ظلم ہے رب تعالٰی ظلم سے پاک ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

خیال رہے کہ ظلم کے دو معنی ہیں کسی کی چیز کو بغیر اس کی اجازت استعمال کرنا دوسرے کسی کو بغیر قصور سزا دینا یہ کہ کرمَا تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ (۳۷:۳۹) تو تمہیں بدلہ نہ ملے گا مگر اپنے کئے کا۔ (کنزالایمان) پہلے معنی تو رب تعالیٰ کیلئے متصور نہیں کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق مملوک ہے۔ دوسرے معنی ظلم سے رب تعالیٰ پاک ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ (۴۰:۴) اللہ ایک ذرہ بھر ظلم نہیں فرماتا۔ (کنزالایمان) لہٰذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ اگر تمام لوگوں کو دوزخ میں بھیج دے تو وہ ظالم نہیں ہاں ظلم سے پہلے معنی مراد ہیں۔ ۱۰؎ خیال رہے کہ دوزخ صرف بدعقیدگی اور بدعملی سے ملے گی مگر جنت کسبی، وہبی، عطائی تین طرح ملے گی۔ اپنی نیکیوں سے جنت ملنا کسبی ہے کسی نیک کے طفیل ملنا وہبی ہے۔ جیسے مسلمان ماں باپ کے چھوٹے بچے مرے ہوئے یا دیوانہ مسلمان یا ہم جیسے گنہگار حضور کے طفیل یہ قوم جو جنت بھرنے کیلئے پیدا کی گئی انہیں جنت عطائی ملے گی محض فضل الٰہی سے یہ مسئلہ یہاں سے حاصل ہوا۔

وَعَنۡ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ جَھَنَّمُ یُلۡقٰی فِیۡھَا وَتَقُوۡلُ ھَلۡ مِنۡ مَّزِیۡدٍ حَتّٰی یَضَعَ رَبُّ الۡعِزَّۃِ فِیۡھَا قَدَمَہٗ فَیَنۡزَوِیۡ بَعۡضُھَا اِلٰی بَعۡضٍ فَتَقُوۡلُ قَطۡ قَطۡ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ وَلَا یَزَالُ فِی الۡجَنَّۃِ فَضۡلٌ حَتّٰی یُنۡشِئَ اللّٰہُ لَھَا خَلۡقًا فَیُسۡكِنُھُمۡ فَضۡلَ الۡجَنَّۃِ.

(مُتَّفَقٌ عَلَیۡہِ) وَذُكِرَ حَدِیۡثُ اَنَسٍ حُفَّتِ الۡجَنَّۃُ بِالۡمَكَارِہِ فِیۡ كِتَابِ الرِّقَاقِ.

(۵۴۴۵) روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا دوزخ میں ڈالا جاتا رہے گا۱؎ اور وہ کہتی رہے گی کیا اور زیادتی بھی ہے۔۲؎ حتی کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا تب بعض بعض کی طرف سمٹ جائے گا کہے گی تیری عزت وکرم کی قسم بس بس۳؎ اور جنت میں بچی ہوئی جگہ رہے گی حتی کہ اللہ اس کیلئے ایک مخلوق پیدا فرمائے گا جنہیں جنت کے بچے ہوئے حصے میں رکھے گا۴؎ (مسلم بخاری) اور حضرت انس کی حدیث کہ جنت مشقتوں سے گھیر دی گئی۔ کتاب الرقاق میں بیان کردی گئی۔

(۵۴۴۵) ۱؎ اس میں جنات، انسان، چاند، سورج، اینٹ، پتھر وغیرہ ڈالے جاتے رہیں گے مگر وہ بھرے گی نہیں۔ ۲؎ یہ زبان قال کہتی رہے گی نہ کہ بہ زبان حال۔ ہر چیز میں زبان فہم وغیرہ سب کچھ ہے۔ ۳؎ یعنی اب میں بالکل بھر گئی ہوں مجھ میں کسی چیز کی گنجائش نہیں ہے۔ نہ اب ہے نہ آئندہ ہوگی اب تجھ سے زیادتی کا مطالبہ نہیں کروں گی۔ ۴؎ ابھی عرض کیا گیا کہ جنت بھرنے کیلئے ایک مخلوق پیدا کی جائے گی مگر دوزخ بھرنے کیلئے کوئی مخلوق پیدا نہ کی جائے گی کیونکہ بغیر عمل جنت مل سکتی ہے بغیر گناہ دوزخ میں نہیں ڈالا جا سکتا یہ مخلوق انسان ہی ہوگی مگر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے نہ ہوگی اور اس مخلوق کو جنت جزا یا ثواب کیلئے نہ ملے گی محض رب تعالیٰ کے فضل سے عطا ہوگی۔ اس مخلوق کو حوریں عطا نہ ہوں گی۔ پھل فروٹ اور دوسری نعمتیں دی جائیں گی۔ (شرعی معما) وہ کون سے انسان ہیں جو آدم علیہ السلام کی اولاد نہیں۔ (جواب) یہ وہ ہی مخلوق ہے جو جنت پر کرنے کیلئے پیدا کی جائے گی کہ یہ انسان تو ہوں گے مگر اولاد آدم علیہ السلام نہیں جیسے حضرات حوا انسان ہیں مگر حضرت آدم کی اولاد نہیں۔ نیز خود آدم علیہ السلام انسان ہیں مگر اولاد آدم نہیں مرقات نے فرمایا کہ جنت عمل پر موقوف نہیں۔

اَلۡفَصۡلُ الثَّانِیۡ

دوسری فصل

وَعَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

(۵۴۴۶) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

https://archive.org/details/@madni_library

قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ قَالَ لِجِبْرِيْلَ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا اَعَدَّ اللّٰهُ لِاَهْلِهَا فِيْهَا ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ اَىْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَايَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَكَارِهِ ثُمَّ قَالَ يَاجِبْرِيْلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ اَىْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ لَّايَدْخُلَهَا اَحَدٌ قَالَ فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ النَّارَ قَالَ يَاجِبْرِيْلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا ثُمَّ جَآءَ فَقَالَ اَىْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَايَسْمَعُ بِهَا اَحَدٌ فَيَدْخُلُهَا فَحَفَّهَا بِالشَّهَوَاتِ ثُمَّ قَالَ يَاجِبْرِيْلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا قَالَ فَذَهَبَ فَنَظَرَ اِلَيْهَا فَقَالَ اَىْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيْتُ اَنْ لَّايَبْقٰى اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَهَا.

(رَوَاهُ التِّرْمِذِىُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِىُّ)

سے راوی فرمایا جب اللہ نے جنت پیدا کی تو حضرت جبریل سے فرمایا کہ جاؤ اسے دیکھو وہ گئے اسے اور جو نعمتیں اس میں جنتیوں کیلئے اللہ نے تیار کی ہیں انہیں دیکھا پھر آئے ۱عرض کیا یارب تیری عزت کی قسم نہ سنے گا اسے کوئی مگر اس میں داخل ہوگا ۲پھر رب نے اسے مشقتوں سے گھیر دیا ۳پھر فرمایا اے جبریل جاؤ اسے دیکھ کر آؤ۔ فرمایا تو وہ گئے اسے دیکھا ۴پھر آئے عرض کیا یارب تیری عزت کی قسم مجھے خطرہ ہے کہ جنت میں کوئی داخل نہ ہو سکے گا ۵فرمایا پھر جب اللہ نے آگ پیدا کی تو فرمایا: اے جبریل جاؤ اسے دیکھو۔ فرمایا وہ گئے اسے دیکھا پھر آئے ۶عرض کیا یارب تیری عزت کی قسم اسے کوئی نہ سنے گا کہ پھر اس میں داخل بھی ہو ۷رب نے اسے لذتوں سے گھیر دیا ۸پھر فرمایا اے جبریل اسے دیکھو فرمایا وہ گئے اسے دیکھا عرض کیا یارب تیری عزت کی قسم مجھے خطرہ ہے کہ اس میں کوئی داخل ہوئے بغیر نہ بچے گا ۹

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

(۵۴۴۶) ۱یہاں آنے جانے سے مراد ہے اپنے جاءِ رہائش سے جانا آنا یعنی سدرۃ المنتہیٰ سے جنت میں گئے پھر وہاں ہی لوٹ کر آئے۔ حضرت جبرئیل کا جنت میں جانا ثواب کیلئے نہ تھا نہ وہ وہاں پھل وغیرہ کھا سکے کہ وہاں کی نعمتیں انسانوں کیلئے ہیں اس لئے لاھلھا ارشاد ہوا۔ فرشتے کھانے پینے سے محفوظ ہیں۔ ۲یعنی دوزخ میں کوئی نہ جائے گا ساری مخلوق جنت میں داخل ہو جائے گی کیونکہ یہاں کی نعمتیں راحتیں ایسی ہیں کہ کوئی ان کو سن کر ان سے صبر نہیں کر سکتا۔ ۳یعنی جنت بہت اعلیٰ گلشن ہے جگہ بہادار ہے مگر اس کا راستہ خاردار ہے۔ حج، روزے، جہاد، زکوٰۃ، رات کو جاگنا، تہجد پڑھنا یہ اس کے راستے ہیں۔ ۴اس دنیا کے مرض یہاں کے اعمال وصفات وہاں اس عالم میں شکل وصورت رکھتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ تمام چیزیں مشقتوں کانٹوں کی شکل میں دیکھیں۔ لہٰذا حدیث واضح ہے۔ ۵یعنی کوئی شخص اپنی طاقت سے جنت میں نہ جا سکے گا جس پر تو فضل وکرم فرمائے اور اسے ان مشقتوں کی برداشت کی توفیق دے وہ ہی انہیں برداشت کرکے جنت میں پہنچ سکے گا۔ حضرت جبرئیل کی عرض بالکل درست ہے جو آنکھوں سے دیکھے جا رہے ہیں۔ ۶دوزخ میں جانے آنے کے وہ ہی معنی ہیں جو ابھی عرض کئے گئے کہ اپنی جگہ سدرۃ المنتہیٰ سے گئے وہاں ہی آئے اور وہاں جانا تکلیف کیلئے نہیں سیر کیلئے ہے جیسے کوئی جیل خانہ کی سیر کرنے جائے تو وہ محض سیر کیلئے گیا ہے وہاں اسے تکلیف نہیں ہوتی۔ ۷یعنی مولیٰ یہ جگہ ہمیشہ خالی ہی رہے گی۔ اس میں کوئی نہ آئے گا۔ ایسی مصیبت کی جگہ کون آئے گا ۸گانے، ناچنے، کھیل تماشے، زنا، چوری وغیرہ نفس امارہ کو مرغوب ہیں یہ ہی دوزخ کے راستے ہیں۔ جو نفس کو بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ ۹اس کا مطلب ابھی عرض کیا گیا کہ مولیٰ جسے تو ہی توفیق دے وہ اس راستہ سے بچ سکے گا۔ اپنی طاقت سے کوئی یہاں سے بچ نہیں سکتا ایک شاعر کہتا ہے۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

لو لاالمشقه ساؤا الناس کلهم الجود یفقه والاقدام قتال

(مرقات) اگر مشقت نہ ہوتی تو سب ہی سردار بن جاتے عظمت بہت مشقت سے ملتی ہے۔

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ
تیسری فصل

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا يَوْمًا الصَّلٰوةَ ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ فَاَشَارَ بِيَدِهٖ قِبَلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ قَدْ اُرِيْتُ الْاٰنَ مُذْ صَلَّيْتُ لَكُمُ الصَّلٰوةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِيْ قِبَلِ هٰذَا الْجِدَارِ فَلَمْ اَرَ كَالْيَوْمِ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۴۴۷) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہم کو نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے ۱؎ تو اپنے ہاتھ سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کیا۔ فرمایا ابھی جب میں نے تم کو نماز پڑھائی تو جنت و دوزخ اس دیوار کی جانب میں اپنی شکل میں دکھائی گئیں ۲؎ میں نے آج کے دن کی طرح خیر وشر کا جامع نہیں دیکھا ۳؎ (بخاری)

(۵۴۴۷) ۱؎ نماز سے مراد فرض نماز ہے۔ یعنی پنجگانہ نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھائی اس کے بعد وعظ کیلئے منبر شریف پر تشریف لائے۔ ۲؎ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک دیوار میں اتنی وسیع جنت و دوزخ سما گئیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس دیوار کی طرف ہم نے جنت دیکھی اور دوزخ بھی جنت دوزخ اپنے مقام پر تھیں۔ حضور انور کی نگاہ نے دور کی جنت دوزخ ملاحظہ فرمائیں۔ حالانکہ وہ عالم دوسرا ہے نہ یہ مطلب ہے کہ جنت و دوزخ کے فوٹو دکھائے گئے۔ ۳؎ یعنی جنت سراسر خیر ہے اور دوزخ سراسر شر۔ میں نے دونوں کو اسی وقت اور اسی جگہ جمع دیکھا جو نگاہ مدینہ منورہ میں کھڑے کھڑے جنت دوزخ کو ملاحظہ فرما سکتی ہیں۔ اس نگاہ سے زمین کا کوئی چپہ کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ یہ حدیث حضور کی وسعت نظر کی دلیل ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت دوزخ پیدا ہو چکی ہیں۔ حضور انور نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہیں۔ اس لئے یہ حدیث صاحب مشکوٰۃ اس باب میں لائے وہ واقعہ دوسرا ہے جب حضور انور نے نماز کسوف میں جنت دوزخ ملاحظہ فرمائیں اور جنت کا خوشہ توڑنے کیلئے ہاتھ مبارک اٹھایا بعد میں فرمایا کہ اگر یہ ہم چاہتے تو وہاں کا خوشہ توڑ لیتے۔

بَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ وَذِكْرِ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ
پیدائش کی ابتداء حضرات انبیاء کرام کا ذکر

اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ
پہلی فصل

اس باب میں دو چیزیں بیان ہوں گی ایک یہ کہ مخلوق کی پیدائش کی ابتداء کیسے ہوئی دوسرے یہ کہ دین وملت کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے عالم اجسام کی اصل پانی سے ہے کہ پانی ہی وہ چیز ہے جو ہر شکل اختیار کر لیتا ہے چنانچہ پانی لطیف ہو کر ہوا بنا پھر ہوا گرم ہو کر آگ بنی۔ آگ کا دھواں جم کر آسمان بنا۔ قرآن مجید میں آسمان کو دھواں فرمایا گیا ہے۔ اس پانی کے جھاگ جم کر زمین بنے۔ اس زمین کا کچھ حصہ سخت کر کے پہاڑ بنا دیئے گئے۔ پھر پہاڑ زمین پر لنگر کی طرح قائم کر دیئے گئے تاکہ زمین

https://archive.org/details/@madni_library

جنبش نہ کرے۔لہذا عالم اجسام کی اصل پانی ہے۔رب فرماتا ہے:وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (۲۱:۳۰)اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی۔(کنزالایمان)ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تھا اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔سب سے پہلے لوح وقلم پیدا فرمائے پھر عرش وکرسی پھر آسمان وزمین جن وانس وغیرہ۔دوسری حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے نور محمدی بنایا پھر اس نور سے سارا عالم بنا۔شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تو اصل وجود آمدی از نخست　　　دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

اس کی تفصیل اشعۃ اللمعات اور مدارج النبوۃ میں ملاحظہ کرو۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ اِنِّي كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآءَهٗ قَوْمٌ مِّنْ بَنِيْ تَمِيْمٍ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا بَنِيْ تَمِيْمٍ قَالُوْا بَشَّرْتَنَا فَاَعْطِنَا فَدَخَلَ نَاسٌ مِّنْ اَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرٰى يَا اَهْلَ الْيَمَنِ اِذْلَمْ يَقْبَلْهَا بَنُوْ تَمِيْمٍ قَالُوْا قَبِلْنَا جِئْنَاكَ لِنَتَفَقَّهَ فِي الدِّيْنِ وَلِنَسْاَلَكَ عَنْ اَوَّلِ هٰذَا الْاَمْرِ مَا كَانَ قَالَ كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهٗ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ ثُمَّ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ ثُمَّ اَتَانِيْ رَجُلٌ فَقَالَ يَاعِمْرَانُ اَدْرِكْ نَاقَتَكَ فَقَدْ ذَهَبَتْ فَانْطَلَقْتُ اَطْلُبُهَا وَاَيْمُ اللّٰهِ لَوَدِدْتُ اَنَّهَا قَدْ ذَهَبَتْ وَلَمْ اَقُمْ ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۴۴۸) روایت ہے حضرات عمران ابن حصین سے[۱] فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ ناگاہ بنی تمیم کی ایک قوم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔حضور نے فرمایا بشارت قبول کرو اے بنی تمیم[۲] وہ بولے آپ نے ہمیں بشارتیں تو دے دیں ہم کو تو کچھ دیجئے[۳] پھر یمن کے کچھ لوگ آئے' حضور نے فرمایا جب بنوتمیم بشارت قبول نہیں کرتے تم بشارت قبول کرو[۴] وہ بولے ہم قبول کرتے ہیں۔ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ دینی علم سیکھیں اور آپ سے اس چیز کی ابتداء پوچھیں کہ کیا چیز تھی[۵] فرمایا اللہ تھا اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا اس کا عرش پانی پر تھا[۶] پھر اس نے آسمان وزمین پیدا کئے اور لوح محفوظ ہر چیز لکھی۔[۷] پھر میرے پاس ایک شخص آیا بولا اے عمران اپنی اونٹنی پکڑو وہ بھاگ گئی[۸] تو میں اسے ڈھونڈنے چلا گیا اور اللہ کی قسم میری تمنا ہے کہ وہ چلی گئی ہوتی اور میں وہاں سے نہ اٹھتا[۹] (بخاری)

(۵۴۴۸)[۱] یہ وہ صحابی ہیں جو تیس سال بیماری سے بستر پر رہے۔فرشتوں سے ملاقات کرتے تھے فرشتے انہیں سلام کرتے تھے آپ کے بقیہ حالات بارہا بیان ہو چکے ہیں[۲] یعنی اے بنی تمیم تم مجھ سے عقائد واعمال سیکھو اور اس پر آئندہ خیر کی بشارت لو لہذا حدیث واضح ہے۔[۳] یعنی عقائد واعمال کی تعلیم اور اس پر بشارتیں تو آپ سناتے بتاتے ہی رہتے ہیں۔ہم کو تو مال دیجئے۔افسوس کہ ان لوگوں کو اللہ نے مانگ لینے کا وقت دیا مگر انہوں نے کچھ فائدہ نہ اٹھایا نصیب اپنا اپنا تقدیر اپنی اپنی اس وقت دریائے رحمت جوش میں تھا۔[۴] یعنی اس وقت سے تم فائدہ اٹھالو ہم سے کچھ حاصل کرلو۔اچھے حال کا اچھا مآل (انجام) ہوتا ہے۔[۵] یعنی اللہ تعالٰی نے جب اپنی مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو پہلے کیا چیز پیدا فرمائی پھر ترتیب خلق کیا رہی۔سبحان اللہ کیسا پاکیزہ اور محققانہ سوال ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور اول آخر سب کچھ جانتے ہیں سب کچھ آپ کی نظر میں ہے۔[۶] اس پانی سے مراد یہ سمندر کا پانی نہیں بلکہ عرش اعظم کے نیچے قدرتی پانی ہے جو ہوا پر ہے اور ہوا اللہ تعالٰی کی قدرت پر۔اس فرمان کا یہ مطلب نہیں کہ عرش پانی پر رکھا ہوا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

پانی اور عرش کے درمیان کوئی آڑ نہ تھی جیسے ہم کہیں کہ آسمان زمین پر ہے یعنی زمین کے اوپر ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عرش اور پانی سب سے پہلے پیدا ہوئے۔ دریا کے پانی میں جنبش پیدا ہوئی جس سے جھاگ پیدا ہوئے وہ جھاگ عرصہ تک وہاں محفوظ رہے۔ جہاں خانہ کعبہ ہے اسی جھاگ کو پھیلا دیا گیا۔ وہ زمین ہے سب سے پہلا پہاڑ بوقبیس ہے جو پیدا کیا گیا (مرقات واشعہ) پانی کے بخار سے آسمان بنا۔ ےذکر سے مراد لوح محفوظ ہے۔ غالب یہ ہے کہ لوح وقلم اور یہ تحریر عرش سے پہلے ہوئے (اشعہ) ۸یعنی سلسلہ کلام جاری تھا کہ مجھ سے کسی نے یہ کہا کہ میں بقیہ کلام سن نہ سکا۔ ۹یعنی یہ مضمون ایسا پیارا تھا کہ مجھے اس کے پورا نہ سننے پر افسوس ہے اونٹنی بھاگ جاتی مجھے نہ ملتی مگر میں پورا فرمان عالی سن لیتا۔

وَعَنْ عُمَرَ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

(۵۴۴۹) روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ کھڑے ہوئے تو ہم کو ابتداء خلق کے متعلق خبر دی حتی کہ جنتی جنت میں اپنے گھروں میں داخل ہو گئے اور دوزخی اپنے گھروں میں ۱جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا ۲(بخاری)

(۵۴۴۹) ۱حضور انور کا یہ وعظ فجر کی نماز سے مغرب کی نماز تک تھا۔ درمیان میں سواء ظہر کی وعصر کی نماز کے اور کسی کام کیلئے وعظ شریف بند نہ فرمایا اور دن بھر میں ابتداء سے انتہا تک بیان فرما دینا بھی حضور انور کا معجزہ ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام گھوڑے پر زین کستے کستے پوری زبور شریف پڑھ لیتے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس وعظ شریف میں پرندہ کا پر مارنا، قطرہ کا حرکت کرنا، ذرہ کا جنبش فرمانا تک بیان فرما دیا۔ گزشتہ ماضی کے سارے حالات اور آئندہ مستقبل کا ایک ایک حال بیان کر دیا۔ یہ ہے حضور کا علم غیب کلی کی بڑی قوی دلیل اور یہ حدیث ان آیات کی تفسیر ہے۔ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (۱۱۳،۴) اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ (کنزالایمان) یا رب کا فرمان: وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ (۱۵۱،۲) اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ (کنزالایمان)۔ شعر:-

خدا مطلع ساخت بر جملہ غیب علی کل شیء خبر آمدی

۲اللہ تعالٰی نے سارے غیب حضور کو بتائے، حضور کو یاد بھی رہے فرماتے ہیں: وتجلی لی کل شیء وعرفت پھر حضور انور نے یہ سب کچھ صحابہ کو بتایا مگر ان میں سے کسی کو سارا یاد نہ رہا۔ یہ فرق ہے اس تعلیم میں اور اس تعلیم میں۔ بعض کو زیادہ یاد رہا بعض کو کم بعض کو کچھ یاد نہ رہا۔ غرضکہ رب نے اپنے محبوب کو سب کچھ سکھایا۔ حضور نے صحابہ کو سب کچھ وعظ میں بتایا جیسے حضرت آدم کو رب نے سارے نام سکھائے۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (۳۱،۲) اور اللہ تعالٰی نے آدم کو تمام (اشیاء کے) نام سکھائے۔ (کنزالایمان) اور حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کو وہ سب نام سکھائے نہیں بلکہ بتائے۔ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ (۳۳،۲) جب اس نے (یعنی آدم نے) انہیں سب کے نام بتا دیے۔ (کنزالایمان) یہ فرق خیال میں رہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ الْخَلْقَ اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ فَهُوَ

(۵۴۵۰) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالٰی نے مخلوق کی پیدائش سے پہلے ایک تحریر لکھی ۱کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے ۲تو وہ

https://archive.org/details/@madni_library

مَكْتُوْبٌ عِنْدَهٗ فَوْقَ الْعَرْشِ .(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) اس کے پاس عرش کے اوپر لکھی ہوئی ہے۳؎(مسلم بخاری)

(۵۴۵۰) ۱؎ یہ تحریر یا تو لوح محفوظ میں ہے دوسری تحریروں کے ساتھ یا یہ یہ تحریر علیحدہ ہے۔ جو رب تعالٰی کے پاس محفوظ ہے۔ ہر وقت رب کی نظر میں ہے۔ خیال رہے کہ اس قسم کی تحریریں تاکید اور اہمیت ظاہر فرمانے اور اپنے خاص بندوں کو دکھانے کیلئے ہوتی ہیں۔ اس لئے نہیں کہ رب تعالٰی کو اپنے بھول جانے کا خطرہ تھا لہذا لکھ لیا نعوذ باللہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تحریر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھی ہے۔ دیکھ کر پڑھ کر ہم کو سنا رہے ہیں۔ شعر:-

قدرت کی تحریریں جانے امی اور تقدیریں جانے بخشش کی تدبیریں جانے وہ ہے رحمت والا

جن کا نام ہے محمد دو جگ ہے ان سے اجیالا

۲؎ اس فرمان عالی کے چند معنی ہیں۔ ایک یہ کہ میری رحمت زیادہ ہے۔ میرا عذاب کم کہ رحمت ہمیشہ رہتی ہے۔ غضب کبھی کبھی۔ دوسرے یہ کہ میری رحمت عام ہے جس سے ہر کافر و مومن جن و انس حصہ لے رہا ہے۔ میرا غضب خاص کافر انسانوں اور جنات پر۔ تیسرے یہ کہ رحمت ملنے کے اسباب بہت ہی ہیں۔ ایمان لانا' توبہ کرنا' عبادت کرنا' رونا' ڈرنا' امید رکھنا' بندوں پر رحم کرنا' مگر غضب کا سبب صرف ایک ہے۔ یعنی نافرمانی کرنا' اگرچہ نافرمانی کی نوعیتیں بہت ہیں۔ چوتھے یہ کہ رحمت پہلے ہے غضب اس کے بعد ہے۔ مخلوق کو پیدا فرمانا انہیں پالنا' روزی دینا رحمت' یہ پہلے ہے۔ ان کی نافرمانی پر پکڑنا یہ غضب ہے۔ جو ان رحمتوں کے بعد ہے۔ دنیا میں بھی اس کی رحمت زیادہ ہے آخرت میں بھی زیادہ ہوگی۔ پانچویں یہ کہ اللہ کی رحمت تو بغیر سبب بھی مل جاتی ہے مگر اس کا غضب کسی سبب سے ہی ہوتا ہے۔ ہم پر اس نے عالم ارواح اور ماں کے پیٹ میں رحمتیں کیں۔ اس وقت ہم کون سے اعمال کر رہے تھے۔ شعر:-

در عدم کے بود مارا خود طلب بے طلب کردی عطا ہائے عجب

چھٹے یہ کہ رحمت تو ہمارے بغیر استحقاق کے بھی مل جاتی ہے مگر غضب ہمارے استحقاق سے ہی ہوتا ہے۔ اب پڑھو یہ آیت کریمہ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (۷:۱۵۶) فرمایا میرا عذاب میں جسے چاہوں دوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔ (کنزالایمان) اس کا اثر یہ ہے کہ آپ دائمی رحمت ہیں۔ تو آپ کی نبوت عالمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ ساتویں یہ کہ رحمت کی بہت قسمیں ہیں رحمت ایجاد' رحمت امداد' رحمت توفیق اعمال' رحمت قبول' رحمت جزاءِ عمل وغیرہ مگر غضب کی اقسام بہت تھوڑی ہیں۔ آٹھویں یہ کہ خلف وعید جائز بلکہ واقع ہے مگر خلف وعدہ ناممکن ہے۔ اس کی اور وجوہ بھی ہوسکتی ہیں۔ ۳؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریر لوح محفوظ میں نہیں ہے بلکہ خاص تختی پر ہے لوح محفوظ پر فرشتوں' نبیوں' ولیوں کی نظر ہے مگر اس تحریر پر سواء ہمارے حضور کے کسی کی نظر نہیں یہ تو حضور کا کرم ہے کہ وہ خاص تحریر ہم کو بتادی سنادی۔ حضور رب کی طرف سے مختار ہیں۔

وَعَنْ عَآئِشَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُلِقَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ وَّخُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَّخُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ . (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۴۵۱) روایت ہے حضرت عائشہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ۱؎ اور جنات خالص آگ سے پیدا کئے گئے ۲؎ اور آدم اس سے پیدا کئے گئے جو تم سے بیان کیا گیا ۳؎ (مسلم)

(۵۴۵۱) ۱؎ نور کے معنی ہیں روشنی یعنی بذات خود ظاہر دوسروں کا مظہر یہاں چمکدار جوہر مراد ہے جس میں کثافت بالکل نہ ہو (اشعۃ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اللمعات) یعنی فرشتوں کی پیدائش ایسے جوہر سے ہے جو چمکدار ہے اس میں کثافت بالکل نہیں۔ ہمارے جسموں کی پیدائش خاک سے ہے جو کثیف ہے۔ اگرچہ اس میں آگ و پانی کی ملاوٹ بھی ہے۔ ۲؎ اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (۵۵،۱۵) اور جن کو پیدا فرمایا آگ کے لوکے (لپٹ) سے (کنزالایمان) اگرچہ آگ بھی لطیف ہے۔ کثیف نہیں مگر اس میں گرمی بھی ہے نور میں گرمی نہیں صرف لطافت ہے۔ نیز آگ نور اور کثافت کے درمیان ہے خالص ہو تو محض چمک ہے مکدر ہو تو محض دھواں یہ ہی فرق ہے فرشتے اور جن کے درمیان (اشعہ) ۳؎ اس میں اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے۔ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (۱۵،۲۶) بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو اصل میں ایک سیاہ بودار گارا تھی۔ (کنزالایمان) یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کو گیلی اور سوکھی کھنکھاتی مٹی سے پیدا فرمایا۔ جسم انسانی کی پیدائش مٹی سے ہے۔ روح انسانی کی پیدائش امر ربی سے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (۱۷،۸۵) تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔ (کنزالایمان) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف خاکی نورانی ہے۔ رب فرماتا ہے: سراجاً منیراً۔ آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے کھجور، انار اور انگور پیدا کیئے گئے۔ جنت کی حوریں زعفران سے پیدا کی گئی ہیں۔ (مرقات)

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا صَوَّرَ اللّٰہُ اٰدَمَ فِی الْجَنَّۃِ تَرَکَہٗ مَا شَآءَ اللّٰہُ اَنْ یَّتْرُکَہٗ فَجَعَلَ اِبْلِیْسُ یُطِیْفُ بِہٖ یَنْظُرُ مَا ھُوَ فَلَمَّا رَاٰہُ اَجْوَفَ عَرَفَ اَنَّہٗ خُلِقَ خَلْقًا لَّایَتَمَالَکُ۔ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)

(۵۴۵۲) روایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالٰی نے حضرت آدم کی جنت میں صورت بنائی ۱؎ تو جب تک چھوڑے رکھنا چاہا انہیں چھوڑے رکھا۔ ابلیس ان کے آس پاس گردش کرنے لگا دیکھتا تھا کہ یہ کیا چیز ہے تو جب انہیں خالی پیٹ دیکھا تو سمجھ گیا کہ وہ ایسی خلقت سے پیدا کیئے گئے جو اپنے قابو میں نہ ہوں گے ۔۲؎ (مسلم)

(۵۴۵۲) ۱؎ آدم علیہ السلام کی پیدائش کے چند درجے ہیں اولاً ان کا پتلا زمین پر یعنی مکہ معظمہ اور طائف کے درمیان وادی نعمان میں بنایا اور سکھایا گیا پھر وہ سوکھا ہوا پتلا جنت میں رکھا گیا وہاں ہی روح پھونکی، وہاں ہی فرشتوں سے سجدہ کرایا گیا وہاں ہی حوا پیدا ہوئیں، پھر وہاں سے زمین پر بھیجا گیا یہاں اس دوسرے ٹھکانہ کا بیان ہے۔ لہذا یہ حدیث ان روایات کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضرت آدم کا پتلا نعمان مقام میں بنایا گیا۔ بعض نے کہا کہ فی الجنۃ راوی کی غلطی ہے۔ ۲؎ یعنی یہ اپنے پر قابو نہ رکھیں گے، خوشی و رنج عیش تکلیف کو برداشت نہ کرسکیں گے شہوت وغصہ میں بے قابو ہوجائیں گے لہذا میں ان کی اولاد کو بہ آسانی بہکا سکوں گا۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اخْتَتَنَ اِبْرٰھِیْمُ النَّبِیُّ وَھُوَ ابْنُ ثَمَانِیْنَ سَنَۃً بِالْقَدُوْمِ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(۵۴۵۳) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے نبی حضرت ابراہیم نے اسی سال کی عمر میں اپنا ختنہ کیا ۱؎ تیشہ سے ۲؎ (مسلم، بخاری)

(۵۴۵۳) ۱؎ جب حضرت ابراہیم اسی سال کے ہوئے تب حکم الٰہی پہنچا کہ اے ابراہیم ختنہ کرو، آپ نے اپنا ختنہ خود کرلیا اور ہوا غلط طریقہ سے تو آپ سخت زخمی ہوگئے۔ اس کے متعلق رب تعالٰی فرماتا ہے: اِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰھِیْمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ (۲،۱۲۴) جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا۔ (کنزالایمان) خیال رہے کہ چند نبی ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔ جن میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں۔ آج جو جوان [illegible] تو اپنا ختنہ خود کرے یا کسی ختنہ جاننے والی عورت سے نکاح کرے جو اس کی بیوی بننے کے بعد اس

https://archive.org/details/@madni_library

کا ختنہ کرے نائی سے ختنہ نہیں کراسکتا۔کیونکہ بالغ مرد کا ستر کوئی نہیں دیکھ سکتا۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ختنہ کرنا سنت ابراہیمی ہے آپ ہی سے یہ رسم جاری ہوئی۔۲؎ قدوم ق کے فتحہ دال کے پیش سے شام میں ایک بستی ہے اور قدوم دال کے شد سے تیشہ (بسولہ) بڑھئیوں کا مشہور ہتھیار ہے۔آپ نے مقام قدوم میں اسی اوزار سے اپنا ختنہ خود کرلیا۔رب تعالٰی کے حکم پر فوراً عمل کیا۔یہ ہے اطاعت حکم۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكْذِبْ اِبْرَاهِيْمُ اِلَّا ثَلٰثَ كَذِبَاتٍ ثِنْتَيْنِ مِنْهُنَّ فِيْ ذَاتِ اللّٰهِ قَوْلُهٗ اِنِّيْ سَقِيْمٌ وَّقَوْلُهٗ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَّسَارَةُ اِذْ اَتٰى عَلٰى جَبَّارٍ مِّنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيْلَ لَهٗ اِنَّ هٰهُنَا رَجُلًا مَعَهُ امْرَاَةٌ مِّنْ اَحْسَنِ النَّاسِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِ فَسَاَلَهٗ عَنْهَا مَنْ هٰذِهٖ قَالَ اُخْتِيْ فَاَتٰى سَارَةَ فَقَالَ لَهَا اِنَّ هٰذَا الْجَبَّارَ اِنْ يَّعْلَمْ اَنَّكِ امْرَاَتِيْ يَغْلِبْنِيْ عَلَيْكِ فَاِنْ سَاَلَكِ فَاَخْبِرِيْهِ اَنَّكِ اُخْتِيْ فَاِنَّكِ اُخْتِيْ فِي الْاِسْلَامِ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِيْ وَغَيْرُكِ فَاَرْسَلَ اِلَيْهَا فَاُتِيَ بِهَا قَامَ اِبْرَاهِيْمُ يُصَلِّيْ فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهٖ فَاُخِذَ وَيُرْوٰى فَغُطَّ حَتّٰى رَكَضَ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَاُخِذَ مِثْلَهَا اَوْ اَشَدَّ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَاُخِذَ مِثْلَهَا اَوْ اَشَدَّ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِيْ وَلَا اَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَاُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهٖ فَقَالَ اِنَّكَ لَمْ تَاْتِنِيْ بِاِنْسَانٍ اِنَّمَا اَتَيْتَنِيْ بِشَيْطَانٍ فَاَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَاَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فَاَوْمَاَ بِيَدِهٖ مَهْيَمْ قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكُفِرِ فِيْ نَحْرِهٖ وَاَخْدَمَ هَاجَرَ قَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ تِلْكَ اُمُّكُمْ يَا بَنِيْ مَآءِ السَّمَآءِ ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۵۴) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام نے کبھی نہ جھوٹ کہا سواء تین جھوٹ کے ان میں سے دو اللہ کی ذات میں تھے کہ میں بیمار ہوں ۲؎ اور آپ کا فرمان کہ بلکہ یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا ۳؎ فرمایا کہ ایک دن آپ اور جناب سارہ ہجرت میں تھے کہ آپ ظالمین میں سے ایک ظالم پر گزرے۔۴؎ اسے خبر دی گئی کہ یہاں ایک شخص ہے جس کے ساتھ ایک عورت ہے۔لوگوں میں سے حسین ترین اس نے آپ کو بلوایا اور سارہ کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں۔آپ نے فرمایا میری بہن ہیں۔۵؎ پھر آپ سارہ کے پاس آئے ان سے فرمایا کہ یہ ظالم اگر جان لے گا کہ تم میری بیوی ہو تو یہ تمہارے متعلق مجھ پر غلبہ کرلے گا ۶؎ اگر وہ تم سے پوچھے تو اسے بتانا کہ تم میری بہن ہو کیونکہ تم میری اسلامی بہن ہو۔روئے زمین پر میرے اور تمہارے سواء کوئی مومن نہیں ۷؎ پھر اس نے سارہ کو بلوایا آپ کو وہاں پہنچایا گیا۔جناب ابراہیم کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔جب آپ اس کے پاس گئیں وہ اپنے ہاتھ سے آپ کو پکڑنے لگا ۸؎ وہ خود پکڑا گیا۔روایت میں ہے کہ وہ خراٹے لینے لگا حتی کہ اس کے پاؤں رگڑ گئے۔بولا اللہ سے دعا کردیں تم کو نقصان نہ دوں گا۔سارہ نے اللہ سے دعا کی وہ چھوڑ دیا گیا۔پھر دوبارہ پکڑنا چاہا اسی طرح پکڑا گیا اور زیادہ سخت ۹؎ بولا میرے لیئے اللہ سے دعا کریں میں تم کو تکلیف نہ دوں گا۔۱۰؎ تو اللہ سے دعا کی وہ کھول دیا گیا ۱۱؎ پھر جب اس نے جناب سارہ کو دوبارہ پکڑنا چاہا تو اسی طرح اور بہت سخت پکڑا گیا۔بولا اللہ سے میرے لیئے دعا کریں تم کو تکلیف نہ دوں گا۔سارہ نے اللہ سے دعا کی وہ کھول دیا گیا ۱۲؎ پھر اس نے اپنے بعض ڈیوڑھی بانوں کو بلایا کہ تم میرے پاس

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

انسان نہیں لائے جناتی لائے ہو۱۳چنانچہ انہیں بی بی ہاجرہ خادمہ دیں۔
۱۴آپ حضرت ابراہیم کے پاس آئیں آپ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے
اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کیا گزری، بولیں اللہ نے کافر کا مکر اس کے
گلے میں لوٹا دیا اور ہاجرہ خادمہ عطا فرمائی ۱۵ابو ہریرہ نے فرمایا کہ آسمان
کے پانی کے بچو یہ تمہاری ماں ہیں۱۶ (مسلم بخاری)

(۵۴۵۴) ۱یہاں جھوٹ سے مراد توریہ ہے یعنی ذومعنی والا لفظ بول کر بعید معنی مراد لینا ہے۔ ضرورت کے وقت توریہ بالکل جائز ہے۔ خیال رہے کہ آپ کا چوتھا قول هٰذَا رَبِّی بچپن شریف کا تھا۔ یہ تین توریہ نبوت کی عطا کے بعد ہیں لہٰذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔ ۲اس فرمان عالی کی تفسیر حاشیۃ القرآن میں ملاحظہ کرو۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ آپ کی قوم نے آپ کو اپنے میلے میں چلنے کیلئے کہا تو آپ نے کہا میں بیمار ہوں تمہارے ساتھ کیسے جاسکتا ہوں۔ مطلب یہ تھا کہ میرا دل بیمار ہے۔ اسے تمہاری طرف سے رنج و غصہ ہے مگر چونکہ آپ کا جسم شریف بظاہر بیمار نہ تھا اور سقیم کے ظاہری معنی ہیں جسمانی بیماری اس لئے اسے کذب یعنی توریہ فرمایا گیا آپ تو صدیقًا نبیًا ہیں۔ اس فرمان عالی کے اور بہت مطلب ہو سکتے ہیں۔ یہ قوی ہے۔ شعر:-

اگر ترا بہ تماشا و عید خود طلبند   خلیل در جوابے بگو کہ بیمارم

۳اس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ کفار تو اپنے میلے میں گئے آپ نے بت خانہ میں تشریف لے جاکر سارے بت توڑ دیئے ان میں ایک بت بڑا تھا باقی چھوٹے تھے کفار نے واپس آکر اپنے بتوں کی یہ حالت دیکھ کر آپ سے پوچھا یہ کام کس نے کیا۔ آپ نے فرمایا ان سب سے بڑے نے کیا یہ کلام شریف ظاہر کے خلاف ہے کہ بتوں کو توڑا آپ نے اس توڑنے کو نسبت کردیا بڑے بت کی طرف اس لئے اسے کذب یعنی توریہ فرمایا اس فرمان عالی کے بہت مطلب بیان کئے گئے ہیں۔ قوی ترین دو مطلب ہیں ایک یہ کہ کفار ان بتوں کو اپنا چھوٹا خدا کہتے تھے اللہ تعالٰی کو بڑا خدا آپ نے فرمایا کہ یہ کام اللہ تعالٰی نے کیا کیونکہ محبوب خلیل کا کام رب کا کام ہے۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰـکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (۸:۱۷) اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تھی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (کنزالایمان) وہ سمجھے کہ بڑے سے مراد یہ بڑا بت ہے۔ دوسرے یہ کہ جملہ خبر نہیں بلکہ انشاء ہے یعنی اس بڑے نے کیا ہوگا ان چھوٹوں سے پوچھ لو یہ ہوا استہزاء اور استہزاء خبر نہیں، پھر جھوٹ کیسا۔ رب جہنمی کافر سے فرمائے گا ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ (۴۴:۴۹) چکھ ہاں ہاں تو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے۔ (کنزالایمان) حالانکہ کافر نہ کریم ہے نہ عزیز چونکہ ان دونوں کلاموں کا تعلق خاص رب تعالٰی سے ہے جس میں آپ کا اپنا نفع کوئی نہیں اس لئے فرمایا کہ یہ دونوں کلام اللہ تعالٰی کے متعلق تھے۔ ۴اس کا واقعہ یہ ہوا کہ حضرت خلیل اپنی بیوی حضرت سارہ کے ساتھ عراق سے شام کی طرف براستہ مصر ہجرت کرکے جارہے تھے کہ مصر سے گزرے وہاں کا قبطی بادشاہ صادق ابن صادون بڑا ظالم تھا جس مسافر کی بیوی خوبصورت دیکھتا اسے طلاق دلوا کر خود قبضہ کرلیتا تھا۔ وہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ ۵اس ظالم نے پہلے تو آپ کو بلایا تاکہ آپ سے طلاق حاصل کرکے حضرت سارہ پر قبضہ کرے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بی بی صاحبہ میری بہن ہیں وہ بے دین بھائی سے بہن کو نہیں چھینتا تھا بلکہ خاوند سے بیوی کو طلاق دلواتا تھا اگر طلاق نہ دیتا تو اسے قتل کردیتا تھا۔ آپ بہ تعلیم الٰہی اس کا یہ اصول جانتے تھے۔ ۶اس طرح کہ مجھ سے تمہیں بذریعہ طلاق لے لے گا یا مجھے قتل کرادے گا۔ مردوں میں حضرت یوسف علیہ السلام بڑے حسین تھے اور عورتوں میں حضرت سارہ

https://archive.org/details/@madni_library

بڑی حسینہ تھیں۔ بلکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن حضرت سارہ کی میراث تھا۔ حضرت سارہ ہاران کی بیٹی تھیں ہاران اور آذر دونوں آپ کے چچا تھے۔ والد تارح تھے جو مومن تھے۔ ۷؎ یعنی اس زمین میں مصر میں میرے تمہارے سواء کوئی مومن نہیں اس وقت حضرت لوط آپ کے ساتھ نہ تھے لہٰذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں (اشعہ) اس سے معلوم ہوا کہ ضرورۃً بیوی کو بہن کہنا جائز ہے اس سے ظہار نہیں ہو جاتا جیسے حضرت ابوبکر صدیق نے حضور انور سے عرض کیا تھا کہ حضور میں تو حضور کا بھائی ہوں کیا میری بیٹی عائشہ سے آپ کا نکاح درست ہوگا ویسے کوئی اپنے کو حضور کا بھائی نہیں کہہ سکتا لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ (۲۴،۶۳) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو۔ (کنزالایمان) یہ بھی کہنا مسئلہ پوچھنے کی ضرورت سے تھا بلا ضرورت زوجین ایک دوسرے کو بھائی بہن ہرگز نہ کہیں۔ ۸؎ آج اس مردود نے اپنے اصول وقواعد کے بھی خلاف کیا کہ باوجود یہ کہ آپ نے انہیں اپنی بہن کہا' اس نے پھر بھی پکڑوا کر بلا لیا اور آپ کی طرف دست درازی کرنے لگا۔ ۹؎ اس کی یہ پکڑ اور چھوٹ حضرت سارہ کی کرامت بھی ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ بھی وہ اپنی حرکت پر پکڑا جاتا تھا جناب سارہ کی دعا پر چھوٹ جاتا تھا۔ آپ چھوٹنے کی دعا اس لئے کردیتی تھیں کہ اگر وہ مرگیا یا ایسا ہی رہا تو اس کی قوم مجھے تکلیف دے گی۔ ۱۰؎ اس کی اس بات سے معلوم ہوا کہ وہ بادشاہ کافر تھا مگر وہابی نہ تھا وسیلہ اولیاء کا قائل تھا۔ اس نے خود رب سے دعا نہ کی بلکہ حضرت سارہ سے دعائیں کراتا رہا وہ جانتا تھا کہ اللہ تعالٰی ان کی سنے گا میری نہ سنے گا۔ ہر دفعہ اس کا ہاتھ سوکھ جاتا تھا اور اسے مرگی کا سا مرض لاحق ہوجاتا تھا۔ جس سے وہ زمین پر اپنی ایڑیاں رگڑنے لگتا تھا۔ ۱۱؎ اللہ تعالٰی نے اس ظالم کو پکڑا تو اس کے جرم سے مگر چھوڑا حضرت سارہ کی دعا سے جس سے پتا لگا کہ مجرم اکثر پکڑے جاتے ہیں اپنی حرکتوں سے مگر خلاصی پاتے ہیں بزرگوں کے فیض سے آپ کی یہ دعا فوراً ہی قبول ہوئی کہ دعا کی اور وہ چھوڑا گیا۔ ۱۲؎ مردود بڑا ڈھیٹ تھا کہ بار بار پکڑا جاتا تھا مگر جب چھوٹتا تھا برا ارادہ کرتا تھا کیونکہ وہ عادی مجرم تھا۔ ۱۳؎ وہ لوگ جنات سے بہت ہی ڈرتے تھے۔ ہر خطرناک انسان کو جن کہہ دیتے تھے۔ اسی وجہ سے اس نے آپ کو جن کہا یعنی خطرناک انسان جس پر میں قابو نہ پاسکا۔ جیسے فرعون موسیٰ علیہ السلام کو ساحر کہہ کر آپ سے دعا کراتا تھا۔ وَقَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ (۴۳،۴۹) اور بولے کہ اے جادوگر! ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر۔ (کنزالایمان) ساحر بمعنی بڑے کرشمے والا انسان شیطان سے مراد طاقتور جن ہے نہ کہ ابلیس کہ وہ ابلیس سے خبردار تھا ہی نہیں۔ ۱۴؎ اس واقعہ سے کچھ عرصہ پہلے حضرت ہاجرہ کے ساتھ بھی یہ ہی واقعہ اس کا ہوچکا تھا کہ آپ کو ظلماً پکڑ لیا تھا مگر آپ پر قابو نہ پاسکا مگر انہیں اپنے گھر میں رکھا آپ اس کے ہاں مظلومہ قیدی تھیں وہ بولا چونکہ سارہ بھی اس طرح کی ہیں لہٰذا ہاجرہ سارہ کو دیدو انہیں بھی میرے گھر سے نکالو آپ لونڈی نہ تھیں کیونکہ لونڈی غلام وہ ہوتا ہے جو کفر واسلام کی جنگ میں کافر مسلمانوں کے ہاتھ لگے اور مسلمان اسے غلام بنالیں۔ اس زمانہ میں نہ کفر واسلام کی جنگ ہوئی تھی نہ آپ کسی مسلمان کے ہاں گرفتار ہوکر لونڈی بنائی گئی تھیں۔ آپ شہزادی تھیں' اس کے ہاں مظلومہ قیدی تھیں۔ آپ کی عصمت اللہ تعالٰی نے محفوظ رکھی تھی۔ سارہ کی طرح کیونکہ سارہ حضرت اسحاق کی ماں بننے والی تھیں اور ہاجرہ حضرت اسماعیل کی والدہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دادی بننے والی تھیں۔ اللہ ان کی عصمت کا والی تھا۔ جب نبی کی بیوی بننے والی عورت کو خواب میں احتلام نہیں ہوسکتا تو نبی کی ماں بننے والی بی بی پر کون قابو پاسکتا ہے۔ ۱۵؎ خدم کے معنی ہیں خادمہ بنا کردیا نہ کہ لونڈی بنا کر۔ کیونکہ آپ مومنہ آزاد تھیں آزاد مومن کو کوئی بھی غلام نہیں بنا سکتا۔ اگر کافر قید کرکے غلام بنا بھی لے تو وہ چھوٹتے ہی آزاد ہوگا۔ مرقات نے فرمایا کہ آپ کا نام ہاجرہ اس لئے ہوا کہ آپ بھی شام سے ہجرت کرکے آئی تھیں۔ ہاجرہ بمعنی مہاجرہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف ایک سو سال کی تھی آپ سے حضرت اسماعیل

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

علیہ السلام پیدا ہوئے۔انہیں سے عرب آباد ہوئے انہیں کی اولاد سے آفتاب ہاشمی حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم چمکے سورج والے آسمان پر کوئی تارہ نہیں۔حضرت اسماعیل کی نسل میں سواء حضور کے کوئی نبی نہیں سارے تارے حضرت سارہ کی اولاد میں چمکے کیسی مبارک نسل ہے۔٦ حضرت ابوہریرہ نے یا تو مکہ والوں کو یا اولاد اسماعیل علیہ السلام کو یا سارے عرب کو بنی ماء السماء فرمایا اس لئے کہ یہ لوگ بارش کے پانی کی طرح طیب وطاہر تھے کہ حضور کے ہم وطن تھے یا اس لئے کہ ان کا گزارہ زمزم پانی پر تھا زمزم آسمان سے ہی آیا یا اس لئے کہ انصار عامر ابن حارثہ ازدی کی اولاد سے تھے اور عامر کو لوگ ماء السماء کہتے تھے۔یعنی اسماعیلیو یا اے اہل عرب تمہاری دادی صاحبہ جناب ہاجرہ ہیں رضی اللہ عنہا۔(اشعہ،مرقات،لمعات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى وَيَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ يَاْوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ وَّلَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ طُوْلَ مَا لَبِثَ يُوْسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِيَ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۵۵) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم حضرت ابراہیم سے زیادہ حق دار ہیں شک کرنے کے جبکہ انہوں نے عرض کیا یارب مجھے دکھا دے کہ تو مردے کیسے زندہ کرے گا۱ اور لوط پر رحم کرے وہ تو بڑے مضبوط پائے کی طرف پناہ لئے ہوئے ۲ اور اگر میں اتنی دراز مدت ٹھہرتا جتنا یوسف علیہ السلام ٹھہرے تو بلانے والے کی بات قبول کرلیتا۔۳ (مسلم،بخاری)

(۵۴۵۵)۱ یعنی ابراہیم علیہ السلام نے جو عرض کیا تھا: رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى (۲۶۰:۲) اے رب میرے! مجھے دکھا دے تو کس طرح مردے جلائے گا۔(کنز الایمان) یہ علم الیقین سے عین الیقین کی طرف ترقی کرنے کیلئے تھا نہ اس لئے کہ آپ کو قیامت میں مردے زندہ کرنے میں شک تھا۔اگر انہیں شک ہوتا تو ہم کو ضرور شک ہوتا کہ ہم ان کی اولاد میں ہیں۔الولد سر لابیہ ہم کو تو شک ہے ہی نہیں تو انہیں کیسے شک ہوسکتا ہے۔میری امت معصوم نہیں اور حضرت ابراہیم معصوم ہیں۔۲ یہ حضرت لوط علیہ السلام کی غیبت یا ان پر طعن نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ہیں نبی اور انہوں نے اپنی پشت پناہ قوی ہونے کی آرزو کی تو معلوم ہوا کہ یہ عمل اور یہ آرزو کرنا جائز ہے کہ انسان مصیبت کے موقع پر اپنے عزیزوں،قرابت داروں کی پناہ لے۔(مرقات) اگرچہ مضبوط پشت پناہ سب کا رب تعالٰی ہے نبی کا عمل جواز کی دلیل ہے۔جب فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آپ کے ہاں مہمان ہوئے اور بدکار قوم نے آپ کا گھر گھیر لیا تو آپ نے فرمایا: لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ (۸۰:۱۱) اے کاش! مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا۔(کنز الایمان) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ ان کی پناہ رب تھا پھر بھی آپ نے یہ فرمایا معلوم ہوا کہ مخلوق کا سہارا لینا جائز ہے۔سنت نبی ہے جیسے یوسف علیہ السلام نے اس قیدی سے کہا تھا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ (۴۲:۱۲) اپنے رب (بادشاہ) کے پاس میرا ذکر کرنا۔(کنز الایمان) اپنے بادشاہ سے میری مظلومیت کی داستان کہہ دینا۔معلوم ہوا کہ کافر حاکم سے دادخواہی کرنا جائز ہے۔سنت یوسف علیہ السلام ہے اگرچہ اللہ کے فضل سے آپ اس کافر بادشاہ کے احسان مند ہوکر جیل سے نہ نکلے بلکہ اس پر احسان کرکے نکلے رب نے آپ کی شان بالا رکھی۔بعض شارحین نے شدید سے مراد لوط علیہ السلام کی قوم ہی لی ہے یعنی ان کی قوم طاقتور تھی اور آپ کو ان کی حمایت حاصل تھی۔دیکھو شعیب علیہ السلام کو ان کی قوم سے قوت دی کہ کفار نے کہا: لَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ (۹۱:۱۱) اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم نے تمہیں پتھراؤ کردیا ہوتا۔(کنز الایمان) حضور کو جناب ابوطالب سے قوت دی (مرقات)

https://archive.org/details/@madni_library

کہ فرمایا اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى (۶۹۳) کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔ (کنزالایمان) ۳؎ یعنی یوسف علیہ السلام نو سال یا بارہ سال جیل میں رہے مگر شاہ مصر کا قاصد آپ کو بادشاہ کی طرف سے بلانے آیا تو آپ نے فرمایا کہ پہلے میری پاکدامنی کی تحقیق کرو پھر میں جیل سے باہر نکلوں گا۔ یہ آپ کا انتہائی صبر ہے اگر ان کی جگہ جیل میں ہم اتنا رہتے تو ضرور پہلی ہی دعوت پر ہم جیل سے باہر آتے یہ حضور انور کی انتہائی تواضع ہے ورنہ حضور کا صبر یوسف علیہ السلام سے کہیں زیادہ ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ آپ کو پہلی دعوت پر ہی جیل سے باہر نکل آنا چاہئے تھا تاکہ تبلیغ نبوت جلد شروع ہوجاتی۔ اگر ہم وہاں ہوتے تو پہلی دعوت پر باہر آکر تبلیغ شروع فرمادیتے۔ (مرقات) مگر پہلی توجیہ قوی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مُوْسٰى كَانَ رَجُلاً حَيِيًّا سِتِّيْرًا لَا يُرٰى مِنْ جِلْدِهٖ شَيْءٌ اِسْتِحْيَاءً فَاٰذَاهُ مَنْ اٰذَاهُ مِنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ فَقَالُوْا مَا تَسَتَّرَ هٰذَا التَّسَتُّرَ اِلَّا مِنْ عَيْبٍ بِجِلْدِهٖ اِمَّا بَرَصٌ اَوْ اُدْرَةٌ وَّاِنَّ اللهَ اَرَادَ اَنْ يُّبَرِّاَهٗ فَخَلَا يَوْمًا وَحْدَهٗ لِيَغْتَسِلَ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ فَجَمَحَ مُوْسٰى فِيْ اَثَرِهٖ يَقُوْلُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ ثَوْبِيْ يَا حَجَرُ حَتّٰى اِنْتَهٰى اِلٰى مَلَاءٍ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ فَرَاَوْهُ عُرْيَانًا اَحْسَنَ مَا خَلَقَ اللهُ وَقَالُوْا وَاللهِ مَا بِمُوْسٰى مِنْ بَاْسٍ وَّاَخَذَ ثَوْبَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا فَوَاللهِ اِنَّ بِالْحَجَرِ لَنَدَبًا مِّنْ اَثَرِ ضَرْبِهٖ ثَلٰثًا اَوْ اَرْبَعًا اَوْ خَمْسًا۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۵۶) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موسیٰ علیہ السلام بہت شرمیلے پردہ دار تھے۱؎ ان کی ظاہری کھال کا کوئی حصہ دیکھا نہ جاتا تھا شرم کی وجہ سے تو انہیں بنی اسرائیل میں سے جس نے ایذاء پہنچائی اس نے پہنچائی۔ بولے اس قدر پردہ کسی کھال کے عیب کی وجہ سے ہی ہے۔ یا برص ہے یا خصیوں کا ورم۲؎ اللہ نے چاہا کہ ان کو بری کرے۳؎ تو ایک دن وہ اکیلے تنہائی میں گئے تاکہ غسل کریں اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ دیئے۔ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ اٹھا۴؎ موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے یہ کہتے دوڑے اے پتھر میرے کپڑے اے پتھر میرے کپڑے۵؎ حتی کہ اسرائیلیوں کی ایک جماعت تک پہنچ گئے انہوں نے برہنہ دیکھا۶؎ کہ آپ اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ وہ بولے اللہ کی قسم موسیٰ علیہ السلام میں کوئی خرابی نہیں ہے۷؎ اپنے کپڑے لئے اور پتھر کو مارنے لگے۔ رب کی قسم آپ کے مارنے سے پتھر میں تین چار یا پانچ نشانات ہیں۔۸؎ (مسلم بخاری)

(۵۴۵۶) ۱؎ بنی اسرائیل سب کے سامنے ننگے نہایا کرتے تھے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام غسل خانہ میں پردہ سے نہاتے تھے اس حیاء پر بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو خفیہ بیماری کی تہمت لگادی۔ معلوم ہوا کہ پردہ اور شرم سنت انبیاء ہے۔ بے شرمی بے حیائی طریقہ کفار ہے۔ اس سے موجودہ فیشن پرست سبق لیں۔ ۲؎ یعنی آپ اپنے اس عیب کو چھپانے کیلئے چھپ کر نہاتے ہیں اگر بے عیب ہیں تو ہماری طرح سب کے سامنے ننگے کیوں نہیں نہاتے۔ ۳؎ معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام اس قسم کی بیماریوں اور نفرت آور مرضوں سے محفوظ رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی عزت کا حافظ [illegible] ہے ۴؎ بالکل ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔ آج لوہے سلور کے انجن مشین کی وجہ سے دوڑتے ہیں۔ بلکہ پوری ریل کو دوڑاتے پھرتے ہیں اگر بہ حکم الٰہی پتھر میں حرکت پیدا ہوجائے تو کیا بعید ہے۔ جب بھاپ لوہے کو دوڑا سکتی ہے تو حکم الٰہی بھی پتھر کو دوڑا سکتا ہے آپ کی لاٹھی سانپ بن کر دوڑتی کھاتی پیتی تھی۔ خیال رہے کہ ضرورۃً غسل خانہ میں ننگے ہو کر نہانا جائز ہے۔ آپ کے پاس اس وقت کوئی تہبند وغیرہ ہوگا نہیں آپ کے اس عمل شریف میں رب تعالیٰ کی وہ حکمت تھی جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ پیغمبر کا ہر فعل رب کی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

طرف سے ہوتا ہے۔۵؎ درخت پتھر وغیرہ لوگوں کی خصوصاً انبیاء کرام کی باتیں سنتے سمجھتے ہیں لہذا آپ کا اسے پکارنا بالکل درست تھا۔رب تعالیٰ آسمان وزمین کو بلکہ پہاڑوں کو پکارتا ہے۔ یَا جِبَالُ اَوِّبِیْ مَعَهٗ (۳۴:۱۰) اے پہاڑو!اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو۔(کنزالایمان) حضرت خلیل نے ذبح شدہ جانوروں کو پکارا لہذا اس پکار پر کوئی اعتراض نہیں۔۶؎ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پیغمبر سے لوگوں کے طعن دفع فرماتا ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام کے دامن سے داغ غلامی دفع کرنے کیلئے سات سال کی قحط سالی بھیجی۔تمام قحط زدہ لوگ اپنا سب کچھ آپ کے ہاتھ فروخت کرکے خود آپ کے ہاتھ فروخت ہوگئے غلہ کی عوض اور آپ کے غلام بن گئے اسی طرح رب نے اپنے کلیم کے دامن سے لوگوں کے اس الزام کا دھبہ دھویا۔اس وقت ننگا سامنے آنا عرف میں کوئی عیب نہ تھا دینی ضرورت کی وجہ سے شرعاً بھی ممنوع نہ رہا۔آج ضرورۃً ڈاکٹر حکیم کے سامنے ننگا ہونا پڑتا ہے۔بعض دفعہ ننگا کرکے تلاشی لی جاتی ہے۔جب حفاظت جان کیلئے ننگا ہونا جائز ہے۔تو وہاں لوگوں کی حفاظت ایمان کیلئے آپ کو ننگا دکھادینا بھی جائز تھا۔لہذا حدیث شریف پر کوئی اعتراض نہیں کہ رب نے نبی کو برہنہ کیوں دکھایا۔۷؎ معلوم ہوا کہ نبی ایسی بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں اسی طرح گھناؤنی گندی بیماریاں انہیں نہیں ہوتیں۔نامردی،گونگا بہراپن،برص،جذام نبی کو نہیں ہو سکتے۔۸؎ آپ کا پتھر کو مارنا جوش میں واقع ہوا جیسے آپ نے اپنی قوم کی بچھڑا پرستی دیکھ کر توریت کی تختیاں گرادیں۔لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پتھر کو مارنا عقلمند آدمی کا کام نہیں عقل اور جوش اور محبت میں بڑا فرق ہے۔لوگ عشق کے جوش میں محبوب کا لباس چومتے ہیں۔اس فرمان عالی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پتھر حضور انور کے زمانہ میں موجود تھا اور حضور نے اسے دیکھا تھا۔ندب کے معنی ہیں زخم کا اثر۔یہاں مراد ہے پتھر میں گڑھے جو لاٹھی سے پڑے پھر اسی پتھر سے مقام تیہ میں پانی کے بارہ چشمے جاری ہوئے جسے بنی اسرائیل تیس چالیس سال پیتے رہے۔خیال رہے کہ پتھر کا بھاگنا اور آپ کی مار سے اس میں اثر ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں(مرقات)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِّنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ اَيُّوْبُ يَحْثِىْ فِىْ ثَوْبِهٖ فَنَادَاهُ رَبُّهٗ يَا اَيُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ اَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرٰى قَالَ بَلٰى وَعِزَّتِكَ وَلٰكِنْ لَّاغِنٰى بِىْ عَنْ بَرَكَتِكَ ۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِىُّ)

(۵۴۵۷) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبکہ ایوب علیہ السلام برہنہ غسل کررہے تھے ۱؎ کہ آپ پر سونے کی ٹڈیاں گریں۔۲؎ آپ اپنے کپڑے میں انہیں سمیٹنے لگے ۳؎ انہیں ان کے رب نے ندا فرمائی کہ اے ایوب کیا میں نے تم کو تمہیں اس دیکھی چیز سے بے نیاز نہیں کردیا ۴؎ عرض کیا ہاں تیری عزت کی قسم لیکن مجھے تیری برکت سے بے نیازی نہیں ۵؎ (بخاری)

(۵۴۵۷) ۱؎ یہ واقعہ حضرت ایوب علیہ السلام کے مرض سے شفا پاجانے کے بعد کا ہے۔غسل خانہ میں تنہائی کی حالت میں ننگا نہانا جائز ہے اگر وہاں بھی تہبند سے نہایا جائے افضل ہے۔۲؎ جراد اسم جنس ہے مراد بہت ٹڈیاں ہیں۔جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہورہا ہے یہ بارش قدرتی تھی رب تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج بعض دفعہ بارش کے ساتھ بیر بہوٹی برستی ہے لہذا جانوروں کا برسنا ناممکن نہیں۔ ۳؎ یعنی آپ اسی طرح برہنہ بدن غسل خانہ سے نکل کر اپنے تہبند شریف میں یہ ٹڈیاں جمع فرمانے لگے۔اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ آسمان سے برسی ہوئی چیز جنگل کی خودرو جڑی بوٹیاں،وہاں کے شکار کے جانور کسی کی ملکیت نہیں جس کا جی چاہے لے لے حتی کہ اگر قرینہ سے معلوم ہوا کہ یہ چیز ہم کو دی گئی ہے اسے بھی لے لینا جائز ہے۔جیسے برادران یوسف علیہ السلام نے اپنے سامان میں واپس کی ہوئی قیمت دیکھ کر بولے: هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا (۱۲:۶۵) یہ ہے ہماری پونجی کہ ہمیں واپس کردی گئی۔(کنزالایمان)

https://archive.org/details/@madni_library

دوسرے یہ کہ جائز مال کی حرص بری نہیں بلکہ اچھی ہے۔ جبکہ حلال ذریعہ سے حاصل ہو اور غفلت پیدا نہ کرے۔ دیکھو مرقات یہ ہی مقام۔۴؎ آپ کی بیماری کے بعد رب تعالیٰ نے آپ کی بیوی صاحبہ رحمت کو جوانی، صحت بخشی۔ اولاد بہت عطا کی۔ مال اندازے سے بھی زیادہ عطا فرمایا۔ اس فرمان عالی میں اس طرف اشارہ ہے۔۵؎ سبحان اللہ کیسا پیارا جواب ہے یعنی میں بہت مالدار ہو کر بھی تیری عطا سے بے نیاز نہیں۔ تیری عطا بھاگ کر دوڑ کر قبول کروں گا۔ اس میں رب کی نعمت کی قدردانی اور اس کا شکریہ ہے۔ غرضکہ حرص نفسانی اور چیز ہے یہ حرص کچھ اور چیز ہے۔ یہ حرص نفسانی نہ تھی ہمیشہ اپنے کو رب کا محتاج جانو۔

وَعَنْهُ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَجُلٌ مِنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِيْ اصْطَفٰى مُحَمَّدًا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ فَقَالَ الْيَهُوْدِيُّ وَالَّذِي اصْطَفٰى مُوْسٰى عَلَى الْعٰلَمِيْنَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُوْدِيِّ فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِمَا كَانَ مِنْ اَمْرِهٖ وَاَمْرِ الْمُسْلِمِ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمَ فَسَاَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى فَاِنَّ النَّاسَ يَصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَصْعَقُ مَعَهُمْ فَاَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ يُّفِيْقُ فَاِذَا مُوْسٰى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِيْ كَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَاَفَاقَ قَبْلِيْ اَوْ كَانَ فِيْمَنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَلَا اَدْرِيْ اَحُوْسِبَ بِصَعْقَةِ يَوْمِ الطُّوْرِ اَوْ بُعِثَ قَبْلِيْ وَلَا اَقُوْلُ اِنَّ اَحَدًا اَفْضَلُ مِنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ لَا تُخَيِّرُوْا بَيْنَ الْاَنْبِيَآءِ۔

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ لَا تُفَضِّلُوْا بَيْنَ اَنْبِيَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔

(۵۴۵۸) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی آپس میں جھگڑا کر پڑے۔ مسلمان بولا اس کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہان پر چن لیا۔ تو یہودی بولا اس کی قسم! جس نے موسیٰ علیہ السلام کو سارے جہانوں پر چن لیا۱؎ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ یہودی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا اور مسلمان کا جو واقعہ ہوا تھا، حضور کو اس کی خبر دی۲؎ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو بلایا اور اس کے متعلق اس سے پوچھا اور اس نے حضور کو یہ خبر دی۳؎ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۴؎ کیونکہ قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہوں گے میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہوں گا۵؎ تو سب سے پہلے ہوش میں آنیوالا میں ہوں گا اچانک موسیٰ علیہ السلام عرش کا کنارہ پکڑے ہوں گے۶؎ میں نہیں جانتا کہ کیا وہ بے ہوش ہونے والوں میں تھے مجھ سے پہلے ہوش میں آ گئے یا ان میں سے ہیں جنہیں اللہ نے مستثنیٰ فرمایا۷؎ اور ایک روایت میں ہے میں نہیں جانتا کہ کیا طور کی بے ہوشی حساب میں لگائی گئی۸؎ یا وہ مجھ سے پہلے اٹھائے گئے اور میں نہیں کہتا کہ کوئی بھی یونس ابن متی علیہ السلام سے افضل ہے۹؎ اور حضرت ابوسعید کی روایت میں فرمایا انبیاء کرام میں بزرگی نہ دو (مسلم بخاری) اور حضرت ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں بزرگی نہ دو۱۰؎

(۵۴۵۸) ۱؎ موسیٰ اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے مگر چونکہ یہودی نے یہ قید نہ لگائی بلکہ مطلقاً عالمین کہا اس لئے مسلمان نے اسے مارا۔۲؎ اس نے کہا مجھ پر فلاں مسلمان نے ظلم کیا کہ بلاقصور مارا غالباً قصاص مانگتا ہو گا حالانکہ قصور یہودی کا تھا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی۔ اس لئے حضور انور نے اس کا قصاص نہ دلوایا یہ ضرور خیال رہے۔ آج بعض مسلمان حضور کے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

گستاخ ہندوؤں کو قتل کر ڈالتے ہیں۔مسلمان اپنے محبوب کی بے ادبی برداشت نہیں کرتا۔۳؎ معلوم ہوا کہ مدعا علیہ کا بیان لے کر فیصلہ کیا جائے مگر یہ حکم عام فیصلوں کیلئے ہے۔فتویٰ صرف بیان پر ہوتا ہے بعض صورتوں میں یہ فیصلہ یک طرفہ بیان پر دیا جاتا ہے۔جیسے قضا علی الغائب حضور انور نے بی بی ہندہ کا بیان سن کر ابوسفیان کے متعلق فتویٰ دے دیا کہ بقدر ضرورت ان کا مال ان سے بغیر پوچھے خرچ کرلیا کرو۔حضرت داؤد علیہ السلام نے دو حاضرین میں سے ایک کا بیان لے کر فرمایا کہ ننانوے دنبیوں والا تجھ پر ظلم کرتا ہے کہ تیری ایک دنبی بھی لینا چاہتا ہے۔خیال رہے کہ حضور انور نے مسلمان سے اس یہودی کو قصاص دلوایا نہ معافی منگوائی کیونکہ قصور یہودی کا تھا کہ اس نے حضور انور کی توہین کی وہ بھی مسلمان کے سامنے یہ بات خیال رہے۔۴؎ یعنی مجھے دوسرے نبیوں پر ایسی بزرگی نہ دو جس سے دوسرے نبی کی توہین ہو جائے یا جس سے لڑائی جھگڑے کی نوبت آئے یا نفس نبوت میں ترجیح نہ دو کہ کسی کو اصلی نبی مانو کسی کو ظلی، بروزی، عارضی نبی لہٰذا یہ حدیث نہ تو اس آیت کے خلاف ہے کہ **تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ** (۲،۲۵۳) یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔(کنزالایمان) اور نہ اس حدیث کے خلاف کہ **انا سید ولد اٰدم** یا اپنی طرف سے گھڑ کر مسائل بیان نہ کرو جو افضلیت قرآن یا حدیث سے ثابت ہو وہ بیان کرو لہٰذا حدیث واضح ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم سید الاولین والآخرین ہیں۔۵؎ قوی تر یہ ہے کہ یہ نفخ صور وہ نہیں ہے جس سے لوگ زندہ کیے جائیں گے اس وقت تو سب سے پہلے حضور انور ہی زندہ ہوں گے، فرماتے ہیں: **انا اول من تنشق عنه الارض** بلکہ یہ صور کا پہلا نفخہ ہے جس سے زیادہ لوگ مرجائیں گے اور وفات یافتہ لوگ بے ہوش ہوجائیں گے بعد میں ہوش میں آئیں گے یا سب کے زندہ ہو چکنے کے بعد صور تیسری بار پھونکا جائے گا جس سے سب لوگ بے ہوش ہوجائیں گے۔ یہاں وہ واقعہ بیان ہو رہا ہے۔(اشعۃ اللمعات) رب فرماتا ہے: **وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ** (۳۹،۶۸) اور یہ صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہوجائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں مگر جسے اللہ چاہے۔ (کنزالایمان)۶؎ یعنی موسیٰ علیہ السلام مجھ سے پہلے کھڑے ہوئے عرش کا کنارہ پکڑے ہوں گے۔خیال رہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی حضور انور پر جزوی فضیلت ہے جو کلی فضیلت کے خلاف نہیں جیسے آدم کا مسجود ملائکہ اور ابوالبشر ہونا یا عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر والد پیدا ہونا۔کلیۃً حضور انور ہی تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔۷؎ یعنی اس نفخہ میں سب لوگ بے ہوش نہ ہوں گے۔بعض مستثنیٰ بھی رہیں گے۔جسے ربّ نے فرمایا: **اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ** (۷،۸۷) مگر جو اللہ چاہے۔بے شک وہ جانتا ہے۔(کنزالایمان) وہ ان مستثنیٰ لوگوں میں سے ہیں یا مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے۔۸؎ یعنی موسیٰ علیہ السلام طور پر تجلی الٰہی دیکھ کر بے ہوش چکے ہیں۔**فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا** (۷،۱۴۳) پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کردیا اور موسیٰ گرا بے ہوش۔(کنزالایمان) غالبًا وہ بے ہوشی حساب میں لگائی گئی۔آج بے ہوشی سے محفوظ رہے۔خیال رہے کہ **لاادری** میں علم عطا الٰہی کی نفی نہیں بلکہ علم بالدلائل کی نفی ہے۔درایت عقلی علم کو کہتے ہیں اور یہاں اس کا مقصد ہے۔عدم اعلام (نہ بتانا) جیسے **لَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ** میں نہیں جانتا کہ قیامت میں تمہارے ساتھ کیا ہوگا اور میرے ساتھ کیا ہوگا وہاں بھی درایت کی نفی ہے علم کی نفی نہیں۔۹؎ متی یونس علیہ السلام کی والدہ کا نام شریف ہے۔بعض نے فرمایا کہ آپ کے والد کا نام ہے۔حضرت یونس علیہ السلام نبی ہیں مگر اولوالعزم نبی رب فرماتا ہے: **وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ** اس لئے خصوصیت سے حضور انور نے ان کا نام شریف لیا۔یہاں بزرگی نہ دینے کے وہ ہی معانی ہیں جو ابھی عرض کئے گئے یعنی اصل نبوت میں فضیلت دینا کہ یہ کفر ہے۔**لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ** (۲،۲۸۵) یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول

https://archive.org/details/@madni_library

پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔(کنزالایمان) یا اپنی طرف سے گھڑ کر فضیلت دینا کہ یہ حرام ہے یا اس طرح فضیلت دینا کہ دوسرے نبی کی توہین ہو جائے کسی شخص نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سامنے یہ شعر پڑھا:

شان یوسف جو دبی وہ بھی یہاں آکے دبی

آپ نے فرمایا یہ کفر ہے۔اس طرح کہو کہ شان یوسف جو بڑھی وہ بھی اس در سے بڑھی۔سبحان اللہ کیسی پیاری اصلاح ہے۔

۱۱ اس کے مطلب بھی وہ ہی ہیں جو ابھی عرض کیے گئے کہ کسی نبی کی ایسی فضیلت بیان کرنا جس سے دوسرے نبی کی توہین ہو یہ سخت جرم ہے جس کی مثال اس شعر میں ہے۔شعر:۔

چہارم چرخ ہی پر رہ گئے بس حضرت عیسیٰ مگر عرش بریں پر جا کے محبوب خدا ٹھہرے

یہ حرام ہے کہ بس رہ گئے کہنا نبی کی توہین ہے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْبَغِیْ لِعَبْدٍ اَنْ يَّقُوْلُ اِنِّیْ خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَرِوَايَةٍ لِّلْبُخَارِیِّ قَالَ مَنْ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ يُوْنُسَ بْنِ مَتّٰى فَقَدْ كَذَبَ۔

(۵۴۵۹) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بندے کو لائق نہیں کہے کہ میں یونس ابن متی سے افضل ہوں ۱ (مسلم بخاری) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ فرمایا جو کہے کہ میں یونس ابن متی علیہ السلام سے افضل ہوں وہ جھوٹ بولا ۲

(۵۴۵۹) ۱ یعنی کوئی اپنے کو حضرت یونس علیہ السلام سے افضل نہ کہے کیونکہ کوئی ولی خواہ کسی درجے کا ہو نبی کی گرد قدم کو نہیں پہنچ سکتا۔نبی کی شان تو بڑی ہے تمام جہان کے اولیاء مل کر صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچتے۔اور اگر میں سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اس کے مطلب وہ ہی ہیں جو ابھی عرض کیے گئے۔۲ کیونکہ یونس علیہ السلام نبی ہیں اور تو نبی نہیں پھر اپنے کو ان سے افضل کیسے کہتا ہے۔اس سے وہابی عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ کبھی امتی بظاہر نبی سے بڑھ جاتے ہیں۔

وَعَنْ اُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْغُلَامَ الَّذِیْ قَتَلَ الْخَضِرُ طُبِعَ كَافِرًا لَوْ عَاشَ لَاَرْهَقَ اَبَوَيْهِ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۶۰) روایت ہے حضرت ابی ابن کعب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ لڑکا جسے خضر علیہ السلام نے قتل کیا ۱ وہ کافر پیدا ہوا تھا۔اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو سرکشی اور کفر سے سرکش کردیتا ۲ (مسلم بخاری)

(۵۴۶۰) ۱ خضر خ کے فتحہ ض کے کسرہ سے بمعنی ہرے بھرے آپ کا نام عباس یا بلیا ابن ملکان ہے۔آپ نوح علیہ السلام کی ساتویں پشت پر ہیں۔ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں موجود تھے۔آپ کا مقام سمندر ہے۔الیاس علیہ السلام کا مقام خشکی۔قیامت تک زندہ رہیں گے۔بزرگوں سے ملاقات کرتے ہیں۔حضور غوث پاک نے آپ سے فرمایا تھا کہ اے اسرائیلی ولی محمدی ولی کی بات سنتے جایئے۔آپ نبی ہیں ہر سال حج کے موقع پر آپ اور الیاس علیہ السلام جمع ہوتے ہیں۔ایک دوسرے کی حجامت کرتے ہیں اور یہ کلام کرتے ہیں: بسم اللہ ماشاء اللہ لایسوق الخیر الا اللہ بسم اللہ ماشاء اللہ لایصرف السوء الا اللہ۔بسم اللہ ماشاء اللہ ما من نعمة فمن اللہ بسم اللہ ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔جو کوئی رات کو سوتے وقت وضو کر کے داہنی کروٹ پر لیٹے اور یہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کلمات پڑھ کر سوئے انشاء اللہ ولی ہو جائے (اشعہ ومرقات) ۲؎ یعنی اس بچہ کی فطرت یہ تھی کہ یہ کفر اختیار کرتا اور کافر گر بنتا لہٰذا یہ فرمان عالی اس حدیث کے خلاف نہیں کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اسکے ماں باپ مومن تھے وہ اس کی محبت میں خود بھی کافر بن جاتے۔ اس لئے خضر علیہ السلام نے اسے قتل کردیا۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ خضر علیہ السلام نبی ہیں کیونکہ ولی اپنے الہام سے بے گناہ بچے کو قتل نہیں کرسکتا نبی کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ نبی بہ اعلام الٰہی لوگوں کی سعادت شقاوت کفر و ایمان سے خبر دار ہوتے ہیں۔ یہ علوم خمسہ سے ہے۔ خیال رہے کہ ولی اپنے الہام کی بنا پر کسی کی مدد کر سکتے ہیں۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا سُمِّیَ الْخَضِرُ لِاَنَّهٗ جَلَسَ عَلٰى فَرْوَةٍ بَیْضَآءَ فَاِذَا هِیَ تَهْتَزُّ مِنْ خَلْفِهٖ خَضْرَآءَ . (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۴۶۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرمایا خضر اس لئے نام رکھا گیا کہ آپ سفید زمین پر بیٹھے ۱؎ تو اچانک وہ آپ کے پیچھے سے سبزہ سے حرکت کررہی ہے ۲؎ (بخاری)

(۵۴۶۱) ۱؎ فروہ سفید خشک زمین کو بھی کہتے ہیں اور خشک گھاس کے گٹھے کو بھی۔ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں بلکہ خشک چمڑہ کو بھی فروہ کہا جاتا ہے یعنی آپ کا نام شریف خضر نہیں۔ نام پاک تو بلیا یا عباس ہے لقب خضر ہے۔ بمعنی سبزہ بخش یا زندگی بخشنے والے خضر صفت مشبہ ہے۔ خضرۃ سے بمعنی سبزی۔ ۲؎ یعنی وہ زمین یا خشک گھاس صرف آپ کے نیچے ہی سے سبز نہ ہوئی بلکہ پیچھے سے بھی سبز ہوگئی۔ پیچھے سے مراد ارد گرد چوطرفہ ہے۔ یعنی آپ کا معجزہ یہ ہے کہ جہاں آپ بیٹھے وہ میدان سرسبز ہوگیا یا کھاری زمین سبزہ سے بھر گئی۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کا فیض صرف انسانوں کو ہی نہیں پہنچتا بلکہ زمین کو بھی پہنچ جاتا ہے۔ کہ زمین سرسبز اور متبرک بن جاتی ہے۔ دیکھو حضرت مریم کے ہاتھ شریف لگنے سے کھجور کا خشک ڈنڈ سرسبز ہوکر پھلوں سے لد گیا اور فوراً پھل پختہ بھی ہوگئے رب فرماتا ہے: وَهُزِّیْٓ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا (۱۹،۲۵) اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی۔ (کنزالایمان) جب بزرگوں کے ہاتھ کی برکت سے خشک زمین سبز اور خشک درخت پھل دار ہو سکتے ہیں تو ان کی برکت سے ہمارے خشک و غافل دل بھی ہرے بھرے اور زندہ ہو سکتے ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰى مُوْسَى بْنِ عِمْرَانَ فَقَالَ لَهٗ اَجِبْ رَبَّكَ قَالَ فَلَطَمَ مُوْسٰى عَیْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ فَفَقَأَهَا قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَكُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ اِنَّكَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰى عَبْدٍ لَّكَ لَا یُرِیْدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَأَ عَیْنِیْ قَالَ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَیْهِ عَیْنَهٗ وَقَالَ ارْجِعْ اِلٰى عَبْدِیْ فَقُلِ الْحَیٰوةَ تُرِیْدُ فَاِنْ كُنْتَ تُرِیْدُ الْحَیٰوةَ فَضَعْ یَدَكَ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ یَدُكَ مِنْ شَعْرِهٖ فَاِنَّكَ تَعِیْشُ بِهَا سَنَةً قَالَ ثُمَّ مَهْ قَالَ ثُمَّ

(۵۴۶۲) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت ملک الموت موسیٰ ابن عمران علیہ السلام کے پاس آئے ان سے کہا کہ اپنے رب کا بلاوا قبول کیجئے ۱؎ فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پر طمانچہ مار دیا ۲؎ اسے نابینا کردیا ۳؎ فرماتے ہیں کہ پھر وہ فرشتہ رب تعالیٰ کی طرف واپس ہوا ۴؎ عرض کیا کہ تو نے مجھے اپنے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا ۵؎ اور اس نے میری آنکھ بے کار کردی۔ فرماتے ہیں اللہ نے ان کی آنکھ انہیں لوٹادی اور فرمایا میرے بندے کی طرف لوٹو ۶؎ اس سے کہو کہ آپ زندگی چاہتے ہیں اگر زندگی چاہتے ہوں تو اپنا ہاتھ

https://archive.org/details/@madni_library

تَمُوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ مِنْ قَرِيْبٍ رَبِّ اَدْنِنِیْ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ لَوْ اَنِّیْ عِنْدَهٗ لَاَرَيْتُكُمْ قَبْرَهٗ اِلٰی جَنْبِ الطَّرِيْقِ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

بیل کی کھال پر رکھے آپ کا ہاتھ جتنے بالوں کو ڈھکے گا آپ ہر بال کے عوض ایک سال جئیں گے ۷عرض کیا پھر کیا فرمایا پھر آپ وفات پائیں گے ۸عرض کیا تو ابھی قریب ہی ہیں ۹اے میرے رب مجھے مقدس زمین سے ایک پتھر کی پھینک کے قریب کرا دیجئے ۱۰رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم اگر میں اس کے پاس ہوتا تو تم کو ان کی قبر شریف راستہ کے کنارہ سرخ ٹیلہ کے پاس دکھاتا ۱۱(مسلم بخاری)

(۵۴۶۲)۱یعنی اللہ کا حکم جو آپ کی موت کے متعلق ہے اسے قبول کیجئے اور اپنے کو موت کیلئے پیش کیجئے یہ نبی کی ہی شان ہے ورنہ ملک الموت تو بادشاہوں سے بھی نہیں کہتے آتے ہیں اور جان نکال کر لے جاتے ہیں ۔۲آپ نے ملک الموت کو طمانچہ مارا ان کو نبی کا ادب سکھانے کیلئے ۔کوئی شخص نبی سے یہ نہ کہے کہ نماز پڑھ لیجئے' مسجد میں آیئے تو اس میں ایک طرح کا حکم ہے ۔حضرات انبیاء کرام حاکم ہوتے ہیں ۔کسی بندے کے مامور یا محکوم نہیں ہوتے ۔ نیز نبی تو ہر وقت ہی رب کے مطیع ہوتے ہیں ۔ان سے کہنا کہ آپ رب کی اطاعت کریں اس کا شائبہ ہے کہ انہیں غیر مطیع مانا (مرقات) نبی کا ادب یہ تھا کہ ملک الموت عرض کرتے کہ آپ کو یہاں رہنے اور چلنے کا اختیار ہے اگر اجازت ہو تو میں تعمیل ارشاد کروں وہ تو اللہ تعالٰی کی طرف سے موت وحیات کے مختار ہوتے ہیں ۔(مرقات) اس طمانچہ کی اور بہت وجہیں بیان کی گئی ہیں ۔۳جب فرشتہ شکل انسانی میں آئے تو اس کو انسانی اعضاء دیئے جاتے ہیں ۔ان کیلئے مختلف شکلیں ایسی ہیں جیسے ہمارے لئے مختلف لباس ۔حضرت ملک الموت کی یہ ہی بشری آنکھ موسیٰ علیہ السلام کے طمانچہ سے بے کار ہوئی ورنہ ملکی آنکھ طمانچہ وغیرہ سے بے کار نہیں ہوسکتی ۔اس سے معلوم ہوا نبی کی طاقت فرشتے کی طاقت سے زیادہ ہوتی ہے ۔اس کی تحقیق مرقات میں اسی جگہ ملاحظہ کرو ۔حضرت عزرائیل کو اس آنکھ نکلنے کا درد نہ ہوا جیسے ہمارے لباس پھٹنے سے درد نہیں ہوتا ۔۴اس کی واپسی بغیر روح موسیٰ قبض کئے ہوئے ہوئی' معلوم ہوا کہ ملائکہ حضرات انبیاء کے تابع فرمان ہوتے ہیں ۔مرضی نہ پائی خالی واپس آگئے ۔۵حضرت ملک الموت طمانچہ مارنے کی وجہ سے یہ ہی سمجھے کہ جناب کلیم اللہ کو ابھی دنیا میں قیام پسند ہے ۔اپنے خیال سے یہ عرض کیا ۔۶رب تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام سے قصاص نہیں دلوایا کہ استاد سے شاگرد کا والد سے بیٹے کا نبی سے امتی کا قصاص نہیں لیا جاتا ۔ بلکہ وہاں تو چھوٹا معافی مانگتا ہے ۔۷یعنی اے ملک الموت تم ان سے اس طرح عرض کرو ۔انہیں اختیار دو آنے کیلئے صیغہ امر عرض نہ کرو ۔اگر وہ بہت دراز مدت بھی دنیا میں رہنا چاہیں تو منظور ہے یہ ہی وجہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے طمانچہ مارا کہ وہ حضرات رب کی طرف سے مختار ہوتے ہیں زندگی اور موت ان کی اختیاری ہوتی ہے ۔رب تعالٰی کے اس فرمان میں حضرت ملک الموت کا جواب ہے کہ انہوں نے عرض کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام مرنا نہیں چاہتے ۔اے ملک الموت جا کر دیکھ لو کہ تم کو حضرت موسیٰ نے موت سے بچنے کیلئے مارا ہے یا کسی اور وجہ سے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقبولوں کی دعا بلکہ ان کی خواہش سے عمریں بڑھ جاتی ہیں' آئی قضا ٹل جاتی ہے' آفتیں دور ہو جاتی ہیں ۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی عمر شریف پوری ہو چکی ۔لیکن اگر آپ زندگی چاہتے تو ہزار سال عطا ہو جاتی' بلکہ ملک الموت کے اس آنے جانے عرض ومعروض کرنے کی بقدر قضا ٹلی رہی ۔ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (۴۹:۱۰) کہ آیت میں اسکی نفی ہے کہ کوئی بغیر مرضی رب محض اپنی مرضی سے موت آگے پیچھے کرے اور یہاں اس کا ذکر ہے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کہ مقبولوں کی مرضی پر ربّ تعالیٰ موت آگے پیچھے کر دیتا ہے۔اس لئے آیت کریمہ میں یَسْتَقْدِمُوْنَ اور یَسْتَاْخِرُوْنَ جمع مذکر ارشاد ہوا ۸؎ مگر وہ وفات بھی ہوگی آپ اختیار سے ہیں۔خیال رہے کہ انبیاء کیلئے بھی موت ضرور ہی آتی ہے۔مگر وقت موت میں انہیں اختیار ہوتا ہے اور یہ اختیار بھی ہمیشہ کہ جب بھی موت آئے ان کی مرضی سے آئے۔۹؎ یعنی مجھے اس گھڑی موت منظور ہے تم کو اس وقت مارنا موت کے خوف سے نہ تھا بلکہ وہ کہلوانے کیلئے تھا جو تم نے اب کہا۔خلاصہ یہ ہے کہ بلاوے تین طرح کے ہوتے ہیں' دعوت خوشی کیلئے بلاوا جسے کہتے ہیں نوید مسرت' دوسرے سمن عدالت میں حاضری کا بلاوا' تیسرے وارنٹ گرفتاری۔کافر کی موت وارنٹ ہے۔عام مومن کی موت سمن ہے۔حضرات انبیاء کی موت دعوت خوشی یعنی نوید مسرت ہے۔ملک الموت نے نوید مسرت کو سمن کے طور سے پیش کیا۔یعنی نوید مسرت کو سمن بنادیا کہ کہا اجب ربك حاضر بارگاہ ہو اس لئے مارا تھا۔حضرت ملک الموت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جان شریف قبض کرنے کی اجازت چاہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے مشورہ کیا۔غرض جبرائیل نے عرض کیا ربّ تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے چلئے تب اجازت دی تو انہوں نے قبض روح کیا ہے۔کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سکھا دیا تھا۔اشعۃ اللمعات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جلالی نبی ہیں جب آپ کو غصہ آتا تو سر پر اوڑھی ہوئی ٹوپی جل جاتی تھی۔(اشعہ ومرقات) وہ غضب کی آگ جلتی دکھائی نہیں جاسکتی تھی نور نار سے نہیں جلتا۔۱۰؎ نبی جہاں وفات پاتے ہیں وہاں ہی دفن ہوتے ہیں اس لئے آپ نے فرمایا کہ مجھے میری زندگی شریف میں وہاں پہنچادے جو بیت المقدس سے اتنی دور ہو کہ اگر اس شہر کے کنارہ پر کھڑے ہو کر کنکر پھینکے تو وہ وہاں پہنچ جائے چنانچہ آپ کو وہاں ہی پہنچادیا گیا وہاں ہی وفات اور دفن واقع ہوئے۔اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ایک یہ کہ جیسے وقت موت میں نبی کو اختیار دیا جاتا ہے ایسے ہی موت کو جگہ میں انہیں اختیار ملتا ہے جہاں چاہیں وفات پائیں دوسرے یہ کہ بزرگوں کے مزارات کے پاس دفن ہونا اللہ کی بڑی نعمت ہے بیت المقدس میں ستر ہزار انبیاء کے مزارات ہیں' فقیر نے زیارت کی ہے۔۱۱؎ اب اس جگہ کا نام موسیٰ کلیم اللہ ہے عمان سے بیت المقدس جاتے ہوئے بیت المقدس سے قریب یہ جگہ ہے چھوٹی سی مسجد ہے جس کے داہنے ہاتھ حجرہ میں مزار شریف ہے۔فقیر نے اس قبر انور اور اس بستی کی زیارت کی ہے۔وہاں نماز پڑھی ہے دیکھو ہمارا سفر نامہ قبلتین۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ الْاَنْبِيَآءُ فَاِذَا مُوْسٰى ضَرْبٌ مِّنَ الرِّجَالِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَاَيْتُ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَّاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَّرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَّاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِيْ نَفْسَهٗ وَرَاَيْتُ جِبْرَئِيْلَ فَاِذَا اَقْرَبُ مَنْ رَّاَيْتُ بِهٖ شَبَهًا دِحْيَةُ بْنُ خَلِيْفَةَ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۴۶۳) روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے انبیاء کرام پیش کئے گئے ۱؎ تو موسیٰ علیہ السلام مردوں میں درمیانہ قد ہیں گویا کہ وہ شنوہ کے مردوں میں سے ہیں ۲؎ اور میں نے عیسیٰ ابن مریم کو دیکھا تو جن کو ہم نے دیکھا ہے ان میں قریب ترین مشابہت والے عروہ ابن مسعود ہیں ۳؎ اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو جنہیں میں نے دیکھا ان میں قریب ترین مشابہت والے تمہارے یہ صاحب ہیں یعنی حضور کی ذات شریف ۴؎ اور میں نے جبریل کو دیکھا تو جسے میں نے دیکھا ان میں قریب ترین مشابہت والا دحیہ ابن خلیفہ ہیں ۵؎ (مسلم)

(۵۴۶۳) ۱؎ یہ واقعہ شب معراج کا ہے کہ بیت المقدس میں بھی اور آسمان پر بھی حضور نے سارے نبیوں سے ملاقات کی ربّ

https://archive.org/details/@madni_library

فرماتا ہے: فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهٖ (۳۲،۲۳) تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو۔ (کنزالایمان) ۲؎ شنوء ہ یمن میں ایک مشہور قبیلہ ہے جس کے لوگ بہت خوبصورت اور خوش اخلاق ہوتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کا حسن صورۃ بتانے کیلئے حضور نے ان کا ذکر فرمایا۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نبی کے مقام ان کی قبور سے بھی خبردار ہیں اور تمام نبیوں سے ملاقات کی ہے، انہیں جانتے پہچانتے ہیں۔ ۳؎ بعض شارحین نے سمجھا کہ یہ عروہ بھائی ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود کے۔ یہ غلط ہے یہ مسعود دوسرے ہیں جن کے بیٹے عروہ ہیں۔ آپ صحابی ثقفی ہیں۔ حضور انور طائف کی فتح سے مدینہ منورہ واپس ہوئے تو آپ مدینہ منورہ آکر مسلمان ہوئے پھر اپنی کافر قوم کو اسلام کی دعوت دی آپ اپنے گھر کی چھت پر کھڑے ہوکر بہ آواز بلند اذان دینے لگے تو کسی نے اسی حالت میں آپ کو تیر مارا جس سے آپ اذان دیتے ہوئے شہید ہوئے۔ حضور انور نے فرمایا کہ یہ اس اسرائیلی مومن کی طرح ہیں جو گزشتہ زمانہ میں اپنی قوم کو تبلیغ کرتے ہوئے شہید کیا گیا تھا۔ (اشعہ) یہ بہت حسین تھے۔ ۴؎ یعنی میں بالکل حضرت ابراہیم کی ہم شکل ہوں جو انہیں دیکھنا چاہے وہ مجھے دیکھ لے۔ حضور سیرت طیبہ طاہرہ میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتے جلتے تھے۔ ۵؎ دحیہ ابن خلیفہ کلبی بڑے، مشہور صحابی ہیں بہت ہی حسین و جمیل تھے۔ اکثر جبریل امین آپ کی شکل میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرات صحابہ سمجھتے تھے کہ دحیہ کلبی آئے۔ جبریل جب شکل انسانی میں آتے تو اس شکل میں آتے تھے۔ ان کی اپنی شکل وصورت تو ایسی ہے کہ کسی میں ان کے دیکھنے کی تاب نہیں۔ حضور انور نے دوبار آپ کو اصلی شکل میں دیکھا جیسا کہ روایات میں ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ مُوْسٰى رَجُلًا اٰدَمَ طُوَالًا جَعْدًا كَأَنَّهٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَةَ وَرَأَيْتُ عِيْسٰى رَجُلًا مَرْبُوْعَ الْخَلْقِ اِلَى الْحُمْرَةِ وَالْبَيَاضِ سَبْطَ الرَّأْسِ وَرَأَيْتُ مَالِكًا خَازِنَ النَّارِ وَالدَّجَّالَ فِيْ اٰيَاتٍ اَرَاهُنَّ اللّٰهُ اِيَّاهُ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهٖ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۶۴) روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں میں نے اس رات جس میں مجھے سیر کرائی گئی موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا گندمی رنگ والے دراز قد گھونگھر والے بال گویا وہ شنوء ہ کے آدمیوں سے ہیں۔ ۱؎ اور میں نے حضرت عیسیٰ کو دیکھا درمیانہ قد سرخی سفیدی کی طرف مائل، سیدھے بال والے ۲؎ میں نے آگ کے خزانچی مالک کو دیکھا اور دجال کو دیکھا ۳؎ ان نشانیوں میں جو اللہ نے حضور کو دکھائیں ۴؎ تو آپ کو ان کی ملاقات میں شک نہ ہو ۵؎ (مسلم بخاری)

(۵۴۶۴) ۱؎ طوالا حرف ط کے پیش سے طویل کا مبالغہ ہے جیسے عجاب عجیب کا مبالغہ اور طوالاً حرف ط کے کسرہ سے طویل کی جمع ہے۔ جیسے کریم کی جمع کرام آپ دراز قد، چھریرے بدن، گھونگریالے بال ہیں۔ (مرقات) بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں جعد سے گھونگریالے بال مراد نہیں کیونکہ دوسری روایت میں سبط الشعر یعنی سیدھے بال والے بھی آیا ہے بلکہ جعد بمعنی پہلوان بھرے جسم والا مراد ہے۔ جعد بال کی صفت بھی آتی ہے اور جسم کی صفت بھی (اشعہ) ۲؎ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معراج میں حضور انور نے سارے نبیوں کو اجمالاً نہیں دیکھا۔ جیسے واعظ حاضرین جلسہ پر طائرانہ نظر سے اجمالاً دیکھ لیتا ہے بلکہ تفصیل وار دیکھا۔ ہر ایک کو پہچان لیا۔ ان کی شکل وشباہت حضور انور کو یاد رہی اس لئے تو ان کی شکلیں بتا رہے ہیں۔ ہم میلاد شریف میں حضور کا حلیہ شریف بیان کرتے اور سنتے ہیں اسکی اصل یہ حدیث بھی ہو سکتی ہے۔ ۳؎ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات گزشتہ انبیاء کرام بھی دکھائے ان سے ملاقات کلام سلام بھی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

کرائے اور موجودہ فرشتے مالک دوزخ وغیرہم بھی دکھائے ان سے کلام کرائے اور آئندہ پیدا ہونے والے لوگ دجال وغیرہ بھی دکھائے۔ حضور کا علم بلکہ حضور کی نظر ماضی، حال، مستقبل سب کو ملاحظہ فرما چکی ہے۔ ۴؎ غالبًا یہ قول فی آیات الخ حضرت ابن عباس کا ہے۔ یعنی قرآن کریم میں جو ہے: لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی (۱۸؍۵۳) بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (کنزالایمان) اسی آیات سے مراد یہ ہی نشان قدرت ہیں۔ اگلوں پچھلوں سے ملاقات بعض شارحین نے فرمایا کہ فی آیات کا تعلق دجال سے ہے۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو مع اس کے ان شعبدوں کے ملاحظہ فرمایا جو وہ قریب قیامت ظاہر ہو کر لوگوں کو دکھائے گا۔ بارش برسانا، مردے جلانا وغیرہ اس کی اور بہت توجیہیں کی گئی ہیں۔ ۵؎ فی لقائہ میں ہ کا مرجع حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آیت کریمہ یہ ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ (۲۳؍۳۲) اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو۔ (کنزالایمان) یعنی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات میں کچھ تردد نہ کریں وہ خواب وخیال نہ تھا بلکہ واقعی حقیقی چیز تھی۔ یا اے قرآن خوان مسلمان حضور کی موسیٰ علیہ السلام سے جو ملاقات ہوئی اس میں تو کچھ شک نہ کر وہ بالکل صحیح یقینی چیز ہے۔ معلوم ہوا مقبولانِ بارگاہ بعد وفات زندہ ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے زندوں مردوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔ سوال جواب کرتے ہیں فرماتا ہے: وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ (۴۳؍۴۵) اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کچھ اور خدا ٹھہرائے جن کو پوجا ہو۔ (کنزالایمان) یہ آیات حفظ کر لینی چاہئے۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ لَقِيْتُ مُوْسٰى فَنَعَتَهٗ فَاِذَا رَجُلٌ مُضْطَرِبٌ رَجُلُ الشَّعْرِ كَاَنَّهٗ مِنْ رِّجَالِ شَنُوْءَةَ وَلَقِيْتُ عِيْسٰى رَبْعَةً اَحْمَرَ كَاَنَّمَا خَرَجَ مِنْ دِيْمَاسٍ يَعْنِی الْحَمَّامَ وَرَاَيْتُ اِبْرٰهِيْمَ وَاَنَا اَشْبَهُ وَلَدِهٖ بِهٖ قَالَ فَاُتِيْتُ بِاِنَآءَيْنِ اَحَدُهُمَا لَبَنٌ وَّالْاٰخَرُ فِيْهِ خَمْرٌ فَقِيْلَ لِیْ خُذْ اَيَّهُمَا شِئْتَ فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهٗ فَقِيْلَ لِیْ هُدِيْتَ الْفِطْرَةَ اَمَا اِنَّكَ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُكَ.

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۶۵) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ملا میں معراج کی رات حضرت موسیٰ سے ۱؎ حضور نے ان کا حلیہ بیان کیا کہ وہ درمیانہ قد آدمی ہیں۔ سیدھے بال والے ۲؎ گویا کہ وہ شنوءہ کے آدمیوں میں سے ہیں۔ اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملا درمیانہ قد سرخ رنگ گویا حمام سے نکلے ہیں۔ اور میں نے حضرت ابراہیم کو دیکھا ان کی اولاد میں اس سے مشابہ میں ہوں۔ فرماتے ہیں میرے پاس دو برتن لائے گئے جن میں سے ایک میں دودھ تھا دوسرے میں شراب تھی ۳؎ مجھ سے کہا گیا ان میں سے جو آپ چاہیں لے لیں ۴؎ تو میں نے دودھ اختیار کیا اسے پی لیا تو مجھ سے کہا گیا کہ آپ کو فطرت کی ہدایت کی گئی ۴؎ اگر شراب اختیار کرتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی ۵؎ (مسلم بخاری)

(۵۴۶۵) ۱؎ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام سے تین بار ملاقات کی انہیں قبر میں نمازیں پڑھتے دیکھا۔ پھر بیت المقدس میں انہیں نماز پڑھائی۔ پھر عرش پر جاتے ہوئے چھٹے آسمان پر پھر عرش سے واپسی میں نمازیں کم کرانے کیلئے آٹھ بار اس لئے خصوصیت سے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر اہتمام سے کیا گیا ورنہ سارے نبیوں سے اس شب ملاقات ہوئی ہے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے۔ ابھی گزشتہ حدیث میں جعد آیا تھا وہاں جعد کے معنی پہلوانوں کا سا بھرا ہوا جسم لہٰذا یہ حدیث گزشتہ کے خلاف نہیں

https://archive.org/details/@madni_library

اوراگر وہاں جعد کے معنی گھونگریالے بال تو اس فرمان عالی کا مطلب یہ ہوگا کہ سارے بال سیدھے کناروں پر قدرے خمدار جسے کہتے ہیں چھلے والے بال لہٰذا دونوں حدیثیں درست ہیں۔۲؎ خیال رہے کہ فیہ خمر فرما کر بتایا گیا کہ شراب اس برتن میں تھوڑی سی تھی اور اَحَدُھُمَا لَبَنَ فرما کر بتا گیا کہ دودھ برتن میں بہت زیادہ تھا گویا خود برتن دودھ بن گیا تھا۔ دنیا کی ہدایت اور ایمان واعمال دودھ کی شکل میں پیش ہوئے اور یہاں کی بدعقیدگی بدعملیاں شراب کی صورت میں دکھائی گئیں۔ یہاں کے اعمال وہاں اجسام ہیں۔۳؎ یہ اختیار دینا فرشتوں کو دکھانے کیلئے تھا کہ اللہ تعالٰی حضور کی امت کو حضور کی برکت سے محفوظ رکھے گا(ازمرقات)۴؎ چونکہ بچہ پیدا ہوکر پہلی غذا دودھ حاصل کرتا ہے اس لئے فطرت دودھ کی شکل میں دکھائی گئی اور شراب انسان کی شکل بگاڑ کر صدہا بدعملیاں بدعقیدگیاں اس سے کرادیتی ہے اس لئے گمراہی سرکشی شراب کی شکل میں دکھائی گئی جیسے خواب میں ہم رحمتوں اور آفتوں کو مختلف شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں۔ شاہ مصر نے قحط کو خشک بالیوں دبلی گایوں کی شکل میں دیکھا اسی طرح حضرات انبیاء کرام آئندہ واقعات کو مختلف شکلوں میں ملاحظہ کرتے ہیں۔۵؎ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نبی کے عمل کا امت پر اثر پڑتا ہے کہ شراب آپ اختیار فرماتے اور گمراہ ہوتی امت۔ دوسرے یہ کہ تاقیامت انشاء اللہ سارے مسلمان کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔ ان میں ایک جماعت ضرور حق پر رہے گی اور وہ ہی جماعت سب پر غالب رہے گی تعداد اس کی زیادہ ہوگی۔ حضور فرماتے ہیں: **اتبعوا السواد الاعظم** بڑے گروہ ہی کی پیروی کرو۔ الحمدللہ اہل سنت والجماعت اب ہمیشہ سب پر غالب ہیں اور اسی بلکہ نوے فیصد یہ ہی ہیں۔ تیسرے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالٰی کی طرف سے موید ہیں کوئی کام غلط آپ تک پہنچتا ہی نہیں۔ دیکھو حضور انور نے اللہ کی توفیق سے دودھ ہی اختیار کیا۔ جوکوئی خواب میں دودھ پیئے انشاء اللہ وہ ہدایت پر رہے گا اوراسے خیر کی توفیق ملے گی اس تعبیر کا مأخذ یہ حدیث ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سِرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةِ فَمَرَرْنَا بِوَادٍ فَقَالَ اَيُّ وَادٍ هٰذَا فَقَالُوْا وَادِى الْاَزْرَقِ قَالَ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى مُوْسٰى فَذَكَرَ مِنْ لَوْنِهٖ وَشَعْرِهٖ شَيْئًا وَاضِعًا اِصْبَعَيْهِ فِىْ اُذُنَيْهِ لَهٗ جَوَارٌ اِلَى اللّٰهِ بِالتَّلْبِيَةِ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِىْ قَالَ ثُمَّ سِرْنَا حَتّٰى اَتَيْنَا عَلٰى ثَنِيَّةٍ فَقَالَ اَىُّ ثَنِيَّةٍ هٰذِهٖ قَالُوْا هَرْشٰى اَوْ لِفْتٌ فَقَالَ كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى يُوْنُسَ عَلٰى نَاقَةٍ حَمْرَآءَ عَلَيْهِ جُبَّةُ صُوْفٍ خِطَامُ نَاقَتِهٖ خُلْبَةٌ مَارًّا بِهٰذَا الْوَادِىْ مُلَبِّيًا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۴۶۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان چلے تو ایک جنگل پر گزرے تو آپ نے فرمایا یہ کون جنگل ہے لوگوں نے کہا ارزق جنگل۱؎ فرمایا گویا میں موسی علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے ان کا رنگ ان کے بال کا کچھ ذکر فرمایا۲؎ آپ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دیئے ہوئے بھی آپ کو اللہ سے قرب ہے۳؎ تلبیہ میں مشغول ہیں اس جنگل میں گزر رہے ہیں۔۴؎ فرماتے ہیں کہ پھر ہم کچھ اور چلے حتیٰ کہ ہم ایک گھاٹی پر پہنچے تو فرمایا یہ کون گھاٹی ہے لوگوں نے کہا ہرشی ہے یا لفت۵؎ تو فرمایا گویا میں یونس علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں۶؎ جو سرخ اونٹنی پر ہیں۔ آپ پر اونی جبہ ہے۔ آپ کے ناقہ کی مہار کھجور کی کھال کی ہے اسی جنگل میں تلبیہ کہتے گزر رہے ہیں۔۷؎ (مسلم)

(۵۴۶۶)۱؎ وادی ارزق حرمین شریفین کے درمیان ایک جنگل ہے۔ ارزق کے معنی ہیں نیل گوں یا تو وہاں کی زمین نیل گوں ہے یا کسی ایسے آدمی کی طرف منسوب ہے جس کا نام ازرق تھا اس کی آنکھیں نیل گوں تھیں۔ یہ گزرنا تو حجۃ الوداع کے موقع پر ہوا تھا یا عمرہ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

قضا کے وقت (مرقات واشعہ) ۲؎ کہ آپ گندمی رنگ ہیں۔خمار بال شریف جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۳؎ جوار اور خوار دونوں کے معنی ہیں بچھڑے کی آواز پھر مطلقاً آواز کو کہنے لگے اب محاورہ میں دعا عجز وانکسار کی آواز کو جوار کہتے ہیں۔وہ ہی یہاں مراد ہے یعنی آپ مؤذن کی طرح دونوں انگلیاں کانوں میں ڈالے بلند آواز سے تلبیہ کہہ رہے ہیں۔خیال رہے کہ یہاں کاف زائدہ ہے جیسے **لا اقسم** میں لا زائدہ ہوتا ہے۔حضور انور اپنی آنکھوں سے ان حضرات کو ملاحظہ فرمارہے تھے اور ان کا تلبیہ سن رہے تھے۔۴؎ معلوم ہوا کہ اللہ کے بندے بعد وفات دنیا میں گشت کرتے ہیں۔اچھے مجمعوں میں جاتے ہیں۔ذاکرین کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔بزرگوں نے میلاد شریف، ختم رمضان شریف میں وفات یافتہ بزرگوں کو دیکھا ہے۔شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کے ختم رمضان پر لوگوں نے حضرت ابوہریرہ کو بیداری میں دیکھا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل فرمایا تھا کہ ہم عبدالعزیز کے ختم قرآن میں شرکت کرنے دہلی جائیں گے۔دیکھو فتاوٰی عزیزیہ کا مقدمہ ۱۹۶۵ھ کی جنگ میں لوگوں نے بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء کرام کو لاہور اور سیالکوٹ کے بارڈر پر مسلمانوں کی مدد فرماتے ہوئے دیکھا۔۵؎ ہرشی منزل جحفہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے اسے کفت بھی کہتے ہیں۔راوی کو شک ہے کہ صحابہ کرام نے اس کا نام ہرشی لیا یا کفت اور ہوسکتا ہے کہ ان حضرات نے یہ ہی عرض کیا ہو یعنی اس پہاڑ کے دو نام ہیں ہرشی اور کفت جو چاہیں ہم کہہ لیں ہرشی یا کفت۔۶؎ اشعۃ اللمعات میں فرمایا کہ یہاں کافی فرمانا یقین کے اظہار کیلئے ہے یعنی میں انہیں اس طرح یقینی طور پر دیکھ رہا ہوں گویا انہیں ان کی زندگی شریف میں ہی دیکھ رہا ہوں۔۷؎ چونکہ یہ حج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج تھا اس لئے آسمانوں اور زمین سے حضرات انبیاء کرام برکت حاصل کرنے کیلئے شریک ہوئے۔حضور انور نے انہیں ملاحظہ فرمایا۔ایک یہ کہ حضرات انبیاء بہ حیات کامل زندہ ہیں۔ان کی موت ان کی زندگی کو فنا نہیں کرتی جیسے شہداء کا قتل ان کی زندگی فنا نہیں کرتا۔دوسرے یہ کہ وہ حضرات جہاں چاہیں جاتے آتے ہیں تیسرے یہ کہ ان کی صرف روح نہیں جاتی بلکہ جسم شریف بھی سیر کرتا ہے چوتھے یہ کہ انہیں اس دنیا کی خبر رہتی ہے کہ آج کہاں کیا ہورہا ہے۔دیکھو حضور انور کا حج اس دنیا میں ہوا اور ان حضرات کو اس جہاں میں خبر ہوئی۔پانچویں یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض حضور کے غلام ان بزرگوں کو دیکھتے ان کی آواز سنتے ہیں۔ان سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔خیال رہے کہ اونٹنی پر سوار ہونا کانوں میں انگلیاں دینا تلبیہ کہنا جسم کا کام ہے۔صرف روح کا نہیں اور یہ اونٹنی قدرتی تھی جیسے جبریل امین گھوڑے پر سوار نمودار ہوتے تھے۔وہ گھوڑا قدرتی ہوتا تھا کہ نہ کہ دنیاوی گھوڑا۔

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰی دَاوٗدَ الْقُرْاٰنُ فَکَانَ یَاْمُرُ بِدَوَآبِّهٖ فَتُسْرَجُ فَیَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَآبُّهٗ وَلَا یَاْکُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدَیْهِ۔

(رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

(۵۴۶۷) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام پر قرآن آسان کیا گیا۱؎ تو آپ اپنے گھوڑے کا حکم دیتے تھے اس کی زین لگائی جاتی تھی تو آپ گھوڑے کے زین لگائے جانے سے پہلے قرآن پڑھ لیتے تھے ۲؎ اور نہ کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کے کام سے ۳؎ (بخاری)

(۵۴۶۷) ۱؎ یہاں قرآن لغوی معنی میں ہے بمعنی پڑھی ہوئی کتاب اور اس سے مراد زبور شریف ہے۔رب فرماتا ہے: وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (۲۵:۳۰) اور رسول نے عرض کی کہ اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرا لیا۔(کنزالایمان) ۲؎ جیسے طی الارض کرامت یا معجزہ ہے ویسے ہی طی الوقت بھی معجزہ وکرامت ہے کہ تھوڑے وقت

https://archive.org/details/@madni_library

میں زیادہ کام ہوجائے یہ عقل سے وراء چیز ہے۔معراج میں حضور کیلئے وقت اور جگہ دونوں چیزیں سمیٹ دی گئیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ گھوڑے کی رکاب میں ایک پاؤں رکھتے وقت قرآن مجید شروع کرتے تھے اور دوسرے قدم رکھتے وقت تک پورا قرآن ختم کرلیتے ایک ایک لفظ صاف صاف سمجھا جاسکتا تھا۔(مرقات واشعۃ اللمعات) ۳؎ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کا کام کرتے تھے۔لوہا ان کیلئے نرم کردیا گیا تھا۔جس طرح چاہتے اسے موڑ لیتے تھے اس کی اجرت پر گزارہ فرماتے تھے حالانکہ آپ بادشاہ تھے علیہ الصلوۃ والسلام۔

وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتِ امْرَاَتَانِ مَعَهُمَا ابْنَاهُمَا جَآءَ الذِّئْبُ فَذَهَبَ بِابْنِ اِحْدٰهُمَا فَقَالَتْ صَاحِبَتُهَا اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ وَقَالَتِ الْاُخْرٰى اِنَّمَا ذَهَبَ بِابْنِكِ فَتَحَاكَمَتَا اِلٰى دَاوٗدَ فَقَضٰى بِهٖ لِلْكُبْرٰى فَخَرَجَتَا عَلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ فَاَخْبَرَتَاهُ فَقَالَ ائْتُوْنِىْ بِالسِّكِّيْنِ اَشُقُّهٗ بَيْنَكُمَا فَقَالَتِ الصُّغْرٰى لَا تَفْعَلْ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ هُوَ ابْنُهَا فَقَضٰى بِهٖ لِلصُّغْرٰى ۔
(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۶۸) روایت ہے انہیں سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں۔فرمایا دو عورتیں تھیں جن کے ساتھ ان کے بچے تھے۔بھیڑیا آیا' ایک کا بچہ لے گیا۱؎ اس کی ساتھی بولی کہ بھیڑیا تیرا بچہ لے گیا ہے اور دوسری نے کہا کہ تیرا بچہ لے گیا ہے۲؎ چنانچہ وہ دونوں داؤد علیہ السلام کے پاس فیصلہ لے گئیں۔آپ نے بڑی کے حق میں اس کا فیصلہ کردیا۳؎ وہ دونوں حضرت سلیمان ابن داؤد کے پاس گئیں انہیں یہ خبر دی۴؎ آپ نے فرمایا چھری لاؤ۔میں تم دونوں کے درمیان بچے کے دو ٹکڑے تقسیم کردوں۔۵؎ تو چھوٹی بولی اللہ آپ پر رحمت کرے یہ نہ کریں یہ اس بڑی کا بچہ ہے۶؎ تب آپ نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کردیا۷؎(مسلم بخاری)

(۵۴۶۸)۱؎ یہ دونوں عورتیں اپنے لڑکے جنگل میں بٹھا کر کسی کام میں مشغول ہوگئیں کہ یہ حادثہ پیش آگیا اور باقی ماندہ بچہ میں جھگڑا پڑ گیا۔۲؎ خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں عورتوں میں سے ہر ایک چاہتی تھی۔کہ یہ بچہ مجھے ملے ایک تو واقعی ماں تھی دوسری ماں بنی جارہی تھی۔۳؎ بڑی کے حق میں یہ فرمانا اس لئے تھا کہ وہ اس بچہ پر قابض تھی یا اس لئے کہ بچہ اس کی ہم شکل تھا بہر حال یہ فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اجتہاد سے تھا۔وحی الٰہی سے نہ تھا ورنہ اس کی اپیل نہ ہوتی اور نہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے خلاف فیصلہ فرماتے۔معلوم ہوا کہ مجتہد کا اجتہاد برحق ہے اور نبی بھی اجتہاد فرماسکتے ہیں۔۴؎ اس سے معلوم ہوا کہ فیصلہ کی اپیل ہوسکتی ہے اور اپیل والا حاکم پہلے حاکم کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے۔بشرطیکہ پہلا فیصلہ اجتہاد سے ہوا ہو وحی سے نہ ہو وحی کی اپیل ناممکن ہے۔لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (۳۶٬۳۳) اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار رہے۔(کنزالایمان)۵؎ یعنی اس بچہ کی دو کھانپ کرکے تم دونوں کو ایک ایک دیدوں۔خیال رہے کہ آپ نے اس بے گناہ بچے کے قتل کا ارادہ نہ فرمایا بلکہ اس کلام سے ان عورتوں کی شفقت و محبت کی آزمائش فرمائی لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بے قصور کے قتل کا ارادہ کرنا گناہ ہے اور نبی گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔۶؎ اس وقت بڑی عورت یا تو خاموش رہی یا کچھ ہلکی تڑپی دکھلاوے کیلئے حقیقی تڑپ اور بناوٹی تڑپ میں فرق ہوتا ہے خیال رہے کہ یہ کلام اقرار کیلئے نہیں بلکہ بے قراری میں تڑپ کے طور پر ہے یعنی آپ اسے قتل نہ کریں اسی کو دے دیں۔لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ چھوٹی نے بڑی کیلئے اقرار کرلیا۔پھر آپ نے بڑی کو یہ بچہ نہ دیا۔اس علامت سے آپ نے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

پہچان لیا کہ ماں یہ ہی ہے بچہ کی جان بچانے کیلئے کہہ رہی ہے۔ ۷؎ اس واقعہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اجتہاد جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ کبھی اجتہاد میں غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے اجتہاد میں خطا ہوئی' تیسرے یہ کہ خطا اجتہادی پر پکڑ اور مواخذہ نہیں ہوتا۔ دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ تو ٹوٹ گیا مگر ان سے ربّ نے پوچھ گچھ نہ کی' چوتھے یہ کہ کبھی افضل کے مقابلے میں مفضول کا فیصلہ قوی اور قابل عمل ہوتا ہے دیکھو حضرت داؤد صاحب کتاب صاحب شریعت نبی ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے والد ہیں۔ ان تمام باتوں کے باوجود عملی فیصلہ سلیمان علیہ السلام پر کیا گیا۔ لہٰذا امام اعظم کے فرمان کے ہوتے ہوئے قول صاحبین پر فتویٰ دینا عمل کرنا درست ہے۔ یہ حدیث اس کا ماخذ ہے ایک مقدمہ کا ذکر تو قرآن مجید میں ہے۔ فرماتا ہے: فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ (۲۱'۷۹) ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا۔ (کنزالایمان)

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سُلَيْمَانُ لَاَطُوْفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى تِسْعِيْنَ امْرَاَةً وَفِيْ رِوَايَةٍ بِمِائَةِ امْرَاَةٍ كُلُّهُنَّ تَاْتِيْ بِفَارِسٍ يُجَاهِدُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَقَالَ لَهُ الْمَلَكُ قُلْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فَلَمْ يَقُلْ وَنَسِيَ فَطَافَ عَلَيْهِنَّ فَلَمْ تَحْمِلْ مِنْهُنَّ اِلَّا امْرَاَةٌ وَّاحِدَةٌ جَآءَتْ بِشِقِّ رَجُلٍ وَّاَيْمُ الَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۶۹) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ میں آج رات نوے بیویوں پر چکر لگاؤں گا' ایک روایت میں ہے کہ سو بیویوں پر ۱؎ وہ تمام ایک سوار جنیں گی۔ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا ۲؎ ان سے فرشتے نے کہا انشاء اللہ کہہ لیجئے مگر وہ نہ کہہ سکے بھول گئے ۳؎ چنانچہ آپ نے ان سب پر چکر لگایا ۴؎ تو ان میں سے کوئی حاملہ نہ ہوئی سواء ایک عورت کے جو آدمی کی ایک کروٹ لائی اس کی قسم جس کے قبضہ میں حضور محمد کی جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو وہ سب اللہ کی راہ میں سوار ہو کر جہاد کرتے ۵؎ (مسلم بخاری)

(۵۴۶۹) ۱؎ اس وقت آپ کی بیویاں ننانوے تھیں لہٰذا سو سے مراد قریباً سو ہیں۔ بعض روایات میں ساٹھ اور ستر بھی ہے۔ کیونکہ بیویاں ساٹھ یا ستر تھیں باقی لونڈیاں تھیں۔ آپ کی کل بیویاں لونڈیاں ایک ہزار تھیں ۔ ۲؎ معلوم ہوا کہ دین کی خدمت کیلئے اولاد چاہنا اختیار کرنا سنت انبیاء ہے محض گھر کی رونق اور اپنی خدمت کی نیت نہ کرے ۳؎ آپ کی یہ بھول بھی ربّ تعالیٰ کی طرف سے تھی تاکہ دنیا کیلئے مثال قائم ہو جائے کہ انشاء اللہ نہ کہنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے ان حضرات کی بھول میں ربّ کی حکمتیں ہوتی ہیں۔ فرشتے سے مراد الہام والا فرشتہ ہے یا آپ کے ساتھ رہنے والا فرشتہ۔ ۴؎ یعنی ایک شب میں ان سب سے صحبت کی اس میں آپ کے دو معجزے ہیں۔ ایک تو جماع کی اتنی طاقت کہ قریباً سو بیویوں سے صحبت کی۔ دوسرے ایک رات میں اتنی صحبتیں ہو جانا۔ تھوڑے وقت میں زیادہ کام۔ ۵؎ یعنی وہ سب بیویاں حاملہ ہوتیں جو حاملہ ہوتی سب کے لڑکے پیدا ہوتے زندہ رہتے اور راہ خدا میں جہاد کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی کام میں اپنے پر بھروسہ نہ کرے ربّ تعالیٰ پر توکل کرے۔ تو انشاء اللہ کامیابی ہوتی ہے۔ آئندہ کام پر انشاء اللہ ضرور کہے اور گزشتہ کام پر انشاء اللہ کہنا برکت کیلئے درست ہے جیسے انشاء اللہ میں مسلمان ہوں۔ یعنی اللہ کے فضل سے مومن ہوں۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ زَكَرِيَّاءُ نَجَّارًا ۔ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۴۷۰) روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کیا کرتے تھے ۱؎ (مسلم)

https://archive.org/details/@madni_library

(۵۴۷۰) یعنی زکریا علیہ السلام لکڑی سازی کا کام کرتے تھے اس کی آمدنی سے اپنا گزارہ کرتے تھے۔کسی نبی نے نبوت کو ذریعہ معاش نہ بنایا۔مرزا قادیانی پہلے ایک نہایت غریب آدمی تھا۔جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچا کر نواب بن گیا۔شاہانہ زندگی گزار گیا سارے سچے نبیوں نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے زندگی گزاری۔کس نبی نے کیا پیشہ اختیار کیا یہ ہماری تفسیر نعیمی پارہ اول میں ملاحظہ کرو۔خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام نے اگرچہ لکڑی لوہے زنبیل سازی وغیرہ اختیار فرمائی مگر انہیں بڑھئی یا لوہار وغیرہ کہنا حرام ہے کہ یہ الفاظ توہین آمیز ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ اَلْاَنْبِيَآءُ اِخْوَةٌ مِّنْ عَلَّاتٍ وَّاُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ وَّلَيْسَ بَيْنَنَا نَبِيٌّ ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۷۱) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں عیسیٰ ابن مریم سے دنیا وآخرت میں قریب تر ہوں۔[۱] حضرات انبیاء علاتی بھائی ہیں' جن کی مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے[۲] ہم دونوں کے درمیان کوئی نبی نہیں[۳] (مسلم بخاری)

(۵۴۷۱) [۱] یہاں قرب سے مراد زمانہ کا قرب ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں حضور سے اس طرح قریب ہیں کہ ان دونوں حضرات کے درمیان کوئی نبی نہیں حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام ہی قریب قیامت اسلام کی خدمت کریں گے۔آپ ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس میں دفن ہوں گے۔حضور کی ولادت پاک ۵۷۰ پانچ ستر عیسوی میں ہے۔آخرت میں اس طرح قریب ہوں گے کہ تمام عالم کو جو تلاش شفیع میں سرگرداں ہوں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی حضور انور کا پتا دیں گے کہ آج تمہاری دستگیری کرنے والا سواء حضور کے اور کوئی نہیں۔حضرت روح اللہ پر ہماری جانیں فدا جو دنیا وآخرت میں حضور انور کے مبشر ہیں جیسے صبح کا ستارہ جو سورج نکلنے کی بشارت دے کر لوگوں کو جگاتا ہے۔[۲] اصول اور قواعد کو دین کہتے ہیں فروعی مسائل کو مذہب' ہم اور شوافع مذہباً قدرے مختلف ہیں مگر تمام ائمہ کا دین اسلام ہے۔اسی طرح توحید ورسالت میں تمام انبیاء کرام مشترک تھے مگر فروعی مسائل میں ان میں اختلاف تھا جیسے علاتی بھائی بہن کہ مائیں ان کی مختلف ہوتی ہیں باپ ایک یہی حال حضرات صوفیاء کے اختلاف کا ہے۔قادری' چشتی' نقشبندی' سہروردی وہ حضرات خود کہتے ہیں۔**انباء السیل احیاف لیس بینھم خلاف** (مرقات) [۳] نہ حضور سے پہلے نہ حضور کے زمانہ میں اس دوران میں کوئی نبی روئے زمین پر تشریف نہ لائے نہ صاحب شریعت نبی نہ غیر صاحب شریعت اس لئے حضرت مسیح علیہ الصلوۃ نے اعلان فرمایا تھا۔وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ (۶۱'۶) اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔(کنزالایمان) لہذا جو شخص عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو نبی مانے یا حضور کے زمانہ میں اور کسی کو کسی طبقہ کا نبی مانے وہ کافر ہے۔خیال رہے کہ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں۔اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ (۳'۶۸) بے شک سب لوگوں سے ابراہیم کے زیادہ حقدار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے اور یہ نبی۔(کنزالایمان) کیونکہ وہاں اقتداء میں قرب مراد ہے اور یہاں زمانہ میں قرب۔خیال رہے کہ اقتداء سے مراد موافقت ہے حضور انور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے موافق ہیں کہ آپ کے دین میں ملت ابراہیمی پوری مکمل موجود ہے۔کچھ مع زوائد کے حضور کسی نبی کے مقتدی نہیں سب کے مقتداء ہیں بہرحال آیت وحدیث دونوں اپنے مقام پر حق ہیں۔

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِيْ اٰدَمَ يَطْعَنُ الشَّيْطٰنُ فِيْ جَنْبَيْهِ بِاِصْبَعَيْهِ حِيْنَ يُوْلَدُ غَيْرَ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ ذَهَبَ يَطْعَنُ فَطَعَنَ فِي الْحِجَابِ .(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(۵۴۷۲) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر انسان کی کروٹوں میں شیطان اپنی انگلیاں مارتا ہے جب وہ پیدا ہوتا ہے[۱] سواء عیسیٰ ابن مریم کے[۲] کہ وہ انگلی مارنے لگا تو اس کی انگلی پردہ میں لگی[۳] (مسلم بخاری)

(۵۴۷۲)[۱] یہاں بنی آدم سے مراد اولاد آدم ہیں لڑکے ہوں یا لڑکیاں شیطان کو انسان سے دلی عداوت ہے۔ وہ بچہ کی پیدائش کے وقت سے ہی اس کے پیچھے پڑتا ہے۔ اسی مار کے اثر سے بچہ پیدائش کے وقت روتا ہے۔ بچپن میں بہت سی بیماریاں شیطان کے اثر سے ہوتی ہیں جیسے ام الصبیان وغیرہ جیسے سانپ بچھو وغیرہ جانور بعض جڑی بوٹیاں انسان کو بیمار کردیتی ہیں ایسے ہی شیطان بھی انسان کو بیمار کردیتا ہے۔ رب فرماتا ہے: يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ (۲:۲۷۵) آسیب نے چھوکر مخبوط بنادیا ہو۔ (کنزالایمان)[۲] ایسے مقام پر متکلم مستثنیٰ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ولادت پاک کے وقت شیطان نہ چھوسکا۔ (اشعۃ اللمعات) اسی لئے حضور ولادت پاک کے وقت روئے نہیں۔[۳] یہ حدیث باب الوسوسہ میں گزر چکی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور شیطان کے درمیان ایک پردہ حائل کردیا۔ شیطان کی انگلی اس پردے میں لگی۔ حضرت حنہ (والدہ مریم) کی دعا سے یہ واقعہ ہوا آپ نے دعا کی تھی اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

وَعَنْ اَبِيْ مُوْسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيْرٌ وَّلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَاٰسِيَةُ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَنَسٍ يَاخَيْرَ الْبَرِيَّةِ وَحَدِيْثُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَيُّ النَّاسِ اَكْرَمُ وَحَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ فِيْ بَابِ الْمُفَاخَرَةِ وَالْعَصَبِيَّةِ .

(۵۴۷۳) روایت ہے حضرت ابوموسیٰ سے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں فرمایا مردوں میں تو بہت کامل ہوئے عورتوں میں سواء مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کے کوئی کاملہ نہ ہوئیں[۱] اور جناب عائشہ کی بزرگی ساری عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی بزرگی تمام کھانوں پر[۲] (مسلم بخاری) اور انس کی حدیث کہ یاخیر بریہ اور ابوہریرہ کی حدیث ای الناس اکرم اور حضرت ابن عمر کی حدیث کریم ابن کریم مفاخرہ اور عصبیہ کے باب میں ذکر کردی گئیں[۳]

(۵۴۷۳)[۱] خیال رہے کہ یہاں کمال سے مراد نبوت و رسالت نہیں کیونکہ یہ کمال تو صرف انسان مردوں کو ہی ملا ہے کوئی عورت اور کوئی غیر انسان نبی نہیں ہوئے بلکہ مراد ولایت کاملہ قطبیت غوثیت وغیرہ ہے اور رب تعالیٰ سے قرب خاص کہ یہ صفات مردوں کو زیادہ عورتوں کو کم ملے نبوت کے متعلق رب فرماتا ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَيْهِمْ (۱۲:۱۰۹) اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے۔ (کنزالایمان) نبوت کے فرائض عورت انجام نہیں دے سکتی۔ پردہ میں رہ کر عام تبلیغ نہیں ہوسکتی یہ بھی خیال رہے کہ یہاں نساء سے مراد اس زمانہ کی عورتیں ہیں۔ لہذا اس سے لازم یہ نہیں آتا کہ حضرت آسیہ و مریم جناب فاطمہ زہرا خدیجہ اور عائشہ صدیقہ سے افضل ہوں۔ یہ بیبیاں حضرت آسیہ و مریم سے افضل ہیں۔ شعر:-

مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز

https://archive.org/details/@madni_library

نور چشم رحمۃ للعالمین — آں امام الاولین وآخرین
بانوے آں تاجدار ھل اتیٰ — مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا
مادر آں مرکز پرکار عشق — مادر آں قافلہ سالار عشق

۲؎ یعنی جناب عائشہ صدیقہ از آدم علیہ السلام تا روز قیامت تمام عورتوں سے ایسی افضل ہیں جیسے ثرید کھانا باقی تمام کھانوں سے افضل۔ثرید شوربے میں روٹی بھگوکر پکا ہوا کھانا۔اس میں گفتگو ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فاطمہ زہرا خدیجۃ الکبریٰ ان تینوں میں افضل کون ہے محققین علماء کا قول ہے کہ یہ تینوں مختلف جہات سے افضل ہیں۔اس میں بحث نہ کی جائے تو بہتر ہے حضرت عائشہ جیسی عالمہ حسن خلقت حسن خلق شیریں گفتار ذہینہ ذکیہ بی بی نہ پیدا ہوئی نہ پیدا ہو آپ بڑی عالمہ محدثہ فقیہہ ہیں۔آپ کی برأت میں سورہ نور کی اٹھارہ آیتیں نازل ہوئیں۔شعر:۔

یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ — ان کی پر نور صورت پر لاکھوں سلام
بنت صدیق آرام جان نبی — اس حریم برأت پہ لاکھوں سلام

نبوت کے بعد صدیقیت ہے اور عائشہ صدیقہ ہیں۔ابوبکر صدیق ہیں۔۳؎ یعنی وہ تمام حدیثیں مصابیح میں یہاں مذکور تھیں۔ہم نے مشکوٰۃ شریف میں وہاں یعنی باب المفاخرۃ میں بیان کردیں ان کی شرح وہاں ہی دیکھو۔

اَلْفَصْلُ الثَّانِیْ

دوسری فصل

عَنْ اَبِیْ رَزِیْنٍ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَیْنَ کَانَ رَبُّنَا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ خَلْقَهٗ قَالَ کَانَ فِیْ عَمَآءٍ مَا تَحْتَهٗ هَوَآءٌ وَّمَا فَوْقَهٗ هَوَآءٌ وَّخَلَقَ عَرْشَهٗ عَلَی الْمَآءِ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ) وَقَالَ قَالَ یَزِیْدُ بْنُ هٰرُوْنَ الْعَمَآءُ اَیْ لَیْسَ مَعَهٗ شَیْءٌ

(۵۴۷۴) روایت ہے حضرت ابن رزین سے۱؎ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اپنی مخلوق پیدا فرمانے سے پہلے رب کہاں تھا۔فرمایا ہلکے بادل میں تھا۔۲؎ نہ اس کے نیچے ہوائیں نہ اس کے اوپر ہوا۔اور اپنا عرش پانی پر پیدا فرمایا۔۳؎(ترمذی) اور فرمایا کہ یزید ابن ہارون نے کہا ہلکے بادل سے مراد ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔۴؎

(۵۴۷۴) ۱؎ آپ کا نام یقیط ابن عامر ابن صبرہ ہے۔طائف کے رہنے والے ہیں۔مشہور صحابی۔۲؎ عماء کے لفظی معنی ہیں ہلکا بادل جس سے سورج نظر نہ آئے مگر اس روشنی میں کمی نہ ہو یہاں اس سے مراد غیب ہے یعنی رب تعالٰی غیب الغیوب تھا۔جس کے صفات ظاہر تھے۔حدیث قدسی ہے: کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف۔(مرقات) حضرات صوفیاء کی اصطلاح میں عماء ذات واحدہ ہے جسے کوئی نہ جانے سوائے اس کے۳؎ دونوں جگہ مانافیہ ہے یعنی رب تعالٰی تھا اور کچھ نہ تھا حتی کہ ہوا بھی نہ تھی نہ فوقیت تھی نہ تحتیت۔کیونکہ اوپر نیچے ہونا جہت اور سمت سے ہوتا ہے۔اس وقت سمت بھی نہ تھی۔۴؎ یعنی پھر اللہ تعالٰی نے عرش اعظم پیدا فرمایا جو پانی کے اوپر اس طرح تھا جیسے زمین کے اوپر آسمان یعنی اسے گھیرے ہوئے اس کی شرح ہم ابھی بیان کرچکے ہیں۔یہ فرمان ہماری اس شرح کی تائید کرتا ہے۔

وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ زَعَمَ اَنَّهٗ کَانَ جَالِسًا فِی الْبَطْحَآءِ فِیْ عِصَابَةٍ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی

(۵۴۷۵) روایت ہے حضرت عباس ابن عبدالمطلب سے فرماتے ہیں کہ وہ بطحاء میں ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۱؎ اور رسول

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فِیْھِمْ فَمَرَّتْ سَحَابَۃٌ فَنَظَرُوْا اِلَیْھَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا تُسَمُّوْنَ ھٰذِہٖ قَالُوا السَّحَابَ قَالَ وَالْمُزْنَ قَالُوْا وَالْمُزْنَ قَالَ وَالْعَنَانَ قَالُوْا وَالْعَنَانَ قَالَ ھَلْ تَدْرُوْنَ مَا بُعْدُ مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ قَالُوْا لَا نَدْرِیْ قَالَ اِنَّ بُعْدَ مَا بَیْنَھُمَا اِمَّا وَاحِدَۃٌ وَاِمَّا اثْنَتَانِ اَوْ ثَلَاثٌ وَّسَبْعُوْنَ سَنَۃً وَالسَّمَآءُ الَّتِیْ فَوْقَھَا کَذٰلِکَ حَتّٰی عَدَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ثُمَّ فَوْقَ السَّمَآءِ السَّابِعَۃِ بَحْرٌ بَیْنَ اَعْلَاہُ وَاَسْفَلِہٖ کَمَا بَیْنَ سَمَآءٍ اِلٰی سَمَآءٍ ثُمَّ فَوْقَ ذٰلِکَ ثَمَانِیَۃٌ اَوْعَالٍ بَیْنَ اَظْلَافِھِنَّ وَوَرِکِھِنَّ مِثْلُ مَابَیْنَ سَمَآءٍ اِلٰی سَمَآءٍ ثُمَّ عَلٰی ظُھُوْرِھِنَّ الْعَرْشُ بَیْنَ اَسْفَلِہٖ وَاَعْلَاہُ مَا بَیْنَ سَمَآءٍ اِلٰی سَمَآءٍ ثُمَّ اللّٰہُ فَوْقَ ذٰلِکَ.

(رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں بیٹھے تھے کہ ایک بادل گزرا۔ لوگوں نے اس کی طرف دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کا نام کیا رکھتے ہو۲ لوگوں نے عرض کیا سحاب فرمایا اور مزن بھی! عرض کیا کیا مزن بھی۔ فرمایا اور عنان بھی! عرض کیا اور عنان بھی۔ فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ آسمان وزمین کے درمیان فاصلہ کتنا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم نہیں جانتے۔ فرمایا ان کے درمیان فاصلہ اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا۳ اور جو آسمان اس کے اوپر ہے وہ بھی ایسا ہی ہے۔ حتیٰ کہ آپ نے سات آسمان گنائے۴ پھر ساتویں آسمان کے اوپر ایک دریا ہے جس کے اوپر اور نیچے حصے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک۵ پھر اس کے اوپر آٹھ بکرے ہیں۶ جن کے کھروں اور سرین کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک۷ پھر ان کی پیٹھوں پر عرش ہے جس کے نیچے اور اوپر اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک ہے۔۸ پھر اللہ اس کے اوپر ہے۹ (ترمذی، ابوداؤد)

(۵۴۷۵) ابطحا کے لفظی معنی ہیں پتھریلی یا کنکریلی نشیبی زمین جہاں سیلاب کی گزرگاہ ہو اب مکہ معظمہ کے قریب جنت معلیٰ کے پاس ایک جنگل کا نام ہے۔ مکہ معظمہ کو بھی بطحا یا ابطح کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے حضور کا لقب ہے رسول ابطحی غالبًا یہ جماعت مسلمانوں کی نہ تھی۔ اس وقت حضرت عباس بھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ (اشعہ) مگر ایک قول یہ ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے۔ اور یہ جماعت مومنین کی تھی۔ حضرت عباس بھی مسلمان ہو چکے تھے (مرقات) واللہ ورسولہ اعلم ۔۲ حضور انور کا ان سے یہ پوچھنا اگلے کلام کی تمہید ہے جیسے رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے یہ پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے پھر اگلا کلام فرمایا۔۳ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لغات کے بادشاہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عربی میں بادل کے تین نام ہیں۔ سحاب، مزن، عنان یا تو بادل کے یہ تین نام ہیں یا مزن وہ سفید بادل جو پانی کو روک نہ سکے ضرور برسے عنان بھورا بادل اور سحاب ہر بادل (مرقات) اس کلام مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بادل کے یہ تین نام ہیں کیونکہ حضور انور نے اس دیکھے ہوئے بادل کے یہ تین نام ارشاد فرمائے۔۳ یہ شک راوی کا ہے خیال رہے کہ ایسے موقع پر ستر وغیرہ کے معنی ہوتے ہیں۔ بے شمار بہت زیادہ لہٰذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ آسمان وزمین کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے کہ یہاں کا یہ فرمان بمعنی تکثیر ہے نہ کہ حد بندی کیلئے۔۴ یعنی اتنے اتنے فاصلے پر سات آسمان واقع ہیں فلاسفہ نو آسمان مانتے ہیں وہ کرسی اور عرش کو آسمان ہی کہتے ہیں مگر جھوٹے ہیں قرآن کریم نے بھی آسمان سات ہی ارشاد فرمائے ہیں۔ موجودہ سائنس آسمان کے وجود ہی کا انکار کرتی ہے مگر جھوٹی ہے آسمان ہیں اور سات ہیں انہیں نظر آئیں یا نہ آئیں انہیں ملیں یا نہ ملیں۔۵ یعنی ساتوں آسمانوں کے اوپر صاف اور جاری پانی کا ذخیرہ دریا ہے جس کی گہرائی اتنی ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان کا فاصلہ رب جانے کہ وہ

https://archive.org/details/@madni_library

پانی کہاں سے آرہا ہے اور کہاں جارہا ہے اس حدیث کی تائید وہ حدیث کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کے نیچے ایک نہایت گہرا دریا پیدا فرمایا۔ ۶؎ اوعال جمع ہے وعل کی وعل کہتے ہیں پہاڑی بکرے کو یہ فرشتے حاملین عرش ہیں۔ جو بکرے کی شکل میں ہیں یہ ہی فرشتے مومنین انسانوں کیلئے دعائیں کرتے ہیں۔ ۷؎ یعنی وہ فرشتے جن کی پشت پر عرش اعظم جو بکروں کی شکل میں ہیں۔ ان کی عظمت اور جسامت کا یہ حال ہے کہ ان کے کُھر سے لے کر چوتڑوں تک اتنا عظیم الشان فاصلہ ہے۔ جب ان کی ٹانگیں اتنی بڑی ہیں تو سمجھ لو کہ بقیہ جسم کتنا ہوگا۔ وہ تو ہماری عقل سے وراء ہے۔ ۸؎ یعنی عرش اعظم کا دل اس کی موٹائی اتنی ہے کہ اس کی اوپر اور نیچے کی سطحوں کے درمیان فاصلہ اتنا ہے جتنا فاصلہ آسمان وزمین کے درمیان ہے۔ ۹؎ یہاں فوقیت سے مراد جسمانی فوقیت نہیں نہ مکانی بلندی ہے بلکہ عظمت وقدرت کی بلندی مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت عرش اعظم سے بھی اوپر ہے۔ مقصود یہ ہے کہ یہ بت جو زمین پر مارے مارے پھر رہے ہیں۔ عبادت کے لائق نہیں عبادت کے لائق وہ رب ہے جس کی عظمت کا یہ حال ہے۔

وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ جُهِدَتِ الْاَنْفُسُ وَجَاعَ الْعِيَالُ وَنُهِكَتِ الْاَمْوَالُ وَهَلَكَتِ الْاَنْعَامُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهَ لَنَا فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ ذٰلِكَ فِيْ وُجُوْهِ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ وَيْحَكَ اِنَّهٗ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰى اَحَدٍ شَانُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَيْحَكَ اَتَدْرِيْ مَا اللّٰهُ اِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰى سَمٰوٰتِهٖ لَهٰكَذَا وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَيَئِطُّ بِهٖ اَطِيْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ (اَبُوْدَاوٗد)

(۵۴۷۶) روایت ہے حضرت جبیر ابن مطعم سے ۱؎ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بدوی آیا عرض کیا کہ جانیں مشقت میں پڑ گئیں اور بال بچے بھوکے ہوگئے اور مال برباد جانور ہلاک ہوگئے ۲؎ تو آپ ہمارے لئے اللہ سے بارش مانگیں۔ ہم آپ کو اللہ کی بارگاہ میں شفیع لاتے ہیں ۳؎ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبحان اللہ سبحان اللہ آپ تسبیح فرماتے رہے حتیٰ کہ یہ آپ کے صحابہ کے چہروں میں پہچانا گیا ۴؎ پھر فرمایا تجھ پر افسوس ہے اللہ تعالیٰ کو کسی پر شفیع بنایا جانا اللہ کی شان اس سے بہت بڑی ہے۔ ۵؎ تجھ پر افسوس کیا تجھے خبر ہے کہ اللہ کی شان کیا ہے اس کا عرش اس کے آسمانوں پر ایسا ہے اور اپنی انگلیوں سے اشارہ فرمایا اس پر قبہ کی طرح ۶؎ اور وہ چرچرا رہا ہے جیسے کجاوے کا چرچرانا سوار کی وجہ سے ۷؎ (ابوداؤد)

(۵۴۷۶) ۱؎ آپ صحابی ہیں عبد مناف کی اولاد سے ہیں۔ فتح خیبر کے بعد فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔ نسب اور تواریخ کے بڑے عالم تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق کے شاگرد ہیں۔ رضی اللہ عنہ (اشعۃ اللمعات) ۲؎ یعنی بارش نہ ہونے کی وجہ سے ہمارا جانی ومالی نقصان بہت زیادہ ہو چکا معلوم ہوا کہ اپنے دکھ درد کی کہانی حضور کو سنانا بالکل درست اور صحابہ کرام کا عمل ہے۔ یہاں کی فریاد کی ہوئی رب تعالیٰ بہت کرم سے سنتا ہے۔ ۳؎ یعنی ہم لوگ بارگاہ الٰہی میں آپ کو اپنا شفیع بناتے ہیں کہ آپ کی دعا سے وہ ہم پر بارش بھیجے اور آپ کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ کو شفیع اور سفارشی بناتے ہیں کہ آپ سے ہماری سفارش وشفاعت کریں کہ آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں۔ گویا آپ کی دعا کا شفیع اللہ تعالیٰ اور بارش کے شفیع آپ ہوں۔ ۴؎ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس نو وارد کی سخت غلطی پر تعجب فرمانے کیلئے بار بار سبحان اللہ کہتے رہے حتیٰ کہ حاضرین بارگاہ کے چہرے اتر گئے اور ان پر خوف الٰہی ہیبت کبریائی کے آثار نمودار ہوگئے۔ معلوم ہوتا ہے حضرات صحابہ نے بھی پہلے اس شخص کی غلطی محسوس نہ کی تھی۔ ۵؎ شفاعت بنا ہے شفیع سے بمعنی جوڑا رب فرماتا ہے: وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

سفارش کوشفاعت اس لئے کہتے ہیں کہ سائل حاکم کے سامنے اکیلا پیش ہونے کی ہمت نہیں کرتا تو اس حاکم کے کسی منظور مقبول کے ساتھ جڑ کر حاکم کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ بہر حال شفیع سے حاکم افضل واعلیٰ ہونا ضروری ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کوشفیع کہا جائے تو لازم آئے گا کہ کوئی اوراس سے اعلیٰ ہے جس کے دربار میں خدا تعالیٰ سے سفارش کرائی گئی۔ چونکہ یہ بہت باریک بات تھی اس لئے اس شخص کو نہ تو کافر کہا گیا نہ اس سے توبہ کرائی گئی۔ اس نے رب تعالیٰ کی توہین نہیں کی بلکہ وہ شفاعت کے معنی نہیں سمجھا۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے وسیلہ سے بندوں سے مدد مانگنا درست ہے ہم کہا کرتے ہیں۔ اللہ کے واسطے یہ دیدو اللہ کے نام کا صدقہ دے دو کہا جاتا ہے۔ شیئا للہ بشفاعت ذات اور وسیلہ نام وسیلہ صفات میں فرق ضرور کرنا چاہئے۔ ۶؎ حضور انور نے اپنے بائیں ہاتھ شریف کی ہتھیلی پر اپنے داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو خیمہ یا قبہ گنبد کی طرح کھڑا کیا معقول کو محسوس کی طرح دکھایا۔ ۷؎ یہ کلام عالی محض سمجھانے کیلئے ہے یعنی باوجود یکہ عرش الٰہی اتنا بڑا ہے کہ وہ تمام آسمانوں کو ایسے گھیرے ہے جیسے قبہ خیمہ اپنے نیچے کی زمین پر چھایا ہوتا ہے، گھیرتا ہے مگر رب تعالیٰ کی ہیبت سے گویا چرچرا رہا ہے۔ سوار کے بوجھ سے کمزور زین پالان چرچراتا ہے ورنہ وہاں نہ تو حقیقۃً بوجھ ہے نہ عرش اعظم میں چرچراہٹ کی آواز۔ دیکھو طور پہاڑ تجلی الٰہی سے پھٹ گیا یہ پھٹنا ہتھوڑے کی زد سے نہ تھا رب کی ہیبت وجلالت سے تھا۔ یہ حدیث متشابہات سے ہے۔ جیسے یَدُ اللهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ لہٰذا اس حدیث پر چکڑالویوں کا اعتراض محض حماقت ہے۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں چرچرانے سے مراد ہے رب کی تسبیح وتہلیل کی آواز عرش اعظم اٹھانے والے فرشتے اور خود عرش رب کی ہیبت سے تسبیح وتہلیل کرر ہے ہیں (مرقات)

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اُذِنَ لِيْ اَنْ اُحَدِّثَ عَنْ مَلَكٍ مِّنْ مَلٰٓئِكَةِ اللهِ مِنْ حَمَلَةِ الْعَرْشِ اَنَّ مَا بَيْنَ شَحْمَةِ اُذُنِهٖ اِلٰى عَاتِقِهٖ مَسِيْرَةُ سَبْعِ مِائَةِ عَامٍ. (رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ)

(۵۴۷۷) روایت ہے حضرت جابر ابن عبداللہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں۔ فرمایا مجھے اجازت دی گئی ہے ۱؎ کہ تم کو اللہ کے فرشتوں میں ایک فرشتے کے متعلق خبر دوں عرش اٹھانے والوں سے کہ اس کے کانوں کی گدیوں سے اس کے کندھوں تک سات سو سال کا فاصلہ ہے ۲؎ (ابوداؤد)

(۵۴۷۷) ۱؎ یعنی ہم کو عالم غیب کی ہر چیز کی پوری خبر ہے مگر اس کے اظہار کی اجازت نہیں ہاں اس میں جو فرشتے حاملین عرش ہیں، ان میں سے ایک فرشتے کی جسامت وعظمت بتانے کی اجازت دی گئی ہے۔ وہ تم کو بتائے دیتا ہوں حضور انور نے سارا عالم غیب اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا ہے۔ اس حدیث سے حضور انور کی وسعت علم کا پتا لگا۔ ساتھ ہی معلوم ہوا کہ کسی چیز کا نہ بتانا نہ جاننے کی دلیل نہیں بتانا تو اجازت ربانی سے ہوتا ہے۔ ۲؎ کان کی گدیا اور کندھے کے درمیان بہت فاصلہ ہے۔ جب اس فرشتے کے کان کی گدیا کندھے سے اتنی دور ہے تو باقی جسم کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ خیال رہے کہ فرشتے انسانی شکل پر نہیں۔ انسان کی شکل تمام خلق سے اچھی ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (۹۵/۴) بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔ (کنز الایمان) ان کی اپنی شکلیں مختلف عرش اٹھانے والے فرشتے بکروں سے ملتے جلتے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

وَعَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجِبْرَئِيْلَ هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ فَانْتَفَضَ جِبْرَئِيْلُ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَهٗ

(۵۴۷۸) روایت ہے حضرت زرارہ ابن اوفی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب جبریل سے فرمایا کیا تم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو جبریل کانپ گئے ۱؎ اور عرض کیا اے حضور محمد! میرے

https://archive.org/details/@madni_library

سَبْعِيْنَ حِجَابًا مِّنْ نُوْرٍ لَوْدَنَوْتُ مِنْ بَعْضِهَا لَاحْتَرَقْتُ هٰكَذَا فِي الْمَصَابِيْحِ ۔ (رَوَاهُ اَبُوْنُعَيْمٍ فِي الْحِلْيَةِ عَنْ اَنَسٍ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْ فَانْتَفَضَ جِبْرَئِيْلُ)

اور ربّ کے درمیان ستر ہزار حجاب ہیں۔اگر میں ان کے بعض سے قریب ہو جاؤں تو جل جاؤں۲؎ اسی طرح مصابیح میں ہے اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس سے روایت کیا ہے مگر انہوں نے اس کا ذکر نہ کیا کہ جبریل کانپ گئے۔

(۵۴۷۸)۱؎ حضرت جبریل علیہ السلام کا کانپ جانا یا اس سوال کی ہیبت سے ہے یا اس تصور سے ہے جو انہیں اس سوال پر بندھا کہ دیدار الٰہی پر بندہ کا کیا حال ہوگا۔لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ میرے اور رب کے درمیان ستر ہزار حجاب ہیں۔خیال رہے کہ نور بھی حجاب بن جاتا ہے جیسے سورج کا نور اس کیلئے حجاب ہے۔اس سوال فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دیدار الٰہی ممکن ہے۔ورنہ حضور انور یہ سوال کبھی نہ فرماتے۔نیز اس سے معلوم ہوا کہ دیدار الٰہی صرف انسانوں کو ہوگا۔جنتی مسلمان دیدار کریں گے۔حضور انور نے معراج کی رات دیدار ذات اپنی آنکھوں سے کیا۔ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (۵۳،۸،۹) پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اُتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔(کنزالایمان) حضور ہی کی شان ہے۔فرشتوں کو دیدار کبھی نہیں۔احترقت فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ نور میں گرمی ہوتی ہے مگر اور قسم کی۔نور کی گرمی نار کی گرمی کو ختم کر دیتی ہے۔جب مومن پل صراط سے گزریں گے تو دوزخ پکارے گی جا گزر جا تیری نورانیت سے میری آگ بجھتی جارہی ہے۔حضرت خلیل پر نار نمرود ٹھنڈی ہوگئی یہ کرشمہ ہے نور کی گرمی کا۔بعض صوفیاء پر ان کے چلوں میں نورانیت غالب ہوتی ہے۔تو وہ ٹھنڈا پانی بہت پیتے ہیں۔ٹھنڈے پانی سے نہاتے ہیں۔ٹھنڈے پانی کے ٹب میں بیٹھ جائیں تو وہ گرم ہو جاتا ہے۔خیال رہے کہ یہ حجابات حضرت جبریل کیلئے ہیں نہ کہ رب تعالیٰ کیلئے رب تو حجاب میں ہونے سے پاک ہے۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اِسْرَافِيْلَ مُنْذُ يَوْمِ خَلَقَهٗ صَافًّا قَدَمَيْهِ لَايَرْفَعُ بَصَرَهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الرَّبِّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى سَبْعُوْنَ نُوْرًا مَا مِنْهَا مِنْ نُوْرٍ يَدْنُوْا مِنْهُ اِلَّا احْتَرَقَ ۔(رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهٗ)

(۵۴۷۹) روایت ہے ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے جناب اسرافیل کو پیدا فرمایا جس دن سے انہیں پیدا کیا ہے اپنے قدموں پر کھڑے ہیں۱؎ وہ اپنی نگاہ نہیں اٹھاتے ۲؎ ان کے اور رب تعالیٰ کے درمیان ستر نور ہیں۔ان میں سے کوئی نور نہیں مگر جس سے وہ قریب ہوں تو جل جائیں۳؎ (ترمذی)

(۵۴۷۹)۱؎ معلوم ہوا کہ اسرافیل علیہ السلام ان فرشتوں میں سے ہیں جن کی عبادت کھڑا رہنا ہے اور حکم الٰہی کا انتظار کرنا ہے کہ کب حکم ہو اور میں صور پھونکوں۔۲؎ یعنی انکی نگاہیں ادب سے نیچی ہیں۔عرش اعظم یا لوح محفوظ کی طرف نظر نہیں اٹھاتے جیسے نمازی اپنی سجدہ گاہ پر قیام میں نظر رکھتا ہے ایسی ہی ان کی نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور اس عالم کی ہر چیز کو ملاحظہ فرمارہے ہیں۔حضرت اسرافیل علیہ السلام کی ہر ادا حضور کی نگاہ میں ہے۔اسی طرح سب غلاموں کی ہر ادا حضور کی نگاہ میں ہر وقت ہے جو عرش کو دیکھ سکتا ہے وہ فرش پر بھی دیکھ سکتا ہے۔اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

؎ سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر

۳؎ وہ حجاب نورانی ہیں ناری نہیں وہاں جلنا نور سے ہو سکتا ہے نار سے نہیں جیسے آج سورج کی شعاعوں سے گرمی حاصل کی جاتی

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہے بلکہ یہ شعائیں جلا بھی ڈالتی ہیں۔اس جلنے کی تحقیق ہم ابھی پچھلی حدیث میں عرض کر چکے ہیں۔ جنت میں جنتیوں کو پرندوں کے بھنے گوشت بھی دیئے جائیں گے۔رب فرماتا ہے: وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ (۵۶،۲۱) اور پرندوں کا گوشت جو چاہیں۔ (کنزالایمان) وہاں گوشت آگ سے نہ بھونے جائیں گے کہ جنت میں آگ نہیں بلکہ نور اور نورانی گرمی سے۔

وَعَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ وَذُرِّيَّتَهٗ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَارَبِّ خَلَقْتَهُمْ يَاْكُلُوْنَ وَيَشْرَبُوْنَ وَيَنْكِحُوْنَ وَيَرْكَبُوْنَ فَاجْعَلْ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْاٰخِرَةَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَا اَجْعَلُ مَنْ خَلَقْتُهٗ بِيَدَيَّ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ كَمَنْ قُلْتُ لَهٗ كُنْ فَكَانَ ۔

(رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الْاِيْمَانِ)

(۵۴۸۰) روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے حضرت آدم اور ان کی اولاد کو پیدا کیا تو فرشتے بولے یارب تو نے انہیں پیدا فرمایا کہ وہ کھائیں پئیں گے نکاح کریں گے۔ سوار ہوں گے[۱] تو ان کیلئے دنیا کردے اور ہمارے لئے آخرت[۲] اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ جسے میں نے اپنے دست قدرت سے بنایا اور جس میں میں نے اپنی روح پھونکی۔ اسے اس مخلوق کی طرح نہ کروں گا جس سے میں نے کہا ہو جا' وہ ہوگئی[۳] (بیہقی' شعب الایمان)

(۵۴۸۰) [۱] یعنی اولاد آدم گھر میں رہ کر بھی دنیا میں مشغول رہیں گے اور خشکی دریا کی سواریوں میں سفر کر کے بھی دنیا میں مشغول رہیں گے۔ دنیا انہیں چمٹی رہے گی اور واقعی ٹھیک کہا معلوم ہوا کہ فرشتوں کو بھی رب تعالٰی نے علوم غیبیہ بخشے کہ وہ لوگوں کے آئندہ حالات کی خبر رکھتے ہیں دیکھ لو جو فرشتوں نے ہمارے متعلق کہا تھا ہم ویسے ہی ہیں۔[۲] یعنی ہم دنیاوی یہ مذکورہ کام نہیں کرتے صرف تیری یاد ہماری زندگی ہے۔ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ (۲،۳۰) اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں۔ (کنزالایمان) لہٰذا تو انسانوں کو زندگی میں ہمیشہ رکھ اور انہیں وہاں کی نعمتیں دے ہم کو ہمیشہ یہاں رکھ یہاں کی نعمتیں ہمیشہ دے ایسا نہ ہو کہ ان کو تو دونوں جہاں کی نعمتیں دے اور ہم ان سب سے محروم رہیں۔ لہٰذا یہ آدمیوں کیلئے بددعا یا بدخواہی نہیں بلکہ ان کی بھی خیر خواہی ہے اور اپنے لئے دعا بھی ہے۔[۳] یعنی اے فرشتو میرے ظاہری و باطنی کمالات کا مظہر انسان ہے۔ جیسے تم کو میں نے صرف کن فرما کر پیدا کیا ایک آن میں اور انسان یعنی حضرت آدم کا خمیر عرصہ تک تیار کیا گیا۔ پھر عرصہ تک اسے سکھایا گیا ہے۔ میں نے اپنے دست قدرت سے اس کی شکل بنائی اور اسے ظاہری خوبیوں سے آراستہ کیا پھر اس میں اپنی خاص روح پھونکی جس سے وہ باطنی خوبی کا حامل ہوگیا۔ انسان مادہ اور مجرد دونوں کا معجون مرکب ہے۔ تم بذات خود معصوم ہو لہٰذا دوزخ سے محفوظ اور جنت سے محروم ہو انسان طاقت اور غصے سے مخلوط ہے۔ عطایا اور بلایا مشحون لہٰذا وہ ثواب وعذاب کا مستحق ہے۔ یہ حدیث پاک ان حضرات کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ بشر فرشتہ سے افضل ہے۔ یہ ہی اہلسنت کا مذہب ہے۔ فرشتوں کے کمالات انسان پر موقوف ہیں فرشتے انسان ہی کے ذریعہ حامل وحی۔ مجاہد غازی سب کچھ ہیں۔ جنس بشریت جنس ملکیت سے افضل ہے اگرچہ بعض افراد ملک انسان کے بعض افراد سے افضل ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

https://archive.org/details/@madni_library

اَلْفَصْلُ الثَّالِثُ — تیسری فصل

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ اَكْرَمُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ م بَعْضِ مَلٰٓئِكَتِهٖ .(رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ)

(۵۴۸۱) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن اللہ کے نزدیک بعض فرشتوں سے زیادہ عزت والا ہے۔[۱] (ابن ماجہ)

(۵۴۸۱)[۱] اس حدیث میں افراد مومنین کا ذکر ہے ان کی تفصیل یہ ہے کہ عام مومنین افضل ہیں عام فرشتوں سے اور خاص مومنین افضل ہیں خاص فرشتوں سے یہ بھی خیال رہے کہ خاص مومنین سے مراد حضرات انبیاء و رسل و مرسلین ہیں اور خواص ملائکہ سے مراد ہیں حضرت جبریل و میکائل وغیرہ اشراف ملائکہ اور عوام مومنین سے مراد ہیں صالحین، متقین جن میں خلفاء راشدین خاص خاص تابعین اولیاء اللہ مراد ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ (۹۸،۷) بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق میں بہتر ہیں۔ (کنزالایمان) لہذا حضرات خلفاء راشدین، حضور غوث پاک، امام اعظم ابوحنیفہ عام فرشتوں سے بھی افضل دیکھو (مرقات) یہ تفصیل خیال میں رہے ہاں انسانیت افضل ہے ملکیت سے مگر صدیق اکبر بعد انبیاء سب سے افضل ہیں۔

وَعَنْهُ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِیَدِیْ فَقَالَ خَلَقَ اللّٰهُ التُّرْبَةَ یَوْمَ السَّبْتِ وَخَلَقَ فِیْهَا الْجِبَالَ یَوْمَ الْاَحَدِ وَخَلَقَ الشَّجَرَ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَخَلَقَ الْمَكْرُوْهَ یَوْمَ الثُّلٰثَآءِ وَخَلَقَ النُّوْرَ یَوْمَ الْاَرْبَعَآءِ وَبَثَّ فِیْهَا الدَّوَآبَّ یَوْمَ الْخَمِیْسِ وَخَلَقَ اٰدَمَ بَعْدَ الْعَصْرِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فِیْ اٰخِرِ الْخَلْقِ وَاٰخِرِ سَاعَةٍ مِّنَ النَّهَارِ فِیْمَا بَیْنَ الْعَصْرِ اِلَى اللَّیْلِ .(رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

(۵۴۸۲) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا[۱] پھر فرمایا کہ اللہ نے مٹی پیدا کی ہفتہ کے دن اور اس میں پہاڑ پیدا کیے اتوار کے دن اور درخت پیدا کیے پیر کے دن اور ناپسندیدہ چیزیں پیدا کیں منگل کے دن۔ نور پیدا فرمایا بدھ کے دن اور اس میں جانور پھیلائے جمعرات کے دن[۲] اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا فرمایا۔ آخری مخلوق ہیں۔[۳] اور دن کی آخر ساعت میں عصر سے لے کر رات تک کے درمیان[۴] (مسلم)

(۵۴۸۲)[۱] ہاتھ پکڑنا یا تو اہتمام کیلئے ہے یا یہ تفصیل گنانے کیلئے یا قرب بتانے کیلئے[۲] خلاصہ یہ ہے کہ ان مذکورہ چیزوں کی پیدائش کی ابتداء ہفتہ (سنیچر) کے دن ہوئی اور انتہاء جمعہ کو جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ ہفتہ کے دن سے مراد ہے اس دن کا آخری حصہ جب کہ قریباً اتوار شروع ہوجاتا ہے لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (۵۰،۳۸) اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور تکان ہمارے پاس نہ آئی۔ (کنزالایمان) یہ کہا جائے کہ آیت کریمہ میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا ذکر ہے اور یہاں زمینی چیزوں کی پیدائش کا[۳] یہاں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے مراد یا تو ان کے جسم شریف کی تکمیل ہے یا جسم شریف میں روح پھونکنا مراد ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کے جسم کی ساخت تو بہت عرصہ تک ہوتی رہی۔ ہر قسم کی مٹی پانی کا جمع فرمانا پھر اس کا خمیر کرنا پھر اعضاء ظاہری باطنی کا بنانا پھر بہت روز تک سکھانا اس میں بہت دن لگے یہ ایک دن اور ایک ساعت میں نہیں ہوا جمعہ کو جمعہ اسی لئے کہتے

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہیں کہ اس دن میں حضرت آدم کے جسم شریف کی تکمیل ہوئی۔ جمعہ کے معنی ہیں مجتمع ہونا، مکمل ہونا چونکہ آپ تمام مخلوق کے مقصود ہیں اس لئے آپ کو آخر میں پیدا فرمایا گیا مقصود پیچھے ہی آتا ہے۔ ۴؎ اسی لئے جمعہ کے دن کی آخری گھڑیاں قبولیت دعا کا وقت ہیں کہ یہ آدم علیہ السلام کی پیدائش کا وقت ہے۔ دیکھو مرقات یہ مقام۔ اس لئے صبح صادق کے وقت قبولیت دعا کا وقت ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کا وقت ہے اور بارھویں ربیع الاول شریف مبارک رات ہے مگر روزانہ صبح صادق وقت قبولیت ہے اور جمعہ کی آخری ساعتیں وقت قبولیت ہیں۔ یعنی آدم علیہ السلام کا فیض ہفتہ میں ایک بار حضور کا فیض روزانہ۔

وَعَنْهُ قَالَ بَيْنَمَا نَبِيُّ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَّاَصْحَابُهُ اِذْ اَتٰى عَلَيْهِمْ سَحَابٌ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاهٰذَا قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذِهِ الْعَنَانُ هٰذِهٖ رَوَايَا الْاَرْضِ يَسُوْقُهَا اللّٰهُ اِلٰى قَوْمٍ لَايَشْكُرُوْنَهٗ وَلَا يَدْعُوْنَهٗ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهَا الرَّقِيْعُ سَقْفٌ مَّحْفُوْظٌ وَّمَوْجٌ مَكْفُوْفٌ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا قَالُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ سَمَآءَ اِنِ بُعْدُ مَا بَيْنَهُمَا خَمْسُمِائَةِ سَنَةٍ ثُمَّ قَالَ كَذٰلِكَ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ مَا بَيْنَ كُلِّ سَمَآءَ يْنِ مَابَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا فَوْقَ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّ فَوْقَ ذٰلِكَ الْعَرْشُ وَبَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَآءِ بُعْدُ مَا بَيْنَ السَّمَآءَ يْنِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاالَّذِيْ تَحْتَكُمْ قَالُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّهَا الْاَرْضُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا تَحْتَ ذٰلِكَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّ تَحْتَهَا اَرْضًا اُخْرٰى بَيْنَهُمَا مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ حَتّٰى عَدَّ سَبْعَ اَرْضِيْنَ بَيْنَ كُلِّ اَرْضِيْنَ مَسِيْرَةُ خَمْسِمِائَةِ سَنَةٍ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّكُمْ

(۵۴۸۳) روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بیٹھے تھے کہ اچانک ان پر بادل آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ رسول ہی خوب جانتے ہیں ا؎ فرمایا یہ بادل ہے یہ زمین کے ساقی ہیں ۲؎ اللہ اسے اس قوم کی طرف لے جاتا ہے جو نہ اس کا شکر کریں نہ اس سے دعا مانگیں ۳؎ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو تمہارے اوپر کیا ہے صحابہ نے عرض کیا اللہ رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا آسمان ہے۔ ۴؎ محفوظ چھت ہے اور روکی ہوئی موج ۵؎ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے اور اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ عرض کیا اللہ رسول ہی جانیں۔ فرمایا تمہارے اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ ۶؎ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس کے اوپر کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا اللہ رسول ہی خوب جانیں۔ فرمایا دو آسمان ان کے درمیان فاصلہ پانچ سو سال ہے پھر فرمایا اسی طرح حتیٰ کہ سات آسمان گنائے ۷؎ ہر دو آسمانوں کے درمیان وہ فاصلہ ہے جو آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ ۸؎ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ان سب کے اوپر کیا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ رسول ہی خوب جانیں۔ فرمایا ان کے اوپر عرش ہے ۹؎ اس کے اور آسمان کے درمیان وہ فاصلہ ہے جو دو آسمانوں کے درمیان ہے ۱۰؎ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ وہ کیا ہے جو تمہارے نیچے ہے ۱۱؎ عرض کی اللہ رسول ہی خوب جانیں۔ فرمایا وہ زمین ہے پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس کے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ رسول ہی خوب جانیں۔ فرمایا کہ اس کے نیچے دوسری زمین ہے جن دونوں کے درمیان پانچ سو سال ہیں ۱۲؎ حتیٰ کہ سات زمینیں شمار

https://archive.org/details/@madni_library

دَلَّیْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَی الْاَرْضِ السُّفْلٰی لَھَبَطَ عَلَی اللہِ ثُمَّ قَرَأَ ھُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۔(رَوَاہُ اَحْمَدُ وَّالتِّرْمِذِیُّ) وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ قِرَاءَۃُ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْاٰیَۃَ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ اَرَادَ لَھَبَطَ عَلٰی عِلْمِ اللہِ قُدْرَتِہٖ وَسُلْطَانِہٖ وَعَلْمُ اللہِ وَقُدْرَتُہٗ وَسُلْطَانُہٗ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ وَّھُوَ عَلَی الْعَرْشِ کَمَا وَصَفَ نَفْسَہٗ فِیْ کِتَابِہٖ ۔

فرمائیں ۱۳ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے پھر فرمایا اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ایک رسی نیچی زمین کی طرف لٹکاؤ تو اللہ پر ہی گرے گی ۱۴پھر قرات فرمائی وہ اول ہے اور آخر اور ظاہر ہے اور باطن اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ ۱۵(احمد، ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آیت پڑھنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کے علم پر اس کی قدرت پر اس کی حکومت پر گرے اللہ کا علم اس کی قدرت اس کی بادشاہت ہر جگہ ہے۔ ۱۶اور وہ عرش پر ہے جیسے اس نے خود اپنی کتاب میں اپنی تعریف فرمائی۔ ۱۷

(۵۴۸۳) ۱یہ صحابہ کرام کا انتہائی ادب ہے کہ حضور انور کے سوال پر جانی پہچانی چیز کا نام بھی نہیں بتاتے کہ نہ معلوم اس سوال میں کیا راز اور اتنی ظاہر چیز پوچھنے میں کیا حکمت ہے ہمارے عرض کردینے سے وہ فوت نہ ہوجائے۔ ۲روایا جمع ہے راویہ کی راویہ وہ اونٹنی بھی کہلاتی ہے جو زمین کو سیراب کرے اور وہ بڑی مشک بھی جس میں پانی بھر کر اونٹنی پر لاد کر لایا جائے اور خشک زمین میں بکھیرا جائے یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔ بادل سمندر سے پانی لاتے ہیں اور ہم پر برساتے ہیں۔ ۳یعنی بارش اللہ کی نعمت عامہ ہے جو ہر شاکر وکافر کو ملتی ہے جیسے ہوا اور دھوپ۔ ۴یا تو آسمان دنیا کا نام رقیع ہے یا ہر آسمان کو رقیع کہتے ہیں۔ جمع ہے ارقعہ۔ ۵اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کا قوام پتلا ہے پانی کی طرح پھر بھی گرنے' بگڑنے' بہ جانے سے محفوظ ہے۔ بغیر ظاہری سہارے کے قائم ہے۔ صرف اللہ تعالٰی کی قدرت سے پھر اس کے دروازے بھی ہیں وہ بھی اس کی طرح رقیق و پتلے ہیں۔ جیسے خیمہ کا دروازہ کپڑے کا ہوتا ہے۔ ۶یعنی چڑھتے ہوئے اتنا فاصلہ ہے جو کوئی چل کر چڑھ کر وہاں جائے تو پانچ سو سال میں پہنچے۔ گرنے کے متعلق وہ حدیث ہے کہ صبح کا پھینکا ہوا پتھر شام سے پہلے زمین پر آجائے آج جو راکٹ وغیرہ اگر آسمان پر دو تین دن میں پہنچ جاتے ہوں تو یہ رفتار وہی ہے جیسے مدینہ منورہ کراچی سے پیدل سال بھر کا راستہ ہے مگر ہوائی جہاز سے صرف چار گھنٹے کا۔ لہذا حدیث واضح ہے۔ ۷اسی طرح بیان فرمانا کہ ان دو آسمانوں کو علیحدہ بیان کیا باقی چار آسمانوں کو علیحدہ اعلیٰ درجہ کی فصاحت ہے اس طرح بات یاد بھی خوب رہتی ہے۔ آسمانوں کا دل ان کی موٹائی بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے اور دو آسمانوں کے درمیان فاصلہ بھی اتنا ہی ہے جتنا بیچ میں خلا ہے۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ تمام آسمان چمٹے ہوئے ہیں۔ جیسے پیاز کے چھلکے۔ یہ غلط ہے کیونکہ جو آسمان دیکھ کر آئے وہ ہر دو کے درمیان فاصلہ بتا رہے ہیں اور فلاسفر صرف اپنے اندازے سے' دیکھنے والے کا قول زیادہ قابل قبول ہے۔ ۸یہ خبر نہیں کہ وہاں اس خلا میں کیا چیز ہے۔ زمین و آسمان کے درمیان جو خلا ہے اس میں تو ہوا' آگ پھر نہایت ٹھنڈا طبقہ یعنی زمہریر ہے۔ ۹فلاسفر کہتے ہیں کہ عرش و کرسی بھی دو آسمان ہیں اور آسمانوں کی تعداد نو ہے مگر یہ غلط ہے آسمان سات ہیں۔ عرش و کرسی ان کے علاوہ ہیں۔ ان دونوں کی حقیقت آسمانوں کی حقیقت سے وراء ہے۔ ۱۰یعنی جتنا فاصلہ پانچ سو سال کا آسمان و زمین کے درمیان ہے' اتنا ہی فاصلہ ساتویں آسمان اور عرش عظیم کے درمیان ہے۔ وہ فاصلہ دو آسمانوں کے درمیان ہے۔ ۱۱یہاں نیچے سے مراد قدم کے نیچے ہے۔ جس سے ہمارے قدم لگے ہوئے ہیں۔ اگرچہ حضرات

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

صحابہ جانتے تھے کہ یہ زمین ہے مگر پھر عرض یہ ہی کیا کہ اللہ رسول جانیں یہ ہے اس بارگاہ کا ادب۔ ۱۲؎ فلاسفہ کہتے ہیں کہ زمین صرف ایک ہے یا اگر سات ہیں تو ایک دوسری سے چمٹی ہوئی ہیں۔ جیسے پیاز کے چھلکے کہ دیکھنے میں ایک ہی معلوم ہوتی ہیں مگر دو یا تین غلط ہیں۔ زمینیں سات ہیں اور ہر دو زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (۶۵'۱۲) اللہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کی برابر زمینیں (کنزالایمان) ۱۳؎ خیال رہے کہ تمام زمینوں کی حقیقت ایک ہی ہے یعنی مٹی مگر ساتوں آسمانوں کی حقیقتیں مختلف ہیں اس لئے قرآن مجید میں سموات جمع ارشاد ہوتا ہے اور زمین کو الارض واحد کہا جاتا ہے لہٰذا یہ حدیث ان آیات کیخلاف نہیں۔ ۱۴؎ یعنی اللہ تعالٰی کے ملک اس کے علم اس کی قدرت پر گرے گی۔ جہاں پہنچے گی وہاں اللہ تعالٰی ہی کا ملک وعلم ہوگا۔ ربّ تعالٰی فرماتا ہے: اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (۵۵'۳۳) کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔ (کنزالایمان) مقصد یہ ہے کہ ربّ تعالٰی کا ملک صرف آسمانوں میں محدود نہیں ہے ہر جگہ ہے علماء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج آسمانی کرائی گئی وہاں بھی ربّ تعالٰی ہی کا کرم ونوازش تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں پہنچا کر معراج کرائی گئی وہاں بھی ربّ تعالٰی ہی کا کرم ونوازش تھی (مرقات) اسی لئے حضور انور نے اگلی آیت تلاوت فرمائی۔ ۱۵؎ ان چاروں نام شریف کی تفسیر اسماء حسنٰی کی شرح میں گزر چکی۔ اول بمعنی قدیم ہے کہ جب کچھ نہ تھا تو وہ تھا یہ حادث کا مقابل ہے آخر کے معنی ہیں باقی غیر فانی جب کچھ نہ رہے گا تو وہ رہے گا۔ اس کے صفات ایسے ظاہر کہ بچہ بچہ جانے اس کی ذات ایسی خفی کہ کوئی اسے نہ پاسکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ماعرفناك حق معرفتك پھر اور کا تو ذکر ہی کیا۔ مولانا فرماتے ہیں۔ شعر:

یاخفی الذات محسوس العطاء ‏ ‏ انت کالماء ونحن کالرحی

انت کالریح ونحن کالغبار ‏ ‏ یختفی الریح وغیرہ جهار

ایک صوفی فرماتے ہیں:

بے حجابی یہ ہے کہ ہر ذرّہ میں جلوہ آشکار ‏ ‏ اس پر یہ گھونگھٹ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

یار تیرے حسن کو تشبیہ دوں کس چیز سے ‏ ‏ ایک تو دیدہ ہے اور تیرے سواء نادیدہ ہے

یا اوّل وہ جو سب کو پیدا فرمائے آخر وہ جو سب فنا کرے ظاہر وہ جو سب پر غالب ہو جو چاہے کرے باطن وہ جو ہر آفت زدہ مصیبت کے مارے کی پناہ ہو اس کے ساتھ ہی وہ ہر چیز کا عالم بھی ہے۔ (از مرقات) ۱۶؎ یہ وہی شرح ہے جو ابھی ہم نے عرض کی اللہ تعالٰی کسی جگہ میں نہیں وہ جگہ سے پاک ہے جب جگہ نہیں بنی تھی وہ جب بھی تھا' کہاں تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ کہاں' جہاں' یہاں' وہاں سے پاک ہے۔ ہاں اس کی سلطنت حکومت علم قدرت ہر جگہ ہے کوئی جگہ اسکی سلطنت سے خالی نہیں۔ ۱۷؎ اس میں اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (۷'۵۴) پھر عرش پر استواء فرمایا (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) (کنزالایمان) یعنی اس کا خاص تجلی گاہ عرش ہے اس کا پایہ تخت جہاں سے اس کے احکام جاری ہوتے ہیں وہ عرش ہے ورنہ عرش بھی اس کی جگہ نہیں۔ مگر خیال رکھنا کہ وہ جگہ سے تو پاک ہے مگر ملتا ہے دو جگہ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (۴'۶۴) تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (کنزالایمان) یا مومن کے دل میں مولانا فرماتے ہیں:

https://archive.org/details/@madni_library

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است — من نہ گنجم ہیچدر بالاؤ پست
در دل مومن بہ گنجم اے عجب — گر مرا جوئی دریں دلہا طلب

ہونے اور ملنے میں بڑا فرق ہے۔ بلاتشبیہ بجلی کا پاور سارے تار میں ہے۔مگر ملتا ہے وہاں جہاں بلب ہو یہ بات بہت ہی لحاظ رکھی جائے۔

وَعَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ طُوْلُ اٰدَمَ سِتِّيْنَ ذِرَاعًا فِيْ سَبْعِ اَذْرُعٍ عَرْضًا .

(۵۴۸۴) روایت ہے انہیں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم کی لمبائی ساٹھ گز تھی سات گز چوڑائی[۱]

(۵۴۸۴)[۱] یہاں دونوں جگہ گز سے مراد شرعی گز ہے ایک ہاتھ یعنی مروجہ گز کا آدھ گز ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ۔ یہ بھی خیال رہے کہ ہاتھ سے مراد آج کل کا ہاتھ ہمارا ہے یعنی ہمارے ہاتھ سے آپ ساٹھ ہاتھ لمبے تھے اور سات ہاتھ چوڑے اور اپنے ہاتھ سے ساڑھے تین ہاتھ تھے ہر شخص چھوٹا، بڑا بچہ، جوان اپنے ہاتھ سے ساڑھے تین ہاتھ لمبا ہوتا ہے۔ آپ کا اپنا ہاتھ شریف ہمارے سترہ ہاتھ کا تھا۔

وَعَنْ اَبِيْ ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْاَنْبِيَاءِ كَانَ اَوَّلَ قَالَ اٰدَمُ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَنَبِيٌّ كَانَ قَالَ نَعَمْ نَبِيٌّ مُّكَلَّمٌ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَمِ الْمُرْسَلُوْنَ قَالَ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَّبِضْعَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِيْرًا وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ قَالَ اَبُوْذَرٍّ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ كَمْ وَفَاءُ عِدَّةِ الْاَنْبِيَاءِ قَالَ مِائَةُ اَلْفٍ وَّاَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ اَلْفًا اَلرُّسُلُ مِنْ ذٰلِكَ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَّخَمْسَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِيْرًا .

(۵۴۸۵) روایت ہے حضرت ابوذر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ کون سے نبی پہلے ہیں فرمایا آدم علیہ السلام[۱] میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا وہ نبی تھے فرمایا ہاں! کلام والے نبی[۲] میں نے عرض کیا یارسول اللہ رسول کتنے ہیں فرمایا تین سو اور کچھ اوپر دس، بڑی جماعت[۳] اور ایک روایت میں حضرت ابوامامہ سے ہے کہ جناب ابوذر نے فرمایا میں نے عرض کیا یارسول اللہ نبیوں کی پوری تعداد کتنی ہے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار جن میں سے رسول تین سو پندرہ ہیں بڑی جماعت[۴]

(۵۴۸۵)[۱] آدم علیہ السلام پہلے انسان ہیں اور پہلے نبی تاکہ کوئی وقت نبوت سے خالی نہ رہے۔ زمانہ نبی سے خالی ہوسکتا ہے۔ نبوت سے خالی نہیں ہوسکتا۔ آج بھی ہمارے حضور کی نبوت موجود ہے۔[۲] یعنی آپ نبی بھی تھے، اور آپ پر صحیفے الہیہ بھی نازل ہوئے تھے۔ یعنی صاحب صحیفہ نبی تھے۔[۳] مرسلین سے مراد رسول ہیں۔ نبی رسول اور مرسل میں چند طرح فرق کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ نبی وہ انسان ہیں جن پر وحی الٰہی آئے کتاب یا صحیفہ آئے یا نہ آئے، رسول وہ جن پر وحی بھی آئے اور انہیں کتاب یا صحیفہ بھی ملے مرسل وہ جن کو نئی کتاب اور نئی شریعت عطا ہو۔ نبی رسول تین سو تیرہ یا چودہ یا پندرہ ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ نبی وہ جن پر وحی بھی آئے۔ رسول وہ جن پر وحی بھی آئے اور انہیں کوئی معجزہ بھی عطا ہو (مرقات)[۴] یہاں ابوامامہ سے مراد ابوامامہ باہلی نہیں کہ وہ تو صحابی ہیں بلکہ ابوامامہ سہلی ابن حنیف انصاری اوسی مراد ہیں۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ عظیم الشان تابعی ہیں۔ آپ کی عمر نوے سال ہوئی۔ ۱۰۰ ہجری میں وفات پائی (مرقات)

یہ حدیث گزشتہ حدیث کے اجمال کی تفصیل ہے۔ وہاں بھی ارشاد ہوا تھا تین اور کچھ اور دس اس کچھ کی یہ تفصیل کی ہے یعنی کل رسول تین سو پندرہ ہیں۔ خیال رہے کہ تین سو تیرہ کی بھی روایت ہے اور چودہ کی بھی یہاں پندرہ ہے اس لئے ایمان اس طرح لائے کہ سارے نبیوں، رسولوں پر ہمارا ایمان ہے یہ بھی یاد رکھو کہ نبی رسول اور مرسل میں عام خاص نسبت ہے جیسے انسان اور حیوان میں

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

ہر مرسل رسول بھی ہے نبی بھی مگر ہر نبی رسول یا مرسل نہیں۔

نکتہ: نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار رسول تین سو تیرہ۔ مرسل چار ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ اصحاب بدر تین سو تیرہ اور خلفاء راشدین چار پھر چار مرسلین ہیں۔ ایک ہیں خاتم المرسلین یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح چار خلفاء راشدین ہیں ایک ہیں افضل الخلق بعد النبیین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْخَبَرُ كَالْمُعَايَنَةِ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَخْبَرَ مُوْسٰى بِمَا صَنَعَ قَوْمُهٗ فِي الْعِجْلِ فَلَمْ يُلْقِ الْاَلْوَاحَ فَلَمَّا عَايَنَ مَا صَنَعُوْا اَلْقَى الْاَلْوَاحَ فَانْكَسَرَتْ رَوَى الْاَحَادِيْثَ الثَّلٰثَةَ اَحْمَدُ.

(۵۴۸۶) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خبر دیکھنے کی طرح نہیں[1] اللہ تعالٰی نے موسیٰ علیہ السلام کو وہ سب کچھ بتایا جو ان کی قوم نے بچھڑے کے متعلق کیا۔ اس وقت آپ نے تختیاں نہیں گرائیں۔ پھر جب ان کی حرکت دیکھی تو تختیاں گرادیں۔ وہ ٹوٹ گئیں[2] ان تینوں حدیثوں کو احمد نے روایت کیا۔

(۵۴۸۶)[1] یعنی خبر چاہے کتنی ہی یقینی ہو مگر اس کا اثر مشاہدہ کی طرح نہیں ہوتا۔ مشاہدہ اور نظارہ کی دل پر تاثیر ہی عجب ہوتی ہے اس سے پتا چلا حضور سید المرسلین ہیں کیونکہ سارے نبیوں کو رب تعالٰی کی ذات وصفات کی عالم غیب میں خبر دی گئی مگر حضور انور کو معراج کی رات ان سب کا مشاہدہ کرایا گیا۔ خبر معائنہ کی طرح نہیں ہوسکتی تو خبیر بھی بصیر کی طرح نہیں ہوسکتے۔ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا (۴۵:۳۳) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر (کنزالایمان) اس لئے حضرت خلیل نے عرض کیا تھا کہ مولٰی مردے جلا کر دکھا دے تاکہ میں اس پر صرف خبیر نہ رہوں، بصیر بھی ہو جاؤں۔ خلیل کو مردے اور ان کا جی اٹھنا دکھایا گیا۔ حضور کو جلانے والا خود حَیٌّ قَیُّوْم دکھایا گیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔[2] یہ واقعہ اس دعوی کی تائید کے طور پر بیان فرمایا گیا کہ بنی اسرائیل کی بچھڑا پرستی کی خبر موسیٰ علیہ السلام کو رب نے ہی دے دی تھی جو بالکل یقینی، سچی تھی مگر آپ کو جوش غضب جب آیا اور توریت کی تختیاں آپ نے جب ڈالیں جب کہ اس کو آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا۔ اس کی تفصیل وتشریح ہماری تفسیر میں دیکھو۔

یہ مرأت جلد ہفتم آج ۵ ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ، ۵ فروری ۱۹۶۸ء بروز دوشنبہ ختم ہوئی۔
رب تعالٰی آٹھویں جلد بھی مکمل کرائے۔

https://archive.org/details/@madni_library

March 2019

اہلسنت وجماعت کا قرآن وسنت کا عظیم ادارہ

مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی

جہاں اسلامی اور عصری علوم کا عظیم امتزاج

مختصر تعارف

طلبہ:

شعبہ حفظ: 145 شعبہ ناظرہ: 240

شعبہ درس نظامی: 105 شعبہ تجوید: 10

اور انہیں شعبہ جات میں 400 سے زائد طلبا اسکول کی تعلیم انٹر تک حاصل کر رہے ہیں نیز کم وبیش 100 طلباء مدرسے میں رہائش پذیر ہیں جن کے طعام وقیام اور میڈیکل کا مکمل خرچ مدرسہ برداشت کرتا ہے۔

مدرسہ کا اسٹاف

شعبہ حفظ وناظرہ 14 اساتذہ شعبہ درس نظامی وتجوید 10 اساتذہ

شعبہ عصری علوم یعنی اسکول 11 اساتذہ باورچی 2 خادم 4 چوکیدار 2

کل طلبہ کم وبیش پانچ سو اور پورہ اسٹاف 43 افراد پر مشتمل ہے۔

مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی میٹھادر کراچی پاکستان

DONATION

HABIB BANK LTD. BARNESS STREET BRANCH
ACC TITLE: MARKAZ UL ALOOM ISLAMIA (TRUST)
ACC NO: 0050002565703 - BRANCH CODE :0050

www.facebook.com/markazuloloom

https://www.waseemziyai.com https://www.youtube.com/waseemziyai

https://www.facebook.com/MadniLibrary/

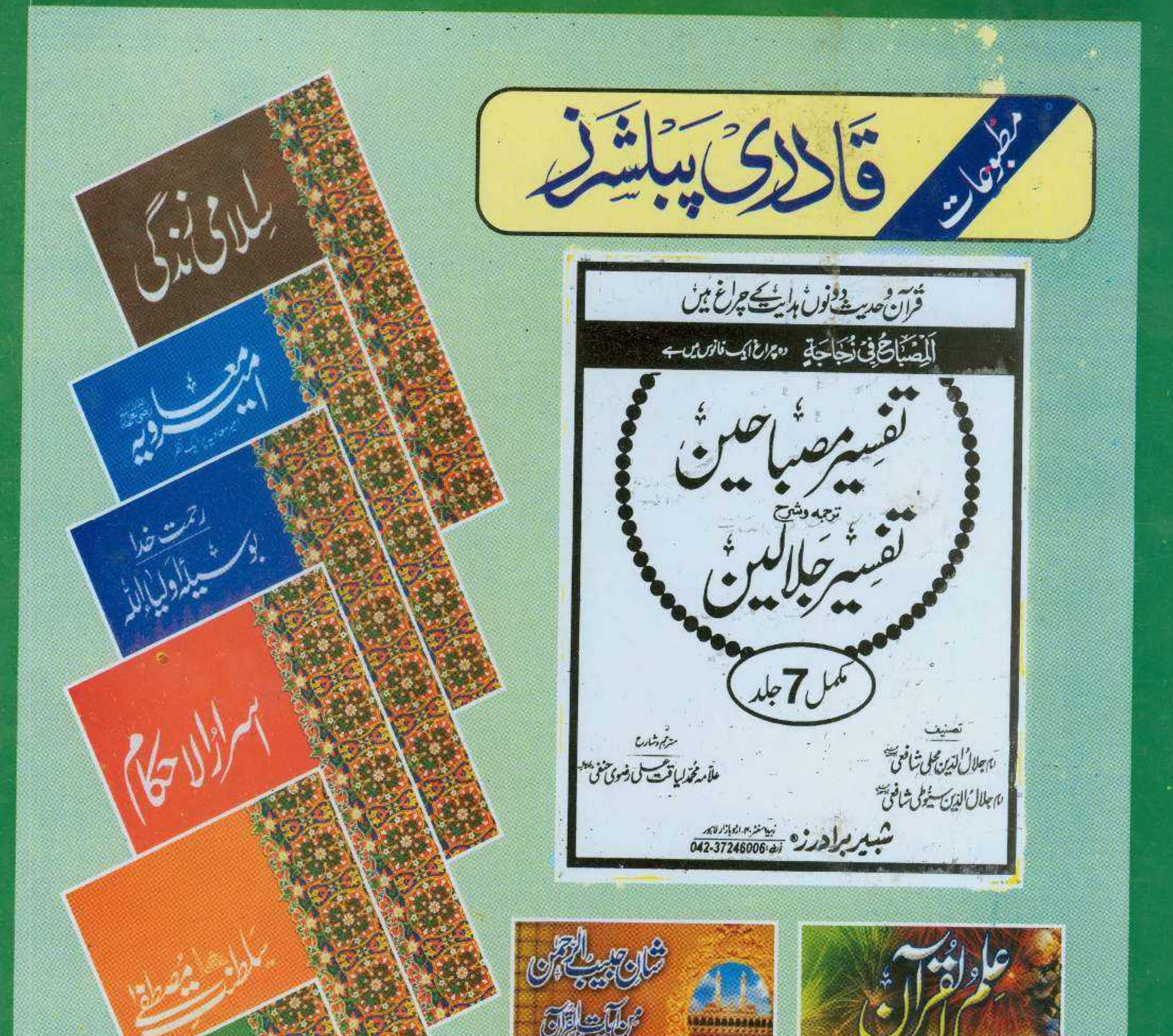

https://archive.org/details/@madni_library